بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# علمی و تحقیقی رسائل

## جلد بیست و دوم

22

اہلِ تشیع کی "تحقیق و تکفیر"

مصنف

مُفتی محمّد رضوان



ادارۂ غفران

راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد22

# علمی و تحقیقی رسائل

اہلِ تشیع کی ’’تحقیق و تکفیر‘‘

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

نام کتاب: علمی وتحقیقی رسائل (جلد22)

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: صفر المظفر 1445ھ - اگست 2023ء

صفحات: 836


---

ملنے کے پتے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیشِ لفظ

## ''مجلسِ فقہی'' ادارہ غفران، راولپنڈی

مولانا مفتی محمد رضوان خان صاحب حفظہ اللہ (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی) کے علمی وتحقیقی رسائل کی بائیسویں جلد، اس وقت ہمارے سامنے ہے، اس میں جس موضوع پر قلم اٹھایا گیا ہے، وہ اس کے نام سے ظاہر ہے، جس کا نام ہے:

اہلِ تشیع کی ''تحقیق وتکفیر''

مزید کئی جلدوں کے رسائل ومضامین پر بھی بحمداللہ تعالیٰ نظرِ ثانی اور پروف ریڈنگ وغیرہ کا کام جاری ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو بصدق واخلاص مکمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ادارہ غفران سے منسلک مختلف اہلِ علم نے اس جلد کے رسائل کا مطالعہ کیا، اور مفید مشورے اور قابلِ اصلاح امور کی نشاندہی کی، جن میں سے بعض امور سے مؤلف نے کلی، یا جزوی اتفاق کیا، اور بعض پر مؤلف کو شرح صدر نہ ہوا، اس لیے ان میں حسبِ منشاء ترمیم، یا اس کی توضیح کی، اور اس طرح کی جزوی چیزوں میں نیک نیتی کے ساتھ، حسبِ ذوق وحسبِ استعداد، اختلاف، شرعی وفقہی اعتبار سے مذموم نہیں۔

مذکورہ حضرات نے اس مجموعہ کو تحقیق پر مبنی اور وقت کے اہم موضوع پر مشتمل محسوس کیا۔

دعاء ہے کہ یہ مجموعہ، اللہ کی بارگاہ میں قبول ومنظور ہو، اور علمی وفقہی دنیا میں اعتدال کے قائم ہونے اور غلو، یا افراط وتفریط سے حفاظت کا باعث بنے، اور اس

سلسلہ میں سعی وکاوش کرنے والے جملہ حضراتِ اہلِ علم کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کا ذریعہ ہو۔ آمین۔

## اسمائے گرامی: اراکینِ مجلسِ فقہی، ادارہ غفران

(1)......مفتی محمد رضوان صاحب (صدرمجلس)

(2)......مولانا طلحہ مدثر صاحب (ناظم)

(3)......مولانا محمد ناصر صاحب (رکن)

(4)......مولانا طارق محمود صاحب (رکن)

(5)......مولانا عبدالسلام صاحب (رکن)

(6)......مولانا غلام بلال صاحب (رکن)

(7)......مولانا محمد ریحان صاحب (رکن)

(8)......مولانا شعیب احمد صاحب (رکن)

**06/محرم الحرام/1445ھ 25/جولائی/2023ء بروز منگل**

**ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

# اہلِ تشیع کی ''تحقیق وتکفیر''

اہلِ قبلہ کی تعریف اور اس کے مصداق اور ان کی عدمِ تکفیر پر احادیث وروایات

اہلِ تشیع کی تحقیق، ان کی طرف منتسب فرقوں، اور ان کے اصولی افکار پر کلام

''شیعہ امامیہ اثنا عشریہ'' کی علی الاطلاق تکفیر پر بعض اہلِ علم حضرات کا موقف

شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کے برخلاف، جمہور محققین، مجتہدین واکابرین کا موقف

تکفیر میں اختلاف اور تکفیر کی مجمع علیہ وجوہات واسباب پر محققین کا محتاط موقف

اہلُ الاھواء واہلُ البدعۃ کی روایات قبول ہونے نہ ہونے کی تحقیق

شیعہ وروافض کی مرویات اور ان کی اسنادی حیثیت

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

# فہرست

| مضامین | صفحہ نمبر |
|---|---|

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تمہید

(من جانبِ مؤلف)

مسلم معاشرہ میں ایک عرصہ سے ’’تکفیرِ مسلمین‘‘ اور بالخصوص بعض ’’مسلم فرقوں‘‘ اور بالاخص ’’اہلِ تشیع کی علی الاطلاق تکفیر‘‘ کی گرم بازاری ہے، جو اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے، کبھی کسی فرقہ، یا فرد کے خلاف تکفیری مہم چلائی جاتی ہے، اور کبھی کسی دوسرے کے خلاف، بلکہ قریب قریب ہر مسلک ومکتبِ فکر سے منسلک ایسی فکر کے حامل قابلِ ذکر افراد موجود ہیں، جو اپنے علاوہ کسی دوسرے کو مومن ومسلم ماننے اور قبول کرنے کے لئے تیار وآمادہ نہیں، اور وہ صرف اپنے آپ کو ہی اللہ کی وسیع جنت، اس کی وسیع رحمت، اور اس کی لامتناہی مغفرت کا مستحق سمجھتے ہیں، جس میں کسی دوسری فکر کے حامل فرد، یا فرقوں کے سمانے کی گنجائش نہیں۔

اور ایک عرصہ سے اس تکفیری مہم کے بدترین نتائج کا خمیازہ ملک بھر کے عوام، اور بطورِ خاص مذہبی طبقات بھگت رہے ہیں، وطنِ عزیز کے علاوہ دنیا بھر میں اس تکفیری مہم کے نتائجِ بد سے امتِ مسلمہ دوچار ہوئی، کئی اسلامی ممالک اس تکفیر بازی کی لپیٹ میں آ گئے، جن کے آثار ابھی تک مضمحل نہیں ہوئے، تاریخِ اسلام میں پہلے بھی خوارج وغیرہ کی طرف سے تکفیرِ مسلمین کی مہم جوئی کی بنا پر غیر معمولی نقصانات کا سامنا ہوا، لیکن ہر دور میں جمہور مجتہدین ومحققین ’’تکفیرِ مسلمین‘‘ کے دنیاوی واخروی مضرات ونقصانات سے آگاہ رہے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں قرآن وسنت کی اصولی پاکیزہ تعلیمات وہدایات کو ملحوظِ خاطر رکھا، اور عام مسلمین میں بھی اس شعور کو بیدار رکھا، جس کی بنا پر غیر جمہور کے تکفیر پر مبنی فتووں کو پذیرائی وقبولیت حاصل نہ ہوسکی، اور ہمیشہ یہ قول مغلوب رہا، اور عام طور پر امتِ مسلمہ تکفیرِ مسلمین کے نتیجہ میں لازم آنے والے حادثاتِ فاجعہ وعظیمہ سے محفوظ رہی، اور آخرت کے وبال

سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھا، دوسرے فرقوں کی طرف سے اپنے علاوہ دوسرے فرقوں کی تکفیر کرنے کے باوجود، بطورِ خاص اہلُ السنۃ والجماعۃ کے جمہور نے قرآن وسنت پر مبنی پاکیزہ سیرت کو ترک نہیں کیا، بلکہ دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں ''عدمِ تکفیرِ اہلِ قبلہ'' گویا کہ ایک طرح سے اہلُ السنۃ والجماعۃ کا امتیازی نشان وشعار سمجھا جاتا رہا، جس کے اثرات دوسرے فرقوں پر بھی پڑے، اور وہ کشاکشی جمہور مسلمین کے جذبۂ ہمدردی وخیر خواہی پر مبنی فکر کی طرف متوجہ ومائل، یا ان کے ساتھ وابستہ رہے، اور مختلف ادوار میں پیدا ہونے والے نئے نئے افکار ونظریات کے حامل، اکثر فرقے، جمہور مسلمین کے ساتھ منضم ہو کر ایک ایک کر کے ختم ومعدوم ہوتے چلے گئے، اور ان کا نام صرف، تاریخ، اور کتابوں کی حد تک باقی رہ گیا۔

لیکن ماضی قریب میں جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کی اس پاکیزہ سیرت اور طریقہ کو بعض حضرات کی تکفیری روش سے سخت نقصان پہنچا، جس کے نتیجہ میں ایک جذباتی طبقہ نے تکفیرِ مسلمین کو ایک مشغلہ، تحریک ومہم کے طور پر اپنایا، بلکہ بعض نے اس کو ایک پیشہ کے طور پر استعمال کیا۔

اور جمہور مجتہدین ومحققین کے سلامتی پر مشتمل موقف کے حامل سنجیدہ محققین کے بڑے طبقہ نے اپنے آپ کو اس تکفیری مہم سے الگ رکھا، اور حقیقتِ حال سے واقف ہونے کے باوجود بمصلحت طویل سکوت اختیار کئے رکھا، جس کی بناء پر مخصوص عوامی حلقہ پر تکفیر پسند طبقہ کا غلبہ ہوتا چلا گیا، اور عدمِ تکفیر کا مذکورہ موقف اجنبی، اور ایک طرح بے یارومددگار بن کر رہ گیا۔

اس وقت دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں مختلف مسلم فرقوں کے علاوہ صرف شیعہ اور اس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے، مختلف شدید وخفیف نظریات وافکار کے حامل اہلِ تشیع کی تعداد تیس، چالیس کروڑ کے لگ بھگ ہے، تکفیرِ مطلق کے نتیجہ میں ایک طرف تو جمہور فقہائے محققین کے بیان واختیار کردہ احتیاط وسلامتی پر مبنی اصولِ تکفیر کا نظر انداز کرنا لازم آتا ہے، جس کی تردید کے لئے بے جا اور دور دراز کی تاویلات کا سہارا ڈھونڈا جاتا ہے، اور دوسری طرف کروڑوں افراد اس مطلق تکفیر کی زد میں آجاتے ہیں، اور اب نوبت یہاں

تک آن پہنچی ہے کہ تکفیرِ مسلم کی وعیدوں، اور جمہور مجتہدین ومحققین سلف وخلف کے اصولِ تکفیر پرمبنی موقف کو سننا تک گوارانہیں کیا جاتا، بلکہ اس موقف کے نقل، اوراس کے مطابق عمل کرنے والے پرطرح طرح کی الزام تراشیاں واتہام سازیاں قائم کی جاتی ہیں۔

ہم نے اس سے قبل بھی اس موضوع پر مختلف سنجیدہ مضامین شائع کیے ،اور دوسرے موقف سے تعرض کی خاطر خواہ ضرورت نہیں سمجھی، مگراس پر مذکورہ فکر کے حامل مخصوص متعصب ومتشدد طبقہ نے اپنی حسبِ روش، مہم کے طور پرالزام تراشی واتہام سازی کا سلسلہ شروع کیا، اور مختلف اعتراضات وشبہات ذکر کیے، جن میں سے اکثر اعتراضات وشبہات، خلافِ واقعہ، بے سروپا، اورانتہائی رکیک تھے، لیکن اس طبقہ نے ان کو بڑی اہمیت وشدت کے ساتھ شہرت دینے اورسادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے، اورورغلانے کی کوششیں تیز کردیں۔

اور ہم نے اس طبقہ کو بار بار اس طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی کہ اس مسئلہ کا تعلق لاکھوں، کروڑوں لوگوں کے قلوب میں ایمان کے وجود وعدم ،اور ان کے لئے جنت وجہنم، مغفرت وبخشش، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ کے حصول وعدمِ حصول ، اوراللہ کی دائمی لعنت وغضب جیسی صفات کے استحقاق، وعدمِ استحقاق سے ہے، جس میں ادنیٰ بے احتیاطی، خود فیصلہ کرنے والے کے اپنے ایمان، اوردنیاوعاقبت کے لئے خطرہ سے خالی نہیں، اسی طرح اس مسئلہ کا تعلق لاکھوں، افراد کی نماز، روزہ، زکاۃ، اورحج جیسی عبادات کے صحیح ، بلکہ فرض ہونے، نہ ہونے سے ہے، اوراسی طرح نکاح وطلاق، ثبوتِ نسب، کفن ،دفن، نمازِ جنازہ، میراث، دعائے مغفرت، ایصالِ ثواب، سلام، دعاء، وغیرہ کے جواز وعدمِ جواز سے ہے، اور مسلم معاشرہ میں ایک دوسرے کے ساتھ قرابات واشتراکات کی بنا پر بہت سے امور ومعاملات میں حرج وضیق، اورتنگی ودشواری، کا پوراباب وابستہ ہے، اوراس قسم کے اجتماعی وایمانی، اوردینی ودنیاوی اہم ابواب پر مشتمل مسئلہ میں، اپنے مخصوص جذبات وافکار اور خیالات وترجیحات کے مقابلہ میں امت کے وسیع تر اجتماعی ومشترکہ اصول وقواعد کے

تناظر میں فیصلہ کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن افسوس کہ ہمارے اس جذبۂ دینی و ایمانی پر بھی بعض متشددین و متعصبین کو اطمینان حاصل نہ ہوا، بلکہ ان امور کو قابلِ غور واعتناء تک خیال نہ کیا گیا، اور اس کے بجائے ہمارے قلبی و ایمانی، اور دینی وشرعی مقصد میں بھی حائل ہونے کی کوشش کی گئی، جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا مطلع ہونا ممکن نہیں، اور ایسی صورت میں بندے اس ظاہر کے ہی مکلّف ہیں، جو دوسرے کی طرف سے شرعی دلائل و براہین کی صورت میں سامنے آئے۔

اور ان متشددین و متعصبین کی طرف سے یہ کوئی اجنبی کارروائی نہیں، ان کے رات دن کا مشغلہ اسی قسم کی الزام تراشیاں واتہام سازیاں ہیں، دوسروں کی ہتکِ عزت سے ان کی زبان اور قلم آلودہ ہیں، جس کا یہ لوگ رات دن جس پر چاہیں بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔

اس صورتِ حال کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ مزید ’’اتمامِ حجت وازالۂ شبہات‘‘ کے لئے اس مسئلہ پر جمہور مجتہدین و محققین، اور متعدد اہلِ تشیع کی تصریحات وتوضیحات کے ساتھ علمی وتحقیقی مواد جمع کر دیا جائے، جو آنے والے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

امید ہے کہ اس علمی وتحقیقی مواد سے کافی حد تک طالبین مخلصین کی تشنگی دور ہونے میں مدد حاصل ہوگی، رہا متشددین و متعصبین، اور متہمین ومفترین کا معاملہ، تو ان کے اعتراضات کا خاتمہ تو شاید قیامت تک بھی ممکن نہ ہو، اس لئے ان کے معاملہ کو ہم اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں، اور اللہ ہی سے ہدایت واستعانت، اور حفاظت و پناہ کو طلب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو دینِ متوسط کی، فہمِ صحیح، سلامتِ فکر اور اس کی اتباع و پیروی کی توفیق عطاء فرمائے، اور باہمی جنگ وجدل اور طعن وتشنیع سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

محمد رضوان خان

16 / ربیع الاول / 1444 ہجری 13 / اکتوبر / 2022ء، بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(مقدمہ)

# چند نصوص، اور احادیث وروایات پر ایک نظر

سب سے پہلے تو ہر بندۂ مومن کو اپنی قبر وآخرت کو سامنے رکھ کر اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے، اور ایمان واسلام کی دولت ونعمت حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کرنا چاہیے، اور جو شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے، اور وہ اہلِ قبلہ میں سے ہو، تو اس پر کفر، اور جہنمی وغیرہ کا حکم لگانے میں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے، اور اس کے برخلاف کسی حدیث کی سند اور اس کے متعلق محققین کی تشریح کو ملاحظہ کئے بغیر کوئی حکم لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے، جس کے متعلق مختلف نصوص وآثار منقول ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

## سورہ حجرات اور سورہ نساء کا حوالہ

قرآن مجید کی سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

**یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدَاکُمْ لِلْاِیْمَانِ** (سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ ۱۷)

ترجمہ: احسان جتلاتے ہیں، یہ لوگ آپ پر اس بات کا کہ وہ اسلام لے آئے، آپ فرمادیجئے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتلاؤ، بلکہ اللہ نے احسان فرمایا تم پر کہ ہدایت عطاء فرمادی تم کو ایمان کی (سورہ حجرات)

اور سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

**وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا، تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ، کَذٰلِکَ کُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ**

**اللّٰهُ عَلَيْكُمْ** (سورة النساء، رقم الآية ۹۴)

ترجمہ: اور نہ کہا کرو اس شخص کے لیے، جو تمہیں سلام کرے کہ تو مومن نہیں، تلاش کرتے ہو تم، دنیاوی زندگی کے سامان کو، پس اللہ کے پاس بہت سا مالِ غنیمت ہے، اسی طریقے سے تم پہلے تھے، پس احسان کیا اللہ نے تم پر (سورہ نساء)

## ابنِ عباس اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ غَنَمٌ لَهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ قَالُوْا: مَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا لِيَتَعَوَّذَ مِنْكُمْ فَقَامُوْا فَقَتَلُوْهُ وَأَخَذُوْا غَنَمَهُ، فَأَتَوْا بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا"** (سنن الترمذی، رقم الحديث ۳۰۳۰، ابواب التفسير، باب ومن سورة النساء، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۷۵۲، كتاب السير، باب الخروج وكيفية الجهاد) [1]

ترجمہ: قبیلۂ بنو سلیم کا ایک شخص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا، اور اس کے ساتھ بکریاں تھیں، تو اس نے صحابۂ کرام کو سلام کیا، تو انہوں نے کہا کہ اس نے تم کو سلام، صرف اس لیے کہا ہے، تاکہ تم سے بچ سکے، تو اُن حضرات نے اٹھ کر اس کو قتل کر دیا، اور اس کی بکریوں کو (حربی سے حاصل شدہ مالِ غنیمت سمجھ کر) لے لیا، پھر وہ حضرات رسول اللہ صلی

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن وفی الباب عن أسامة بن زيد.
وقال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، جس پر اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

’’يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا‘‘

’’اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، جب چلو تم، اللہ کے راستے میں، تو تم تحقیق کرلیا کرو، اور نہ کہا کرو اس شخص کے لیے، جو تمہیں سلام کرے کہ تو مومن نہیں‘‘ (ترمذی)

یہ حدیث کچھ مختصر الفاظ کے ساتھ ’’صحیح بخاری‘‘ میں بھی ہے۔ [1]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی ’’مسندُ البزار‘‘ میں روایت ہے کہ:

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فِيْهَا الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ، فَلَمَّا أَتَوُا الْقَوْمَ، وَجَدُوْهُمْ قَدْ تَفَرَّقُوْا، وَبَقٰى رَجُلٌ، لَهُ مَالٌ كَثِيْرٌ، لَمْ يَبْرَحْ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَأَهْوٰى إِلَيْهِ الْمِقْدَادُ فَقَتَلَهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: أَقَتَلْتَ رَجُلاً يَّشْهَدُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ وَاللّٰهِ! لَأَذْكُرَنَّ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ رَجُلاً شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَتَلَهُ الْمِقْدَادُ؟ فَقَالَ: اُدْعُ لِيَ الْمِقْدَادَ، يَا مِقْدَادُ! أَقَتَلْتَ رَجُلاً يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ فَكَيْفَ بِكَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ غَدًا؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ’’يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

---

[1] عن ابن عباس رضى الله عنهما: ’’ ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمنا‘‘قال: قال ابن عباس: " كان رجل فى غنيمة له فلحقه المسلمون، فقال: السلام عليكم، فقتلوه وأخذوا غنيمته، فأنزل الله فى ذلك إلى قوله: ’’ تبتغون عرض الحياة الدنيا‘‘تلك الغنيمة "قال: قرأ ابن عباس السلام(صحيح البخارى، رقم الحديث ۴۵۹۱)

أَلْـقٰـى إِلَيْكُمُ السَّلَـمَ'' أَوِ السَّلَامَ، شَكَّ أَبُوْ سَعِيْدٍ، يَعْنِىْ جَعْفَرَ بْنَ سَـلَـمَةَ، ''لَسْـتَ مُـؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْـرَـةٌ، كَـذٰلِكَ كُـنْتُـمْ مِّنْ قَبْلُ'' قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمِقْدَادِ: كَانَ رَجُلاً مُّؤْمِنًا، يُخْفِىْ إِيْمَانَهُ، مَعَ قَوْمٍ كُفَّارٍ ، فَـأَظْهَـرَ إِيْـمَـانَـهُ، فَـقَـتَـلْـتَـهُ ، وَكَذٰلِكَ كُنْتَ تُخْفِىْ إِيْمَانَكَ بِمَكَّةَ قَـبْلُ (مسند البزار، رقم الحديث ۵۱۲۷، مسند ابنِ عباس رضى الله عنهما) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہادی لشکر روانہ فرمایا، جس میں حضرت مقداد بن اسود بھی شامل تھے، پس جب یہ لشکر کافروں کے پاس آیا، تو اُن کو دیکھا کہ وہ منتشر ہوگئے، اور ایک آدمی باقی رہ گیا، جس کے پاس بہت سامال تھا، تو اس نے فوراً ہی (مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر) کہا کہ ''أَشْهَـدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ'' اس کے بعد اس کی طرف مقداد بن اسود آگے بڑھے، اور اس کو قتل کردیا، تو اُن کو اِن کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ کیا تم نے ایسے شخص کو قتل کردیا، جس نے ''لا الٰـہ الا اللّٰـہ '' کی گواہی دی تھی، اللہ کی قسم! میں ضرور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کروں گا، پھر جب وہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک آدمی نے ''لا الٰہ الا اللّٰہ '' کی گواہی دی تھی، اور اس کو مقداد بن اسود نے قتل کردیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقداد کو میرے پاس بلاؤ، پھر آپ نے فرمایا کہ اے مقداد! کیا تم نے ایسے شخص کو قتل کردیا، جس نے ''لا الٰـــہ الا الـلّٰـــہ ''

---

[1] قال الهيثمى: رواه البزار، وإسناده جيد (مجمع الزوائد، رقم الحديث ۱۰۹۴۳، سورة النساء)
وقال الدكتور سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى: هذا مرسل صحيح الإسناد...... وأصل الحديث فى الـصـحـيـحـيـن عن ابن عباس رضى الله عنهما (حاشية المطالب العالية، ج۱۴ ص ۵۷۲، ۵۷۳، تحت رقم الحديث ۳۵۶۸، كتاب التفسير، سورة النساء)

کہا تھا، پس کل (قیامت کے دن) آپ کے ساتھ ''لا الٰــہ الا اللّٰــہ'' کا کیا معاملہ ہوگا؟ جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے (سورہ نساء کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

''یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا،تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ، کَذٰلِکَ کُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ''

''اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، جب چلو تم، اللہ کے راستے میں، تو تم تحقیق کرلیا کرو، اور نہ کہا کرو اس شخص کے لیے، جو تمہیں سلام کرے کہ تو مومن نہیں، تلاش کرتے ہو تم، دنیاوی زندگی کے سامان کو، پس اللہ کے پاس بہت سا مالِ غنیمت ہے، اسی طریقے سے تم پہلے تھے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد سے فرمایا کہ یہ شخص مومن تھا، جو اپنے ایمان کو کافر لوگوں کے ساتھ مخفی رکھتا تھا، پھر اس نے اپنے ایمان کا اظہار کردیا، لیکن آپ نے اسے قتل کردیا، اور اسی طریقے سے تم ''مکہ'' میں اس سے پہلے اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے (مسند البزار)

اس طرح کا واقعہ خود حضرت مقداد بن اسود کی سند سے بھی مروی ہے۔

چنانچہ ''صحیح ابنِ حبان'' میں حضرت عبید اللہ بن عدی سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ لَقِیْتُ رَجُلًا مِنَ الْکُفَّارِ فَقَاتَلَنِیْ فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ فَقَطَعَھَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَۃٍ وَقَالَ: اَسْلَمْتُ لِلّٰہِ اَفَاَقْتُلُہٗ بَعْدَ اَنْ قَالَھَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلُہٗ. قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ قَدْ قَطَعَ یَدِیْ ثُمَّ قَالَ ذٰلِکَ بَعْدَ اَنْ قَطَعَھَا اَفَاَقْتُلُہٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلُہٗ فَاِنْ

قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ١٦٤، كتاب الإيمان، باب فرض الإيمان) [1]

ترجمہ: حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر کافروں میں سے کسی آدمی سے میرا سامنا ہو جائے، پھر وہ مجھ سے قتال کرے، پھر وہ تلوار سے میرے ایک ہاتھ پر وار کرے، اور اسے کاٹ دے، پھر وہ مجھ سے کسی درخت کی اوٹ (یعنی آڑ) میں چھپ جائے، اور پھر یہ کہے کہ میں اللہ کے لیے اسلام لایا، تو کیا اے اللہ کے رسول! میں اسے قتل کر دوں؟ جبکہ وہ اسلام لانے کا کہہ چکا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسے قتل نہ کریں، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے میرے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے، پھر اس کو کاٹنے کے بعد (درخت کے پیچھے چھپ کر) یہ بات کہی ہے، تو کیا میں اسے قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسے قتل نہ کریں، اگر آپ اس کے باوجود اسے قتل کر دیں گے، تو وہ آپ کے اس درجے میں ہوگا، جس میں آپ اسے قتل کرنے سے پہلے تھے (یعنی مسلمان) اور آپ اس کے اس درجے میں ہوں گے، جس میں وہ کلمہ سے پہلے تھا (یعنی کافر) (ابنِ حبان)

جب تک قرآنِ مجید، یا حدیثِ رسول کے ذریعہ کوئی حکم نازل نہیں ہو جاتا تھا، اس وقت تک کسی صحابی کے اپنے اجتہاد سے کوئی عمل کرنا، گناہ نہیں ہوتا تھا، پس مذکورہ حکم نازل ہونے سے پہلے صحابی نے خود اپنے اجتہاد سے جائز سمجھ کر نقل کیا، اس میں وہ معذور ہوئے، اور حکم نازل ہونے کے بعد اس کی خلاف ورزی گناہ ہوگی۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

''**تفسیرُ الجلالین**''میں ہے کہ:

''سورہ نساء کی یہ آیت اس وقت نازل ہوئی، جب کافروں کے لشکر میں سے ایک شخص نے، مسلمانوں کو سلام کیا، جو کہ اس کے مسلمان ہونے کی ظاہری علامت تھی، تو لوگوں نے کہا کہ اس نے ''تقیہ'' کے طور سلام کیا ہے، اور اس کو قتل کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو مومن نہ سمجھنے سے منع فرمایا''۔ [1]

اور تفسیر ابنِ کثیر میں ہے کہ:

''جو تم کو سلام کرے، اور تمہارے سامنے ایمان کو ظاہر کرے، تو تمہارے لیے اس سے غفلت اختیار کرنا، اور اس پر ''تصنع'' اور ''تقیہ'' کی تہمت لگانا، درست نہیں''۔ [2]

# جندب اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَدَّثَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَاللّٰهِ لَا**

---

[1] ونزل لما مر نفر من الصحابة برجل من بني سليم وهو يسوق غنما فسلم عليهم فقالوا ما سلم علينا إلا تقية فقتلوه واستاقوا غنمه (يأيها الذين آمنوا إذا ضربتم) سافرتم للجهاد (فى سبيل الله فتبينوا) وفى قراءة فتثبتوا فى الموضعين (ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام) بألف أو دونها أى التحية أو الانقياد بكلمة الشهادة التى هى أمارة على الإسلام (لست مؤمنا) وإنما قلت هذا تقية لنفسك ومالك فقتلوه (تبتغون) تطلبون لذلك (عرض الحياة الدنيا) متاعها من الغنيمة (فعند الله مغانم كثيرة) تغنيكم عن قتل مثله لماله (كذلك كنتم من قبل) تعصم دماؤكم وأموالكم بمجرد قولكم الشهادة (فمن الله عليكم) بالاشتهار بالإيمان والاستقامة (فتبينوا) أن تقتلوا مؤمنا وافعلوا بالداخل فى الإسلام كما فعل بكم (إن الله كان بما تعملون خبيرا) فيجازيكم به(تفسير الجلالين،ص ١١٨،سورة النساء ،رقم الآية ٩٤)

[2] وقوله :فعند الله مغانم كثيرة أى خير مما رغبتم فيه عرض الحياة الدنيا الذى حملكم على قتل مثل هذا الذى ألقى إليكم السلام، وأظهر لكم الإيمان فتغافلتم عنه واتهمتموه بالمصانعة والتقية لتبتغوا عرض الحياة الدنيا، فما عند الله من الرزق الحلال خير لكم من مال هذا(تفسير ابن كثير، ج ٢،ص ٣٤٠،سورة النساء ،رقم الأية ٩٤)

يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلّٰى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٦٢١ "١٣٧" كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم تعذيب الهرة ونحوها من الحيوان الذى لا يؤذى)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ فلاں شخص کی مغفرت نہیں کرے گا، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کون ہے وہ شخص، جو میرے اوپر یہ قسم، اٹھائے کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا، بے شک میں نے اس فلاں کی تو مغفرت کردی، اور میں نے تیرے عمل کو حبط وضائع کردیا (مسلم)

اس طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ، فَلَمَّا سَجَدَ أَتَاهُ رَجُلٌ فَوَطِئَ عَلٰى رَقَبَتِهٖ، فَقَالَ الَّذِيْ تَحْتَهٗ: وَاللّٰهِ لَا يُغْفَرُ لَهٗ أَبَدًا، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: تَأَلّٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِعَبْدِيْ، فَإِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٠٠٨٦، ج١٠ ص١٠٠) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی نماز پڑھا کرتا تھا، جب وہ سجدہ کرتا، تو ایک آدمی آکر اس کی گردن کو روندھ دیتا، پس اس کے نیچے (یعنی سجدہ کرنے) والے شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم، اس کی کبھی بھی مغفرت نہیں ہوگی، پھر اس (عبادت گزار) کو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تو میرے بندہ پر قسم اٹھاتا ہے کہ میں اپنے بندے کی مغفرت نہیں کروں گا (جبکہ مغفرت کا اختیار میرے پاس

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني بإسنادين، ورجال أحدهما رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٧٤٨٥)

ہے، نہ کہ تیرے پاس) پس (اے عبادت گزار) تو سن لے کہ میں نے اس کی مغفرت کردی (طبرانی)

## ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ:

**سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كَانَ فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ رَجُلَانِ، كَانَ أَحَدُهُمَا مُجْتَهِدًا فِي الْعِبَادَةِ، وَكَانَ الْآخَرُ مُسْرِفًا عَلٰى نَفْسِهٖ، فَكَانَا مُتَآخِيَيْنِ، فَكَانَ الْمُجْتَهِدُ لَا يَزَالُ يَرَى الْآخَرَ عَلٰى ذَنْبٍ، فَيَقُوْلُ: يَا هٰذَا، أَقْصِرْ فَيَقُوْلُ: خَلِّنِيْ وَرَبِّيْ، أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيْبًا؟ قَالَ: إِلٰى أَنْ رَآهُ يَوْمًا عَلٰى ذَنْبٍ اسْتَعْظَمَهٗ، فَقَالَ لَهٗ: وَيْحَكَ، أَقْصِرْ قَالَ: خَلِّنِيْ وَرَبِّيْ، أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيْبًا قَالَ : فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ، أَوْ لَا يُدْخِلُكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ أَبَدًا قَالَ أَحَدُهُمَا قَالَ: فَبَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْهِمَا مَلَكًا، فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا، وَاجْتَمَعَا عِنْدَهٗ، فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ وَقَالَ لِلْآخَرِ: أَكُنْتَ بِيْ عَالِمًا، أَكُنْتَ عَلٰى مَا فِي يَدِيْ قَادِرًا ، اِذْهَبُوْا بِهٖ إِلَى النَّارِ قَالَ: فَوَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهٖ، لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهٗ**

(مسند احمد، رقم الحديث ۸۲۹۲) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے، ان میں سے ایک شخص عبادت میں خوب مجاہدہ (اور محنت و جدوجہد) کیا کرتا تھا، اور دوسرا اپنے اوپر زیادتی (یعنی گناہ) کرنے والا تھا، اور

---

[1] قال شعيب الارنوؤط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

ان دونوں کا آپس میں بھائی چارا تھا (دوستی کا تعلق تھا) پس عبادت میں مجاہدہ کرنے والا، دوسرے کو برابر گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا، اور یہ کہتا تھا کہ ارے اس گناہ سے باز آجا، وہ اس کے جواب میں کہتا کہ تم مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو، کیا تم میرے نگران بنا کر بھیجے گئے ہو؟ ایک دن اس عبادت گذار نے اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا، تو اسے بہت بڑی چیز خیال کیا، اور اس سے کہا کہ تیرا ناس ہو، اس گناہ گار نے اس سے یہی کہا کہ تم مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو، کیا تم میرے نگران بنا کر بھیجے گئے ہو؟ جس پر اس عبادت گذار نے (غصہ میں آ کر) کہا کہ اللہ کی قسم، اللہ تیری مغفرت نہیں کرے گا، یا (یہ کہا کہ) اللہ تجھے کبھی جنت میں داخل نہیں کرے گا، پھر اللہ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ کو بھیجا، جس نے ان کی روحوں کو قبض کرلیا، اور پھر وہ دونوں اللہ کے پاس جمع ہوگئے، جس کے بعد اللہ نے اس گناہ گار کو فرمایا کہ جاؤ تم میری رحمت سے جنت میں داخل ہوجاؤ، اور اللہ نے اس دوسرے (یعنی عبادت میں مجاہدہ کرنے والے) سے فرمایا کہ کیا تو مجھے جانتا تھا (کہ میں کس کی مغفرت کروں گا، اور کس کی نہیں) کیا تو اس چیز پر جو میرے ہاتھ میں ہے (یعنی مغفرت) اس پر قادر تھا، پس (اے فرشتو) اس کو جہنم کی طرف لے جاؤ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس کی، جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم (یعنی محمد) کی جان ہے، اس آدمی نے ایسا کلمہ کہہ دیا، جس نے اس کی دنیا وآخرت کو برباد کر کے رکھ دیا (مسند احمد)

اور امام ابنِ مبارک نے بسر بن سعید سے روایت کیا ہے کہ:

**مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ: لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَکَ، قِيلَ لَهُ: بَلْ لَکَ لَا يَغْفِرُ** (الزهد والرقائق لابن المبارک ص ۳۱۵، رقم الرواية ۹۰۱، باب ذکر رحمة الله تبارک وتعالى وجل وعلا)

ترجمہ: جس نے اپنے بھائی کو یہ کہا کہ اللہ تیری مغفرت نہیں کرے گا، تو اس سے کہا جائے گا کہ بلکہ اللہ، دراصل تیری ہی مغفرت نہیں کرے گا (الزہد)

اس طرح کی روایات، مختلف سندوں سے مروی ہیں، اور سند کے اعتبار سے معتبر ہیں۔ [1]

اس طرح کی حدیث کی تشریح کے ذیل میں ’’دليلُ الفالحين لطرق رياض الصالحين‘‘ میں ہے:

وفي الحديث تحذير من احتقار أحد من المسلمين، وإن كان من الرعاع .

---

[1] وقال مسدد: حدثنا إسماعيل ، حدثنا ليث عن زيد ، عن جعفر العبدى قال: قال رسول الله –صلى الله عليه وسلم–ويل للمتألين من أمتى الذين يقولون، فلان فى الجنة فلان فى النار.

حدثنا معتمر، حدثنا ليث به.

تخريجه:رواه ابن بطة فى الإبانة (1409 :753 /2)عن طريق يعقوب الدورقى قال: حدثنا معتمر، عن ليث، به بلفظه .

الحكم عليه:الحديث بهذا السند ضعيف وفيه علتان:

الأولى: الإرسال لأن جعفر العبدى تابعى.

الثانية: فيه ليث بن أبى سليم وهو ضعيف أيضا.

ولكن يشهد لمعنى الحديث حديث جندب الذى رواه مسلم فى صحيحه (2620: 4/2023) وفيه أن رجلا قال: والله لا يغفر الله لفلان وأن الله تعالى قال: من الذى يتألى على أن لا أغفر لفلان فإنى قد غفرت لفلان وأحبطت عملك.

ويشهد أيضا لمعنى الحديث أيضا لحديث حديث ابن عباس رضى الله عنه الذى يأتى بعده وهو حسن لذاته.

كما يشهد له حديث أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى –صلى الله عليه وسلم– قال: إن رجلا قال لأخيه لا يغفر الله له فقيل له بل لك لا يغفر الله .وقد تقدم فى حديث .(2938)

وكما يشهد لمعناه حديث ابن مسعود رضى الله عنه قال: " وطء رجل على عنق رجل وهو ساجد فقال: أوطئت على عنقى وأنا ساجد، والله لا يغفر الله لك فقال: تألى على الله تعالى فغفر له ."

وهو حديث صحيح سبق برقم .حدثنا الحارث بن عبيد عن عامر الأحول، عن فطر بن خليفة، عن أبى بشر جعفر ابن أبى وحشية، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال: قال رسول الله –صلى الله عليه وسلم–: يقول الله عز وجل: من تألى على عبدى، أدخلت عبدى الجنة وأدخلته النار .

الحكم عليه:الحديث بهذا السند حسن.

وقد سبق فى الحديث الذى قبل تخريج شواهده(المطالب العالية مع حاشية،ج١٢ ص ٥٥١، ٥٥٢، تحت رقم الحديث ٣٠٠٠ و ٣٠٠١، كتاب الإيمان والتوحيد، باب ترك تكفير أهل القبلة)

**فإن الله تعالى أخفى سره فى عباده**(دليل الفالحين، ج۸، ص ۴۱۹، كتاب الامور المنهى عنها، باب فى تحريم احتقار المسلمين)

ترجمہ: اور اس حدیث میں مسلمانوں میں کسی کو حقیر سمجھنے سے ڈرایا گیا ہے، اگرچہ وہ ادنیٰ درجہ کے لوگوں میں سے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے راز کو اپنے بندوں سے مخفی رکھتا ہے (دلیل الفالحین)

اور ''**المفاتيح فى شرح المصابيح**'' میں ہے:

**وهذا الحديث يحكم بأنه لا يجوز الحكم بأن الله تعالى لا يغفر لفلان أو يعذب فلانا، وكذلك لا يجوز أن يقال :يغفر الله لفلان جزما؛ لأن أحدا لا يعلم مشيئة الله وإرادته فى عباده، بل نرجو للمطيع ونخاف على العاصي، وإنما نجزم القول فى حق من جاء فيه نص عن رسول الله عليه السلام**(المفاتيح، ج۳، ص ۱۸۲، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة)

ترجمہ: اور اس حدیث نے یہ حکم بیان کر دیا کہ یہ حکم لگانا جائز نہیں کہ اللہ فلان کی مغفرت نہیں کرے گا، یا فلان کو عذاب دے گا، اور اسی طرح سے یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ اللہ فلان کی یقیناً مغفرت کر دے گا، کیونکہ کوئی بھی اللہ کے بندوں کے متعلق اس کی مشیت اور اس کے ارادہ کا علم نہیں رکھتا، البتہ ہم فرمانبردار کے لئے امید رکھتے ہیں، اور گناہ گار پر خوف رکھتے ہیں، اور بس ہم یقینی حکم تو اس شخص کے حق میں ہی لگا سکتے ہیں، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرما دی ہو (المفاتیح)

اس طرح کے مضمون پر بہت سی نصوص وارد ہیں، جن میں تکفیرِ مسلم اور اہلِ قبلہ کی تکفیر، اور ان کو جہنمی اور اللہ کی طرف سے مغفرت سے محروم وغیرہ کہنے سے منع کیا گیا ہے، اور اس طرزِ عمل کو تکفیر کرنے والے کے اپنے ایمان کے لئے ہی سخت نقصان کا باعث بتلایا گیا ہے۔

اور جمہور مجتہدین وفقہائے محققین نے اسی بناء پر تکفیرِ مسلم اور اہلِ قبلہ مبتدعین کی تکفیر، اور کسی کو دائمی جہنمی قرار دینے میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے، اور اس عمومی حکم میں انہوں نے اہلِ تشیع وروافض کو بھی شامل رکھا ہے۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات کو جملہ روافض واہلِ تشیع، اور بعض دیگر فرقوں کی تکفیر میں چند احادیث وروایات سے تسامح پیدا ہوا۔

ذیل میں ان احادیث وروایات کے متن اور سند پر کلام کو نقل کیا جاتا ہے، جس کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ بعض محققین وفقہاء کی طرف سے ان سے متعلق تشریح وتحقیق کو بھی نقل کیا جائے گا۔

## علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث

مسند احمد وغیرہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

''آخری زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے، جن کا نام ''رافضہ'' رکھا جائے گا، جو اسلام کو نظرانداز کردیں گے'' [1]

شعیب ارنؤوط نے اس حدیث کی سند کے بارے میں فرمایا کہ:

''اس کی سند یحییٰ بن متوکل، اور کثیر النواء راویوں کی وجہ سے شدید ضعیف ہے، اور ابنِ جوزی نے فرمایا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث کو ابنِ عدی نے بھی ''الکامل'' میں اسی سند سے روایت کیا ہے۔

اور التاریخُ الکبیر، اور بیہقی کی ''الدلائل'' میں بھی اس کو روایت کیا گیا ہے''۔انتہیٰ۔ [2]

---

[1] حدثنا عبد الله، حدثنا محمد بن جعفر الوركاني، فى سنة سبع وعشرين ومائتين حدثنا أبو عقيل يحيى بن المتوكل، وحدثنا محمد بن سليمان لوين، فى سنة أربعين ومائتين حدثنا أبو عقيل يحيى بن المتوكل، عن كثير النواء عن إبراهيم بن حسن بن حسن بن على بن أبى طالب، عن أبيه، عن جده، قال :قال على بن أبى طالب، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يظهر فى آخر الزمان قوم يسمون الرافضة يرفضون الإسلام (مسند احمد،رقم الحديث ٨٠٨)

[2] إسناده ضعيف جدا لضعف يحيى بن المتوكل وكثير النواء ، وأورده ابن الجوزى فى "العلل المتناهية 1/163 "من طريق "المسند"، وقال :هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.وأخرجه ابن عدى فى "الكامل 6/2087 "من طريق محمد بن سليمان لوين، و 7/2664

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ہیثمی نے ''مجمعُ الزوائد ''میں مذکورہ حدیث کوعبداللہ اور بزار کی سند سے نقل کر کے فرمایا کہ اس کی سند میں ''کبیر بن اسماعیل النواء'' ضعیف ہیں۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کو ابونعیم نے بھی ''حلیةُ الاولیاء ''میں روایت کیا ہے، جس کو خود ابونعیم نے ''غریب'' قرار دیا ہے، جس میں رافضہ کو قتل کرنے، اور ان کے مشرک ہونے کا ذکر ہے۔ [2]

لیکن اس کی سند کو بھی محدثین نے ''موضوع'' قرار دیا ہے۔ [3]

کیونکہ اس روایت کی سند میں ''جمیع بن عبداللہ بصری'' اور ''سوار ہمدانی'' دونوں راوی شدید

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من طريق محمد بن جعفر الوركاني، بهذا الإسناد .وفي المطبوع منه" :إبراهيم بن الحسن عن أبيه عن جده علي "ويغلب على ظننا أنه تحريف، وليس يعرف للحسن بن الحسن بن علي عن جده رواية.وأخرجه البخاري في "التاريخ الكبير 280 -1/279 "تعليقا، والبيهقي في "الدلائل" 6/547من طريق محمد بن الصباح، وابن أبي عاصم (978) من طريق يزيد بن هارون، والبزار (499) من طريق مهران بن أبي عمر، والخطيب في "الموضح 333-2/332 "من طريق إسحاق بن المنذر، أربعتهم عن يحيى بن المتوكل، به .ووقع في المطبوع من "الدلائل :"إبراهيم بن الحسن بن الحسن بن علي عن أبيه عن جده علي !وأخرجه البيهقي 6/547من طريق الأسود بن عامر، عن أبي سهل، عن كثير النواء ، به .وأبو سهل هذا لم نتبينه، ويغلب على ظننا أنه محرف عن "أبي عقيل "فالحديث لا يعرف إلا به، والله أعلم(حاشية مسند احمد،تحت رقم الحديث ٨٠٨)

[1] رواه عبد الله، والبزار، وفيه كبير بن إسماعيل النواء ، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٦٤٣٥ ،باب ما جاء في حق الصحابة رضي الله عنهم والزجر عن سبهم)

[2] حدثنا أبو أحمد محمد بن أحمد قال: ثنا علي بن إسماعيل الصفار البغدادي، قال: حدثني أبو عصمة عصام بن الحكم العكبري قال: ثنا جميع بن عبد الله البصري، قال: ثنا سوار الهمداني، عن محمد بن جحادة، عن الشعبي، عن علي، قال: قال لي النبي صلى الله عليه وسلم: وإنك شيعتك في الجنة، وسيأتي قوم لهم نبز يقال لهم الرافضة، فإذا لقيتموهم فاقتلوهم؛ فإنهم مشركون. غريب من حديث محمد، والشعبي، لم نكتبه إلا من حديث عصام(حلية الاولياء، ج٤ص ٣٢٩، ٣٣٠، تحت ترجمة ''عامر بن شراحيل الشعبي''فمن الطبقة الأولى من التابعين)

[3] حدثنا سوار عن محمد بن جحادة عن الشعبي عن علي قال قال لي رسول الله :أنت وشيعتك في الجنة.موضوع :سوار ليس بثقة وجميع كذاب يضع(اللآلىء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة،للسيوطي، ج ١ ،ص ٣٤٦، كتاب المناقب)

جرح کے حامل ہیں۔ [1]

# فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

زینب بنتِ علی، حضرت فاطمہ بنتِ محمد رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نظر ڈال کر فرمایا کہ یہ جنتی ہے، اور ان کے شیعہ لوگوں میں کچھ لوگ اسلام کو جاننے والے ہوں گے، پھر وہ اسلام کو پھینک دیں گے، ان کا ناپسندیدہ لقب ہوگا، جن کا رافضہ نام رکھا جائے گا، جو ان سے ملاقات کرے، تو اسے چاہیے کہ ان کو قتل کر دے، کیونکہ وہ مشرک ہیں“ [2]

علامہ ہیثمی نے اس روایت کو ابو یعلیٰ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں، لیکن میرے گمان کے مطابق زینب بنتِ علی نے حضرت فاطمہ سے سماعت نہیں کی۔ [3]

لیکن علامہ ہیثمی کے کلام میں نظر ہے، کیونکہ اس حدیث کو ابنِ عدی نے ”الکامل“ میں ”ابو

---

[1] ويشهد له:ما أخرجه أبو نعيم من طريق جميع بن عبد الله البصرى، قال: ثنا سوار الهمدانى، عن محمد بن جحادة عن الشعبى عن على عن النبى – صلى الله عليه وسلم –، بنحوه .ولفظه: " إن شيعتك فى الجنة، وسيأتى قوم لهم نبز يقال لهم الرافضة، فإذا لقيتموهم فاقتلوهم؛ فإنهم مشركون ."وقال أبو نعيم عقبه: غريب من حديث محمد بن جحادة والشعبى، لم نكتبه إلا من حديث عاصم.وفى إسناده جميع، وهو متروك، وسوار منكر الحديث(روايات البغوى فى تفسيره معالم التنزيل عن شيخه عبد الواحد المَلِيُحِىّ تخريج ودراسة ،لعبد الحميد عبد الرازق شيخون محمد، ص ٥٤٠، المرويات الواردة فى سورة الفتح، تحت رقم الحديث ٢٤٢)

[2] حدثنا أبو سعيد الأشج، حدثنا ابن إدريس، عن أبى الجحاف داود بن أبى عوف، عن محمد بن عمرو الهاشمى، عن زينب بنت على، عن فاطمة بنت محمد، قالت: نظر النبى صلى الله عليه وسلم إلى على فقال: هذا فى الجنة، وإن من شيعته قوما يعلمون الإسلام، ثم يرفضونه، لهم نبز يسمون الرافضة من لقيهم فليقتلهم فإنهم مشركون (مسند ابى يعلٰى ،رقم الحديث ٦٧٤٩، ج١٢ ص ١١٦ ،مسند فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليهما)

[3] رواه أبو يعلى، ورجاله ثقات إلا أن زينب بنت على لم تسمع من فاطمة فيما أحسب، والله أعلم(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٦٤٣٢ ،باب ما جاء فى حق الصحابة رضى الله عنهم والزجر عن سبهم)

**الجحاف'' اور ''تلید بن سلیمان'' کی سند سے روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ:**

**''اس کو ابی الجحاف سے ''ابو الجارود '' نے بھی روایت کیا ہے، اور یہ ابو الجحاف سے بھی زیادہ ضعیف ہے، اور یہ اہلِ تشیع کے غالی لوگوں میں سے ہے، اور یہ میرے نزدیک قوی نہیں ہے، اور نہ ہی ان لوگوں میں سے ہے، جن کی حدیث سے حجت پکڑی جائے''۔ [1]**

**اور ناصر الدین البانی نے مسند ابی یعلیٰ کی سند کے بارے میں فرمایا کہ اس میں ''ابنِ ادریس'' سے مراد ''ابو ادریس'' ہے، جو ''تلید بن سلیمان'' کی کنیت ہے، جس کی بناء پر یہ روایت شدید ضعیف ومنکر ہے۔ [2]**

---

[1] أخبرنا أبو يعلى وأحمد بن الحسين الصوفی، قالا: حدثنا أبو سعيد الأشج، حدثنا تليد بن سليمان، عن أبی الجحاف داود بن عوف عن محمد بن عمر الهاشمی عن زينب بنت علی عن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلی أما إنک يا بن أبی طالب وشيعتک فی الجنة وسيجیء أقوام ينتحلون حبک ثم يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية لهم نبز يقال لهم الرافضة فإن لقيتهم فاقتلهم فإنهم مشركون.

قال ابن عدی وهذا قد رواه عن أبی الجحاف أيضا أبو الجارود واسمه زياد بن المنذر ولعله أضعف من أبی الجحاف وهكذا تليد بن سليمان أيضا لعله أضعف من أبی الجحاف وقد روى هذا عن علی بن أبی طالب أن النبی صلى الله عليه وسلم قال: له هذا الكلام ولأبی الجحاف أحاديث غير ما ذكرته، وهو من غالية أهل التشيع وعامة حديثه فی أهل البيت ولم أر لمن تكلم فی الرجال فيه كلاما، وهو عندی ليس بالقوی، ولا ممن يحتج به فی الحديث(الكامل فی ضعفاء الرجال لابنِ عدی، ج۳ص ۵۴۵، تحت ترجمة "داود بن أبی عوف أبو جحاف كوفی"رقم الترجمة ۶۲۵)

[2] (هذا فی الجنة -يعنی :عليا -وإن من شيعته قوما يعلمون الإسلام ثم يرفضونه، لهم نبز يسمون :الرافضة، من لقيهم فليقتلهم، فإنهم مشركون).

منكر.

أخرجه أبو يعلى فی "مسنده "(117 - 12/116) : حدثنا أبو سعيد الأشج :حدثنا ابن إدريس عن أبی الجحاف داود بن أبی عوف عن محمد ابن عمرو الهاشمی عن زينب بنت علی عن فاطمة بنت محمد قالت:نظر النبی صلى الله عليه وسلم إلى علی فقال ....:فذكره.قال الهيثمی فی "مجمع الزوائد"(10/22)": رواه الطبرانی، ورجاله ثقات، إلا أن زينب بنت علی لم تسمع من فاطمة فيما أعلم .والله أعلم.

قلت :فيه ملاحظتان :الأولى :عزوه للطبرانی، أظن أنه وهم أراد أن يقول :أبو يعلى، فسبقه القلم !أو أنه خطأ من الناسخ أو الطابع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض دیگر اہلِ علم حضرات نے بھی اس مندرجہ بالا حدیث کو ''شدید ضعیف'' ہی قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ جس نے اس روایت میں ''تلید بن سلیمان'' کے علاوہ دوسرا راوی سمجھا، اسے اس روایت کی سند کے شدید ضعیف ہونے میں اشتباہ پیدا ہوا۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ والأخرى :توثيقه لرجاله، إنما هو بالنظر لما وقع فى إسناد أبى يعلى " :ابن إدريس "، فإنه كذلك فى "المقصد العلى "للهيثمى (3/16/933) ، و "المطالب العالية "أيضا (ق 1/487 -المسندة)، وهو خطأ لا أدرى منشأه، والصواب (أبو إدريس) ، واسمه :(تليد بن سليمان) ، فهو الذى يروى عن (أبى الجحاف) وعنه أبو سعيد الأشج، وإن كان هذا يروى أيضا عن (ابن إدريس) ، لكن ابن إدريس ليس له رواية عن أبى الجحاف، وإنما يروى عن هذا (أبو إدريس) ، قال ابن حبان فى "الضعفاء "(205- 1/204)": تليد بن سليمان، كنيته :(أبو إدريس) الكوفى، روى عن أبى الجحاف داود ابن أبى عوف روى عنه الكوفيون، وكان رافضيا يشتم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، وروى فى فضائل أهل البيت عجائب، وقد حمل عليه ابن معين حملا شديدا، وأمر بتركه، روى عن أبى الجحاف داود بن أبى عوف ." ...

قلت :فساق هذا الحديث، وإسناده هكذا :حدثناه محمد بن عمرو بن يوسف :ثنا أبو سعيد الأشج :ثنا تليد بن سليمان عن أبى الجحاف."

ومن طريق ابن حبان ساقه ابن الجوزى فى "العلل المتناهية "(160- 1/159) وقال":لايصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال أحمد وابن معين :(تليد) كذاب."

وقد غفل عن هذا التحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمى، فقال فى تعليقه على "المطالب العالية" فقال (3/95)": إسناده أمثل من الحديث السابق (يعنى :حديث ابن عباس المتقدم برقم 6267) ، وفيه أبو الجحاف من غلاة الشيعة ." ...

قلت :ولكنه ثقة، وليس هو الآفة، وإنما (أبو إدريس) ولم ينتبه، لكونه تحرف إلى (ابن إدريس) ، وهو معذور، لأنه يحكم على ما بين يديه مما يبدو له بادى الرأى، فهو لا يبحث ولا يحقق، خلافا لما يقتضيه ما أعطى له وقيل فيه ترويجا للكتاب" :تحقيق الأستاذ المحقق الشيخ!"....

وقد تبعه على هذه الغفلة المعلق على "مسند أبى يعلى "فقال":إسناده صحيح إن كانت زينب (سمعت) من أمها، وإلا فهو منقطع !" ...

(تنبيه) : قوله فى على رضى الله عنه" :هذا فى الجنة "ثابت عن النبى صلى الله عليه وسلم من طرق، وهى عقيدة أهل السنة، وأنه من العشرة المبشرين بالجنة، كما جاء فى غير ما حديث مرفوع عن النبى صلى الله عليه وسلم .فانظر "تخريج العقيدة الطحاوية "(ص 489- 488) (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٦٥٤١)

[1] حدثنا أبو سعيد الأشج، حدثنا أبوإدريس عن أبى الجحاف داود بن أبى عوف، عن محمد بن عمرو الهاشمى، عن زينب بنت على، عن فاطمة بنت محمد -صلى الله عليه وسلم- رضوان الله عليهم قالت: نظر النبى -صلى الله عليه وسلم- إلى على رضى الله عنه، فقال: هذا فى الجنة، وإن من شيعته قوما يعلمون الإسلام، ثم يرفضونه لهم نبز يسمون الرافضة من لقيهم فليعلم بأنهم مشركون .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

امام طبرانی نے ''المعجمُ الاوسط'' میں حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! تم اور تمہارے اصحاب جنت میں ہیں، تم اور تمہارے شیعہ جنت میں ہیں، لیکن جو لوگ آپ سے محبت کا گمان کریں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تخريجه: ذكره البوصيرى فى الإتحاف ( /3ق 137ب).

وذكره الهيثمى فى المجمع (25 /10)وعزاه إلى الطبرانى، وقال: رجاله ثقات إلا أن زينب بنت على لم تسمع من فاطمة فيما أعلم .قلت: خفى عليه أن فى السند أبا إدريس سليمان وهو كذاب، وسبب هذا الوهم أنه وقع فى النسخ ابن إدريس وهو عبد الله ثقة .والحديث فى مسند أبى يعلى (165 /6).ورواه ابن حبان فى المجروحين فى ترجمة "تليد (205 /1) "وعنه ابن الجوزى فى العلل المتناهية (255 :159 /1)والخطيب فى الموضح (43 /1)كلاهما من طريق أبى سعيد الأشج به بلفظه.

الحكم عليه:الحديث ضعيف جدا من أجل تليد بن سليمان كذبه غير واحد.

وله شاهد من حديث أم سلمة رضى الله عنها، قال: كانت ليلتى وكان رسول الله –صلى الله عليه وسلم– عندى فجائت فاطمة ومعها على فرفع رسول الله –صلى الله عليه وسلم– فقال: أبشر يا على أنت وأصحابك فى الجنة فذكر الحديث بمعناه وفيه زيادات أخرى.

ورواه ابن أبى عاصم فى السنة (980 :461 /2)من طريق سوار بن مصعب عن داود بن أبى عوف، عن فاطمة بنت على، عن فاطمة الكبرى، عن أسماء بنت عيسى، عن أم سلمة.

وهذا إسناد ضعيف جدا فيه سوار بن مصعب وهو متروك وإسناده مختلف فيه فرواه اللالكائى فى شرح الأصول (2802 :1453 /8)من طريق سوار بن مصعب، عن أبى الجحاف، عن محمد بن عمرو، عن سويد بن على، عن فاطمة بنت على، عن أم سلمة زوج النبى –صلى الله عليه وسلم– بلفظ ابن أبى عاصم السابق.ورواه الخطيب فى التاريخ .(358 /12)ورواه ابن الجوزى فى العلل (258 :161 /1)كلاهما من طريق سوار بن مصعب، عن عطية العوفى، عن أبى سعيد الخدرى، عن أم سلمة.

وهذا الاختلاف يزيد الحديث ضعفا على ضعف والحمل على سوار بن مصعب وهذا دليل على سوء حفظه.

وله شاهد من حديث على بن أبى طالب رضى الله عنه، بنحوه.رواه عبد الله بن أحمد فى السنة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

گے، اُن میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے، جو اسلام کو دور کریں گے، اور پھر اس کو پھینک دیں گے، جو قرآن کی قرائت کریں گے، لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کا برا لقب ہوگا، جن کو رافضہ کہا جائے گا، پس اگر تم اُن کو پالو، تو ان سے جہاد کرو، کیونکہ وہ مشرک ہیں، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان کی علامت ونشانی کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جمعہ اور جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہوں گے، اور وہ سلفِ اول پر طعن وتشنیع کریں گے۔

امام طبرانی نے فرمایا کہ اس حدیث کو عطیہ سے، انہوں نے ابوسعید سے، انہوں نے امِ سلمہ سے، سوائے سوار بن مصعب کے، کسی نے روایت نہیں کیا“۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

باب هل وصى رسول الله –صلى الله عليه وسلم– (1272 :548 /2) وابن عدى فى الكامل فى ترجمة يحيى بن أبى حية أبو جناب الكلبى (213 /7) كلاهما عن أبى يحيى عبد الحميد الحمانى عن أبى جناب، عن أبى سليمان الهمدانى أو النخعى، عن عمه، عن على.

وحديث على رضى الله عنه، ضعيف جدا وفيه ثلاث علل:

الأولى: أبو سليمان المهمدانى لم أقف له على ترجمة.

الثانية: عم أبى سليمان الهمدانى لا يعرف من باب أولى.

الثالثة: أبو جناب وهو يحيى بن أبى حية وهو مختلف فيه ضعفوه من كثرة التدليس وقد عنعن هنا، وأتى بكنية شيخه وهو غير معروف بها.

الرابعة: أن ابن عدى والذهبى ذكرا هذا الحديث من منكرات أبى جناب(حاشية المطالب العالية، ج١٢، ص٥٤٤، و٥٤٥، تحت رقم الحديث ٢٩٩٦، كتاب الإيمان والتوحيد، باب الرفض)

[1] حدثنا محمد بن جعفر الإمام ابن الإمام، نا الفضل بن غانم، ثنا سوار بن مصعب، عن عطية العوفى، عن أبى سعيد الخدرى، عن أم سلمة، قالت: كانت ليلتى، وكان النبى صلى الله عليه وسلم عندى، فأتته فاطمة، فسبقها على، فقال له النبى صلى الله عليه وسلم: يا على أنت وأصحابك فى الجنة، أنت وشيعتك فى الجنة، إلا أنه ممن يزعم أنه يحبك أقوام يضفزون الإسلام، ثم يلفظونه، يقرأون القرآن لا يجاوز تراقيهم، لهم نبز يقال لهم الرافضة، فإن أدركتهم فجاهدهم، فإنهم مشركون .فقلت: يا رسول الله، ما العلامة فيهم؟ قال: لا يشهدون جمعة ولا جماعة، ويطعنون على السلف الأول. لم يرو هذا الحديث عن عطية، عن أبى سعيد، عن أم سلمة إلا سوار بن مصعب "(المعجم الاوسط، رقم الحديث ٦٦٠٥، ج٦ ص٣٥٤، باب الميم، من اسمه محمد)

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کو امام طبرانی کی ''المعجمُ الاوسط'' سے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس روایت میں ''فضل بن غانم'' ضعیف ہیں۔ [1]

ناصر الدین البانی صاحب نے اس حدیث کو موضوع ومن گھڑت قرار دیا ہے، اور اس روایت کے ایک دوسرے راوی ''سوار بن معصب'' کو ''متھم'' بتلایا ہے، جن کے بارے میں امام بخاری نے ''منکرُ الحدیث'' کہا ہے، اور نسائی نے ''متروک'' کہا ہے، اور ابنِ حبان نے مشہور حضرات سے منکرات کو روایت کرنے والا کہا ہے، اور امام حاکم نے اعمش اور ابنِ خالد سے مناکیر کو روایت کرنے والا، اور عطیہ سے موضوعات کو روایت کرنے والا کہا ہے۔

اور ''سوار بن معصب'' کی روایت، عطیہ سے ہی ہے، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، لہٰذا یہ حدیث اس کی موضوعات میں سے ہوئی، عطیہ کے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ، اور فضل بن غانم بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ [2]

---

[1] رواہ الطبرانی فی الأوسط، وفیہ الفضل بن غانم، وھو ضعیف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۶۴۳۱ ،باب ما جاء فی حق الصحابة رضی اللہ عنھم والزجر عن سبھم)

[2] یا علی !أنت وأصحابک فی الجنة، أنت وشیعتک فی الجنة، إلا أنه ممن یزعم أنه یحبک أقوام یضفزون الإسلام ثم یلفظونه، یقرأون القرآن لا یجاوز تراقیھم، لھم نبز ,یقال لھم :الرافضة، فإن أدرکتھم فجاھدھم، فإنھم مشرکون .فقلت :یا رسول اللہ !ما العلامة فیھم؟ قال :لا یشھدون جمعة ولا جماعة، ویطعنون علی السلف الأول.موضوع.

أخرجه الطبرانی فی "الأوسط "( 2/ 112 / 2 /6749 ) ، والخطیب فی "التاریخ "( 12/ 358) من طریق الفضل بن غانم :حدثنا سوار بن مصعب عن عطیة العوفی عن أبی سعید الخدری عن أم سلمة قالت: کانت لیلتی، وکان النبی صلی اللہ علیه وسلم عندی، فأتته فاطمة، فسبقھا علی، فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم . . . .:فذکرہ، وقال الطبرانی ":لم یروہ عن عطیة عن أبی سعید عن أم سلمة إلا سوار بن مصعب "

قلت :وھو متھم، قال البخاری ":منکر الحدیث ."وقال النسائی وغیرہ ":متروک ."وقال ابن حبان ( 356/1 ) ": کان ممن یأتی بالمناکیر عن المشتھیر، حتی یسبق إلی القلب أنه کان المتعمد لھا ."بل قال الحاکم ":روی عن الأعمش وابن خالد المناکیر، وعن عطیة الموضوعات .

قلت :وھذا من روایته عن عطیة کما تری، فھو من موضوعاته، علی ضعف عطیة.

والفضل بن غانم، قریب منه، قال الذھبی ":قال یحیی :لیس بشیء .وقال الدارقطنی :لیس بالقوی. وقال الخطیب :ضعیف "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

مسندابی یعلیٰ ،اور معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:
''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے، جن کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبه أعله الهيثمى ( 10/22 ) ، والأولى إعلاله بشيخه، لأنه متهم كما تقدم، على أنه قد تابعه جميع بن عمير البصرى، لكن خالفه فى إسناده، فقال :حدثنا سوار عن محمد بن جحادة عن الشعبى عن على مرفوعا به .رواه عنه عصام بن الحكم العكبرى.

أخرجه أبو نعيم فى "الحلية "( 4/329 ) ، والخطيب فى "التاريخ "( 12/289 ) ، ومن طريقه ابن الجوزى فى "الموضوعات "( 1/397 ) وقال ":حديث لا يصح، وسوار ليس بثقة، قال ابن نمير :جميع من أكذب الناس .وقال ابن حبان :كان يضع الحديث "

قلت :هذا خطأ فاحش !تبعه عليه السيوطى فى "اللآلى "( 1/379 ) ، وابن عراق فى "تنزيه الشريعة "( 1/366 ) ، وصاحبى المعلق على "فضائل الصحابة :"وصى الله بن محمد عباس (2/ 655 ) وغيرهم، فإن الذى قال فيه ابن نمير وابن حبان ما ذكر، إنما هو جميع بن عمير التيمى الكوفى، وهو تابعى، روى عن ابن عمر وعائشة !وأما جميع الراوى لهذا الحديث، فهو متأخر عن هذا جدا، من طبقة شيوخ الأئمة الستة !ثم هو بصرى والأول كوفى !ووقع فى رواية أبى نعيم ": جميع بن عبد الله "، فسمى أباه (عبد الله) فلعله خطأ من الناسخ أو الطابع.

ثم إن الحافظ قد أورده فى "التهذيب "تمييزا، برواية آخر عنه، وقال ":قلت :له فى "الموضوعات "لابن الجوزى حديث باطل فى شيعة على "ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا.

وأما فى "التقريب "، فجزم بأنه ضعيف.

وهذا مما لا وجه له عندى، فإنه لم يرو تضعيفه عن أحد، وفى ظنى أنه توهم أنه هو آفة هذا الحديث الباطل، كما يشعر به كلامه فى "التهذيب "، وفاته أن الآفة من شيخه سوار بن مصعب، وهو متهم كما تقدم، فالصواب أن يقال فيه " :مجهول الحال ."كما هى قاعدة أهل الحديث، وانظر الكلام الآتى على هانىء بن هانىء فى الحديث (5594). ومثله العكبرى الراوى عنه، ففى ترجمته أورد الخطيب حديثه هذا، وذكر أنه روى عنه ثلاثة، ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا.

وإن مما يؤكد أن آفة الحديث إنما هو سوار هذا، وأنه هو الذى اضطرب وتلون فى روايته بأسانيد مختلفة :أن أبا بكر القطيعى أخرجه فى زوائده فى "فضائل الصحابة "بسند صحيح عنه، فقال (2/ 654 /1115 ): حدثنا إبراهيم بن شريك قال :ثنا عقبة بن مكرم الضبى قال :ثنا يونس بن بكير عن السوار بن مصعب عن أبى الجحاف .قال أبو مكرم عقبه -وكان من الشيعة :-عن محمد بن عمرو عن فاطمة الكبرى عن أم سلمة قالت . . . . . . .:الحديث.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ناپسندیدہ لقب ”رافضہ“ ہوگا، وہ اسلام کو دور کردیں، اور پھینک دیں گے، تم ان کو کو قتل کردو، کیونکہ وہ مشرک ہیں“ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :وأبو جحاف اسمه داود بن أبى عوف سويد التميمى، وهو صدوق شيعى .فالآفة سوار كما تقدم، وقال السيوطى " :سوار متروك ."

(تنبيه) : هذا الحديث من الأحاديث التى أوردها الشيخ محمد الحسين آل كاشف الغطاء فى كتابه "أصل الشيعة "، زاعما أنها عند أهل السنة من طرقهم الوثيقة التى لا يظن ذو مسكة فيها الكذب والوضع !كما تقدم نقله عنه والرد عليه فى الحديث الذى قبله، فهذا مثال آخر على كذبه على أهل السنة، ولكن من يهن عليه الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصعب عليه بعده شيئ!

ثم إنه لم ينقل منه إلا طرفه الأول " :يا على !أنت وأصحابك فى الجنة !"فهو من الأدلة الكثيرة على ما ذكرته هناك :أن أهل الأهواء يروون ما لهم دون ما عليهم!

(فائدة) : قوله (يضفزون الإسلام) ، أى :يلقنونه ثم يتركونه ولا يقبلونه .كذا فى "النهاية ."وكان الأصل "يصفون "، وفى "المجمع " :"يرفضون !"والتصحيح من "التاريخ "و "النهاية ."

ثم رأيت للحديث طريقا أخرى، من رواية أبى جناب الكلبى عن أبى سليمان الهمدانى أو النخعى عن عمه عن على قال :قال لى النبى صلى الله عليه وسلم :(يا على !أنت وشيعتك فى الجنة وإن قوما لهم نبز يقال لههم :الرافضة، إن أدركتهم؛ فاقتلهم فإنهم مشركون).

قال على ينتحلون حبنا أهل البيت وليسو كذلك !وآية ذلك أنهم يشتمون أبا بكر وعمر.

أخرجه عبد الله بن أحمد فى(السنة)( 3/192 ).

قلت :وهذا إسناد ضعيف جدا؛ آفته أبو جناب الكلبى أو من فوقه، واسمه يحيى بن أبى حية، وهو بكنيته أشهر؛ قال الحافظ فى التقريب: (ضعفوه؛ لكثرة تدليسه).

وشيخه أبو (وفى الأصل :ابن) سليمان الهمدانى :أورده الذهبى فى (الميزان) وقال(عن أبيه عن على .لا يدرى من هو؟ كأبيه .وأتى بخبر منكر) قلت :كأنه يشير إلى هذا .والله اعلم(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٥٥٩٠)

[1] حدثنا زهير، حدثنا هاشم، حدثنا عمران بن زيد التغلبى، حدثنى الحجاج بن تميم، عن ميمون بن مهران، عن عبد الله بن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " يكون فى آخر الزمان قوم ينبزون الرافضة: يرفضون الإسلام ويلفظونه فاقتلوهم؛ فإنهم مشركون "(مسند ابى يعلى،رقم الحديث ٢٥٨٦، ج٤ص ٤٥٩، أول مسند ابن عباس)

حدثنا على بن عبد العزيز، ثنا أحمد بن يونس، ثنا عمران بن زيد، ثنا الحجاج بن تميم، عن ميمون بن مهران، عن عبد الله بن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: يكون قوم فى آخر الزمان يسمون الرافضة يرفضون الإسلام، ويلفظونه فاقتلوهم فإنهم مشركون(المعجم الكبير للطبرانى،رقم الحديث ١٢٩٩٧، ج١٢ ص ٢٤٢)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس حدیث کی سند کو بھی اہلِ علم حضرات نے ضعیف کہا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ اس روایت میں ''عمران بن زید'' اور ''حجاج بن تمیم'' دونوں راوی ضعیف ہیں، اور ہیثمی کا اس حدیث کو ''حسن'' کہنا ''صواب'' نہیں، ابنِ جوزی نے اس حدیث کو ''غیر صحیح'' کہا ہے۔

اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ابنِ عدی نے بھی روایت کیا ہے، لیکن یہ سند، پہلی سند سے بھی زیادہ ''ضعیف'' ہے، جس کی بناء پر یہ سند، پہلی سند کے ضعف کو دور کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

اور جو اس سلسلے میں دوسری سند سے احادیث مروی ہیں، وہ بھی ''شدید ضعیف'' اور ''منکر'' ہیں، جس کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف اپنی جگہ برقرار رہتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا أبو يزيد القراطيسي، وعمرو بن أبي الطاهر بن السرح، قالا: ثنا يوسف بن عدى، ثنا الحجاج بن تميم، عن ميمون بن مهران، عن ابن عباس، قال: كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم، وعنده على، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: يا على سيكون فى أمتى قوم ينتحلون حبنا أهل البيت لهم نبز يسمون الرافضة فاقتلوهم، فإنهم مشركون(المعجم الكبير للطبراني،رقم الحديث ١٢٩٩٨، ج١٢ ص٢٤٢)

[1] ذكره البوصيرى فى الإتحاف ( 3/ق 137ب).وذكره الهيثمى فى المجمع (10/25) وعزاه إلى أبي يعلى والبزار والطبراني، وقال:رجاله وثقوا، وفي بعضهم خلاف، والحديث فى مسند عبد بن حميد كما فى المنتخب (ص 232:698 ).وهو فى مسند أبي يعلى (2586 :459 /4).ورواه ابن أبي عاصم فى السنة .(981 :461 /2)رواه أبو نعيم فى الحلية (95 /4)، والعقيلى فى الضعفاء فى ترجمة حجاج بن تميم (285 /1)، والبيهقى فى الدلائل (548 /6)، وابن الجوزى فى العلل المتناهية (256 :160 /1)كلهم عن طريق عمران بن زيد به بلفظه .

الحكم عليه:

الحديث بهذا السند ضعيف، وفيه عمران بن زيد وحجاج بن تميم وهما ضعيفان والأخير أضعف لأن ضعفه شديد.

ولكن تابع عمران بن زيد يوسف بن عدى عن حجاج أخرجه الطبراني فى الكبير .وأبو نعيم فى الحلية (95 /4)وابن الجوزى فى العلل المتناهية (257 :160 /1)ثلاثتهم من طريق يوسف بن عدى عن حجاج بن تميم به بنحوه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض دوسرے اہلِ علم حضرات کے علاوہ ناصر الدین البانی صاحب نے بھی اس آخری حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے، اور اس کی سند پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحديث فيه حجاج بن تميم وهو ضعيف كما سبق، وبهذا يعرف قول الهيثمى فى المجمع عقب هذا الحديث إسناده حسن أنه ليس بصواب، وقال ابن الجوزى، وهذا حديث لا يصح عن رسول الله –صلى الله عليه وسلم– وحجاج لا يتابع على هذا الحديث.

وله طريق آخر عن ابن عباس أخرجه ابن عدى فى الكامل (153 /5)عن يزيد بن زريع، ثنا خالد الحذاء، عن عكرمة، عن ابن عباس بمعناه.

وهذا الطريق أضعف من الطريق الأول، ولذا قال ابن عدى: وهذا الحديث بهذا الإسناد، وخاصة عن يزيد بن زريع، عن خالد باطل لا أعلم يرويه غير عمرو بن مخرم، وقال الذهبى: عمرو بن مخرم روى عن يزيد بن زريع بالبواطيل وعد هذا الحديث من هذه البواطيل.

وعلى أى حال فالحديث بطرقه ضعيف ولا تصلح لأن يجبر بعضها بعضا، والله أعلم.

وللحديث شواهد منها حديث على بن أبى طالب رضى الله عنه، قال: قال رسول الله –صلى الله عليه وسلم– سيأتى بعدى قوم لهم نبز يقال لهم الرافضة إذا لقيتموهم فاقتلوهم فإنهم مشركون. الحديث .أخرجه ابن أبى عاصم فى السنة (ص 460:979 )، عن طريق محمد بن أسعد التغلبى، حدثنا عثبر بن القاسم أبو زبيد، عن حصين بن عبد الرحمن، عن أبى عبد الرحمن السلمى، عن على رضى الله عنه.

قلت: فيه محمد بن أسعد التغلبى، قال أبو زرعة والعقيلى: منكر الحديث.

وله طريق آخر عن على رضى الله عنه، أخرجه أحمد فى مسنده (102 /1)وعبد الله بن أحمد فى السنة (1269 :546 /2)، وابن أبى عاصم فى السنة (978 :460 /2)، وابن الجوزى فى العلل المتناهية (252 :57 /1)ثلاثتهم عن طريق يحيى بن المتوكل عن كثير النواء، عن إبراهيم بن حسن بن حسن بن على بن أبى طالب، عن أبيه، عن جده قال: قال على بن أبى طالب قال: قال رسول الله –صلى الله عليه وسلم–: " يظهر فى آخر الزمان قوم يسمون الرافضة يرفضون الإسلام."قلت: يحيى بن المتوكل قال أحمد بن حنبل: واهى الحديث، وشيخه كثير النواء ضعيف، وعلى هذا فلا يفيد للحديث شيئا(حاشية المطالب العالية ،ج١٢ ،ص ٥٤١ الىٰ ٥٤٣، تحت رقم الحديث ٢٩٩٥ ،كتاب الإيمان والتوحيد، باب الرفض)

[1] (يكون فى آخر الزمان قوم ينبزون :الرافضة؛ يرفضون الإسلام ويلفظونه، فاقتلوهم فإنهم مشركون)ضعيف.

أخرجه عبه بن حميد فى "المنتخب من المسند "(1/591/697) ، وابن أبى عاصم فى "السنة" (2/475/981) ، وأبو يعلى (4/459/2586) ، والعقيلى فى "الضعفاء "(1/285) ، وكذا البيهقى فى "الدلائل "(6/548) ، وابن عدى فى "الكامل "(90 /5) ، والطبرانى فى "المعجم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جن حضرات نے ان روایات کی مجموعی سند کو ''حسن'' سمجھا، ان میں سے بعض محققین نے اس طرح کی احادیث وروایات سے کمالِ اسلام، اور جمالِ اسلام کی نفی کو مراد لیا، اور سلف پر

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الكبير "(12/242/12997) ، وأبو نعيم فى "الحلية"(4/95) ، ومن طريقه ابن الجوزى فى "العلل "(1/160/256) من طريق عمران بن زيد التغلبى :حدثنى الحجاج بن تميم عن ميمون بن مهران عن عبد الله بن عباس مرفوعا.

قلت :وهذا إسناد ضعيف؛ عمران التغلبى -بالتاء المثناة من فوق والغين المعجمة، وقيل :بالثاء المثلثة والعين المهملة، (انظر التعليق على "الإكمال" و"الخلاصة، للخزرجى) - وهو ضعيف.

ومثله الحجاج بن تميم؛ بل قال فيه الذهبى: "واه ."

وأما قول الهيثمى فى "المجمع، (9/22): "رواه أبو يعلى والبزار والطبرانى، ورجاله وثقوا، وفى بعضهم خلاف ."

فهو من تساهله؛ لأنه ليس كل خلاف يعتد به، ولا سيما إذا لم يكن هناك إلا مخالف واحد، وبخاصة إذا كان هذا المخالف هو ابن حبان المعروف عند العلماء بتساهله فى التوثيق !ولهذا قال ابن الجوزى عقب الحديث : "وهذا لا يصح، قال العقيلى :حجاج لا يتابع عليه، وله غير حديث لا يتابع عليه .وعمران بن زيد؛ قال يحيى :لا يحتج بحديثه."

وأقول :هو خير من شيخه الحجاج بن تميم؛ كما عرفت من قول الذهبى فيه، ولا سيما وقد توبع من قبل يوسف بن عدى :ثنا الحجاج بن تميم؛ بإسناده المتقدم عن ابن عباس قال: كنت عند النبى صلى الله عليه وسلم، وعنده على، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: "يا على !سيكون فى أمتى قوم ينتحلون حبنا أهل البيت، لهم نبز يسمون الرافضة، فاقتلوهم " ...الحديث.

أخرجه الطبرانى برقم (12998) ، وعنه أبو نعيم أيضا، ومن طريقه ابن الجوزى برقم (257) وقال: "وهذا لا يصح، وقد ذكرنا أن الحجاج لا يتابع على حديثه ."

وأما الهيثمى فقال: "رواه الطبرانى، وإسناده حسن!"

كذا قال، وهو من تساهله الذى أشرت إليه آنفا، وخلاصته :أنه اعتمد توثيق ابن حبان للحجاج هذا، وأعرض عن تجريح من جرحه، مع أنه لا يخفى عليه تساهل ابن حبان فى التوثيق .ولذلك هو نفسه يشير إلى ذلك أحيانا بقوله فيمن وثقه ابن حبان: "وثق "أو" :وثقوا"؛ كما تقدم نقله عنه آنفا .وقد عرفت مما سبق قول الذهبى فيه: "واه ."وسبقه إلى مثله الإمام النسائى، فقال فيه: "ليس بثقة."

قلت :فالإسناد ضعيف جدا .وأحسن حالاً منه حديث على رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "سيأتى بعدى قوم لهم نبز يقال لهم :الرافضة، فإذا لقيتموهم؛ فاقتلوهم؛ فإنهم مشركون ."

قلت :يا رسول الله !ما العلامة فيهم؟ قال : "يقرظونك بما ليس فيك، ويطعنون على أصحابى ويشتمونهم ."أخرجه ابن أبى عاصم فى "السنة "(2/474/979) من طريق أبى سعيد محمد بن أسعد التغلبى :حدثنا عثر بن القاسم أبو زبيد عن حصين بن عبد الرحمن عن أبى عبد الرحمن السلمى عن على ...به.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سب وشتم کرنے میں روافض کے الفاظ سے خوارج، اور روافض دونوں کا مراد ہونا بیان کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا إسناد رجاله كلهم ثقات غير التغلبى هذا؛ فقال أبو زرعة والعقيلى: "منكر الحديث ."
وقد روى من طريق أخرى واهية عن على مختصرا بلفظ: لايكون قوم نبزهم الرافضة يرفضون الدين.أخرجه البخارى فى "التاريخ، (280 - 1/1/279) ، وابن أبى عاصم أيضا رقم (978) ، وعبد الله بن أحمد فى "زوائد المسند "(1/103) ، ومن طريقه ابن الجوزى برقم (252) ، والبزار فى "مسنده "( - 2/138/499مكتبة العلوم) ، وابن عدى فى "الكامل "(6/66) ، والبيهقى فى "دلائل النبوة "(6/547) كلهم من طريق أبى عقيل يحيى بن المتوكل عن كثير النواء عن إبراهيم بن الحسن بن الحسن بن على بن أبى طالب -أخى عبد الله بن الحسن الهاشمى -عن أبيه عن جده عن على ...به .وقال ابن الجوزى: "لا يصح، يحيى بن المتوكل قال فيه أحمد -: واهى الحديث .وقال ابن معين :ليس بشىء .وكثير النواء ضعفه النسائى ."
قلت :وفى ترجمته أورده ابن عدى، وروى عن السعدى أنه قال: "كثير النواء متروك ."وبه أعله الهيثمى فقال فى "المجمع "(10/22): "رواه عبد الله، والبزار، وفيه كثير بن إسماعيل النواء؛ وهو ضعيف ."
قلت :وهذا تقصير؛ لأنه يوهم أنه ليس فيه من هو أولى بالإعلال به منه، وليس كذلک، فإن فيه عندهما أيضا يحيى بن المتوكل -كما رأيت فى التخريج -، وهو أشد ضعفا من كثير؛ كما يشعر به قول أحمد المذكور، ومثله قول ابن حبان فى "الضعفاء "(3/116):
"منكر الحديث؛ ينفرد بأشياء ليس لها أصول، لا يرتاب الممعن فى الصناعة أنها معمولة ."
قلت :لكنه لم يتفرد به خلافا لما أشار إليه ابن عدى عوله: "وهذا يعرف بأبى عقيل"، فقد تابعه أبو سهل قال :أخبرنى كثير النواء ... به، ولفظه: "يخرج قبل قيام الساعة قوم يقال لهم :الرافضة؛ براء من الإسلام ." أخرجه البيهقى.
وأبو سهل هذا هو :محمد بن عمرو الأنصارى الواقفى، وهو فى الضعف مثل أبى عقيل؛ فقد اتفقوا على تضعيفه، بل كان يحيى بن سعيد يضعفه جدا .ثم تناقض فيه ابن حبان فذكره فى "الثقات" أيضا (7/439) وقال: "يخطء!" هذا، وقد جعل المعلق على "مسند أبى يعلى "حديث كثير النواء شاهدا لحديث الترجمة، وأرى أنه لا يصلح للشهادة؛ لأنه مختصر ليس فيه: "فاقتلوهم فإنهم مشركون ."
وقد رويت هذه الزيادة من أوجه أخر كلها ضعيفة -كما قال البيهقى - وبعضها أشد ضعفا من بعض، وقد كشف ابن الجوزى عن عللها، ثم الهيثمى.ولذلک فلم تطمئن النفس لتقوية الحديث بمجموعها، وقد أشار البيهقى إلى ذلک بقوله فى الباب الذى عقده لها: "إن صح الحديث ." والله سبحانه وتعالى أعلم.وقد روى الحديث بإسناد آخر من حديث فاطمة رضى الله عنها، وقع فى اسم أحد رواته تحريف من متهم بالكذب إلى ثقة؛ فاقتضى إفراده بالتخريج برقم ( 6541)(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٦٢٦٧)

چنانچہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے ”شرحُ الشفا“ میں اس کی توضیح کی ہے۔ [1]

جس کے ضمن میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

**وقد ظهر لعن السلف على لسان الروافض والخوارج جميعا ولعل مذمة الرافضة فى بعض الأحاديث وردت بالمعنى اللغوى الشامل لكل من الطائفتين وإن كان العرف خصها باعتبار الغلبة (شرح الشفا، ج ا ،ص ٦٩٦ ،القسم الأول ،الباب االرابع ،فصل ومن ذلک ما أطلع عليه من الغيوب)**

ترجمہ: اور سلف پر لعن، روافض اور خوارج دونوں کی زبان سے ہی ظاہر ہوا، اور غالباً بعض احادیث میں روافض کی جو مذمت وارد ہوئی ہے، وہ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہے، جو دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کو شامل ہے، اگرچہ عرف نے ان دونوں میں سے ایک جماعت کے ساتھ اس (روافض کے نام) کو مختص کر دیا ہے (شرح الشفا)

اور چونکہ جمہور کی طرف سے، سلف پر سب وشتم کی بناء پر ”خوارج“ کی تکفیر نہیں کی گئی۔

اس وجہ سے ان روایات کو معتبر قرار دینے کی صورت میں مندرجہ بالا حضرات نے ان روایات میں مذکور قتل کا حکم ”تکفیری“ کے بجائے ”سیاسی وتعزیری“ قرار دیا ہے، تاکہ معاشرہ میں فتنہ وفساد برپا ہونے سے حفاظت رہے۔ [2]

---

[1] والمعنى يتركون كمال الإسلام وجماله إن لم يصدر منهم ما ينافى أحكام الإيمان وفى رواية يلفظونه أى يرمونه فاقتلوهم فإنهم مشركون أى مشابهون لهم حيث لم يعملوا بالكتاب والسنة(شرح الشفا، ج ا ،ص ٦٩٦ ،القسم الأول ،الباب االرابع ،فصل ومن ذلک ما أطلع عليه من الغيوب)

[2] ومنها ما (روى)عن على أيضا قال :قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم :(يا على ألا أدلک على عمل إذا فعلته كنت من أهل الجنة -وإنک من أهل الجنة -إنه سيكون بعدى أقوام يقال لهم الرافضة، فإن أدركتهم فاقتلهم فإنهم مشركون وقال على :سيكون بعدنا أقوام ينتحلون مودتنا تكونون علينا بارقة، وآية ذلک أنهم يسبون أبا بكر وعمر رضى الله عنهما)رواه خثيمة بن سليمان الطرابلسى فى (فضائل الصحابة)واللالكائى فى (السنة)

وفى رواية له (عنه)أيضا:(يكون فى آخر الزمان قوم لهم نبز يسمون الرافضة يرفضون الإسلام،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کا تعلق حکومت وسیاست سے ہے، اور اس کے کچھ ضوابط وقواعد مقرر ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فاقتلوهم فإنهم مشركون)أى كالمشركين فى الخروج عن كمال دين المسلمين، أو أطلق ويراد به للزجر والمبالغة فى التهديد والوعيد، وكذا قوله : (يرفضون الإسلام) أى بعض ما يجب عليهم من الأحكام.

ومنها عن على كرم الله وجهه أن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال له :(إن سرك أن تكون من أهل الجنة، فإن قوما ينتحلون حبك يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم، لهم نبز يقال لهم الرافضة، فإن أدركتهم فجاهدهم فإنهم مشركون)رواه ابن بشران والحاكم فى (الكنى)

فهذه الأحاديث وإن كانت أسانيدها ضعيفة، لكن يتقوى بعضها ببعض، فترتقى إلى درجة الحسن، الذى يصح الاستدلال به فى الأمور الظنية الفقهية، فيقتل الساب للصحابة من الطائفة الخارجة والرافضة، وإنما قلنا بطريق السياسة العرفية الفرعية ، لا بطريق الأصالة من الأمور الشرعية؛ لئلا يخالف القواعد الكلية الثابتة من الكتاب والسنة النبوية، أنه لا يقتل أمرؤ مسلم إلا بإحدى ثلاث : قتل النفس بالنفس، وزنا بإحصان وارتداد.

والسياسة واردة فى الأخبار ومشاهير الآثار، ومن جملتها تغريب العام للزانى وقطع يد النباش وأمثالهما، ومنها قتل تارك الصلاة فى مذهب الشافعية، فاندفع اعتراضهم على الحنفية فى قتل الرفضة، حيث وهموا أنهم ليس لهم دليل فى ذلك، ولم يحقق ما قدمنا هنالك(شم العوارض فى ذم الروافض،ص ٦٦ الٰى ٦٨،التفضيل فيما عدا العشرة المبشرين بالجنة)

[1] ذهب المالكية والشافعية والحنابلة، وهو الراجح عن الحنفية :أن التعزير عقوبة مفوضة إلى رأى الحاكم، وهذا التفويض فى التعزير من أهم أوجه الخلاف بينه وبين الحد الذى هو عقوبة مقدرة من الشارع .وعلى الحاكم فى تقدير عقوبة التعزير مراعاة حال الجريمة والمجرم .أما مراعاة حال الجريمة فللفقهاء فيه نصوص كثيرة، منه قول الأسروشنى :ينبغى أن ينظر القاضى إلى سببه، فإن كان من جنس ما يجب به الحد ولم يجب لمانع وعارض، يبلغ التعزير أقصى غاياته .وإن كان من جنس ما لا يجب الحد لا يبلغ أقصى غاياته، ولكنه مفوض إلى رأى الإمام " . وأما مراعاة حال المجرم فيقول الزيلعى :إنه فى تقدير التعزير ينظر إلى أحوال الجانين، فإن من الناس من ينزجر باليسير .ومنهم من لا ينزجر إلا بالكثير .يقول ابن عابدين :إن التعزير يختلف باختلاف الأشخاص، فلا معنى لتقديره مع حصول المقصود بدونه، فيكون مفوضا إلى رأى القاضى، يقيمه بقدر ما يرى المصلحة فيه.

ويقول السندى :إن أدنى التعزير على ما يجتهد الإمام فى الجانى، بقدر ما يعلم أنه ينزجر به؛ لأن المقصود من التعزير الزجر، والناس تختلف أحوالهم فى الانزجار، فمنهم من يحصل له الزجر بأقل الضربات، ويتغير بذلك .ومنهم من لا يحصل له الزجر بالكثير من الضرب .ونقل عن أبى يوسف : إن التعزير يختلف على قدر احتمال المضروب.

وقد منع بعض الحنفية تفويض التعزير، وقالوا بعدم تفويض ذلك للقاضى، لاختلاف حال القضاة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورتعزیری وسیاسی سزامیں حاکم کوحسبِ حالات ،وحسبِ اشخاص ،اورحسبِ جرم کمی ،بیشی کا اختیارحاصل ہوتاہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾وهـذا هـو الـذى قال به الطرسوسى فى شرح منظومة الكنز .وقد أيدوا هذا الـرأى بأن المراد من تفويض التعزير إلى رأى القاضى ليس معناه التفويض لرأيه مطلقا، بل المقصود القاضى المجتهد .وقد ذكر السندى :أن عدم التفويض هو الرأى الضعيف عند الحنفية.

وقـال أبـو بـكـر الـطـرسوسى فى أخبار الخلفاء المتقدمين :إنهـم كـانـوا يراعون قدر الجانى وقدر الـجـناية، فمن الجانين من يضرب، ومنهم من يحبس، ومنهم من يقام واقفا على قدميه فى المحافل، ومنهم من ينتزع عمامته، ومنهم من يحل حزامه.

ونـص المالكية :عـلـى أن الـتـعـزيـر يـخـتـلـف مـن حيث المقادير، والأجناس، والصفات، باختلاف الـجـرائـم، من حيث كبرها، وصغرها، وبحسب حال المجرم نفسه، وبحسب حال القائل والمقول فيه والقول، وهو موكول إلى اجتهاد الإمام.

قال القرافى :إن التـعـزير يختلف باختلاف الأزمنة والأمكنة، وتطبيقا لذلک قال ابن فرحون :رب تعزير فى بلد يكون إكراما فى بلد آخر، كقطع الطيلسان ليس تعزيرا فى الشام بل إكرام ، وكشف الـرأس عند الأندلسيين ليس هوانا مع أنه فى مصر والعراق هوان .وقال :إنه يلاحظ فى ذلک أيضا نـفـس الشخص، فإن فى الشام مثلا من كانت عادته الطيلسان وألفه -من المالكية وغيرهم -يعتبر قـطعه تعزيرا لهم .فـمـا ذكر ظاهر منه :أن الأمـر لـم يـقتصر على اختلاف التعزير باختلاف الزمان والمكان والأشخاص، مع كون الفعل محلا لذلک، بل إن هذا الاختلاف قد يجعل الفعل نفسه غير مـعـاقـب عـلـيـه، بـل قـد يـكـون مـكـرمـة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲،ص۲۶۱الیٰ۲۶۳، مادة’’تعزير‘‘)

[1] إذا كـانـت الـبـدعة التـى يـنتـحـلها أهل الأهواء مكفرة فإنهم يعاملون معاملة المرتدين، ويطبق عليهم حد الردة.

أمـا إن لـم تكن مكفرة فإن عقوبتهم التعزير بالاتفاق، ويفرق بين الدعاة منهم وبين غير الدعاة، فغير الـدعـاة يـعـزرون بـالـضـرب أو الـحـبـس، أو بـمـا يغلب على الظن أنه نافع بهم، وكره الإمام أحمد حبسهم، وقال :إن لهم والدات وأخوات.

أمـا الـدعـاة مـنهـم والـرؤسـاء فـيـجوز أن يبلغ بهم التعزير إلى القتل سياسة، قطعا لدابر الإفساد فى الأرض، وعـلـى هـذا الـحنفية، وطائفة من أصحاب الشافعي، وأصحاب أحمد، وكثير من أصحاب الإمام مالک رحمهم الله تعالى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص۱۰۲، مادة’’أهل الأهواء ‘‘)

الـعـقـوبـات الـتـعـزيرية يقدرها ولى الأمر حسب ظروف الجريمة والمجرم، فتطبق على المسلمين وأهـل الـذمة، ويـكون التعزير مناسبا مع الجريمة شدة وضعفا ومع حالة المجرم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص۱۳۷، مادة’’أهل الذمة‘‘)

ولـيـس لأقـل الـتـعـزيـر حـد مـعين فى الراجح عند الفقهاء ، فلو رأى القاضى أنه ينزجر بسوط واحد اكـتـفـى بـه، فـلا يـجـوز الإسراف والزيادة فى التعزير على مقدار ما ينزجر به المجرم فى المذاهب كلها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴،ص۱۹۴، مادة’’إسراف‘‘)

## ابنِ عباس، ابنِ عمر اور واثلہ رضی اللہ عنہم کی احادیث

بہرحال مذکورہ احادیث کی بنیاد پر ''روافض'' پر علی الاطلاق کفر وشرک کا حکم لگانا، درست نہیں، یہی وجہ ہے کہ ''روافض'' کے علاوہ بعض دوسرے فرقوں، مثلاً ''مرجئہ، قدریہ'' وغیرہ کے بارے میں بھی احادیث وروایات میں اس طرح کی وعیدیں وارِد ہوئی ہیں، لیکن جمہور فقہاء کی طرف سے ان کی بنا پر، اُن فرقوں کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی گئی۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس، ابنِ عمر اور واثلہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی احادیث میں بعض مبتدعہ ''مرجئہ، قدریہ'' وغیرہ فرقوں کے بارے میں بھی اس طرح کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، جن سے ان فرقوں کے اسلام کی نفی ہوتی ہے۔ [1]

لیکن اس کے باوجود جمہور محققین نے ان فرقوں کی تکفیر نہیں کی، اور اس طرح کے الفاظ کو ان کا اسلام میں برا، اور قلیل حصہ ہونے، یا تمثیل، تغلیظ وتشدید وغیرہ پر محمول کیا ہے۔

جیسا کہ علامہ ابوالحسن سندھی نے سنن ابنِ ماجہ کے حاشیہ میں اہلِ اہواء فرقوں کے بارے میں

---

[1] حدثنا واصل بن عبد الأعلى الكوفي قال: حدثنا محمد بن فضيل، عن القاسم بن حبيب، وعلي بن نزار، عن نزار، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " صنفان من أمتي ليس لهما في الإسلام نصيب: المرجئة والقدرية :"وفي الباب عن عمر، وابن عمر، ورافع بن خديج وهذا حديث حسن غريب حدثنا محمد بن رافع قال: حدثنا محمد بن بشر قال: حدثنا سلام بن أبي عمرة، عن عكرمة، عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم، نحوه(سنن الترمذي، رقم الحديث ۲۱۴۹،أبواب القدر، باب ما جاء في القدرية)

حدثنا موسى بن إسماعيل، قال: عبد العزيز بن أبي حازم حدثني بمنى، عن أبيه عن ابن عمر، عن النبي – صلى الله عليه وسلم – قال: " القدرية مجوس هذه الأمة: إن مرضوا فلا تعودوهم، وإن ماتوا فلا تشهدوهم "(سنن ابى داؤد، رقم الحديث ۴۶۹۱،أول كتاب السنة، باب في القدر)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف(حاشية سنن ابى داؤد)

حدثنا أحمد قال: نا معلل بن نفيل قال: نا محمد بن محصن، عن الأوزاعي، عن مكحول، عن واثلة بن الأسقع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من هذه الأمة لا تنالهما شفاعتي: المرجئة، والقدرية(المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۱۶۲۵، باب الألف)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه محمد بن محصن وهو متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۸۸۵)

اس طرح کے الفاظ وکلمات کا محققین علمائے امت کے نزدیک یہی مطلب بیان کیا ہے۔ [1]

اور ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے ’’شرح الشفا‘‘ میں ان محققین حضرات کا موقف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’اہلِ تاویل‘‘ کی تکفیر سے اجتناب واجب ہے، اگرچہ ان کی تاویل، وحی کی فہم میں خطاء پر مبنی کیوں نہ ہو، کیونکہ ان کے خون کو مباح قرار دینا، سخت خطرناک ہے، اور ہمارے علماء نے ننانوے وجوہات کفر کی اور ایک وجہ اسلام کی ہونے کی صورت میں بھی مفتی اور قاضی کو، اس ایک اسلام کی وجہ کو اختیار کرنے کو واجب قرار دیا ہے، اور اس کی حدیث سے دلیل بھی پیش کی ہے، اور دل کی حالت کو اللہ کے حوالہ کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور احادیث وروایات میں جو مختلف اھلُ البدعة واھلِ الاھواء، اور اہلِ معصیت کے بارے میں مشرک، کافر، یا قتل وغیرہ جیسی وعیدوں کا ذکر آیا ہے، وہ تنبیہ وتزجیر وغیرہ پر محمول ہیں، ان سے اگر حقیقی کفر وشرک کو مراد لیا جائے گا، تو اس کی وجہ سے بہت سے گناہ گار سنیوں کو بھی کافر قرار دینا پڑے گا۔ [2]

---

[1] قوله :(ليس لهما في الإسلام نصيب) خبره وربما يتمسك به من يكفر الفريقين قال التوربشتي والصواب أن لا يسارع إلى تكفير أهل القبلة المتأولين لأنهم لا يقصدون بذلك اختيار الكفر وقد بذلوا وسعهم في إصابة الحق فلم يحصل لهم غير ما زعموا فهم إذن بمنزلة الجاهل والمجتهد المخطء، وهذا القول هو الذى يذهب إليه المحققون من علماء الأمة نظرا واحتياطا فيجرى قوله ليس لهما في الإسلام نصيب مجرى الإشاعة في بيان سوء حظهم وقلة نصيبهم من الإسلام نحو قولك :ليس للبخيل من ماله نصيب انتهى.

قلت في صلاحية زهذا الحديث للاستدلال به في الفروع نظر كما ستعرف فضلا عن الأصول والمطلوب فيها القطع فكيف يصح التمسك به في التكفير(حاشية السندى على سنن ابن ماجه، ج ۱، ص ۳۱، كتاب المقدمة، باب في الإيمان)

[2] (يجب) أى يقال (هو الاحتراز من التكفير في أهل التأويل) وإن كان تأويلهم خطأ في فهم التنزيل (فإن استباحة دماء) المصلين (الموحدين) الصائمين المزكين القارئين للكتاب التابعين للسنة في جميع الأبواب (خطر) بفتحتين أى ذو خطر ويجوز أن يكون بفتح فكسر (والخطأ في ترك ألف كافر أهون من الخطأ في سفك محجمة) بكسر الميم الأولى وهى آلة الحجامة (من مسلم) وفي نسخة من دم مسلم (واحد) وقد قال علماؤنا إذا وجد تسعة وتسعون وجها تشير إلى تكفير مسلم ووجه واحد إلى ابقائه على إسلامه فينبغي للمفتي والقاضي أن يعملا بذلك الوجه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور شہاب الدین تورپشتی، حنفی (المتوفٰی: 661ھ) نے ''المیسر فی شرح مصابیح السنة'' میں اس طرح کی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اس طرح کے الفاظ سے بعض لوگوں نے ان فرقوں کے کافر ہونے پر استدلال کیا ہے، لیکن ہمیں اہلِ اہواء متاولین فرقوں کی تکفیر میں مسارعت نہیں کرنی

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو مستفاد من قوله عليه السلام ادرؤوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فإن وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبيله فإن الإمام لأن يخطء في العفو خير له من أن يخطء في العقوبة رواه الترمذي وغيره والحاكم وصححه (وقد قال عليه الصلاة والسلام) كما رواه الشيخان عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة فإذا فعلوا ذلك وفي رواية (فإذا قالوها يعني الشهادة) أي جنسها (عصموا) بفتح الصاد أي حفظوا (مني دماء هم وأموالهم إلا بحقها)أي بحق الشهادة مما يتعلق بها وفي رواية إلا بحق الإسلام (وحسابهم على الله) أي نحن نحكم بالظواهر والله تعالى اعلم بالسرائر وورد ما أمرت أن أشق عن قلوب الناس وصح أنه قال لأسامة هلا شققت عن قلبه وظاهر هذه الأحاديث على أنه تقبل توبة المرتد والزنديق وجامع مجمع عليه وجوبا كالصلاة ونحوها والله ولي التوفيق (فالعصمة) للدماء والأموال (مقطوع بها مع الشهادة) بالوحدانية والرسالة (ولا ترتفع) أي العصمة (ويستباح خلافها) أي من دم أو مال (إلا بقاطع) من الأدلة (ولا قاطع من شرع) إلا قوله عليه الصلاة والسلام لا يحل دم امرىء مسلم إلا بإحدى ثلاث وهي الردة وقتل مسلم وزنى محصن (ولا قياس عليه) صحيح حتى يمال إليه (وألفاظ الأحاديث الواردة في هذا الباب) أي في باب مذمة المبتدعة (معرضة) بتشديد الراء المفتوحة وروى عرضة أي قابلة (للتأويل فما جاء منها في التصريح بكفر القدرية) كقوله عليه الصلاة والسلام القدرية مجوس هذه الأمة إن مرضوا لا تعودوهم وإن ماتوا فلا تشهدوهم كما رواه أبو داود والحاكم وصححه عن ابن عمر وقوله عليه الصلاة والسلام من لم يؤمن بالقدر خيره وشره فأنا منه بري رواه أبو يعلى في مسنده (وقوله) بالرفع عطفا على ما أي وقول النبي عليه الصلاة والسلام (لا سهم لهم في الإسلام) أي لا نصيب للقدرية مطلقا أو كاملا في سهام الإسلام (وتسميته) عليه الصلاة والسلام (الرافضة بالشرك) هذه رواية غير معروفة ولعل المراد بهم غلاتهم القائلون بإلهية علي ويسمون النصيرية ولا شبهة في كفرهم إجماعا (وإطلاق اللعنة) وفي نسخة وإطلاق اللعنة (عليهم) أي على القدرية والرافضة (وكذلك في الخوارج وغيرهم من أهل الأهواء ) فروى الدارقطني في العلل عن علي كرم الله وجهه لعنت القدرية على لسان سبعين نبيا وروى الطبراني عن ابن عمر لعن الله من سب أصحابي وروى الطبراني أيضا عن ابن عباس من سب أصحابي فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين وروى أحمد والحاكم عن أم سلمة من سب عليا فقد سبني ومن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چاہیے، یہی علمائے امت کے محققین کا قول ہے، جو غور وفکر اور احتیاط کی بنیاد پر وجود میں آیا ہے، اور یہ ان کے ظاہر کے اعتبار سے فتویٰ ہے، باقی باطن کے معاملہ کو آخرت میں اللہ کے سپرد کرنا چاہیے، اور ہم ان الفاظ کو کہ ''ان کا اسلام

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

سبنى فقد سب الله (فقد يحتج بها) أى بظاهرها (من يقول بالتكفير وقد يجيب الآخر) وهو القائل بعدم التكفير (بأنه) أى الشأن (قد ورد مثل هذه الألفاظ فى الحديث) النبوى (فى غير الكفرة على طريق التغليظ) كقوله عليه الصلاة والسلام من أتى عرافا أو كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد رواه أحمد والحاكم عن أبى هريرة وفى رواية من أتى كاهنا فصدقه بما يقول أو أتى امرأة حائضا أو امرأة فى دبرها فقد برء ما انزل على محمد وفى رواية ملعون من أتى امرأة فى دبرها (وكفر) أى وبأنه كفر أى كفران (دون كفر) أى صريح (وإشراك) أى خفى (دون إشراك) أى جلى كقوله عليه الصلاة والسلام من حلف بغير الله فقد اشرك رواه أحمد والترمذى والحاكم عن ابن عمر (وقد ورد مثله) أى فى أنه شرك دون شرك (فى الرياء ) كقوله عليه الصلاة والسلام الشرك الخفى أن يعمل الرجل لمكان الرجل رواه الحاكم عن أبى سعيد وقد قال تعالى فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه أحدا أى بأن يرائيه أو يطلب منه أجرا وعنه عليه الصلاة والسلام اتقوا الشرك الأصغر قيل وما الشرك الأصغر قال الرياء وفى نسخة الزنا بالزاء والنون كحديث لا يزنى زان حين يزنى وهو مؤمن ولا يبعد أى يكون الربا بالراء والموحدة لقوله عليه السلام لعن الله الربا وآكله وموكله وكاتبه وشاهده وهم يعلمون رواه الطبرانى عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه (وعقوق الوالدين) كحديث من أدركه أبواه أو أحدهما فلم يدخلاه الجنة يرح رائحة الجنة (والزور) أى شهادة الزور وهى المعادلة للشرك فى قوله فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور وروى بدله والزوج كقوله عليه الصلاة والسلام لعن الله المسوفات التى يدعوها زوجها إلى فراشه فتقول سوف حتى تغلبه عيناه رواه الطبرانى عن ابن عمر (وغير معصية) أى وفى غير معصية أى متفق عليها كقوله عليه الصلاة والسلام ملعون من لعب بالشطرنج رواه ابن حزم وغيره وكقوله عليه الصلاة والسلام لعن الله المحلل والمحلل له رواه أحمد والأربعة عن على كرم الله وجهه (وإذا كان) الحديث الوارد فى الآحاد (محتملا للأمرين) فى كفر وغيره (فلا يقطع) أى الحكم بالجزم (على أحدهما إلا بدليل قاطع) وأغرب الدلجى بقوله أو غير قاطع وكأنه قاس على مسائل الفروع حيث لا فرق عند إمامهم بين القطعى والظنى فى أحكامها وغفل عن أنه لا بد فى مسائل الأصول من الأدلة القطعية؛ (وقوله) أى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كما رواه مسلم عن أبى ذر وروى لأنه قال (فى الخوارج هم من شر البرية) بالهمز والتشديد أى الخليفة (وهذه صفة الكفار) كما فى سورة البينة، (وقال عليه الصلاة والسلام) كما رواه البيهقى فى حقهم (هم شر قبيل) فعيل يستوى فيه الواحد والجمع وفى رواية شر قتلى جمع قتيل وروى شر قبيل بالموحدة أى جمع قبيلة (تحت أديم السماء ) أى ما ظهر

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

میں کوئی حصہ نہیں“ ان کے اسلام میں برا، اور قلیل حصہ ہونے پر محمول کرتے ہیں، اور اس کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ آپ مالدار بخیل آدمی کو کہیں کہ اس کو مال میں سے کوئی حصہ حاصل نہیں ہوا، جبکہ اس کے پاس مال موجود ہوتا ہے، اور وہ اپنے مال میں سے کھانے پینے، اور پہننے کا حصہ حاصل کرتا ہے، اور بعض اوقات اس طرح کا کلمہ تمثیل کے طور پر بولا جاتا ہے، جس سے حقیقت مراد نہیں ہوا کرتی“۔ ۱؎

امام طیبی نے بھی مشکاۃ کی شرح میں اسی طرح کی تفصیل بیان فرمائی ہے، اور انہوں نے اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

منها (طوبى) فعلى من الطيب وأصلها طيبى وقد يقال به قلبت ياؤه واوا لسكونها وانضمام ما قبلها وهى الحالة الطيبة أو الجنة أو شجرة عظيمة فيها (لمن قتلهم) وقد قتلهم على كرم الله وجهه يوم النهروان (أو قتلوه) لفوزه بالسعادة المترتبة على الشهادة، (وقال) فيما رواه الشيخان عن أبى سعيد الخدرى (فإذا وجدتموهم) أى مجتمعين (فاقتلوهم قتل عاد) أى كقتل عاد فى الشدة أو المعنى أهلكوهم اهلاكا مستأصلا والأفهم أهلكوا بريح صرصر عاتية (وروى ثمود) وهو ابن عم عاد (وظاهر هذا) القول (الكفر) أى كفرهم بناء على صدر الحديث (لا سيما مع التشبيه) أى لهم وفى نسخة مع تشبيههم (بعاد) قوم هود (فيحتج به من يرى تكفيرهم فيقول له الآخر) ممن لا يرى تكفيرهم (إنما ذلك) التغليظ (من قتلهم) أى جهة قتلهم لا من جهة كفرهم (لخروجهم على المسلمين وبغيهم) أى ظلمهم وتعديهم(شرح الشفا، ج۲،ص۴۹۹ الى ۵۰۱،القسم الثانى،الباب الثالث،فصل فى تحقيق القول فى إكفار المتأولين)

۱؎ وقوله -صلى الله عليه وسلم :-فيه (ليس لهما فى الإسلام نصيب) ربما يتمسك به متمسك فى تكفير الفئتين، والسبيل ألا يسارع إلى تكفير أهل الأهواء المتأولين؛ لأنهم لا يقصدون بذلك اختيار الكفر ولا الرضا به، وقد بذلوا وسعهم فى إصابة الحق، فلم يقع لهم غير ما زعموه، فهم إذا بمنزلة الجاهل، والتكفير لا يطلق إلا بعد البيان والجلاء ، وهذا القول هو الذى يذهب إليه المحققون من علماء الأمة نظرا واحتياطا، وذلك ظاهر أمرهم الذى يهتدى إليه أهل الفتوى، وباطنه موكول إلى علم الله فى آخرتهم، فنجرى قولهم هذا مجرى الاتساع فى بيان سوء حظهم وقلة نصيبهم من الإسلام، وذلك مثل قولك للرجل البخيل المتمول :ليس له من ماله نصيب، وإن كان يأخذ منه حظه من المأكل والملبس، وقد يطلق الكلمة على الشىء لنوع من التمثيل، ولا يقضى منها حقيقة حكمها عند التفصيل(الميسر فى شرح مصابيح السنة، ج ۱، ص۶۷، كتاب الايمان،باب الكبائر وعلامات النفاق ،فصل فى الوسوسة)

طرح کے الفاظ وکلمات کو تغلیظ وتشدید پر محمول کیا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ ''خوارج'' کے بارے میں ''صحیح السند'' کئی احادیث، ان مذکورہ روایات سے بھی زیادہ شدید حکم پر مشتمل وارد ہوئی ہیں۔

## سہل بن حنیف اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث

چنانچہ حضرت یسیر بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

**قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ، وَأَهْوٰى بِيَدِهِ قِبَلَ الْعِرَاقِ: يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ** (صحيح البخاري، رقم الحديث ٦٩٣٤، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف، وأن لا ينفر الناس عنه)

ترجمہ: میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوارج (یعنی خارجیوں) کے متعلق کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ

---

[1] قوله: (ليس لها في الإسلام نصيب): ربما يتمسك به من يكفر الفريقين، والصواب أن لا يسارع إلى أن يكفر أهل الأهواء المتأولين؛ لأنهم لا يقصدون بذلك اختيار الكفر، وقد بذلوا وسعهم في إصابة الحق فلم يحصل لهم غير ما زعموه، فهم إذا بمنزلة الجاهل، أو المجتهد المخطىء. وهذا القول هو الذي يذهب إليه المحققون من علماء الأمة نظراً واحتياطاً، فيجرى قوله (لا نصيب لهم) مجرى الاتساع بين بيان سوء حظهم، وقلة نصيبهم من الإسلام: نحو قوله للبخيل: ليس له من ماله نصيب وأما قوله صلى الله عليه وسلم (يكون في أمتي خسف ومسخ) وقوله: (ستة) لعنهم الله وأمثال ذلك؛ فإنها تحمل على المكذب به إذا أتاه من البيان ما ينقطع العذر دونه، أو على ما يفضي به المعصية إلى تكذيب ما ورد فيه من النصوص، أو إلى تكفير من خالفه. وأمثال هذه الأحاديث واردة على التغليظ والتشديد زجراً وردعاً (شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، ج ٢، ص ٥٧٠، كتاب الايمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، فصلفي الوسوسة)

نے اپنا ہاتھ عراق کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ وہاں سے ایک قوم نکلے گی، وہ لوگ اس طرح قرآن پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے کہ جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے (بخاری)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيَقْرَأَنَّ الْقُرْآنَ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ** (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۷۱، كتاب افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب في ذكر الخوارج) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ لوگ قرآن کو ضرور بالضرور پڑھیں گے، مگر وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح تیر شکار سے (آر پار ہو کر بے نشان) نکل جاتا ہے (ابنِ ماجہ)

## انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خوارج کے بارے میں روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ، أَوْ فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، أَوْ حُلُوْقَهُمْ، سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، إِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ أَوْ إِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ** (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۷۵، كتاب افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب في ذكر الخوارج) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں، یا اس امت میں کچھ لوگ نکلیں گے، جو قرآن کی قرائت کریں گے، قرآن اُن کے گلے، یا حلق سے آگے نہیں بڑھے گا، ان کی نشانی بال منڈانا ہے، جب تم انہیں دیکھو، یا ان سے ملاقات کرو، تو ان کو قتل کردو (ابنِ ماجہ)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں۔

لیکن جمہور فقہاء نے اُن احادیث کی بناء پر بھی خوارج کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، جیسا کہ تفصیل کے ساتھ معتبر حوالہ جات وعبارات میں آگے آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ چند ایسی روایات کہ جن کی سند بھی معتبر نہیں، اور اگر معتبر بھی ہو، تو ان سے کفر ثابت نہیں ہوتا، اُن کی بناء پر بعض حضرات کی طرف سے علی الاطلاق کسی فرقہ پر، تکفیر کا حکم لگانا، اور پھر ان کی وجہ سے عوام میں ایک دوسرے کے قتل وقتال پر اُبھارنا، اور اس سلسلہ میں معتبر محدثین وفقہائے محققین کی تشریحات وتحقیقات کو نظر انداز کردینا، درست نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوْهَا، وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوْا ذَبِيْحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۹۲، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں، جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں، پس جب وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں، اور ہماری (یعنی مسلمانوں کی) طرح نماز پڑھنے لگیں، اور ہمارے قبلہ (یعنی بیت اللہ) کی طرف رخ کرنے لگیں، اور ہماری طرح (اللہ کا نام لے

کر) ذبح کرنے لگیں، تو ہمارے اوپر ان کا خون اور ان کا مال حرام ہو جاتا ہے، سوائے کلمۂ اسلام کے حق کے (یعنی ان پر اسلام کے قانون لاگو ہوں گے، مثلاً قتل کے بدلہ میں قصاص وغیرہ) اور ان (کے باطن اور نیک وبُرے اعمال کی جزا وثواب) کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (بخاری)

## ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ** (صحيح البخاری، رقم الحديث ۲۵، كتاب الايمان، باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کا حکم دیا گیا ہے، جب تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' کی گواہی نہ دے دیں، اور نماز قائم اور زکاۃ اداء نہ کرنے لگیں، پھر جب وہ یہ عمل کرلیں، تو وہ مجھ سے اپنے خونوں کو اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے، سوائے اسلام کے حق کے (یعنی اسلام میں قتل کے بدلہ میں قصاص وغیرہ کی جو سزا رکھی گئی ہے، وہ ان پر لاگو ہوگی) اور ان (کے باطن اور نیک و برے اعمال کی جزا وسزا) کا حساب، اللہ کے ذمہ ہے (بخاری)

## اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّا لَقُعُوْدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُصُّ عَلَيْنَا، وَيُذَكِّرُنَا، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَسَارَّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذْهَبُوْا بِهٖ فَاقْتُلُوْهُ، فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ، دَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَلْ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ اِذْهَبُوْا فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ، فَإِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، حَرُمَ عَلَيَّ دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣٩٢٩، كتاب الفتن، باب الكف عمن قال: لا إله إلا الله) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں واقعات سنا رہے تھے اور نصیحت فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کی (یعنی آہستہ آواز سے کوئی بات کی، جس کا ہمیں پتہ نہیں چلا کہ وہ کیا بات تھی) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور قتل کر دو (ممکن ہے کہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد ہوئی ہو، جو کفر، یا قتل کی متقاضی ہو) جب اس آدمی نے پشت پھیری، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اس کا راستہ چھوڑ دو (کچھ نہ کہو) کیونکہ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتل وقتال کروں، یہاں تک کہ وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے قائل ہو جائیں، جب وہ ایسا کر لیں گے، تو مجھ پر ان کے خون (یعنی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، سويد بن سعيد -وإن كان فيه ضعفٌ- قد توبع، ومن فوقه ثقات (حاشية سنن ابن ماجه)

و قال البوصيري: هذا إسناد صحيح رجاله ثقات (مصباح الزجاجة، للبوصيري الكناني، ج٤ص ١٦١، كتاب الفتن، باب الكف عمن قال لا إله إلا الله)

قتل وقتال) اور مال حرام ہوجائیں گے (ابن ماجہ)

## اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِیَّۃٍ، فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُھَیْنَۃَ، فَأَدْرَکْتُ رَجُلًا فَقَالَ: لَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ، فَطَعَنْتُہٗ ، فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ ذٰلِکَ، فَذَکَرْتُہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : أَقَالَ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَقَتَلْتَہٗ؟ قَالَ : قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، إِنَّمَا قَالَھَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ، قَالَ : أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ حَتّٰی تَعْلَمَ أَقَالَھَا أَمْ لَا؟ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا عَلَیَّ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ أَنِّیْ أَسْلَمْتُ یَوْمَئِذٍ** (صحیح مسلم، رقم الحدیث ١٥٨ "٩٦" "کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال :لا إله إلا الله)

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہادی لشکر میں بھیجا، تو ہم صبح صبح ''جُھَینۃ'' نام کے علاقہ میں پہنچ گئے، میں نے وہاں ایک آدمی کو پایا، اس نے کہا کہ لَا اِلٰـــہ اِلَّا الله، میں نے اسے ہلاک (وقتل) کردیا، پھر میرے دل میں کچھ خلجان سا پیدا ہوا کہ میں نے مسلمان کو قتل کیا، یا کافر کو؟ تو میں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس نے لَا اِلٰـــہ اِلَّا اللهُ کہا اور پھر تم نے اسے قتل کیا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے تو یہ کلمہ تلوار کے ڈر سے کہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا، یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہوجاتا کہ اس نے دل سے کہا ہے، یا نہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے،

یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش میں آج ہی اسلام لایا ہوتا (اوراس کلمہ گوکو قتل کرنے کا فعل، کفر کی حالت میں سرزَد ہوا ہوتا، اور یہ گناہ آج اسلام لانے سے ختم ہوگیا ہوتا)(مسلم)

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو اپنے اجتہاد و تاویل کی بناء پر قتل کیا تھا، اوراس سے پہلے ان کو ایسی مخصوص حالت کا شرعی حکم معلوم نہیں تھا، اس لئے وہ تو معذور قرار پائے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کا حکم معلوم ہونے کے بعد اب کسی کو اس کے خلاف کرنا جائز نہ ہوگا۔ [1]

## ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

ایک شخص کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک تفصیلی حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ : لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَّكُوْنَ يُصَلِّيْ فَقَالَ خَالِدٌ : وَكَمْ مِّنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّيْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۴۳۵۱، كتاب المغازى، باب بعث على بن أبى طالب عليه السلام، وخالد بن الوليد رضى الله عنه، إلى اليمن قبل حجة الوداع، مسلم، رقم الحديث ۱۰۶۴ "۱۴۴")

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں اس

---

[1] وكذلك من كان متأولا فى محاربته مجتهدا لم يكن كافرا، كقتل أسامة بن زيد لذلك المسلم متأولا لم يكن به كافرا .وإن كان استحلال قتل المسلم المعصوم كفرا، وكذلك تكفير المؤمن كفر، كما قال النبى -صلى الله عليه وسلم " :-إذا قال الرجل لأخيه :يا كافر، فقد باء بها أحدهما ومع هذا إذا قالها متأولا لم يكفر(منهاج السنة النبوية،ج۴،ص ۵۰۵، الفصل الثانى،عود الرافضى إلى الكلام على معاوية رضى الله عنه والرد عليه)

آدمی کی گردن نہ اُڑادوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو، تو حضرت خالد نے عرض کیا کہ کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں، جو اپنی زبان سے وہ بات کرتے ہیں، جوان کے دل میں نہیں ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھوں، اور نہ یہ کہ میں ان کے پیٹوں کو چاک کروں (لہٰذا ہم تو ظاہر کے مکلّف ہیں) (بخاری، مسلم)

## عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: قَتَلَ فَيُقْتَلَ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِيْ، وَالْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ أَوْ قَالَ: اَلْخَارِجُ مِنَ الْجَمَاعَةِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۰۴۱، کتاب الحدود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کا خون بھی حلال نہیں، سوائے تین میں سے کسی ایک وجہ کے، یا تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو، جس کے بدلہ میں قصاص کے طور پر اس کو قتل کیا جائے گا، اور شادی شدہ زانی کو بھی قتل کیا جائے گا، اور جماعت سے مفارقت اختیار کرنے، اور جماعت سے خروج کرنے (یعنی بغاوت کے ذریعہ پھوٹ پیدا کرنے) والے کو بھی قتل کیا جائے گا (حاکم)

---

[1] قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ بھذہ السیاقۃ.
وقال الذھبی: علی شرط البخاری ومسلم.

# ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اجْتَمَعَ أَهْلُ النَّارِ فِی النَّارِ، وَمَعَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ مَنْ شَاءَ اللّٰہُ قَالُوْا: مَا أَغْنٰی عَنْكُمْ إِسْلَامُكُمْ، وَقَدْ صِرْتُمْ مَعَنَا فِی النَّارِ؟ قَالُوْا: كَانَتْ لَنَا ذُنُوْبٌ، فَأُخِذْنَا بِهَا، فَسَمِعَ اللّٰہُ مَا قَالُوْا، قَالَ: فَأَمَرَ بِمَنْ كَانَ فِی النَّارِ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ فَأُخْرِجُوْا فَيَقُوْلُ الْكُفَّارُ: يَا لَيْتَنَا كُنَّا مُسْلِمِيْنَ، فَنُخْرَجُ كَمَا أُخْرِجُوْا، قَالَ: وَقَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "الٓرٰ. تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِيْنٍ .رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ" (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۹۵۴، کتاب التفسیر، من کتاب قراء ات النبی صلی اللہ علیہ وسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جہنم والے جہنم میں جمع ہوجائیں گے، اور جہنم والوں کے ساتھ، جن اہلِ قبلہ کو اللہ چاہے گا، وہ بھی ہوں گے، تو جہنم والے اہلِ قبلہ سے کہیں گے کہ تمہارے اسلام نے تم کو فائدہ نہیں پہنچایا، اور تم ہمارے ساتھ جہنم میں پہنچ گئے، تو وہ اہلِ قبلہ کہیں گے کہ ہمارے کچھ گناہ تھے، جن کی وجہ سے ہمارا مواخذہ ہوا، ان کی اس بات کو اللہ سن لے گا، پھر اللہ جہنم سے اہلِ قبلہ کو نکالنے کا حکم فرمائے گا، جن کو جہنم سے نکال دیا جائے گا، جس پر کفار کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے، تو ہم بھی ان کی طرح جہنم سے نکال لئے جاتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ حجر کی ان آیات کی قرائت فرمائی:

---

[1] قال الحاکم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.
وقال الذهبي: صحيح.

''الٓـرٰ. تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ .رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِيْنَ''

الٓــــرٰ، یہ کتاب اور قرآنِ مبین کی آیات ہیں، بسا اوقات، چاہیں گے، وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ کاش وہ بھی مسلمین ہوتے (حاکم)

یہ حدیث دوسری اسناد سے بھی مروی ہے، اور سند کے لحاظ سے معتبر ہے، جس کی دوسری احادیث سے بھی تائید ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] ثنا أبو الشعشاء علی بن حسن بن سلیمان حدثنا خالد بن نافع عن سعید بن أبی بردة عن أبیه عن أبی موسی قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم" :إذا اجتمع أهل النار فی النار ومعهم من شاء الله من أهل القبلة یقول الکفار ألم تکونوا مسلمین؟ قالوا :بلی .قالوا :فما أغنی عنکم إسلامکم وقد صرتم معنا فی النار؟ قالوا :کانت لنا ذنوب فأخذنا بها فیسمع ما قالوا فأمر بمن کان من أهل القبلة فأخرجوا فلما رأی ذلک أهل النار قالوا :یا لیتنا کنا مسلمین فنخرج کما خرجوا " قال وقرأ رسول الله صلی الله علیه وسلم: ''الر تلک آیات الکتاب وقرآن مبین ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین''

حدیث صحیح ورجاله ثقات رجال مسلم غیر خالد بن نافع وهو الأشعری من أولاد أبی موسی رضی الله عنه وفیه ضعف قال أبو حاتم :لیس بالقوی یکتب حدیثه وذکره ابن حبان فی الثقات وبالغ أبو داود فقال :متروک الحدیث فتعقبه الذهبی بقوله :وهذا تجاوز فی الحد فإن الرجل قد حدث عنه أحمد بن حنبل ومسدد فلا یستحق الترک.

والحدیث أخرجه الطبرانی عن الأشعری المذکور کما فی المجمع .7/45

قلت :ویشهد للحدیث حدیث أنس الآتی بعده فی الکتاب وما سأذکره تحته وحدیث عطاء بن السائب عن مجاهد عن ابن عباس رضی الله عنهما قال:ما یزال الله یشفع ویدخل الجنة ویرحم ویشفع حتی یقول :من کان من المسلمین فلیدخل الجنة فذاک حین یقول:''ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین''

أخرجه ابن جریر 14/3و 4و 5والحاکم وقال:صحیح الإسناد ووافقه الذهبی.

قلت :عطاء کان اختلط لکن لا بأس به فی الشواهد.

ثنا المقدمی ثنا مسلم بن إبراهیم ثنا أبو الخطاب العتکی عن أنس بن مالک أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ":إذا أخرج الله أهل النار من النار بشهادة أن لا إله إلا الله تمنی الآخرون لو کانوا مسلمین ."حدیث صحیح ورجاله ثقات رجال مسلم لکنه منقطع فإن أبا الخطاب العتکی وهو حرب بن میمون الأکبر الأنصاری مولاهم لم یذکروا له روایة عن أحد من الصحابة ولذلک ذکر الحافظ فی التقریب أنه من الطبقة السابعة وهی طبقة کبار أتباع التابعین عنده کمالک والثوری.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث کی وجہ سے صحابہ وتابعین اور سلفِ صالحین، نیز جمہور مجتہدین، اور فقہائے محققین نے ''اہلِ قبلہ'' کی تکفیر میں بہت احتیاط سے کام لیا۔

## جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسفیان سے روایت ہے کہ:

**سَأَلْتُ جَابِرًا وَهُوَ مُجَاوِرٌ بِمَكَّةَ وَكَانَ نَازِلًا فِيْ بَنِيْ فِهْرٍ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ: هَلْ كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ مُشْرِكًا؟ قَالَ: مُعَاذَ اللّٰهِ فَفَزِعَ لِذٰلِكَ قَالَ: هَلْ كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ أَحَدًا مِنْكُمْ كَافِرًا؟ قَالَ: لَا**

(مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۲۳۱۷، ج۴ص۲۰۷، مسند جابر) [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وللحديث طرق أخرى فأخرجه ابن جرير من طرق عن القاسم بن الفصل حدثنا ابن أبى فروة العبدى أن ابن عباس وأنس بن مالك كانا يتأولان هذه الآية:''ربما يود الذين كفروا لو كانوا مسلمين'' يتأولانها يوم يحبس الله أهل الخطايا من المسلمين مع المشركين فى النار. قال :فيقول لهم المشركون ما أغنى عنكم ما كنتم تعبدون فى الدنيا قال فيغضب الله بفضل رحمته فيخرجهم فذلك حين يقول:''ربما يود الذين كفروا لو كانوا مسلمين''

ورجاله ثقات غير ابن أبى فروة وهو عبد الله كما فى رواية لابن جرير ولم أجد له ترجمة ولعله والد إسحاق بن عبد الله بن أبى فروة الأموى مولاهم المتروك لكنهم لم يذكروا فى ترجمته أنه عبدى . والله أعلم.

وفى حديث أنس الطويل فى الشفاعة من طريق عمرو بن أبى عمرو عنه مرفوعا قال فى آخره":وفرغ الله من حساب الناس وأدخل من بقى من أمتى النار مع أهل النار فيقول أهل النار ما أغنى عنكم أنكم تعبدون الله عز وجل لا تشركون به شيئا فيقول الجبار عز وجل فبعزتى لأعتقنهم من النار فيرسل إليهم فيخرجون وقد امتحشوا فيدخلون فى نهر الحياة فينبتون فيه كما تنبت الحبة فى غثاء السيل ويكتب بين أعينهم هؤلاء عتقاء الله عز وجل فيذهب بهم فيدخلون الجنة فيقول لهم أهل الجنة هؤلاء الجهنميون فيقول الجبار :بل هؤلاء عتقاء الجبار عز جل."

أخرجه أحمد 3/144 والدارمى 28-1/27 وابن خزيمة 193-192 فى التوحيد.

قلت :وسندهم صحيح على شرط الشيخين.

وله طريق أخرى عن أنس بنحوه رواه الطبرانى كما فى تفسير ابن كثير(كتاب السنة ومعه ظلال الجنة، ج۲ص۴۰۵ الى ۴۰۷،باب فى ذكر من يخرج الله بتفضله من النار)

[1] قال حسين سليم أسد الدارانى:رجاله رجال الصحيح(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جبکہ آپ مکہ کے جوار میں بنی فہر کے علاقہ میں تشریف فرما تھے، تو آپ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا تم اہلِ قبلہ میں سے کسی کو مشرک سمجھتے ہو؟ حضرت جابر نے جواب دیا کہ معاذ اللہ (ہم ایسا سمجھیں) اس بات سے حضرت معاذ گھبرا گئے (یعنی انہوں نے اہلِ قبلہ میں سے کسی کو مشرک سمجھنے کو بڑی چیز سمجھا، اور ایسا سمجھنے سے خوف لاحق ہوا) اس شخص نے کہا کہ کیا تم اپنے میں سے کسی کو کافر پکارتے ہو؟ حضرت معاذ نے فرمایا کہ نہیں (مسند ابی یعلیٰ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

اور ’’مسندُ الحارث‘‘ میں حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ:

**سَأَلْتُ جَابِرًا هَلْ فِي الْمُصَلِّيْنَ مِنْ طَوَاغِيْتَ؟ قَالَ: لَا، وَسَأَلْتُهُ هَلْ مِنْهُمْ مُشْرِكٌ قَالَ: لَا** (مسند الحارث، رقم الحديث ٣٦، ج ١ ص ١٨١، كتاب الإيمان، باب فى اهل القبلة)

ترجمہ: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا نماز پڑھنے والوں میں کوئی کافر ہے؟ حضرت جابر نے جواب دیا کہ نہیں، اور پھر میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا ان میں کوئی مشرک ہے؟ حضرت جابر نے جواب دیا کہ نہیں (مسند حارث)

اس روایت کو امام مروزی نے بھی کچھ تفصیل اور الفاظ کے فرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] عن أبى سفيان قال :قلت لجابر بن عبد الله :هل كنتم تقولون لأحد من أهل القبلة :كافر؟ قال :لا ، قلت :وكنتم تقولون :مشرك؟ قال :معاذ الله(المعجم الاوسط، رقم الحديث ٧٣٥٤)

[2] حدثنا محمد بن يحيى، قال: حدثنا إسماعيل بن عبد الكريم الصنعانى، قال: حدثنى إبراهيم بن عقيل بن معقل بن منبه، عن أبيه عقيل، عن وهب بن منبه، قال: هذا ما سألت عنه جابر بن عبد الله الأنصارى رضى الله عنهما فأخبرنى سألته فى المصلين من طواغيت؟ قال: لا وسألته: هل فيهم من مشرك؟ قال: لا، وأخبرنى أنه سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقول: بين الشرك والكفر ترك الصلاة وسألته: أكانوا يدعون الذنوب شركا؟ قال: معاذ الله ولم يكن يدعون فى المصلين مشركا (تعظيم قدر الصلاة،للمروزى، رقم الحديث ٨٨٩، باب ذكر إكفار تارك الصلاة)

اس طرح کی روایات، مختلف سندوں سے مروی ہیں، اور سند کے اعتبار سے معتبر ہیں۔ [1]

---

[1] حديث ابن عمر رضى الله عنهما، فى باب الخوارج (إن شاء الله تعالى يأتى)

الحكم عليه: وحديث ابن عمر رضى الله عنهما يأتى فى باب قتال أهل البغى لا فى باب الخوارج من كتاب الفتن، انظر حديث (رقم 4395).

وقال الحارث: حدثنا إسماعيل بن عبد الكريم، حدثنا إبراهيم بن عقيل عن أبيه، عن وهب يعنى ابن منبه قال: سألت جابرا رضى الله عنه، هل فى المصلين من طواغيت؟ قال: لا، وسألته هل فيهم مشرك؟ قال: لا.

تخريجه: ذكره البوصيرى فى الإتحاف (1/ق34ب) والحديث فى بغية الباحث (ص 57:34).

الحكم عليه: الأثر بهذا السند حسن ويرتفع إلى الصحيح لغيره بالطرق الأخرى.

فرواه عبد الرزاق فى مصنفه (10/ 461: 19708) عن معمر، عن قتادة، عن جابر رضى الله عنه، بلفظ "هل فى المصلين مشرك قال: لا." ورواه الطبرانى فى المعجم الأوسط كما فى مجمع البحرين (1/ 401: 152) من طريق منصور بن دينار، عن الأعمش، عن أبى سفيان قال: قلت لجابر بن عبد الله "هل كنتم تقولون لأحد من أهل القبلة كافر قال: لا. قلت: فكنتم تقولون مشرك قال: معاذ الله." وعن طريق الأعمش رواه أبو يعلى كما سيأتى فى الذى بعده.

وقال أبو يعلى: حدثنا ابن نمير، ثنا أبى حدثنا الأعمش عن أبى سفيان، قال سألت جابرا رضى الله عنه، وهو مجاور بمكة، وكان نازلا فى بنى فهر، فسأله رجل هل كنتم تدعون أحدا من أهل القبلة مشركا؟ فقال: معاذ الله وفزع لذلك قلت: هل كنتم تدعون أحدا منهم كافرا؟ قال: لا. صحيح موقوف.

تخريجه: ذكره البوصيرى فى الإتحاف (/1 ق 35 أ)

وأورده الهيثمى فى المجمع (1/ 112) وعزاه إلى أبى يعلى والطبرانى، وقال: رجاله رجال الصحيح. والحديث فى مسند أبى يعلى. (4/ 207: 2317) ورواه أبو عبيد القاسم بن سلام فى الإيمان (ص 98:29)، قال حدثنا أبو معاوية عن الأعمش به بنحوه.

ورواه الطبرانى فى الأوسط كما فى مجمع البحرين (1/ 401: 152)

وأبو إسحاق الأصبهانى فى الترغيب (2/ 423) وابن عساكر فى تبيين كذب المفترى (ص 405) كلهم عن طريق الأعمش.

الحكم عليه: الأثر بهذا السند صحيح، وإنما صححت حديث أبى سفيان طلحة لأن الراوى عنه هو الأعمش، وحديث الأعمش عنه صحيح. ولذا قد صحح الحافظ الأثر هنا وقال الألبانى فى تعليقه على الحديث فى تحقيق الإيمان لأبى عبيد صحيح على شرط مسلم.

وله طريق أخرى أخرجها ابن أبى عاصم فى السنة (2/ 459: 976) عن طريق يحيى بن عبادة، ثنا سعيد بن زيد، ثنا الجعد بن دينار أبو عثمان، حدثنا سليمان بن قيس اليشكرى الأعور، قال: سألت جابر بن عبد الله "هل كنتم ترون الذنوب شركا؟ فقال: معاذ الله ما كنا نزعم أن فى المصلين مشركا." قلت: يحيى بن عباد قال أبو حاتم: لا أعرفه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# ابنِ سیرین اورابراہیم نخعی کی روایت

جلیلُ القدر تابعی حضرت ابنِ سیرین سے روایت ہے کہ:

**مَا عَلِمۡتُ أَحَدًا مِنۡ أَصۡحَابِنَا تَرَکَ الصَّلَاةَ عَلٰى أَحَدٍ مِنۡ أَهۡلِ الۡقِبۡلَةِ**

(مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٦٦٢٤، كتاب الجنائز، باب الصلاة على ولد الزنا والمرجوم)

ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ ہمارے اصحاب میں سے کسی نے اہلِ قبلہ میں سے کسی کی نمازِ جنازہ کو ترک کیا ہو (عبدالرزاق)

اور تابعی حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ:

**لَمۡ يَكُوۡنُوۡا يَحۡجُبُوۡنَ الصَّلَاةَ عَلٰى أَحَدٍ مِنۡ أَهۡلِ الۡقِبۡلَةِ** (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٦٦١٥، كتاب الجنائز، باب الصلاة على ولد الزنا والمرجوم)

ترجمہ: صحابہ وتابعین اہلِ قبلہ میں سے کسی کی نمازِ جنازہ سے نہیں رکتے تھے (عبد الرزاق)

# اہلِ قبلہ واہلِ اھواء سے متعلق چند حوالہ جات وعبارات

جمہور مجتہدین اور فقہائے محققین کے نزدیک مذکورہ احادیث وروایات میں ''اہلِ قبلہ'' کے مفہوم میں اصولی طور پر اہلِ ھواء ''خوارج وروافض'' وغیرہ بھی داخل ہیں۔

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حدثنا أبو خيثمة، حدثنا عمر بن يونس، حدثنا عكرمة، حدثنا يزيد الرقاشي عن أنس بن مالك رضى الله عنه، قال: قلت له: يا أبا حمزة إن ناسا يشهدون علينا بالكفر والشرك، قال أنس رضى الله عنه: أولئك شر الخلق والخليقة.

تخريجه: ذكره البوصيرى فى الإتحاف (/1 ق 35 أ)

الحكم عليه: هذا الأثر بهذا السند ضعيف وعلته يزيد الرقاشي وهو ضعيف (المطالب العالية مع حاشية، ج١٢ ص٥٤٦ الى ٥٥٠، كتاب الإيمان والتوحيد، باب ترك تكفير أهل القبلة)

چنانچہ اہلُ السنۃ کے عقائد کے ترجمان ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں:

وقال "أهل السنة والاستقامة: إن الله يخرج أهل القبلة الموحدين من النار ولا يخلدهم فيها (مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ۲، ص ۳۵۵، اختلافهم فى تخليد الفساق فى النار)

ترجمہ: اور اھلُ السنة والاستقامة کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ قبلہ موحدین کو جہنم سے نکال دے گا، اوران کو جہنم میں ہمیشہ نہیں رکھے گا (مقالات الاسلامیین)

نیز ابوالحسن اشعری ہی ''الابانة عن اصول الديانة'' فرماتے ہیں:

وندين بالصلاة على من مات من أهل القبلة، برهم وفاجرهم، وتوارثهم (الإبانة عن أصول الديانة، ص ۳۲، فصل فى إبانة قول أهل الحق والسنة)

ترجمہ: اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اہلِ قبلہ میں سے جو کوئی فوت ہو جائے، نیک ہو، یا گناہ گار، اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اوران کی میراث جاری ہوگی (الابانہ)

ابوالحسن اشعری نے یہی بات ''مقالاتُ الاسلاميين واختلاف المصلين'' میں بھی فرمائی ہے۔ [1]

علاء الدین ابوالحسن مرداوی اپنی اصولِ فقہ سے متعلق تالیف میں فرماتے ہیں:

فائدة: المبتدعة أهل الأهواء ؛ إذا أطلق العلماء لفظة المبتدعة فالمراد به أهل الأهواء من الجهمية، والقدرية، والمعتزلة، والخوارج، والروافض ومن نحا نحوهم (التحبير شرح التحرير فى أصول الفقه، ج ۴، ص ۱۸۹۰، باب الاجماع، فى تكفير الصلوات الخمس والجمعة ما بينهما إذا اجتنبت الكبائر)

ترجمہ: فائدہ: مبتدعہ، اہلِ اہواء ہیں، جب علماء، لفظِ ''مبتدعہ'' کا اطلاق کرتے ہیں، تو اس سے مراد اہلِ اہواء ہوا کرتے ہیں، یعنی جہمیہ، قدریہ، معتزلہ، خوارج وروافض، اوران جیسے (دوسرے فرقوں کے) لوگ (التحبیر)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی حنفی ''ردُّ المحتار'' میں فرماتے ہیں کہ:

---

[1] ويرون الصلاة على كل من مات من أهل القبلة برهم وفاجرهم وموارثتهم (مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ۱، ص ۲۲۹، جملة قول أصحاب الحديث وأهل السنة)

أهـل الهـوى أهـل الـقبـلة الـذيـن لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة، وهم الـجبـرية والـقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة، وكل منهم اثـنـتـا عشـرة فـرقة فـصـاروا اثنين وسبعين (ردالـمـحـتـار عـلـى الـدر المختار، ج٦،ص٦٩٨، كتاب الوصايا،فصل فى وصايا الذمى وغيره)

ترجمہ: اہلِ ھواء، وہ اہلِ قبلہ ہیں، جن کے عقائد اہلُ السنۃ کے عقیدہ کے مطابق نہ ہوں، اور وہ جبریہ اور قدریہ اور روافض اور خوارج اور معطلہ اور مشبہۃ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں، اور اس طرح سے بہتّر فرقے بن جاتے ہیں (ردالمحتار)

اور علامہ ابنِ نجیم حنفی ''البحرُالرائق''میں فرماتے ہیں:

واعـلـم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ما ثبت عن أبى حنيفة والشـافـعـى مـن عـدم تـكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله على أن ذلك الـمـعـتـقـد نـفسـه كـفـر فـالـقـائل به قائل بما هو كفر، وإن لم يكفر (البحرالرائق، ج١ ص٣٧١، كتاب الصلاة، باب الامامة)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے ''اہلِ قبلہ مبتدعہ'' کی عدمِ تکفیر ثابت ہے، اس لیے جن عقائد پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے، ان سب کا محمل یہ ہے کہ یہ عقیدہ بذاتِ خود ''کفر'' ہے، جس کا قائل ایسی چیز کا قائل ہے، جو کہ کفر ہے، اگرچہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (البحرالرائق)

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:

هـذه الـفـروع الـمـنـقـولة فـى الـفتاوى من التكفير لم تنقل عن الفقهاء أى الـمـجتهـديـن وإنـمـا الـمـنقول عنهم عدم تكفير من كان من قبلتنا حتى لم يحكموا بتكفير الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم وسب أصحاب رسول الله -صـلى الله عليه وسلم -لـكونه عن تأويل وشبهة ولا عبـرـة بـغير المجتهدين (البـحـر الـرائـق شـرح كـنز الدقائق،ج١،ص٣٧١،كتاب الصلاة،باب الإمامة)

ترجمہ: یہ فروع جو فتاویٰ میں تکفیر سے متعلق منقول ہیں، یہ فقہائے مجتہدین سے منقول نہیں (اگرچہ ان متکفرین کی تعداد کتنی زیادہ کیوں نہ ہو) اور بس اُن مجتہدین سے تو، ان لوگوں کی عدمِ تکفیر منقول ہے، جو ہمارے اہلِ قبلہ میں سے

ہیں، یہاں تک کہ ان مجتہدین نے اُن خوارج پر بھی تکفیر کا حکم نہیں لگایا، جو مسلمانوں کے خونوں اور مالوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے سب وشتم کو حلال سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ تاویل اور شبہ کی وجہ سے ہے، اور غیر مجتہدین کے قول کا اعتبار نہیں (البحرالرائق)

اور فقہ حنفی کی درسِ نظامی کی کتاب ''شرحُ الوقایة'' میں ہے:

أهل الأهواء :أهل القبلةالذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة، وهم الجبرية والقدرية، والروافض، والخوارج، والمعطلة، والمشبهة، وكل منهم اثنا عشر فرقة، فصاروا اثنين وسبعين (شرح الوقاية، ج۴ص ۱۴۲، ۱۴۳، كتاب الشهادة، باب القبول وعدمه ، الناشر: مؤسسة الوراق، عمان، الاردن، الطبعة الأولىٰ:2006ء)

ترجمہ: ''اہلِ اہواء'' سے وہ اہلِ قبلہ مراد ہیں، جن کے عقائد، بعض چیزوں میں اہل السنۃ کے علاوہ ہوں، جیسا کہ جبریہ، اور قدریہ، اور روافض، اور خوارج، اور معطلہ، اور مشبہہ، اوران میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں، جس کے بعد وہ مجموعی طور پر بہتّر (۷۲) فرقے بن جاتے ہیں (شرح وقایہ)

اور فقہ حنفی کی تالیف ''مجمعُ الانهر'' میں ہے:

أهل القبلة الذين معتقدهم غير معتقد أهل السنة فى بعض الأمور كالجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة وكل منهم اثنى عشر فرقة على ما هو المذكور فى الكتب الكلامية (مجمع الانهر، ج۲، ص ۲۰۰، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل)

ترجمہ: اہلِ قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں، جن کے عقائد، بعض چیزوں میں اہل السنۃ کے علاوہ ہوں، جیسا کہ جبریہ، اور قدریہ، اور روافض، اور خوارج، اور معطلہ، اور مشبہہ، اوران میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں، جیسا کہ کتبِ کلامیہ میں مذکور ہے (مجمع الانہر)

اور فقہ حنفی کے درسِ نظامی کی کتاب ''الهداية'' کی شرح ''فتحُ القدير'' میں ہے:

واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ما ثبت عن أبى حنيفة

**والشافعي -رحمهم الله -من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر، فالقائل به قائل بما هو كفر، وإن لم يكفر** (فتح القدير على الهداية، ج ١، ص ٣٥١، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

ترجمہ: اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ جن اہلِ اہواء کے کفر کا ہم نے ذکر کیا، چونکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ سے ''اہلِ قبلہ مبتدعہ'' کی عدمِ تکفیر ثابت ہے، ان پر کفر کا محمل یہ ہے کہ یہ عقیدہ بذاتِ خود ''کفر'' ہے، جس کا قائل ایسی چیز کا قائل ہے، جو کہ کفر ہے، اگرچہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (فتح القدیر)

اور ''الهداية'' کی شرح ''فتحُ القدير'' میں ہی ایک مقام پر ہے:

**وجميع أهل الأهواء بعد كونهم من أهل القبلة، حكم وقفهم ووصاياهم حكم أهل الإسلام؛ ألا ترى إلى قبول شهاداتهم على المسلمين فهذا حكم بإسلامهم** (فتح القدير على الهداية، ج٦، ص ٢٠١، كتاب الشركة، فصل لا يؤدى أحد الشريكين زكاة مال الآخر إلا بإذنه)

ترجمہ: اور تمام اہلِ اہواء کے ''اہلِ قبلہ'' میں سے ہونے کے بعد، ان کے وقف، اور ان کی وصیتوں کو اہلِ اسلام کا حکم دیا جائے گا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان کی گواہیوں کو مسلمانوں کے خلاف قبول کیا گیا ہے، اور یہ ان کے مسلمان ہونے کا حکم لگانا ہے (فتح القدیر)

اور ''دررُ الحكام شرح غرر الاحكام'' میں ہے:

**(تقبل من أهل الأهواء) اعلم أن أهل الأهواء على ما ذكر في الكتب الكلامية أهل القبلة الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة وهم الجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة وكل منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنتين وسبعين فرقة وعندنا تقبل شهادتهم** (درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ٢، ص ٣٧٦، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه في الشهادات)

ترجمہ: اہلِ اہواء کی گواہی قبول کی جائے گی، اور یہ بات جان لینی چاہیے، جیسا کہ کتبِ کلامیہ میں مذکور ہے کہ ''اہلِ اہواء'' سے وہ اہلِ قبلہ مراد ہیں، جن کے عقائد، بعض چیزوں میں اہلُ السنۃ کے علاوہ ہوں، جیسا کہ جبریہ، اور قدریہ، اور روافض، اور خوارج، اور معطلہ، اور مشبہہ، اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے

ہیں، جس کے بعد وہ مجموعی طور پر بہتّر (۷۲) فرقے بن جاتے ہیں (دررالحکام)

اور ''حاشيةُ الشلبي'' میں ہے:

واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ما ثبت عن أبي حنيفة والشافعي عن عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وإن لم يكفر (حاشية الشلبي علىٰ تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۱۳۵، كتاب الصلاة، باب الإمامة والحدث في الصلاة)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ جن اہلِ اہواء کے کفر کا ہم نے ذکر کیا، چونکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے ''اہلِ قبلہ مبتدعہ'' کی عدمِ تکفیر ثابت ہے، ان پر کفر کا محمل یہ ہے کہ یہ عقیدہ بذاتِ خود ''کفر'' ہے، جس کا قائل ایسی چیز کا قائل ہے، جو کہ کفر ہے، اگرچہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (حاشیۃ الشلبی)

ابوالحسن اشعری کا بھی یہی موقف ہے، جو اہل السنۃ کے مذہب کے مطابق ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ:

نصر مذهب أهل السنة في أنه لا يكفر أحد من أهل القبلة ولا يخلدون في النار وتقبل فيهم الشفاعة ونحو ذلك (مجموع الفتاوى، ج۷، ص ۱۲۰، كتاب الإيمان الكبير، فصل في أن ابا الحسن الاشعري نصر قول جهم في الإيمان الخ)

ترجمہ: ابوالحسن اشعری نے اہلِ سنت کے مذہب کی اس بارے میں نصرت وتائید کی کہ وہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اور نہ ہی ان کو مخلد فی النار قرار دیتے، اور ان کے بارے میں شفاعت قبول کئے جانے وغیرہ کے قائل ہیں (مجموع الفتاویٰ)

اور امام غزالی (المتوفیٰ: 505ھ) ''بدايةُ الهداية'' میں فرماتے ہیں:

فإياك أن تلعن شيئا مما خلق الله تعالى من حيوان أو طعام أو إنسان بعينه، ولا تقطع بشهادتك على أحد من أهل القبلة بشرك أو كفر أو نفاق؛ فإن المطلع على السرائر هو الله تعالى، فلا تدخل بين العباد وبين الله تعالى، واعلم أنك يوم القيامة لا يقال لك :لِم لَمَ تلعن فلانا، ولم سكت عنه؟ بل لو لم تلعن ابليس طول عمرك، ولم تشغل لسانك بذكره لم تسأل عنه ولم تطالب به يوم القيامة .وإذا لعنت أحدا من خلق الله تعالى طولبت به(بداية الهداية، ص ۵۵، القسم الثاني، القول في اجتناب المعاصي، السادس :اللعن)

ترجمہ: پس تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی چیز پر بھی لعنت کرنے

سے بچاؤ، خواہ کوئی جانور ہو، یا کھانا ہو، یا متعین انسان ہو، اورتم اہلِ قبلہ میں سے کسی پر شرک، یا کفر، یا نفاق کی شہادت مت دو، کیونکہ راز داریوں پر مطلع ہونے والی، اللہ کی ذات ہے، اس لئے تم بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مداخلت مت کرو، اورتم یہ بات جان لو کہ آپ سے قیامت کے دن یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے فلاں پر لعنت کیوں نہیں کی تھی، اورتم نے خاموشی کیوں اختیار کی تھی، بلکہ اگر تم نے عمر بھر شیطان پر بھی لعنت نہ کی، اورتم نے اپنی زبان کو شیطان کے ذکر میں مشغول نہیں کیا، تب بھی تم سے اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا، اورتم سے قیامت کے دن اس کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، اور جب تم نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی پر لعنت کی، تو تم سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا (بدایۃ الھدایہ)

امام غزالی ''احیاءُ علوم الدین'' میں زبان کی آفتوں کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ینبغی للإنسان أن یکف لسانه عن أهل القبلة (إحیاء علوم الدین، ج۳، ص ۱۱۸، کتاب آفات اللسان)

ترجمہ: انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کو اہلِ قبلہ سے روک کر رکھے (احیاءعلوم الدین)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنی تالیف ''منھا جُ السنة'' میں فرماتے ہیں کہ:

تنازع الفقهاء فی الصلاة خلف أهل الأهواء، والفجور منهم من أطلق الإذن، ومنهم من أطلق المنع، والتحقیق أن الصلاة خلفهم لا ینهی عنها لبطلان صلاتهم فی نفسها لکن لأنهم إذا أظهروا المنکر استحقوا أن یهجروا، وأن لا یقدموا فی الصلاة علی المسلمین، ومن هذا الباب ترک عیادتهم، وتشییع جنائزهم کل هذا من باب الهجر المشروع فی إنکار المنکر للنهی عنه.

وإذا عرف أن هذا هو من باب العقوبات الشرعیة علم أنه یختلف باختلاف الأحوال من قلة البدعة، وکثرتها، وظهور السنة، وخفائها، وأن المشروع قد یکون هو التألیف تارة، والهجران أخری (منهاج السنة، ج۱، ص۶۳،۶۴، کلام عام عن الرافضة)

ترجمہ: فقہاء کا اہلِ اہواء، اور اہلِ فجور کے پیچھے نماز کے بارے میں اختلاف

ہے، ان میں سے بعض نے علی الاطلاق جائز قرار دیا، اور بعض نے علی الاطلاق ممنوع قرار دیا، اور تحقیقی بات یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز سے اس لئے منع نہیں کیا جائے گا کہ ان کی نماز فی نفسہٖ باطل ہے، بلکہ اس لئے منع کیا جائے گا کہ جب انہوں نے منکر کا اظہار کیا، تو وہ ہجران کے مستحق ہوگئے، اور نماز میں دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں مقدم ہونے کے مستحق نہیں رہے، اور اسی باب سے ان کی عیادت کا، اور ان کے جنازہ میں شرکت کا مسئلہ بھی ہے، یہ سب مسائل ہجرِ مشروع کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں، منکر کے انکار میں، روکنے کی وجہ سے اور جب آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ عقوباتِ شرعیہ کے باب سے تعلق رکھتا ہے، تو یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اس کا حکم احوال کے مختلف ہونے، یعنی بدعت کی قلت اور اس کی کثرت، اور سنت کے اظہار اور اس کے خفاء کی وجہ سے مختلف ہوجائے گا، اور یہ بھی کہ کبھی ''تالیف'' مشروع ہوتی ہے، اور کبھی ہجران مشروع ہوتا ہے

(منہاج السنۃ)

**علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنی تالیف ''منهاجُ السنة'' میں مختلف مقامات پر ''رافضہ'' کو بھی ''اہلِ قبلہ'' اور ''اهلُ الاهواء واهلُ البدعة'' کہا ہے۔** [1]

---

[1] طوائف أهل القبلة فى الرافضة(منهاج السنة ،ج۲،ص ۸۲،الفصل الثانى، الرد على القسم الثانى من المقدمة )

لا تجد فى طوائف أهل القبلة أعظم جهلا من الرافضة(منهاج السنة ،ج۲،ص۸۷،الفصل الثانى، الرد على القسم الثانى من المقدمة )

أهل الأهواء وهم الرافضة بأصنافها :غاليها وإماميها وزيديها (منهاج السنة ،ج۵،ص ۱۶۰ ،الفصل الثانى، فصل كلام الذام للخلفاء وللغيرهم من الصحابة )

وهو حال أهل البدع مع أهل السنة لا سيما الرافضة(منهاج السنة ،ج۲،ص۵۸،الفصل الثانى، الوجه الرابع أن يقال أهل السنة مع الرافضة كالمسلمين مع النصارى)

أهل البدع لا سيما الرافضة(منهاج السنة ،ج۳،ص ۴۳۰، الفصل الثانى، الكلام على قول الرافضى بإباحة أهل السنة للصلاة فى جلد الكلب)

وهكذا الرد على أهل البدع من الرافضة وغيرهم(منهاج السنة ،ج۵،ص ۲۳۹، الفصل الثانى، فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة)　﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ تالیف میں ''اھلُ السنة'' کے نظریہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

**وأهل السنة والحديث، وأئمة الإسلام المتبعون للصحابة، متوسطون بين هؤلاء وهؤلاء .لا يقولون بتخليد أحد من أهل القبلة فى النار، كما تقول الخوارج والمعتزلة**(منهاج السنة، ج۵،ص ۲۹۴، الفصل الثانى)

ترجمہ: اور اہلُ السنۃ والحدیث اور ائمۂ اسلام، صحابہ کی اتباع کرنے والے ہیں، جو اِن اور اِن (افراط وتفریط کرنے والوں) کے مابین متوسط طریقہ پر قائم ہیں، وہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کو بھی مخلد فی النار قرار نہیں دیتے، جیسا کہ خوارج اور معتزلہ قرار دیتے ہیں (منہاجُ السنۃ)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں اہلُ السنۃ کے اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

**لا يكفرون أهل القبلة بمطلق المعاصي والكبائر كما يفعله الخوارج؛ بل الأخوة الإيمانية ثابتة مع المعاصي**(مجموع الفتاوى، ج۳،ص ۱۵۱، كتاب مجمل اعتقاد السلف)

ترجمہ: اہلُ السنۃ، اہلِ قبلہ کی مطلق معاصی اور کبائر کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے، جیسا کہ خوارج تکفیر کرتے ہیں، بلکہ اخوتِ ایمانی، معاصی کے ساتھ بھی ثابت ہوتی ہے (مجموع الفتاویٰ)

اور ایک مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا:

**والصلاة على من مات من أهل القبلة سنة؛ ولا ننزل أحدا جنة ولا نارا حتى يكون اللّٰه ينزلهم؛ والمراء والجدال فى الدين بدعة**(مجموع الفتاوى، ج۵،ص ۷۸، كتاب الأسماء والصفات)

ترجمہ: اور اہلِ قبلہ میں سے جو فوت ہوجائے، اس کی نمازِ جنازہ سنت ہے، اور ہم کسی کو بھی جنت اور جہنم کا مستحق نہیں ٹھہراتے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُن کو خود ہی کسی کا مستحق بنادے، اور دین میں جنگ وجدل، بدعت ہے (مجموع الفتاویٰ)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وهو رأى أهل البدع من الرافضة والمعتزلة وغيرهم(منهاج السنة ،ج۶،ص ۱۱۸، الفصل الثانى، فصل كلام الرافضى أن عمر كان يأخذ بالرأى والحدس والظن)

كحال أهل البدع الرافضة وغيرهم(منهاج السنة ،ج۷،ص ۲۲۲، الفصل الثالث، فصل البرهان الخامس والعشرون "فسوف يأتى الله بقوم يحبهم ويحبونه "والجواب عليه)

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

**لكن الشخص المعين لا يشهد عليه بالوعيد فلا يشهد لمعين من أهل القبلة بالنار لجواز أن لا يلحقه الوعيد لفوات شرط أو ثبوت مانع فقد لا يكون التحريم بلغه وقد يتوب من فعل المحرم وقد تكون له حسنات عظيمة تمحو عقوبة ذلك المحرم وقد يبتلى بمصائب تكفر عنه وقد يشفع فيه شفيع مطاع. وهكذا الأقوال التي يكفر قائلها قد يكون الرجل لم تبلغه النصوص الموجبة لمعرفة الحق وقد تكون عنده ولم تثبت عنده أو لم يتمكن من فهمها وقد يكون قد عرضت له شبهات يعذره الله بها** (مجموع الفتاوى، ج۲۳، ص ۳۴۵، ۳۴۶، كتاب الفقه، باب الإمامة)

ترجمہ: لیکن شخصِ معین کے بارے میں وعید کی گواہی نہیں دی جاتی، پس اہلِ قبلہ میں سے کسی معین شخص کے لیے جہنم کی گواہی نہیں دی جائے گی، کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ اس کو وعید لاحق نہ ہو، کسی شرط کے فوت ہونے، یا کسی مانع کے ثابت ہونے کی وجہ سے، چنانچہ بعض اوقات کسی کو حرمت کا قول نہیں پہنچتا (جس کی وجہ سے وہ معذور ہوتا ہے) اور بعض اوقات وہ فعلِ حرام سے توبہ کر لیتا ہے، اور بعض اوقات اس کی عظیم نیکیاں ہوتی ہیں، جو اس کے اس حرام کی سزا کو مٹا دیتی ہیں، اور بعض اوقات کوئی مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا گناہ ختم ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات اس کے حق میں کوئی شفیع مطاع، شفاعت کر دیتا ہے، اور یہ اقوال، جن کی وجہ سے قائل کی تکفیر کی جاتی ہے، بعض اوقات کسی آدمی کو وہ نصوص نہیں پہنچتیں، جو حق کی معرفت کو ثابت کرنے والی ہوں، اور بعض اوقات اس کے پاس ایسی نصوص ہوتی ہیں، لیکن اس کے نزدیک وہ ثابت نہیں ہوتیں، یا وہ ان کی فہم پر قادر نہیں ہوتا، اور بعض اوقات اس کو ایسے شبہات پیش آ جاتے ہیں، جو اللہ کے نزدیک عذر کا باعث بن جاتے ہیں (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد، علامہ ابنِ قیم نے فرمایا:

**ويرون الصلاة على كل من مات من أهل القبلة مؤمنهم وفاجرهم** (حادى الأرواح إلى بلاد الأفراح، ص ۱۵، الباب الأول: في بيان وجود الجنة الآن)

ترجمہ: اور اہلُ السنۃ ہر اس شخص پر نمازِ جنازہ کے قائل ہیں، جو اہلِ قبلہ میں سے ہو، خواہ وہ شخص ان کا مومن (ومتقی) ہو، اور خواہ ان کا فاجر ہو (حادی الارواح)

جمہور فقہائے کرام نے یہ حکم ہر دور میں پے در پے بیان فرمایا ہے، اور اس حکم سے روافض ''واثناعشریہ'' کو خارج نہیں کیا، جبکہ وہ حضرات ''شیعہ وروافض'' کے فرقہائے مختلفہ اور ان کے عقائدِ متفرقہ سے واقف تھے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

افسوس کہ اہلِ قبلہ کی عدمِ تکفیر، جو متقدمینِ اہل السنۃ کا، دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں ایک طرح کا طرۂ امتیاز وشعار سمجھا جاتا تھا، آج بعض اہل السنۃ نے، چند تسامحات کی بنیاد پر اس کو نظر انداز کر دیا، اور بعض اس حد تک غلو کا شکار ہو گئے کہ جو ان کے قول کی نصرت وحمایت نہ کرے، اسے بھی اہل السنۃ سے خارج قرار دینے کے در پے ہو گئے۔

مذکورہ حوالہ جات وعبارات کی روشنی میں کسی لومۃِ لائم کے بغیر ہم برملا اور پرزور انداز میں مذکورہ محققین وفقہائے کرام کی اتباع کرتے ہوئے، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ دیگر اہلِ قبلہ فرقوں کی طرح ''شیعہ وروافض'' کی بھی علی الاطلاق تکفیر نہیں کرتے، اور نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ماضی قریب کے جن بزرگوار علماء نے شیعہ وروافض کی علی الاطلاق تکفیر کی، جبکہ ان کو جمہور مجتہدین نے اہلِ قبلہ میں داخل مانا، ہم ان بزرگوں کے بجائے، جمہور مجتہدین کی ہی اتباع کرتے ہیں، اور جس طرح مندرجہ بالا فقہاء حضرات کا اپنے سے سابق بزرگوں کے تکفیر پر مشتمل قول کو مجتہدین کے مقابلہ میں مرجوح قرار دینا بے ادبی میں داخل نہیں، اسی طرح ماضی قریب کے ان اکابر کے قول کو مرجوح قرار دینا بھی بے ادبی نہیں، ورنہ تو اس بے ادبی کے پہلے مرتکب وہ حضرات کہلائیں گے، جنہوں نے غیر مجتہد ہو کر اپنے مجتہدین کے خلاف قول کو اختیار کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس طرح بے ادبی کے الزامات علم وتحقیق کے شعبہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے، جن کو آج کے دور میں کم علم، یا متعصب حضرات کی طرف سے بنیاد بنایا جاتا ہے۔

## (باب نمبر1)

# اختلاف واحتمالِ کفر پر فقہی حکم

فقہائے کرام اور بالخصوص فقہائے حنفیہ نے تکفیرِ اہلِ قبلہ، یا تکفیرِ مسلم کے بارے میں نہایت احتیاط کا حکم بیان فرمایا ہے، جس کے ضمن میں یہ حکم بھی ہے کہ اگر کسی مسلم میں کفر کے سو (100) احتمالات ہوں، جن میں ایک احتمال، اسلام کا، اور باقی احتمالات کفر کے ہوں، یا کسی کے کفر، اور عدمِ کفر میں اختلاف ہو، تو ان صورتوں میں مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ اپنے فتویٰ اور فیصلہ میں عدمِ کفر کی طرف مائل ہو۔ [1]

---

[1] اور یہ بحث ان افراد کے متعلق ہے، جن کے متعلق متعین طور پر نصوص میں کفر، یا اسلام کا حکم وارد نہ ہوا ہو، اور ان میں اہل السنۃ کے نزدیک اختلاف واقع ہو، لیکن جن افراد کے متعلق اہلُ السنۃ کے نزدیک، نص کی دلالت، یا معتبر حدیث میں کوئی متعین حکم وارد ہو، وہاں اسی کو ترجیح حاصل ہوگی، اور اس کے برخلاف کسی کا اختلاف کرنا راجح نہ کہلائے گا، کیونکہ وہ مسئلہ دراصل ایمان، یا کفر کے ثبوت سے تعلق رکھتا ہے، اور ہماری یہاں بحث ان افراد کے متعلق ہے، جن کا تعلق بظاہر اسلام، اور اہلِ قبلہ سے ہے، اور ان کے کفر میں اختلاف واقع ہوا، جن کے کفر کا نص میں فیصلہ کر دیا گیا، وہ اس بحث سے خارج ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، جو تکفیرِ مسلم کے بارے میں احتیاط کا حکم دیا گیا ہے، اس سے وہ افراد خارج ہیں، جن کے بارے میں خود، اللہ اور اس کے رسول نے کفر کا حکم واضح فرما دیا، کیونکہ اس کا تعلق غیب کی ان خبروں سے ہے کہ ان کے مقابلہ میں کسی کے اجتہاد وقیاس اور عقل کو ترجیح دیا جانا راجح نہیں، البتہ جن اصحابِ علم نے، نیک نیتی کے ساتھ اپنے اجتہاد کی رو سے، ایسے افراد پر ایمان کا حکم لگایا، ہم ان سے اختلاف کرنے اور ان کے قول کو مرجوح قرار دینے کے باوجود، ان کو معذور و مخطی سمجھتے ہیں، اور ان کو ''عاصی'' قرار نہیں دیتے، اور نہ ہی ان کی شان میں بے ادبی و گستاخی کو روا سمجھتے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (سورة الأحزاب، رقم الآية ٣٦)

وإنما نجزم القول فی حق من جاء فيه نص عن رسول الله عليه السلام (المفاتيح فی شرح المصابيح، ج٣، ص ١٨٢، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة)

ولا دخل للعقل هنا، والشرع فلم يأتنا خبر ناهض تقوم به حجة، فماذا بقى لک؟ (نثل النبال بمعجم الرجال الذين، ج٤، ص ٥١٩، رقم الترجمة ٥١٢٩، تحت ترجمة ''محمد بن أحمد القرطبی'')

محمد رضوان۔

اور یہ طریقہ کسی طبقہ، یا فرقہ کی ضلالت وگمراہی کی تائید میں داخل نہیں، بلکہ شریعت وفقہ کا ایک اہم حکم ہے، خواہ کسی کے جذبات اس کے برخلاف ہی کیوں نہ ہوں، اور خواہ متشددین ومتعصبین اس پر ہمارے خلاف مختلف قسم کی الزام تراشیاں کیوں نہ کریں، جیسا کہ اب تک بہت سے الزامات واتہامات ہماری طرف منسوب کئے جاچکے ہیں، اس سے مذکورہ مسئلہ پر فرق نہیں پڑتا، اس پر بھی اللہ کی ذاتِ عالی سے اجر وثواب کی امید ہے، باقی ہر ایک کے بارے میں بروزِ قیامت حساب وکتاب ہوکر ان شاء اللہ تعالیٰ، معاملہ صاف ہوجائے گا۔

اس سلسلہ میں فقہائے کرام کی تصریحات وعبارات جو ہمارا مستدل ہیں، وہ تو بہت زیادہ ہیں۔

ذیل میں فقہائے کرام کی صرف چند تصریحات وعبارات نقل کی جاتی ہیں۔

## ’’ردُّ المحتار‘‘ کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ’’ردُّ المحتار‘‘ میں فرماتے ہیں:

**إذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم** (ردالمحتار، ج۴ص ۲۲۴، کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: جب مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ کفر سے منع کرتی ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس وجہ کی طرف مائل ہو، جو تکفیر سے منع کرتی ہے، مسلمان سے حسنِ ظن کو اختیار کرتے ہوئے (ردُّ المحتار)

## ’’ردُّ المحتار‘‘ کا ایک اور حوالہ

نیز علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ’’ردُّ المحتار‘‘ میں ہی فرماتے ہیں:

**(قوله ولو رواية ضعيفة) قال الخير الرملى :أقول ولو كانت الرواية لغير أهل مذهبنا، ويدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه (قوله كما حرره في البحر) قدمنا عبارته قبيل قوله وشرائط صحتها (قوله**

**وجوه) أى احتمالات لما مر فى عبارة البحر عن التتارخانية أنه لا يكفر بالمحتمل**(ردالمحتار، ج۴ص۲۳۰، کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: مصنف کا یہ قول کہ ''اگر چہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو'' خیر رملی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر چہ وہ روایت ہمارے مذہب کے علاوہ کی کیوں نہ ہو، اور اس بات پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ کفر کو ثابت کرنے کے لئے ''مجمع علیہ'' چیز کا پایا جانا شرط ہے، مصنف کا یہ قول کہ ''جیسا کہ البحر میں تحریر ہے'' ہم اس کی عبارت ''وشرائط صحتها '' کے قول سے کچھ پہلے ذکر کر چکے ہیں، مصنف کا یہ قول کہ ''مختلف وجوہات'' یعنی مختلف احتمالات، جیسا کہ البحر کی عبارت میں تتارخانیہ کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ محتمل کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی (ردُّ المحتار)

اسی بحث میں آگے چل کر ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**إذا كان فى المسألة خلاف ولو رواية ضعيفة، فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير** (ردالمحتار، ج۴ص۲۳۷، کتاب الجهاد، باب المرتد،مطلب مهم فى حكم سب الشيخين)

ترجمہ: جب ایک مسئلہ میں اختلاف ہو، اگر چہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو (ردُّ المحتار)

پھر مندرجہ بالا بات کی یاددھیانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**وتقدم أن المراد بالاختلاف ولو رواية ضعيفة ولو فى غير المذهب**(ردالمحتار، ج۴ص۲۴۷، کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: اور یہ بات گذر چکی ہے کہ اس سے مراد، اختلاف ہے، اگر چہ وہ ضعیف روایت پر ہی مبنی کیوں نہ ہو، اور اس سے بڑھ کر اگر چہ وہ ضعیف روایت دوسرے مذہب کی کیوں نہ ہو (ردُّ المحتار)

تکفیر ثابت ہونے کے لئے مجمع علیہ چیز کے شرط ہونے کی بات علامہ ابنِ حجر کے حوالہ سے بھی آگے آتی ہے۔

# ''البحرُ الرائق'' کا حوالہ

اور ''کنزُ الدقائق'' کی شرح ''البحر الرائق'' میں ہے:

**فی الخلاصة أن المسألة إذا کان فیها وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع فعلی المفتی أن یمیل إلی ذلک الوجه**(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۱، ص ۲۰۷، کتاب الطهارة، باب الحیض)

ترجمہ: خلاصہ میں ہے کہ جب مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ کفر سے منع کرتی ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس تکفیر سے منع کرنے والی وجہ کی طرف مائل ہو(البحر الرائق)

# ''البحرُ الرائق'' کا ایک اور حوالہ

اور ''کنزُ الدقائق'' کی شرح ''البحرُ الرائق'' میں ہی ایک مقام پر ہے:

**وفی الخلاصة وغیرها إذا کان فی المسألة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم** (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۵، ص ۱۳۴، کتاب السیر، باب احکام المرتدین)

ترجمہ: اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جب مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ کفر سے منع کرتی ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس وجہ کی طرف مائل ہو، جو تکفیر سے منع کرتی ہے، مسلمان سے حسنِ ظن کرتے ہوئے(البحر الرائق)

# ''لسانُ الحکام'' کا حوالہ

اور ''لسانُ الحکام'' میں ہے:

**اذا کان فی المسألة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع فعلی المفتی أن یمیل الی ذلک الوجه** (لسان الحکام، ص ۴۱۴، الفصل السابع والعشرون فیما یکون إسلاما من الکافر وما لا یکون وما یکون کفرا من المسلم ومالا یکون )

ترجمہ: جب مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ کفر

سے منع کرتی ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس تکفیر سے منع کرنے والی وجہ کی طرف مائل ہو (لسان الحکام)

## ''غمزُ عیون البصائر'' کا حوالہ

اور ''الاشباہ والنظائر'' کی شرح ''غمزُ عیون البصائر'' میں ہے:

**ثـم اعلم أنه إذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه لا يوجب فعلى الـمـفـتـى أن يـميل إلى الوجه الذى يمنعه تحسينا للظن بالمسلم** (غمز عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر ،ج ۲،ص ۱۸۹، ۱۹۰، الفن الثانى، كتاب السير، باب الردة)

ترجمہ: پھر یہ بات جان لینی چاہیے کہ جب مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ کفر کو ثابت نہ کرتی ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس وجہ کی طرف مائل ہو، جو تکفیر سے منع کرتی ہے، مسلمان سے حسنِ ظن کرتے ہوئے (غمز)

پھر اسی ضمن میں یہ بھی ہے کہ:

**ولو كانت تلك الرواية لغير أهل مذهبنا ويدل على ذلك اشتراط كون ما يـوجـب الكفر مجمعا عليه** (غـمـز عيـون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر ،ج ۲،۱۹۰، الفن الثانى، كتاب السير، باب الردة)

ترجمہ: اگرچہ وہ روایت ہمارے علاوہ مذہب کی ہی کیوں نہ ہو، جس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ کفر ثابت ہونے کے لئے مجمع علیہ چیز کا ہونا شرط ہے (غمز)

## ''غمزُ عیون البصائر'' کا ایک اور حوالہ

اور ''الاشباہ والنظائر'' کی شرح ''غمزُ عیون البصائر'' میں ہی ایک مقام پر ہے:

**ولا يعذر بالجهل وقـال بعضهم لا يكفر والجهل عذر وبه يفتى لأن المفتى مـأمـور أن يميل إلى القول الذى لا يوجب التكفير ولو لم يكن الجهل عذرا الـحـكم على الجهال أنهم كفار لأنهم لا يعرفون ألفاظ الكفر ولو عرفوا لم يتكلموا. قال بعض الفضلاء وهو حسن لطيف** (غمز عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر ،ج ۳،ص ۳۰۴، الفن الثالث، حقيقة الجهل وأقسامه)

ترجمہ: اور جہل عذر نہیں، اور بعض نے فرمایا کہ تکفیر نہیں کی جائے گی، اور جہل عذر ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، کیونکہ مفتی اس بات پر مامور ہے کہ وہ اس قول کی طرف مائل ہو، جو تکفیر کو ثابت نہیں کرتا، اور اگر جہل کو عذر شمار نہ کیا جائے، تو جہلاء پر کافر ہونے کا حکم لگانا پڑے گا، کیونکہ وہ کفر کے الفاظ سے متعارف نہیں ہیں، اور اگر وہ متعارف ہو جائیں، تو یہ الفاظ نہ بولیں، اور بعض فضلاء نے اس کو عمدہ توجیہ قرار دیا ہے (غمز)

## ’’جامعُ الفصولین‘‘ کا حوالہ

اور ’’جامعُ الفصولین‘‘ میں ہے:

**ثم اعلم أنه لو كان فى المسألة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسيناً للظن بالمسلم** (جامع الفصولين، ج ۲، ص ۱۶۴، الفصل الثامن والثلاثون فى مسائل الكلمات الكفرية)

ترجمہ: پھر یہ بات جان لینی چاہیے کہ جب مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ کفر سے منع کرتی ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس وجہ کی طرف مائل ہو، جو تکفیر سے منع کرتی ہے، مسلمان سے حسنِ ظن کرتے ہوئے

(جامع الفصولین)

## ’’نصابُ الاحتساب‘‘ کا حوالہ

اور ’’نصابُ الاحتساب‘‘ میں ہے:

**وأما ما يتعلق بالمفتى والقائل يجب أن يعلم أنه إذَا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم** (نصاب الاحتساب، ص ۱۹۲، الُباب التاسع عشر فى الاحتساب على من يتكلم بكلمات الكفر)

ترجمہ: اور جن چیزوں کا مفتی اور قائل سے تعلق ہے، واجب ہے کہ ان کا بھی علم

ہو، وہ یہ ہے کہ جب مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ کفر سے منع کرتی ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس وجہ کی طرف مائل ہو، جو تکفیر سے منع کرتی ہے، مسلمان سے حسنِ ظن کرتے ہوئے (نصاب الاحتساب)

## ''نصابُ الاحتساب'' کا ایک اور حوالہ

اور'' نصابُ الاحتساب ''میں ہی ایک مقام پر ہے:

**وأما ما فيها خلاف فتركتها لأنه إذَا كان مختلفا فيه فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير** (نصاب الاحتساب، ص ٣٨٦،الباب التاسع والخمسون: فصل :فى كلمات الكفر)

ترجمہ: اور جب کسی کے کفر میں اختلاف ہو، تو میں اس کو ترک کر دیتا ہوں، کیونکہ جب کسی کے کفر میں اختلاف ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو (نصاب الاحتساب)

## ''النهرُ الفائق'' کا حوالہ

اور'' كنزُ الدقائق'' کی شرح'' النهرُ الفائق''میں ہے:

**لا يفتى بتكفير مسلم أمكن حمله كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بها وقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء منها انتهى.**

**وهو مأخوذ مما فى (الخلاصة) وغيرها إذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد لا يوجبه فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير انتهى، غير أنه يجوز أن يراد بالوجوه الأقوال والاحتمالات لكن يؤيد الأول. لكن يؤيد الأول ما فى (الصغرى) الكفر شىء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لا يكفر** (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، ج٣، ص ٢٥٢، ٢٥٣، كتاب الجهاد، باب المرتدين)

ترجمہ: مسلم کی تکفیر پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جب تک اس کے کلام کو اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، اگرچہ اس کے عدمِ کفر کی ایک

ضعیف روایت کیوں نہ ہو، پس اس بناء پر، جو اکثر کفر کے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں، ان پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا، اور میں نے اپنے اوپر یہ لازم کرلیا ہے کہ میں ان الفاظ میں سے کسی پر کفر کا فتویٰ نہیں دوں گا، انتھٰی۔

اور یہ (یعنی کفر میں اختلاف ہونے، اور عدمِ کفر کی ایک ضعیف روایت ہونے وغیرہ پر عدمِ کفر کی ترجیح ہونے کی) بات خلاصہ، وغیرہ سے لی گئی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی وجوہات ہوں، جو کفر کو ثابت کرتی ہوں، اور ایک وجہ کفر کو ثابت نہ کرتی ہو، تو مفتی پر واجب ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو، انتھٰی۔

اور یہ بات جائز ہے کہ ''مختلف وجوہ'' سے ''مختلف اقوال'' اور ''مختلف احتمالات'' مراد ہوں۔

لیکن پہلی صورت (یعنی کفر وعدمِ کفر میں میں اختلاف ہونے) کی تائید ''صغریٰ'' کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کفر عظیم چیز ہے، پس میں مومن کو اس وقت بھی کافر قرار نہیں دیتا، جب میں ایک روایت عدمِ کفر کی پاؤں (النہر الفائق)

## ''فتحُ القدیر'' کا حوالہ

اور ''الھدایة'' کی شرح ''فتحُ القدیر'' میں ہے:

ولا شک أنـه يـجب أن يحتاط فی عدم تكفير المسلم حتى قالوا :إذا كان فـی المسألة وجوه كثيرة توجب التكفير ووجه واحد يمنعه علی المفتی أن يميل إليه (فتح القدیر، ج۵ص ۳۱۵، کتاب الحدود،باب حد الشرب)

ترجمہ: اور اس بات میں شک نہیں کہ تکفیرِ مسلم میں احتیاط واجب ہے، فقہاء نے تو یہاں تک فرمادیا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی وجوہات کفر کو ثابت کرتی ہوں، اور ایک وجہ کفر سے منع کرتی ہو، تو مفتی پر واجب ہے کہ وہ کفر سے منع کرنے والی وجہ کی طرف مائل ہو (فتح القدیر)

# ''حاشیۃُ الشرنبلالی'' کا حوالہ

اور ''حاشیۃُ الشرنبلالی علی دررالحکام'' میں ہے:

(ثم إذا كان في المسألة وجوه توجب الإكفار ووجه واحد يمنعه يميل العالم إلى ما يمنعه) أي يجب عليه لما قال في مختصر الظهيرية على المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمؤمن (حاشية الشرنبلالية على درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ١، ص ٣٢٤، كتاب الكراهية والاستحسان)

ترجمہ: پھر جب مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ کفر سے منع کرتی ہو، تو عالم کو اس وجہ کی طرف مائل ہونا چاہیے، جو تکفیر سے منع کرتی ہے، یعنی عالم پر واجب ہے، جیسا کہ ''مختصرا لظهيرية'' میں ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ وہ اس وجہ کی طرف مائل ہو، جو تکفیر سے مانع ہو، مومن سے حسنِ ظن کرنے کی بناء پر (حاشیة الشرنبلالی)

# ''فتحُ الباری'' کا حوالہ

اور علامہ ابنِ حجر عسقلانی ''صحیح بخاری'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

وأما البدعة فالموصوف بها أما أن يكون ممن يكفر بها أو يفسق فالمكفر بها لا بد أن يكون ذلك التكفير متفقا عليه من قواعد جميع الأئمة (فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج ١، ص ٣٨٥، الفصل التاسع في سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

ترجمہ: جہاں تک بدعت کا تعلق ہے، تو بدعت کے ساتھ متصف شخص، یا تو ان لوگوں میں سے ہوگا، جس کی بدعت کے باعث تکفیر کی جائے گی، یا تفسیق کی جائے گی، پس جس بدعت کی وجہ سے تکفیر کی جائے گی، ضروری ہے کہ وہ تکفیر متفق علیہ ہو، تمام ائمہ کے قواعد پر مبنی ہو (فتح الباری)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی تکفیر کے لئے اتنا کافی نہیں کہ کسی نے تکفیر کر دی ہو، بلکہ اس کے

لئے، ضروری ہے کہ وہ تکفیر متفق علیہ ہو، اور تمام ائمہ کے قواعد پر مبنی ہو، یہی بات علامہ ابنِ عابدین شامی کے حوالہ سے بھی گذر چکی ہے۔

اور ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آنے والی تفصیل سے یہ بات ظاہر ہوگی کہ شیعہ وروافض کی علی الاطلاق تکفیر ’’متفق علیہ، اور تمام ائمہ کے قواعد پر مبنی تو کیا ہوتی، اس کے برخلاف موقف پر جمہور مجتہدین ومحققین کا اتفاق ہے، اور ’’مجتہدین‘‘ کے مقابلہ میں ’’غیر مجتہدین‘‘ کا قول راجح نہیں کہلایا کرتا۔

## علامہ ابنِ نجیم، اور ملا علی قاری حنفی کا حوالہ

علامہ ابنِ نجیم حنفی ’’كنزُ الدقائق‘‘ کی شرح ’’البحرُ الرائق‘‘ میں فرماتے ہیں:

**هـذه الـفـروع الـمـنـقـولة فـى الـفتاوى من التكفير لم تنقل عن الفقهاء أى الـمـجتهـديـن وإنـمـا الـمـنقول عنهم عدم تكفير من كان من قبلتنا حتى لم يحكموا بتكفير الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم وسب أصحاب رسول الله -صـلى الله عليه وسلم -لـكونه عن تأويل وشبهة ولا عبـرـة بـغير المجتهدين** (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۱، ص ۳۷۱، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

ترجمہ: یہ فروع جو فتاویٰ میں تکفیر سے متعلق منقول ہیں، یہ فقہائے مجتہدین سے منقول نہیں (اگرچہ ان کی تعداد کتنی زیادہ کیوں نہ ہو) اور اُن مجتہدین سے تو، ان لوگوں کی عدمِ تکفیر منقول ہے، جو ہمارے اہلِ قبلہ میں سے ہیں، یہاں تک کہ ان مجتہدین نے اُن خوارج پر بھی تکفیر کا حکم نہیں لگایا، جو مسلمانوں کے خونوں اور مالوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے سب وشتم کو حلال سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ تاویل اور شبہ کی وجہ سے ہے، اور غیر مجتہدین کے قول کا اعتبار نہیں (البحر الرائق)

اور ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ’’شم العوارض‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

**مـا اشتهـر عـلى ألسنة العوام من أن سب الشيخين كفر، فلم أر نقله صريحا**

ولا روايته ضعيفا ولا حسنا ولا صحيحا، وعلى تقدير ثبوته وتسليم صحته، فلا ينبغي أن يحمل على ظاهره؛ لاحتمال ما تقدم من التأويلات فى كفر تارك الصلاة، إذ لو حمل الأحاديث كلها على الظواهر، لأشكل ضبط القواعد وحفظ النوادر، وحيث يدخل منه الاحتمال لا يصلح الاستدلال، لا سيما فى قتل المسلم وتكفيره، وقد قيل: لو كان تسعة وتسعون دليلا على كفر أحد، ودليل واحد على إسلامه، ينبغي للمفتى أن يعمل بذلك الدليل الواحد؛ لأن خطأه فى خلاصه خير من خطئه فى حده وقصاصه.

لا يقال كيف نسبت قول سب الشيخين كفر إلى العوام، مع أنه مذكور فى بعض كتب الفتاوى لبعض الأعلام، فإنا نقول: لم أر نقله إلا من المجهولين الذين هم فى طريق التحقيق غير مقبولين، فلا يعتبر فى باب الاعتقاد الذى مداره على ما يصح به الاعتماد.

والحاصل: أنه ليس بمنقول عن أحد من أئمتنا المتقدمين كأبى حنيفة وأصحابه، وأما غيرهم فهم رجال ونحن رجال، فلا نقلد قولهم من غير دليل عقلى ونقلى، يؤتى به من طريق ظنى أو قطعى، مع أنه مخالف للأدلة القطعية والظنية المأخوذة من الكتاب والسنة المروية التى تفيد فى العقائد الدينية أو تفيد فى القواعد الفقهية، فإن ما ورد فيها إما ضعيف فى سنده أو مؤول فى مستنده، لئلا يعارض القواعد الشرعية، فإن القول بالتكفير معارض لما نص عليه أبو حنيفة فى (الفقه الأكبر)، موافق لما عليه جمع المتكلمين من أهل القبلة لا يكفر، وعليه الأئمة الثلاثة من مالك والشافعى وأحمد، وسائر أهل العلم المعتمد فى المعتقد .

وقد صرح العلامة التفتازانى فى (شرح العقائد) بأن سب الصحابة بدعة وفسق ، وكذا صرح أبو الشكور السالمى فى (تمهيده) أن سب الصحابة ليس بكفر............فهذا تحقيق هذه المسألة المشكلة على ما ذكر فى (المواقف)

وأما ما فى كتب العقائد، فمن اعتقد غير هذا فليحذر عقيدته وليتب عن تعصبه وحماقته، ويترك حمية جاهليته، وإلا فيلهث غيظا على حقده وحسده وطغيته، ويدفن فى تربة خباثته ونجاسته ظنيته إلى أن يتبين بطلان مظنته فى ساعة قيامته (يوم تبلى السرائر)فيظهر ضمائر ويتميز الكفر من الإسلام والكبائر من الصغائر.

ثم من ادعٰى بطلان هذا البيان، فعليه أن يظهر فى ميدان البرهان، إما بتقرير اللسان هو، وإما بتحرير البيان والله المستعان، والحق يعلو ولا يعلى إلا البطلان (شم العوارض فى ذم الروافض، ص ۳۳ الیٰ ۳۷،إثبات كفر من سب الصحابة عموما أو الشيخين خصوصا)

ترجمہ: جو یہ بات عوام کی زبانوں پر مشہور ہے کہ جو شخص شیخین (یعنی حضرت

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو سبّ وشتم کرے، تو وہ کافر ہے، تو میں نے اس کو صراحتاً منقول نہیں دیکھا، اور نہ اس کی کوئی ضعیف روایت دیکھی، اور نہ ہی اس طرح کی کوئی حسن اور صحیح روایت دیکھی، اور اگر اس کے ثبوت کو فرض بھی کرلیا جائے، اور اس کی صحت کو تسلیم بھی کرلیا جائے، تو اس کو ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں اس طرح کی تاویلات کا احتمال ہے، جو نماز ترک کرنے والے کے کفر کے متعلق مذکور ہیں، کیونکہ اگر تمام احادیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے، تو قواعد کا ضبط کرنا اور نوادر کو محفوظ کرنا مشکل ہے، اور جب احتمال داخل ہوجائے، تو اس میں استدلال کی صلاحیت نہیں رہتی، خاص طور پر مسلمان کے قتل کرنے اور اس کو کافر قرار دینے کے مسئلہ میں، اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر کسی کے کفر پر ننانویں دلیلیں ہوں، اور ایک دلیل اس کے اسلام کی ہو، تو مفتی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اس ایک دلیل کے مطابق عمل کرے، کیونکہ اس شخص کے خلاصی پانے کے متعلق خطاء کا ہوجانا بہتر ہے، اس کی حد اور قصاص کے متعلق خطا ہونے سے۔

یہاں یہ بات نہیں کہی جائے گی کہ شیخین کو سبّ وشتم کرنے کے کافر ہونے کی نسبت عوام کی طرف کیسے کردی گئی، باوجودیکہ یہ بعض اہلِ علم کی کتبِ فتاویٰ میں مذکور ہے؟ کیونکہ ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ اس کی نقل صرف ان مجہول لوگوں کی طرف سے پائی جاتی ہے، جو تحقیق کے میدان میں مقبول نہیں ہیں، پس اعتقاد کے باب میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا، جس کا مدار اعتماد کے صحیح ہونے پر ہے۔

اور حاصل یہ ہے کہ ہمارے ائمہ متقدمین، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے یہ بات منقول نہیں ہے، رہا ان متقدمین کے علاوہ دیگر لوگوں کا قول، تو وہ بھی انسان ہیں، اور ہم بھی انسان ہیں، ہم ان کی بغیر ایسی عقلی ونقلی دلیل کے تقلید نہیں کریں گے، جو ظنی، یا قطعی طریقہ سے وارد ہوئی ہو، باوجودیکہ ان کی یہ بات ان قطعی اور ظنی دلائل کے مخالف ہے، جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں، اور

وہی دینی عقائد کے اندر مفید ہیں، یا قواعدِ فقہیہ کے اندر مفید ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں جو کچھ وارد ہے، یا تو اس کی سند ضعیف ہے، یا اس کا مستند، مؤول ہے، تاکہ وہ شرعی قواعد کے معارض نہ ہو، کیونکہ تکفیر کا قول اس کے معارض ہے، جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ''**الفقہُ الاکبر**'' میں صاف طور پر منقول ہے، اور متکلمین کی جماعت کے موافق ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور دوسرے ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور تمام اہلِ علم کا بھی یہی قول ہے، جن پر عقیدے کے معاملہ میں اعتماد کیا جاتا ہے۔

اور علامہ تفتازانی نے ''**شرحُ العقائد**'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کو سبّ وشتم کرنا بدعت اور فسق ہے، اور اسی طرح سے ابوالشکور سالمی نے اپنی ''**تمہید**'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کو سبّ وشتم کرنا کفر نہیں۔......

پس اس مشکل مسئلے میں یہی تحقیق ہے، اس کے مطابق جو ''**المواقف**'' میں مذکور ہے۔

اور جہاں تک عقائد کی کتب میں مذکور اصول کا تعلق ہے، تو جو شخص اس کے علاوہ کوئی دوسرا عقیدہ رکھے گا، تو اسے اپنے عقیدے سے ڈرنا چاہیے، اور اپنے تعصب اور حماقت سے توبہ کرنی چاہیے، اور جاہلیت کی حمیت کو ترک کرنا چاہیے، ورنہ تو اسے چاہیے کہ اپنے غیظ وغضب کی زبان، اپنے کینے اور حسد وعداوت پر نکالے، اور اپنے گمان کو اپنی خباثت اور نجاست میں دفن کردے، یہاں تک کہ قیامت کے وقت اس کے گمان کا بطلان ظاہر ہوجائے، جس دن کہ پوشیدہ رازوں کی جانچ پڑتال ہوگی، پس چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہوجائیں گی، اور کفر، اسلام کے مقابلے میں، اور کبیرہ، صغیرہ کے مقابلے میں ممتاز ہوجائیں گے۔

پھر جو شخص اس بیان کے بطلان کا دعویٰ کرے، تو اس پر لازم ہے کہ دلیل اور برہان کے میدان میں اس کا اظہار کرے، یا تو زبان سے تقریر کرکے، یا بیان سے تحریر کرکے، اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے، اور حق غالب ہوکر رہتا ہے،

مغلوب نہیں ہوتا، سوائے بطلان کے(شم العوارض)

## ''فواتحُ الرحموت واحکامُ القنطرۃ'' کا حوالہ

اور''مسلم الثبوت'' کی شرح''فواتحُ الرحموت''میں ہے کہ:

(وعليه) أى على عدم التكفير (جمهور الفقهاء والمتكلمين وهو الحق)

(فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج٢ص ٤٢٢، خاتمة :الاجتهاد بذل الطاقة من الفقهيه، مسألة كل مجتهد فى المسئلة الاجتهادية مصيب عند القاضى، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الاولٰى:2002ء)

ترجمہ: اور اسی عدمِ تکفیر پر جمہور فقہاء اور جمہور متکلمین ہیں، اور یہی حق ہے(فواتح الرحموت)

اور علامہ عبدالحیئ لکھنوی رحمہ اللہ، اپنے رسالہ'' احکامُ القنطرۃ''میں فرماتے ہیں کہ:

وإنى أتعجب من أرباب الفتاوى، كيف لا يحتاطون فى أمر التكفير، مع قولهم من كان فى كلامه مئة إلا واحد محملا يوجب تكفيره لا يكفر، وقد التزم صاحب"البحر الرائق"أن لا يفتى بشيء من ألفاظ التكفير المنقولة فى الفتاوى، إلا أنه خرج عن التزامه ونسى ما قدمت يداه فى بعض المسائل.

كمسألة تكفير الروافض، فإنه مال إلى تكفيرهم، بقولهم سب الشيخين كفر وأمثاله، ولم يفهم أن هذه الأمور التى صدرت عنهم إنما هى لشبهة عرضت لهم فتكون مانعة من التكفير، كما حققه ابن الهمام فى " تحرير الأصول" وغيره.

وقد التزمت أنا بعون الله تعالى أن لا أفتى بشيء من ألفاظ التكفير المنقولة فى الفتاوى فى موضع من المواضع إن شاء الله تعالى .ولولا أنه يجوز حمل كلامهم على التهديد والتشديد، وهو لكلامهم محمل سديد، لكان إطلاق الفقهاء عليهم غير سديد، فإن الفقيه من يتدبر ويتفكر لا من يمشى على الظاهر ولا يتدبر (إحكام القنطرة فى أحكام البسملة،ص ٧٩، الباب الثانى فى نبذ من أحكام البسملة، مشمولة : مجموعة رسائل اللكنوى، المجلد الاول، صفحه ١١١، الناشر: ادارة القرآن، كراتشى، الطبعة الأولٰى : ١٤١٩هـ)

ترجمہ: اور مجھے بعض اربابِ فتوٰی سے تعجب ہوتا ہے کہ وہ تکفیر کے معاملے میں احتیاط کیوں نہیں کرتے، باوجودیکہ فقہاء کا یہ قول ہے کہ جس کے کلام میں سو (100) وجوہِ تکفیر میں سے ایک وجہ، کافر قرار نہ دینے کی ہو، تو اس کو کافر قرار نہیں

دیا جائے گا، اور صاحبِ ''البحر الرائق'' نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ وہ فتاویٰ میں مذکور الفاظِ تکفیر میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیں گے، لیکن وہ بعض مسائل میں اپنے اس التزام سے نکل گئے، اور اپنی ہی بیان کردہ چیز سے نکل گئے، جیسا کہ روافض کی تکفیر کے مسئلے میں کہ وہ ان کی تکفیر کی طرف مائل ہوگئے، روافض کے شیخین کو سب وشتم کرنے کو، یا اس جیسی چیزوں کو باعثِ کفر قرار دے بیٹھے، اور اس بات کو نہیں سمجھے کہ یہ امور، اہلِ روافض کی طرف سے صرف ایک شبہ کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں، جو اِن کو پیش آیا ہے، جو کہ تکفیر سے مانع ہے، جیسا کہ ابنِ ہمام نے ''تحریرُ الاصول'' وغیرہ میں واضح فرمایا ہے۔

اور میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بات کا التزام کیا ہے کہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ کسی بھی جگہ اُن تکفیر کے الفاظ پر فتویٰ نہیں دوں گا، جو کتبِ فتاویٰ میں منقول ہیں، اور اگر ان کے کلام کو تہدید اور تشدید پر محمول کرنے کا جواز نہ ہو، جو کہ ان کے کلام کا صحیح محمل ہے، تو فقہاء کا ان پر مطلق حکم لگانا درست نہیں ہوگا، پس فقیہ وہ ہے، جو تدبر اور تفکر کرتا ہے، نہ کہ وہ جو کہ ظاہر پر چلتا ہے، اور تدبر نہیں کرتا

(إحكام القنطرة)

# علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

اور علامہ ابنِ تیمیہ مجموع الفتاویٰ میں فرماتے ہیں:

**لو فرض أن دفع التكفير عن القائل يعتقد أنه ليس بكافر حماية له، ونصرا لأخيه المسلم: لكان هذا غرضا شرعيا حسنا** (مجموع الفتاوى، ج۳۵، ص۱۰۳، كتاب قتال أهل البغي إلى نهاية الإقرار، باب حكم المرتد)

ترجمہ: اگر فرض کرلیا جائے کہ قائل سے تکفیر کو دفع کرنے والا، جو اس کے کافر نہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، اس کا مقصود اس کی حمایت اور اپنے مسلم بھائی کی نصرت ہے، تو یہ غرض، شرعی، اور عمدہ شمار ہوگی (مجموع الفتاویٰ)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس طرح کفر کے مختلف احتمالات میں سے ایک وجہ عدمِ کفر کی ہونے کی صورت میں عدمِ کفر کو ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے، اسی طرح، بلکہ اس سے بدرجہ اولیٰ طریقہ پر کسی کے کفر کے متعدد اقوال میں سے ایک قول عدمِ کفر کا ہونے کی صورت میں عدمِ کفر کو ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے، اگرچہ وہ روایت اور قول دوسرے مذہب کا ہی کیوں نہ ہو۔

پس جن حضرات نے پہلی وجہ کی تشریح وتوضیح بیان کی ہے، اس سے دوسری صورت کی نفی لازم نہیں آتی۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ہے کہ:

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ننانوے باتیں کفر کی موجب پائی جاویں، تب بھی (کفر کا) فتویٰ نہ دیں گے، ننانوے تو بہت ہوتی ہیں، اگر ایک امر بھی موجبِ کفر یقینی پایا جاوے، تب بھی (کفر کا) فتویٰ دے دیں گے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود اس امر میں بہت سے احتمال ہیں، بعض احتمالات پر تو وہ موجبِ کفر ہے، اور وہ احتمالات ننانوے ہیں، اور بعض احتمال پر وہ موجبِ کفر نہیں، اور وہ ایک ہے، تو اس صورت میں اس امر کو محمول اسی احتمال پر کریں گے، جو موجبِ کفر نہیں، اور تکفیر سے احتیاط کریں گے (امداد الفتاویٰ مبوب، ج۴، ص۳۹۳، مسائلِ شتیٰ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: جولائی 2010ء)

اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

جس شخص میں کفر کی کوئی وجہ قطعی ہوگی، کافر کہا جاوے گا، اور حدیثیں (جن میں ہماری طرح نماز پڑھنے، اور ہمارے قبلے کا استقبال کرنے، اور ہمارا ذبیحہ کھانے والے کو مسلمان کہا گیا ہے، وہ) اس شخص کے بارے میں ہیں، جس میں کوئی وجہ قطعی نہ ہو، اور اس مسئلہ کے یہ معنیٰ ہیں کہ اگر کوئی امرِ قولی، یا فعلی ایسا ہو کہ محتمل کفر وعدمِ کفر دونوں کو ہو، گو احتمالِ کفر غالب واکثر ہو، تب بھی تکفیر نہ کریں گے، نہ یہ کہ تکفیرِ قطعی پر بھی تکفیر نہ کریں گے، کیونکہ کافر کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ اس میں تمام وجوہ، کفر کی جمع ہوں، ورنہ جن کا کفر منصوص ہے، وہ بھی کافر نہ ہوں گے (امداد الفتاویٰ مبوب، ج۵، ص۳۹۱، کتاب العقائد والکلام، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

مذکورہ فتاویٰ میں کفر کے مختلف احتمالات میں سے ایک وجہ عدمِ کفر کی ہونے کی صورت میں عدمِ کفر کی ترجیح حاصل ہونے کی توضیح مقصود ہے، جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے، یعنی کسی کے کفر کے متعدد اقوال میں سے ایک قول عدمِ کفر کا ہونا، تو اس سے یہ عبارات ساکت ہیں، اور اس صورت میں عدمِ کفر کی ترجیح حاصل ہونے پر فقہاء کی دوسری عبارات ناطق ہیں۔

پس اس سے دوسری صورت میں عدمِ کفر کی نفی کیسے لازم آتی ہے۔

جیسا کہ علامہ آلوسی (صاحبِ روح المعانی) (المتوفیٰ: 1270ھ) نے اپنی تالیف ”**نہج السلامۃ، الیٰ مباحث الامامۃ**“ میں فرمایا:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہم تکفیرِ روافض کے سلسلہ میں فقہائے کرام کے بیان فرمودہ اسی مندرجہ بالا حکم کو راجح سمجھتے ہیں، اور اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں، اور ہماری آنے والی معروضات اسی کے مطابق ہیں، اگرچہ ہمارے بعض معاندین و متعصبین اس کو بلا حجت روافض کی بے جا حمایت، اور اس سے بڑھ کر "مداھنت" پر مبنی قرار دینے کا الزام دیتے ہیں، اس قسم کے الزامات کی حجت ہم ان سے ان شاء اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اللہ کے حضور طلب کریں گے۔

اور ہمارے جن مخلص علماء حضرات نے خوارج، یا روافض کی علی الاطلاق تکفیر کی، ہم ان کی عظمت ورفعت کا اعتراف، اور ان کا قلب میں ادب واحترام پانے، اور ان کی خدمات کا اعتراف کرنے، اور ان پر عند اللہ اجر وثواب کا مستحق سمجھنے کے باوجود، ان کے قول کو راجح قرار دینے کے بجائے، ان کے مقابلہ میں جمہور مجتہدین کے قول کو راجح سمجھتے، اور اسی کی اتباع کرتے ہیں، اور اصولِ شریعت کی رو سے، اس طرزِ عمل کو بزرگوں کی شان میں بے ادبی تصور نہیں کرتے، جس کی خود اکابر نے تصریح فرمائی ہے۔

## چند علماء ومشائخ، اور فقہاء کا حوالہ

چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعضے مسائل اجتہادی وظنی ہوتے ہیں، ان میں سلف سے خلف تک شاگرد نے استاد کے ساتھ، مرید نے پیر کے ساتھ، قلیل جماعت نے کثیر جماعت کے ساتھ، واحد نے متعدد کے ساتھ اختلاف کیا ہے، اور علمائے امت نے اس پر نکیر

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ إذا كان في المسألة تسعة وتسعون قولا بالتكفير، وقول واحد بعدم التكفير، يفتى بعدم التكفير (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثاني في حكم أهل القبلة، حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة، الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ: 2018م.)

ترجمہ: جب کسی مسئلہ میں ننانوے اقوال کفر کے ہوں، اور ایک قول عدمِ کفر کا ہو، تو عدمِ کفر پر فتویٰ دیا جائے گا (نہج السلامۃ)

نہیں کی، اور نہ ایک نے دوسرے کو ضال اور عاصی کہا، نہ کسی نے دوسرے کو اپنے ساتھ متفق ہونے پر مجبور کیا (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۷۹، الباب الثالث: احکام واقسامِ احکام کا بیان، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت:۱۴۱۵ھ)

ایک مقام پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر اپنے بڑوں سے بھی اختلاف نیک نیتی کے ساتھ اور محض دین کے لیے ہو، تو کچھ مضائقہ نہیں ''الافاضات الیومیہ'' (ماخوذ از: آپ بیتی نمبر۶ یا یادِ ایام نمبر۵، صفحہ۳۳۰، فصل نمبر۱۵ ''اکابر کا معمول، تنقیدات اور آپس کے اختلاف کے بارے میں'' مطبوعہ: مکتبۃ الشیخ، بہادر آباد، کراچی)

مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قلب میں اکابر کی محبت وعظمت اور ان کے علمی وعملی بلند مقام کی وقعت کے باوجود مسائلِ شرعیہ میں دلائل کے پیشِ نظر ان سے اختلافِ رائے واجب ہے (احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ۱۹۰، کتاب الصلاۃ، ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، تاریخِ طبع ۱۴۰۰ھ)

اور سابق سرپرست وفاق المدارس العربیہ، پاکستان، اور صدر جامعہ دارالعلوم کراچی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

انڈیا کے شہر لکھنؤ میں ایک دینی ادارہ دارُالمبلّغین کے نام سے تھا، جس کے بڑے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، آپ شیعوں کے سخت مخالف تھے، اور مخالفت کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہاں شیعہ بہت تھے، اور انہوں نے حرکتیں بھی بہت زیادہ کر رکھی تھیں، حتیٰ کہ تبرّا بازی بھی کرتے تھے، ان کے مقابلے میں سنی حضرات، مدحِ صحابہ کے جلسے کیا کرتے تھے۔

دارالمبلّغین کے علمائے کرام نے ایک فتویٰ جاری فرمایا، جس میں شیعوں کے کفریات نقل کر کے ان پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔

لکھنؤ میں ایک اور بہت بڑے عالمِ دین تھے، مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ، آپ نے بیعت تو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے

ہاتھ پر کی تھی، لیکن اصلاحی تعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، اگرچہ انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی تھی، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ بیعت تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کریں، البتہ اصلاحی تعلق مجھ سے رکھنا چاہیں، تو رکھ لیں، چنانچہ آپ اسی ترتیب پر عمل کر رہے تھے۔

جب یہ فتویٰ مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، تو اس پر ان کو طرح طرح کے اشکالات پیش آئے، انہوں نے یہ فتویٰ اور اس پر اپنے اعتراضات لکھ کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر اعتراض کا جواب دیا (یہ پوری خط و کتابت اور فتویٰ کی نقل امداد الفتاویٰ میں شائع ہو چکی ہے) البتہ آخر میں یہ لکھا کہ یہ جواب فتویٰ مذکورہ پر شبہات کا جواب ہے، خود فتویٰ نہیں ہے، البتہ میری تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ اگر کسی خاص شخص، یا گروہ کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو، تو اس کے بارے میں احتیاط پر عمل کیا جائے کہ نہ کفر کا حکم کیا جائے اور نہ اسلام کا، کفر کا حکم لگانے میں اپنے معاملات میں بے احتیاطی ہے، اور اسلام کا حکم لگانے میں دوسرے مسلمانوں کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، پس دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی نہ تو اس سے عقدِ نکاح کی اجازت دیں گے، نہ ان کا ذبیحہ کھائیں، اور نہ ان پر کفر کا حکم جاری کریں گے۔

بعض لوگوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت نہیں پڑھی، صرف مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات تک پڑھا، اور یہ سمجھ بیٹھے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے کہ شیعہ مطلق کافر ہیں۔

چنانچہ میں ایک مرتبہ لاہور میں ایک جلسے میں شریک تھا، سٹیج پر میرے ساتھ ایک بڑے عالمِ دین تشریف فرما تھے، مجھے کہنے لگے کہ مولوی صاحب! شیعہ کو مطلقاً کافر تو آپ کو بھی ماننا پڑے گا، کیونکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیعوں کے مطلق کافر ہونے کا فتویٰ دے رکھا ہے، جو امدادُ الفتاویٰ میں موجود ہے، میں نے کہا حضرت! میں نے پوری امداد الفتاویٰ کا مطالعہ کیا ہوا ہے، مجھے کہیں یہ بات نہیں ملی، لیکن آپ کہہ رہے ہیں، تو میں دوبارہ بھی جا کر دیکھوں گا، یہاں آ کر دوبارہ دیکھا، تو وہی بات ملی کہ پہلے مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات اوران کے جوابات دیئے گئے، پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے ذکر فرمائی، جو اوپر بیان ہوئی۔

یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معتدل فتویٰ ہے، اور ہمارے بزرگوں کا بھی فتویٰ یہی چلا آ رہا ہے۔

دارُ المبلغین (لکھنؤ) کا فتویٰ دارالعلوم دیوبند میں بھی پہنچا، اس وقت مفتی صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ وہاں کے صدر مفتی تھے (اس وقت تک والد صاحب دارالعلوم دیوبند کے مفتی نہیں ہوئے تھے، بعد میں مفتی ہوئے) انہوں نے ان کفریات کے بارے میں اتنا لکھا تھا کہ ’’جن کا یہ عقیدہ ہے، وہ کافر ہیں‘‘ یعنی علی الاطلاق کفر کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ یہ لکھا کہ جن شیعوں کے عقائد کفریہ ہیں، وہ کافر ہیں (پاکستان کے قیام، دستور سازی اور اسلامی نظامی کی ترویج میں ہمارے اکابر کا کردار اور طریقۂ کار، ج۱ص۹۳ تا۹۵، بنیادی اصولوں کی کمیٹی، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، تاریخِ طبع: دسمبر 2019ء)

وفاق المدارس العربیہ، پاکستان‘‘ کے موجودہ صدرِ محترم حضرت شیخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

علم وتحقیق کے سفر میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں، جہاں ایک طالبِ علم کو کسی

دوسرے عالم سے اختلاف کرنا پڑتا ہے، اور بعض مقامات پر اپنے بڑوں سے بھی اختلاف کرنا پڑتا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ نہ تو کسی کا ادب واحترام اس سے اختلاف رائے کے اظہار میں مانع ہوا، اور نہ کبھی اختلافِ رائے نے ادب واحترام میں ادنیٰ رخنہ اندازی کی، آپ نے بعض مسائل میں بڑے بڑے علماء سے اختلاف کیا، بلکہ اپنے شیخ ومربی حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے بھی چند فقہی مسائل میں اختلافِ رائے رہا (میرے والد میرے شیخ، ص ۱۳۸، ۱۳۹، ناشر: مکتبہ معارف القرآن کراچی، طبع جدید: محرم الحرام 1430 جنوری 2009)

اور حضرت شیخ مدظلہم ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

الحمدللہ! جماعتِ دیوبند کی خصوصیت اور انہی بزرگوں کی تعلیم وتلقین نے ہمیں یہ صراطِ مستقیم دکھائی کہ مسائلِ شرعیہ میں آزادانہ اظہارِ رائے ترکِ ادب نہیں، بلکہ شاگردوں کا اظہارِ خیال، انہی بزرگوں کا معنوی فیض ہوتا ہے، اس لیے بنامِ خدا تعالیٰ جو کچھ اس میں تحقیق سے مجھ پر واضح ہوا، وہ لکھ دیا، اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ بزرگوں کی شان میں ادنیٰ ترکِ ادب سے بھی مجھے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

(فقہی مقالات، جلد۲، صفحہ ۵۵، ۵۶، مطبوعہ: میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، اشاعت: جولائی 1996ء)

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے ’’فتاویٰ عثمانی‘‘ میں روافض کی تکفیر کے متعلق ایک سوال اور جواب اس طرح ہے:

**سوال**:……مسئلہ یہ ہے کہ ’’بینات‘‘ والوں نے دو نمبر، روافض کے بارے میں شائع کیے ہیں، ٹائیٹل پر لکھا ہے کہ ’’علماء کا متفقہ فیصلہ، یعنی شیعہ کافر ہے‘‘ اس میں ہندوپاک کے بڑے بڑے علماء کے دستخط موجود ہیں، آپ کے دستخط نظر سے نہیں گزرے، اور ہمارے ایک دوست کا کہنا یہ ہے کہ مولانا محمد رفیع صاحب کو شیعہ روافض کی تکفیر کے بارے میں تردد ہے۔

برائے مہربانی آپ اپنی رائے کا اظہار فرمائیں کہ کیا واقعی ایسا ہے کہ آپ شیعوں کو کافر نہیں سمجھتے۔فقط۔والسلام

آپ کا مخلص: احقر حافظ مشتاق احمد

**جواب:**......جو ''شیعہ'' کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہوں، یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔

لیکن یہ بات کہ تمام شیعہ، یہ، یا اس قسم کے کافرانہ عقائد رکھتے ہیں، تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی۔

اور کئی شیعہ یہ کہتے ہیں کہ ''الکافی'' یا ''اصولُ الکافی'' وغیرہ میں جتنی باتیں لکھی ہیں، ہم ان سب کو درست نہیں سمجھتے۔ [1]

دوسری طرف کسی کو کافر قرار دینا، چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے، اس لیے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے۔

اگر بالفرض کوئی تقیہ بھی کرے، تو وہ اپنے باطنی عقائد کی وجہ سے عنداللہ کافر ہوگا، لیکن فتویٰ اس کے ظاہری اقوال پر ہی دیا جائے گا۔

اسی لیے چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے، یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافرانہ عقائد رکھے، کافر ہے۔

اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علمائے دیوبند کا رہا ہے۔

---

[1] بلکہ متعدد معتمد شیعہ حضرات نے یہ بات مستند مراجع کے طور پر تحریر کی ہے، بالخصوص اصولیین مکتبِ فکر، جو اجتہاد کی مشروعیت کا قائل ہے، وہ اخباریین کی طرح ہر روایت وخبر کو حجت نہیں مانتا، اور اصولِ کافی میں، بہت سی احادیث وروایات کی حیثیت روایت وحدیث کے درجہ کی ہے، اسی لئے اصولِ کافی میں عدمِ تحریف کی روایات بھی ہیں، پس محض نقلِ روایت سے کسی راوی، یا ناقل کے عقیدہ کا ثبوت محلِ کلام ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔محمد رضوان۔

اور چونکہ جمہور علماء کے اس طریقے میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کافی دلائل محقق نہیں ہوئے، اس لیے دارالعلوم کراچی، مفتیِ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے وقت سے اکابر کے اسی طریقے کے مطابق فتویٰ دیتا آیا ہے کہ جو شیعہ اِن کافرانہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے، مگر علی الاطلاق ہر شیعہ کو خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں، کافر قرار دینے سے جمہور علمائے امت کے مسلک کے مطابق احتیاط کی ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے، جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، بلاشبہ وہ بھی سخت ضلالت وگمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

والسلام۔۱۴/۱/۱۴۱۲ھ

(فتاویٰ عثمانی، ج۱،ص۹۷،۹۸، کتاب الایمان والعقائد،فصل فی الفرق والاحزاب الاسلامیۃ والباطلۃ والأشخاص المتعلقین بھا، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2006ء)

نیز وفاق المدارس العربیہ، پاکستان‘‘ کے صدرِ محترم مذکور فرماتے ہیں:

بعض حضرات کا یہ موقف ہے کہ شیعہ اثنا عشری، لازمی تحریفِ قرآن کے قائل ہوتے ہیں، یعنی کوئی شیعہ اثنا عشری ایسا نہیں ہے، جو کہ تحریفِ قرآن کا قائل نہ ہو، اس لیے کہ ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے، اور ’’اصولِ کافی‘‘ میں تحریفِ قرآن کی روایتیں ہیں، اور ان کے جو دوسرے مآخذ ہیں، ان سب کے اندر تحریفِ قرآن کا عقیدہ موجود ہے، اور شیعہ اثنا عشری ان کتابوں کو مانتے ہیں، لہٰذا پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سب شیعہ اثنا عشری کافر ہیں۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ (المتولد: 1877ء، 1293ھ، المتوفیٰ: 1962ء، 1381ھ) نے یہ بات سب سے پہلے تفصیل کے ساتھ تحریر

فرمائی، اور پھر اسی بات کو حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے چلایا، اور اس کے نتیجہ کے طور پر یہ کہا کہ اب ہمیں اس میں احتیاط کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم فرقے پر حکم نہ لگائیں، بلکہ عقائد پر حکم لگائیں، کیونکہ اب یہ بات مکمل طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ تمام اثنا عشریہ، جن کتابوں کو مانتے ہیں، ان کتابوں میں تحریف موجود ہے، لہٰذا انہوں نے کہہ دیا کہ ہر شیعہ اثنا عشری کافر ہے۔

لیکن حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے جس زمانے کے اندر یہ بات تحریر فرمائی تھی، اور حضرات علمائے دیوبند کے پاس فتویٰ کے لیے بھیجی، تو بہت سے حضرات نے ان سے اتفاق کر کے اس فتویٰ پر دستخط فرما دیئے، لیکن بہت سے حضرات نے اس فتویٰ پر بعینہٖ دستخط نہیں فرمائے، بلکہ یہ بات لکھ دی کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں، یا فلاں فلاں باتوں کے قائل ہیں، وہ کافر ہیں، گویا انہوں نے اسی موقف کو برقرار رکھا، جو شروع سے چلا آتا تھا، اور اپنے اوپر یہ ذمہ داری نہیں لی کہ ہم یہ کہیں کہ ہر شیعہ اثنا عشری ضرور، یہ عقائد رکھتا ہے۔

اس میں دلچسپ بات یہ ہے کہ جب مولانا عبدالشکور لکھنوی قدس سرہٗ کا فتویٰ شائع ہوا، تو مولانا عبدالماجد دریابادی نے اس پر کچھ اعتراضات کیے، اور وہ اعتراضات اس قسم کے تھے، جو جدید تعلیم یافتہ لوگ تکفیر کے اوپر کرتے رہتے ہیں، مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب، قادیانی کی تکفیر کے بارے میں بھی تردد وشبہ کا شکار رہے تھے، تو انہوں نے حضرت تھانوی کو خط لکھا کہ مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ آیا ہے، اور مجھے اس میں کچھ اشکالات ہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان کے تمام اشکالات کے جوابات دیئے، اس لیے کہ جانتے تھے کہ ان کے دل میں جو شبہ پیدا ہو رہا ہے، وہ نو تعلیم یافتہ طبقے والا ہے کہ کسی کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے، لہٰذا اس وجہ سے دریابادی صاحب کی بڑے سخت

الفاظ میں تردید فرمائی، لیکن جب خود فتویٰ جاری کیا، تو مولانا عبدالشکور لکھنوی کے الفاظ میں نہیں کیا، بلکہ وہی الفاظ استعمال کیے، جو ہمیشہ سے چلے آرہے تھے کہ جو یہ عقیدہ رکھے، وہ کافر ہے'' مزید ملاحظہ ہو: جواہر الفقہ، تکفیر کے اصول، ج ا ص ۶۳، مطبع مکتبہ دارالعلوم کراچی'' یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ بعض اوقات، تکفیر کے معاملہ میں علماء وفقہاء کے درمیان اختلافِ رائے ہوسکتا ہے، لیکن اس اختلاف کی وجہ سے کوئی بھی فریق قابلِ ملامت نہیں ہوتا، اور جو جس رائے کو بھی ''مابینہٗ وبین اللہ'' درست سمجھے، اس کو اختیار کرسکتا ہے (انعامُ الباری، ج ا ص ۳۳۲، وص ۳۳۳، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض علمائے کرام کی طرف سے جن اسباب کو ''تمام شیعہ'' یا ''تمام روافض'' یا ''تمام اثناعشریہ'' کے لئے باعثِ تکفیر قرار دیا جاتا ہے، ابھی تک دوسرے اصحابِ علم کو ان تمام اسباب کا ''قطعی ویقینی التزامِ کفر'' کا موجب ہونا بھی مسلم نہیں، اور جن اسباب کا ''قطعی ویقینی التزامِ کفر'' کا موجب ہونا مسلم ہے، ان کا علی الاطلاق جملہ شیعہ وروافض، یا اثناعشریہ میں پایا جانا مسلم نہیں۔

لہٰذا بعض حضرات کی طرف سے اس موقع پر جو جمہور فقہاء ومجتہدین کے تکفیر سے متعلق ''لزومِ کفر والتزامِ کفر'' اور اس جیسے بیان کردہ اصولوں کو نظر انداز کرکے، پہلے خود ہی بعض اسباب کے متعلق ''قطعی ویقینی التزامِ کفر'' ہونے، اور پھر ان کا مذکورہ فرقوں میں پائے جانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، اور پھر ''احتمالِ کفر وایمان'' کی نفی کردی جاتی ہے۔

ہم اس کو راجح نہیں سمجھتے، جیسا کہ ''ان شاء اللہ'' آگے آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا۔

اسی کے ساتھ یہ ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے کہ علماء کا ایک دوسرے کے ساتھ یہ اختلاف، ایک دوسرے کے مقابلہ میں ''اجتہادی صواب وخطاء'' کا تھا، جس میں دلائل کے پیشِ نظر ایک موقف کو دوسرے پر ترجیح دینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا، اور یہ اختلاف اس نوعیت کا نہیں

تھا کہ اس کی بنیاد پر ایک دوسرے کی تضلیل و تفسیق کی جائے، یا اس کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تحاسد و تباغض اور تشدد و تعصب کو اختیار کیا جائے، اور ان میں سے ایک موقف کو لے کر دوسرے کے خلاف تحزب، جتھہ بندی، اور محاذ آرائی وغیرہ کی فضاء پیدا کی جائے۔

اسی وجہ سے مذکورہ طرفین کے اکابر کی جانب سے، اس فرق واختلاف کی بنیاد پر باہم ایک دوسرے کے متعلق تضلیل و تفسیق، تحاسد تباغض، تشدد و تعصب، یا تحزب وجتھہ بندی کی فضاء ومحاذ قائم نہیں کیا گیا، اور اس اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ باہمی الفت ومحبت، اور ایک دوسرے کی عقیدت وعظمت، اور وضع داری ورواداری کو اختیار کیا جاتا رہا۔

اس تفصیل کے تناظر میں یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ زمانہ قریب میں متعدد اہلِ علم حضرات کا کسی موقف پر اتفاق کر لینا، ایسا اجماع نہیں کہ جو ”حجتِ ملزمہ“ ہو، جبکہ ان کے مقابلہ میں متعدد اہلِ علم بھی اختلاف کرنے والے موجود تھے، اور ان کا موقف جمہور مجتہدین وفقہائے محققین کے مطابق تھا۔

”اجماعِ شرعی“ یا ”اجماعِ ملزِم“ کے لیے اُس دور کے مختلف علاقوں میں موجود، تمام ”مجتہدین“ کا اتفاق ضروری ہے، اگر ایک مجتہد کا بھی دوسرے تمام مجتہدین سے اختلاف ہوجائے، تو اس اختلاف کی وجہ سے ”اجماعِ شرعی“ منعقد نہیں ہوتا، اور اگر ”مجتہدین“ کے بالمقابل ”غیر مجتہدین“ کا کسی مسئلہ پر اتفاق ہو، تو اس کا سرے سے اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ اس پر ”اجماعِ شرعی“ کی تعریف ہی صادق نہیں آتی۔

”الموسوعةُ الفقهية الكويتية“ میں ہے:

والإجماع فى اصطلاح الأصوليين: اتفاق جميع المجتهدين من أمة محمد صلى الله عليه وسلم فى عصر ما.......

جمهور أهل السنة على أن الإجماع ينعقد باتفاق المجتهدين من الأمة، ولا عبرة باتفاق غيرهم مهما كان مقدار ثقافتهم، ولا بد من اتفاق المجتهدين

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ ص۴۸، مادة ”إجماع“)

ترجمہ: اور اصولیین کی اصطلاح میں اجماع نام ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت

کے تمام مجتہدین کے اتفاق کا، جس زمانہ میں بھی ہو۔......

جمہور اہلُ السنۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اجماع، امت کے تمام مجتہدین کے اتفاق سے منعقد ہوتا ہے، اور مجتہدین کے علاوہ دوسروں کے اتفاق کا اعتبار نہیں، اُن کی مقدار وتعداد جتنی بھی زیادہ ہو، اور مجتہدین کا اتفاق ضروری ہے (الموسوعة الفقهية الكويتية)

اور ''الهداية'' کی شرح ''فتحُ القدير ''میں ہے:

الإجماع إنما يتحقق باتفاق جميع المجتهدين الموجودين فى عصر من أمة محمد – صلى الله عليه وسلم – على حكم شرعي وهو غير ثابت فيما نحن فيه (فتح القدير، ج ٩ ص ٣٦٣، كتاب الغصب، فصل فى غصب ما لا يتقوم)

ترجمہ: اجماع تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی زمانہ میں موجود تمام مجتہدین کے حکمِ شرعی پر اتفاق سے متحقق ہوتا ہے، اور ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں اس طرح کا اجماع ثابت نہیں (فتح القدیر)

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ ''میں اجماع کی بحث کے ذیل میں فرمایا کہ:

معنى الإجماع :أن تجتمع علماء المسلمين على حكم من الأحكام .وإذا ثبت إجماع الأمة على حكم من الأحكام لم يكن لأحد أن يخرج عن إجماعهم؛ فإن الأمة لا تجتمع على ضلالة.

ولكن كثير من المسائل يظن بعض الناس فيها إجماعا ولا يكون الأمر كذلك بل يكون القول الآخر أرجح فى الكتاب والسنة (مجموع الفتاوى، لابن تيمية، ج ٢٠، ص ١٠، كتاب أصول الفقه، التمذهب)

ترجمہ: اجماع کا مطلب یہ ہے کہ کسی شرعی حکم پر تمام علمائے مسلمین، اجماع فرمالیں۔ اور جب کسی شرعی حکم پر امت کا اجماع، ثابت ہوجائے، تو کسی کے لئے ان کے اجماع سے خروج کی گنجائش نہیں ہوتی، کیونکہ امت کسی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔

لیکن بہت سے مسائل کے بارے میں بعض لوگ یہ گمان کرلیتے ہیں کہ وہ اجماعی ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے مطابق نہیں ہوتی، بلکہ دوسرا قول کتاب وسنت کی رو سے زیادہ راجح ہوتا ہے (مجموع الفتاویٰ)

اورعلامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''**التدقیق الاقوم فی تحقیق السواد الاعظم**'' میں فرماتے ہیں:

آج کل کے علماء اگر کسی مسئلۂ شرعیہ میں اتفاق کرلیں، تو اس کو اجماعِ شرعی نہ کہیں گے، کیونکہ وہ مقلدین کا اجماع ہوگا، جو کہ غیر معتبر ہے، پس چار سو، یا تین سو علماء کے اتفاق کو اجماع کہنا تو کسی طرح بھی درست نہ ہوگا، جبکہ ان کے خلاف بھی علماء کی ایک جماعت موجود ہے، گو وہ ان کے زعم میں قلیل ہی ہو (امدادالاحکام، ج۴،ص۴۸۲، کتاب المتفرقات ''رسالۃ التدقیق الاقوم فی تحقیق السواد الاعظم'' مطبوعہ: دارالعلوم کراچی، طبعِ اول ۱۴۲۱ھ)

اورمولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زیدمجدہٗ ''**الفتوی الجماعی**'' میں فرماتے ہیں:

کسی فقہ اکیڈمی، یا ادارہ کے لئے ممکن نہیں کہ وہ پوری دنیا کے فقہاء کو جمع کرسکے، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ دیگر فقہائے کرام کو اپنی آراء کا اظہار کرنے سے روک دیا جائے، جب یہ ممکن نہیں، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اکیڈمی، یا ادارہ اپنی قراردادوں کا دوسروں کو پابند بنائے، یا ان قراردادوں کو اجماعِ امت کی حیثیت دے دی جائے (فقہی مقالات، ج۶ص۳۲۰، اجتماعی اجتہاد اور اس کی ضرورت، مطبوعہ: میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، اشاعتِ اول 2012ء)

پھر اس بارے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے کہ اگر بالفرض پہلے کسی مسئلہ پر مجتہدین کا اجماع نہیں تھا، اور بعد میں اس پر مجتہدین کا اجماع ہوگیا، تو اس کی وجہ سے سابق اختلاف مرتفع ہوجائے گا، یا نہیں؟

امام ابوحنیفہ، اورامام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک، سابق اختلاف مرتفع نہیں ہوگا۔[1]

جبکہ ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں تکفیر پر مجتہدین کے اجماع کا سرے سے تصور ہی نہیں، اوراگر

---

[1] **الإجماع اللاحق هل يرفع الخلاف السابق؟ فعندهما لا، وعند محمد نعم(رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص۷۴۹، كتاب الوقف،مطلب القاضى إذا قضى فى مجتهد فيه نفذ قضاؤه إلا فى مسائل)**

بالفرض دنیا کے سارے غیر مجتہد علماء مل کر اس پر اتفاق کرلیں، تب بھی اس کو مجتہدین کے مقابلہ میں اجماع قرار نہیں دیا جاسکتا، بالخصوص جبکہ متقدمین سے عدمِ تکفیر پر اجماع کا ثبوت بھی ملتا ہو، تو ایسی صورت میں مجتہدین کے علی الرغم بعد کے اجماع کو خطاء وتسامح پر مبنی قرار دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوگا۔

یہ تفصیل اس لئے ذکر کردی گئی کہ ہمارے یہاں ایک عرصہ سے اس مسئلہ پر، بعض یکطرفہ تحریرات وتقریرات کے نتیجہ میں، بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں، جن کے ازالہ کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کی گئی، جس کی بناء پر وہ غلطیاں شہرت اختیار کرگئیں، اور بعض لوگوں کے ذہنوں میں شدید وراسخ ہوگئیں۔

چنانچہ ماضی قریب میں بعض مخلص علماء کی ایسی تحریرات وفتاویٰ جات شائع ہوئے، جن میں شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کی گئی تھی، جن کی بعض دیگر علماء نے تصدیق وتائید کی، اور سلسلہ آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ ہمارے دیار میں اس کی شہرتِ عام ہوگئی، اور جن اکابر علماء نے، سابق جمہور فقہائے کرام ومحققینِ عظام کے موقف کو برقرار رکھا تھا، اور ان کے برخلاف موقف سے اختلاف کیا تھا، ان کے موقف کو عوامی سطح پر وہ شہرت حاصل نہ ہوسکی۔

ہم بھی جمہور فقہائے کرام ومحققینِ عظام کے موقف کے مطابق اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ دیگر فرقوں اور ’’شیعہ وروافض‘‘ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کرتے، اور اسی کو دلائل کے لحاظ سے نہایت مضبوط ومستحکم موقف سمجھتے ہیں، اور نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ جن بزرگوں نے شیعہ وروافض کی علی الاطلاق تکفیر کی، ان کا موقف، جمہور مجتہدین، اور اُن محقق بزرگوں کے موقف، اور ان کے پیش کردہ دلائل کے مقابلہ میں مرجوح ہے، جو علی الاطلاق تکفیر کے قائل نہیں، جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا۔

اور ہم یہ پہلے نقل کرچکے کہ اس طرح کے مسائل میں اختلاف، کسی کی شان میں گستاخی وبے ادبی کو مستلزم نہیں، اگرچہ موجودہ زمانہ کے بعض ناواقف حضرات اس کو ادب واحترام کے

منافی سمجھتے ہیں، جو کسی المیہ سے کم نہیں، جس کی تفصیل ہم پہلے اپنی اس موضوع پر مستقل تالیفات، جیسا کہ ''اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب'' اور ''تفرد کی حقیقت'' وغیرہ میں ذکر کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ ہم نے اپنی تالیف ''محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد وافکار'' میں ''متاول کی تکفیر'' پر باحوالہ، علامہ ابنِ تیمیہ اور مشائخِ دیوبند کے موقف کو مفصل انداز میں نقل کر دیا ہے، جو ہماری علمی وتحقیقی رسائل کی تیرہویں جلد میں شائع ہو چکا ہے۔

اور اس کی مزید تفصیل ''تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم'' میں بیان کر دی ہے، جو علمی وتحقیقی رسائل کی اٹھارہویں جلد میں شائع ہو چکا ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مجتہدین اور ان کے محققین متبعین نے ہر دور میں مبتدعہ فرقوں کی تکفیر میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے، اور تکفیر کا قول بعض غیر مجتہد حضرات، یا اہلِ ظاہر کا ہے۔

ہم نے بار بار باحوالہ اس امر کی وضاحت وصراحت اور توضیح وتصریح کی کہ ہم ان بزرگوں کے موقف سے اختلاف کرتے ہیں، جنہوں نے ماضی میں شیعہ وروافض، یا شیعہ کے جمہور فرقے ''اثنا عشریہ'' کی علی الاطلاق تکفیر کی ہے، یا جو حضرات اب بھی ان کی تکفیر کرتے ہیں، اور ہم ان بزرگوں کے مقابلہ میں جمہور مجتہدین وفقہائے محققین کے قول کو دلائل کی رو سے راجح سمجھتے ہیں، اور ان تکفیر کرنے والے بزرگوں کی شان میں نہ تو بے ادبی وگستاخی کے قائل اور روادار ہیں، نہ ہی ان بزرگوں کو عاصی قرار دیتے ہیں، اور اس پر سینکڑوں، دلائل وبراہین بھی پیش کیے، لیکن ایک متشدد ومتعصب اور بزرگ پرست طبقہ کو ہمارا یہ موقف کسی طرح گوارا نہ ہوا، اور ان بزرگوں کے موقف سے محض اختلاف کرنے پر نہ جانے کیا کیا الزامات واتہامات قائم کیے گئے، جن کا سلسلہ تا حال جاری ہے، جس سے اس طبقہ کے ''متشدد ومتعصب اور چند اکابر پرست'' ہونے کے ساتھ، اس کے ''فقہ واصولِ فقہ، اور تقلید واجتہاد کے بنیادی اصول وقواعد سے بھی نابلد وناواقف'' ہونے کا اندازہ ہوا۔

اب ہم اس متشدد و متعصب اور اکابر پرست، اور حقیقت ناشناس طبقہ سے برملا، اور واضح برائت کا اعلان کرتے ہیں، اس کی وجہ سے خواہ وہ ہمیں اپنے مسلک سے خارج سمجھے، یا کچھ اور خیال کرے، اس سے ہمیں فرق نہیں پڑتا، ہمارا جو مسلک اور مذہب ہے، وہ بحمداللہ تعالیٰ ہمارے موقف پر جمہور مجتہدین، وفقہائے محققین کے حوالہ جات اور ان کی عبارات وتصریحات کی روشنی میں اس کی تعیین کے لئے کافی وافی، اور اس کا منہ بولتا ثبوت ہے، جس کے بعد ہمیں کسی دوسرے سے سند حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ مذکورہ طبقہ کو اپنے شدت پسندانہ ومتعصّبانہ طرزِ عمل اور موقف کی سند کی فکر کرنی چاہیے۔

اور ہم ایک مدت سے اس جامد طبقہ کی جمود وخمود، اور طعن وتشنیع پر مشتمل ہرزہ سرائیوں کے طرزِ عمل کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ طبقہ، جس مسلک و مذہب کی طرف اپنے آپ کو منتسب کرتا ہے، وہ اس مسلک و مذہب کو شاید یہ اپنے لئے اس طرح مختص سمجھتا ہے، اور اس مسلک و مذہب کو اتنا تنگ ومحدود خیال کرتا ہے کہ جس میں اس کے من پسند موقف کے خلاف کسی دوسرے موقف کے سمانے کی گنجائش نہیں، اور اس مسلک و مذہب پر خالص اسی کا استحقاق قائم ہے۔

حالانکہ یہ تنگ نظر طبقہ خود ہی دراصل اپنے ''منتسب الیہ مسلک و مذہب'' کی حقیقت، اور اس کی وسعت وہمہ گیریت سے ناواقف ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ طبقہ اس وسیع وہمہ گیر مسلک و مذہب کا ایک طرح سے بدنام کنندہ ہے، جس کا اپنے آپ کو اس مسلک کا ترجمان سمجھنا، اور قرار دینا ہی محلِ نظر ہے۔

ہم اس طبقہ کو بار بار دعوت دے چکے کہ ہم اپنے طرزِ عمل کی حقانیت وصداقت پر دلائل وبراہین قائم کرچکے ہیں، اسے بھی چاہیے کہ وہ بھی اپنے طرزِ عمل پر اسی نوعیت کے دلائل قائم کرے، لیکن تا حال یہ طبقہ سوائے بدزبانی، بدکلامی، الزام تراشی اور اتہام سازی کے کوئی موثر دلیل اپنے طرزِ عمل کی صداقت پر قائم نہیں کرسکا، اور اس بے چارہ طبقہ کی اپنی حالت یہ

ہے کہ نہ تو اس کو خود سے کسی علمی وتحقیقی کام کرنے کی توفیق ہوتی، نہ ہی یہ طبقہ کسی کو یہ کام کرنے دینے پر آمادہ نظر آتا، بلکہ دوسرے کے کام میں بے جا دخل اندازی اور روڑے اٹکانے کے در پے رہتا ہے۔

اور موجودہ زمانہ کا یہ متشدد ومتعصب طبقہ اس کی وجہ سے دوسروں کو جو اکابر کے بے ادب ہونے وغیرہ جیسے الزامات سے متہم کرنا چاہتا ہے، تو اس سے فرق نہیں پڑتا، کیونکہ متشددین ومتعصبین کا یہ طریقہ ہمیشہ سے رہا ہے، جسے مابعد کے زمانوں میں تحسین کی نظر سے پذیرائی حاصل نہیں ہوئی، اگرچہ متشددین نے اس طرح کے طرزِ عمل کی وجہ سے اپنی کوئی دنیا کی عارضی منفعت کیوں نہ حاصل کرلی ہو، جو کوئی باعثِ کمال چیز نہیں، دنیائے دنی وفانی کا عارضی فائدہ تو مختلف شکلوں میں بعض کفار ومشرکین بھی حاصل کرتے رہے ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَآبِ (سورة آل عمران، رقم الآیة ۱۴)

ترجمہ: یہ دنیوی زندگی کا متاع ہے، اور اللہ کے پاس عمدہ ترین انجام ہے (سورہ آلِ عمران)

اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر ارشاد ہے:

”مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَأْوَاھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِھَادُ“ (سورة آل عمران، رقم الآیة ۱۹۷)

ترجمہ: یہ قلیل متاع ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے (سورہ آلِ عمران)

اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى(سورة النساء، رقم الآية ٧٧)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ متاعِ دنیا قلیل ہے، اور آخرت بہتر ہے، اس کے لئے، جس نے تقویٰ اختیار کیا (سورہ نساء)

اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ہی ارشاد ہے:

''فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيْلٌ''(سورة التوبة، رقم الآية ٣٨)

ترجمہ: پس نہیں ہے، دنیا کی زندگی، آخرت کے مقابلہ میں، مگر قلیل (سورہ توبہ)

اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ہی ارشاد ہے:

''مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ''(سورة النحل، رقم الآية ١١٧)

ترجمہ: متاعِ قلیل ہے، اور ان کے لئے ''عذابِ الیم'' ہے (سورہ نحل)

اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ہی ارشاد ہے:

''وَإِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ''(سورة الزخرف، رقم الآية٣٥)

ترجمہ: اور یہ سب یقیناً دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور آخرت تمہارے رب کے نزدیک ''متقیوں'' کے لئے ہے (سورہ زخرف)

اور اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ہی ارشاد ہے:

''وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ''(سورة الحديد، رقم الآية٢٠)

ترجمہ: اور نہیں ہے، دنیا کی زندگی، مگر دھوکہ کا سامان (سورہ حدید)

اس لئے ہم اپنے قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس متشدد ومتعصب طبقہ کو اہلِ حق کا حقیقی ہم مسلک وہم مذہب ہرگز نہ سمجھیں، اور بھیڑوں کے روپ میں، ان بھیڑیوں سے اپنے دین کو بچا کر رکھیں، تو ہی عافیت وسلامتی ہے۔

(باب نمبر2)

# ابوالحسن اشعری کی عبارات وحوالہ جات

چند نصوص اور احادیث وروایات کے بعد، ہم پہلے زیرِ بحث مسئلہ کے بارے میں اہل السنۃ کے ''عقائد واصول کے امام وترجمان'' ''ابوالحسن اشعری'' کی تصریحات پیش کرتے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ ابوالحسن اشعری کی ولادت دوسوساٹھ ہجری (260ھ) کو عراق کے شہر بصرہ میں ہوئی، اور انہوں نے اپنی وفات تک عراق کے شہر ''بغداد'' میں سکونت اختیار کی، اور ان کی وفات تین سو چوبیس ہجری (324ھ) میں ہوئی۔

اور امامیہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام کی ولادت دوسوپچپن، یا چھپن ہجری (256ھ) ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام جو کہ ''امامِ منتظر'' کہلاتے ہیں، ان کی امامت کا تصور ابوالحسن اشعری کے زمانہ میں موجود تھا، بلکہ انہوں نے شیعہ امامیہ کے اُس فرقہ کا ذکر بھی کیا ہے، جو بارہ ائمہ کا قائل ہے، جن کا بارہواں امام ''امامِ منتظر'' کہلاتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ شیعہ کے مشہور مصنف ومحدث محمد بن یعقوب کلینی بھی، عراق کے شہر ''بغداد'' کے باشندے تھے، جن کی ولادت دوسوپچپن ہجری (255ھ) یا اس کے کچھ بعد ہے، ان کی قبر بھی، عراق کے شہر ''بغداد'' میں ہی ہے، ان کی وفات تین سو اٹھائیس ہجری (328ھ) ہے، یعنی ابوالحسن اشعری کی وفات کے صرف چار سال بعد، جس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کے ہم عصر اور ہم علاقہ تھے۔

کلینی کو حافظ ذہبی نے تاریخِ اسلام میں ''شیخِ فاضل، اور رؤوسِ شیعہ، اور شیعہ کے فقہائے

مصنفین''میں شمار کیا ہے۔ [1]

اور حافظ ذہبی نے ان کو''**سیر اعلام النبلاء**''میں''**شیخ الشیعة، عالم الامامية، صاحب التصانيف**''کہا ہے۔ [2]

اور ابنِ عساکر نے کلینی کو''**تاریخِ دمشق**''میں''شیوخِ رافضہ اور فقہائے شیعہ مصنفین'' میں شمار کیا ہے۔ [3]

اور ان حضرات میں سے کسی نے کلینی کی تکفیر نہیں کی، کیونکہ وہ تکفیر کے اصول اور تاویل سے واقف تھے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی کلینی کو بہت سے دیگر حضرات کے ساتھ اثنا عشریہ کے مصنفین میں شمار کیا ہے، اور بہت سے قدمائے اثنا عشریہ کے ناموں کا ذکر کیا ہے، جن میں ابان بن تغلب اور جابر جعفی بھی ہیں، جن سے امام مسلم، اور ترمذی وابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے، جیسا کہ آخری باب میں ذکر آتا ہے۔ [4]

---

[1] محمد بن يعقوب، أبو جعفر الكليني الرازى(المتوفى:328هـ)
شيخ فاضل شهير، من رؤوس الشيعة وفقائهم المصنفين فى مذاهبهم الرذلة.
روى عنه :أحمد بن إبراهيم الصيمرى، وغيره .وكان ببغداد وبها مات .وقبره ظاهر عليه لوح.
والكلينى :بضم الكاف وإمالة اللام والياء ثم بنون .قيده الأمير(تاريخ الإسلام، ج٧، ص٥٦٦، تحت رقم الترجمة ٤١٩، حرف الميم)

[2] الكلينى أبو جعفر محمد بن يعقوب ، شيخ الشيعة، وعالم الإمامية، صاحب (التصانيف) أبو جعفر محمد بن يعقوب الرازى الكلينى بنون .روى عنه :أحمد بن إبراهيم الصيمرى، وغيره .وكان ببغداد، وبها توفى وقبره مشهور .مات سنة ثمان وعشرين وثلاث مائة .وهو بضم الكاف، وإمالة اللام.قيده الأمين(سير أعلام النبلاء ،ج١٥ ،ص ٢٨٠، تحت رقم الترجمة ١٢٤)

[3] محمد بن يعقوب ويقال محمد بن على أبو جعفر الكلينى من شيوخ الرافضة ............أبو جعفر محمد بن يعقوب الكلينى الرازى من فقهاء الشيعة المصنفين فى مذهبهم(تاريخ دمشق، لابنِ عساكر، ج٥٦، ص٢٩٧و٢٩٨، تحت رقم الترجمة ٧١٢٦)

[4] چنانچہ''تحفۂ اثنا عشریہ''میں ہے:

واما امامیہ، خصوصاً اثنا عشریہ، پس علمائے اینہا در کثرت حدے ندارند، ومشاہیر قدمائے ایشاں، قیس بن سلیم بن قیس ہلالی است، وابان، وہشام بن الحکم، وہشام بن سالم، وصاحب الطاق، وابوالاحوص، وعلی بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ''امامیہ اثنا عشریہ'' کی بنیاد، صرف ''کلینی'' یا ان کے مابعد کے چند مصنفین کے اپنی تصنیفات میں بیان کردہ تصورات وافکار پر قائم نہیں، بلکہ اس کا سلسلہ پہلے سے جاری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ''کلینی'' سے قبل بھی متعدد حضرات کے ''امامی'' ہونے کا محدثین ومورخین نے ذکر کیا ہے، جیسا کہ باحوالہ آگے آتا ہے۔

## ''اشعری'' یا ''اشاعرہ'' کی نسبت

جلیلُ القدر اصحابِ علم کی تصریح کے مطابق، اہلُ السنۃ والجماعۃ سے وہ حضرات مراد ہوا کرتے ہیں، جو عقائد میں ابوالحسن الاشعری (المتوفی: 324ھ) اور ابومنصور ماتریدی (المتوفیٰ: 333ھ) کی اتباع کرنے والے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردالمحتار'' کے ''مقدمة'' میں فرماتے ہیں کہ:

**وهو ما عليه أهل السنة والجماعة وهم الأشاعرة والماتريدية، وهم متوافقون إلا فى مسائل يسيرة أرجعها بعضهم إلى الخلاف اللفظى كما بين فى محله**(رد المحتار على الدر المختار، ج ۱، ص ۴۹، مقدمة)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ منصور، وعلی بن جعفر، وبنان بن سمعان کہ کنیتِ او ابواحمد ست، مشہور بجز رہ است، وابنِ ابی عمیر، وعبد اللہ بن مغیرہ، ونظیری، وابو بصیر ومحمد بن الحکم، ومحمد بن الفرح الرجحی، وابراہیم خزار، ومحمد بن الحسین، وسلیمان جعفری، ومحمد بن مسلم وبکیر بن اعین، وزرارہ بن اعین وپسران ایں ہر دو، وسماعہ بن مہران، وعلی بن ابی حمزہ، وعیسیٰ وعثمان، وعلی، ہر سہ بنی فضال، واحمد بن محمد بن عبداللہ، ابو نضرۃ البرنطی، ویونس بن عبد اللہ القمی، وایوب بن نوح وحسن بن عیاش بن الحریش، وعلی بن مظاہر واسطی، واحمد بن اسحاق، وجابر جعفی، ومحمد بن جمہور قمی، وحسین بن سعید، وعبداللہ، وعبید اللہ ومحمد وعمران وعبید اللہ الاعلی، کلہم بنو علی بن ابی الشیعۃ، واولادِ ایشاں، وجدِ ایشاں۔

ومصنفین اثنا عشریہ، صاحبِ معالم الاصول، فخر المحققین، ومحمد بن علی الطرازی، ومحمد بن علی الجیاعی، ابوالفتح کراجکی، والکفعمی، وجلال الدین حسن بن احمد شیخ، وشیخ مقتول، ومحمد بن الحسن الصفار، وابان بن بشیر البغال، وعبید بن عبد الرحمٰن خشمی وفضل بن شاذان قمی، ومحمد بن یعقوب الکلینی الرازی، وعلی بن بابویہ قمی، وحسین بن علی بابویہ قمی، ومحمد بن علی بن بابویہ قمی (تحفۂ اثناء عشریہ فارسی، ص ۱۶۴، باب سوم، در ذکر احوال، اسلافِ شیعہ، مطبوعہ: نول کشور لکھنؤ، انڈیا)

ترجمہ: اور اسی پر اہلُ السنۃ والجماعۃ ہیں، جو کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں، اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہیں، سوائے چند مسائل کے، جن کو بعض نے اختلافِ لفظی قرار دیا ہے، جیسا کہ اپنے مقام پر بیان کر دیا گیا ہے (ردالمحتار)

متکلمین میں ''اشاعرہ'' سے مراد، ابوالحسن اشعری کی اتباع کرنے والے ہیں، جو کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں۔

اور بعض اوقات ''اشاعرۃ'' بول کر تمام ''اشعریین'' اور ''ماتریدیین'' کو مراد لیا جایا کرتا ہے، جن کے خصوصیت کے ساتھ حنفیہ وشافعیہ متبع ہیں، اور حنابلہ ان کے متبع نہیں۔ [1]

''حاشیۃُ الطحطاوی علی مراقی الفلاح'' میں ہے کہ:

والمراد بالعلماء هم أهل السنة والجماعة وهم أتباع أبى الحسن الأشعرى وأبى منصور الماتريدى رضى الله عنهما, قال صلى الله عليه وسلم: " لا تزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم حتى يأتى أمر الله وهم على ذلك ,"وهؤلاء هم أهل العلوم الشرعية والإلهية من أهل السنة والجماعة؛ لأن الناس مع وجودهم آمنون من كل محنة وضلالة دينية, وقال صلى الله عليه وسلم: " العلماء ورثة الأنبياء إن الأنبياء لا يورثون درهما ولا دينارا وإنما ورثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظ وافر

(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، ص۷، خطبة الكتاب)

ترجمہ: اور علماء سے مراد اہلُ السنۃ والجماعۃ ہیں، جو کہ ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی رحمہما اللہ کی اتباع کرنے والے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، جن کو اُن کی مخالفت کرنے والا ضرر نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچے، اور وہ اسی حق پر

---

[1] (فعند الأشاعرة) التابعين للشيخ أبى الحسن الأشعرى المعدودين من جملة أهل السنة أيضا (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج ۱ ص ۲۳، المقالة الثانية فى الأحكام، الباب الأول فى الحاكم، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الاولٰى: 2002ء)

واعلم أن لفظ الأشاعرة يطلق على جميع من الأشعريين والماتريديين (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، ج ۱ ص ۴۱۶، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى نزول الرب تبارك وتعالى إلى سماء الدنيا كل ليلة)

قائم ہوں گے'' اور یہی لوگ علومِ شرعیہ اور الٰہیہ کے اہل ہیں، جو کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ لوگ ان کے وجود کے ساتھ ہر قسم کے فتنہ اور دینی گمراہی سے مامون رہتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''علماء، انبیاء کے وارث ہیں، بے شک انبیاء درہم اور دینار کی وراثت نہیں چھوڑتے، وہ صرف علم کی وراثت چھوڑتے ہیں، اور وہ علم کا وارث بناتے ہیں، پس جس نے اس علم کو لیا، اس نے وافر حصہ لیا'' (حاشیۃ الطحطاوی)

اور شیخ عبدالحق دہلوی (المتوفیٰ: 1052ھ) ''مشکاۃُ المصابیح'' کی شرح ''لمعاتُ التنقیح'' میں فرماتے ہیں:

الأشاعرة والماتريدية إنما أبدوا مذهب السلف وأثبتوها بدلائل عقلية ونقلية، ولذلك سموا أهل السنة والجماعة؛ لأخذهم بما ثبت من سنة رسول الله -صلى الله عليه وسلم-، وجرت عليه جماعة الصحابة، وما نطق به الحديث النبوى من قوله: الذين هم على ما أنا عليه وأصحابى صادق عليهم، وهم المصدوق عليهم له؛ لأنهم مقتدون بما روى عن النبى -صلى الله عليه وسلم- وأصحابه -رضى الله عنه-، ولا يتجاوزون عن ظواهر النصوص إلا لضرورة غير مسترسلين مع عقولهم وآرائهم، بخلاف من عداهم من المعتزلة ومن يحذو حذوهم ممن تشبث بالفلسفة واسترسل بآرائهم وأوهامهم.

وأن الأوائل من المشايخ الصوفية الزاهدين فى الدنيا، المرتاضين فى تزكية نفوسهم وتصفية قلوبهم، المجتهدين فى السنة والاتباع، كلهم كانوا على هذا المذهب ، ولقد ذكر صاحب (التعرف) -وهو كتاب معتبر معتمد فى مذهب الصوفية حتى قال الشيخ شهاب الدين السهروردى فى شانه: لولا (التعرف) ما عرفنا التصوف- إجماع الصوفية على عقائد وأقوال هى بعينها مذهب السنة والجماعة.

وبالجملة: السواد الأعظم فى دين الإسلام هو هذا المذهب عرف من نظر بعين الإنصاف وتجنب عن التعصب والاعتساف، والله يقول الحق ويهدى السبيل (لمعات التنقيح فى شرح مشكاة المصابيح، ج ا ص ۴۸۹، ۴۹۰، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ: ''اشاعرہ'' اور ''ماتریدیہ'' نے سلف کے مذہب کو ظاہر کیا، اور اس کو عقلی اور

نقلی دلائل سے ثابت کیا، اسی وجہ سے ان کو اہلُ السنۃ والجماعۃ کہا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہونے والی چیزوں کو لینے کی وجہ سے، اور اسی سنت طریقے پر صحابہ کی جماعت کا عمل رہا، اور اسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ''وہ طریقہ ہے، جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں'' یہ حدیث ان پر ہی صادق آتی ہے، اور یہی حضرات اس حدیث کا مصداق ہیں، کیونکہ انہوں نے ان چیزوں کی اتباع کی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ، ظاہری نصوص سے عدول نہیں کرتے، سوائے ضرورت کے، اور وہ اپنی عقل اور آراء کو آزاد نہیں چھوڑتے، برخلاف اُن لوگوں کے جو ان کے علاوہ ہیں، یعنی معتزلہ، اور جو لوگ ان کے طریقے پر چلے، جنہوں نے فلسفہ کو مضبوط پکڑ لیا، اور اپنی آراء اور اوہام کی آزادی کا شکار ہوئے۔

اور اوائل دور کے مشائخ صوفیاء، دنیا کے زاہد تھے، اپنے نفوس کے تزکیہ اور اپنے قلوب کے تصفیہ میں پسندیدہ حضرات تھے، جو سنت اور اتباع میں اجتہاد کرتے تھے، وہ سب حضرات اسی مذہب پر قائم تھے، اور صاحبِ ''التعرف'' نے یہ بات ذکر کی ہے، اور یہ صوفیاء کے مذہب میں معتبر ومعتمد کتاب ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی نے اس کتاب کے متعلق فرمایا کہ اگر ''التعرف'' نہ ہوتی، تو ہم تصوف کو نہ پہچانتے، صاحبِ ''التعرف'' نے فرمایا کہ صوفیاء کا جن عقائد واقوال پر اجماع ہے، وہ بعینہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے۔

اور خلاصہ یہ ہے کہ دینِ اسلام میں ''سوادِ اعظم'' یہی مذہب ہے، جو انصاف کی آنکھ کی نظر سے پہچانا گیا ہے، اور وہ تعصب اور تکلف سے پاک ہے، اور اللہ حق بات فرماتا ہے، اور سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا ہے (لمعات التنقیح)

اور'' المهند علی المفند ''میں پہلے سوال کے جواب میں ہے کہ:

''ہم اور ہمارے مشائخ، اور ہماری ساری جماعت بحمد اللہ، فروعات میں مقلد ہیں، مقتدائے خلق حضرت امام ہمام امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے، اور اصول واعتقادیات میں پیرو ہیں، امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی رحمہما اللہ کے (المہند علی المفند ص ۲۵، السوال الاول والثانی، شائع کنندہ: نفیس منزل، کریم پارک لاہور)

اور سابق مہتمم وترجمانِ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنی آخری تصنیف ''علماءِ دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج'' میں فرماتے ہیں:

اس سے علمِ کلام کی بنیادوں اور متکلمین کے بارہ میں علمائے دیوبند کے معتدل رویہ کا اندازہ بآسانی ہوسکتا ہے۔

جہاں تک مسائلِ کلامیہ کا تعلق ہے، ان میں بھی علمائے دیوبند نے اس جامعیت واعتدال کی روش اختیار کی ہے، ردوقدح، یا ترک واختیار کا طریقہ اختیار کرنے کے بجائے اختلافی مسائل میں توفیق وتطبیق کا راستہ اپنایا ہے۔

اس مرحلہ پر پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کلامی مسائل میں جبکہ مسلمہ امام دو ہی ہیں، ایک ابوالحسن اشعری اور ایک امام ابومنصور ماتریدی، تو علمائے دیوبند اشعری ہیں، یا ماتریدی؟

اس بارہ میں خود علمائے دیوبند ہی کے عرف میں تو وہ ماتریدی ہی نسبت سے معروف ہیں، لیکن ان ہی میں سے ایک جماعت ان کے اشعری ہونے کی رائے بھی رکھتی ہے۔ اولاً اس لئے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ حضرت الامام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اشعری ہیں، اس لئے علمائے دیوبند کو بھی وہ اشعری سمجھتے ہیں، دوسرے اس لئے کہ اکابرِ دیوبند اپنے درسوں،

تقریروں، اور قلمی تحریروں میں مسائلِ اشعریت کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں، لیکن لقب کے لحاظ سے ان دونوں کو سامنے رکھ کر جووجوہِ قبول سے خالی نہیں ہیں، اُن (علمائے دیوبند) کے ماتریدیت اور اشعریت کے ملے جلے رخ کو سامنے رکھ کر اگرانہیں اشعریت پسند ماتریدی کہا جائے، تو ان کے کلامی مزاج کے حسبِ حال ہوگا، جب کہ وہ جامع بین الاشعریت والماتریدیت ہی نظر آتے ہیں، بلکہ ان کے جامعیت آفریں مباحث دیکھ کرانداز ہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اشعریت اور ماتریدیت کے اختلافات آخر کار نزاعِ لفظی ثابت ہوتے ہیں، کوئی حقیقی نزاع نظر ہی نہیں آتا (علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص۱۵۶و۱۵۷، بعنوان: کلام اور متکلمین، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، بارِاول، ذوالقعدہ 1408ھ، جولائی 1988ء)

اسی کتاب میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان تمام علوم اور عناصرِ دین کے امتزاج سے ان (علمائے دیوبند) کا جماعتی مزاج معتدل بھی ہے اور متوسط بھی، جس میں نہ غلو ہے نہ مبالغہ، اور اس توسط اور وسعتِ نظری کی بدولت نہ ان کا مشغلہ تکفیر بازی ہے، نہ دشنام طرازی، نہ کسی کے حق میں سبّ وشتم اور تبرّا ہے، نہ بدگوئی، نہ عناد وحسد اور طیش ہے، نہ غلبۂ جاہ ومال سے افراطِ عیش، بلکہ صرف بیانِ مسئلہ اور حقائقِ بیانی، یا احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہے، اور بالفاظِ مختصر، اصلاحِ امت اور اتحاد بین المسلمین ہے، جس میں نہ متخالف شخصیات کی تحقیر اور بدگوئی ہے، نہ ان پر مغرورانہ طعن واستہزاء کا، نہ ان کے بیانات وخطابت کا موضوع مخالفِ مسلک طبقات سے خواہ مخواہ الجھنا اور عوام کو ان سے نفرتیں دلاتے رہنا اور ان کے خلاف ہمہ وقت عوامی جذبات کو مشتعل کرتے رہنا ہے، جبکہ ان کی زبانیں بیانِ مسائل ہی سے فارغ نہیں، تو ان خرافات کے لیے وہ فرصت کہاں سے پاتے۔

تکفیر بازی تو بجائے خود ہے، ان کے یہاں سرے سے ان اشخاص کا ذکر و تذکرہ تک بھی زبانوں پر نہیں ہوتا، جو ہمہ وقت ان کی بد گوئی میں لگے رہتے ہیں، پس انہی اوصاف و احوال کا مجموعہ نام ''دارالعلوم دیوبند'' ہے، اور اسی علمی و عملی اور عقلی و اخلاقی ہمہ گیری سے اس کا دائرۂ اثر دنیا کے تمام ممالک تک پھیلا ہوا ہے (علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص۱۹۲ و ۱۹۳، بعنوان: سبع سنابل، اربعۃ انہار، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، بارِ اول، ذوالقعدہ 1408ھ، جولائی 1988ء)

اس کے بعد عرض ہے کہ ابوالحسن اشعری نے ''**مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین**'' میں فرقِ باطلہ اور ''**اھل الاھواء واھل البدعۃ**'' روافض، خوارج، مرجئہ، مجسمۃ، معتزلۃ وجہمیۃ اور ان کے نظریات وافکار پر مفصل کلام کیا ہے۔

اور انہوں نے بظاہر ان فرقوں کو اصولی طور پر مسلمانوں میں داخل مانا ہے، جیسا کہ کتاب کے نام ''**مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین**'' سے ظاہر ہے۔

اور انہوں نے ان فرقوں میں سے کسی فرقہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، کیونکہ بہت سے فرقوں کے عقائد وافکار میں تو صریح تکفیر سے بچنے کی تاویل ممکن ہے، نیز ان فرقوں کے ذیلی فرقوں، اور شاخوں میں بھی متعدد عقائد وافکار میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ ابوالحسن اشعری کے بارے میں متعدد حضرات نے تصریح کی ہے کہ وہ عمر کے ابتدائی چالیس سال ''اعتزال'' کا شکار رہے، جس کی طرف سے وہ مناظرے بھی کرتے رہے، بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کرلیا، اور انہوں نے معتزلہ کی تضلیل کی تصریح کی، اور ان کی ایسے عمدہ انداز میں تردید کی، جو کوئی اور نہیں کرسکا۔ [1]

---

[1] أبو الحسن الأشعری :نشأ فی الاعتزال أربعین عاما یناظر علیه ثم رجع عن ذلک وصرح بتضلیل المعتزلة وبالغ فی الرد علیهم(مجموع الفتاوی،لابنِ تیمیة،ج۴،ص۷۲،کتاب مفصل الاعتقاد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ **اھل الاھواء و اھل البدعة** فرقوں اور ان کے عقائد وافکار سے واقف تھے، ورنہ تو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد وافکار کی نسبت ان کی طرف کرنا بھی محلِ نظر قرار پائے گا۔

## مختلف اسلامی فرقوں کا ذکر اور تکفیر میں احتیاط

ابوالحسن الاشعری نے ''**مقالاتُ الاسلامیین**'' کے مقدمہ میں فرمایا:

**اختلف الناس بعد نبيهم صلى الله عليه وسلم فى أشياء كثيرة ضلل فيها بعضهم بعضاً وبرء بعضهم من بعض فصاروا فرقاً متباينين وأحزاباً متشتتين إلا أن الإسلام يجمعهم ويشتمل عليهم**(مقالات الاسلاميين، ج ا ص ٢١، مقدمة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کا بہت سی چیزوں میں اختلاف ہوا، جن میں بعض نے بعض کی تضلیل کی، اور بعض نے بعض سے برائت کا اظہار کیا، جس کے نتیجہ میں وہ ایک دوسرے کے بالمقابل فرقے اور متفرق گروہ بن گئے، لیکن اسلام ان سب کو جمع کرتا ہے، اور اسلام ان سب پر مشتمل ہے (مقالات الاسلامیین)

ابوالحسن اشعری کے اس قول کو متعدد محققینِ حنفیہ نے ذکر کیا ہے، اور اس سے عدمِ تکفیر پر استدلال کیا ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ابوالحسن اشعری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

**الأشعرى بين من تناقض أقوال المعتزلة وفسادها ما لم يبينه غيره حتى جعلهم فى قمع السمسمة**(مجموع الفتاوى، لابنِ تيمية، ج٥، ص ٥٥٦، كتاب الأسماء والصفات)

**الأشعرى رجع عن مذهب المعتزلة وخالفهم فى القدر والوعيد وفى الأسماء والأحكام وفى صفات الله تعالى وبين من تناقضهم وفساد قولهم ما هو معروف عنه**(مجموع الفتاوى، لابنِ تيمية، ج٧، ص ٩٠، و ٩١، كتاب الإيمان)

**وجاء أبو الحسن الأشعرى بعده -وكان تلميذا لأبى على الجبائى المعتزلى ثم إنه رجع عن مقالة المعتزلة وبين تناقضهم فى مواضع كثيرة وبالغ فى مخالفتهم فى مسائل القدر والإيمان والوعد والوعيد حتى نسبوه بذلك إلى قول المرجئة والجبرية والواقفة**(مجموع الفتاوى، لابنِ تيمية، ج ١٢، ص ١٧٨، كتاب القرآن كلام الله حقيقة)

نصر مذهب أهل السنة فى أنه لا يكفر أحد من أهل القبلة ولا يخلدون فى النار وتقبل فيهم الشفاعة ونحو ذلك (مجموع الفتاوى، ج۷، ص ۱۲۰، كتاب الإيمان الكبير)

ترجمہ: ابوالحسن اشعری نے اہلِ سنت کے مذہب کی اس بارے میں نصرت کی کہ وہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اور نہ ہی ان کو مخلد فی النار قرار دیتے، اور ان کے بارے میں شفاعت قبول کئے جانے وغیرہ کے قائل ہیں (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ اپنی تالیف ''تلبيس الجهمية'' میں امام رازی کی ''نهاية العقول'' کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

قال فى كتابه نهاية العقول وهو اجل ماصنفه فى الكلام فى المسألة الثالثة فى أن مخالف الحق من أهل الصلاة يكفر أولا.
قال قال أبو الحسن الأشعرى فى أول كتاب مقالات الإسلاميين اختلف المسلمون بعد نبيهم صلى الله عليه وسلم فى أشياء ضلل بعضهم بعضا فصاروا فرقا متباينين إلا أن الإسلام يجمعهم ويعمهم .قال فهذا مذهبه وعليه أكثر الأصحاب ومن الأصحاب من كفر المخالفين قال فأما الفقهاء فقد نقل عن الشافعى رحمه الله أنه قال لاأرد شهادة كل أهل الأهواء والأقوال إلا الخطابية فإنهم يعتقدون حل الكذب .وأما أبو حنيفة فقد حكى الحاكم صاحب المختصر فى كتاب المنتقى عن أبى حنيفة أنه لم يكفر أحدا من أهل القبلة. وحكى الرازى عن الكرخي وغيره مثل ذلك .
............قال والذى نختاره أنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة وهذا الذى اختاره آخرا (بيان تلبيس الجهمية فى تأسيس بدعهم الكلامية، ج۲، ص۴۸۷ الٰى ۴۹۱، فصل فى المقدمة الثانية للرازى ومناقشة المؤلف له)

ترجمہ: فخر الدین رازی نے اپنی کتاب ''نهايةُ العقول'' میں، جو کہ اُن کی علمِ کلام میں تصنیف کردہ عظیم کتاب ہے، اس کے تیسرے مسئلہ کے ذیل میں فرمایا کہ اہلِ صلاۃ میں سے حق کے مخالف کی تکفیر کی جائے گی، یا نہیں؟

اس بارے میں ابوالحسن اشعری نے کتاب مقالات الاسلاميين کے شروع میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کا بہت سی چیزوں میں اختلاف ہوا، جن میں بعض نے بعض کی تضلیل کی، جس کے نتیجہ میں وہ ایک دوسرے کے

بالمقابل فرقے بن گئے، لیکن اسلام ان سب کو جمع کرتا ہے، اور اسلام ان سب کو شامل ہے۔

امام رازی نے فرمایا کہ پس یہ ابوالحسن اشعری کا مذہب ہے، اور اسی پر اکثر اصحاب ہیں، اور بعض اصحاب، مخالفین کے کفر کے قائل ہیں، جہاں تک فقہاء کا تعلق ہے، تو امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اہلِ اھواء میں سے ہر ایک کی گواہی کو رَد نہیں کرتا، سوائے خطابیہ کے، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ حلال ہے۔

اور جہاں تک امام ابوحنیفہ کا تعلق ہے، تو حاکم، صاحبُ المختصر نے ”کتابُ المنتقیٰ“ میں امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی۔

اور ابوبکر رازی نے اسی کے مثل کرخی وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

(......پھر چند سطروں کے بعد ہے کہ......) امام رازی نے فرمایا کہ جس بات کو ہم اختیار کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ بے شک ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، امام رازی کا آخر میں اختیار کردہ قول یہی ہے (بیان تلبیس الجہمیۃ)

اور ابنِ امیر حاج حنفی (المتوفیٰ: 679ھ) نے علم الاصول کی معروف کتاب ”التقریر والتحبیر“ میں فرمایا کہ:

”شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا کہ ابوالحسن اشعری نے اپنی وفات کے وقت اہلِ قبلہ کی تکفیر سے رجوع کر لیا تھا، اور ابوالحسن اشعری نے کتاب ”مقالاتُ الاسلامیین“ کے شروع میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کا بہت سی چیزوں میں اختلاف ہوا، جن میں بعض نے بعض کی تضلیل کی، اور بعض نے بعض سے برائت کا اظہار کیا، جس کے نتیجہ میں وہ ایک دوسرے کے بالمقابل

فرقے اور متفرق گروہ بن گئے، لیکن اسلام ان سب کو جمع کرتا ہے، اور اسلام ان سب پر مشتمل ہے۔

پس یقینی طور پر امامُ الحرمین اور ابن القشیری وغیرہ کا بھی اشعری کی طرح راجح مذہب یہی ہوگا کہ اصولِ دین میں خطاء کار کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور کئی حضرات نے یہ بات ذکر کی ہے کہ جمہور فقہاء و جمہور متکلمین کا یہی قول ہے، اسی پر یہ مسئلہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ اہلِ قبلہ مخطی کے خلود فی النار کا عقیدہ نہیں رکھا جائے گا''۔انتھٰی ۔ [1]

اورعلامہ ابنِ نجیم نے ''البحرُ الرائق '' میں ''اھلُ الاھواء'' کی بحث کرتے ہوئے فرمایا:

''امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے ''اہلِ قبلہ مبتدعہ'' کی عدمِ تکفیر ثابت ہے، اس لیے جن عقائد پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ عقیدہ بذاتِ خود ''کفر'' ہے، جس کا قائل ایسی چیز کا قائل ہے، جو کہ کفر ہے، اگرچہ اس کی تکفیر نہ کی جائے۔

اور جو منکرِ رؤیت اور خوارج اور سابِ صحابہ وغیرہ کی تکفیر کا قول فتاویٰ میں مذکور

---

[1] وقال الشيخ عز الدين بن عبد السلام رجع الأشعرى عند موته عن تكفير أهل القبلة؛ لأن الجهل بالصفات ليس جهلا بالموصوفات وقال: اختلفنا فى عبارة، والمشار إليه واحد قلت بل قال فى أول كتاب مقالات الإسلاميين واختلف المسلمون بعد نبيهم فى أشياء ضلل بعضهم بعضا وتبرأ بعضهم عن بعض فصاروا فرقا متباينين إلا أن الإسلام يجمعهم ويعمهم انتهى فلا جرم أن قال إمام الحرمين وابن القشيرى وغيرهما: أظهر مذهبى الأشعرى ترک تكفير المخطء فى الأصول .
وقال الإمام أيضا ومعظم الأصحاب على ترک التكفير وقالوا: إنما يكفر من جهل وجود الرب، أو علم وجوده ولكن فعل فعلا، أو قال قولا أجمعت الأمة على أنه لا يصدر ذلک إلا عن كافر ومن قال بتكفير المتأولين يلزمه أن يكفر أصحابه فى نفى البقاء كما يكفر فى نفى العلم وغيره من المسائل المختلف فيها وذكر غيره أن على هذا جمهور الفقهاء، والمتكلمين ويترتب على عدم التكفير أنه لا يقطع بخلوده فى النار وهل يقطع بدخوله فيها حكى القاضى حسين فيه وجهين وقال المتولى: ظاهر المذهب أنه لا يقطع وعليه يدل كلام الشافعى(التقرير والتحرير فى علم الأصول، ج٣،ص٣١٨، ٣١٩،المقالة الثالثة فى الاجتهاد وما يتبعه،مسألة المسألة الاجتهادية أى التى لا قاطع فيها من نص أو إجماع)

ہے، تو یہ تفریعات، فقہائے مجتہدین سے منقول نہیں، جمہور متکلمین اور فقہاء سے تو ''اھــل الاھــواء '' کی عدمِ تکفیر منقول ہے، چنانچہ شیخ ابوالحسن اشعری نے ''مـقــالاتُ الاسـلامیین ''میں فرمایا کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کا بہت سی چیزوں میں اختلاف ہوا، جن میں بعض نے بعض کی تضلیل کی، اور بعض نے بعض سے برائت کا اظہار کیا، جس کے نتیجہ میں وہ ایک دوسرے کے بالمقابل فرقے اور متفرق گروہ بن گئے، لیکن اسلام ان سب کو جمع کرتا ہے، اور اسلام ان سب کو عام ہے'' پس یہ فروع جو''الـخــلاصة'' وغیرہ سے صریح تکفیر کی منقول ہیں، تو یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول نہیں، بلکہ ان کا تعلق تفریعاتِ مشائخ سے ہے''۔ [1]

---

[1] واعلـم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ما ثبت عن أبى حنيفة والشافعى من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله على أن ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفـر، وإن لـم يـكـفـر بـنـاء عـلى كون قوله ذلک عن استفراغ وسعه مجتهدا فى طلب الحق لكن جـزمهم ببطلان الصلاة خلفه لا يصحح هذا الجمع اللهم إلا أن يراد بعدم الجواز خلفهم عدم الحل أى عدم حل أن يفعل وهو لا ينافى الصحة وإلا فهو مشكل والله سبحانه أعلم.

بـخـلاف مـطـلـق اسـم الـجـسـم مع التشبيه فإنه يكفر لاختياره إطلاق ما هو موهم للنقص بعد علمه بذلک، ولو نفى التشبيه لم يبقى منه إلا التساهل والاستخفاف بذلک اهـ.

وهـكـذا استشكل هذه الفروع مع ما صح عن المجتهدين المحقق سعد التفتازانى فى شرح العقائد، وفـيـما أجاب به فى فتح القدير نظر؛ لأن تعليله فى الخلاصة فيمن أنكر الرؤية ونحوها بأنه كافر يرد هـذا الـحـمل فالأولى ما ذكره هو فى باب البغاة أن هذه الفروع المنقولة فى الفتاوى من التكفير لم تـنـقل عن الفقهاء أى المجتهدين وإنما المنقول عنهم عدم تكفير من كان من قبلتنا حتى لم يحكموا بتكفير الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم وسب أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – لكونه عن تأويل وشبهة ولا عبرة بغير المجتهدين اهـ.

وذكـر فـى الـمـسـايـرة أن ظاهر قول الشافعى وأبى حنيفة أنه لا يكفر أحد منهم، وإن روى عن أبى حـنـيـفة أنـه قـال لـجهم اخرج عنى يا كافر حملا على التشبيه وهو مختار الرازى، وذكر فى شرحها لـلكمال بن أبى شريف أن عدم تكفيرهم هو المنقول عن جمهور المتكلمين والفقهاء فإن الشيخ أبا الـحسـن الأشعرى قال فى كتاب مقالات الإسلاميين اختلف المسلمون بعد نبيهم – صلى الله عليه وسـلـم – فـى أشـيـاء ضلل بعضهم بعضا وتبرأ بعضهم عن بعض فصاروا فرقا متباينين إلا أن الإسلام يجمعهم ويعمهم اهـ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''البحرُ الرائق'' کی شرح ''منحةُ الخالق'' میں فرمایا:

''عدمِ تکفیر کا قول، غالی روافض جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''الٰــــہ'' قرار دینے، یا جبریل علیہ السلام کی وحی میں غلطی کے قول وغیرہ کے علاوہ میں ہے۔

اور خلافتِ شیخین اور اُن کو سب وشتم کرنے میں، اگرچہ اجماعِ قطعی کی مخالفت لازم آتی ہے، لیکن ان کی طرف سے اس اجماع کی حجیت کا اتہامِ صحابہ کی وجہ سے انکار پایا جاتا ہے، اس لیے فی الجملہ شبہ واقع ہوگیا، اس لیے ان کی یہ تاویل باطل ہے، لیکن ان کے اس عقیدہ پر احتیاطاً کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا''۔ [1]

پس جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انکار کو کفر کہا، اس کی مراد یہ ہے کہ جب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الإمام الشافعی أقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية؛ لأنهم يشهدون بالزور لموافقيهم وما ذكره المصنف أنه ظاهر قول أبى حنيفة جزم بحكايته عنه الحاكم صاحب المختصر فى كتاب المنتقى وهو المعتمد اهـ.

فالحاصل أن المذهب عدم تكفير أحد من المخالفين فيما ليس من الأصول المعلومة من الدين ضرورة، ويدل عليه قبول شهادتهم إلا الخطابية ولم يفصلوا فى كتاب الشهادات فدل ذلك على أن هذه الفروع المنقولة من الخلاصة وغيرها بصريح التكفير لم تنقل عن أبى حنيفة وإنما هى من تفريعات المشايخ كألفاظ التكفير المنقولة فى الفتاوى والله سبحانه هو الموفق(البحرالرائق، ج ا ص ١٣٧، كتاب الصلاة، باب الامامة)

[1] (قوله محمله على أن ذلك المعتقد نفسه كفر إلخ) قال الحلبى وعلى هذا يجب أن يحمل المنقول على ما عدا غلاة الروافض ومن ضاهاهم فإن أمثالهم لا يحصل منهم بذل وسع فى الاجتهاد فإن من يقول بأن عليا هو الإله أو بأن جبريل – عليه السلام – غلط ونحو ذلك من السخف إنما هو مبتدع بمحض الهوى وهو أسوأ حالا ممن قال "ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى"فلا يتأتى من مثل الإمامين العظيمين أن لا يحكما بأنهم من أكفر الكفرة، وإنما كلامهما فى مثل من له شبهة فيما ذهب إليه وإن كان ما ذهب إليه عند التحقيق فى حد ذاته كفرا كمنكر الرؤية وعذاب القبر ونحو ذلك مما علم فى الكلام وكمنكر خلافة الشيخين والساب لهما فإن فيه إنكار الإجماع القطعى إلا أنهم ينكرون حجية الإجماع باتهامهم الصحابة فكان لهم شبهة فى الجملة وإن كانت ظاهرة البطلان بالنظر إلى الدليل فبسبب تلك الشبهة التى أدى إليها اجتهادهم لم يحكم بكفرهم مع أن معتقدهم كفر احتياطا بخلاف مثل من ذكرنا من الغلاة فتأمل(منحة الخالق على البحرالرائق، ج ا ص ١٣٧، كتاب الصلاة، باب الامامة)

تاویل وشبہ کے بغیر انکار کیا جائے، اور شیعہ روافض کی طرف سے تاویل وشبہ معلوم ہے۔ [1]

یہ ملحوظ رہے کہ ''جبریلِ امین کا وحی میں غلطی کرنے کا عقیدہ'' بھی اہلِ تشیع کے تمام فرقوں کا نہیں۔

ملا علی قاری حنفی نے ''شرح الشفا'' میں اس عقیدہ کو ''غرابیہ'' فرقہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ [2]

شریف جرجانی نے بھی ''کتاب التعریفات'' میں ''فرقۂ غرابیہ'' کے اس عقیدہ کا ذکر کیا ہے۔ [3]

''کشاف اصطلاحات الفنون'' میں بھی اس عقیدہ کو ''فرقہ غرابیہ'' کی طرف منسوب کیا ہے، اور اس فرقہ کو ''شیعہ غلاۃ'' میں شمار کیا ہے۔ [4]

اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ عقیدہ ''غالی'' فرقوں میں سے ''غرابیہ'' فرقہ کا ذکر کیا ہے ''امامیہ'' میں سے کسی فرقہ کا یہ عقیدہ ذکر نہیں کیا۔

اور ابوالحسن اشعری نے ''الابانة عن اصول الديانة'' میں فرمایا:

وذكر محمد بن الصباح البزار، قال :حدثنا على بن الحسين بن شعبان، قال :سمعت ابن المبارک يقول :إنا نستطيع أن نحكى كلام اليهود

---

[1] وينبغى تقييد الكفر بإنكار الخلافة بما إذا لم يكن عن شبهة(رد المحتار، ج ۱، ص ۵۶۲، كتاب الصلاة،باب الإمامة)

[2] (والغرابية من الروافض الزاعمين أن عليا كان) أى هو (المبعوث إليه جبريل) وسموا بذلک لقولهم على أشبه بمحمد من الغراب بالغراب فغلط جبريل حين بعث إلى على لشبه النبى به وهذا كذب وبهتان(شرح الشفا، ج۲، ص ۵۱۲،القسم الثانى،الباب الثالث،فصل فى بيان ما هو من المقالات كفر وما يتوقف أو يختلف فيه وما ليس بكفر)

[3] الغرابية :قوم قالوا :محمد صلى الله عليه وسلم بعلى، رضى الله عنه، أشبه من الغراب بالغراب، والذباب بالذباب، فبعث الله جبرائيل عليه السلام إلى على فغلط جبرائيل، فيلعنون صاحب الريش، يعنون به جبرائيل(كتاب التعريفات، ۱۶۲ ،باب الغين)

[4] الغرابية:فرقة من غلاة الشيعة، قالوا محمد صلى الله عليه وآله وسلم بعلى أشبه من الغراب بالغراب والذباب بالذباب، فبعث الله جبرئيل إلى على فغلط جبرئيل فى تبليغ الرسالة من على إلى محمد عليه الصلاة والسلام، فيلعنون جبرئيل كذا فى شرح المواقف(كشاف اصطلاحات الفنون، ج۲، ۱۲۴۹ ،حرف الغين)

**والنصاری، ولا نستطيع أن نحكى كلام الجهمية .قال محمد :نقول: نخاف أن نكفر ولا نعلم** (الإبانة عن أصول الديانة، ص ٩٠، الباب الثالث فى ذكر الرواية فى القرآن)

ترجمہ: اور محمد بن صباح بزار نے ذکر کیا ہے کہ ہم سے علی بن حسین بن شعبان نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابنِ مبارک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم یہود ونصاریٰ کے کلام کو نقل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں، لیکن ہم جہمیہ کے کلام کو نقل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

امام محمد نے فرمایا کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم یہ خوف رکھتے ہیں کہ ہم ان کی تکفیر کردیں، اور ہم علم نہ رکھیں (کہ وہ کافر بھی ہیں، یا نہیں) (الابانۃ)

''فرقہ جہمیہ'' کا عقائد کے باب میں ''اہل السنۃ والجماعۃ'' سے شدید ترین اختلاف ہے، لیکن اس کے باوجود محققین کی طرف سے ان کی تکفیر میں احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا۔

اور ابو منصور ماتریدی (المتوفی:333ھ) فرماتے ہیں:

**ومن عبر الكفر باللسان ووصفه لا يكفر إلا بأن يكون يعبر عن نفسه أنه اعتقده** (تفسير الماتريدى، ج٣، ص ١٩٠، سورة النساء)

ترجمہ: اور جو شخص زبان سے کفر کی تعبیر اور اس کی توصیف کرے، تو اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، الا یہ کہ وہ اپنی طرف سے یہ تعبیر نہ کردے کہ اس نے اس کا اعتقاد اختیار کیا ہے (تفسیر ماتریدی)

اب ہم ابوالحسن اشعری کے حوالہ سے اہلِ تشیع وروافض کے مختلف عقائد وافکار پر چند تصریحات اور ان کی توضیحات وتائیدات نقل کرتے ہیں۔

## شیعہ کی تین اصناف

ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین'' میں فرمایا کہ:

**فالشيع ثلاثة أصناف وإنما قيل لهم الشيعة لأنهم شيعوا علياً -رضوان الله عليه- ويقدمونه على سائر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم .**

**فمنهم غالية الشيع خمسة عشرة فرقة:**

**فـمـنهم الغالية وإنما سموا الغالية لأنهم غلوا فى على وقالوا فيه قولاً عظيماً وهم خمس عشرة فرقة** (مقالات الاسلاميين ،ج ا ص ۲۵ ، ،أمهات الفرق)

ترجمہ: پس شیعہ کی تین اصناف ہیں، اور اُن کو شیعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کی، اور اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ پر مقدم کیا۔

پس ان میں سے پہلی صنف ''غالی شیعہ'' کی ہے، جن کے پندرہ فرقے ہیں۔

اور ان کا ''غالیہ'' نام اس لیے رکھا گیا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو اختیار کیا، اور ان کے متعلق عظیم قول کیا، اور ان کے پندرہ فرقے ہیں (مقالات الاسلامیین)

ابوالحسن اشعری نے ''غالیہ'' سے ان فرقوں کو مراد لیا ہے، جو حضرت علی اور ائمہ کی شان میں اس درجہ کے غلو میں مبتلا ہیں، جو ''الوہیت'' کی شان ہوتی ہے، مثلاً حضرت علی، یا دوسرے ائمہ کو نعوذ باللہ تعالیٰ ''الٰہ'' قرار دینا، یا ان میں اللہ وحدہٗ کی ''حلولیت'' کا قائل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

اور چونکہ ''غالیہ'' کا کفار ومشرکین سے گہرا ربط وضبط تھا، اس لئے ان میں مختلف ادوار میں زمان ومکان کی نوعیت کے اعتبار سے منافقین وزنادقہ نے اپنے مذموم مقاصد وعزائم پورے کرنے کے لئے متفرق روپ اور رنگ دھارے، اور شیعہ، رافضہ اور امامیہ کے عنوان سے بھی اپنے آپ کو تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کی، پھر جب جب ان کی قلعی کھلتی گئی، تو وہ اپنے آپ کو قدیم نام سے الگ کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل کرتے، جس کی بنا پر ہر زمانہ میں شیعہ مذہب الزامات کی زد میں رہا۔

اور جو فرقے مذکورہ غلو کے درجہ پر نہیں پہنچے، ان کو ابوالحسن اشعری نے ''زیدیہ'' اور ''امامیہ ورافضہ'' سے تعبیر کیا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

دیگر بہت سے متکلمین ومحققین نے بھی یہی تقسیم وتعریف فرمائی، البتہ بعض محدثین، اور بعض فقہاء نے رفض میں غلو وغیرہ کے الفاظ سے ''رافضہ وامامیہ'' کو مراد لیا ہے، جیسا کہ آگے اپنے مقام پر آتا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت کے بعد ابوالحسن اشعری نے ''رافضہ'' سے ''امامیہ'' کو مراد لیا ہے، اور ان کے چوبیس فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن میں بالمعنیٰ ''اسماعیلیہ'' کو بھی داخل مانا ہے، جن کو دیگر نے ''غالیہ'' میں شمار کیا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ:

''اور ''شیعہ'' کی یہ تین اصناف، جن کا ہم نے ذکر کیا ''شیعہ'' میں یہ تینوں اصناف جمع ہیں، جن کی دوسری صنف ''رافضہ'' کی ہے۔

اور ان کا ''رافضہ'' نام اس لیے رکھا گیا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی امامت کو ترک کر دیا۔

اور وہ اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کے نام کے ساتھ، استخلاف کی تصریح فرمادی تھی، اور اس کا اعلان واظہار فرمادیا تھا، لیکن اکثر صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاۃ کے بعد ان کی اقتداء کو ترک کر کے خطاء کی، اور انہوں نے امام کے لئے حالتِ تقیہ میں اپنے آپ کو امام نہ کہنے کو جائز قرار دیا۔

اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسروں سے افضل ہو۔

اور انہوں نے گمان کیا کہ حضرت علی اپنے تمام احوال میں مصیب تھے، اور انہوں نے دین کے کسی معاملہ میں خطاء کا ارتکاب نہیں کیا۔

البتہ ''فرقۂ کاملیہ'' جو کہ ابو کامل کے اصحاب ہیں، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام لوگوں (یعنی تمام صحابہ) کی تکفیر کی ہے، حضرت علی کی اس لئے کہ انہوں نے اپنے حق کو ترک کیا، اور دوسرے لوگوں کی اس لئے کہ انہوں نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حقِ تقدم ادا نہیں کیا۔

اور رافضہ امامیہ کے سوائے کاملیہ کے چوبیس فرقے ہیں، جو سب علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے قائل ہیں، اس لئے ان کو امامیہ کہا جاتا ہے''۔انتھٰی۔ [1]

''فرقۂ کاملیہ'' کی توضیح آگے آتی ہے۔

پھر ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین''میں یہ بھی فرمایا کہ:

''جب ہم ایسی صنف کا ذکر کرتے ہیں، جو امامت کو علی بن حسین تک پہنچاتے ہیں، تو اس سے ہماری مراد وہ لوگ ہوتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی تنصیص کی تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی امامت کی تنصیص کی، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی امامت کی تنصیص کی، اور حضرت حسین

---

[1] والصنف الثانی من الأصناف الثلاثة التی ذکرنا بأن الشیعة یجمعها ثلاثة أصناف وهم الرافضة.

وإنما سموا رافضة لرفضهم إمامة أبی بکر وعمر.

وهم مجمعون علی أن النبی صلی الله علیه وسلم نص علی استخلاف علی بن أبی طالب باسمه وأظهر ذلک وأعلنه وأن أکثر الصحابة ضلوا بترکهم الاقتداء به بعد وفاة النبی صلی الله علیه وسلم وأن الإمامة لا تکون إلا بنص وتوقیف وأنها قرابة وأنه جائز للإمام فی حال التقیة أن یقول: أنه لیس بإمام وأبطلوا جمیعاً الاجتهاد فی الأحکام.

وزعموا أن الإمام لا یکون إلا أفضل الناس وزعموا أن علیاً –رضوان الله علیه– کان مصیباً فی جمیع أحواله وأنه لم یخطیء فی شیء من أمور الدین .

إلا الکاملیة أصحاب أبی کامل فإنهم أکفروا الناس بترک الاقتداء به وأکفروا علیاً بترک الطلب وأنکروا الخروج علی أئمة الجور وقالوا: لیس یجوز ذلک دون الإمام المنصوص علی إمامته وهم سوی الکاملیة أربع وعشرون فرقة وهم یدعون الإمامیة لقولهم بالنص علی إمامة علی بن أبی طالب(مقالات الاسلامیین ،ج ۱ ص ۳۳، ۳۴، هذا ذکر الاختلاف،أمهات الفرق،الرافضة الإمامیة أربع وعشرون فرقة)

ابوالحسن اشعری نے مذکورہ عبارت میں جملہ امامیہ کے احکام میں اجتہاد کے ترک کرنے کا حکم بھی بیان کیا ہے۔

اور ہم نے یہ تفصیل آگے ذکر کردی ہے کہ موجودہ زمانہ میں جمہور اثنا عشریہ، جو کہ ''اصولیین'' کہلاتے ہیں، وہ اجتہاد کے مشروع ہونے کے قائل ہیں۔محمد رضوان۔

رضی اللہ عنہ نے علی بن حسین کی امامت کی تنصیص کی''۔انتھٰی۔ [1]

اس کے بعد ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین ''میں مذکورہ چوبیس فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے، چوبیسواں فرقہ یہ بیان فرمایا ہے کہ جن کا گمان یہ ہے کہ بارہویں امام ''محمد بن حسن'' ہیں، جو''قائم'' ہیں، اور وہ ظاہر ہونے کے بعد، دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، اور ظلم کا قلع قمع کریں گے۔ [2]

اور شیخ ابوالحسن علی بن آبی حنبلی ثم الشافعی (المتوفیٰ: 631ھ) جو سیف الدین آمدی کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے''ابکار الافکار ''میں''شیعہ'' کے بنیادی تین فرقے بیان کئے ہیں، ایک''غلاۃ'' دوسرے''زیدیہ'' تیسرے''امامیہ''

اور پھر''غلاۃ'' کے اٹھارہ فرقے بیان کئے ہیں، جن میں دوسرا فرقہ'' کاملیہ'' کا ذکر کیا ہے۔ [3]

---

[1] وإذا قلنا عن صنف أنهم يسوقون الإمامة إلى على بن الحسين فإنما نعنى الذين يقولون أن النبى صلى الله عليه وسلم نص على إمامة على وأن عليا نص على إمامة الحسن وأن الحسن نص على إمامة الحسين وأن الحسين نص على إمامة على بن الحسين(مقالات الاسلاميين ،ج ا ص ۳۸، هذا ذكر الاختلاف،أمهات الفرق،الرافضة الإمامية أربع وعشرون فرقة)

[2] والصنف الرابع والعشرون من الرافضة: يزعمون أن النبى صلى الله عليه وسلم نص على على وأن عليا نص على الحسن بن على ثم انتهت الإمامة إلى محمد بن الحسن بن على بن محمد بن على بن موسى بن جعفر كما حكينا عن أول فرقة من الرافضة.

ويزعمون أن محمد بن الحسن بعده إمام هو القائم الذى يظهر فيملأ الدنيا عدلا ويقمع الظلم.

والأولون قالوا أن محمد بن الحسن هو القائم الذى يظهر فيملأ الدنيا عدلا كما ملئت ظلما وجورا(مقالات الاسلاميين ،ج ا ص ۴۲،۴۳، هذا ذكر الاختلاف،أمهات الفرق،الرافضة الإمامية أربع وعشرون فرقة)

[3] و أما الشيعة :فاثنتان و عشرون فرقة يكفر بعضهم بعضا، و قد انقسموا فى الأصل إلى ثلاث فرق :غلاة -و زيدية -و إمامية.

أما الغلاة :فقد افترقوا ثمانى عشرة فرقة.

الفرقة الأولى :السبائية :

أصحاب عبد الله بن سبأ الّذى قال لعلى :أنت الإله حتى نفاه إلى المدائن فلما قتل علىّ، زعم ابن سبأ أن عليا، لم يمت، و فيه الجزء الإلهى، و أن ابن ملجم .إنما قتل شيطانا، تصور بصورة على، و

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ''غالیہ'' میں ''غرابیہ'' اور ''بدائیہ'' اور ''نصیریہ'' فرقوں کو بھی شمار کیا ہے۔

اور ''اسماعیلیہ'' کو بھی ''غالیہ'' میں شمار کیا ہے، اوران کے مختلف ناموں کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ ''باطنیہ، قرامطہ، خرمیہ، سبعیہ، بابکیہ، محمرہ، اور اسماعیلیہ۔ [2]

اوران کی دعوت کی بنیاد کا ''ابطالِ شریعت'' پر قائم ہونا بیان کیا ہے۔ [3]

اوراس کے بعد پھر بالترتیب ''زیدیہ'' اور پھر ''امامیہ'' کا ذکر کیا ہے۔

تاہم بہت سے متقدمین ومتاخرین نے ''رافضہ وامامیہ'' کی تعریف عموم کے ساتھ کی ہے، جس میں ''اثناعشریہ'' کے علاوہ دوسرے متعدد ''غالی'' فرقوں کو بھی شامل کیا ہے، مثلاً قرامطہ، اور اسماعیلیہ، یہاں تک کہ بعض نے ''زیدیہ'' کو بھی اس عموم میں شامل رکھا ہے، جبکہ ان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أنـه فى السحاب، و أن الرعد صوته، و البرق سوطه، و أنه ينزل إلى الأرض بعد هذا و يملؤها عدلا، و لهـذا فإن هذه الطائفة إذا سمعوا صوت الرعد قالوا :عـليک السلام يا أمير المؤمنين، و لا يخفى كفر هذه الطائفة لإضافتها الألوهية إلى عليّ.

ثم يقال لهم إن كان عليّ حيّا، و أن ابن ملجم لم يقتل إلا شيطانا؛ فقاتل الشيطان محمود، لا مذموم، ملعون.

الفرقة الثانية :الكاملية :أصـحاب أبى كامل كفّروا الصحابة بتركهم بيعة عليّ، و كفّروا عليّا بتركه طـلـب الـحق، و إظهاره و هم قائلون بالتناسخ و أن الإمامة نور تتناسخ من شخص إلى شخص، و أن ذلک الـنور قد يكون فى شخص نبوة، و فى شخص إمامة(أبكار الأفكار، ج ۵،ص ۵۲،۵۳،القاعدة السـابـعة فـى الاسـمـاء و الأحـكـام،الـفـصـل الـرابع، الناشر: دارالكتب و الوثائق القومية بالقاهرة، مطبوعة: ۱۴۲۳ هـ، 2002م)

[2] الفرقة الثامنة عشرة :الإسماعيلية، و لهم ألقاب سبعة:

البـاطـنية، و الـقـرامـطة، و الـخرمية، و السبعية، و البابكية، و المحمرة، و الإسماعيلية و تسميتهم باطنية :لأنهـم يـزعـمـون أن لـلـقـرآن ظـاهرا و باطنا، و أن المراد منه الباطن دون ما هو الظاهر، و المعلوم منه لغة(أبكار الأفكار، ج ۵،ص ۶۱،القاعدة السابعة،الفصل الرابع)

[3] و أصـل دعـوة هـؤلاء مبـنـى على إبطال الشرائع، و دحض النواميس، الدينية، و ذلک لأن ابتـداء دعـوتهـم أن نـفـرا من المجوس يقال لهم غيارية اجتمعوا فتذاكروا ما كان أسلافهم عليه من الـمـلـک، الّـذى غلب عليه المسلمون، فقالوا :لا سبيـل لـنـا إلى دفعهم بالسيف؛ لكثرتهم، و قوة شـوكتهـم؛ لـكـنـا نـحتـال بتـأويـل شرائعهم، على وجوه تعود إلى قواعد الأسلاف من المجوس، و نستـدرج بـه الـضـعـفـاء مـنهم؛ فإن ذلک مما يوجب الاختلاف بينهم، و اضطراب كلمتهم(أبكار الأفكار، ج ۵، ص۶۳، القاعدة السابعة،الفصل الرابع)

فرقوں سے موجودہ امامیہ اثنا عشریہ کو متعدد مسائل میں شدید اختلاف ہے، جیسا کہ ''اسماعیلیہ'' سے بعض ایسے مسائل میں اختلاف ہے، جو ائمہ سے متعلق شدید غلو پر مبنی ہیں۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منہاجُ السنة'' میں یہ بھی فرمایا کہ اسماعیلیہ اپنے ائمہ کے بارے میں علمِ غیب اور کشفِ باطنِ شریعت، اور ان کے علوِ درجات کے عقیدہ میں اثنا عشریہ سے زیادہ غالی ہیں، اور وہ محرمات کو حلال اور واجبات کے ترک کرنے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں، اور اپنے ساتھ محبت کی بناء پر، نماز، روزہ اور حج و زکاۃ کے ساقط ہونے کے بھی قائل ہیں، جبکہ اثنا عشریہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ جنت کا مستحق ہونے کے لئے واجبات کو اداء کرنا، اور محرمات کو ترک کرنا ضروری ہے۔ [1]

نیز علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ تالیف میں ہی فرمایا کہ ''اسماعیلیہ'' اسماعیل بن جعفر کی امامت کا دعویٰ کرتے ہیں، اور اثنا عشریہ ''موسیٰ بن جعفرؒ'' کی امامت کا دعویٰ کرتے ہیں، اور اسماعیلیہ در اصل باطن سے ملاحدہ، زنادقہ ہیں، جن کا اثنا عشریہ کی جنس سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں، لیکن ملاحدہ اور زنادقہ کا دروازہ یہی مذاہب ہیں، اس لئے انہوں نے اثنا عشریہ اور ان جیسوں کی طرف اپنا انتساب کر کے جھوٹ پر جھوٹ باندھا، اور اپنے بدترین شر کو اثنا عشریہ کے عنوان سے داخل کر دیا، جس طرح شیعہ مذہب میں جہمیہ اور قدریہ وغیرہ کا بھی تداخل ہوا۔ [2]

---

[1] أولئك يدعون من علم الغيب وكشف باطن الشريعة وعلو الدرجة أعظم مما تدعيه الاثنا عشرية لأصحابهم، ويضمنون له هذا مع استحلال المحرمات وترك الواجبات، فيقولون له: قد أسقطنا عنك الصلاة والصوم والحج والزكاة، وضمنا لك بموالاتنا الجنة (ونحن قاطعون بذلك) والاثنا عشرية يقولون: لا يستحق الجنة حتى يؤدى الواجبات ويترك المحرمات(منهاج السنة، ج٣،ص ٤٩٥،الفصل الثانى،فصل قول الرافضى "الوجه الثالث أن الإمامية جازمون بحصول النجاة لهم "والرد عليه)

[2] وادعوا أن الحق معهم دون الاثنى عشرية ;فإن الاثنى عشرية يدعون إمامة موسى بن جعفر، وهؤلاء يدعون إمامة إسماعيل بن جعفر.

وأئمة هؤلاء فى الباطن ملاحدة زنادقة، شر من الغالية، ليسوا من جنس الاثنى عشرية، لكن إنما طرقهم على هذه المذاهب الفاسدة ونسبتها إلى على ما فعلته الاثنا عشرية وأمثالهم، كذب أولئك عليه نوعا من الكذب، ففرعه هؤلاء، وزادوا عليه، حتى نسبوا الإلحاد إليه، كما نسب هؤلاء إليه مذهب الجهمية والقدرية وغير ذلك(منهاج السنة،ج٨،ص ١٢،الفصل الثالث، المنهج الرابع)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ان اسماعیلیہ قرامطہ باطنیہ کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ''تشیع ورفض'' کے قالب میں خروج کیا، اور امامیہ اور زیدیہ، وغیرہ، سب شیعہ ان کو کافر جانتے ہیں۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ کے علاوہ بھی بعض دوسرے محققین نے جابجا تصریح کی ہے کہ اسماعیلیہ اور نصیریہ کا تعلق بنیادی طور پر منافقین زنادقہ سے تھا، انہوں نے اپنے نفاق وزندقہ کو چھپانے کے لئے روافض وامامیہ میں تداخل اختیار کیا، اوران کا لبادہ اوڑھا، اور اپنے آپ کو ''امامیہ'' کے نام سے موسوم کیا، اور اسی نام سے اپنے کافرانہ عقائد کی تبلیغ وتشہیر کی، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

بعد کے ادوار میں امامیہ اثنا عشری نے اپنے افکار ومسائل کو دوسرے غالیہ فرقوں سے مہذب کر کے تفصیل سے بیان کیا، اور اب جمہور شیعہ دراصل ''امامیہ اثنا عشریہ ہی کہلاتے ہیں۔

ملا علی قاری حنفی نے ''شرحُ الشفا ''میں فرمایا کہ اسماعیلیہ کے مختلف القاب ہیں، جیسا کہ قرامطہ، اور باطنیہ وغیرہ۔ [2]

---

[1] وزعموا أنهم مؤمنون وقالوا إنهم يجمعون بين النبوة والفلسفة كما يفعل الفارابى وابن سينا وغيرهما من المتفلسفة والقرامطة الباطنية من الإسماعيلية ونحوهم الذين أخذوا معانى المتفلسفة الروم والفرس فأخرجوها فى قالب التشيع والرفض .والإمامية والزيدية وغيرهم من الشيعة يعلمون أنهم كفار(مجموع الفتاویٰ لابنِ تيمية، ج۱۲ ص۳۵۳، كتاب القرآن كلام الله حقيقة)

[2] (والإسماعيلية) وهم هم وإنما اختلف ألقابهم كذا قاله الدلجى وقال التلمسانى الإسماعيلية من الباطنية وهم قوم اثبتوا إمامة إسماعيل بن جعفر الصادق وقيل لأن رئيسهم ينسب لمحمد بن إسماعيل بن جعفر وهو الصادق وقيل فرقة من الامامية من الرافضة ينسبون إلى إسماعيل بن جعفر الصادق حيث يزعمون أن الإمام بعد جعفر الصادق إسماعيل ابن جعفر ولكن لما مات إسماعيل فى حال حياة أخيه عادت الامامة إلى أخيه قال تقى الدين أبو العباس بن تيمية أن الإسماعيلية فى القرامطة الباطنية اتباع الحاكم الذى كان بمصر وكان دينهم دين أصحاب رسائل إخوان الصفا من أئمة منافقى الأمم الذين ليسوا مسلمين ولا يهودا ولا نصارى انتهى والله سبحانه وتعالى اعلم (والعنبرية من الرافضة) وهم المنسوبون إلى عبيد الله بن الحسن العنبر قاضى البصرة الذى جوز التقليد فى العقائد والعقليات وقد تقدم فى الفصل قبله كذا ذكره التلمسانى وقد سبق أن إيماء المقلد صحيح عند عامة العلماء وفى نسخة صحيحة والعبيدية وهم من بنى عبيد ابن بنت القداح اليهودى اسلمت أمة فتزوجها شريف فزعم عبيد انه ابنه ودعا الناس إلى أن يبايعوه بالخلافة فطلب فلحق بالمغرب وبويع له بها وتولى من بنيه بمصر أربعة عشر خليفة ثم أخذها منهم نور الدين الشهيد (شرح الشفا، ج۲، ص۵۱۲، ۵۱۳، القسم الرابع، الباب الثالث، فصل فى بيان ما هو من المقالات كفر وما يتوقف أو يختلف فيه وما ليس بكفر)

شیعہ اثناعشریہ کے عالم شرف الدین الموسوی (المتوفی: 1377ہجری) اپنی تالیف ''الفصولُ المهمة فی تالیف الأمة'' میں لکھتے ہیں:

**طائفة قد التبس الأمر عليهم ، لأن اسم الشيعة غير خاص بالامامية بل مشترك بينها وبين فرق كثيرة ، كالآغا خانية، والكيسانية ،والناووسية، والخطابية ،والفطحية ،والواقفية وغيرها ، فربما وجدوا أقوالاً منكرة ومذاهب مكفرة لاحدى تلك الفرق الضالة التى يطلق عليه لفظ الشيعة فظنوا أنه مذهب الجميع** (الفصول المهمة فی تأليف الأمة،ص ۱۵۰، ۱۵۱، الفصل العاشر،القسم الثالث ،الناشر: دارالكتاب العربى، بغداد، الطبعة الأولىٰ: ۱۴۲۹ھ، 2008م)

ترجمہ: ایک جماعت پر معاملہ ملتبس ہوگیا، کیونکہ ''شیعہ'' کا نام ''امامیہ'' کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ یہ نام ''امامیہ'' اور بہت سے دوسرے فرقوں کے درمیان مشترک ہے، جیسا کہ ''آغاخانیہ، کیسانیہ، ناووسیہ، خطابیہ، فطحیہ، اور واقفیہ وغیرہ، پس بسا اوقات وہ حضرات '' کچھ اقوالِ منکرہ'' اور ''مذاہبِ مکفرہ'' کو ان گمراہ فرقوں میں سے کسی فرقہ میں پاتے ہیں، جن پر لفظِ شیعہ، بولا جاتا ہے، تو یہ حضرات یہ گمان کر لیتے ہیں کہ یہ تمام شیعہ کہلائے جانے والوں کا مذہب ہے (الفصول المہمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ آغاخانی، کیسانی، ناووسی، خطابی، فطحی، اور واقفی وغیرہ، جیسے فرقے، شیعہ کی طرف منسوب ہیں، لیکن ''امامیہ اثناعشریہ'' ان سب کو اپنے سے جدا قرار دیتے ہیں، لہٰذا جو عقائد ان دوسرے فرقوں کے ہیں، ان کو بلاتحقیق ''امامیہ اثناعشریہ'' کی طرف منسوب کرنا درست نہیں، جبکہ بعض حضرات نے اس طرح کے بعض فرقوں کو بھی ''امامیہ'' میں ذکر کردیا ہے، یہ فرق ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

پھر موصوف مذکور آگے لکھتے ہیں:

**جماعة قد اعتمدفى نقل تلك الدواهى والطامات عن الشيعة على من تقدمهم من علماء سلفهم ، إذ رأوهم ينقلون شيئاً فنقلوه ووجدوا أثراً فاتبعوه ، ولو رجعوا فى معرفة أقوال الأمامية إلى علمائهم، وأخذوا مذهبهم**

**فی الأصول والفروع من مؤلفاتهم ، لكان أقرب إلى التثبت والورع ،وما أدرى كيف نبذوا فى هذا المقام كتب الأمامية على كثرتها وانتشارها واعتمدوا على نقل أعدائهم المرجفين ،وخصمائهم المجازفين الذين تحكموا فى تضليلهم ، وسلقوهم بألسنة الافتراء؟! وهذا عصر لا يصغى فيه إلى من يرسل نقله ارسال الكذابين ،أو يطلق كلامه اطلاق المموهين حتى يرشدنا إلى المأخذ ويدلنا على المستند** (الفصول المهمة فى تأليف الأمة،ص ۱۵۲ ، الفصل العاشر،القسم الرابع،الناشر: دارالكتاب العربى، بغداد، الطبعة الأولٰى : ۱۴۲۹ھ ، 2008م)

ترجمہ: ایک جماعت نے ان الزامات واتہامات کوشیعہ کی طرف سے ہونے پر اعتماد کرلیا، کیونکہ ان کے پہلے علمائے سلف نے ان کونقل کیا تھا، کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ کوئی بات نقل کرتے ہیں،اسی بات کوبعدوالوں نے بھی نقل کردیا، اور اس میں انہوں نے کوئی روایت دیکھی،تو اسی کی پیروی کرلی،اور اگر یہ حضرات، امامیہ کے اقوال کی معرفت کے لئے ان کے علماء کی طرف رجوع کرتے ،اوران کے مذہب کی اصولی وفروعی باتوں کوان امامیہ کی تالیفات سے اخذ کرتے ،تو یہ طریقہ ثبوت،اوراحتیاط کے زیادہ قریب ہوتا،اور مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے اس موقع پر امامیہ کی کتب کو کیوں نظرانداز کردیا،جبکہ وہ کثرت سے موجود ہیں،اور بہت زیادہ نشر ہوتی ہیں،اوراس کے بجائے انہوں نے امامیہ کے خلاف فتنہ پرور دشمنوں اور،اوران کے اٹکل مارنے والے مخالفین کی نقل پر اعتماد کیا، جوان امامیہ کے گمراہ ہونے کا جبری حکم لگانے کے درپے ہوتے ہیں، اوران پر افتراء پردازی کرتے ہیں،اور یہ ایسا زمانہ ہے کہ جس میں ایسے شخص کی طرف کان نہیں دھرنا چاہیے، جواپنی نقل جھوٹے لوگوں کی طرح پھیلاتا ہو، یا اپنے کلام کومتوہم لوگوں کی طرح چلاتا ہو، تا آنکہ ہم اصل مآخذ تک نہ پہنچ جائیں،اور ہمیں مستند دلیل معلوم نہ ہوجائے (الفصول المہمہ)

اس لئے سابق ادوار میں متعدد اہلُ السنۃ علماء نے جن عقائد وافکار کی نسبت ”شیعہ“ یا ”رافضہ“ یا ”امامیہ“ کی طرف کی ہے،ان کی نسبت جملہ ”شیعہ“ یا جملہ ”رافضہ“ یا جملہ

''امامیہ اثنا عشریہ'' کی طرف کرنا، اس وقت تک درست نہیں ہوگا، جب تک ان کے مستند عقائد کے مراجع وماٰخذ سے ان کی تصدیق وتصویب نہ ہوجائے۔

اور اس کے بعد پھر تکفیر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اہل السنہ کے متفقہ اصولوں پر مبنی ہو، اختلاف کی صورت میں کلام پہلے گذر چکا ہے۔

اور ہم اس موقعہ پر کسی دوسری غیر متعلقہ بحث میں الجھے بغیر ابوالحسن اشعری کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں، جن کے ضمن میں ان شاءاللہ تعالیٰ ہم چند ایسے نکتوں کی وضاحت بھی نقل کریں گے، جو اس دور میں معرکۃ الآ راء حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔

اس کے بعد ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ:

> ''شیعہ کی تیسری صنف ''زیدیہ'' کی ہے، جن کا نام ''زیدیہ'' اس لیے رکھا گیا کہ انہوں نے زید بن علی کے قول کے ساتھ تمسک اختیار کیا، اور زید بن علی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام سے محبت کرتے تھے، اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بھی محبت رکھتے تھے''۔انتہٰی۔ [1]

اہلِ تشیع کی نشر واشاعت کے بعد شیعہ کی مندرجہ بالا تین اصناف ہی، بنیادی اقسام ہیں، جن میں ''غالیہ'' کے بعد ''رافضہ'' ہیں، جن کو ''امامیہ'' بھی کہا جاتا ہے، اور آخر میں ''زیدیہ'' ہیں، اور باقی انواع واقسام ان ہی بنیادی تین اصناف کے درمیان دائر ہیں۔

پس آج کل جو بہت سے حضرات اس تقسیم کو نظر انداز کرکے سب پر یکساں، اور اس سے بڑھ

---

[1] والصنف الثالث من الأصناف الثلاثة التی ذکرناها أن الشیعة یجمعها ثلاثة أصناف وهم الزیدیة. وإنما سموا زیدیة لتمسکهم بقول زید بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب.
وکان زید بن علی بویع له بالکوفة فی أیام هشام بن عبد الملک وکان أمیر الکوفة یوسف بن عمر الثقفی وکان زید بن علی یفضل علی بن أبی طالب علی سائر أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ویتولی أبا بکر وعمر ویری الخروج علی أئمة الجور فلما ظهر بالکوفة فی أصحابه الذین بایعوه سمع من بعضهم الطعن علی أبی بکر وعمر فأنکر ذلک علی من سمعه منه فتفرق عنه الذین بایعوه فقال لهم: رفضتمونی وبقی فی شرذمة(مقالات الاسلامیین ،ج ا ص ۶۸، ۶۹، مقالات الروافض،رجال الرافضة ومؤلفو کتبهم،الزیدیة من الشیعة)

کر علی الاطلاق جملہ اہلِ تشیع پر تکفیر کا حکم لگاتے ہیں، یہ درست نہیں۔

اور روافض کے غلاۃ کو بھی بعض نے روافض کی قسم میں داخل مانا ہے، اس لئے آگے جن عقائد وافکار، یا ان میں اختلاف کا ذکر آتا ہے، اس میں بھی اس عموم کو ملحوظ رکھنا چاہیے، اور تحقیق کے بغیر اس کو کسی ایک فرقہ کی طرف منسوب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اسی لئے آگے آنے والے حوالہ جات میں بھی ابوالحسن اشعری نے ہر عقیدہ وفکر کو متعین فرقوں کا نام لے کر ان کی طرف منسوب نہیں کیا۔

# ''شیعہ روافض'' کا ''تحریفِ قرآن'' کے متعلق موقف

ابوالحسن اشعری نے ''**مقالاتُ الاسلامیین** ''میں قرآن مجید میں زیادتی ونقص کے بارے میں روافض کے تین فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''روافض'' کا ایک فرقہ صرف نقص کا قائل ہے، زیادتی کا قائل نہیں۔

اور''روافض'' کا دوسرا فرقہ زیادتی کے جواز اور نقص کے عدمِ جواز کا قائل ہے۔

اور'' روافض'' کا تیسرا فرقہ، جو اعتزال وامامت کا قائل ہے، وہ قرآن مجید میں نقص اور زیادتی، کسی چیز کا عقیدہ نہیں رکھتا، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے گئے قرآن مجید میں کسی تبدل وتغیر کا قائل نہیں، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے گئے قرآن کے اسی حالت پر برابر قائم رہنے کا قائل ہے''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] قول الروافض فی القرآن :هل زید أو نقص منه؟
واختلفت الروافض فی القرآن هل زید فیه أو نقص منه.
وهم ثلاث فرق:
فالفرقة الأولى منهم یزعمون أن القرآن قد نقص منه وأما الزیادة فذلک غیر جائز أن یکون قد کان وکذلک لا یجوز أن یکون قد غیر منه شیء عما کان علیه فأما ذهاب کثیر منه فقد ذهب کثیر منه والإمام یحیط علماً به.(فی أصل المخطوط بیاض بالأصل إلا أنه محقق الطبعة الألمانیة أشار إلى هامش ح یتضمن عبارة" :وهم الذین یجوزون الزیادة ولا یجوزون النقص منه)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ مندرجہ بالا اور اس جیسے دیگر حوالہ جات میں ''روافض'' کا لفظ عام ہے، جس میں روافض کی طرف منسوب مختلف فرقے داخل ہیں، خاص اثنا عشریہ مراد نہیں۔

اور ابوالحسن اشعری نے بھی ''رافضہ و امامیہ'' کے مختلف فرقوں اور ان کے اختلافات سے واقف ہونے کے باوجود ''تحریفِ قرآن'' کے عقیدہ کی نسبت ''اثنا عشریہ'' وغیرہ کی طرف نہیں فرمائی، بلکہ عموم کے ساتھ یہ حکم بیان فرمایا، اور ''رافضہ'' کے عمومی مفہوم میں بعض ''غالیہ'' بھی داخل ہوا کرتے ہیں۔

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی (المتوفی: 548ھ) نے ''الملل والنحل'' میں بعض ایسے عقائد کو ''امامیہ'' کی طرف منسوب کردیا ہے، جو ''امامیہ'' کے بجائے ''غالیہ اسماعیلیہ باطنیہ'' وغیرہ کے ہیں، محققین نے شہرستانی کی طرف سے اس طرح کی متعدد نقول کو غیر معتبر، اور ان کے مقابلہ میں اشعری کی نقول کو زیادہ معتبر قرار دیا ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منھاجُ السنۃ'' میں شہرستانی کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ بہت سی باتیں، ایسے لوگوں کے حوالہ سے ذکر کردیتے ہیں، جو متہم ہوتے ہیں، اس لئے ان کی نقل کردہ اس قسم کی باتوں کا اعتبار کرنا، مناسب نہیں، اور شہرستانی کے مقابلہ میں اشعری کی نقول زیادہ صحیح اور جھوٹ سے محفوظ ہیں۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ والفرقة الثالثة منهم وهم القائلون بالاعتزال والإمامة يزعمون أن القرآن ما نقص منه ولا زيد فيه على ما أنزل الله تعالى على نبيه عليه السلم لم يغير ولم يبدل ولا زال عما كان عليه(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ا ،ص ۵۵،مقالات الروافض،قول الروافض فى القرآن :هل زيد أو نقص منه؟)

[1] ما ينقله الشهرستانى وأمثاله من المصنفين فى الملل والنحل، عامته مما ينقله بعضهم عن بعض، وكثير من ذلك لم يحرر فيه أقوال المنقول عنهم، ولم يذكر الإسناد فى عامة ما ينقله، بل هو ينقل من كتب من صنف المقالات قبله، مثل أبى عيسى الوراق وهو من المصنفين للرافضة، المتهمين فى كثير مما ينقلونه ، ومثل أبى يحيى وغيرهما من الشيعة .وينقل أيضا من كتب بعض الزيدية والمعتزلة الطاعنين فى كثير من الصحابة.

ولهذا تجد نقل الأشعرى أصح من نقل هؤلاء ;لأنه أعلم بالمقالات، وأشد احترازا من كذب الكذابين فيها(منهاج السنة ، ج٦ص ٣٠٠، ٣٠١،الفصل الثانى،فصل نقل الرافضى عن الشهرستانى ما ذكره من التنازع الذى وقع بين الصحابة فى مرض النبى عليه السلام)

علامہ ابنِ تیمیہ نے شہرستانی کی ''الملل و النحل ''میں کچھ مداہنت کے شبہ کا بھی ظہار کیا ہے۔ ۱؎

اور بعض حضرات نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ امامیہ کے بعض متاخرین، امامت کے ساتھ معتزلہ کے اصول سے تمسک کرتے ہیں، اس لیے وہ ''امامیہ معتزلہ'' شمار ہوں گے۔ ۲؎

اورعلامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة ''میں تحریر کیا ہے کہ متاخرینِ امامیہ، جیسا کہ ابن النعمان، اور مرتضٰی اور ابوجعفر طوسی وغیرہ نے، توحید، اور عدل، اور آیاتِ صفات اور تقدیر وغیرہ کے مسائل کو معتزلہ کی کتب سے اخذ کیا ہے، جن میں بعض جگہ کچھ تصرف کیا ہے۔ ۳؎

---

۱؎ وأما قوله " :إن الشهرستانى من أشد المتعصبين على الإمامية ."
فليس كذلك، بل يميل كثيرا إلى أشياء من أمورهم، بل يذكر أحيانا أشياء من كلام الإسماعيلية الباطنية منهم ويوجهه . ولهذا اتهمه بعض الناس بأنه من الإسماعيلية، وإن لم يكن الأمر كذلك، وقد ذكر من اتهمه شواهد من كلامه وسيرته.
.وقد يقال :هو مع الشيعة بوجه، ومع أصحاب الأشعرى بوجه.
وقد وقع فى هذا كثير من أهل الكلام والوعاظ، وكانوا يدعون بالأدعية المأثورة فى صحيفة على بن الحسين، وإن كان أكثرها كذبا على على بن الحسين.
وبالجملة فالشهرستانى يظهر الميل إلى الشيعة، إما بباطنه وإما مداهنة لهم، فإن هذا الكتاب - كتاب "الملل والنحل "صنفه لرئيس من رؤسائهم، وكانت له ولاية ديوانيه .وكان للشهرستانى مقصود فى استعطافه له(منهاج السنة، ج٦ ،ص٣٠٥، ٣٠٦، الفصل الثانى،الرد على زعم الرافضى أن الشهرستانى من أشد المتعصبين على الإمامية)

۲؎ ثم الشيعة فى هذه الشريعة وقعوا فى غلو وتقصير، أما الغلو فتشبيه بعض أئمتهم بالإله تعالى وتقدس، وأما التقصير فتشبيه الإله بواحد من الخلق .
ولما ظهرت المعتزلة والمتكلمون من السلف رجعت بعض الروافض عن الغلو والتقصير، ووقعت فى الاعتزال وتخطت جماعة من السلف إلى التفسير الظاهر فوقعت فى التشبيه(الملل والنحل للشهرستانى، ج ا ص٩٣، الباب الاول، الفصل الثالث:الصفاتية)
اعتماد متأخرى الإمامية على المعتزلة فى المعقولات.
وأما عمدتهم فى النظر، والعقليات، فقد اعتمد متأخروهم على كتب المعتزلة، ووافقوهم فى مسائل الصفات (منهاج السنة ،ج ا ص ٧٠،كلام عام عن الرافضة،اعتماد متأخرى الإمامية على المعتزلة فى المعقولات)

۳؎ جميع ما يذكره هؤلاء الإمامية المتأخرون فى مسائل التوحيد والعدل ، كابن النعمان والموسوى الملقب بالمرتضى وأبى جعفر الطوسى وغيرهم، هو مأخوذ من كتب المعتزلة، بل كثير منه منقول نقل المسطرة وبعضه قد تصرفوا فيه۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ نے طوسی کو متاخرین روافض کے افضل ترین حضرات میں شمار کیا ہے۔ [1]

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ امامیہ اکثر اصولِ عقائد میں معتزلہ، خوارج، مرجیہ، باطل فرقوں کی موافقت کرتے ہیں'' (السیف المسلول، ص۵۸، پہلا مقالہ: روافض کے مذہب کے ابطال اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مذہب کے اثبات میں، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

مذکورہ عبارت میں امامیہ، کو اکثر اصولِ عقائد میں معتزلہ، خوارج اور مرجیہ کی طرح اہلِ اھواء اور اہلِ بدعت فرقوں میں شمار کیا گیا ہے۔

سید مصطفیٰ عبدالمتعال، جن کا ذکر آگے آتا ہے، انہوں نے بھی اپنے مضمون ''شیوخ متکلمی الاثناعشریة فی القرن الخامس الهجری ''میں اس موضوع پر مفصل کلام کیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جمہور مجتہدین و محققین نے معتزلہ وغیرہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں فرمائی۔

اسی طرح روافض اور امامیہ کی بھی علی الاطلاق تکفیر کرنا راجح نہیں ہوگا۔

ابوالحسن اشعری کے بعد چوتھی صدی ہجری کے ماہر فقیہ، محدث اور اہل السنۃ والجماعۃ کے متکلم اور اشاعرہ کے امام کا لقب پانے اور عراق میں مالکیہ کی ریاست کی انتہاء کو پہنچنے والے

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكذلک ما يذكرونه من تفسير القرآن في آيات الصفات والقدر ونحو ذلک، هو منقول من تفاسير المعتزلة كالأصم والجبائي وعبد الجبار بن أحمد الهمذاني والرماني وأبي مسلم الأصبهاني وغيرهم، لا ينقل عن قدماء الإمامية من هذا حرف واحد، لا في الأصول العقلية ولا في تفسير القرآن. وقدماؤهم كانوا أكثر اجتماعا بالأئمة من متأخريهم، يجتمعون بجعفر الصادق وغيره(منهاج السنة ،ج۳ص ۵ الیٰ ۷، الفصل الثانی، فصل قول الرافضی إن الله تعالى لا يقدر على مثل مقدور العباد والرد عليه)

[1] الطوسی -الذی هو أفضل متأخريهم(مجموع الفتاوىٰ،ج۶،ص ۳۰۹،الجزء الثانی من كتاب الأسماء والصفات،فصل فی محاولة ائمة علم الكلام الجمع بين الأدلة)

''قاضی ابوبکر باقلانی مالکی'' (المتوفیٰ: 403ھ) نے ''تحریفِ قرآن'' کے عقیدہ کے بطلان پر ایک نہایت عمدہ کتاب ''الانتصار للقرآن'' کے نام سے تالیف فرمائی ہے، جس میں ایک مقام پر وہ فرماتے ہیں:

''تحریفِ قرآن کے بارے میں بعض شیعہ کا دعویٰ بہتان ہے، اور یہ بہتان شیعوں کے بعض غالی لوگوں نے گھڑا ہے، اسلافِ شیعہ میں سے کسی سے، اس بارے میں ایک حرف بھی منقول نہیں، اور اسی موقف پر آج تک خالص شیعہ، اور ان کے سوادِ اعظم قائم ہیں''۔ [1]

قاضی ابوبکر باقلانی کے مزید حوالہ جات آگے مالکیہ کی عبارات وحوالہ جات کے ذیل میں آتے ہیں، اور تکفیر سے بچنے کے لیے تاویل کا حکم معلوم ہے۔

جامعہ قطر کے ''کلیة الشریعة'' اور ''دراساتِ اسلامیہ'' کے استاذِ مساعد ''دکتور معصب الخیر ادریس سید مصطفیٰ عبدالمتعال، جو اعتقاداً اشعری، اور، اور فقہاً شافعی، اور تصوف میں شاذلی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے ''اہلِ تشیع'' اور بالخصوص ''اثناعشریہ'' کی تاریخ اور ان کے عقائد وافکار پر نمایاں تحقیقات ومقالہ جات تحریر فرمائے ہیں، انہوں نے اپنے مضمون ''مقدمات النظر ودقیق الکلام'' میں شیعہ اثناعشریہ کی طرف تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی نسبت پر نہایت محققانہ کلام کیا ہے، اور جمہور اثناعشریہ کی طرف اس عقیدہ کی

---

[1] فإن قالوا: قد نقلت الشيعة، وببعضهم تثبت الحجة عن مثلهم عن على عليه السلام أنه أنكر على القوم وخالفهم وعرفهم أن القرآن ناقص مغير محرف.

قيل لهم: هذا بهت منكم وشيء وضعه قوم من غلاتكم، والقادحين فى الشريعة، وإلا فما نقل أحد من أسلاف الشيعة فى ذلک حرفا واحدا، بل نقل أنه كان داخلا فى الجماعة ومقرا بما اتفقوا عليه ومصوبا له، وأنه كان يقرىء به ويعلمه، وعلى ذلک الدهماء من الشيعة والسواد الأعظم إلى اليوم، وبعد فما الذى قاله لهم لما وقفهم على تبديل القوم وتغييرهم وما الذى عرفهم به مما غيره، وما الذى لقنهم مما أسقطوه وكيف يمكنه أن يقول لهم: إن القوم حرفوا كتاب الله وغيروه، ولم يمكنه أن يوقفهم على موضع التغيير(الانتصار للقرآن للباقلانى، ج۲ ص ۴٦۴، باب ما روى من الآى المنسوخة ووجه القول فيها،فصل مما يدل على كذب الرافضة فى هذه الدعوى)

نسبت کی تردید کی ہے۔

اس مضمون میں سید مصطفیٰ عبدالمتعال نے ایک مقام پر لکھا کہ:

''علامہ ابنِ حزم تو مغربِ اسلامی کے انتہائی کنارہ پر ہونے کی بنا پر قدیم وجدید امامیہ کی طرف تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی نسبت کرنے پر معذور قرار دیے جا سکتے ہیں، لیکن علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب نے جو علمائے اثنا عشریہ کی طرف سے تحریفِ قرآن کے برخلاف پے در پے تمام تر تفصیلات وتوضیحات سامنے آنے کے بعد، جملہ اثنا عشریہ کی طرف اس عقیدہ کی نسبت کی، تو یہ زیادہ قابلِ تعجب امر ہے، بالخصوص جبکہ دنیا میں ہر جگہ سنی وشیعہ کے ہاتھ میں یہی ایک قرآن ہے، البتہ شیعہ کے اخباریہ کے بعض ارذل لوگ، جو فقہ، اور غور وفکر، اور قیاس سے اعراض کرتے ہوئے، ہر حدیث وخبر پر یقین رکھتے ہیں، وہ تحریفِ قرآن کی روایات پر یقین رکھتے ہیں، جس کی اثنا عشریہ کے شیخ مفید نے بھی توضیح کی ہے۔

اور تحریفِ قرآن سے متعلق اس قسم کی روایات، احادیث واخبار کی کتابوں میں منتشر تھیں، جن کو میرزا حسین نوری طبرسی (المتوفیٰ 1320ھ) نے جمع کر دیا، اور اہل السنۃ کی کتابوں سے بھی جمع کر دیا، جو کہ دراصل نسخ، یا اختلافِ قرائت، یا بعض صحابہ کی تفسیریات پر مبنی تھیں، یا پھر ان کی صحت ثابت نہیں تھی۔

جس کے بعد نوری طبرسی کی متعدد اثنا عشریہ نے تحریری طور پر تردید کی، اور نوری کے موقف کا صریح بطلان، اور اس کے بیان کردہ دلائل کا فساد ظاہر کیا''۔انتہیٰ۔ [1]

---

[1] ولعمری إن كان الإمام ابن حزم معذورًا بكونه فی أقصى المغرب الإسلامی آنذاک؛ فما الذی يعذر الشيخ الباكستانی الذی يعيش على قرب من الشيعة الاثنا عشرية، ويزعم أنه ينظر فی كتبهم، ويتابع ما تدفع به مطابعهم من التآليف الجديدة والتراثية القديمة حينا بعد حين؟!

وإنی لا أدری لمصلحة من يكون التمسک بإثارة هذه القضية، وبمحاولة إثبات أن جمهور الاثنا عشرية يقولون بتحريف القرآن، وأن ثقتهم فی مصحف آخر غير الظاهر بيد المسلمين جميعا.

وإنه لا يستفيد بذلک مذهب من مذاهب المسلمين بقدر ما يفيد به أعداؤهم الذين يسعدهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی مضمون میں آگے چل کر سید مصطفیٰ عبدالمتعال نے ابوالحسن اشعری کی وہ عبارت نقل کرنے کے بعد جو ہم نے تحریفِ قرآن سے متعلق پہلے ذکر کی، اثنا عشریہ کے شیخ ابوجعفر صدوق قمی (المتوفیٰ 381ھ) کی عبارات اور ان کے عدمِ تحریفِ قرآن سے متعلق موقف کی وضاحت کی ہے، جس کے ضمن میں علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب کی طرف سے شیخ صدوق پر تقیہ کے الزام کی تردید کی ہے، اور اسی کے ساتھ اثنا عشریہ کے شیخ مفید (المتوفیٰ: 336ھ) کی قرآن مجید میں کمی، یا زیادتی، اور کسی قسم کی تحریف نہ ہونے کے بارے میں تصریحات اور ان کی عمدہ توضیحات وتشریحات، ذکر کی ہیں، جس میں شیخ مفید کی ''اوائل المقالات'' کی یہ تصریح بھی شامل ہے کہ ''یہی ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہونے کا مذہب صحیح ہے، بخلاف اس کے جو ہم نے بنو بخت سے قرآن میں زیادتی، اور نقص واقع ہونے کا سنا ہے، اور اس کی طرف متکلمینِ امامیہ، اور ان کے اہلِ فقہ واعتبار کی ایک جماعت گئی ہے'' [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اقتناص مثل هذه الفرصة من غير أن يوجفوا عليها من خيل ولا ركاب.
ونعم إنني لا أشك في أن من طغام الأخباريين من الشيعة الذين يمرون في الأخبار على وجوهم من غير فقه ولا نظر ولا اعتبار ــ على حد تعبير الشيخ المفيد ــ من يعتقد صدق ما يُشارُ إليه من مروياتهم في هذا الشأن، ويقول بثبوت التحريف .
وقد كانت هذه المرويات متفرقة في كتبهم حتى جاء الشيخ الميرزا حسين النوري الطَّبَرِسِيّ (تـ1320هـ) فجمع أطراف هذا الشتات من كتبهم، وآزره بعدد من الروايات في كتب أهل السنة أيضا، مما يحمل عندنا على النسخ أو الرفع في زمان الرسول ــ صلى الله عليه وآله وسلم ــ أو مما يحمل على اختلاف القراء ة فيما هو باق بين أيدينا من القرآن، أو مما يحمل على أنه زيادة تفسيرية من بعض الصحابة، أو مما لم تثبت صحته أصلا .
وقد نهض عدد من علماء الاثنا عشرية فكتبوا ردودًا ظاهرة وصريحة في إبطال ما ذهب إليه النوري في جمعه، وفساد ما احتج له أسلافه بالمتفرقات(مقدمات النظر ودقيق الكلام، ص ۳۴۵ الیٰ ۳۴۷، الاستدلال في اصول الدين ، انواعه وصوره،الدلائل السمعية، القرآن الكريم "دراسات في التشيع الإمامي في ضوء دعوى التقريب بين الفرق والمذاهب الإسلامية: ۲" الناشر: المكتبة القدوسية، لاهور، الباكستان، الطبعة الأولىٰ: ۱۴۲۸ھ، 2007م)

[1] وهذا المذهب بخلاف ما سمعناه عن بني نوبخت ـ من الزيادة في القرآن والنقصان فيه .وقد ذهب إليه جماعة من متكلمي الإمامية وأهل الفقه منهم والاعتبار(أوائل المقالات، ص ۸۱، باب وصف ما اجتبيته أنا من الاصول،القول في تاليف القرآن وماذكر قوم من الزيادة فيه والنقصان، الناشر: دارالكتاب الاسلامي، بيروت، لبنان، مطبوعة : ۱۴۰۳ھ، 1983م)

پوری تفصیل بیان کرنے کے بعد سید مصطفیٰ عبدالمتعال نے لکھا کہ:

''شیخ مفید کا ان کی تینوں کتابوں سے ایک ہی موقف ثابت ہوا، جو کہ دفتین کے درمیان موجود قرآنِ معجز کے تحریف سے سلامت ہونے کا ہے، جس میں کسی قسم کی کمی، زیادتی واقع نہیں ہوئی، اور وہ بلا شبہ ان کے شیخ ابو جعفر صدوق کے موافق ہے۔

اور اس بناء پر شیخ صدوق، اور شیخ مفید کا قول اس کے موافق ہے، جو نوری کا قول ہے، جس کی شیخ بزرگ طہرانی نے بعد میں بعینہ اسی طرح تائید کی ہے کہ دفتین کے درمیان جو کچھ ہے، وہ کل معجز وحی ہے، جس میں کوئی نقص اور تحریف لاحق نہیں ہوئی۔

البتہ اس محفوظ قرآن کے علاوہ ایک وحی امیر امومنین حضرت علی کے مصحف پر مشتمل تھی۔

اور اس بیان کے مثل جب ہمارے اہل السنۃ کے نزدیک کوئی نقل صحیح ثابت ہو، تو ہم اس کا نام ''زیاداتِ تفسیریہ'' رکھتے ہیں، جو کہ متعدد صحابہ کے مصاحف میں موجود تھی، لیکن چونکہ ہم اہلُ السنۃ، صحابہ کی مخصوص عصمت کے قائل نہیں، اس لئے ہم اس قسم کی چیزوں کو قرآنِ معجز پر زائد وحی کا درجہ نہیں دیتے، اور جمہور اہلُ السنۃ بھی قرآنِ معجز جو کہ دفتین کے درمیان محفوظ ہے، اس پر زیادتِ وحی کے قائل ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی جو تفصیل بیان فرمائی، خواہ نماز کے متعلق ہو، یا زکاۃ اور حج وغیرہ کے متعلق ہو، اور خواہ دین کے کسی بھی شعبہ میں امر ونہی کا حکم ہو، وہ سب ہی اللہ کی طرف سے وحی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف اس کا پہنچا دینا ہے، اور اسی بنا پر اہل السنۃ کے نزدیک انبیائے کرام کے خواب میں کوئی خبر، یا حکم ونہی وارد ہو، وہ تک بھی اللہ کی طرف سے

نازل شدہ وحی کے قبیل سے ہوا کرتا ہے۔

اور جہاں تک اثنا عشریہ کا تعلق ہے، تو ان کے بعض حضرات کے نزدیک یہ معصوم کی امامت کے وجوب کے قول کے لوازمات، اور علومِ رسول کے اختصاصات کے قبیل سے ہے، جس کو وہ حضرات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مصحف میں موجود وحی شمار کرتے ہیں، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مختص فرمایا تھا، اور اس میں کسی دوسرے صحابی کو شریک نہیں فرمایا تھا۔

لیکن اہل السنۃ کے نزدیک، اس سب کا حکم، امامت کے مسئلہ میں ’’ابتداع‘‘ کے حکم پر مرتب ہوتا ہے، جس میں مخالفت کرنا، کسی ایسی اصل کے انکار کی حد میں داخل نہیں کہ جس کے منکر کی تکفیر کی جائے۔

اور جو کوئی یہ قول کرتا ہے کہ امامیہ کی طرف سے امامت کے وجوب کے قول میں دین کے ضروری طور پر معلوم حکم کی مخالفت پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ملتِ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں، تو وہ ظلم میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا شمار ہوگا‘‘ [1]

---

[1] وبذلک یکون رأی المفید المذکور ــ فیما یتعلق بسلامۃ القرآن المعجز المحفوظ بین الدفتین ــ فی کتبہ الثلاثۃ رأیا واحدا موافقا لما سبق عند شیخہ أبی جعفر الصدوق بلا ریب.

وعلی ھذا فالصدوق والمفید کانا یقولان بما قال بہ النوری ونصرہ الشیخ بزرگ الطھرانی فیما بعد سواء بسواء ، وذلک أن ما بین الدفتین جَمَعَ کُلَّ الوحی المُعجز، الذی لم یصبہ نقص ولا تحریف.

لکنَّ وراء ذلک وحیا کان مصحف أمیر المؤمنین علی ــ علیہ السلام ــ مشتملا علیہ.

ومثل ھذا البیان إذا ما ثبت صحۃ نقلہ ــ عندنا أھل السنۃ ــ نسمیہ الزیادات التفسیریۃ، وھی التی کانت فی مصاحف عدد من الصحابۃ؛ لکننا إذ لم نقل بعصمتھم لم نَعُدّ شیئا من ذلک من قبیل الوحی الزائد علی القرآن المعجز .علی أن القول بزیادۃ الوحی النازل علی القرآن المعجز المحفوظ بین الدفتین ھو قول جمھور المسلمین؛ فما فصلہ رسول اللہ ــ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ــ من القرآن فی شأن الصلاۃ والزکاۃ والحج وغیر ذلک، وکُلُّ ما أمر بہ أو نھی عنہ من شئون الدین، کُلُّ ذلک وحی من عند اللہ ــ تعالی ــ لیس للرسول ــ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ــ فیہ إلا البلاغ .ومن ذا الذی ینکر من أھل السنۃ أن رؤیا الأنبیاء وما یکون فیھا من خبر أو أمر ونھی، إنما ھو من جملۃ الوحی النازل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سید عبدالمتعال نے جو اوپر کی عبارت میں نوری طبرسی کے بارے میں شیخ طہرانی کا حوالہ دیا، اس کی توضیح شیخ طہرانی کی تالیف ''الذریعة'' میں موجود ہے۔ [1]

پھر تفصیلی بحث سے فارغ ہو کر اس بحث کے آخر میں سید مصطفیٰ عبدالمتعال نے لکھا کہ:

''اللہ ابوالحسن اشعری پر رحم فرمائے، میں نے اس پوری جدوجہد کے بعد ابوالحسن اشعری کے کلام کی تقریر پر امامیہ اثنا عشریہ کے قرآن کے بارے میں موقف کے بارے میں کوئی زیادتی نہیں کی، سوائے اس تفصیل کے، جو ابوالحسن اشعری کی

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أما الاثنا عشرية؛ فقد يكون ـ عند بعضهم ـ من لوازم القول بوجوب إمامة المعصوم، واختصاصه بعلوم من الرسول ـ صلى الله عليه وآله وسلم ـ أن يعدُّوا ما فى مصحف سيدنا على من التفسير وحيا اختصه به رسول الله ـ صلى الله عليه وآله وسلم ـ دون غيره من الصحابة ـ رضوان الله عليهم جميعا.

وهذا كله حكمه جار على حكم الابتداع فى مسألة الإمامة، التى لا تبلغ المخالفة فيها حد إنكار أصل يُكَفَّرُ مُنكِرُه .ومن قال إن الإمامية فى قولهم بوجوب الإمامة مخالفون لما هو معلوم من الدين بالضرورة، وخارجون عن الملة؛ فقد بلغ به الشطط مبلغا عظيما(مقدمات النظر ودقيق الكلام، ص٣٦٣،٣٦٤، الاستدلال فى اصول الدين ، انواعه وصوره،الدلائل السمعية، القرآن الكريم "دراسات فى التشيع الإمامى فى ضوء دعوى التقريب بين الفرق والمذاهب الإسلامية: ٢" الناشر: المكتبة القدوسية، لاهور، الباكستان، الطبعة الأولىٰ: ١٤٢٨هـ ، 2007م)

[1] ورد عليه الشيخ محمود الطهرانى الشهير بالمعرب، برسالة سماها "كشف الارتياب عن تحريف الكتاب" فلما بلغ ذلك الشيخ النورى كتب رسالة فارسية مفردة فى الجواب عن شبهات "كشف الارتياب "كما مر فى 10/ 220 وكان ذلك بعد طبع "فصل الخطاب"ونشره فكان شيخنا يقول :لا ارضى عمن يطالع "فصل الخطاب"ويترك النظر إلى تلك الرسالة .ذكر فى أول الرسالة الجوابية ما معناه :ان الاعتراض مبنى على المغالطة فى لفظ التحريف، فإنه ليس مرادى من التحريف التغيير والتبديل، بل خصوص الاسقاط لبعض المنزل المحفوظ عند أهله، وليس مرادى من الكتاب القرآن الموجود بين الدفتين، فإنه باق على الحالة التى وضع بين الدفتين فى عصر عثمان، لم يلحقه زيادة ولا نقصان، بل المراد الكتاب الإلهى المنزل .وسمعت عنه شفاهاً يقول:انى أثبت فى هذا الكتاب ان هذا الموجود المجموع بين الدفتين كذلك باق على ما كان عليه فى أول جمعه كذلك فى عصر عثمان، ولم يطرء عليه تغيير وتبديل كما وقع على سائر الكتب السماوية(الذريعة إلى تصانيف الشيعة،ج ١٦،ص ٢٣١،و٢٣٢، حرف الفاء، باب ف ص ل ، الناشر: دار الأضواء بيروت،الطبعة الثالثة:١٤٠٣هـ ، 1983م)

کتاب کے شایانِ شان نہیں تھی، اور وہ ان کے زمانہ سے پہلے نہیں تھی۔
اور ہمارے اس زمانہ تک امامیہ اثنا عشریہ کی طرف اطمینان کی حد تک منسوب اقوال کے تناظر میں اب ہم اس کا خلاصہ بیان کرنے پر قادر ہو گئے، جو کہ مجموعی طور پر تین اقوال ہیں۔
پہلا قول یہ ہے کہ وہ قرآن، جو دفتین کے درمیان ہے، اس میں ایسی زیادتی کر دی گئی، جو اس میں نہیں تھی، اور اس میں ایسی کمی کر دی گئی، جو اس میں موجود تھی، یہ بنو بخت اور ان اخباریین کا قول ہے، جو اپنی افہام کے مطابق ان اخبار کے ظاہر کو مضبوط پکڑتے ہیں، جو ان کے ہاتھوں میں ہیں، اور انہوں نے ان کے تحققِ ثبوت، اور ان سے ثابت شدہ معنیٰ پر نظر ڈالے بغیر ان کو جمع کیا ہوا ہے۔
اور یہ قول ملت سے خارج کرنے والا ہے، جس کا کوئی مسلم قائل نہیں ہو سکتا۔
اور دوسرا قول یہ ہے کہ نازل شدہ وحی کی دو قسمیں ہیں۔
ایک نازل شدہ وحی وہ جو معجز ہے، دفتین کے درمیان ہے، اس میں کوئی نہ تو زیادتی واقع ہوئی، اور نہ ہی کوئی کمی واقع ہوئی، سوائے بعض سورتوں کی تالیف اور ترتیب کے۔
اور دوسری وحی وہ ہے، جس کا بیان اور تاویل آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کے وجوب، اور ان کی فضیلت کے بیان کو متضمن ہے، اور یہ امیر المومنین، حضرت علی کے مصحف میں تھی، جس سے عدول کیا گیا، اور اس کو جمع نہیں کیا گیا۔
یہ شیخ صدوق اور شیخ مفید کا قول ہے، اگرچہ شیخ مفید نے دونوں قسموں پر قرآن کا اطلاق کیا ہے۔
اور میرے اعتقاد کے مطابق یہ قول مخصوص و متعین معنیٰ میں مشہور لفظ کے استعمال کی وجہ سے واضح خطاء سے خالی نہیں، لیکن یہ خطاء، یا یہ مغالطہ اس درجہ کو نہیں

پہنچتا کہ جوملتِ اسلام سے خروج کا باعث ہو۔
اور تیسرا قول وہ ہے، جو جمہور مسلمین کا ہے کہ قرآن وہی ہے، جو دفتین کے درمیان ہے، جومتواتر طریقہ سے ثابت ہے، اوراس کواصل سے کوئی تحریف لاحق نہیں ہوئی، نہ تواس کے نص میں اور نہ ہی کسی سورت کی تالیف وترتیب میں۔
اور یہ قول شیخ مرتضیٰ اور شیخ طوسی کا ہے، اور یہ دونوں حضرات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، حضرت علی کی بلافصل امامت کے ثبوت پر منصوص متواتر حدیث کے گمان کی بنیاد پر استدلال کرتے ہیں، اور بعض اوقات اس کے بعد آیتِ ولایت کی تفسیر پر بھی یقین رکھتے ہیں، جوسورہ مائدہ کی یہ آیت ہے کہ:
**''إنما وليكم اللّٰه ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة وهم راكعون''**
اور یہاں سے ان کا قرآن میں قول، امامتِ معصوم کے وجوب کے بارے میں بدعت کے قول سے جدا ہے۔
اوران دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے کہ ہم کسی قول، یا رائے کو یہ کہیں کہ یہ کفر ہے، یا یہ کہیں کہ یہ خطاء، یا بدعت ہے، کیونکہ بدعتی اپنی بدعت پر قائم ہونے کے باوجود، مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہوتا ہے، اس کے لئے وہی احکام ہوا کرتے ہیں، جو مسلمانوں کے احکام ہوتے ہیں، اوراس پر وہی وبال ہوا کرتا ہے، جو مسلمانوں پر ہوا کرتا ہے،، اور وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہوا کرتا ہے، اور اس کا حساب اس کا رب کرتا ہے، چاہے، تو وہ اس کے گناہ پر عذاب دے، اور چاہے، تو اپنی رحمت وفضل سے معاف کرے''۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] ورحم الله الامام ابا الحسن الاشعرى ، فإننى بعد هذا الجهد الجهيد لم أزد على تقرير كلمته فى بيان مواقف الشيعة الإمامية الإثناعشرية من نص القرآن ، إلا بشيئ من التفصيل الذى لم يكن مناسبا لكتابه، ولم يكن سبقُ زمانه ليفى به على هذا الوجه. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سید مصطفیٰ عبدالمتعال کے حوالہ سے امامیہ کے نام سے بعض فرقوں کا ذکر آگے آتا ہے۔

اب تحریفِ قرآن کی نسبت سے چند'' شیعہ امامیہ اثنا عشریہ'' علماء کے حوالہ جات ذکر کئے جاتے ہیں، جن کے متعلق تقیہ کا دعویٰ کرنا بھی درست نہیں۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والذی یخلص من ذلک أن الأقوال التی یمکننا نسبتها باطمئنان إلی الإمامیة الإثنا عشریة، حتی نهایة الزمان الذی تعنی به هذه الدراسة علی الأقل ، إنما هی ثلاثة أقوال:

الأول: القول بأن القرآن الذی بین الدفتین زید فیه ما لیس منه، ونقص منه ما هو ثابت فیه، وهو قول بنی نوبخت، وقول الأخباریین المتمسکین بأفهامهم لظواهر ما بین أیدیهم من الأخبار التی جمعوها من غیر تحقق من ثبوتها، ولا نظر فیما تشیر إلیه من المعانی، وهذ القول مخرج من الملة لا یقول به المسلم.

والثانی: القول بأن الوحی النازل قسمان:

أحدهما: المعجز الذی بین الدفتین، وهذا لم یزد فیه ، ولم ینقص منه، إلا ما کان من المخالفة فی تألیف سوره وترتیبها بین الدفتین.

والثانی: بیانه وتأویله المتضمن لبیان وجوب إمامة آل محمد صلی الله علیه وآله وسلم، والمعرب عن فضلهم ، وهذا کان مضمنا فی مصحف أمیر المؤمنین علی، فعدل عنه ولم یجمع، وهو قول الصدوق والمفید، وإن کان الأخیر قد أطلق اسم القرآن علی القسمین، وهذا القول فی اعتقادی، لایخلو من الخطأ البین فی استعمال لفظ شهر اختصاصه بمعنی معین، لکن هذا الخطأ أو تلک المغالطة لا تبلغ مبلغ الخروج عن الملة .

والثالث: القول الذی علیه جمهور المسلمین من أن القرآن هو ما بین الدفتین الثابت بالتواتر، ولم یلحقه شیئ من التحریف عن أصله لا فی نصه ولا فی تألیف سوره وترتیبها، وهو قول المرتضی والطوسی، وهما یستدلال علی ثبوت الإمامة بزعم تواتر حدیث النص علی إمامة علی بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، بلا فصل، وبما یقطعان به بعد ذلک فی تفسیر'' آیة الولایة لا سورتها'' وهی قوله تعالٰی ''إنما ولیکم الله ورسوله والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاة ویؤتون الزکاة وهم راکعون''(المائدة: ۵۵) ومن ثم کان قولهم فی القرآن بمعزل عن بدعة القول فی وجوب إمامة المعصوم.

وإن الفارق کبیر جدا بین أن نقول فی قول أو رأی: إنه کفر، وبین أن نقول فیه: منه خطأ أو بدعة، فالمبتدع علی بدعته فی زمرة المسلمین، له ما لهم وعلیه ما علیهم ، وهو ظالم لنفسه ، وحسابه عنه ربه إن شاء عذبه بما قدم ، وإن شاء غفر له برحمته وفضله (مقدمات النظر ودقیق الکلام،ص ۳۷۰، ۳۷۱، الاستدلال فی اصول الدین ، انواعه وصوره،الدلائل السمعیة، القرآن الکریم ''دراسات فی التشیع الإمامی فی ضوء دعوی التقریب بین الفرق والمذاهب الإسلامیة: ۲'' الناشر: المکتبة القدوسیة، لاهور، الباکستان، الطبعة الأولٰی: ۱۴۲۸ھ ، 2007م)

امامیہ اثنا عشریہ کے عالم اور سابق امام حرمِ علوی ''سید ابراہیم بن سید ساجدین، بن سید باقر موسوی ابہری زنجانی نجفی، جو تقریباً پچاس کتابوں کے مصنف ہیں، اور ان کی اکثر کتابیں مطبوعہ شکل میں دستیاب ہیں، انہوں نے 1387ھ میں عربی زبان میں ''عقائد الامامية الاثنى عشرية'' کے عنوان سے دو جلدوں میں مفصل کتاب لکھی ہے، جس پر متعدد اہلِ تشیع نے تقاریظ لکھی ہیں، اور یہ ان کے مذہب کے عقائد پر مشتمل ہے۔

سید ابراہیم موسوی نجفی ''عقائد الامامية الاثنى عشرية'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

**الإمامية تعتقد أن جميع الانبياء الذين نص عليهم القرآن الكريم والرسول الخاتم صلى الله عليه وسلم رسل من الله وعباده المكرمون بعثهم الله لدعوة الخلق اليه ،وان محمد بن عبدالله خاتم الا نبياء بنص القرآن الكريم"ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله"وهو خاتم النبيين وسيد الرسل وانه معصوم من الخطأ والخطيئة وانه ما ارتكب المعصية مدة عمره ، وما فعل الا ما يوافق رضا الله سبحانه حتى قبضه الله اليه.**

**وان الكتاب الموجود فى أيدى المسلمين القرآن الكريم ،هو الكتاب الذى انزله الله اليه للاعجاز والتحدى ولتعليم الا حكام وتميز الحلال من الحرام وانه لا نقص فيه ولا تحريف ولا زيادة وان كل من اعتقد او ادعى نبوة بعد محمد صلى الله عليه وسلم او نزول وحى او كتاب فهو كاذب كافر** (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۱، ص ۳۸،عقيدة الامامية الإثنا عشرية فى النبوة والإمامة ، الناشر: چاپ خانه پيروز، قم، ايران،الطبع الخامس: ۱۴۰۲ هـ ، 1982م)

ترجمہ: امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء، جن کی قرآن میں تصریح کی گئی ہے اور رسولِ خاتم نے تصریح کی ہے، وہ سب اللہ کے رسول اور اس کے مکرم بندے ہیں، جن کو اللہ نے اپنی مخلوق کی دعوت کے لئے بھیجا ہے۔

اور محمد بن عبداللہ ''خاتم الانبیاء'' ہیں، قرآن کریم کی اس تصریح کے مطابق کہ ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ'' اور وہ خاتم النبیین اور سید الرسل ہیں، اور وہ خطاء اور خطیئہ سے معصوم ہیں، اور انہوں نے عمر کے کسی حصہ میں گناہ کا ارتکاب نہیں کیا، اور نہ ہی کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا، جو اللہ سبحانہٗ

وتعالیٰ کی رضا کے موافق نہ ہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو اپنی طرف قبض فرمالیا۔

اور جو کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، وہ قرآن کریم ہے، یہ وہی کتاب ہے، جس کو اللہ نے آپ کی طرف ''اعجاز'' اور ''تحدی'' اور ''احکام کی تعلیم'' اور ''حلال کی حرام سے تمیز'' کے لیے نازل فرمایا ہے، جس میں نہ کوئی کمی ہوئی، اور نہ کوئی تحریف ہوئی، اور نہ کوئی زیادتی ہوئی، اور جو شخص یہ اعتقاد رکھے، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت، یا وحی، یا کتاب کے نزول کا دعویٰ کرے، تو وہ جھوٹا ہے، کافر ہے (عقائد الامامیۃ الاثنی عشریۃ)

اور مذکورہ کتاب کے مصنف دوسری جلد میں لکھتے ہیں:

**ان الشيعة الإمامية الاثنى عشرية تعتقد أن جميع الانبياء الذين نص عليهم القرآن الكريم، والرسول الخاتم رسل من الله وعباده المكرمون، ارسلهم الله لدعوة الخلق اليه، وان محمد بن عبدالله خاتم الا نبياء بنص القرآن الكريم "ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله" وهو خاتم النبيين وسيد الرسل ،وانه معصوم من الخطأ والخطيئة ،وانه ما ارتكب معصية مدة عمره ،وما فعل الا ما يوافق رضا الله سبحانه حتى قبضه الله اليه.**

**وان الكتاب الموجود فى ايدى المسلمين القرآن الكريم هو الكتاب الذى انزله الله اليه للاعجاز والتحدى ولتعليم الاحكام وتميز الحلال من الحرام،وانه لا نقص فيه ولا تحريف ولا زيادة كما اثبتناه فى الجزء الاول من عقائد الامامية، وان كل من اعتقد او ادعى نبوة بعد محمد صلى الله عليه وسلم او نزول وحى او كتاب فهو كاذب كافر** (عقائد الامامية الاثنى عشرية،ج٢، ص ١٥٢ عقيدة الشيعة الامامية الاثنى عشرية فى النبوة ، الناشر: چاپ خانه پيروز، قم، ايران،الطبع الخامس: ١٤٠٢ هـ ، 1982م)

ترجمہ: شیعہ امامیہ اثناء عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء، جن کی قرآن کریم نے تصریح کی ہے، اور رسولِ خاتم نے تصریح کی ہے، وہ سب اللہ کے رسول اور اس کے مکرم بندے ہیں، جن کو اللہ نے اپنی مخلوق کی دعوت کے لئے بھیجا ہے۔

اور بے شک محمد بن عبداللہ ''خاتم الانبیاء'' ہیں، قرآن کریم کی اس تصریح کے

مطابق کہ ’’مَا کَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ‘‘ اور وہ خاتم النبیین اور سید الرسل ہیں، اور وہ خطاء اور خطیئۃ سے معصوم ہیں، اور انہوں نے عمر کے کسی حصہ میں گناہ کا ارتکاب نہیں کیا، اور نہ ہی کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا، جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا کے موافق نہ ہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو اپنی طرف قبض فرمالیا۔

اور جو کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، وہ قرآن کریم ہے، یہ وہی کتاب ہے، جس کو اللہ نے آپ کی طرف ’’اعجاز‘‘ اور ’’تحدی‘‘ اور ’’احکام کی تعلیم‘‘ اور ’’حلال کی حرام سے تمیز‘‘ کے لیے نازل فرمایا ہے، اور بلاشبہ اس میں نہ کوئی کمی ہوئی، اور نہ کوئی تحریف ہوئی، اور نہ کوئی زیادتی ہوئی، جیسا کہ ہم نے ’’عقائدِ امامیہ‘‘ کے پہلے جزء میں ثابت کیا ہے، اور ہر وہ شخص جو یہ اعتقاد رکھے، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت، یا وحی، یا کتاب کے نزول کا دعویٰ کرے، تو وہ جھوٹا ہے، کافر ہے (عقائد الامامیة الاثنی عشریة)

امامیہ اثنی عشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی ’’عقائد الامامیة الاثنی عشریة‘‘ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

**نعتقد أن القرآن هو الوحی الالٰهی المنزل من الله تعالٰی علٰی لسان نبیه الاکرم محمد بن عبد الله صلی الله علیه وسلم فیه تبیان کل شیء، وهو معجزته الخالدة التی اعجزت البشر عن مجاراتها فی البلاغة والفصاحة وفیما احتویٰ من حقائق ومعارف عالیة لا یعتریه التبدیل والتغیر والتحریف، وهٰذا الذی بین ایدینا نتلوه هو نفس القرآن المنزل علی النبی صلی الله علیه وسلم، ومن ادعٰی فیه غیر ذالک فهو منحرف، او مغالط، او مشتبه، وکلهم علٰی غیر هدی، فانه کلام الله الذی ”لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه“** (عقائد الامامیة الاثنی عشریة، ج ۱، ص ۴۹، عقیدة الامامیة فی القرآن الکریم، الناشر: چاپ خانه پیروز، قم، ایران، الطبع الخامس: ۱۴۰۲ھ، 1982م)

ترجمہ: ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن، دراصل ’’وحیِ الٰہی‘‘ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ

کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اس کے نبی اکرم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر، جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے، اور یہ آپ کا دائمی معجزہ ہے، جس نے بشرِ انسانی کو عاجز کر دیا ہے، اس کی بلاغت اور فصاحت کا مقابلہ کرنے میں، اور جن حقائق اور عالیشان معارف کو وہ محیط ہے، ان میں انسانوں کو عاجز کر دیا ہے، جس میں تبدیلی اور تغیر اور تحریف کی آمیزش نہیں ہوئی، اور وہ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے، جس کی ہم تلاوت کرتے ہیں، وہ وہی قرآن ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا، اور جس نے اس قرآن کے بارے میں اس کے علاوہ کا دعویٰ کیا، تو وہ ''منحرف'' ہے، یا ''مغالط'' ہے، یا ''مشتبه'' ہے، اور یہ سب لوگ ہدایت پر نہیں ہیں، کیونکہ یہ اللہ کا وہ کلام ہے کہ ''باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے، اور نہ اس کے پیچھے سے'' (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

پھر اس کے بعد کچھ آگے چل کر مذکورہ مؤلف لکھتے ہیں:

قد اجمع علماء الامامية طراً على عدم وقوع التحريف فى القرآن، وأن الموجود بأيدينا هو جميع القرآن المنزل على النبى الأعظم ، وقد صرح بذلک كثير من الأعلام :

(منهم) رئيس المحدثين الصدوق محمد بن بابويه ، وقد عد القول بعدم التحريف من معتقدات الامامية.

(ومنهم) شيخ الطائفة ابو جعفر محمد الطوسى ، وصرح بذلک فى أول تفسيره (التبيان) ونقل القول بذلک أيضا عن شيخه علم الهدى السيد المرتضى واستدلاله على ذلک بأتم دليل.

(ومنهم) المفسر الشهير الطبرسى فى مقدمة تفسيره مجمع البيان.

(ومنهم) شيخ الفقهاء الشيخ جعفر فى بحث القرآن من كتابه (كشف الغطاء ) وادعى الاجماع على ذلک.

(ومنهم) العلامة الجليل الشهشهانى فى بحث القرآن من كتابه العروة الوثقى ونسب القول بعدم التحريف الى جمهور المجتهدين.

(ومنهم) المحدث الشهير المولى محسن القاشانى فى كتابيه الوافى ج ۵ ص ۲۷۴ وعلم اليقين ص ۱۳۰ .

(ومنهم) بطل العلم المجاهد الشيخ محمد الجواد البلاغى فى مقدمة تفسيره آلاء الرحمن وإعجاز القرآن ص ۴۱.

**وقد نسب جماعة القول بعدم التحريف الى كثير من الأعاظم :منهم شيخ المشايخ المفيد ، والمتبحر الجامع الشيخ البهائى ، والمحقق القاضى نور الله من علماء الشيعة واضرابهم.**
**وممن يظهر منه القول بعدم التحريف كل من كتب فى الإمامة من علماء الشيعة وذكر فيه المثالب ولم يتعرض للتحريف ، فلو كان هؤلاء قائلين بالتحريف لكان ذلک اولى بالذكر من احراق المصحف وغيره** (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۱، ص ۵۴و۵۵،القول فى عدم تحريف القران)

ترجمہ: تمام ’’علمائے امامیہ‘‘ قرآن مجید میں تحریف واقع نہ ہونے پر متفق ہیں، اوراس بات پر بھی متفق ہیں کہ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہی، وہ مکمل قرآن ہے، جو نبی اعظم پر نازل کیا گیا،اوراس کی بہت سے بڑے بڑے علماء نے تصریح کی ہے۔

جن میں ’’رئیس المحد ثین صدوق محمد بن بابو یہ‘‘ ہیں،اورانھوں نے تحریفِ قرآن نہ ہونے کے قول کو’’امامیہ‘‘ کے عقائد میں شمار کیا ہے۔

اوران میں ’’**شيخ الطائفة ابو جعفر محمد الطوسى**‘‘ بھی ہیں،جنہوں نے اپنی تفسیر ’’**التبيان**‘‘ کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے،اوراس قول کواپنے شیخ ’’علم الہدیٰ سید مرتضیٰ‘‘ سے بھی نقل کیا ہے، اوران کا اس پر استدلال، کامل ترین دلیل سے ہے۔

اوران میں مشہور مفسر ’’طبرسی‘‘ بھی داخل ہیں، جنہوں نے اپنی تفسیر ’’**مجمع البيان**‘‘ کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

اوران میں ’’**شيخ الفقهاء شيخ جعفر**‘‘ بھی داخل ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب ’’**كشف الغطاء**‘‘ میں قرآن کی بحث کے ضمن میں اس کی تصریح کی ہے،اوراس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

اور ان میں ’’علامہ جلیل شہشہانی‘‘ بھی داخل ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب ’’**العروة الوثقى**‘‘ میں قرآن کی بحث کے ضمن میں اس کی تصریح کی ہے،اور

تحریف نہ ہونے کے قول کو جمہور مجتہدین کی طرف منسوب کیا ہے۔
اوران میں مشہور محدث ''مولیٰ محسن قاشانی'' بھی داخل ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب ''الوافی'' کی پانچویں جلد میں صفحہ دوسو چوہتر پر، اور ''علم الیقین'' کے صفحہ ایک سوتیس پر اس کی تصریح کی ہے۔
اوران میں ''بطل العلم مجاهد شيخ محمد جواد بلاغی'' بھی داخل ہیں، جنہوں نے اپنی تفسیر ''آلاء الرحمٰن'' اور ''اعجاز القرآن'' کے مقدمہ میں صفحہ اکتالیس پر اس کی تصریح کی ہے۔
اورایک جماعت نے تحریف نہ ہونے کے قول کو بہت سے بڑے بڑے حضرات کی طرف منسوب کیا ہے، جن میں شیخ المشائخ مفید، اور متبحر جامع شیخ بہائی، اور محقق قاضی نور اللہ بھی ہیں، اور ان کے مثل دوسرے حضرات بھی ہیں، جن کا علمائے شیعہ کے قبیل سے تعلق ہے۔
اورقرآن مجید میں تحریف نہ ہونا، اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے شیعہ میں سے وہ تمام حضرات جنہوں نے ''امامت'' سے متعلق تحریر کیا، اوراس میں تفاصیل ومطالب کا ذکر کیا، توانہوں نے تحریفِ قرآن سے تعرض نہیں کیا، پس اگر یہ تحریفِ قرآن کے قائل ہوتے، تو یہ مصحف وغیرہ کے جلانے کا ذکر، بدرجۂ اولیٰ کرتے (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

اورمذکورہ کتاب کے مصنف دوسری جلد میں لکھتے ہیں:
**نعتقد أن القرآن هو الوحی الالٰهی، المنزل من الله تعالٰی علٰی لسان نبيه الأكرم محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف صلی الله عليه وسلم ،فيه تبيان كل شیء،وهو معجزته الخالدة التی اعجزت البشر عن مجاراتها فی البلاغة والفصاحة، وفيما احتویٰ من حقائق ومعارف عالية لا يعتريه التبديل والتغير والتحريف،وهٰذا الذی بين ايدينا نتلوه هو نفس القرآن المنزل علی النبی صلی الله عليه وسلم ،من دون زيادة ونقصان،ومن ادعٰی فيه غير ذالک، فهو منحرف ،او مغالط ،**

**او مشتبـه، و كلهم علىٰ غير هدى، فانه كلام الله الذى "لا يأتيه الباطل من بين يـديـه ولا من خلفه"** (عقـائـد الامـامية الاثنى عشرية، ج ۲، ص ۱۸۸، عقيدة الشيعة الامامية الا ثنى عشرية فى القرآن)

ترجمہ: ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن، دراصل ''وحیِ الٰہی'' ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اس کے نبی اکرم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر، جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے، اور یہ آپ کا دائمی معجزہ ہے، جس نے بشرِ انسانی کو عاجز کر دیا ہے، اس کی بلاغت اور فصاحت کا مقابلہ کرنے میں، اور جن حقائق اور عالیشان معارف کو وہ محیط ہے، ان میں انسانوں کو عاجز کر دیا ہے، جس میں تبدیلی اور تغیر اور تحریف کی آمیزش نہیں ہوئی، اور وہ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے، جس کی ہم تلاوت کرتے ہیں، وہ وہی قرآن ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا، اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں ہوئی، اور جس نے اس قرآن کے بارے میں اس کے علاوہ کا دعویٰ کیا، تو وہ ''**منحرف**'' ہے، یا ''**مغالط**'' ہے، یا ''**مشتبه**'' ہے، اور یہ سب لوگ ہدایت پر نہیں ہیں، کیونکہ یہ اللہ کا وہ کلام ہے کہ ''باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے، اور نہ اس کے پیچھے سے'' (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

اور ''امامیہ اثنا عشریہ'' سلسلہ کے علامہ ابوالقاسم الموسوی الخوئی (المتوفیٰ: 1413ھ) لکھتے ہیں:

**المعروف بين المسلمين عدم وقوع التحريف فى القرآن، وأن الموجود بأيدينا هو جميع القرآن المنزل على النبى الأعظم صلى الله عليه وسلم. وقد صرح بذلک كثير من الاعلام. منهم رئيس المحدثين الصدوق محمد بن بابويه، وقد عد القول بعدم التحريف من معتقدات الامامية. ومنهم شيخ الطائفة أبو جعفر محمد بن الحسن الطوسى، وصرح بذلک فى أول تفسيره "التبيان" ونقل القول بذلک أيضا عن شيخه علم الهدى السيد المرتضى، واستدلاله على ذلک بأتم دليل. ومنهم المفسر الشهير الطبرسى فى مقدمة تفسيره "مجمع البيان"، ومنهم شيخ الفقهاء الشيخ جعفر فى بحث القرآن من كتابه "كشف الغطاء" وادعى الاجماع على**

ذلک ،ومنهم العلامة الجليل الشهشهانی فی بحث القرآن من كتابه " العروة الوثقى "ونسب القول بعدم التحريف إلى جمهور المجتهدين.
ومنهم المحدث الشهير المولى محسن القاسانی فی كتابيه "الوافی ج ۵ ص ۲۷۴، وعلم اليقين ص ۱۳۰ "ومنهم بطل العلم المجاهد الشيخ محمد جواد البلاغی فی مقدمة تفسيره "آلاء الرحمن "
وقد نسب جماعة القول بعدم التحريف إلى كثير من الأعاظم .منهم شيخ المشايخ المفيد، والمتبحر الجامع الشيخ البهائی، والمحقق القاضی نور الله، وأضرابهم .
وممن يظهر منه القول بعدم التحريف :كل من كتب فی الإمامة من علماء الشيعة وذكر فيه المثالب، ولم يتعرض للتحريف، فلو كان هؤلاء قائلين بالتحريف لكان ذلک أولى بالذكر من إحراق المصحف وغيره.
وجملة القول :أن المشهور بين علماء الشيعة ومحققيهم، بل المتسالم عليه بينهم هو القول بعدم التحريف .
نعم ذهب جماعة من المحدثين من الشيعة، وجمع من علماء أهل السنة إلى وقوع التحريف .قال الرافعی :فذهب جماعة من أهل الكلام ممن لا صناعة لهم إلا الظن والتأويل، واستخراج الأساليب الجدلية من كل حكم وكل قول إلى جواز أن يكون قد سقط عنهم من القرآن شیء ، حملا على ما وصفوه من كيفية جمعه"إعجاز القرآن:ص ۴۱"وقد نسب الطبرسی فی "مجمع البيان "هذا القول إلى الحشوية من العامة.
أقول :سيظهر لک -بعيد هذا -أن القول بنسخ التلاوة هو بعينه القول بالتحريف، وعليه فاشتهار القول بوقوع النسخ فی التلاوة -عند علماء أهل السنة -يستلزم اشتهار القول بالتحريف (البيان فی تفسير القرآن،صيانة القرآن من التحريف،ص ۲۰۰، ص ۲۰۱، صيانة القرآن من التحريف، رأی المسلمين فی التحريف، الناشر: انوار الهدى،قم، ايران،الطبعة الثامنة : ۱۴۰۱ هـ، 1981م)

ترجمہ: مسلمانوں کے درمیان معروف بات یہ ہے کہ قرآن میں تحریف واقع نہیں ہوئی، اور ہمارے ہاتھوں میں جو موجود ہے، وہ پورا قرآن ہے، جو نبیِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

اور اس بات کی بہت سے بڑے بڑے علمائے شیعہ نے تصریح کی ہے، جن میں ''رئیس المحدثین صدوق محمد بن بابویہ'' بھی ہیں، اور انہوں نے تحریف نہ ہونے کے قول کو ''امامیہ'' کے اعتقادات میں شمار کیا ہے، اور ان ہی علماء میں ''شیخ

الطائفۃ ابو جعفر محمد بن حسن طوسیؒ'' ہیں، اور انہوں نے اپنی تفسیر ''التبیان'' کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے، اور اس بات کو اپنے شیخ ''علم الہدیٰ سید مرتضیٰ'' سے بھی نقل کیا ہے، اور اس بات پر بہت کامل و مضبوط دلیل سے استدلال کیا ہے، اور ان ہی علماء میں مشہور مفسر ''طبرسیؒ'' بھی داخل ہیں، جنہوں نے اپنی تفسیر ''مجمع البیان'' کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے، اور ان ہی میں ''شیخ الفقہاء شیخ جعفرؒ'' بھی ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب ''کشف الغطاء'' کی ''قرآن کی بحث'' میں اس کی تصریح کی ہے، اور اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، اور ان ہی میں ''علامہ جلیل شہشہانی'' بھی ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب ''العروۃُ الوثقیٰ'' کی بحثِ قرآن میں اس کی تصریح کی ہے، اور تحریف نہ ہونے کے قول کو جمہور مجتہدین کی طرف منسوب کیا ہے، اور ان ہی میں مشہور محدث ''مولیٰ محسن قاسانی'' بھی ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب ''الوافی'' اور ''علمُ الیقین'' میں اس کی تصریح کی ہے، اور ان ہی میں ''بطل العلم مجاہد شیخ محمد جواد بلاغیؒ'' بھی ہیں، جنہوں نے اپنے تفسیر ''آلاء الرحمن'' کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

اور ایک جماعت نے تحریف نہ ہونے کے قول کو، بہت سے بڑے بڑے علماء کی طرف منسوب کیا ہے، جن میں ''شیخ المشائخ مفیدؒ'' اور ''متبحر جامع شیخ بہائیؒ'' اور ''محقق قاضی نوراللہؒ'' اور ان جیسے دیگر حضرات داخل ہیں۔

اور جن حضرات سے تحریف نہ ہونے کا قول ظاہر ہوتا ہے، اُن میں وہ تمام ''علمائے شیعہ'' داخل ہیں، جنہوں نے ''امامت'' کے سلسلہ میں تحریرات لکھیں، اور ان میں مطالب و مقاصد کو بیان کیا، لیکن اُن میں سے کسی نے تحریفِ قرآن سے تعرّض نہیں کیا، پس اگر یہ حضرات تحریف کے قائل ہوتے، تو مصحف وغیرہ کو جلانے کے

مقابلے میں، اس بات کا ذکر زیادہ اہمیت کے ساتھ کرتے۔

اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علمائے شیعہ اوران کے محققین کے درمیان مشہور قول، بلکہ ان کے درمیان مسلّم علیہ قول، تحریف نہ ہونے کا ہے۔

البتہ شیعہ محدثین میں سے ایک جماعت، اور اہلُ السنۃ کے علماء میں سے کچھ لوگ تحریف واقع ہونے کی طرف گئے ہیں، چنانچہ رافعی کہتے ہیں کہ ''اہلِ کلام میں سے ایک جماعت، جن کے پاس سوائے ظن اور تاویل کے، اور ہر حکم میں سے جھگڑالوں باتیں نکالنے کے علاوہ کوئی کام کی بات نہیں، اور ہر وہ قول جو اس بات کے جواز کی طرف لے جائے کہ قرآن مجید سے کوئی چیز ساقط ہوگئی ہے، وہ قرآن مجید کے جمع کی کیفیت پر محمول ہے، جیسا کہ ''اعجازُ القرآن''میں ہے'' اور طبرسی نے ''مجمع البیان''میں اس قول کو عام ''فرقۂ حشویہ'' کی طرف منسوب کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کے سامنے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ تلاوت کے منسوخ ہونے کا قول بھی بعینہٖ ''تحریف'' کا قول ہے، پس علمائے اہلُ السنۃ کے نزدیک تلاوت کے منسوخ ماننے کا مشہور قول بھی (اس طرح کی) ''تحریف'' کے مشہور قول کو مستلزم ہے (البیان فی تفسیر القرآن)

سید محمد حسین الطباطبائی المعروف ،بالعلامة الطباطبائی (المتوفی:1402ھ) لکھتے ہیں:

**فمجموع هذه الروايات على اختلاف أصنافها يدل دلالة قاطعة على أن الذى بأيدينا من القرآن هو القرآن النازل على النبى صلى الله عليه وآله وسلم من غير أن يفقد شيئا من أوصافه الكريمة وآثارها وبركاتها.**

**الفصل ـــ ٣:ذهب جماعة من محدثى الشيعة والحشوية وجماعة من محدثى أهل السنة إلى وقوع التحريف بمعنى النقص والتغيير فى اللفظ أو الترتيب دون الزيادة فلم يذهب إليها أحد من المسلمين كما قيل.**

**واحتجوا على نفى الزيادة بالاجماع وعلى وقوع النقص والتغيير بوجوه**

کثیرۃ (تفسیر المیزان، ج۱۲،ص۱۰۶، ۱۰۷، کلام فی أن القرآن مصون عن التحریف، الناشر: مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ: ۱۴۱۷ھ، 1997م)

ترجمہ: پس مجموعی طور پر یہ روایات، اپنی اصناف کے اختلاف کے ساتھ، اس بات پر یقینی طور پر دلالت کرتی ہیں کہ جو ہمارے ہاتھ میں قرآن ہے، وہ وہی قرآن ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کیا گیا، جس کے اوصافِ کریمہ اورآثار وبرکات میں سے کوئی چیز بھی مفقود نہیں ہوئی۔

فصل: محدثینِ شیعہ اور ''حشویہ'' اور محدثینِ اہلُ السنۃ کی ایک جماعت، تحریف واقع ہونے کی طرف گئی ہے، جس سے مراد ''لفظ'' یا ''ترتیب'' میں ''نقص اور تغییر'' ہے، نہ کہ زیادتی، پس اس زیادتی کی طرف مسلمین میں سے کوئی بھی نہیں گیا، جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اوران حضرات نے ''زیادتی'' کی نفی پر اجماع کے ذریعے دلیل پکڑی ہے، اور (مذکورہ) ''نقص'' اور ''تغییر'' واقع ہونے پر بہت سے طریقوں پر دلیل پکڑی ہے (تفسیر المیزان)

**آیۃ اللہ علی اصغر بن نور الدین بن محمد ھادی، سید علی حسینی میلانی** (نجف، ایران، المتولد: 1367ھ) اپنی کتاب ''**التحقیق فی نفی التحریف عن القرآن الشریف**'' میں لکھتے ہیں:

من الواضح أنّہ لا یجوز إسناد عقیدۃ أو قول إلی طائفۃ من الطوائف إلاّ علی ضوء کلمات أکابر علماء تلک الطائفۃ، وبالإعتماد علی مصادرھا المعتبرۃ.

ولقد تعرض علماء الشیعۃ منذ القرن الثالث إلی یومنا الحاضر لموضوع نفی التحریف فی کتبھم فی عدۃ من العلوم، ففی کتب الإعتقادات یتطرقون إلیہ حیثما یذکرون الإعتقاد فی القران الکریم، وفی کتب الحدیث حیث یعالجون الأحادیث الموھمۃ للتحریف بالنظر فی أسانیدھا ومدالیلھا، وفی بحوث الصلاۃ من کتب الفقہ فی أحکام القراء ۃ، وفی مسألۃ وجوب قراء ۃ سورۃ کاملۃ من القرآن فی الصلاۃ بعد قراء ۃ سورۃ

**الحمد ، وغيرها من المسائل ، وفي كتب اصول الفقه حيث يبحثون عن حجّيّة ظواهر الفاظ الكتاب .**
**وهم في جميع هذه المواضع ينصّون على عدم نقصان القرآن الكريم ، وفيهم من يصرح بأنّ من نسب إلى الشيعة أنّهم يقولون بأنّ القرآن أكثر من هذا الموجود بين الدفّتين فهو كاذب ، وفيهم من يقول بأنّ عليه إجماع علماء الشيعة بل المسلمين ، وفيهم من يستدلّ على النفي بوجوه من الكتاب والسنّة وغيرهما ، بل لقد أفرد بعضهم هذا المواضع بتأليف خاص.**
**وعلى الجملة ، فإنّ الشيعة الإمامية تعتقد بعدم تحريف القرآن ، وأنّ الكتاب الموجود بين أيدينا هو جميع ما أنزله الله عزّ وجلّ على نبيّنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم من دون أيّ زيادة أو نقصان.**
**هذه عقيدة الشيعة في ماضيهم وحاضرهم ، كما جاء التصريح به في كلمات كبار علمائها ومشاهير مؤلفيها ، منذ أكثر من ألف عام حتى العصر الأخير** (التحقيق في نفي التحريف عن القرآن الشريف، ج ۱، ص ۱۵ و ۱۶، الباب الاول: الشيعة والتحريف، الفصل الأول، كلمات أعلام الشيعة في نفي التحريف، الناشر: مركز الحقائق الإسلامية، قم، ايران، الطبعة الثالثة: ۱۴۲۶ هـ)

ترجمہ: یہ بات واضح ہے کہ کسی عقیدہ، یا قول کی نسبت، جماعتوں میں سے کسی جماعت کی طرف کرنا، اس وقت تک جائز نہیں، جب تک اس جماعت کے اکابر علماء کے کلمات سے یہ بات واضح نہ ہوجائے، اور معتبر مراجع پر اعتماد کے ذریعے واضح نہ ہوجائے۔

اور تیسری صدی سے لے کر، موجودہ دور تک علمائے شیعہ نے مختلف علوم پر مشتمل، اپنی کتابوں میں تحریفِ قرآن نہ ہونے کے موضوع سے تعرض کیا ہے، پس اعتقادات کی کتابوں میں یہ حضرات اس موقع پر اس کا ذکر کرتے ہیں، جب قرآن کریم کے متعلق، اعتقاد کا ذکر کرتے ہیں، اور کتبِ حدیث میں اس وقت ذکر کرتے ہیں، جب وہ ان احادیث پر بحث وگفتگو کرتے ہیں، جو تحریف کا واہمہ پیدا کرتی ہیں، ان کی اسانید اور ان کے مدلولات پر نظر کرتے ہوئے، اور کتبِ فقہ میں نماز کی قرائت کے احکام کی بحث میں اس کا ذکر کرتے ہیں، اور نماز میں

سورہ فاتحہ کی قرائت کے بعد، قرآن کی مکمل سورت کی قرائت واجب ہونے کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں، اور اسی طریقے سے دوسرے مسائل کے ضمن میں اس کا ذکر کرتے ہیں، اور اصولِ فقہ کی کتابوں میں اس موقع پر ذکر کرتے ہیں، جب وہ قرآن مجید کے الفاظ کے ظواہر کے حجت ہونے کی بحث کرتے ہیں۔

اور یہ حضرات ان تمام مواقع پر قرآن کریم میں کمی نہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں، جن میں وہ حضرات بھی ہیں، جو اس بات کی بھی تصریح کرتے ہیں کہ شیعہ کی طرف جو یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ دو ''گتوں'' کے درمیان جو کچھ موجود ہے، قرآن اس سے زیادہ ہے، تو وہ جھوٹا ہے، اور ان میں وہ حضرات بھی ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ اس بات پر علمائے شیعہ، بلکہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور ان میں وہ حضرات بھی ہیں، جو تحریف نہ ہونے پر کتاب وسنت وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے ان موضوعات پر مخصوص تالیف بھی کی ہے۔

اور خلاصہ یہ ہے کہ ''شیعہ امامیہ'' کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں تحریف واقع نہیں ہوئی، اور جو کتاب ہمارے ہاتھوں کے درمیان موجود ہے، وہ پورا قرآن ہے، جس کو اللہ عزوجل نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا، کسی زیادتی، یا کمی کے بغیر۔

یہ شیعہ کا ماضی کے زمانہ میں بھی عقیدہ تھا، اور موجودہ دور میں بھی ان کا عقیدہ یہی ہے، جیسا کہ اس بات کی شیعہ کے بڑے علماء اور ان کے مشہور مؤلفین کے کلمات میں تصریح آئی ہے، جس کا سلسلہ ہزار سال سے زیادہ سے، موجودہ دور تک جاری ہے (التحقيق فى نفى التحريف عن القرآن الشريف)

موصوف مذکور ہی مذکورہ کتاب ''التحقيق في نفي التحريف عن القرآن

الشریف''میں مزید لکھتے ہیں:

لقد كان بحثنا حتى الآن يدور حول الأحاديث التى وردت فى كتب الشيعة الإمامية ، وهى تفيد ــ بظاهرها ـ تحريف القرآن ، بمعنى نقصانه وضياع شيء ممّا نزل على النبى.

والآن يجدر بنا أن ننظر فى الكتب التى أخرجت تلك الأحاديث فيها ، والعلماء الذين رووها ، لنرى مدى صحّة التمسّك بهذه الأحاديث من هذه الجهة.

وقبل الخوض فى البحث يجب أن ننبّه على امور :

١ ـ الرواية أعم من الإعتقاد:

الأول :إنّ رواية الخبر مطلقاً أعمّ من قبوله والإعتقاد بمضمونه ، فقد عنى محدّثو الشيعة منذ القرون الاولى بجمع الروايات الواصلة إليهم عن الأئمة ، وتبويبها وتنظيمها ، صوناً لها من الضياع والنسيان وما شابه ذلك ، من غير نظر فى متونها وأسانيدها ، ولذا تجد فى روايات الواحد منهم ما يعارض ما رواه الآخر ، بل تجد ذلك فى أخبار الكتابين بل الكتاب الواحد للمؤلّف الواحد ، وترى المحدّث يروى فى كتابه الحديثى خبراً ينصّ على عدم قبول مضمونه فى كتابه الفقهى أو الإعتقادى ، لذلك فالرواية أعمّ من القبول والتصديق بالمضمون.

فلا يجوز نسبة مطلب إلى راوٍ أو محدّث بمجرد روايته أو نقله لخبر يدلّ على ذاك المطلب ، إلاّ إذا نصّ على الإعتقاد به أو أورده فى كتاب التزم بصحّة أخباره ،أو ذكره فى كتاب صنّفه فى بيان اعتقاداته أو فتاواه.

وهل يوجد عند الشيعة كتاب التزم فيه مؤلّفه بالصحّة من أوّله إلى آخره؟

الجواب :لا ، وهذا هو الأمر .

٢ :لا كتاب عند الشيعة صحيح كله:

الثانى :إنّه لا يوجد كتاب واحد من بين كتب الشيعة وصفت أحاديثه جميعها بالصحّة ، وقوبلت بالتسليم والقبول لدى الفقهاء والمحدّثين.

ولذا نجد أنّ أحاديث الشيعة ـ وحتى الواردة فى الكتب الأربعة التى عليها المدار فى استنباط الأحكام الشرعية ـ قد تعرّضت لنقد علماء الرجال وأئمّة الجرح والتعديل ، فكل خبر أجتمعت فيه شرائط الصحّة ، وتوفّرت فيه مقتضيات القبول اخذ به ، وكلّ خبر لم يكن بتلك المثابة ، ردّ ، أياً كان مخرجه وراويه والكتاب الذى أخرج فيه (التحقيق فى نفى التحريف عن القرآن الشريف، ج ١، ص ٩٩ و ١٠٠، الباب الاول : الشيعة والتحريف،الفصل الخامس،الرواة لأحاديث التحريف من الشيعة،مقدّمات، الناشر: مركز الحقائق الإسلامية، قم، ايران، الطبعة الثالثة : ١٤٢٦هـ)

ترجمہ: یہاں تک ہماری بحث ان احادیث کے گرد دائر تھی، جو شیعہ امامیہ کی کتب میں وارد ہوئی ہیں، اور یہ احادیث بظاہر تحریفِ قرآن پر دلالت کرتی ہیں، اس معنیٰ کر کہ قرآن میں کمی واقع ہوگئی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل کیا گیا تھا، اس کا کچھ حصہ ضائع ہوگیا۔

اور اب ہمیں اس بات کی اہلیت حاصل ہوگئی کہ ہم اُن کتابوں میں نظر کریں، جن میں ان احادیث کی تخریج کی گئی ہے، اور اُن علماء میں نظر کریں، جنہوں نے ان کو روایت کیا ہے، تاکہ ہم مذکورہ جہت سے ان احادیث سے، دلیل پکڑنے کی صحت کا جائزہ لے سکیں۔

اور اس بحث میں داخل ہونے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم چند امور پر تنبیہ کریں:

پہلا قابلِ تنبیہ امر تو یہ ہے کہ ''روایت'' کا درجہ ''اعتقاد'' کے مقابلہ میں عام ہوتا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ''خبر'' کی روایت، علی الاطلاق اس کے قبول کرنے اور اس کے مطابق اعتقاد رکھنے کے مقابلہ میں عام ہوا کرتی ہے، چنانچہ قرونِ اولیٰ سے محدثینِ شیعہ، اُن تمام روایات کو ذکر کرتے ہیں، جو اُن تک ائمہ سے پہنچیں، اور ان پر ابواب بھی قائم کرتے ہیں، اور اُن کو ترتیب کے ساتھ درج کرتے ہیں، تاکہ وہ ضیاع اور نسیان، اور اس جیسی دوسری چیزوں سے محفوظ ہوجائیں، وہ اُن کے متون اور ان کی اسناد کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور اسی وجہ سے آپ اُن میں سے بعض محدثین کی مرویات کو اس حال میں پاتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے معارِض ہوتی ہیں، بلکہ آپ یہ چیز دو کتابوں کے اخبار میں بھی پاتے ہیں، بلکہ ایک ہی مؤلف کی، ایک کتاب میں بھی پاتے ہیں، اور آپ دیکھتے ہیں کہ ایک محدث اپنی حدیث کی کتاب میں، ایسی خبر کو روایت کرتا ہے، جس کے مضمون کو وہ

اپنی فقہی، یا اعتقادی کتاب میں قبول نہ کرنے کی تصریح کر دیتا ہے، اس قسم کی وجوہات کی بناء پر روایت کا درجہ، اس کے قبول اور تصدیق کرنے کی ذمہ داری کے مقابلہ میں عام ہے۔

لہٰذا کسی راوی، یا محدث کی طرف، محض اس کے روایت کرنے، یا اس کے نقل کرنے کی وجہ سے، اُس کی روایت کے اُس مطلب کی نسبت کرنا جائز نہیں، جو روایت اس مطلب پر دلالت کرتی ہو، الَّا یہ کہ وہ اس کے مطابق اعتقاد کی تصریح کرے، یا اُس کو ایسی کتاب میں لائے، جس کی روایات کی صحت کا اس نے التزام کیا ہو، یا وہ اس کو ایسی کتاب میں ذکر کرے، جس کو اس نے اپنے اعتقادات کے بیان، یا اپنے فتاویٰ کی صورت میں تصنیف کیا ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا شیعہ کے نزدیک کوئی ایسی کتاب پائی جاتی ہے، جس میں اس کے مؤلف نے شروع سے آخر تک صحت کا التزام کیا ہو؟ اس کا جواب نفی میں ہے، واقعہ یہی ہے (اگرچہ کوئی اس کے برخلاف دعویٰ کرے)

دوسرا قابلِ تنبیہ امر یہ ہے کہ شیعہ کتابوں میں کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں پائی جاتی، جس کی تمام احادیث کو صحت کے ساتھ متصف کیا گیا ہو، اور اس کو قابلِ قبول قرار دیا گیا ہو، اور فقہاء ومحدثین کے نزدیک اس کو قبول کیا گیا ہو۔

اور اسی وجہ سے ہم شیعہ کی ایسی احادیث کو پاتے ہیں، یہاں تک کہ اُن احادیث کو جو اُن کتبِ اربعہ میں وارد ہیں، جن پر احکامِ شرعیہ کے استنباط کا مدار ہے، علمائے رجال اور علمائے جرح وتعدیل کی تنقید وتحقیق کے لیے اُن سے تعرض کیا گیا ہو، تو ہر وہ خبر جس میں صحت کی شرائط جمع ہوئیں، اور قبول کے مقتضیات اس میں مکمل طریقے پر پائے گئے، اس کو لے لیا گیا، اور ہر ایسی خبر جس میں یہ مجموعہ نہیں پایا گیا، اس کو رَد کر دیا گیا، چاہے اس کا مخرَّج کوئی بھی ہو، اور اس کا راوی کوئی بھی

ہو، اور اس کی خواہ کسی کتاب میں بھی تخریج کی گئی ہو (التحقیق فی نفی التحریف)

موصوف مذکورہ کتاب ''التحقیق فی نفی التحریف عن القرآن الشریف ''میں مزید لکھتے ہیں:

**نعم ، هناك في بعض الكلمات نسبته إلى المحدّثين من علماء الشيعة ، وقد بذلنا الجهد في التحقيق حول مدى صحة هذه النسبة ، وراجعنا ما توفّر لدينا من الكتب والكلمات بإمعان وإنصاف ، فلم نجد دليلاً على ذلك ولا وجهاً مبرّراً له ، بل هو حدس وتخمين أو ذهول عن الواقع إن لم يكن تعصّب.**

**والتحقيق :إنّ المحدّثين من الشيعة الإمامية الرواة لأخبار التحريف على ثلاث طوائف :**

**فطائفة يروون من الأخبار الظاهرة في التحريف في كتبهم الحديثية ولا يعتقدون بمضامينها ، بل يؤولونها أو يجمعون بينها وبين ما يدلّ على النفي ببعض الوجوه ، ومنهم من ينصّ على اعتقاده ، بخلافها أو بما يستلزم هذا الاعتقاد ، وعلى رأسهم الشيخ الصدوق.**

**وطائفة يروونها ولا وجه لنسبة القول بالتحريف إليهم إلاّ أنّهم يروونها ، وعلى رأسهم الشيخ الكليني ، إن لم نقل بأنّه من الطائفة الاولى.**

**وطائفة يروونها وينصّون على اعتقادهم بمداليلها وإيمانهم،بمضامينها ، وعلى رأسهم الشيخ علي بن إبراهيم القمي ، إن تمت النسبة إليه.**

**وبهذا يتبيّن أنّه لا يجوز نسبة القول بالتحريف إلاّ إلى هذه الطائفة الثالثة من المحدّثين من الإمامية ، وقد وافقهم من شذّ من الاصوليين على تفصيل ، وهو الشيخ النواقي.**

**فهذا مجمل ما توصّلنا إليه واعتقدنا به ، وإليك تفصيله وإقامة البرهان عليه** (التحقيق في نفي التحريف عن القرآن الشريف، ج ۱، ص ۱۱۱ و ۱۱۲، الباب الاول : الشيعة والتحريف،الفصل الخامس،الرواة لأحاديث التحريف من الشيعة،المحدّثون وأخبار التحريف،مقدّمات، الناشر: مركز الحقائق الإسلامية، قم، ايران، الطبعة الثالثة : ۱۴۲۶هـ)

ترجمہ: البتہ اس موقع پر بعض کلمات میں اس تحریف کی علمائے شیعہ میں سے بعض محدثین کی طرف نسبت کی گئی ہے، اور ہم نے اس نسبت کی صحت کی گہرائی تک جانے کے لیے تحقیق کی جدوجہد کو خرچ کیا، اور ہم نے اپنے پاس موجود کتب اور کلمات میں گہرائی اور انصاف کے ساتھ بھرپور طریقے سے رجوع کیا، تو ہم نے

اس کی کوئی دلیل نہیں پائی، اور نہ ہی کوئی وجہ ایسی پائی، جو اس بات کی صداقت ظاہر کر سکے، بلکہ یہ بات اٹکل اور تخمین، یا واقعہ سے ذہول پر مبنی ہے، اگر یہ تعصب پر مبنی نہ ہو (اور اگر تعصب پر مبنی ہو، تو پھر الگ معاملہ ہے)

اور تحقیقی بات یہ ہے کہ شیعہ امامیہ سے محدثین، جو تحریف کے اخبار کے راوی ہیں، وہ تین قسم کی جماعتیں ہیں:

ایک جماعت وہ ہے، جو اپنی کتبِ حدیث میں تحریف سے متعلق ”اخبارِ ظاہرہ“ کو روایت کرتی ہے، لیکن ان کے مضامین کا اعتقاد نہیں رکھتی، بلکہ وہ جماعت ان روایات کی تاویل کرتی ہے، یا ان روایات اور اُن روایات کے مابین جمع کرتی ہے، جو بعض وجوہ سے، تحریف کی نفی پر دلالت کرتی ہیں، اور ان میں سے بعض حضرات وہ ہیں کہ جو تحریف سے متعلق ان روایات کے برخلاف، یا اس اعتقاد سے لازم آنے والی چیزوں کے برخلاف کی تصریح کرتے ہیں، اور اس جماعت کے سِرے پر ”شیخ صدوق“ ہیں۔

اور دوسری جماعت وہ ہے، جو محض ان احادیث واخبار کو روایت کرنے والی ہے، لیکن ان کی طرف تحریف کے قول کی نسبت کی کوئی وجہ نہیں، سوائے اس کے کہ انہوں نے ان کو صرف روایت کیا ہے، اور اس جماعت کے سِرے پر ”شیخ کلینی“ ہیں، اگر ہم یہ نہ کہیں کہ وہ پہلی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

اور تیسری جماعت وہ ہے، جو اِن احادیث کو روایت بھی کرتی ہے، اور ان روایات کے مدلولات کے مطابق اعتقاد، اور ان روایات پر ایمان کی تصریح کرتی ہے، اُن مضامین کے مطابق، جو اُن روایات میں بیان کیے گئے ہیں، اور اس جماعت کے سِرے پر ”شیخ علی بن ابراہیم قمی“ ہیں، اگر ان کی طرف نسبت کو درست مان لیا جائے۔

اوراس تفصیل سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ تحریف کے قول کی نسبت، محدثینِ امامیہ کی صرف اس جماعت کی طرف کرنا ہی جائز ہے، اوراس شخص کی طرف بھی کرنا جائز ہے، جواصولیین سے حسبِ تفصیل الگ ہوکر، اس تیسری جماعت کے موافق ہوگیا ہے، جوکہ ''شیخ نواقی'' ہے۔

پس یہ اس بحث کا خلاصہ ہے، جس کی طرف ہماری رسائی ہوئی، اور جس کے مطابق ہمارا اعتقاد ہے، اوراب آگے اس کی تفصیل، اوراس پر برہان کوقائم کیا جاتا ہے (التحقیق فی نفی التحریف)

اس کے بعد مذکورہ کتاب میں، مذکورہ مدعاء کی باحوالہ تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

اسی کے ساتھ مذکورہ کتاب میں شیخ محمد بن یعقوب کلینی کی تالیف ''الکافی'' میں مذکور روایات پر بھی تفصیل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] وإن أشهر رواة الأحاديث التي ذكرناها وغيرها وأعظمهم هو الشيخ محمد ابن يعقوب الكليني المتوفى سنة ٣٢٩ .روى تلك الأخبار في كتابه ( الكافي ) الذي هوأهم الكتب الأربعة المشهورة بين الشيعة الإمامية.

لقد كان ــ وما زال ــ التحقيق حول رأي الشيخ الكليني في المسألة موضع الإهتمام بين العلماء والكتّاب ، لما له ولكتابه من مكانة مرموقة متّفق عليها بين المسلمين ، فنسب إليه بعض المحدّثين من الشيعة القول بالتحريف إعتماداً على ظاهر كلامه في خطبة كتابه الكافي ، ونفى ذلك آخرون ، وحاول بعض الكتّاب القاصرين نسبة القول بذلك إلى الطائفة عامة والتشنيع عليها ـ بزعمه ـ بعد وصف الكافي بـ ( الصحيح ) لكنها محاولة يائسة كما سنرى.

لقد تقدّم في الفصل الثاني من هذا البحث ذكر أهم الأخبار التي رواها الكليني في الكافي وبيّنّا ما في كلّ منها من مواقع النظر أو وجوه الجواب ، بحيث لا يبقى مجال للقول بأنها تدل على تحريف القرآن(التحقيق في نفي التحريف عن القرآن الشريف، ج ١ ، ص ١٣٧، ١٣٨ ، الباب الاول : الشيعة والتحريف، الفصل الخامس،تحقيق حول رأي الكليني، الناشر: مركز الحقائق الإسلامية، قم، ايران، الطبعة الثالثة : ١٤٢٦هـ )

وعلى الجملة ، فإنّه ليست أخبار الكافي كلها بصحيحةٍ عند الشيعة حتى يصح إطلاق عنوان الصحيح عليه ، بل فيها الصحيح والضعيف وإن كان الصحيح قد لا يعمل به ، و الضعيف قد يعتمد عليه ، كما هو معلوم عند أهل العلم والتحقيق ...وهذه هي نتيجة البحث في هذه الجهة.

وعلى الجملة ، فإنّه ليست أخبار الكافي كلها بصحيحةٍ عند الشيعة حتى يصح إطلاق عنوان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ بھی دیگر اہلِ تشیع علماء حضرات نے اس پر کلام کیا ہے۔ [1]

نیز جامعہ طہران کے استاذ "دکتور فتح اللّٰہ المحمدی" (نجارزادکان) نے عربی زبان میں ایک مفصل کتاب "سلامة القرآن من التحریف، وتفنید الافتراء ات علی الشیعة الامامیة" کے نام سے تحریر کی ہے، جو کتاب خانہ ملی ایران سے شائع ہوئی ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصحیح علیه، بل فیها الصحیح والضعیف وإن کان الصحیح قد لا یعمل به، و الضعیف قد یعتمد علیه، کما هو معلوم عند أهل العلم والتحقیق ...وهذه هی نتیجة البحث فی هذه الجهة.

هل الکلینی ملتزم بالصحّة؟

قد ینسب الی الکلینی القول بتحریف القرآن بدعوی اعتقاده بصدور ما رواه عن المعصومین علیهماالسلام، لکن هذه الدعوی غیر تامّه فالنسبة غیر صحیحة، إذ أن الکلینی لم ینصّ فی کتابه علی اعتقاده بذلک أصلاً، بل ظاهر کلامه یفید عدم جزمه به، وإلیک نصّ عبارته فی المقدّمة حیث قال :فاعلم یا أخی ـ أرشدک الله ـ أنّه لا یسع أحداً تمییز شیء مما اختلف الروایة فیه عن العلماء علیهماالسلام برأیه إلاّ علی ما أطلقه العالم علیهاالسلام بقوله :أعرضوها علی کتاب الله فما وافق کتاب الله فخذوه وما خالف کتاب الله فردّوه .وقوله علیهاالسلام :دعوا ما وافق القوم، فإنّ الرشد فی خلافهم، وقوله علیهاالسلام :خذوا بالمجمع علیه، فإن المجمع علیه لا ریب فیه(التحقیق فی نفی التحریف عن القرآن الشریف، ج ۱، ص ۱۴۰، ۱۴۱، الباب الاول : الشیعة والتحریف، الفصل الخامس،تحقیق حول رأی الکلینی، الناشر: مرکز الحقائق الإسلامیة، قم، ایران، الطبعة الثالثة : ۱۴۲۶ھ)

[1] 1: بعد الاطلاع علی کتاب الکافی الشریف لثقة الإسلام الکلینی )رض(من الجلدة إلی الجلدة لم نجد تصریحا أو تلمیحا منه رضوان الله علیه یقول فیه بتحریف القرآن.

2: مجرد روایة الکلینی فی کتابه بأخبار ظاهرها تحریف القرآن لیس دلیلا علی أنه یقول بتلک الروایات ویعمل بها.

3: مجرد وجود روایات معتبرة فی الکافی ظاهرها التحریف لا یمکن الإلتزام بذلک، لأن الکلینی إن قال باعتبارها فهو من حیث السند

لا من حیث المتن، خصوصا إذا کانت المتن متعارضا مع روایات أخری أقوی منها سندا ومتنا، ویدلل علی قوله کما سنشیر إلیه فی . النقطة رقم( 5 )

4: لو فرضنا بوجود روایات فی الکافی ظاهرها التحریف، فیکون الجواب علیه بوجود روایات أخری معارضة تنفی التحریف وتثبت السلامة فی نفس کتاب الکافی، وهی أکثر عددا وأقوی متنا . سنشیر إلی جملة منها(دفع شبهة تحریف القرآن عن الکلینی،وشیخه علی بن إبراهیم القمی،للقناص الرافضی،ص ۸،هل یقول الکلینی بالتحریف)

مذکورہ بالا کتاب میں قرآن مجید میں کسی قسم کی تحریف نہ ہونے سے متعلق درجِ ذیل شیعہ حضرات کے حوالہ جات ذکر کئے گئے ہیں:

(۱)...... ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویه الصدوق(المتوفٰی: 381هـ)
(۲)...... السید الشریف الرضی(المتوفٰی: 406هـ)
(۳)...... عمید الطائفة محمد بن محمد بن النعمان المفید(المتوفٰی: 413هـ)
(۴)...... الشریف المرتضٰی علی بن الحسین (المتوفٰی: 436هـ)
(۵)...... شیخ الطائفة ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی (المتوفٰی: 460هـ)
(۶)...... ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی(المتوفٰی: 548هـ)
(۷)...... ابو الفتوح الرازی(المتوفٰی: قبل556هـ)
(۸)...... نصیر الدین ابو رشید عبدالجلیل القزوینی(المتوفٰی:بعد 560هـ)
(۹)...... قطب الدین الراوندی(المتوفٰی: 573هـ)
(۱۰)...... محمد بن علی بن شهر آشوب المازندرانی(المتوفٰی: 588هـ)
(۱۱)...... الشیخ محمد بن ادریس الحلی(المتوفٰی: 598هـ)
(۱۲)...... محمد بن الحسن الشیبانی(من أعیان الشیعة فی القرن السابع)
(۱۳)...... رضی الدین علی بن طاووس(المتوفٰی: 664هـ)
(۱۴)...... سدید الدین محمود الحمصی الرازی(توفی فی اوائل القرن السابع)
(۱۵)...... ابو المکارم قوام الدین الحسنی(توفی فی القرن السابع)
(۱۶)...... جمال الدین ابو منصور الحسن بن یوسف بن المطهر الحلی(المتوفٰی: 726هـ)
(۱۷)...... جمال الدین المقداد السیوری (المتوفٰی: 826هـ)
(۱۸)...... الشیخ زین الدین ابو محمد العاملی البیاضی(المتوفٰی: 877هـ)
(۱۹)...... کمال الدین الکاشفی(توفی فی القرن التاسع الهجری)
(۲۰)...... الشیخ علی بن عبد العالی الکرکی العالمی، الملقب بالمحقق الثانی(المتوفٰی: 940هـ)
(۲۱)...... ملا فتح الله الکاشانی(المتوفٰی: 988هـ)
(۲۲)...... المولی احمد الأردبیلی(المتوفٰی: 993هـ)
(۲۳)...... ابو المحاس الحسین بن الحسن الجرجانی(من علماء الإمامیة فی القرن التاسع أو العاشر)
(۲۴)...... محمد بن علی النقی الشیبانی(المتوفٰی: قبل994هـ)
(۲۵)...... الشیخ ابو الفیض الناکوری(المتوفٰی: 1004هـ)
(۲۶)...... السید قاضی نور الله التستری(المتوفٰی: 1019هـ)
(۲۷)...... بهاء الدین العاملی محمد بن الحسین الحارثی (المتوفٰی: 1030هـ)
(۲۸)...... الفاضل التونی الملا عبدالله بن الحاج محمد البشروی

الخراسانی(المتوفی: 1071ھ)
(۲۹)...... الفیض الکاشانی محمد بن المحسن (المتوفی: 1091ھ)
(۳۰)...... الشریف اللاھیجی(المتوفی: حدود1097ھ)
(۳۱)...... الشیخ محمد بن الحسن الحر العاملی(المتوفی: 1104ق)
(۳۲)...... القاضی سعید محمد بن محمد مفید القمی(المتوفی: 1107ھ)
(۳۳)...... نورالدین محمد بن مرتضٰی الکاشانی(المتوفی: 1115ق)
(۳۴)...... محمد بن محمد رضا القمی المشھدی(من أعلام القرن الثانی عشر)
(۳۵)...... الشیخ کاشف الغطاء جعفر الکبیر(المتوفی: 1228ھ)
(۳۶)...... السید محسن الأعرجی الکاظمی(المتوفی: 1277ھ)
(۳۷)...... السید محمد جواد الحسینی العامی(المتوفی: 1228ھ)
(۳۸)...... السید محمد الطباطبائی(المتوفی:1242 ھ)
(۳۹)...... الشیخ محمد ابراھیم الکلباسی(المتوفی: 1262ق)
(۴۰)...... محمد صادق الموسوی الخوانساری (المتوفی:بعد1294 ھ)
(۴۱)...... السید حسن الکوہ کمری(المتوفی: 1299ھ)
(۴۲)...... المیرزا محمد بن سلیمان التنکابنی(المتوفی: 1302ھ)
(۴۳)...... المحقق التبریزی(المتوفی: 1307ھ)
(۴۴)...... الشیخ محمد حسن الآشتیانی(المتوفی:1319 ھ)
(۴۵)...... الشیخ العلامۃ محمد جواد البلاغی النجفی(المتوفی: 1352ھ)
(۴۶)...... الشیخ العلامۃ محمد حسین کاشف الغطاء(المتوفی: 1373ھ)
(۴۷)...... السید محسن الأمین العاملی(المتوفی: 1371ھ)
(۴۸)...... الشیخ محمد النھاوندی(المتوفی:1371 ھ)
(۴۹)...... السید شرف الدین العاملی(المتوفی:1377 ھ)
(۵۰)...... میر جعفر العلوی الحسینی(المتوفی:بعد 1379 ھ) (سلامۃ القرآن من التحریف،وتفنید الافتراء ات علی الشیعۃ الامامیۃ،ص ۱۳۵ الیٰ ۱۵۱، ملخصاً ،المقام الاول :سلامۃ القرآن من التحریف ،الفصل الرابع شھادۃ علماء الامامیۃ بنزاھۃ القرآن عن التحریف، الناشر: دار مشعر،ایران، سنۃ الطبعۃ : ۱۴۲۴ھ)

اس کے علاوہ بھی امامیہ اثنا عشریہ کی طرف سے تحریفِ قرآن نہ ہونے پر متعدد تصریحات موجود ہیں۔

علمِ کلام وعلمِ عقائد، مذاہبِ عالم اور مذاہبِ اسلام کی تاریخ پر گہری نظر رکھنے،اور فقہ اکبر کی شرح،اور معیار الافکار وغیرہ جیسی کئی کتابوں کے مصنف''مولانا محمد نجم الغنی رام پوری'' (المتوفیٰ:1932ء)''اصولُ الشاشی'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور بعض شیعہ جو سورہ "حسنین" اور سورہ "علی" اور سورہ "فاطمہ" پڑھا کرتے ہیں، یہ جہلاء کی گپ ہے، آج تک سلف سے لے کر خلف تک کوئی محقق شیعہ، بلکہ کوئی اہلِ اسلام بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا۔

چنانچہ علمائے شیعہ اثنا عشری، اس خیال کی برائت اپنی کتابوں میں بڑی شد ومد سے کرتے ہیں۔

شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن بابویہ اپنے رسالہ عقائد میں کہتے ہیں کہ جو قرآن، اللہ نے آنحضرت کو دیا تھا، وہی ہے کہ جو، اب لوگوں کے پاس موجود ہے، نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے، نہ زیادہ، یہی تفسیر "مجمعُ البیان" میں مذکور ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب "مصائبُ النواصب" میں لکھتے ہیں کہ "یہ بات جو شیعہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغییر وتبدیل کے قائل ہیں، سو یہ غلطی ہے، محققین شیعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں"

ملا صادق شرح کلینی میں لکھتے ہیں کہ "یہ قرآن اسی طرح امام مہدی تک سالم رہے گا، اور خدائے پاک، نہایت تاکید کے ساتھ اس کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے، سورۃ الحجر میں فرماتا ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"

(یعنی ہم نے آپ پر اتاری ہے، یہ نصیحت اور ہم اس کے نگہبان ہیں) پس جس چیز کا خدائے تعالیٰ حافظ ہو، تحریف اس میں محال ہے کہ مستلزم عجز خدا تعالیٰ کو ہے

(مزیل الغواشی، شرح اصول الشاشی، المبحث الاول فی کتاب اللہ تعالیٰ، ص۹، مطبوعہ: میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)

محققینِ شیعہ سے وہ حضرات مراد ہیں، جنہوں نے اس مسئلہ کی تحقیق کی، جیسا کہ گزرا۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ہم علامہ آلوسی کے مندرجہ ذیل موقف سے اتفاق کرتے ہیں، جو

مذکورہ حوالہ جات وعبارات کی روشنی میں حق و سچ ثابت ہوا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے بیٹے نعمان بن محمد آلوسی بغدادی (المتوفیٰ: 1317ہجری) نے اپنی تالیف ''الجوابُ الفسیح لما لفقهٔ عبدالمسیح'' میں فرمایا:

**وأما ما عليه جمهور علماء الشيعة الإمامية الاثنى عشرية أن القرآن المجيدة محفوظ عن التغيير والتبديل، والموجود الآن هو الذى انزل على سيد ولد عدنان من غير زيادةٍ ولا نقصان، واما من زعم منه غير هذا فقولهٗ مردود، غير مقبول عندهم ايضاً** (الجوابُ الفسيح لما لفقهٗ عبدالمسيح، المجلد الثانى، ص ۱۳۴، كلام النصرانى فى كتابة القران بعد موت النبى، الفصل الثانى، مطبوعة: دار البيان العربى بالقاهرة، تاريخِ طبع: 1978ء)

ترجمہ: اور جس بات پر جمہور علمائے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہیں، وہ یہ ہے کہ قرآن مجید تغییر اور تبدیل سے محفوظ ہے، اور اس وقت میں موجود وہی قرآن ہے، جو سیدِ ولدِ عدنان پر نازل کیا گیا، بغیر زیادتی اور کمی کے، اور جس نے اس کے برخلاف گمان کیا، تو اس کا قول مردود ہے، ان جمہور علمائے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک بھی مقبول نہیں (الجوابُ الفسيح)

پھر آگے چل کر نعمان بن محمد آلوسی بغدادی نے اہلِ تشیع کے چند حوالہ جات وعبارات نقل کرنے کے بعد فرمایا:

**فظهر أن المذهب المرضىٰ المحقق عند علماء الفرقة الإمامية أن القرآن الذى انزل على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلك، وأنه كان مجموعاً مؤلفاً فى عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وحفظه ونقله ألوف من الصحابة وجماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى عليه الصلاة والسلام عدة ختمات وأنهٗ يظهر القرآن ويشتهر بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر رضى الله تعالىٰ عنه.**

**والشرذمة الندرة قالت بوقوع التغيير لا اعتداد بها، و قد رد العلماء اقوالها و الأخبار الضعيفة لا يرجع عليها عن المعلوم المقطوع بصحته و هذا حق لأن خبر الواحد إذا اقتضى علماً ولم يوجد فى الأدلة القاطعة ما يدل عليه وجب رده، على ما صرح به ابن المطهر الحلى فى كتابه المسمى "بمبادء الوصول إلى علم الأصول"، وقد قال الله تعالى: إنا نحن نزلنا**

الذكر وإنا له لحافظون. وفي تفسير الصراط المستقيم الذى هو تفسير معتبر عند علماء الشيعة ''أي إنا لحافظون له من التحريف والتبديل والزيادة والنقصان (الجوابُ الفسيح لما لفقهٔ عبدالمسيح، المجلد الثانى، ص ۱۳۶، كلام النصرانى فى كتابة القران بعد موت النبى، الفصل الثانى، مطبوعة: دار البيان العربى بالقاهرة، تاريخِ طبع: 1978ء)

ترجمہ: پس اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ امامیہ فرقہ کے علماء کے نزدیک مذہبِ مرضیٰ محقق یہ ہے کہ جو قرآن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا، وہ ''دفتین'' کے درمیان ہے، اور وہی آج کے دور میں لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے زیادہ نہیں ہے، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں جمع اور تالیف شدہ تھا، اور اسی کو ہزاروں صحابہ، اور صحابہ کی جماعت نے محفوظ اور نقل کیا، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود اور اُبی بن کعب وغیرہما نے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہت سے قرآن ختم کیے، اور اسی ترتیب کے ساتھ قرآن بارہویں امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہر ہونے کے وقت، ظاہر اور مشہور ہوگا۔

اور ایک چھوٹی جماعت نے تغیر واقع ہونے کا قول کیا ہے، جس کا اعتبار نہیں، اور علماء نے جو اس جماعت کے اقوال اور اخبارِ ضعیفہ کو نقل کیا ہے، اس کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا، رجوع صرف اس کی طرف کیا جائے گا، جس بات کی صحت یقینی طور پر معلوم ہے، اور یہی حق ہے، کیونکہ خبرِ واحد جب کسی علم کا تقاضا کرے، اور یقینی دلائل میں اس پر دلالت نہ پائی جائے، تو اس کا رَد کرنا واجب ہوتا ہے، جیسا کہ ابنِ مطہر حلی نے اپنی کتاب ''مبادءُ الوصول إلى علم الأصول'' میں اس کی تصریح کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون''

اور ''تفسیر صراطِ مستقیم'' جو علمائے شیعہ کے نزدیک معتبر تفسیر ہے، اس میں مذکورہ آیت کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے کہ ''ہم یقینی طور پر اس قرآن کی تحریف اور

تبدیل، اور زیادتی اور کمی سے حفاظت کرنے والے ہیں'' (الجواب الفسیح)

اور برِصغیر کی معروف علمی شخصیت مولانا رحمتُ اللہ کیرانوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی مشہورِ زمانہ تالیف ''اظهارُ الحق '' میں بھی یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ''وکفٰی بنا قدوۃ''

(ملاحظہ ہو: اظهار الحق، ج ۱ ص ۴۳۸ الی ۴۳۹، الباب الخامس: فی إثبات كون القرآن كلام الله ومعجزاً ورفع شبهات القسيسين ،الفصل الرابع: فی دفع شبهات القسيسين الواردة على الأحاديث،الشبهة الاولى، طبع على نفقة :ادارة احياء التراث الاسلامی، الدوحه۔قطر)

علامہ آلوسی (صاحبِ روح المعانی) کے پوتے محمود شکری آلوسی (المتوفٰی: 1342ھ) نے 1301ھ میں عربی زبان میں عربی تحفۂ اثنا عشریہ کو مختصر کرکے تلخیص فرمائی تھی۔

اس ''مختصر التحفة الاثنى عشرية'' میں محمود شکری آلوسی نے اپنے دادا، علامہ آلوسی کی کتاب ''نهج السلامة ، الٰی مباحث الامامة'' کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ:

قال الجد ( ای صاحب تفسير روح المعانی)روّح الله روحَه فی كتابه (نهج السلامة) بعد عدِّه فرق الإمامية :ثم اعلم أن الاثنی عشرية المعروفين اليوم على علاتهم فی الاعتقادات أهون شرا بكثير من كثير من فرق الإمامية وسائر الشيعة، فهم فی معظم الاعتقاديات متطفلون على المعتزلة وقول الخواجة نصير الدين الطوسی المتكلم -على ما نقله عنه تلميذه ابن المطهر الحلی (مختصر التحفة الاثنی عشرية،ص ۲۲،الباب الأول فی ذكر فرق الشيعة وبيان أحوالهم وكيفية حدوثهم وتعداد مكائدهم،فرق الشيعة الإمامية ، الجعفرية )

ترجمہ: میرے دادا صاحبِ تفسیر روح المعانی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی کتاب ''نهج السلامة'' میں ''امامیہ'' کے چند فرقوں کا شمار کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر یہ بات جان لینی چاہیے کہ موجودہ دور میں جو ''اثنا عشریہ'' معروف ہیں، وہ بڑے اعتقادات میں بہت سے ''امامیہ'' فرقوں اور تمام ''شیعوں'' سے شر کے اعتبار سے اھوَن ،یعنی ہلکے ہیں پس یہ اپنے بڑے اعتقادات میں معتزلہ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور متکلم خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول پر بھروسہ کرتے ہیں، جیسا کہ اس بات کو ان کے تلمیذ ابنِ مطہر حلی نے نقل کیا ہے (مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ)

علامہ آلوسی نے قرآن مجید کو تغییر وتبدیل سے محفوظ ہونے کا جو قول جمہور علمائے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کا نقل کیا ہے، اور اس کو ان کے نزدیک پسندیدہ مذہب قرار دیا ہے، تو بظاہر علامہ آلوسی کے نزدیک جمہور ''علمائے امامیہ اثنا عشریہ'' سے جمہور علمائے اصولیین مراد ہیں۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة'' میں اور علامہ صلاح الدین صفدی نے ''أعيان العصر وأعوان النصر'' میں ابن المطہر کو معتزلی اور شیعہ عالم قرار دیا ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شیعہ کو معتزلہ ہونے کی بناء پر جمہور اہل السنۃ کے نزدیک اسلام سے خارج قرار دیا جانا درست نہیں۔

اور ابو جعفر طوسی، کا شمار ''اصولیین'' میں کیا جاتا ہے۔ [1]

ابو جعفر طوسی نے اپنی تفسیر ''التبیان'' میں قرآن مجید کو تحریف سے محفوظ قرار دیا ہے، اور تحریف سے متعلق پائی جانے والی روایات کو آحاد کے قبیل سے بتلا کر اس کے مقابلہ میں تحریف سے محفوظ یقینی درجہ کو ترجیح دی ہے۔ [2]

---

[1] فائدة: ذكر الشيخ الفاضل الشيخ حسن بن العالم الرباني الشهيد الثاني (رحمه الله) في كتاب المعالم: قال العلامة في النهاية:
أما الإمامية فالأخباريون منهم لم يعولوا في أصول الدين وفروعه إلا على أخبار الآحاد المروية عن الأئمة (عليهم السلام) والأصوليون منهم – كأبي جعفر الطوسي وغيره – وافقوا على قبول خبر الواحد(الفوائد المدنية والشواهد المكية ،لمحمد أمين الإسترآبادي ، ص ۱۳۲ ، المقدمة، ماذكره صاحب المعالم حول العمل بخبر الواحد،مؤسسة النشر الإسلامي، قم، ايران، الطبعة الثانية : رجب المرجب ۱۴۲۶ هـ)

[2] وأما الكلام في زيادته ونقصانه فممّا لا يليق به ايضاً، لأن الزيادة فيه مجمع على بطلانها، والنقصان منه ،فالظاهر أيضاً من مذهب المسلمين خلافه، وهو الأليق بالصحيح من مذهبنا، وهو الذي نصره المرتضى، وهو الظاهر في الروايات ، غير أنه رويت روايات كثيرة ،من جهة الخاصّة والعامّة، بنقصان كثير من آي القرآن ،ونقل شيء منه من موضع إلى موضع، طريقها الآحاد التي لا توجد علماً ولا عملاً، فالأولى الإعراض عنها ،وترك التشاغل بها (التبيان في تفسير القرآن للطوسي، ج ۱ ص ۳، فصل في ذكر جمل لابد من معرفتها قبل الشروع في تفسير القرآن، الناشر: دار احياء التراث العربي، بيروت، لبنان)

ابوجعفر طوسی کے شاگرد علامہ حلی نے ''خلاصة الاقوال فی معرفة احوال الرجال'' میں ابوجعفر طوسی کو ''امامیہ'' کا شیخ اور رئیس الطائفۃ اور اصول اور فروع میں عقائد کو مہذب کرنے والا قرار دیا ہے۔ [1]

اور سید بحر العلوم نے ''الفوائد الرجالية'' میں ابوجعفر طوسی کو طائفِ حقہ کا شیخ اور ائمہ معصومین کے بعد ''امام الفرقة'' اور شیعہ امامیہ میں مذہب اور دین کی ہر بات میں معتمد علیہ اور علی الاطلاق ''شيخُ الطائفة'' اور ''رئيسُ الطائفة'' اور تمام علومِ اسلامی میں مقتداء اور امام قرار دیا ہے۔ [2]

متعدد محققین نے ''امامیہ'' کے مختلف فرقوں کے علاوہ، بطور خاص دو مکاتبِ فکر کا ذکر کیا ہے، ایک مکتبِ فکر کا نام ''اخباریۃ'' ہے، اور دوسرے مکتبِ فکر کا نام ''اصولیۃ'' ہے۔

''اخباریین'' اور ''اصولیین'' کے درمیان کئی اصولی و بنیادی چیزوں میں اختلاف ہے، جن میں اجتہاد کی مشروعیت اور اجماع کی حجیت اور دلیلِ عقلی کے معتبر ہونے، نہ ہونے جیسی چیزوں کے مابین بھی اختلاف پایا جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں ''اصولیین'' کے نزدیک اجتہاد اور دلیلِ عقلی کی رُو سے متعدد ایسے مسائل کو ترجیح دی جاتی رہی ہے، جو اُن کی چار معتمد کتابوں میں پائی جانے والی مرویات کے خلاف ہے۔

---

[1] شيخ الإمامية قدس الله روحه، ورئيس الطائفة ، جليل القدر ، عظيم المنزلة ، ثقة عين ، صدوق ، عارف بالأخبار والرجال والفقه والاصول والكلام والأدب ، وجميع الفضائل تنسب إليه ، صنّف في كلّ فنون الإسلام ، وهو المهذّب للعقائد في الاصول والفروع ،والجامع لكمالات النفس في العلم والعمل (خلاصة الأقوال في معرفة أحوال الرجال :ص ٢٤٩ ، رقم الترجمة ٨٤٥"٤٧" القسم الاول،الفصل:٢٣ في الميم، الناشر: مؤسسة نشر الفقاهة ،الطبعة الرابعة: ١٤٣١هـ)

[2] وقال السيد بحر العلوم في (رجاله) : شيخ الطائفة الحقة ، ورافع أعلام الشريعة الحقة ، إمام الفرقة بعد الأئمة المعصومين ، وعماد الشيعة الإمامية في كلّ ما يتعلق بالمذهب والدين ، محقّق الاصول والفروع ، ومهذّب فنون المعقول والمسموع ، شيخ الطائفة على الإطلاق ، ورئيسها الذي تلوي إليه الأعناق ، صنّف في جميع علوم الإسلام ، وكان القدوة في ذلك والإمام (الفوائد الرجالية لسيد بحرالعلوم، ج ٣ص ٢٢٧،٢٢٨ ،باب الميم، الناشر: مكتبة الصادق، طهران، الطبعة الاولىٰ :١٣٦٣هـ)

اور متعدد محققین نے باحوالہ یہ ثابت کیا ہے کہ بہت سے ''اخباریین'' اور چند علمائے ''اصولیین'' تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، جبکہ جمہور ''اصولیین'' تحریفِ قرآن کی نفی کرتے ہیں، اور قرآن مجید کو ہر قسم کی زیادتی اور نقصان سے محفوظ قرار دیتے ہیں۔

اسی کے ساتھ اکثر ''اخباریین'' دراصل چار معتمد کتابوں میں مذکور، ہر بات کی صحت کے قائل ہیں، اور اس کو تلقی بالقبول اور تلقی بالعمل کا درجہ دیتے ہیں، اور ''اصولیین'' مذکورہ چار کتابوں میں پائی جانے والی ہر بات کے صحیح، یا مقبول، یا قابلِ عمل ہونے کے قائل نہیں۔

جس طرح کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے حضرات قرآن مجید کے بعد، صحیح بخاری کو'' اصح الکتب '' کہتے ہیں، اور بعض نے یہ مقام ''موطأ امام مالک'' کو دیا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ مذکورہ کتابوں کی ہر حدیث کے مضمون کو من وعن قبول نہیں کرتے، بعض اوقات اس کی ایک حدیث کو قابلِ عمل، یا قابلِ ترجیح سمجھتے ہیں، دوسری کو نہیں سمجھتے، اور بعض اوقات ان کے مقابلہ میں دوسری کتب کی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں، بلکہ بعض اوقات اپنے مذہب اور دعوے کے مطابق ''صحاحِ ستہ'' کی احادیث پر بھی دوسری احادیث کو ترجیح دے دیتے ہیں۔

اور اس کو اپنے مذکورہ دعوے ''یعنی اصح الکتب، یا صحاحِ ستہ'' کے خلاف بھی نہیں سمجھتے۔

لہٰذا مذکورہ اہلِ تشیع پر اس طرح کا الزام عائد کرنا بھی مبنی بر انصاف نہ ہوگا۔

پس اہل السنۃ والجماعۃ اور امامیہ اثنا عشریہ کے مذکورہ، اور اس جیسے مراجع وتصریحات کی بناء پر ہم اپنے آپ کو شرعاً اس بات کا مکلّف سمجھتے ہیں کہ'' اثنا عشریہ کے جمہور'' کی طرف تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی نسبت کرنے سے اجتناب کریں، یا کم از کم ان تمام کی طرف اس کی نسبت سے گریز کریں، اور اس بارے میں ابوالحسن اشعری، امام باقلانی، علامہ آلوسی وغیرہ کے موقف کو ترجیح دیں، اور محققینِ اثنا عشریہ کے بیان واعتراف کے مطابق تحریفِ قرآن سے متعلق روایات کی تردید وتاویل کریں۔

مذکورہ تفصیل سے ایک اہم اصولی بات بھی معلوم ہوگئی، جس کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے بعض

ایسے لوگوں پر بھی کفر کا حکم عائد کردیا جاتا ہے، جن پر کفر کا حکم عائد کرنا راجح نہیں ہوتا۔

وہ یہ ہے کہ متعدد محققین نے تصریح کی ہے کہ احادیث، تفسیر، تصوف وغیرہ کی کتب میں مذکور تمام روایات ومضامین کی نہ تو تصدیق کی جاسکتی، اور نہ ہی ان کے مطابق عقیدہ وعمل ہونے کی ان کتب کے مصنفین، اور ان کے سلسلہ سے منسلک سب لوگوں کی طرف نسبت کی جاسکتی، جب تک کوئی ان کی سند اور متن کی صحت، اور ان کے مطابق عقیدہ وعمل کی تصریح نہ کرے۔

ورنہ تو اس کے نتیجہ میں بہت سے اہلُ السنۃ کے محدثین وصوفیاء وغیرہ کی طرف بھی بہت سی ایسی باتوں کی نسبت لازم آسکتی ہے، جو تکفیر کا باعث ہیں۔

علاوہ ازیں محققین نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے حق کی اتباع کرتے ہوئے، جہالت وغیرہ کی بناء پر خطاء کا ارتکاب کیا، مثلاً کوئی مسلمان قرآن مجید کے بعض کلمات، یا آیات کے قرآن مجید کا جزء ہونے کے ثبوت پر مطلع نہ ہوا، بلکہ کسی روایت، یا اثر کی بناء پر اس کے برخلاف پر مطلع ہوا، اس لئے اس نے اختلاف کیا، تو اس کی تکفیر سے اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ بعض اشخاص وحالات میں جہالت عذر ہوا کرتی ہے، اور بعض اوقات مراد میں بھی فرق ہوا کرتا ہے، ان چیزوں کو نظر انداز کرکے تکفیر کا حکم لگانا، درست نہیں۔

اسی طرح قرآن مجید کے متعلق بعض فروعی وجزوی اختلافات کو، اس تحریفِ قرآن کے ہم معنیٰ سمجھ کر تکفیر کا حکم لگادینا راجح نہیں، جو تحریف، کفر کا سبب ہے، کیونکہ کسی خاص جزء کی نفی کو عام کی نفی سمجھ لینا درست نہیں ہوا کرتا۔

ورنہ تو بہت سے اہلُ السنۃ کی تکفیر بھی لازم آئے گی، جبکہ تکفیر سے بچنے کے لیے خطاء پر مشتمل تاویل اور بعید احتمال کو بھی مؤثر سمجھا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ''دفتین کے درمیان'' کلام اللہ ہونے پر اجماع ہے، اور دفتین کے درمیان، سورہ فاتحہ سمیت ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ بھی موجود ہے، جس کو صحابہ نے ثابت رکھا،

اور یہ قرآن کے خط میں ہی مکتوب ہے، جس کی بناء پر امام شافعی نے ''بسم اللہ'' کو سورہ فاتحہ سمیت تمام سورتوں کا جزء قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود مذاہبِ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص ''بسم اللہ'' کے ہر سورت کے جزء ہونے کا انکار کرے، تو وہ کافر نہیں۔ [1]

اس قسم کے جزوی وفروعی اختلاف کے موقع پر بعض محققین نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ امام شافعی کے نزدیک قرآن کے ''علٰی سبیل القطع'' ثابت ہونے کے لئے ''تواترِ قطعی'' ضروری ہے، اور ''علٰی سبیل الحکم'' ثابت ہونے کے لئے ''ظن'' بھی کافی ہے۔ [2]

---

[1] ومذهب الشافعية :أن البسملة آية كاملة من الفاتحة ومن كل سورة؛ لما روت أم سلمة رضى الله عنها :أن النبى صلى الله عليه وسلم قرأ فى الصلاة :بسم الله الرحمن الرحيم، فعدها آية منها ، ولما روى عن أبى هريرة رضى الله عنه :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :الحمد لله سبع آيات، إحداهن بسم الله الرحمن الرحيم . وعن على رضى الله عنه كان إذا افتتح السورة فى الصلاة يقرأ :بسم الله الرحمن الرحيم .وروى عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا قرأتم :(الحمد لله رب العالمين) ، فاقرء وا :بسم الله الرحمن الرحيم، إنها أم القرآن والسبع المثانى،بسم الله الرحمن الرحيم إحدى آياتها ، ولأن الصحابة أثبتوها فيما جمعوا من القرآن فى أوائل السور، وأنها مكتوبة بخط القرآن، وكل ما ليس من القرآن فإنه غير مكتوب بخط القرآن، وأجمع المسلمون على أن ما بين الدفتين كلام الله تعالى، والبسملة موجودة بينهما، فوجب جعلها منه .واتفق أصحاب المذاهب الأربعة على أن من أنكر أنها آية فى أوائل السور لا يعد كافرا للخلاف السابق فى المذاهب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸،ص ۸۵،مادة''بسملة'')

[2] وفقه المقام ما ذكره الشهاب فى حواشى تفسيره البيضاوى :من أن الاختلاف بين الحنفية والشافعية فى هذا المقام مبنى على الخلاف الأصولى، وهو أنه هل يكفى فيما نحن فيه الظن أم لا؟.
فاختارت الشافعية أن التواتر القطعى إنما يشترط فيما يثبت قرآنا على سبيل القطع، فأما ما يثبت قرآنا على سبيل الحكم، فيكفى فيه الظن، كما فيما نحن فيه، ومعنى كونه على سبيل الحكم، أن له حكم القرآن من الكتابة بين الدفتين ،ووجوب القراء ة، كما حققه الغزالى وغيره من محققى الشافعية .وذهبت الحنفية إلى أن كل ما يسمى قرآنا، لا بد فيه من القطع، والتواتر فى نفسه ومحله، كما فى سورة النمل، وما بين السور ليس كذلك .
وإليه مال القاضى أبو بكر الباقلانى، وشنّع على الشافعية تشنيعا بليغا، فحيث انتفى ذلك انتفت القرآنية، ولو حكما، ولذا عرفوا القرآن :بأنه المنقول بين دفتى المصاحف تواترا .
واختاره ابن الحاجب وغيره من أئمة المالكية.
والشافعية أيضا مختلفون فيه، فاحفظ هذا الفقه فإنه فقه جليل، وفى كتب الأصول له زيادة تفصيل .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں اہلُ السنۃ سلسلہ کے ابوالقاسم قشیری، جیسے صوفیاء کے رسائل و کتب میں موجود روایات و مواد کے بارے میں، تکفیر سے بچنے کی تاویل کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''کتبِ حدیث، تفسیر، فقہ، اور تصوف میں مذکور بعض روایات، اور اقوال کی اسناد صحیح ہوتی ہے، بعض کی ضعیف، بلکہ موضوع ہوتی ہے، اور ان کے مصنفین کو بعض اوقات ان کا غیر معتبر ہونا معلوم نہیں ہوتا، اور بعض اوقات معلوم ہوتا ہے، لیکن وہ ان کو سند کے ساتھ اس لئے ذکر کردیتے ہیں، اور اس کے غیر معتبر ہونے پر بھی کلام کردیتے ہیں، تاکہ پڑھنے والے ان کی حالت سے واقفیت حاصل کر لیں، اس لئے ان کی طرف ان کے مطابق عقیدہ و عمل کی نسبت نہیں کرنی چاہیے''۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :هـذا الـفـقـه إنما هو بحسب مذهب قدماء أصحابنا، وأما المتأخرون منهم، فلما لاح لهم قوة دلائـل كـون البسملة آية من القرآن، ولم يظفروا بدليل قوى يدل على جزئيتها من الفاتحة أو سورة أخرى، بـل ظفروا بدليل قوى يدل على خلافه كما بسطنا سابقا، اختاروا أنها جزء من القرآن لا من السورة، فافهم.

فرع :يتـفـرع عـلى هذا الاختلاف، الاختلاف فى تعيين آيات سورة الفاتحة بين الحنفية والشافعية بـعـدمـا اتـفقوا على أنها سبع آيات(إحكام القنطرة فى أحكام البسملة،ص١٨،الباب الأول فى ذكر الاختـلاف الـواقـعة فـى كـون البسـمـلة مـن القرآن، مشمولة : مجموعة رسائل اللكنوى، المجلد الاول، صفحه٥٠، الناشر: ادارة القرآن، كراتشى، الطبعة الأولىٰ : ١٤١٩هـ)

[1] وسئل شيخ الإسلام -رحـمـه الـلـه :عما ذكر الأستاذ القشيرى فى باب الرضا عن الشيخ أبى سليمان أنه قال :الرضا ألا يسأل الله الجنة ولا يستعيذ من النار، فهل هذا الكلام صحيح؟ ؟ .

فأجاب:الحمد لله رب العالمين، الكلام على هذا القول من وجهين.

أحدهما :من جهة ثبوته عن الشيخ.

والثانى من جهة صحته فى نفسه وفساده.

أما "الـمقام الأول.فينبغى أن يعلم أن الأستاذ أبا القاسم لم يذكر هذا عن الشيخ أبى سليمان بإسناد وإنما ذكره مرسلا عنه وما يذكره أبو القاسم فى رسالته عن النبى صلى الله عليه والصحابة والتابعين والمشايخ وغيرهم .تارة يذكره بإسناد وتارة يذكره مرسلا وكثيرا ما يقول :وقيل كذا -ثم الذى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ابنِ تیمیہ ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وأما "التكفير": "فالصواب أنه من اجتهد من أمة محمد صلى الله عليه وسلم وقصد الحق فأخطأ: لم يكفر؛ بل يغفر له خطؤه. ومن تبين له ما جاء به الرسول فشاق الرسول من بعد ما تبين له الهدى واتبع غير سبيل المؤمنين: فهو كافر. ومن اتبع هواه وقصر فى طلب الحق وتكلم بلا علم: فهو عاص مذنب. ثم قد يكون فاسقا وقد تكون له حسنات ترجح على سيئاته. ف "التكفير" يختلف بحسب اختلاف حال الشخص فليس كل مخطء ولا مبتدع ولا جاهل ولا ضال يكون كافرا؛ بل ولا فاسقا بل ولا عاصيا لا سيما فى مثل "مسألة القرآن" وقد غلط فيها خلق من أئمة الطوائف المعروفين عند الناس بالعلم والدين. وغالبهم يقصد وجها من الحق فيتبعه ويعزب عنه وجه آخر لا يحققه فيبقى عارفا ببعض الحق جاهلا ببعضه؛ بل منكرا له (مجموع الفتاوى، ج ۱۲، ص ۱۸۰، كتاب القرآن كلام الله حقيقة)

---

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

يذكره بإسناد تارة يكون إسناده صحيحا وتارة يكون ضعيفا؛ بل موضوعا. وما يذكره مرسلا ومحذوف القائل أولى وهذا كما يوجد ذلك فى مصنفات الفقهاء. فإن فيها من الأحاديث والآثار ما هو صحيح ومنها ما هو ضعيف ومنها ما هو موضوع. فالموجود فى كتب الرقائق والتصوف من الآثار المنقولة فيها الصحيح وفيها الضعيف وفيها الموضوع. وهذا الأمر متفق عليه بين جميع المسلمين لا يتنازعون أن هذه الكتب فيها هذا وفيها هذا؛ بل نفس الكتب المصنفة فى "التفسير" فيها هذا وهذا مع أن أهل الحديث أقرب إلى معرفة المنقولات وفى كتبهم هذا وهذا فكيف غيرهم. والمصنفون قد يكونون أئمة فى الفقه أو التصوف أو الحديث ويروون هذا تارة لأنهم لم يعلموا أنه كذب وهو الغالب على أهل الدين؛ فإنهم لا يحتجون بما يعلمون أنه كذب وتارة -يذكرونه وإن علموا أنه كذب: إذ قصدهم رواية ما روى فى ذلك الباب ورواية الأحاديث المكذوبة مع بيان كونها كذبا جائز. وأما روايتها مع الإمساك عن ذلك رواية عمل فإنه حرام عند العلماء كما ثبت فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: (من حدث عنى حديثا وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين). وقد فعل كثير من العلماء متأولين أنهم لم يكذبوا وإنما نقلوا ما رواه غيرهم وهذا يسهل إذ رووه لتعريف أنه روى لا لأجل العمل به ولا الاعتماد عليه.

والمقصود هنا أن ما يوجد فى "الرسالة" وأمثالها: من كتب الفقهاء والصوفية وأهل الحديث من المنقولات عن النبى صلى الله عليه وسلم وغيره من السلف فيه: الصحيح والضعيف والموضوع. فالصحيح الذى قامت الدلالة على صدقه والموضوع الذى قامت الدلالة على كذبه والضعيف الذى رواه من لم يعلم صدقه إما لسوء حفظه وإما لاتهامه ولكن يمكن أن يكون صادقا فيه؛ فإن الفاسق قد يصدق والغالط قد يحفظ. وغالب أبواب "الرسالة" فيها الأقسام الثلاثة (مجموع الفتاوى، ج ۱۰، ۶۷۸ الٰی ۶۸۰، كتاب علم السلوك)

ترجمہ: اور جہاں تک ''تکفیر'' کا تعلق ہے، تو درست بات یہ ہے کہ امتِ محمدیہ میں سے جس نے اجتہاد کیا، اور حق کا ارادہ کیا، پھر اس نے خطاء کا ارتکاب کیا، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کی خطاء کی مغفرت کردی جائے گی، اور جس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا حکم واضح ہوگیا، پھر اس نے ہدایت کے واضح ہونے کے بعد، رسول کی مخالفت کی، اور مومنین کے علاوہ دوسرے راستہ کو تلاش واختیار کیا، تو ہی کافر قرار پائے گا۔

اور جس نے اپنی خواہش کی اتباع کی، اور طلبِ حق میں کوتاہی سے کام لیا، اور بغیر علم کے کوئی بات کہی، تو وہ عاصی وگناہ گار ہوگا (پہلے شخص کی طرح کافر نہ ہوگا) اس کے بعد بھی بعض اوقات تو وہ فاسق ہوجاتا ہے، لیکن اس کے باوجود بعض اوقات اس کی نیکیاں، اس کے گناہوں پر غالب آجاتی ہیں۔

پس ''تکفیر'' کا حکم شخصی حالت کی وجہ سے مختلف ہوجاتا ہے، اس لئے ہر مخطی، یا ہر بدعتی، یا ہر جاہل، یا ہر گمراہ ''کافر'' نہیں کہلاتا، بلکہ بعض اوقات فاسق بھی نہیں کہلاتا، اور نہ ہی گناہ گار کہلاتا، خاص کر قرآن کے مسئلہ میں، جس میں بہت سے ایسے لوگوں نے بھی خطاء کا ارتکاب کیا، جن کا تعلق لوگوں کے نزدیک، علم اور دین میں معروف ائمہ کی جماعتوں سے تھا، جن میں سے اکثر کا مقصود حق کی کسی صورت کی اتباع کرنا تھا، جس کی وہ اتباع کرلیتا تھا، لیکن اس سے دوسری کوئی صورت اوجھل رہ جاتی تھی، جو اس پر محقق نہیں ہوتی تھی، اس لئے وہ بعض حق کی معرفت رکھنے والا، اور بعض حق سے ناواقف رہ جاتا تھا، بلکہ اس بعض حق کا (عدمِ معرفت کی بناء پر) انکار کرنے والا ہوجاتا تھا (مجموع الفتاوی)

اور علامہ ابنِ تیمیہ ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں ہی فرماتے ہیں:

**أو اعتقد أن بعض الكلمات أو الآيات أنها ليست من القرآن؛ لأن ذلك لم يثبت عنده بالنقل الثابت كما نقل عن غير واحد من السلف أنهم أنكروا**

ألفاظا من القرآن كإنكار بعضهم :(وقضى ربک) وقال :إنما هی ووصى ربک .وإنكار بعضهم قوله :(وإذ أخذ الله ميثاق النبيين) وقال :إنما هو ميثاق بنی إسرائيل وكذلک هی فی قراء ة عبد الله .وإنكار بعضهم (أفلم ييأس الذين آمنوا) إنما هی أولم يتبين الذين آمنوا .
وكما أنكر عمر على هشام بن الحكم لما رآه يقرأ سورة الفرقان على غير ما قرأها .وكما أنكر طائفة من السلف على بعض القراء بحروف لم يعرفوها حتى جمعهم عثمان على المصحف الإمام .وكما أنكر طائفة من السلف والخلف أن الله يريد المعاصی؛ لاعتقادهم أن معناه أن الله يحب ذلک ويرضاه ويأمر به .وأنكر طائفة من السلف والخلف أن الله يريد المعاصی؛ لكونهم ظنوا أن الإرادة لا تكون إلا بمعنى المشيئة لخلقها وقد علموا أن الله خالق كل شیء ؛ وأنه ما شاء كان وما لم يشأ لم يكن والقرآن قد جاء بلفظ الإرادة بهذا المعنى وبهذا المعنى لكن كل طائفة عرفت أحد المعنيين وأنكرت الآخر .وكالذی قال لأهله :إذا أنا مت فأحرقونی :ثم ذرونی فی اليم فوالله لئن قدر الله علی ليعذبنی عذابا لا يعذبه أحدا من العالمين .وكما قد ذكره طائفة من السلف فی قوله :(أيحسب أن لن يقدر عليه أحد) وفی قول الحواريين :(هل يستطيع ربک أن ينزل علينا مائدة من السماء ) وكالصحابة الذين سألوا النبی صلى الله عليه وسلم هل نرى ربنا يوم القيامة؟ فلم يكونوا يعلمون أنهم يرونه؛ وكثير من الناس لا يعلم ذلک؛ إما لأنه لم تبلغه الأحاديث وإما لأنه ظن أنه كذب وغلط (مجموع الفتاوى، ج٢٠،ص ٣٥،و ص ٣٦، كتاب أصول الفقه، التمذهب،فصل فی الخطأ المغفور فی الإجتهاد)

ترجمہ: یا کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بعض کلمات، یا آیات قرآن نہیں ہیں، کیونکہ اس کے نزدیک یہ بات مضبوط طریقہ پر ثابت نہیں ہو پائی تھی، جیسا کہ ایک سے زیادہ سلف کے متعلق یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے قرآن کے بعض الفاظ کا انکار کیا، جیسا کہ بعض نے ''وقضیٰ ربک'' کا انکار کیا، اور کہا کہ اصل الفاظ یہ ہیں کہ ''ووصیٰ ربک'' [1]

---

[1] تاہم مذکورہ روایت کی سند پر کلام ہے۔
قال أحمد بن منيع :حدثنا حسين بن محمد، ثنا الفرات بن السائب عن ميمون بن مهران، عن ابن عباس رضی الله عنهما قال :أنزل الله عز وجل هذا الحرف على لسان نبيكم -صلى الله عليه وسلم" :-ووصى ربک ألا تعبدوا إلا إياه ) فلصقت إحدى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض نے اللہ تعالیٰ کے قول ''وإذ أخذ اللّٰہ میثاق النبیین '' کا انکار کیا، اور یہ کہا کہ یہ تو بنی اسرائیل کا میثاق ہے، اور اسی طریقہ سے عبداللہ بن مسعود کی قرائت ہے۔ [1]

اور بعض نے ''أفلم ییأس الذین آمنوا '' کا انکار کیا، اور کہا کہ اصل الفاظ یہ ہیں کہ ''أولم یتبین الذین آمنوا '' [2]

اور جیسا کہ حضرت عمر نے ہشام بن حکم پر نکیر کی، جب انہوں نے اپنی قرائت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الواوین بالأخری .فقرأ لنا :(وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ) ولو نزلت علی القضاء ما أشرک بہ أحد .فکان میمون یقول :إن علی تفسیرہ لنورا .قال اللہ تبارک وتعالی : (شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا)

درجتہ:

الأثر بھذا الإسناد شدید الضعف لحال الفرات بن السائب فإنہ متروک .وقد تساھل البوصیری رحمہ اللہ فی إتحاف المھرۃ (/2ق 160ب)، حیث قال :رواہ ابن منع بسند ضعیف، لضعف فرات بن السائب .اھـ.(حاشیۃ المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ، ج۱۵، ص۱۸، تحت رقم الحدیث ۳۶۵۰، کتاب التفسیر، سورۃ الإسراء )

[1] وإذ أخذ اللہ میثاق النبیین أراد ان اللہ أخذ المیثاق من کل نبی ان یؤمن بمن بعدہ ویأمر أمتہ ان یتبعوہ وھذا معنی قول ابن عباس وقال علی بن ابی طالب لم یبعث اللہ نبیا آدم ومن بعدہ الا أخذ علیہ العھد فی امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وأخذ العھد علی قومہ لتؤمنن بہ ولئن بعث وھم احیاء لینصرنہ -وقیل معناہ أخذ اللہ میثاق اھل الکتاب ففی الکلام اما حذف مضاف تقدیرہ أخذ اللہ میثاق أولاد النبیین وھم بنو إسرائیل اھل الکتاب واما سماھم نبیین تھکما لانھم کانوا یقولون نحن اولی بالنبوۃ من محمد لانا اھل الکتاب والنبیون کانوا منا -واما اضافۃ المیثاق الی النبیین اضافۃ الی الفاعل والمعنی إذ أخذ اللہ المیثاق الذی وثقہ النبیون علی أممھم ویؤیدہ قراءۃ ابن مسعود وابی بن کعب وإذ أخذ اللہ میثاق الذین أوتوا الکتب والصحیح ھو المعنی الاول المنطوق من القراءۃ المتواترۃ فاخذ اللہ المیثاق من موسی ان یؤمن بعیسی ویأمر قومہ ان یؤمنوا بہ ومن عیسی ان یؤمن بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ویأمر قومہ ان یؤمنوا بہ(التفسیر المظھری، ج۲، القسم الأول من الجزء الثانی، ص۸۰، سورۃ آلِ عمران)

[2] وقال غیر واحد من السلف فی قولہ أفلم ییأس الذین آمنوا :أفلم یعلم الذین آمنوا، وقرأ آخرون :أفلم یتبین الذین آمنوا أن لو یشاء اللہ لھدی الناس جمیعا(تفسیرابنِ کثیر، ج۴، ص۳۹۷، سورۃ الرعد)

برخلاف، ان کو سورہ فرقان کی قرائت کرتے ہوئے دیکھا۔ [1]

اور جیسا کہ سلف کی ایک جماعت نے بعض قراء پر ایسے حروف کی وجہ سے نکیر کی، جن کی ان کو معرفت حاصل نہیں تھی، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحفِ امام پر، اُن سب کو جمع فرما دیا۔

اور جیسا کہ سلف اور خلف کی ایک جماعت نے اللہ کے معاصی کا ارادہ کرنے کا انکار کیا، اس عقیدہ کی وجہ سے کہ اس کا مطلب تو (نعوذ باللہ) یہ ہوگا کہ اللہ معاصی کو پسند کرتا ہے، اور اس سے راضی ہوتا ہے، اور اس کا حکم دیتا ہے۔

اور سلف اور خلف کی ایک جماعت نے اللہ کے معاصی کا ارادہ کرنے کا اس لیے انکار کیا کہ ان کا گمان یہ تھا کہ ارادہ، مشیت کے معنیٰ کے بغیر نہیں ہوسکتا، اور ارادہ کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، اور وہ یہ بات جانتے تھے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے، اللہ نے جو کچھ چاہا، وہ موجود تھا، اور جو نہیں چاہا، وہ موجود نہیں تھا، اور قرآن میں ارادہ کے الفاظ اس معنیٰ میں بھی آئے ہیں، اور اُس معنیٰ میں بھی آئے ہیں، لیکن ہر جماعت نے دونوں میں سے ایک معنیٰ کو پہچان لیا، اور دوسرے معنیٰ کو نہیں پہچانا۔

جیسا کہ وہ شخص جس نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ جب میں فوت ہوجاؤں، تو تم مجھے جلا دینا، پھر مجھے دریا میں ذرہ ذرہ کرکے بہا دینا، کیونکہ اللہ کی قسم اگر اللہ مجھ پر قادر ہوگیا، تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ عالمین والوں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں دے گا۔

اور جیسا کہ سلف کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے قول ”أیحسب أن لن یقدر

---

[1] عن عبد الرحمن بن عبد القاری، أنه قال :سمعت عمر بن الخطاب رضی الله عنه، يقول: سمعت هشام بن حكيم بن حزام، يقرأ سورة الفرقان على غير ما أقرؤها، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم أقرأنيها، وكدت أن أعجل عليه، ثم أمهلته حتى انصرف، ثم لببته بردائه، فجئت به رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلت :إنی سمعت هذا يقرأ على غير ما أقرأتنيها، فقال لی: أرسله، ثم قال له :اقرأ، فقرأ، قال :هكذا أنزلت، ثم قال لی :اقرأ، فقرأت، فقال :هكذا أنزلت إن القرآن أنزل على سبعة أحرف، فاقرء وا منه ما تيسر (صحيح البخاری، رقم الحديث ۲۴۱۹)

**علیه أحد** ''اور حواریین کے قول'' **هل يستطيع ربک أن ينزل علينا مائدة من السماء** '' کے ذیل میں اس طرح کی بات ذکر کی ہے۔

اور جیسا کہ وہ صحابۂ کرام، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھ پائیں گے؟ اور اکثر لوگ اس کو جانتے نہیں تھے، یا تو اس وجہ سے کہ ان کو احادیث نہیں پہنچی تھیں، یا اس وجہ سے کہ ان کا گمان یہ تھا کہ یہ بات جھوٹی اور غلط ہے (مجموع الفتاوی)

اور علامہ ابنِ تیمیہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

**لكن الشخص المعين لا يشهد عليه بالوعيد فلا يشهد لمعين من أهل القبلة بالنار لجواز أن لا يلحقه الوعيد لفوات شرط أو ثبوت مانع فقد لا يكون التحريم بلغه وقد يتوب من فعل المحرم وقد تكون له حسنات عظيمة تمحو عقوبة ذلک المحرم وقد يبتلى بمصائب تكفر عنه وقد يشفع فيه شفيع مطاع. وهكذا الأقوال التى يكفر قائلها قد يكون الرجل لم تبلغه النصوص الموجبة لمعرفة الحق وقد تكون عنده ولم تثبت عنده أو لم يتمكن من فهمها وقد يكون قد عرضت له شبهات يعذره الله بها** (مجموع الفتاوى، ج۲۳،ص ۳۴۵، ۳۴۶، كتاب الفقه،باب الإمامة)

ترجمہ: لیکن شخصِ معین کے بارے میں وعید کی گواہی نہیں دی جاتی، پس اہلِ قبلہ میں سے کسی معین شخص کے لیے جہنم کی گواہی نہیں دی جائے گی، کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ اس کو وعید لاحق نہ ہو، کسی شرط کے فوت ہونے، یا کسی مانع کے ثابت ہونے کی وجہ سے، چنانچہ بعض اوقات کسی کو حرمت کا قول نہیں پہنچتا (جس کی وجہ سے وہ معذور ہوتا ہے) اور بعض اوقات وہ فعلِ حرام سے توبہ کر لیتا ہے، اور بعض اوقات اس کی عظیم نیکیاں ہوتی ہیں، جو اس کے اس حرام کی سزا کو مٹا دیتی ہیں، اور بعض اوقات کوئی مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا گناہ ختم ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات اس کے حق میں کوئی شفیع، یا مطاع، شفاعت کر دیتا ہے، اور یہ اقوال، جن کی وجہ سے قائل کی تکفیر کی جاتی ہے، بعض اوقات کسی آدمی کو وہ

نصوص نہیں پہنچتیں، جو حق کی معرفت کو ثابت کرنے والی ہوں، اور بعض اوقات اس کے پاس اس کے پاس ایسی نصوص ہوتی ہیں، لیکن اس کے نزدیک وہ ثابت نہیں ہوتیں، یا وہ ان کی فہم پر قادر نہیں ہوتا، اور بعض اوقات اس کو ایسے شبہات پیش آ جاتے ہیں، جو اللہ کے نزدیک عذر کا باعث بن جاتے ہیں (مجموع الفتاویٰ)

اور امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

**واعلم أن مذهب أهل الحق أنه لا يكفر أحد من أهل القبلة بذنب ولا يكفر أهل الأهواء والبدع. وأن من جحد ما يعلم من دين الإسلام ضرورة حكم بردته وكفره إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة ونحوه ممن يخفى عليه** (شرح النووى علىٰ مسلم، ا،ص ۱۵۰،كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان)

ترجمہ: اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی، اور نہ ہی اہلِ اہواء واہلِ بدعت کی تکفیر کی جائے گی۔

اور جو شخص دینِ اسلام کے ضروری طور پر معلوم شدہ حکم کا انکار کرے گا، اس کے مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا، الا یہ کہ وہ نیا نیا اسلام لایا ہو، یا وہ دور دراز جنگل میں پیدا ہوا ہو، یا اسی طرح کا کوئی سبب ہو، جس کی بناء پر اس سے دین کا یہ ضروری حکم مخفی رہ گیا ہو (نووی شرح مسلم)

ملا علی قاری نے بھی ''شرحُ الشفا'' میں ابوالحسن اشعری کے حوالہ سے، صفاتِ باری تعالیٰ جیسے اہم مسئلہ میں بعض اہم خطاؤں کو جہالت کی وجہ سے تکفیر میں عذر قرار دیا ہے، اور عقائد کے باب میں ابوالحسن اشعری کے قول کو معتمد فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] (وذهبت طائفة إلى أن هذا) الجهل للمؤمن (لا يخرجه عن اسم الإيمان) أى أصله وإن كان يخرجه عن كمال الإيقان (وإليه) أى إلى هذا المذهب (رجع الأشعرى) فهو المعتمد فى المعتقد (قال لأنه لم يعتقد ذلک) النفى مع الجهل (اعتقادا يقطع بصوابه ويراه دينا) متينا (وشرعا) مبينا بل إنما يظنه ظنا وقع خطأ (وإنما يكفر من اعتقد أن مقاله حق(شرح الشفا، ج۲،ص ۵۲۵،القسم الرابع،الباب الثالث،فصل فى بيان ما هو من المقالات كفر وما يتوقف أو يختلف فيه وما ليس بكفر)

اوراسماعیل بن مصطفیٰ کلنبوی (المتوفیٰ 1205ھ) جوحنفی علماء میں سے تھے، اور ''کیی'' شہر میں قاضی کے منصب پر مامور تھے۔[1]

انہوں نے ابوالحسن اشعری وغیرہ پر وارد ہونے والے شبہ کے جواب میں فرمایا کہ:

**التکفیر انما هو اذا اعتقد ان لیس فیما بین الدفتین کلام الله تعالیٰ حقیقة لا الالفاظ ولا المعانی.**

**اما إذا اعتقد انه المعانی، دون الالفاظ ، فلا یجوز التکفیر اصلا، وهو مذهب اکثر الاشاعرة، وما علم من الدین ضرورة انما هو ان فیما بین الدفتین کلام الله اعم من ان یکون المعانی او الالفاظ ،لا خصوصیة الالفاظ، ولا یلزم من نفی الخاص نفی العام، وحینئذ لا یرد ما یرد علی قوله، وما علم من الدین الی آخره من انه لو کان کونه دالا علی کلامه تعالی حقیقة معلوما من الدین ضرورة لزم تکفیر المصنف ومحمد شهرستانی وغیرهما فی قولهم ان الالفاظ نفس کلامه تعالیٰ لا دلالة علیه ، وذلک ایضا باطل فقد وقع فیما حفر لاخیه المسلم** (حاشیة الکلنبوی علیٰ شرح الجلال، ج۲ ص ۲۴۰ ،بیان مذهب الکرامیة فی کلامه تعالیٰ ومذهب الاشاعرة ، الناشر: مطبعة العثمانیة، تاریخ النشر:۱۳۱۷ھ)

ترجمہ: کافر قرار دینے کا حکم اس وقت ہوگا، جبکہ یہ اعتقاد رکھے کہ ''دفتین'' کے درمیان جو کچھ ہے، وہ حقیقی معنیٰ میں کلام اللہ نہیں ہے، نہ تو الفاظ کے اعتبار سے، اور نہ ہی معنیٰ کے اعتبار سے۔

لیکن جب یہ اعتقاد رکھے کہ وہ معانی کا نام ہے، نہ کہ الفاظ کا، تو پھر بالکل بھی تکفیر جائز نہیں، اور یہی اکثر اشاعرہ کا مذہب ہے، اور جس چیز کا دین کا ضروری طور پر ہونا معلوم ہے، وہ دفتین کے درمیان ''کلام اللہ'' ہونا ہے، جو عام ہے، اس سے کہ وہ معانی ہوں، یا الفاظ ہوں، محض الفاظ کا ہونا، یہ درجہ نہیں رکھتا (کیونکہ قرآن

---

[1] الکلنبوی :إسماعیل بن مصطفی الکلنبوی الرومی الحنفی تولی القضاء ببلدة کیی شهر توفی سنة 1205 خمس ومائتین وألف له من التصانیف أضلاع مثلثات فی الهندسة .البرهان فی علم المیزان أعنی میزان المنطق .حاشیة علی تهذیب المنطق .حاشیة علی شرح جلال .حاشیة علی قاضی میر والکفوی .رسالة الآداب فی المناظرة .رسالة الإمکان .شرح جداول الأنساب .کتاب المراصد لتبیین الحال فی المباد‌ء والمقاصد(هدیة العارفین للبابانی، ج ا ص ۲۲۲، باب الالف)

محض الفاظ کا نام نہیں) اور خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی، اور اس وقت میں اس کے قول کہ ''وما علم من الدین الی آخرہ'' پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ اگر اس کا اللہ تعالیٰ کے کلام پر حقیقتاً دال ہونا دین کے ضروری حکم کے طور پر معلوم ہو، تو مصنف اور محمد شہرستانی وغیرہما کی تکفیر بھی لازم آئے گی، ان کے یہ کہنے میں کہ الفاظ ''نفسِ کلام اللہ تعالیٰ نہیں'' اس پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی، اور یہ دعویٰ بھی باطل ہے، پس وہ اسی گڑھے میں گرے گا، جو اس نے اپنے بھائی کے لئے (تکفیر کا دعویٰ کر کے) کھودا (حاشیۃ الکلنبوی)

اور مذہبِ حنفی کی ''الاشباہ والنظائر'' کی شرح ''غمز عیون البصائر'' میں ہے:

**ولا يعذر بالجهل. وقال بعضهم: لا يكفر، والجهل عذر وبه يفتي؛ لأن المفتي مأمور أن يميل إلى القول الذى لا يوجب التكفير، ولو لم يكن الجهل عذرا الحكم على الجهال أنهم كفار؛ لأنهم لا يعرفون ألفاظ الكفر، ولو عرفوا لم يتكلموا (انتهى). قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطيف (انتهى).** (غمز عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر، ج ٣، ص ٣٠٤، الفن الثالث من الأشباه والنظائر وهو فن الجمع والفرق، حقيقة الجهل وأقسامه)

ترجمہ: اور جہل عذر نہیں، اور بعض نے فرمایا کہ تکفیر نہیں کی جائے گی، اور جہل عذر شمار ہوگا، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، کیونکہ مفتی اس بات پر مامور ہے کہ وہ اس قول کی طرف مائل ہو، جو تکفیر کو ثابت نہیں کرتا، اور اگر جہل کو عذر شمار نہ کیا جائے، تو بہت سے جہلاء پر کافر ہونے کا حکم لگانا پڑے گا، کیونکہ وہ کفر کے الفاظ سے متعارف نہیں ہیں، اور اگر وہ متعارف ہوجائیں، تو یہ الفاظ نہ بولیں، اور بعض فضلاء نے اس کو عمدہ توجیہ قرار دیا ہے (غمز)

اس سلسلہ میں امام فخر الدین رازی کے حوالہ جات بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں، جو آگے، ان کے نام کے حوالہ جات کے ذیل میں آتے ہیں۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جمہور شیعہ، اور بالخصوص جمہور اثنا عشریہ اس قرآن مجید کو جو ہمارے درمیان ہے، کمی وزیادتی سے محفوظ سمجھتے ہیں، اور اس کے برخلاف روایات کے

مطابق ان کا عقیدہ نہیں، اور بعض روایات واقوال، قابلِ تاویل ہیں۔

پس شیعہ، بالخصوص ''اثنا عشریہ'' کے علماء حضرات کے عقائد کی جہت سے تحریفِ قرآن کی نفی کی تصریحات، اور تحریفِ قرآن کی مرویات کی توجیہات وتاویلات کے بجائے، محض شیعہ محدثین کی کتب وروایات میں مذکور تحریفِ قرآن سے متعلق اخبار کے پیشِ نظر بعض علمائے اہل السنۃ نے جو ''تحریفِ قرآن'' کے عقیدہ کا جملہ اہلِ تشیع، یا جملہ امامیہ واثنا عشریہ کی طرف منسوب ہونا سمجھا، اور اس کے مطابق حکم بیان کر دیا، یہ تسامح پر مبنی ہے، ورنہ تو جو تحریف وتنقیصِ قرآن سے متعلق مرویات اہل السنۃ کی کتبِ حدیث میں موجود ہیں، ان کی توجیہات وتاویلات کے بجائے محض ان مرویات کے پیشِ نظر اس عقیدہ کی نسبت بھی جملہ اہل السنۃ کی طرف کرنا لازم آئے گا، جو کہ درست نہیں، اسی اصول کے پیشِ نظر اہلِ تشیع کی کتب میں مذکور مرویات کو بھی اُن کی توجیہات وتصریحات کے تناظر میں ملاحظہ کرنا چاہیے۔

اور اگر اہل السنۃ میں سے کوئی ہمارے اس موقف سے اتفاق نہ کرے، بلکہ اختلاف کرے، اور اہلِ تشیع کی تصریحات کو نظر انداز کر کے، پھر بھی علی الاطلاق ان کی طرف تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی نسبت کرے، تو اس کے اختلاف سے نہ تو ہمارے موقف پر کوئی اثر پڑتا ہے، اور نہ ہی جملہ اہلِ تشیع، اور تمام امامیہ واثنا عشریہ کا تحریفِ قرآن کے عقیدے کا حامل ہونا لازم آتا۔

ہم روافض اور بالخصوص اثنا عشریہ کے علماء کی تصریحات کے ساتھ، علامہ آلوسی، اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی وغیرہ کی اس بارے میں رائے کو نہایت قوی، اور راجح اور اصولِ تکفیر کے موافق سمجھتے ہیں، اور ان کے مقابلہ میں جملہ روافض، اور امامیہ، اور بالخصوص تمام اثنا عشریہ کی طرف تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی نسبت کرنے والے حضرات کے موقف کو کمزور، مرجوح، بلکہ خود ان کے عقائد میں امام ''ابو الحسن اشعری'' کی تصریح کے خلاف سمجھتے ہیں۔

کیونکہ تکفیر سے بچنے کے لیے خطاء پر مبنی تاویل اور سو میں سے ایک احتمال، یا ایک قول بھی معتبر ومؤثر ہوتا ہے، جیسا کہ شروع میں تفصیلاً گزرا۔

# ''شیعہ روافض'' کا ''رجعة'' کے متعلق موقف

اورابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین '' میں فرمایا کہ ''روافض'' کا قیامت سے قبل اموات کے دنیا کی طرف رجوع کے بارے میں اختلاف ہے، جس میں ان کے دوفرقے ہیں۔

ایک فرقہ کا گمان یہ ہے کہ اموات، قیامت ہونے سے پہلے دنیا کی طرف لوٹیں گی، اور یہ ان کے اکثر حضرات کا قول ہے، جن کا گمان یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں جو بھی چیز ہوتی تھی، اس امت میں بھی اسی کے مثل ہوگی، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ایک قوم کو مرنے کے بعد زندہ کیا، پس اسی طریقے سے اللہ اس امت میں، اموات کو زندہ کرے گا، اور قیامت سے پہلے ان کو دنیا کی طرف لوٹائے گا۔

اوران میں کا دوسرا فرقہ ''اہلِ غلو'' کا ہے، جو قیامت اور آخرت کا انکار کرتا ہے، اور وہ اس کے بجائے ''تناسخ '' کا قائل ہے۔انتہیٰ۔ [1]

**مجد الدین ابو السعادات** (المتوفیٰ:606ھ) نے ''**النہایة فی غریب الحدیث**'' میں فرمایا کہ:

---

[1] واختلفت الروافض فی رجعة الأموات إلی الدنیا قبل یوم القیامة.

وهم فرقتان:

فالفرقة الأولی منهم یزعمون أن الأموات یرجعون إلی الدنیا قبل یوم الحساب وهذا قول الأکثر منهم وزعموا أنه لم یکن فی بنی إسرائیل شیء إلا ویکون فی هذه الأمة مثله وأن الله – سبحانه – قد أحیی قوما من بنی إسرائیل بعد الموت فکذلک یحیی الأموات فی هذه الأمة ویردهم إلی الدنیا قبل یوم القیامة.

والفرقة الثانیة منهم وهم أهل الغلو ینکرون القیامة والآخرة ویقولون: لیس قیامة ولا آخرة وإنما هی أرواح تتناسخ فی الصور: فمن کان محسنا جوزی: بأن ینقل روحه إلی جسد لا یلحقه فیه ضرر ولا ألم ومن کان مسیئا جوزی: بأن ینقل روحه إلی أجساد یلحق الروح فی کونه فیها الضرر والألم ولیس شیء غیر ذلک وأن الدنیا لا تزال أبدا هکذا(مقالات الإسلامیین، ج ۱ ص ۵۴، مقالات الروافض،قول الروافض فی الرجعة)

''رجعت کا عقیدہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے ایک جماعت کا بھی ہے، جو اہلِ بدعت واہلِ اھواء سے تعلق رکھتے ہیں'' [1]

نیز موصوف نے ''جامعُ الاصول ''میں ''مذہبِ امامیہ'' کو اسلام کے ''مذاہب'' میں شمار کیا ہے۔ [2]

اور یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ موجودہ اثنا عشریہ تناسخ کی بنیاد پر رجعت کے قائل نہیں۔

چنانچہ شیخ صدوق (المتوفیٰ: 381ھ) ''الاعتقادات فی دین الامامیة'' میں لکھتے ہیں:

**والقول بالتناسخ باطل ومن دان بالتناسخ فهو كافر، لأن فی التناسخ إبطال الجنة والنار** (الاعتقادات فی دین الامامیة، ص۶۳، باب الاعتقاد فی الرجعة، الناشر: المؤتمر العالمی لألفیة الشیخ المفید، قم، ایران، الطبعة الأولٰی: ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ: اور تناسخ کا قول باطل ہے، اور جو شخص تناسخ کا عقیدہ رکھے، تو وہ کافر ہے، کیونکہ تناسخ میں، جنت اور جہنم کو باطل کرنا پایا جاتا ہے (الاعتقادات)

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے بھی ''شرح الشفا ''میں ''تناسخِ ارواح'' اور ''اللہ کی روح کے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں حلول'' کرنے کے عقیدہ کو ''روافض'' کے ''جناحیہ'' فرقے کی طرف منسوب کیا ہے۔ [3]

---

[1] والرجعة: مذهب قوم من العرب فی الجاهلية معروف عندهم. ومذهب طائفة من فرق المسلمين من أولی البدع والأهواء، يقولون: إن الميت يرجع إلی الدنيا ويكون فيها حيا كما كان، ومن جملتهم طائفة من الرافضة يقولون: إن علی بن أبی طالب مستتر فی السحاب، فلا يخرج مع من خرج من ولده حتی ينادی مناد من السماء: اخرج مع فلان (النهاية فی غريب الحديث والأثر، ج۲، ص۲۰۲، حرف الراء، باب الراء مع الجيم، مادة ''رجع'')

[2] ونحن نذكر الآن المذاهب المشهورة فی الإسلام التی عليها مدار المسلمين فی أقطار الأرض، وهی مذهب الشافعی، وأبی حنيفة، ومالك، وأحمد، ومذهب الإمامية (جامع الأصول فی أحاديث الرسول، ج۱۱، ص۳۱۹، حرف النون، الكتاب الاول فی النبوة، الباب الخامس، الفصل الأول)

[3] (والطيارة من الروافض) ويسمون الجناحية وهم أصحاب عبد الله بن معاوية بن عبد الله بن جعفر ذی الجناحين قالوا الأرواح تتناسخ وروح الله كانت فی آدم ثم فی شيث ثم فی الأنبياء والأئمة حتی انتهت إلی علی وأولاده الثلاثة ثم إلی عبد الله بن معاوية المذكور وهو فی جبل بأصبهان وسيخرج وأنكروا القيامة وأحلوا المحرمات (وكذلك من اعترف بالإلهية الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ''جناحیہ'' فرقے کا تعلق ''غالیہ'' سے ہے، جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے ''السیف المسلول'' میں ''فرقہ ہائے روافض'' کے بیان میں ذکر کیا ہے، اور شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

امامیہ اثناعشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی ''عقائد الامامية الاثنى عشرية'' میں ''عقیدۂ رجعت'' کے متعلق لکھتے ہیں:

**الرجعة عبارة عن حشر قوم عند قيام القائم الحجة بن الحسن عليه السلام ممن تقدم موتهم من اوليائه وشيعته ليفوزوا بثواب نصرته ومعونته ويبتهجوا بظهور دولته وقوم من اعدائه ينتقم منهم وينالوا بعض ما يستحقونه من العذاب والقتل على ايدى شيعته، وليبتلوا بالذل والخزى بما يشاهدونه من علو كلمته.**

**وهى عندنا الامامية الاثنا عشرية تختص بمن محض الايمان ومحض الكفر والباقون سكوت عنهم** (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج۲، ص ۲۲۸، عقيدة الامامية الاثنى عشرية فى الرجعة ، الناشر: چاپ خانه پيروز، قم، ايران، الطبع الخامس: ۱۴۰۲ھ، 1982م)

ترجمہ: ''رجعت'' سے مراد ''قائم، حجت بن حسن علیہ السلام'' کے قیام کے وقت، کچھ لوگوں کا زندہ کیے جانا ہے، جو پہلے فوت ہو چکے، اُن کے اولیاء اور محبین میں سے، تاکہ وہ اپنی مدد ونصرت کے ''ثواب'' کے ذریعے کامیابی پاسکیں، اور اپنی حکومت کے ظہور سے مسرور ہوسکیں، اور ان کے دشمنوں میں سے کچھ لوگوں کا زندہ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ووحدانيته ولكنه اعتقد أنه غير حى أو غير قديم وأنه محدث) أى موجود بعد عدم (أو مصور) بصورة كالهشامية أصحاب هشام بن الحكم وهشام بن سلام فإنهم اتفقوا على أنه سبحانه وتعالى جسد وهو كسبيكة بيضاء صافية يتلألأ من جانب وله لون وطعم ورائحة وليست هذه الصفات غيره ويقوم ويقعد وله مشابهة بالأجسام ويعلم ما تحت الثرى بشعاع ينفصل منه إليه وهو سبعة أشبار بأشبار نفسه مماس للعرش بلا تفاوت بينهما وارادته حركته لا عينه ولا غيره والأئمة معصومون دون الأنبياء لأنهم يوحى إليهم ويتقربون إليه بخلافهم لا يوحى إليهم فوجب أن يكون الإمام معصوما وقال ابن سلام هو على صورة إنسان له يد ورجل وحواس خمس وأنف وأذن وعين وفم ووفرة سوداء نصفه الأعلى مجوف والأسفل مصمت ليس بلحم ولا دم انتهى(شرح الشفا، ج۲، ص ۵۱۰، القسم الرابع، الباب الثالث، فصل فى بيان ما هو من المقالات كفر وما يتوقف أو يختلف فيه وما ليس بكفر)

کیا جانا ہے، تاکہ ان سے انتقام لیا جاسکے، اور وہ جس عذاب کے مستحق ہیں، اس کے بعض حصہ کو پاسکیں، اور شیعہ کے ہاتھوں پر قتل ہوسکیں، اور وہ ذلت ورسوائی میں مبتلا ہوسکیں، اور وہ علوِ کلمہ کا مشاہدہ کرسکیں، اور یہ زندہ کیا جانا، ہمارے ''امامیہ اثناء عشریۃ'' کے نزدیک خالص ایمان، اور خالص کفر کے ساتھ مختص ہے، اور باقی لوگوں سے سکوت اختیار کیا گیا ہے (عقائد الامامیة الاثنی عشریة)

یہ ملحوظ رہے کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ''رجعت'' کا مذکورہ عقیدہ، مستند دلائل سے ثابت نہیں، لیکن اس کے باوجود ''رجعت'' کا مذکورہ عقیدہ، باعثِ تکفیر نہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض احادیث کے راویوں کے بارے میں بھی، اس عقیدہ کا ذکر ہے۔

چنانچہ جابر جعفی کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ یہ شخص غالی شیعہ اور رافضی تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رجعت کا قائل تھا، صحابہ پر سب وشتم بھی کیا کرتا تھا، بعض محدثین نے اِن کی تکذیب بھی کی ہے، اور بعض نے ان کو سبائی، یعنی عبداللہ بن سباء کے اصحاب میں سے قرار دیا ہے، اور ان پر محدثین کی بکثرت جروحِ مفسرہ موجود ہیں۔

''صحیح مسلم'' کے ''مقدمہ'' میں ہے:

**حدثنا أبو غسان محمد بن عمرو الرازی، قال: سمعت جریرا، یقول: لقیت جابر بن یزید الجعفی فلم أکتب عنه، کان یؤمن بالرجعة** (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۲۰، مقدمة الإمام مسلم رحمه الله، باب الكشف عن معایب رواة الحدیث ونقلة الأخبار وقول الأئمة فی ذلک)

ترجمہ: ہم سے ابوغسان محمد بن عمرو رازی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے جریر سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے جابر بن یزید جعفی سے ملاقات کی، لیکن میں نے ان سے حدیث کو نہیں لکھا، وہ ''رجعت'' پر ایمان کے قائل تھے (مسلم)

اور ابنِ عدی نے ان کے بارے میں فرمایا:

**له حدیث صالح ........... وعامة ما قذفوه به أنه کان یؤمن بالرجعة** (تهذیب التهذیب، لابنِ حجر، ج ۲، ص ۴۸، رقم الترجمة ۷۵، باب الجیم، من اسمه جابان و جابر)

ترجمہ: ان کی حدیث ''صالح'' ہے........... اور عام طور پر ان پر ''رجعت'' پر

ایمان لانے کا الزام عائد کرتے ہیں (تهذيب التهذيب)

ابنِ شاہین نے بھی ان کے ''رجعت پر ایمان رکھنے'' کا ذکر کیا ہے، جس کے بعد ابنِ شاہین نے فرمایا:

**وأقل ما في أمر هذا الرجل أن يكون حديثه لا يحتج به إلا أن يروى حديثا يشاركه فيه الثقات**(ذكر من اختلف العلماء ونقاد الحديث فيه، ص ۴۴، رقم الترجمة ۳، جابر الجعفي والخلاف فيه)

ترجمہ: اور زیادہ سے زیادہ اس شخص کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی، الا یہ کہ اس کے ساتھ ثقات شریک ہوں

(ذكر من اختلف العلماء)

اور علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ:

''رجعت کا قول سب سے پہلے عبداللہ بن سباء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا تھا، پھر پہلی صدی میں اس کی اتباع جابر جعفی نے علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کی، پھر تیسری صدی میں امامیہ نے ائمہ اور ان کے اعداء کے متعلق رجعت کا قول کیا، اور جملہ زیدیہ رجعت کے شدید منکر ہیں''۔ انتہٰی۔ [1]

''جابر جعفی'' کی سند سے مروی احادیث ترمذی، ابنِ ماجہ، ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہیں۔

ان کے علاوہ بھی احادیث کے متعدد راویوں کی طرف رجعت کا عقیدہ منسوب ہے، جیسا کہ اس مضمون کے آخری باب میں ذکر آتا ہے، لہٰذا محض ''عقیدۂ رجعت'' پر تکفیر درست نہیں۔

سید ابراہیم موسوی نجفی نے ''**عقائد الامامية الاثنى عشرية**'' کی پہلی جلد کے آخر میں صفحہ نمبر ۲۹۹ سے صفحہ نمبر ۳۰۴ تک تحریر کیا ہے کہ ''امامیہ اثنا عشریہ'' کی طرف منسوب کیے

---

[1] **وأقول :أول من قال بالرجعة عبد الله بن سبأ ولكن خصها بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وتبعه جابر الجعفي في أول المائة الثانية فقال برجعة الأمير كرم الله تعالى وجهه أيضا لكن لم يوقتها بوقت، ولما أتى القرن الثالث قرر أهله من الإمامية رجعة الأئمة كلهم وأعدائهم وعينوا لذلك وقت ظهور المهدي،واستدلوا على ذلك بما رووه عن أئمة أهل البيت، والزيدية كافة منكرون لهذه الدعوى إنكارا شديدا**(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم،ج ۱۰،ص ۲۳۷،سورة النمل)

جانے والے متعدد کفریہ عقائد، مثلاً ''حلول کا عقیدہ'' اور ''تناسخ کا عقیدہ'' اور ''عہدِ عثمان میں جمع کئے جانے کی وجہ سے قرآن کے انکار کا عقیدہ'' دراصل بعض دوسرے غالی فرقوں میں پائے جاتے ہیں، جن کی ''امامیہ اثنی عشریہ'' پر تہمت لگائی جاتی ہے، جن میں ایک فرقہ ''کاکائیہ'' ہے، حالانکہ ان سے ''امامیہ اثنی عشریہ'' بری ہیں۔

''کاکائیہ'' جن کو ''یارسانیہ'' بھی کہا جاتا ہے، اور یہ اپنے آپ کو اہلِ حق بھی کہتے ہیں، اس گروہ کے لوگ مغربی ایران، ہمدان، تہران، فارس، مازندران اور خوزستان میں پائے جاتے ہیں، اور عراق میں کردی، ترکمان اور موصل کے بعض علاقوں میں بھی پائے جاتے ہیں، مگر ان کا اصل مقام مغربی ایران، کردستان اور آذربائیجان ہے۔

ان لوگوں نے اپنی بنیاد کچھ تصوف، کچھ شیعیت اور کچھ زرتشتی عقائد پر قائم کی ہے، یہ لوگ تناسخ اور اللہ کے انسانی جسم میں حلول کرنے کے قائل ہیں، اسی کے ساتھ شیعوں کے بارہ اماموں کو مانتے ہیں اور نصیریوں کی طرح حضرت علی کی پرستش کرتے ہیں، ان کے نزدیک پیر کا مرتبہ بہت بلند ہے اور بغیر اس کی امداد کے نجات پانا ناممکن ہے، یہ لوگ روزہ صرف تین دن رکھتے ہیں، ان کے بھی کئی فرقے ہیں، جن میں آتش بیگی زیادہ مشہور ہیں۔

## ''شیعہ روافض'' کا ''فضیلتِ انبیاء'' کے متعلق موقف

ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین'' میں ائمہ کے انبیاء سے افضل ہونے نہ ہونے کے بارے میں، روافض کے تین فرقوں کا ذکر کیا ہے۔

''روافض'' کے ایک فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ، انبیاء سے افضل نہیں، بلکہ انبیاء ان سے افضل ہیں، البتہ ان میں سے بعض لوگوں نے ائمہ کے ملائکہ سے افضل ہونے کو جائز قرار دیا ہے۔

اور ''روافض'' کے دوسرے فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ، انبیاء اور ملائکہ سے افضل ہیں، اور کوئی بھی ان ائمہ سے افضل نہیں، یہ قول روافض کی بعض جماعتوں کا ہے۔

اور ''روافض'' کے تیسرے فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ملائکہ اور انبیاء، ائمہ سے افضل ہیں، اور یہ بات جائز نہیں کہ ائمہ انبیاء اور ملائکہ سے افضل ہوں۔ انتھٰی۔ [1]

اور ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین ''میں بعض غالی صوفیاء کے نزدیک مخصوص بندوں اور ولیوں کے، نبیوں اور ملائکہ مقربین سے افضل ہونے کا عقیدہ ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں کرامیہ فرقہ کے نزدیک ولی کے نبی کے رتبہ، بلکہ اس سے بھی اعلیٰ درجہ تک پہنچنے کا قول ذکر کیا ہے۔ [3]

لیکن متعدد محققین نے کرامیہ فرقہ کو بھی بدعتی فرقہ قرار دیا ہے، کافر قرار نہیں دیا۔ [4]

نیز صاحبِ روح المعانی، علامہ آلوسی (المتوفیٰ:1270ھ) اپنی تالیف ''نهج السلامة ،

---

[1] واختلفت الروافض فى الأئمة هل يجوز أن يكونوا أفضل من الأنبياء أم لا يجوز ذلك.
وهم ثلاث فرق:
فالفرقة الأولى منهم يزعمون أن الأئمة لا يكونون أفضل من الأنبياء بل الأنبياء أفضل منهم غير أن بعض هؤلاء جوزوا أن يكون الأئمة أفضل من الملائكة.
والفرقة الثانية منهم يزعمون أن الأئمة أفضل من الأنبياء والملائكة وأنه لا يكون أحد أفضل من الأئمة وهذا قول طوائف منهم.
والفرقة الثالثة منهم وهم القائلون بالاعتزال والإمامة يزعمون أن الملائكة والأنبياء أفضل من الأئمة ولا يجوز أن يكون الأئمة أفضل من الأنبياء والملائكة(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ا،ص ۵۵،مقالات الروافض،قول الروافض فى الأئمة هل يجوز أن يكونوا أفضل من الأنبياء ؟)

[2] هل الملائكة أفضل من الأنبياء ؟واختلف الناس هل الملائكة أفضل من الأنبياء ؟
فقال قائلون :الملائكة أفضل من الأنبياء .
وقال قائلون :الأنبياء أفضل من الملائكة والأئمة أفضل من الملائكة أيضاً وهذا قول الروافض.
وقال قوم من المتنسكين :إنه جائز أن يكون فى الناس غير الأنبياء والأئمة من هو أفضل من الملائكة(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج۲،ص ۳۲۶،هذا ذكر اختلاف الناس فى الدقيق،هل الملائكة أفضل من الأنبياء ؟)
ومنهم من يزعم أن العبادة تبلغ بهم إلى أن يكونوا أفضل من النبيين والملائكة المقربين(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ا،ص ۲۲۵،حكاية قول قوم من النساك)

[3] وقد ضل الكرامية فى هذا المقام فزعموا أن الولى قد يبلغ درجة النبى بل أعلى .ورده ظاهر. والاستدلال له بما فى هذه القصة بناء على القول بولاية الخضر عليه السلام ليس بشىء كما لا يخفى(روح المعانى، ج ۸،ص ۳۱۳،سورة الكهف)

[4] الكرامية مؤمنون (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۴،ص ۳۰۷، كتاب الأيمان)

الٰی مباحث الامامۃ‘‘ میں فرمایا کہ:

’’اثنا عشریہ ہمارے علم کے مطابق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ہیں، البتہ بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ پر فضیلت کے سلسلے میں توقف اختیار کیا ہے، اور بعض نے مساوات کا دعویٰ کیا ہے، اور فرشتوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ان کے درمیان ہماری معلومات کے مطابق متفق علیہ ہے، اور اس طرح کے اُن کے بہت سے ہذیانات ہیں، لیکن مذکورہ عقائد باعثِ تکفیر نہیں ہیں، چنانچہ بعض کرامیہ بھی ولی کو نبی کا درجہ، یا اس سے بھی اعلیٰ درجہ دینے کے قائل ہیں‘‘۔انتھٰی۔[1]

امامیہ اثنی عشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی ’’عقائد الامامیۃ الاثنی عشریۃ‘‘ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

**یجب الإیمان بان نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل من الا نبیاء والمرسلین ومن الملائکۃ المقربین لتظافر الا خبار بذالک وتواترھا فیما ھنالک** (عقائد الامامیۃ الاثنی عشریۃ، ج ۱، ص ۴۵،عقیدۃ الامامیۃ الإثنا عشریۃ بان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم أفضل الأنبیاء، الناشر: چاپ خانہ پیروز، قم، ایران،الطبع الخامس: ۱۴۰۲ھ، 1982م)

---

[1] وأما تفضیل علی کرم اللہ تعالی وجھہ علی الأنبیاء علیھم السلام غیر نبینا وإخوانہ من أولی العزم من المرسلین صلی اللہ تعالی وسلم علیہ وعلیھم أجمعین، فھو مما اتفقوا علیہ فیما أعلم، کما اتفقوا علی انہ کرم اللہ وجھہ لیس بأفضل من نبینا علیہ الصلاۃ والسلام.

نعم توقف بعضھم کابن المطھر الحلی وغیرہ فی تفضیلہ علی من عداہ من أولی العزم، وذھب بعض آخر إلی مساواتہ لھم علیھم السلام، وکذا تفضیلہ کرم اللہ تعالی وجھہ علی الملائکۃ علیھم السلام متفق علیہ فیما بینھم فیما أعلم، ولھم فی ذلک أیضا ھذیانات کثیرۃ.

لکن قصاری ( ذلک ) کل ما قالوہ جحد تفضیل الأنبیاء علیھم السلام علی من سواھم، وانہ لا یبلغ ولی درجۃ نبی، وجحد تفضیل الملائکۃ علیھم السلام علی من عدا الأنبیاء من البشر، وانہ لا یبلغ مؤمن تقی غیر نبی درجتھم فی الفضل، ولیس ما جحدوہ مما علم من الدین بالضرورۃ بل لم یقم علیہ قاطع.

وقد قال العلامۃ الثانی السعد التفتازانی : حکی عن بعض الکرامیۃ إن الولی قد یبلغ درجۃ النبی بل أعلی(نھج السلامۃ إلی مباحث الإمامۃ، المبحث الثانی فی حکم أھل القبلۃ،حکم التکفیر عند العلماء وحکم من سب الصحابۃ،الناشر: دار ابن قیم، الریاض، الطبعۃ الاولٰی:2018م)

ترجمہ: اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام انبیاء اور رسولوں اور مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، کیونکہ اس کے بارے میں اخبار بھرپور ہیں، اور اس سلسلہ میں اخبار متواتر ہیں (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

اور مذکورہ کتاب کے مصنف دوسری جلد میں لکھتے ہیں:

يجب الإيمان والاعتقاد بان نبينا صلى الله عليه وسلم افضل من الا نبياء والمرسلين ومن الملائكة المقربين لتضافر الا خبار بذالک وتواترها فيما هناک (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج۲، ص ۱۶۸ ،عقيدة الامامية الاثنى عشرية بان نبينا محمد بن عبدالله افضل الانبياء واوصياؤه ايضا افضل الا وصياء)

ترجمہ: اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، تمام انبیاء اور رسولوں اور مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، کیونکہ اس کے بارے میں اخبار بھرپور ہیں، اور اس بارے میں اخبار متواتر ہیں (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

سید ابراہیم موسوی نجفی ''عقائد الامامية الاثنى عشرية'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

نبي هذه الامة محمد صلى الله عليه وسلم، بن عبد الله بن عبد المطلب (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۱، ص۴۷، الكلام فى نبوة محمد بن عبدالله)

ترجمہ: اس امت کے نبی ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب'' ہیں (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

امامیہ اثنیٰ عشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی ''عقائد الامامية الاثنى عشرية'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

الشيعة الإمامية تعتقد بأن الإمامة منصب يعهد به النبى إلى من يخلفه ليكون مرجعا من بعده يرجع اليه الناس فى تفهم الشريعة الإسلامية وحكمتها، وتوضيح رسالة الإسلام وفقهه ومغازيه، ولكل امام أن يعهد بالإمامة إلى من يليه (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۱، ص ۷۲، تعريف آخر للإمامة)

ترجمہ: ''شیعہ امامیہ'' کا یہ عقیدہ ہے کہ امامت ایسا منصب ہے، جس کا، نبی، اُس شخص سے معاہدہ کرتا ہے، جس کو وہ اپنا خلیفہ بناتا ہے، تاکہ وہ اس کے بعد مرجع شمار ہو، جس کی طرف لوگ شریعتِ اسلامیہ کی فہم اور اس کی حکمت اور رسالتِ اسلام کی توضیح اور اس کی سمجھ اور اس کے مغازی کے لیے رجوع کریں، اور ہر امام

کے لیے اپنے سے متصل امامت کا معاہدہ ہوتا ہے (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

سید ابراہیم موسوی نجفی ''عقائد الامامية الاثنى عشرية'' میں امام کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الرابع: ان يكون افضل من جميع رعاياه فى جميع الصفات الكمالية كالشجاعة والسخاوة والمروة والكرم والعلم وسائر الصفات لئلا يلزم تقديم المفضول على الفاضل (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۱، ص ۷۹، القول فى شرائط الإمام)

ترجمہ: چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ امام، اپنی تمام رعایا میں افضل ہو، تمام صفاتِ کمالیہ میں، جیسا کہ شجاعت اور سخاوت اور مروت اور کرم اور علم، اور تمام دوسری صفات میں، تاکہ مفضول کو فاضل پر مقدم کرنا لازم نہ آئے (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''امامیہ اثنا عشریہ'' کے نزدیک ''خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کی فضیلت ودرجہ، دوسرے تمام نبیوں اور فرشتوں سے افضل واعلیٰ ہے۔

اور اُن کے نزدیک ائمہ کی امامت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور وصایت پر مبنی ہے، اور ان کے نزدیک امام، اپنے زمانۂ امامت میں، صفاتِ کمالیہ میں، دوسرے لوگوں سے افضل ہوتا ہے، اسی لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، اپنے پہلے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ وخلفائے راشدین سے افضل قرار دیتے ہیں۔

اس میں ان کے ساتھ اہل السنۃ کا اختلاف ہے، لیکن یہ اختلاف باعثِ تکفیر نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین نے بھی متقدمینِ شیعہ میں سے بھی بعض کا یہ عقیدہ ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ''افضل الخلق'' ہیں، اور اس عقیدہ کے باوجود ان کی تکفیر تو کیا کی جاتی، ان کی روایات کو بھی قبول کیا ہے، جیسا کہ آگے باحوالہ آتا ہے۔ [1]

---

[1] فتقبل رواية أرباب التشيع بالمعنى المشهور فى عرف المتقدمين، وهو اعتقاد تفضيل عليّ علىٰ عثمان، أو اعتقاد أن علياً أفضل الخلق بعد رسول اللّٰه، وأنه مصيب فى حروبه كلها، ومخالفها مخطى. وبهذا المعنى نُسب جمعٌ من أهل الكوفة المتقدمين إلى التشيّع (ظفر الامانى بشرح مختصر السيد الشريف الجرجانى، ص ۴۹۱، الباب الثانى فى الجرح والتعديل، الناشر: مكتب المطبوعات الاسلامية بحلب، الطبعة الثالثة فى بيروت: 1416)

# ''شیعہ روافض'' کا ''ائمہ کے علم وعصمت'' کے متعلق موقف

ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین ''میں فرمایا کہ:

''روافض کے ایک فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام ''کل ما کان و کل ما یکون '' کا علم رکھتا ہے۔

اور روافض کے دوسرے فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام، تمام احکام اور شریعت کے امور کا علم رکھتا ہے، کیونکہ لوگ امام کے اسی احکامِ شریعت میں محتاج ہوتے ہیں، اوراس کے علاوہ امام کا علم ہر چیز کو محیط نہیں ہوتا''۔انتہٰی۔ [1]

امام کے علم کے متعلق پہلا عقیدہ ''غلاۃ'' کا ہے، جبکہ دوسرا عقیدہ ''امامیہ اثنا عشریہ'' کا ہے۔

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے باقر مجلسی ''بحار الانوار ''میں لکھتے ہیں:

والغلاة من المتظاهرين بالإسلام هم الذين نسبوا أمير المؤمنين على بن أبى طالب، والأئمة من ذريته إلى الألوهية والنبوة، ووصفوهم من الفضل فى الدين والدنيا إلى ما تجاوزوا فيه الحد، وخرجوا عن القصد، فهم ضلال كفار (بحار الانوار، ج۲۵،ص ۳۴۵،علامات الإمام وصفاته وشرائطه وما ينبغى أن ينسب اليه،باب نفى الغلو فى النبى والأئمة)

ترجمہ: غلاۃ، جو اسلام کا اظہار کرتے ہیں، وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد میں سے ائمہ کو ''الوہیت، اور نبوت کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور ان ائمہ کو دین اور دنیا کے اعتبار سے ایسی فضیلت کے ساتھ متصف کرتے ہیں کہ

---

[1] واختلفت الروافض فى الإمام :هل يعلم كل شىء أم لا؟وهم فرقتان:
فالفرقة الأولى منهم :يزعمون أن الإمام يعلم كل ما كان وكل ما يكون ولا يخرج شىء عن علمه من أمر الدين ولا من أمر الدنيا.
وزعم هؤلاء أن الرسول كان كاتباً ويعرف الكتابة وسائر اللغات.
والفرقة الثانية منهم :يزعمون أن الإمام يعلم كل أمور الأحكام والشريعة وإن لم يحط بكل شىء علماً لأنه القيم بالشرائع والحافظ لها ولما يحتاج الناس إليه فأما ما لا يحتاجون إليه فقد يجوز أن لا يعلمه الإمام(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين،ج ا ،ص۵۷،مقالات الروافض،قول الروافض فى علم الإمام)

جس میں حد سے تجاوز، اور اعتدال سے خروج ہو جاتا ہے، پس ایسے لوگ گمراہ اور کافر ہیں (بحارالانوار)

شیعہ عالم محمد مرتضٰی نے اپنی تالیف ''الامامة عند الفرق الشیعة'' میں باحوالہ تحریر کیا ہے کہ ائمہ کے لئے علمِ غیب کے ثبوت کا عقیدہ ''اسماعیلی'' فرقہ کا ہے ''امامیہ اثنا عشریہ'' کا یہ عقیدہ نہیں۔ [1]

اور امامیہ اثنا عشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی ''عقائد الامامیة الاثنی عشریة'' میں لکھتے ہیں کہ:

یجب ان یکون ذالک الواسطة افضل اهل زمانه عالما بجمیع العلوم التی تحتاج رعیته الیها لاستحالة الترجیح بلا مرجح وقبح تقدیم المفضول علی الفاضل (عقائد الامامیة الاثنی عشریة، ج ۱، ص ۴۴، یجب ان یکون الواسطة افضل اهل زمانه، الناشر: چاپ خانه پیروز، قم، ایران)

ترجمہ: اور ضروری ہے کہ (بندوں کی ہدایت کا) یہ ''واسطہ'' اہلِ زمانہ میں افضل ہو، اور عالم ہو ایسے تمام علوم کا، جن کی اس کی رعیت محتاج ہوتی ہے، کیونکہ ''بغیر مرجح'' کے ترجیح محال ہوتی ہے، اور ''فاضل'' پر ''مفضول'' کی تقدیم قبیح ہے (عقائد الامامیة الاثنی عشریة)

اور سید ابراہیم موسوی نجفی نے ''عقائد الامامیة الاثنی عشریة'' میں طوسی کے حوالہ سے امام کی شرائط بیان کرتے ہوئے دوسری شرط یہ لکھی ہے کہ:

العلم بجمیع ما تحتاج الیه الامة من امور الدین والدنیا، لان الغرض منه لا یحصل بدون ذالک، والشاهد علیه نهج البلاغة (عقائد الامامیة الاثنی عشریة، ج ۱، ص ۷۹، القول فی شرائط الإمام)

ترجمہ: جن امور کی امت محتاج ہے، خواہ وہ دین کے امور ہوں، اور خواہ دنیا کے امور ہوں، ان سب کا اسے علم ہو، کیونکہ اس کا مقصود اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا،

---

[1] تعتقد الاسماعیلیة بان الائمة یعلمون الغیب، ویکشفون عن المکنون، وللامام علم بما کان وبما سیکون (الامامة عند الفرق الشیعة، ص ۸۵، الفصل الرابع الامامة عند الاسماعیلیة "علم الامام" رقم جامعة المصطفی: ۱۲۵۳۵۳۶/۸۹۴۹۲، السنة الدراسیة: ۱۳۹۴/۱۳۹۵م)

جس کی شہادت ’’نهج البلاغة‘‘ دیتی ہے (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

اور مذکورہ کتاب کے مصنف اس تالیف کی دوسری جلد میں لکھتے ہیں:

يجب ان يكون ذالك الواسطة افضل اهل زمانه عالما بجميع العلوم التى تحتاج الامة اليها لاستحالة الترجيح بلا مرجح وقبح تقديم المفضول على الفاضل (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج۲، ص ۱۶۶، الواسطة افضل اهل زمانه)

ترجمہ: اور ضروری ہے کہ (بندوں کی ہدایت کا) یہ ’’واسطہ‘‘ اہلِ زمانہ میں افضل ہو، اور عالم ہو، ایسے تمام علوم کا، جن کی اس کی رعیت محتاج ہوتی ہے، کیونکہ ’’بغیر مرجح‘‘ کے ترجیح محال ہوتی ہے، اور ’’فاضل‘‘ پر ’’مفضول‘‘ کی تقدیم قبیح ہے

(عقائد الامامية الاثنى عشرية)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ غیر اللہ کے لیے ’’علمِ غیب‘‘ کا عقیدہ نصِ قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے کفر کا متقاضی ہے، لیکن شرعی دلیل میں شبہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی، جیسا کہ محققین کی طرف سے بعض اہل السنۃ کی طرف منسوب فرقوں کی اس طرح کے عقیدہ کی بناء پر تکفیر نہیں کی گئی۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی ’’ردُّالمحتار‘‘ میں فرماتے ہیں:

دعوى علم الغيب معارضة لنص القرآن فيكفر بها، إلا إذا أسند ذلك صريحا أو دلالة إلى سبب من الله تعالىٰ كوحى أو إلهام، وكذا لو أسنده إلى أمارة عادية يجعل الله تعالىٰ (رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص۲۴۳، كتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: علمِ غیب کا دعویٰ نصِ قرآن کے مخالف ہے، جس کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا، لیکن جب صراحتاً، یا دلالتاً اس کی نسبت، اللہ تعالیٰ کی جانب سے، کسی سبب کی طرف کرے، جیسا کہ وحی، یا الہام کے سبب سے، اور اسی طریقے سے اگر اُس کی نسبت ایسی عادی علامت کی طرف کرے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہو (تو کافر قرار نہ دیا جائے گا) (ردُّ المحتار)

اس سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کے لیے علمِ غیب کا دعویٰ، کفر ہے، لیکن جو لوگ، کسی نبی، یا ولی کی طرف وحی، یا الہام، یا کسی اور اللہ کی اختیار کردہ علامت کے سبب سے، اس کے لیے علمِ غیب

کا دعویٰ کرتے ہیں، تو مذکورہ تاویل کی وجہ سے کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اگرچہ دلائلِ شرعیہ کے ذریعہ اس طرح کی تاویل کا بطلان ذکر کیا جائے گا۔

اب ''انبیاء وائمہ کی عصمت'' پر تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

**ابوالحسن اشعری نے ''مقالات الاسلامیین'' میں فرمایا کہ:**

''سلیمان بن جریر زیدی'' (جو کہ ''زیدیہ'' کے ایک فرقہ کے بانی ہیں) ان سے مروی ہے کہ ''امامیہ'' کا ایک فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاملہ حضرت علی بن ابی طالب کے ہاتھ میں تھا، وہ جس کو پسند کریں، اس کو امامت کا حق سونپ سکتے تھے، خواہ چاہیں، تو اپنے لیے، اور خواہ چاہیں، تو دوسرے کے لیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دونوں امور جائز تھے، اور یہ عدل پر مبنی تھے۔

اور ''امامیہ'' کا دوسرا فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ پورا معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امامت کا حق، اہلِ بیت کی جماعت کو حاصل تھا، لیکن یہ فرقہ پہلے فرقہ کی دو چیزوں میں مخالفت کرتا ہے:

پہلی چیز تو یہ ہے کہ اس دوسرے فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے صحیح محبت کی، اور ان کی بیعت کو تسلیم کیا۔

اور دوسری چیز یہ ہے کہ یہ فرقہ اہلِ بیت کی جماعت کے لیے عصمت کو ثابت نہیں کرتا، جیسا کہ پہلا فرقہ ثابت کرتا ہے، لیکن یہ لوگ اہلِ بیت کے لیے عصمت کی امید رکھتے ہیں، اور یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ سب اللہ کے ثواب اور رحمت کے مستحق ہیں''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] وحكى سليمان بن جرير الزيدى أن فرقة من الإمامية تزعم أن الأمر بعد النبى صلى الله عليه وسلم إلى على بن أبى طالب يصنع بالإمامة ما أحب :إن شاء جعلها لنفسه وإن ولاها غيره كان ذلك جايزاً إن كان ذلك عدلاً وله فى ذلك النيابة إذا نفى والتسليم إن شاء ورضى.

وأن فرقة أخرى قالت :إن الدين كله فى يدى على بن أبى طالب وأنه يسند إليه وأوجبوا قطع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوالحسن اشعری نے مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پر ''عصمت'' اور اس کے ''قریب المعنیٰ، توفیق و تسدید'' پر بھی کلام کیا ہے۔

چنانچہ ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ:

''توفیق اور تسدید کے بارے میں مسلمانوں کے چار اقوال ہیں۔

بعض کے نزدیک ''توفیق ،اور تسدید'' (یعنی راہِ راست پر لگانا) بندہ کے ایمان کے ساتھ اللہ کی طرف سے ثواب ہے۔

اور بعض کے نزدیک یہ دونوں چیزیں، اللہ کی طرف سے انسان کے لئے حکم ہیں۔

اور جعفر بن حرب کا کہنا ہے کہ یہ دونوں چیزیں، اللہ کے الطاف میں سے لطف ہیں، جب انسان اللہ کی اطاعت کرتا ہے، تو وہ ''موفق و مسدد'' ہو جاتا ہے۔

اور جبائی نے توفیق کو ''لطف فی معلوم اللّٰہ'' کہا ہے، اور اسی طرح عصمت کو بھی اللہ کے الطاف میں سے کہا ہے۔

اور اللہ کے لئے صفات کو بلا تاویل ثابت ماننے والوں کے نزدیک ''توفیق اور عصمت'' دراصل ''قوتِ ایمانی'' کا نام ہے'' [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشهادة على سريرته وأن الإمامة بعده فى جماعة أهل البيت غير أنهم خالفوا الفرقة الأولى فى شيئين:أحدهما :أنهم يزعمون أن علياً تولى أبا بكر وعمر على الصحة وسلم بيعتهما.

والآخر :أنهم لا يثبتون العصمة لجماعة أهل البيت كما يثبت أولئک ولكنهم يرجون ذلک لهم وأن يصيروا جميعاً إلى ثواب الله ورحمته(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ۱، ص ۶۸، مقالات الروافض،رجال الرافضة ومؤلفو كتبهم)

[1] اختلفوا فى التوفيق والتسديد على أربعة أقاويل:

فقال قائلون :التوفيق من الله -سبحانه - !ثواب يفعله مع إيمان العبد ولا يقال للكافر موفق وكذلک التسديد.

وقال قائلون :التوفيق هو الحكم من الله أن الإنسان موفق وكذلک التسديد.

وقال جعفر بن حرب :التوفيق والتسديد لطفان من ألطاف الله -سبحانه - !لا يوجبان الطاعة فى العبد ولا يضطرانه إليها فإذا أتى الإنسان بالطاعة كان موفقا مسددا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ابوالحسن اشعری نے مذکورہ تالیف میں ہی یہ بھی فرمایا کہ:

''عصمت کے بارے میں بعض مسلمانوں کا کہنا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے عصمت کے حاملین کے لئے ثواب وجزاء ہے۔

اور بعض نے عصمت کو اللہ کی طرف سے لطف قرار دیا ہے، جس کو اللہ، اپنے بندہ کے ساتھ کردیتا ہے، جس سے بندہ ''صاحبِ عصمت'' ہوجاتا ہے۔

اور بعض نے عصمت کی دوصورتیں قرار دی ہیں، ایک صورت تو دعاء اور بیان اور زجر اور وعد ووعید ہے، جس کو اللہ کافروں کے ساتھ بھی فرماتا ہے، لیکن اس پر معصوم کا اطلاق نہیں ہوتا، اور دوسری صورت وہ ہے جس کو اللہ مومنوں کے ساتھ ان کے ایمان کی وجہ سے زیادہ کرتا ہے، یعنی اللہ ان مومنوں پر الطاف واحکام اور تائید فرماتا ہے''۔انتہٰی۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ عصمت، یا اس کے ہم معنیٰ تصور کا، بعض مسلم فرقوں میں وجود ہے، اور عصمت کی اصطلاحی تعریف میں بھی اختلاف ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الجبائی :التوفیق هو اللطف الذی فی معلوم الله -سبحانه - !أنه إذا فعله وفق الإنسان للإیمان فی الوقت فیکون ذلک اللطف توفیقا لأن یؤمن وأن الکافر إذا فعل به اللطف الذی یوفق للإیمان فی الوقت الثانی فهو موفق لأن یؤمن فی الثانی ولو کان فی هذا الوقت کافرا وکذلک العصمة عنده لطف من ألطاف الله.

وقال أهل الإثبات :التوفیق هو قوة الإیمان وکذلک العصمة(مقالات الإسلامیین واختلاف المصلین، ج ۱، ص ۲۰۸، ۲۰۹، القول فی التوفیق والتسدید، المراد بالتوفیق والتسدید عندهم)

[1] اختلفوا فی العصمة:

فقال بعضهم :العصمة من الله -سبحانه - !ثواب للمعتصمین.

وقال بعضهم :العصمة لطف من الله یفعله بالعبد فیکون به معتصما.

وقال بعضهم :العصمة علی وجهین :أحدهما هو الدعاء والبیان والزجر والوعد والوعید وقد فعله بالکافرین ولکن لا یطلق أنه معصوم ویقال أن الله عصمه فلم یعتصم والوجه الآخر ما یزید الله المؤمنین بإیمانهم من الألطاف والأحکام والتأیید(مقالات الإسلامیین واختلاف المصلین، ج ۱، ص ۲۰۹، مسائل متفرقة، القول فی العصمة، المراد بالعصمة عندهم)

''عصمۃ'' کے لغت میں معنیٰ ''حفظ ،وقایة،ومنع '' کے آتے ہیں، اور مومن کے لیے ''عصمۃ'' کی دعاء کا احادیث میں بھی ذکر آیا ہے۔ [1]

امام قرطبی فرماتے ہیں:

وسميت العصمة عصمة لأنها تمنع من ارتكاب المعصية (تفسير القرطبى، ج۹، ص ۱۸۴ ،سورة يوسف)

ترجمہ: اور ''عصمت'' کا نام عصمت، اس لئے رکھا گیا، کیونکہ وہ گناہ کے ارتکاب سے روکتی ہے (تفسیر قرطبی)

علامہ بدرالدین عینی نے صحیح بخاری کی شرح میں ''جوہری'' کے حوالہ سے فرمایا:

العصمة الحفظ، يقال عصمه فانعصم، واعتصمت بالله إذا امتنعت بلطفه من المعصية (عمدة القارى للعينى، ج ۱ ص ۱۸۰ ، كتاب الإيمان، باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم)

ترجمہ: ''عصمت'' کے معنیٰ ''حفظ'' کے ہیں، کہا جاتا ہے ''عصمه فانعصم '' اور کہا جاتا ہے کہ ''میں نے اللہ سے اعتصام کیا'' جب وہ اللہ کے لطف وکرم کی بناپر گناہ سے رک جائے (عمدۃ القاری)

اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے صحیح بخاری کی شرح میں فرمایا:

وعصمة الأنبياء على نبينا وعليهم الصلاة والسلام حفظهم من النقائص وتخصيصهم بالكمالات النفيسة والنصرة والثبات فى الأمور وإنزال السكينة والفرق بينهم وبين غيرهم أن العصمة فى حقهم بطريق الوجوب وفى حق غيرهم بطريق الجواز (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ۱۱ ، ص ۵۰۱،۵۰۲ ، كتاب القدر،قوله باب بالتنوين المعصوم من عصم الله)

---

[1] (العصمة): الحفظ؛ يعنى اللهم احفظ دينى عن الخطأ والزلل والرياء، وعما لا يليق ولا تحبه، فإنه عماد أمرى، فإن فسد دينه فسد جميع أموره وخاب وخسر (المفاتيح فى شرح المصابيح للمظهرى، ج۳ص ۲۴۳ ، كتاب الدعوات، باب جامع الدعاء)

قال العراقى: وهذا مصرح بحل سؤال العصمة من كل ذنب ولا اتجاه لاستشكاله بأنها إنما هى لنبى أو ملك لأنها فى حقهما واجبة ولغيرهما جائزة وسؤال الجائز جائز لكن الأدب فى حقنا سؤال الحفظ لا العصمة (فيض القدير للمناوى، ج۲ ص ۱۲۱ ، تحت رقم الحديث ۱۴۸۷ ، حرف الهمزة)

ترجمہ: اور ''انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم کی عصمت'' سے مراد، ان کی نقائص سے حفاظت، اور ان کی کمالاتِ نفیسہ کے ساتھ تخصیص، اور امور میں نصرت اور ثابت قدمی، اور سکینہ کا نزول ہے، اور انبیاء وغیر انبیاء کے درمیان یہ فرق ہے کہ انبیاء کے حق میں ''عصمت'' وجوب کے طریقہ پر، اور دوسروں کے حق میں جواز کے طریقہ پر ہے (فتح الباری)

اور علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر ''روحُ المعانی'' میں فرمایا:

**عصمة الأنبياء عليهم السلام ليست لأمر طبيعي فيهم بل بمحض توفيق الله تعالى إياهم وتفضله عليهم، ولذلک صح طلبها** (تفسیرروح المعانی، ج۷، ص ۲۲۱، سورة إبراهيم)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی عصمت، ان میں امرِ طبیعی کی وجہ سے نہیں ہوتی، بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی ان کو توفیق، اور اللہ کے ان پر فضل کی وجہ سے ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کی دعاء کرنا جائز ہے (تفسیر روح المعانی)

نیز علامہ آلوسی نے ایک جگہ فرمایا:

**العصمة بتوفيق الله تعالى وعنايته** (تفسیرروح المعانی، ج۸، ص ۱۲۳، سورة الإسراء)

ترجمہ: عصمت، اللہ تعالیٰ کی توفیق، اور عنایت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے (تفسیر روح المعانی)

اور شیعہ کے نزدیک انبیاء کے ساتھ ساتھ ائمہ کے لئے بھی عصمت واجب ہے۔

بعض صوفیاء بھی مخصوص اولیاء میں صفتِ عصمت کو وجوب کے درجہ میں مانتے ہیں۔

پس یہ اختلاف صرف غیر نبی کے لئے عصمت واجب ہونے نہ ہونے کے بارے میں ہے۔

''امامیہ اثنا عشریہ'' کا عصمتِ ائمہ کے متعلق موقف بیان کرتے ہوئے محمد مرتضیٰ لکھتے ہیں:

**العصمة لغة هي: الحفظ والوقاية؛ لان عصم يعصم، يعني حفظ ووقى، إذ العصمة في كلام العرب معناها: المنع.**

**عرف المفيد العصمة بأنها: "لطف يفعله الله تعالى بالمكلف، بحيث تمنع منه وقوع المعصية وترک الطاعة مع قدرتهما عليهما "** (الامامة عند الفرق

الشیعة، ص ۳۸، المبحث الثالث: شروط ووظائف الامامة، العصمة، رقم جامعة المصطفی : ۱۲۵۳۵۳۶/۸۹۴۹۲، السنة الدراسیة : ۱۳۹۴/۱۳۹۵م)

ترجمہ: عصمت لغت میں حفاظت، اور وقایت کو کہتے ہیں، کیونکہ یہ ''عصم، یعصم'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنیٰ حفاظت اور وقایت کے ہیں، اور کلامِ عرب میں عصمت کے معنیٰ ''منع'' کے آتے ہیں۔

اور شیخ مفید نے عصمت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ لطفِ الٰہی ہے، اللہ جس مکلّف بندہ کو چاہتا ہے، عطاء فرمادیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ بندہ معصیت کے وقوع اور ترکِ طاعت سے رک جاتا ہے، ان دونوں پر قدرت حاصل ہونے کے باوجود (الامامۃ)

شیعہ عالم علامہ حلی کی تالیف ''الباب الحادی عشر'' میں اللہ کی صفات کے بارے میں ہے:

انه تعالیٰ یجب علیه اللطف وهو مایقرب العبد الی الطاعة ویبعده عن المعصیة (الباب الحادی عشر مع شرحه، النافع یوم الحشر، ص ۳۲، الفصل الرابع، فی العدل، مطبوعة تهران، ۱۳۶۵ هـ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر لطف واجب ہے، اور لطف یہ ہے کہ بندہ طاعت کی طرف قرب حاصل کرے، اور معصیت سے بعد اختیار کرلے (باب حادی عشر)

اور مذکورہ تالیف کی شرح میں اللہ کے نبی کے بارے میں ہے:

انتهت النبوة والشریعة الیٰ نبینا محمد (النافع یوم الحشر شرح الباب الحادی عشر، ص ۳۶، الفصل الخامس، فی النبوة، مطبوعة تهران، ۱۳۶۵ هـ)

ترجمہ: نبوت اور شریعت ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتہی ہوگئی (شرح باب حادی عشر)

علامہ حلی کی تالیف ''باب حادی عشر'' میں ہی میں عصمت کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

العصمة لطف خفی یفعل الله تعالیٰ بالمکلف بحیث لا یکون له داع الی ترک الطاعة وارتکاب المعصیة مع قدرته علی ذالک (الباب الحادی عشر مع شرحه، النافع یوم الحشر، ص ۳۷، الفصل الرابع، فی العدل، مطبوعة تهران، ۱۳۶۵ هـ)

ترجمہ: ''عصمت'' لطفِ خفی ہے، اللہ مکلّف کے ساتھ اس کو، اس طرح متعلق فرماتا ہے کہ اس کے لئے ترکِ طاعت وارتکابِ معصیت کی طرف کوئی داعی نہیں ہوتا، باوجودیکہ اس کو اس پر قدرت حاصل ہوتی ہے (یعنی اس کی قدرت واختیار مسلوب نہیں ہوتا) (باب حادی عشر)

اور ''باب حادی عشر'' میں ہی امام کی صفات کے بارے میں ہے:

**الامام یجب ان یکون افضل الرعیة،لما تقدم فی النبی** (الباب الحادی عشر مع شرحه،النافع یوم الحشر،ص ۴۴،الفصل السادس، فی العدل،مطبوعة تهران،۱۳۶۵ھ)

ترجمہ: ضروری ہے کہ امام، رعیت میں افضل شخص ہو، جیسا کہ نبی کے بارے میں گذرا (کہ اس کا بھی دوسرے اہلِ زمانہ سے افضل ہونا ضروری ہے) (باب حادی عشر)

''امامیہ اثناعشریہ'' کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی ''**عقائد الامامیة الاثنی عشریة**'' میں لکھتے ہیں کہ:

**یجب ان یکون ذالک الواسطة،بین اللہ تعالیٰ وبین خلقه نبیا کان او اماما معصوما وخالفنا فی ذالک بعض المسلمین،فلم یوجبوا العصمة فی الانبیاء فضلا عن الائمة الاثنا عشر صلوات اللہ علیهم اجمعین.**

**العصمة عبارة عن قوة العقل من حیث لا یغلب مع کونه قادرا علی المعاصی کلها کجائز الخطاء،ولیس معنی العصمة ان اللہ یجبره علی ترک المعصیة بل یفعل به الطافا یترک معها المعصیة باختیاره مع قدرته علیها کقوة العقل وکمال الفطانة والذکاء ونهایة صفاء النفس وکمال الاعتناء بطاعة اللہ تعالیٰ ولو لم یکن قادرا علی المعاصی بل کان مجبورا علی الطاعات لکان منافیا للتکلیف** (عقائد الامامیة الاثنی عشریة،ج ۱، ص ۴۰،و ۴۱،عقیدة الامامیة الاثناعشریة فی عصمة الانبیاء ومعنی العصمة ، الناشر: چاپ خانه پیروز، قم، ایران،الطبع الخامس: ۱۴۰۲ھ ، 1982م)

ترجمہ: اور ضروری ہے کہ وہ واسطہ جو اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان ہے، خواہ وہ نبی ہو، یا امام ہو، یہ کہ وہ معصوم ہو، اور اس میں ہمارا بعض مسلمانوں سے اختلاف ہے، جو انبیاء میں بھی عصمت کو ثابت نہیں مانتے، چہ جائیکہ ائمہ اثناعشریہ صلوات اللہ علیہم اجمعین میں ثابت مانیں۔

عصمت سے، دراصل عقل کی قوت مراد ہے، اس طور پر کہ وہ غلبہ حاصل نہ کرے، باوجودیکہ وہ تمام معاصی پر قادر ہو، جیسا کہ جائز الخطاء کی حالت ہوتی ہے، اور عصمت کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے اس کو ترکِ معصیت پر مجبور کردیا، بلکہ اللہ اس کے ساتھ اس عصمت کے ذریعہ الطاف وعنایات فرماتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ معصیت کو، اپنے اختیار کے ذریعہ ترک کردیتا ہے، اس پر قدرت ہونے کے باوجود، جیسا کہ عقل کی قوت، اور کمالِ فطانت وذہانت، اور صفائیِ نفس کی نہایت، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کمالِ توجہ، اور اگر وہ معاصی پر قادر نہ ہوگا، بلکہ طاعات پر مجبور ہوگا، تو یہ مکلّف ہونے کے منافی ہوگا (عقائد الامامية)

’’ضیاءُ الدین عمر خطیب‘‘ کے بیٹے ’’امام فخر الدین رازی، جو ایران کے ’’مقامِ رَے‘‘ میں پیدا ہوئے، اور ’’ابنُ الخطیب‘‘ کہلائے جاتے ہیں، اور اشاعرہ کے اہم ترجمان شمار کئے جاتے ہیں، انہوں نے اپنی تالیف ’’نهايةُ العقول‘‘ میں امامت کی بحث کے ذیل میں فرمایا:

**ثم إن الشيعة زعموا أن الحاجة إلى الإمام ليستفاد منه معرفة الله تعالىٰ، ومعرفة صفاته، ومعرفة ما يجب ويجوز ويستحيل عليه.**

**والإثنا عشرية زعموا أنه لا حاجة اليه فى معرفة الله، بل الحاجة اليه ليكون لطفا فى أداء الواجبات العقلية والشرعية ،والإجتناب عن القبائح العقلية والشرعية** (نهاية العقول فى دراية الأصول ، ج۴ص ۳۲۲،الأصل العشرون فى الإمامة ، المسألة الأولىٰ فى وجوب الإمامة، الناشر: دار الذخائر، بيروت، لبنان، الطبعة الأولىٰ: ۱۴۳۶ھ، 2015م)

ترجمہ: پھر شیعہ کا گمان یہ ہے کہ امام کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے، تاکہ اس کی طرف سے، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی صفات کی معرفت، اور اللہ تعالیٰ سے متعلق واجب اور ممکن اور محال چیزوں کی معرفت حاصل ہوجائے۔

اور اثناعشریہ کا گمان یہ ہے کہ اللہ کی معرفت کے لیے امام کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ امام کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے، تاکہ عقلی اور شرعی واجبات کی ادائیگی اور قبائحِ عقلیہ وشرعیہ سے اجتناب میں لطف وآسانی حاصل ہوجائے (نهاية العقول فى دراية الاصول)

امام فخر الدین رازی نے ''معالم اصول الدین''میں بھی امامت کی بحث کے ذیل میں یہی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ اثناعشریہ کے نزدیک امام کی ضرورت کسی شریعتِ جدیدہ کے لئے نہیں ہوتی، بلکہ شریعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی وعقلی واجبات کی ادئیگی، اور منہیات سے اجتناب میں سہولت وآسانی کے لئے ہوتی ہے۔

نیز امام فخر الدین رازی'' المطالبُ العالیة من العلم الالٰهی ''میں فرماتے ہیں:

فعلیٰ هذا قد ثبت انه لا بد وان یحصل فی کل دور شخص واحد هو افضلهم واکملهم فی القوة النظریة والعلمیة،ثم ان الصوفیة یسمونه بقطب العالم،ولقد صدقوا فیه......

فثبت ان ذالک الشخص هو الکامل وثبت ان ذالک الشخص هو القطب لهٰذا العالم العنصری وماسواه فکالتبع له.

وجماعة من الشیعة الامامیة یسمونه بالامام المعصوم،وقد یسمونه بصاحب الزمان ، ویقولون بأنه غائب، ولقد صدقوا فی الوصفین ایضا، لأنه لما کان خالیا عن النقائص التی هی حاصلة فی غیره، کان معصوما من تلک النقائص، وهو ایضاً صاحب الزمان، لأنا بینا: أن ذلک الشخص هو المقصود بالذات فی ذلک الزمان، وما سواه فالکل أتباعه، وهو ایضا: غائب عن الخلق (المطالب العالیة من العلم الالٰهی،ج۸،ص ۱۰۵ ،وص ۱۰۶، القسم الثانی من کتاب النبوات، الفصل الأول فی تمییز هذا الطریق عن الطریق المتقدم،الناشر: دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الأولٰی: ۱۴۰۷ هـ، 1987ء)

ترجمہ: پس اس بنیاد پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ امر ضروری ہے کہ ہر زمانہ میں ایک شخص ایسا پایا جائے، جو لوگوں میں سب سے افضل واکمل ہو،قوتِ نظریہ اور

---

[1] وأما الذین قالوا إنه یجب علی الله تعالی نصب الإمام فهم فریقان:

الأول الشیعة الذین قالوا إنه یجب علی الله تعالی نصب الإمام لیعلمنا معرفة الله سبحانه وتعالی ومعرفة سائر المطالب.

والثانی قول الاثنا عشریة الذین قالوا یجب علی الله تعالی نصبه لیکون لطفا لنا فی فعل الواجبات العقلیة وفی ترک القبائح العقلیة ولیکون أیضا حافظا للشریعة ومبینا لها(معالم اصول الدین للرازی، ص ۱۴۱ ، الباب العاشر فی الإمامة،المسألة الأولی نصب الإمام إما أن یقال إنه واجب علی العباد أو علی الله تعالی أو لا یجب أصلا)

قوتِ علمیہ (یعنی عقل وعلم) کے اعتبار سے، پھر صوفیاء اس شخص کا نام ''قطبِ عالم'' رکھتے ہیں، اور صوفیاء اس بارے میں سچ کہتے ہیں (......پھر اس کے چند دلائل کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں......)

پس اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ شخص ہی کامل ہوتا ہے، اور یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ یہ شخص اس عالمِ عنصری کا ''قطب'' ہوتا ہے، اور جو اس کے علاوہ ہوتے ہیں، وہ اس کے تابع ہوتے ہیں۔

اور ''شیعہ امامیہ'' کی ایک جماعت (یعنی اثناعشری) اس شخصیت کا نام ''امامِ معصوم'' رکھتی ہے، جس کا بعض اوقات وہ نام ''صاحبِ زمان'' بھی رکھتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ وہ ''غائب'' ہے، اور ''امامیہ'' کی یہ (اثناعشری کی) جماعت بھی دونوں وصفوں میں سچ کہتی ہے، چونکہ جب وہ ان ''نقائص'' سے خالی ہوتا ہے، جو دوسرے میں پائے جاتے ہیں، وہ ان ''نقائص'' سے معصوم ہوتا ہے، نیز وہ ''صاحبِ زمان'' بھی ہوتا ہے، چونکہ ہم یہ بات بیان کر چکے کہ اس زمانے میں، یہ شخص ہی مقصود بالذات ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ سب اس کے تابع ہوتے ہیں، نیز وہ مخلوق سے ''غائب'' بھی ہے (المطالب العالیۃ من العلم الالٰہی)

''اشاعرہ'' کے ترجمان، امام رازی نے جس طرح صوفیاء کے ''قطبِ عالم'' کے قول کی تصدیق کی، اسی طرح ''امامیہ اثناعشریہ'' کے ''امامِ معصوم'' اور ''صاحبِ زمان'' و ''امامِ غائب'' کے اوصاف کی بھی تصدیق کی۔

اگر ''امامِ معصوم'' یا ''صاحبِ زمان'' یا ''امامِ غائب'' کا مذکورہ عقیدہ کفر ہوتا، تو اس کی تصدیق کا کیا مطلب ہوتا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ ''باعثِ کفر'' نہیں۔

باقی اس عقیدہ سے اتفاق، یا اختلاف ایک الگ معاملہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اہلُ السنۃ کو شیعہ کی طرف سے ''مخصوص ائمہ'' کو معصوم قرار دینے کے مسئلہ سے اختلاف

ہے، لیکن اس اختلاف کے باوجود محققینِ اہل السنۃ کے نزدیک یہ عقیدہ ''کفر'' نہیں۔

ورنہ تو جو ''اہل السنۃ'' صوفیائے عظام، مخصوص اولیائے کرام، اور بالخصوص حضرت علی ودیگر اہلِ بیت کے لئے ''حفظ'' کو مانتے ہیں، اور اس کو ''عصمت'' کے مترادف سمجھتے ہیں، اور ان پروحیِ باطنی کے قائل ہیں، وہ بھی کفر ہوتا۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ'' **التفھیمات الالٰھیۃ** ''میں تحریر فرماتے ہیں:

**فوارثه الذين اخذوا الحكمة والعصمة والقطبية الباطنية هم اهل بيته وخاصته** (التفهيمات الالٰهية،ج۲،ص ۱۴ ،عدد التفهيمات ۵،مطبوعة:مدينه برقى پريس،بجنور،يوپى،انڈيا،تاريخِ طبع ۱۳۵۵ هجرى)

ترجمہ: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ وارث، جنہوں نے حکمت، اور عصمت اور قطبیتِ باطنیہ کو اخذ کیا، وہ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت، اور آپ کے خواص ہیں (التفہیمات)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت، اور خواص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی'' حکمت، عصمت، اور قطبیتِ باطنیہ، سب کا ہی وارث فرمادیا۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ مذکورہ تالیف میں ہی مزید فرماتے ہیں:

**نقول لاريب عند احد عاميا كان اوعالما ان الانبياء عليهم السلام كانوا مجبولين على الصدق والعفاف والورع والاعمال الحسنة قبل النبوة ايضاً . وان قوما سوى الانبياء مجبلون عليها ايضاً وان هٰذه الخصلة هى المسماة بالعصمة** (التفهيمات الالٰهية،ج۲،ص ۲۱ ،عدد التفهيمات ۱۲ ، مطبوعة:مدينه برقى پريس،بجنور،يوپى،انڈيا،تاريخِ طبع ۱۳۵۵ هجرى)

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ کسی کے نزدیک بھی اس میں شبہ نہیں، خواہ وہ عامی ہو، یا عالم ہو کہ انبیاء علیہم السلام، نبوت سے پہلے بھی صدق، اور پاکیزگی، اور ورع اور اعمالِ حسنہ کی جبلت پر تھے۔

اور انبیاء کے علاوہ بھی کچھ لوگ ان چیزوں کی جبلت پر ہوتے ہیں، اور اس خصلت کا نام ہی ''عصمت'' رکھا جاتا ہے (تفہیمات)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں انبیائے کرام کے علاوہ بعض دیگر شخصیات کو اس جبلت کا حامل قرار دیا، جس کو انہوں نے خود ہی ''عصمت'' بھی فرمادیا۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ مذکورہ تالیف میں ہی فرماتے ہیں:

**واذا تمت العصمة كانت افاعليه كلها حقة لا اقول انها تطابق الحق بل هي الحق بعينها بل الحق امر ينعكس من تلك الافاعيل كا لضوء من الشمس واليه اشار رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث دعا الله تعالىٰ لعلي اللهم ادر الحق معه حيث دار ،ولم يقل ادره حيث دار الحق** (التفهيمات الالٰهية، ج۲، ص ۲۲ ،عدد التفهيمات ۱۴ ،مطبوعة:مدينه برقی پريس، بجنور، يوپی، انڈيا، تاريخِ طبع ۱۳۵۵ هجری)

ترجمہ: اور جب ''عصمت'' تمام ہوجائے، تو اس کے تمام افعال حق ہوجاتے ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ حق کے مطابق ہوجاتے ہیں، بلکہ بعینہ وہی حق ہوتے ہیں، بلکہ حق ایسا امر ہے، جو ان افعال سے منعکس ہوجاتا ہے، جیسا کہ روشنی، سورج سے منعکس ہوتی ہے، اور اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا، جب اللہ تعالیٰ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعاء کی کہ اے اللہ حق کو اس کے ساتھ دائر کردے، جہاں بھی علی دائر ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ علی کو وہاں دائر فرمایئے، جہاں حق دائر ہو (تفہیمات)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں ''عصمت'' کے اتمام کے آثار کو بھی خود ہی بیان فرمادیا۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ''الخيرُ الكثير'' میں فرماتے ہیں:

**والوحي قد يطلق بازاء ما هو اعم من ذالك سواء تمثل ام لا،ومن هٰذا الاصطلاح وحي مريم فيما نرى،والله اعلم،واعم من هٰذا ايضاً سواء كان منسلخاً ام لا،ومن هٰذا الاصطلاح وحي النحل ووحي ام موسىٰ** (الخير الكثير،ص ۳۵،الخزانة الثانية، مطبوعات المجلس العلمي نمبر ۱۳ ، مدينه پريس بجنور ۱۳۵۲ھ)

ترجمہ: اوروحی کا اطلاق بعض اوقات اس کے مقابلہ میں، اس سے زیادہ عموم کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے، خواہ تمثل ہو، یا نہ ہو، اوراسی اصطلاح کے اعتبار سے ہماری رائے میں حضرت مریم کی وحی ہے، واللہ أعلم۔

اوراس سے بھی زیادہ عام ہے، خواہ وہ خارجی وظاہری ہو، یا نہ ہو (یعنی باطنی ومخفی ہو) اوراسی اصطلاح کے قبیل سے شہد کی مکھی کی وحی، اور حضرت موسیٰ کی والدہ کی وحی ہے (الخیرُ الکثیر)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اپنی مذکورہ تالیف میں ہی فرماتے ہیں:

الاولیٰ وراث الحکمة والعصمة والوجاهة، و هم أهل البيت وخدم النبى صلى الله عليه وسلم و قد جرت السنة الالٰهية على أن يكون أهل بيت كل نبى من وراث هذا الفضل الجلى.

وهؤلاء على صنفين، صنف ورثوها لما معهم من صفاء الطينة وسعة الصدر والصورة الجوية وهم على رضى الله تعالىٰ عنه وأولادهٗ وفاطمة رضى الله تعالىٰ عنها وحمزة وعباس وأولادهٗ.

وسر ذلک ما كنا أشرنا إليه فى الخزانة الثالثة من أن لطيف النفس يتولد منه لطيف النفس وأن الولادة الروحانية كالولادة الجسمانية وهم أقطاب هذه الناحية و أئمتهم (الخير الكثير،ص ۸۹،الخزانة السابعة، مطبوعات المجلس العلمى نمبر ۱۳، مدینہ پریس بجنور ۱۳۵۲ھ)

ترجمہ: پہلا درجہ حکمت اور عصمت اور وجاہت کے وارث ہونے کا ہے، اوروہ اہلِ بیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام ہیں، اوراللہ کی سنت اس بات پر جاری رہی ہے کہ ہر نبی کے اہلِ بیت، اس فضلِ جلی کے وارث ہوں۔

اور یہ لوگ دوصنفوں کے ہیں، ایک صنف کووراثت ان چیزوں کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے، جوان کے ساتھ ہوتی ہیں، یعنی صفائے طینت، اورسینہ کی کشادگی، اور صورتِ جویہ، اوروہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اوران کی اولاد اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اورحمزہ اور عباس اوران کی اولاد ہیں۔

اوراس کا رازوہ ہے، جس کی طرف ہم نے تیسرے خزانہ میں اشارہ کیا کہ لطیفِ

نفس سے لطیفِ نفس کی ولادت ہوتی ہے، اور ولادتِ روحانیہ، ولادتِ جسمانیہ کی طرح ہے، اور وہ اس جہت سے اقطاب اور ائمہ ہیں (الخیرُ الکثیر)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے بھتیجے، اور ''تقویۃُ الایمان'' جیسی کتاب کے مصنف، حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اپنی تالیف ''عبقات'' میں فرماتے ہیں:

انه لم يترك النبى صلى الله عليه وسلم من الدنيا ما يجب اتباعه، الا كتاب الله وسنة رسول الله، وفهم أعطى الحكيم، وذلك لعصمته وكونه مفهما، فعلمه يتلوا الوحى، وأن الرب يوالى من والاه، ويعادى من عاداه، وذلك لوجاهته وكونه باسطا، لكمال حظيرة القدس، وأنه ولى كل مؤمن بعد النبى صلى الله عليه وسلم، وذلك ايضاً لما ذكر وأن الحق يدور معه حيث دار، وذلك لعصمته والتحاقه بالملأ الأعلى، فليس الحق الا ما سطع من صدره، فالحق تابع له، لا متبوع، ولذلك لم يقل أنه يدور مع الحق، وأنه لو كشف الغطاء ما ازداد يقينا، وذلك لتيقظ روحه الملكوتى، وأنه لو وسد له وسادة لقضى بين أهل التوراة بتوراتهم، وأهل الانجيل بالانجيلهم، واهل القرآن بقرآنهم، وذلك ايضا لتيقظ روحه الملكوتى

(عبقات، ص ۲۰۲، ۲۰۳، الناشر: المجلس العلمى، كراتشى، الباكستان، سنِ طباعت: 1960ء، 1380ھ)

فاضلِ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب نے شاہ اسماعیل شہید کی مندرجہ بالا عبارت کا اردو زبان میں اس طرح ترجمہ فرمایا ہے کہ:

''بلاشبہ یہی وہ لوگ ہیں، جن کے متعلق یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد دنیا میں کتاب اللہ اور اپنی سنت کے سوا کوئی ایسی چیز اگر چھوڑی ہے، جس کی تعمیل اور پیروی واجب ہو، تو وہ صرف اسی حکیم آدمی کی فہم اور اس کی وہ سوجھ بوجھ ہے، جو کتاب اللہ میں اسے عطاء کی جاتی ہے۔

جس کا راز ہی ان کی عصمت اور فہم ہونے کی نعمت ہے، جس سے وہ سرفراز ہوتے ہیں، گویا ان کے علم کا مرتبہ اس علم کے بعد ہی ہے، جو وحی کی راہ سے عطاء کیا جاتا ہے، پس خدا ان لوگوں کو جو اس مردِ حکیم کو دوست رکھتے ہوں، اپنا دوست بنائے، اور اس سے دشمنی رکھنے والوں کو اپنا دشمن قرار دے، تو اس کی وجاہت کا، اور اس

خدمت کا کہ نظیرۃ القدس کے کمال کی اشاعت اس سے ہوتی ہے، یہی ثمرہ ہونا چاہیے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مومن کا یہی حکیم ولی ہو جائے، تو یہی ہونا بھی چاہیے، کیونکہ جب حق اسی حکیم کے ساتھ گھومتا رہتا ہے، جیسا کہ یہی روایتوں میں اس کے متعلق آیا ہے، نیز اپنی صفتِ عصمت کی وجہ سے بھی، اور ملاءِ اعلیٰ کے طبقہ میں شامل ہو جانے کی وجہ سے بھی، وہ اس منصب کا جائز استحقاق رکھتا ہے۔

پس حق نام ہی اس چیز کا ہے، جو اس شخص کے سینے میں چمک اٹھے، جس کا مطلب یہی ہے کہ حق کا وہ تابع نہیں ہوتا، بلکہ حق ہی اس کا تابع ہوتا ہے، خود حدیث میں بھی دیکھو یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ''وہ حق کے ساتھ گھومتا ہے'' (بلکہ فرمایا گیا ہے کہ حق ہی اس کے ساتھ گھومتا ہے)

پھر اس طرح اس ملکوتی روح کی بیداری کا اگر یہ اثر ہو کہ پردہ اگر اٹھا بھی دیا جائے، جب بھی اس کے یقین میں اضافہ نہ ہو، اور اسی روح ملکوتی کی بیداری کا یہ نتیجہ بھی ہو کہ گدے پر اسے بٹھا کر اگر فرمائش کی جائے، تو تورات والوں کے درمیان تورات کے مطابق، اور انجیل والوں کے درمیان انجیل کے مطابق، اور قرآن والوں کے درمیان قرآن کے مطابق فیصلہ کرے، تو وہ ان ساری باتوں کا مستحق ہے'' (عبقات، ص۳۹۱، و۳۹۲، مترجم، مولانا مناظر احسن گیلانی، مطبوعہ: اللجنۃ العلمیۃ، حیدر آباد ۲۴، انڈیا)

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ، اسی مندرجہ بالا تالیف میں مزید فرماتے ہیں:

العصمة عصمتان، عصمة مطلقة، وهي ما تكون في جميع الأفعال والأقوال والعلوم، وعصمة مقيدة وهي ما تكون في افعال واقوال وعلوم خاصة اى المتعلقة بمنصب أريد قيام هذا الشخص به .

وايضا لها تقسيم آخر ،وهي أنها ظاهرة ان ثبتت بالشرع ضرورة وخفية، ان لم تكن كذلك .

ولها تقسيم آخر وهي انها دائمة ان كانت ثابتة للشخص من اول الولادة

**الی موته، وحادثة ان ثبتت بعد ظهور آثار الروح الملكوتی، ولو ادنی ظهور كـالدخول فی الإسلام ، أو الأخذ فی المجاهدة أو الفوز بالولاية الصغری ، أو غيـر ذلک ، فـالعصمه المطلقة الظاهرة الدائمة للانبياء وغيرها لغيرهم**
(عبقات، ص ۲۰۳، ۲۰۴، الناشر: المجلس العلمی، كراتشی، الباكستان، سنِ طباعت: 1960ء، 1380ھ)

فاضلِ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب نے حضرت شاہ اسماعیل شہید کی مندرجہ بالا عبارت کا اردو زبان میں اس طرح ترجمہ فرمایا ہے کہ:

''عصمت کی دو قسمیں ہیں، ایک عصمتِ مطلقہ، جس کا مطلب یہ ہے کہ (زندگی کے سارے شعبوں) اقوال واعمال وافعال وعلوم میں عصمت کو ثابت کیا جائے، اور دوسری قسم اسی کی عصمتِ مقیدہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ خاص خاص قسم کے افعال واعمال واقوال وعلوم میں عصمت کو ثابت کیا جائے، بالفاظِ دیگر یوں کہا جائے کہ جس منصب کے فرائض اس شخص کے سپرد ہوئے ہیں، اس منصب سے جن امور کا تعلق ہے، ان میں وہ معصوم ہوتا ہے، یعنی غلطی ان خاص امور میں اس سے صادر نہیں ہوسکتی۔

عصمت ہی کی تقسیم کی ایک شکل یہ بھی ہے، یعنی ایسی عصمت جس کا ثبوت بداہۃً شریعت میں مل رہا ہو۔ اس کو عصمتِ ظاہرہ کہہ سکتے ہیں، اور جس کا ثبوت مذکورہ بالا نوعیت کے ساتھ مہیا نہ ہو، اس کا ''عصمتِ خفیہ'' نام رکھا جاسکتا ہے۔

تقسیم کی ایک صورت یہ بھی ہے، یعنی جس شخص کے لئے عصمت کی صفت ثابت کی جائے، وہ پیدائش سے موت تک معصوم ہو، اس کا نام ''عصمتِ دائمہ'' یا ''دوامی عصمت'' ہے۔

اسی کے مقابلہ میں عصمت ہی کی ایک قسم یہ بھی ہوسکتی ہے کہ زندگی کے کسی خاص انقلاب کے بعد عصمت کی صفت اس کے لئے ثابت ہو، مثلاً ''روح ملکوتی'' کے آثار کا ظہور جب ہونے لگے، خواہ کسی درجہ کا ظہور ہو، تو اس کے بعد (اس شخص

میں جس میں روحِ ملکوتی کا ظہور ہوا ہو) عصمت کی صفت پائی جانے لگے، اس کا نام ''عصمتِ حادثہ'' رکھا جا سکتا ہے۔

باقی میں نے جو یہ کہا کہ روحِ ملکوتی کا ظہور کسی درجہ میں بھی ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اسلام میں داخل ہونے کے بعد، یا مجاہدہ کے آغاز کے بعد، یا ولایتِ صغریٰ سے سرفرازی کے بعد، یا اسی قسم کی کسی کیفیت کے بعد آدمی کا ایسا حال ہو جائے، جس کے بعد غلطی اور گناہ کا اس سے صدور نہ ہو۔

(بہر حال ان تقسیموں کے بعد فیصلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے) کہ عصمت جو مطلقہ ظاہرہ دائمہ ہو، یہ تو صرف پیغمبروں ہی کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے سوا، عصمت کی دوسری قسمیں پیغمبروں کے سوا دوسرے انسانوں میں بھی پائی جا سکتی ہیں''

(عبقات ص ۲۹۴، و ۲۹۵، مترجم، مولانا مناظر احسن گیلانی، مطبوعہ: اللجنۃ العلمیۃ، حیدر آباد ۲۴، انڈیا)

اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اپنی دوسری تالیف ''منصبِ امامت'' میں فرماتے ہیں:

ومعنیٰ عصمت آن ست کہ آنچہ بایشاں تعلق می دارد اقوال وافعال وعبادات وعادات ومعاملات ومقامات واخلاق واحوال آں ہمہ را حق جل وعلیٰ از مداخلتِ نفس وشیطان وخطاء ونسیان بقدرتِ کاملہ خود محفوظ می دارد وملائکہ حافظین را بر ایشاں می گمارد تا غبار بشریت دامنِ پاک ایشاں را نہ آلاید ونفسِ بہیمی بہ بعضے مکوناتِ خود امر نہ فرماید اگر احیاناً چیزے کہ خارج از قانونِ رضا مندی حضرتِ حق باشد از ایشاں بطریقِ شذوذ وندرت صادر می گردد فی الفور حافظِ حقیقی ایشاں را باآں آگاہ می فرماید وعصمتِ غیبیہ طوعاً وکرہاً ایشاں را کشاں کشاں براہِ راست می آورد، وایں ولایتِ مذکورہ کہ رنگین باشد برنگِ عبودیت وعصمتِ آں را ولایۃُ النبوۃ می گویند (منصبِ امامت، ص ۱۴، ناشران: آئینہ ادب، انارکلی، لاہور)

ترجمہ: اور عصمت کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے اقوال وافعال، وعبادات وعادات، معاملات ومقامات اور اخلاق واحوال ہیں، حق تعالیٰ ان کو مداخلتِ نفس وشیطان

اور خطا ونسیان سے اپنی قدرتِ کاملہ سے محفوظ رکھتا ہے، اور محافظ ملائکہ کو ان پر متعین کر دیتا ہے، تاکہ بشریت کا غبار، اُن کے پاک دامن کو آلودہ نہ کر دے، اور نفسِ بہیمہ اپنے بعض امور اُن پر مسلط نہ کر دے، اور اگر قانونِ رضائے الٰہی کے خلاف، اُن سے شاذ ونادر کوئی امر واقع ہو بھی جائے، تو فی الفور، حافظِ حقیقی اس سے انہیں آگاہ کر دیتا ہے، اور جس طرح بھی ہو سکے، غیبی عصمت، ان کو راہِ راست کی طرف کھینچ لاتی ہے۔

مذکورہ بالا درجاتِ ولایت، جو عبودیت اور عصمت کے رنگ سے رنگین ہیں، اس کو ''ولایتِ نبوت'' کہتے ہیں (منصبِ امامت ص ۱۷و۱۸، بابِ اول، فصلِ اول، حقیقتِ ولایت، مترجم: حکیم محمد حسین علوی، مطبوعہ: حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور، اشاعتِ چہارم ۲۰۰۸ء)

نیز حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ ''منصبِ امامت'' میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''واز اعظمِ مقاماتِ ولایت ''عصمت'' است، باید دانست کہ حقیقتِ عصمت ''حفاظتِ غیبی است کہ جمیع اقوال وافعال واخلاق واحوال واعتقادات ومقامات، معصوم را بر راہِ حق کشاں کشاں می برد واز انحراف از حق مانع می شود'' ہمیں حفاظت کہ بانبیاء اللہ متعلق می باشد آں را ''عصمت'' می نامند، واگر بکاملے دیگر متعلق می باشد آں را ''حفظ'' می گویند، پس ''عصمت'' و ''حفظ'' فی الحقیقت یک چیز است اما بناء بر تادب، لفظِ ''عصمت'' را بر ''حفظ'' کہ متعلق باولیاء اللہ است، اطلاق نمی نمایند، بالجملہ مقصود ازیں مقام آنست کہ ایں حفاظتِ غیبی، چنانکہ بانبیاء اللہ متعلق است، ہم چنیں بہ بعضے اکابر از اتباعِ ایشاں ہم متعلق باشد'' (منصبِ امامت، ص ۴۳و۴۴، ناشران: آئینہ ادب، انارکلی، لاہور)

ترجمہ: مقاماتِ ولایت میں سے ایک مقامِ عظیم ''عصمت'' ہے، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ''عصمت'' کی حقیقت، حفاظتِ غیبی ہے، جو معصوم کے تمام اقوال، افعال، اخلاق، احوال، اعتقادات، اور مقامات کو راہِ حق کی طرف کھینچ کر لے

جاتی ہے، اور حق سے روگردانی کرنے سے مانع ہوتی ہے، یہی حفاظت جب انبیاء سے متعلق ہو، تو اسے عصمت کہتے ہیں، اور اگر کسی دوسرے ''کامل'' سے متعلق ہو، تو اسے ''حفظ'' کہتے ہیں، پس ''عصمت'' اور ''حفظ'' حقیقت میں ایک ہی چیز ہے، لیکن ادب کے لحاظ سے ''عصمت'' کا اطلاق ''اولیاء اللہ'' پر نہیں کرتے۔

حاصل یہ کہ اس مقام میں مقصود یہ ہے کہ یہ حفاظتِ غیبی، جیسا کہ انبیائے کرام کے متعلق ہے، ایسا ہی ان کے بعض اکابر متبعین کے متعلق ہوتی ہے (منصبِ امامت ص ۶۶، بابِ اول، فصل دوم، صورتِ اول، عصمتِ اولیاء، مترجم، حکیم محمد حسین علوی، مطبوعہ: حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور، اشاعتِ چہارم ۲۰۰۸ء)

اور حضرت شاہ اسماعیل شہید اپنی تیسری تالیف ''صراطِ مستقیم'' میں فرماتے ہیں:

پس در کلیاتِ شریعت وحکمِ احکامِ شریعت، اورا، شاگردِ انبیاء ہم میتوان گفت وہم استاذ انبیاء ہم، ونیز طریقِ اخذِ آن ہم شعبہ ایست از شعبِ وحی کہ آں را در عرفِ شرع ''بنفث فی الروع'' تعبیر می فرمایند، وبعضے اہلِ کمال آں را ''وحیِ باطنی'' می نامند، پس فرق درمابین این کرام وانبیائے عظام علیہم الصلاۃ والسلام باقامتِ مظان واشباحِ حکم ومبعوثیت الی الامم است (صراطِ مستقیم، فارسی، ص ۳۹ و ۴۰، بابِ اول، فصلِ اول، تمہید ثانی، ہدایتِ رابعہ، افادہ ثانی، افادہ ثانی، مطبع: ضیائی، میرٹھ، یوپی)

ترجمہ: پس کلیاتِ شریعت اور احکامِ دین میں، اس کو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں، اور ان کا ہم استاد بھی کہہ سکتے ہیں، اور نیز ان کے اخذ کا طریق بھی وحی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح میں ''نفث فی الروع'' کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں، اور بعض اہلِ کمال اس کو باطنی وحی کہتے ہیں، پس ان بزرگوں اور انبیائے عظام علیہم الصلاۃ والسلام میں فرق صرف اتنا ہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام امتوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں، اور

بزرگ، مظانِ حکم کو قائم کرتے ہیں (صراطِ مستقیم، ص۵۹، بابِ اول، فصلِ اول، دوسری تمہید، چوتھی ہدایت ''حبِ ایمانی کے بیان میں'' دوسرا افادہ، ناشر: دارالکتاب، دیوبند، یوپی)

پھر آگے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وایشاں احق الناس بخلافۃ الانبیاء می باشند گوکہ تسلطِ ظاہری نصیبہ ایشاں نشود وگوکہ جہلہ اہلِ ملت، ریاستِ ایشاں را، مسلم ندارند، وہمیں معنیٰ را باامامت ووصایت تعبیر می کنند، وعلم ایشاں را کہ بعینہ علمِ انبیاء است، لیکن بوحی ظاہری ملتقی نشدہ، بہ ''حکمت'' می نامند (صراطِ مستقیم، فارسی، ص۴۰، بابِ اول، فصلِ اول، تمہید ثانی، ہدایتِ رابعہ، افادہ دوم،: مطبوعہ: میرٹھ، یوپی)

ترجمہ: اور یہ لوگ تمام آدمیوں سے انبیاء کی خلافت کے زیادہ حقدار ہوتے ہیں، اگرچہ ظاہری تسلط ان کو نصیب نہ ہو، اور اگرچہ جہلاء ان کی ریاست کو نہ مانیں، اور اسی معنیٰ کو امامت اور وصایت کے ساتھ تعبیر کیا کرتے ہیں، اور ان کے علم کو جو بعینہ پیغمبروں کا علم ہے، لیکن ظاہری وحی سے حاصل نہیں ہوا ''حکمت'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں (صراطِ مستقیم، ص۵۹، ۶۰، بابِ اول، فصلِ اول، دوسری تمہید، چوتھی ہدایت ''حبِ ایمانی کے بیان میں'' دوسرا افادہ، ناشر: دارالکتاب، دیوبند، یوپی)

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

پس لابد اورا بہ محافظے، مثل محافظتِ انبیاء کہ مسمیٰ بہ ''عصمت'' است فائز می کنند (صراطِ مستقیم، فارسی، ص۴۱، بابِ اول، فصلِ اول، تمہید ثانی، ہدایتِ رابعہ، افادہ ثانی، مطبع: ضیائی، میرٹھ، یوپی)

ترجمہ: پس وہ (صاحبِ کمال) ضرور انبیاء کی اس محافظت، جیسی نگہبانی کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے، جس کو ''عصمت'' کہا جاتا ہے (صراطِ مستقیم، ص۶۱، بابِ اول، فصلِ اول، دوسری تمہید، چوتھی ہدایت ''حبِ ایمانی کے بیان میں'' دوسرا افادہ، ناشر: دارالکتاب، دیوبند، یوپی)

نیز حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اسی سلسلۂ کلام میں مزید فرماتے ہیں:

وایں حفظ، نصیبہ انبیاء وحکماء است وہمیں را عصمت می نامند، ندانی کہ اثباتِ وحی باطن وحکمت

ووجاہت وعصمت مرغیرانبیاء را، مخالفِ سنت وازجنس اختراعِ بدعت است، چہ بسیارے ازیں امور دراحادیثِ رسول مقبول علیہ الصلاۃ والسلام درمناقبِ صحابہ کبار منقول است (صراطِ مستقیم، فارسی، ص۴۲، بابِ اول، فصلِ اول، تمہید ثانی، ہدایتِ رابعہ، افادہ ثانی، مطبع: ضیائی، میرٹھ، یوپی)

ترجمہ: یہ حفظ انبیاء اور حکماء کا نصیب ہے، اوراسی کو ''عصمت'' کہتے ہیں۔

یہ نہ سمجھنا کہ باطنی وحی اور حکمت اور وجاہت اور عصمت کو غیر انبیاء کے واسطے ثابت کرنا، خلافِ سنت اور اختراعِ بدعت کی جنس سے ہے (یہ درست نہیں) اس واسطے کہ ان امور میں بہت سے امور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں صحابۂ کبار کے مناقب میں وارد ہوئے ہیں (صراطِ مستقیم، ص۶۲و۶۳، بابِ اول، فصلِ اول، دوسری تمہید، چوتھی ہدایت ''حبِ ایمانی کے بیان میں'' دوسرا افادہ، ناشر: دار الکتاب، دیوبند، یوپی)

اس طرح کی عبارات کئی جلیل القدر علمائے اہل السنۃ، بلکہ تصوف میں امام سمجھے جانے والے صوفیاء کے حوالہ سے موجود ہیں۔

ظاہر ہے کہ اسی نوعیت کی عصمت کے جمہور اہل السنۃ ''انبیاء'' کے لئے بھی قائل ہیں، البتہ اپنے اپنے مسلک ومشرب کے اعتبار سے تعبیرات واصطلاحات، اور بعض جزوی امور کا فرق ہوجاتا ہے، اور ہر مسلک ومشرب کے اعتبار سے وہ اصطلاحات وتعبیرات اس کے خواص وعوام میں معروف ومشہور ہوجاتی ہیں، اوران کے مقابلہ میں دوسری تعبیرات واصطلاحات اجنبی اور قابلِ وحشت محسوس ہونے لگتی ہیں، جیسا کہ بعض نے اولیاء وائمہ پر نزولِ ملائک، اور وحی وغیرہ کی تعبیر کی، جس سے دوسرے حضرات نے اس کو نبوت کے ہم معنیٰ سمجھ لیا، حالانکہ وہ حضرات تنسیخِ شریعتِ محمدی اور ابقائے نبوت کے قائل نہیں، اور وہ نصوص میں لیلۃ القدر وغیرہ میں نزولِ ملائک، اور مریم علیہا السلام، اور شہد کی مکھی وغیرہ کی طرف نزولِ وحی کی طرح کا درجہ دیتے ہیں، اس لئے کسی بھی شعبہ ومذہب کی مخصوص اصطلاح، اوراس کے

مخصوص معنیٰ کو نظر انداز کر کے، دوسری اصطلاح کی جہت کو ملحوظ رکھ کر حکم عائد کر دینا، بالخصوص تکفیر کا حکم لگا دینا، درست نہیں ہوا کرتا۔

پھر اگر غیرِ انبیاء میں ''عصمت'' کا عقیدہ ''ختمِ نبوت کے منافی، یا باعثِ تکفیر ہو، تو پھر اس حکم سے مذکورہ اکابر وصوفیاء میں محفوظ نہ رہ سکیں گے، اگرچہ ادب کے باعث ''عصمت'' کی تعبیر ''حفظ'' سے کیوں نہ کی جائے، کیونکہ مذکورہ حکم کی اصل علت ''حقیقتِ عصمت'' کا پایا جانا ہے، خواہ عنوان کوئی بھی اختیار کیا جائے۔

اور تکفیر کے باب میں اپنے بزرگوں کے حق میں تکفیر سے تاویل کرنا، اور دوسروں کی تاویل کئے بغیر تکفیر کرنا، اور اس میں بھی لازمِ مذہب کو ''مذہب'' قرار دینے کے مرجوح قول کو بنیاد بنانا، ہماری نظر میں عدل وانصاف پر مبنی، اور راجح نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابنِ تیمیہ، جیسے حضرات نے بھی صوفیاء واولیاء کی طرف سے بیان کردہ اس غیر نبی کے لئے ثبوتِ عصمت کی شدت کے ساتھ تردید کی ہے، لیکن اس عقیدہ کی وجہ سے صریح تکفیر کرنے سے اعراض کیا۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ نے ایک مقام پر فرمایا کہ:

> ''بعض روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ بارہ اماموں کی عصمت کا دعویٰ کر دیا، اور یہی دعویٰ انہوں نے انبیاء کی شان میں بھی کیا، کیونکہ انبیاء، ائمہ سے افضل ہیں۔
>
> اور امت میں یہ قول اس طریقہ پر کسی اور نے نہیں کیا، البتہ امت کی دو قسموں میں اس طرح کی بدعت کا ظہور ہوا، ایک جماعت تو صوفیوں اور عبادت گزاروں کی ہے، جن کا عقیدہ بعض مشائخ، یا اپنے گمان کے مطابق، بعض اولیاء اللہ کے بارے میں یہ ہے کہ اُن سے گناہ سرزد نہیں ہوسکتا، بعض اوقات انہوں نے بعض مشائخ کو متعین کر کے یہ عقیدہ بنالیا کہ اِن سے کوئی گناہ سرزَد نہیں ہوسکتا، اور

بعض نے یہ کہا کہ نبی معصوم ہوتا ہے، اور ولی محفوظ ہوتا ہے“۔ انتہیٰ۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک جگہ تو عصمت کے عقیدہ کے باوجود اہلِ تشیع کے امتِ محمدیہ میں داخل ہونے کی تصریح کردی ہے، چنانچہ فرمایا کہ:

”وہ شیعہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کے قائل ہیں، اور شیعہ میں سے وہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے نص اور عصمت کے قائل ہیں، باوجودیکہ وہ باطناً اور ظاہراً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتقاد رکھتے ہیں، اور ان کا گمان یہ ہے کہ جس چیز پر وہ قائم ہیں، وہی دینِ اسلام ہے، تو یہ اہلِ ضلال اور اہلِ جہل ہیں، جو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج نہیں، بلکہ وہ اُن لوگوں میں داخل ہیں، جنہوں نے دین میں تفریق پیدا کی، یعنی ”اهل الاهواء واهل البدعة واهل الفرقة“ میں داخل ہیں“۔ انتہیٰ۔ [2]

---

[1] ومن الرافضة من يزعم أن الإمام بعد على أو بعد الحسين هو ابن على محمد ابن الحنفية وهم الكيسانية ومنهم طوائف كثيرة ليس هذا موضعها إذ ليس فى نحل الأمة أكثر تفرقا واختلافا منهم فإن أول من ابتدع مقالتهم كان منافقا زنديقا لم يک مؤمنا ثم انتشرت فى أقوام لم يعرفوا أخبار المسلمين الأوائل ولم يقصدوا الزندقة.

والمقصود هنا أن هؤلاء هم أول من أظهر القول بأن فى المؤمنين من لا ذنب له كما قال هذا السائل وادعوا عصمة الأئمة الإثنى عشر حتى عن الخطأ فى الاجتهاد وعن نسيان العلم وعن عدم معرفة شىء من العلم فقالوا إنهم يعلمون كل شىء وادعوا عصمتهم من صغير الذنوب وكبيرها وغير ذلک وادعوا ذلک فى الأنبياء أيضا لأنهم أفضل من الأئمة.

ولم يقل هذا فى الأمة غيرهم على هذا الوجه لكن ظهر فى صنفين من الأمة بعض بدعتهم طائفة من النساک والعباد يزعمون فى بعض المشايخ أو فيمن يقولون إنه ولى الله أنه لا يذنب ربما عينوا بعض المشايخ وزعموا أنه لم يكن لأحدهم ذنب وربما قال بعضهم النبى معصوم والولى محفوظ(جامع الرسائل،لابنِ تيمية، ج ۱،ص ۲۶۳،و۲۶۴،رسالة فى التوبة، فصل التوبة من الحسنات لا تجوز عند أحد من المسلمين،غلو الشيعة فى دعوى العصمة،وغلو الصوفية)

[2] وكذلک الشيعة المفضلين لعلى ومن كان منهم يقول بالنص والعصمة مع اعتقاده نبوة محمد صلى الله عليه وسلم باطنا وظاهرا وظنه أن ما هو عليه هو دين الإسلام فهؤلاء أهل ضلال وجهل ليسوا خارجين عن أمة محمد صلى الله عليه وسلم بل هم من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا (مجموع الفتاوىٰ، ج۷ ا ص۴۴۸،كتاب التفسير، فصل فى بيان ان الله ورسول قد بينا اصول التوحيد والإيمان بيانا شافيا)

اس سلسلہ میں علامہ ابنِ تیمیہ کے مزید حوالہ جات آگے الگ باب میں آتے ہیں۔

ہم بھی عصمتِ اولیاء کے عقیدہ سے اختلاف رکھنے کے باوجود، اس عقیدہ کو اختیار کرنے والے صوفیاء کی تکفیر نہیں کرتے، اور اس عقیدہ کی وجہ سے شیعہ اثنا عشریہ کی بھی تکفیر نہیں کرتے۔

اور بعض سلفی کہلائے جانے والے اصحابِ علم ’’عبد القاسم قشیری‘‘ اور ’’عبدالوہاب شعرانی‘‘ وغیرہ صوفیاء کی طرف ’’عصمتِ اولیاء‘‘ کے عقیدہ کی نسبت کر کے اس کو بعینہ روافض وامامیہ کے عقیدہ کے مشابہ قرار دیتے ہیں، اور اس عقیدہ کی بناء پر ان صوفیاء کی تضلیل، بلکہ تکفیر کے بھی درپے ہیں، جس کے نتیجہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ اسماعیل شہید، اور دوسرے بہت سے صوفیاء پر بھی یہی حکم عائد ہوتا ہے۔

چنانچہ اہلِ حدیث سلسلہ کے عالم علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب رحمہ اللہ، اپنی تالیف ’’التصوف -المنشاء والمصادر‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

وهذا الأمر أى عدم وجود الاعتدال فى التصوف ينطبق على التشيع ,وهذا هو القدر الآخر المشترک بينهما لأننا فى بحثنا الطويل فى التشيع لم نجد طائفة يمكن أن توصف بالاعتدال (التصوف ـــ المنشاء والمصادر، ص ١٠١، الناشر: ادارة ترجمان السنة ،لاهور ، باكستان،الطبعة الاولىٰ ١٤٠٦هـ)

ترجمہ: اور یہ امر، یعنی تصوف میں عدمِ اعتدال کا وجود تشیع پر منطبق ہوتا ہے، اور یہی قدرِ آخر مشترک ہے، ان دونوں (یعنی شیعہ اور صوفیاء) کے مابین (التصوف)

مذکورہ تالیف میں علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب نے صوفیاء کی طرف ’’نزولِ وحی‘‘ اور ’’اتیانِ ملائک‘‘ اور ’’نبی، ولی کے درمیان مساوات‘‘ اور ’’ولی کی نبی پر تفضیل‘‘ اور ’’ولایت ووصایت‘‘ اور ’’رجعت‘‘ اور ’’تقیہ‘‘ کے علاوہ ’’عصمت‘‘ سے متعلق ابنِ عربی اور ابوالحسن شاذلی اور ابوعبدالرحمٰن سلمی اور ابوبکر واسطی اور سہروردی وغیرہ کے حوالہ جات، اہلِ تشیع کی مشابہت میں ذکر کر کے ان کی تردید کی ہے۔ [1]

---

[1] فاستعمل الشيخ الأكبر للصوفية العصمة للأنبياء والأولياء ,وسوّى بينهما ,ولم ير الفرق فى كونهما مصطفين مختارين من قبل الله عز وجل ,ومزلتهما ومكانتهما لا تدركان بالعقل , ومنصبهما لا يكتسب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور محمد احمد لوح نے اپنی تالیف ’’تقدیس الاشخاص فی الفکر الصوفی ‘‘میں ’’مسالک الصوفیة فی تقریر عصمة الاولیاء ‘‘ کے عنوان سے ’’صوفیہ کے عصمتِ اولیاء‘‘ کے تصور کے مسئلہ پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: تقدیس الاشخاص فی الفکر الصوفی، ج ۱ ص ۲۲۰،مطبوعة:دار ابن قیم دمام، الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۲ھ)

بعض دیگر سلفی حضرات نے بھی صوفیائے اہل السنۃ کے بیان واختیار کردہ ’’عصمتِ اولیاء‘‘ وغیرہ کے نظریہ وفکر کی پرزور تردید کی ہے۔

جبکہ اہلِ دیوبند مشائخ واکابر اس فکر وعقیدہ کی بناء پر، علمائے مسلمین، وصوفیاء کی تکفیر، بلکہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال فی مقام آخر:

(إن من شرط الإمام الباطن (یعنی الولی) أن یکون معصوما ,ولیس الظاهر إن کان غیره مقام العصمة.

وبمثل ذلک قال أبو الحسن الشاذلی :

( إن من خواص القطب إمداد الله له بالرحمة والعصمة والخلافة والنیابة )

وروی صوفی قدیم أبو عبد الرحمن السلمی فی ( طبقات الصوفیة) عن أبی بکر محمد الدینوری أنه سئل عن علامة الصوفی ما هی ؟

فقال : ( أن یکون مشغولا بکل ما هو أولی به من غیره , ویکون معصوما عن المذمومات )

ونقل الدکتور عبد الحلیم محمود عن صوفی متقدم أبی بکر الواسطی المتوفی 320ھ أنه قسّم المتصوفة علی ثلاثة أقسام , فقال :( الناس علی ثلاث طبقات , الطبقة الأولی : منّ الله علیهم بأنوار الهدایة , فهم معصومون من الکفر والشرک والنفاق .

والطبقة الثانیة : منّ الله علیهم بأنوار العنایة فهم معصومون من الصغائر والکبائر .

والطبقة الثالثة : منّ الله علیهم بالکفایة فهم معصومون عن الخواطر الفاسدة وحرکات أهل الفضیلة)

ویزیل السهروردی عبد القاهر فی عوارفه بعض الحجاب عن ذلک السرّ الذی طالما أخفاه علی تشیّعهم , ومصدر تصوفهم , ومنبع أفکارهم , فیقول :( الشیخ للمریدین أمین الإلهام , کما أن جبریل أمین الوحی , فکما لا یخون جبریل فی الوحی , لا یخون الشیخ فی الإلهام , وکما أن رسول الله صلی الله علیه وسلم لا ینطق عن الهوی فالشیخ مقتد برسول الله صلی الله علیه وسلم ظاهرا وباطنا , لا یتکلم بهوی النفس )(التصوف ــ المنشاء والمصادر لاحسان الٰهی ظهیر، ص ۲۰۴و۲۰۵ ’’العصمة‘‘الناشر: ادارة ترجمان السنة ،لاهور ، باکستان،الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

تضلیل کے بھی قائل نہیں۔

اکثر سلفی واہلِ ظاہر حضرات کفر کے باب میں ''تاویل'' کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے، اور وہ بہت سے ایسے اقوال وافعال پر ''کفرِ صریح، وکفرِ اکبر'' کا حکم لگا دیتے ہیں، جن میں دیگر فقہاء، تاویل کے قائل ہیں، حنفیہ کا موقف بھی ممکنہ حد تک تاویل کا ہے، اور ہم تکفیر کے باب میں اسی تاویل کے موقف کو راجح سمجھتے ہیں، جیسا کہ شروع میں باحوالہ گزرا۔

مشائخِ دیوبند، اور علامہ ابنِ تیمیہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری تالیف ''محمد بن عبد الوہاب نجدی کے عقائد وافکار'' کے آخر میں، اور اپنی تالیف ''تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم'' میں بیان کردی ہے، اور علامہ ابنِ تیمیہ کے حوالہ سے یہ بات بھی تفصیل کے ساتھ نقل کردی ہے کہ ''مسائلِ عملیہ وفقہیہ'' کے ساتھ ساتھ ''مسائلِ علمیہ واعتقادیہ'' میں بھی اجتہادی خطاء کا حکم جاری ہوا کرتا ہے، جس میں ہر خطاء باعثِ تضلیل، وتکفیر نہیں ہوا کرتی۔

اور آگے علامہ یوسف قرضاوی صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے بھی ''شیعہ کی عدمِ تکفیر'' کے بارے میں یہی توجیہ آتی ہے، جبکہ پیچھے سید مصطفیٰ عبدالمتعال کی یہ تصریح گذر چکی ہے کہ:

**وهـذا كـلـه حـكمه جار على حكم الابتداع فى مسألة الإمامة، التى لا تبلغ الـمخالفة فيها حد إنكار أصل يُكَفَّرُ مُنكِرُه .ومن قال إن الإمامية فى قولهم بوجوب الإمامة مخالفون لما هو معلوم من الدين بالضرورة، وخارجون عن الـملة؛ فقد بلغ به الشطط مبلغا عظيما** (مـقدمات النظر ودقيق الكلام، ص ۳۶۴، الاستدلال فى اصول الدين ، انواعه وصوره، الدلائل السمعية، القرآن الكريم "دراسات فـى التشيـع الإمـامـى فـى ضـوء دعـوى التـقريب بين الفرق والمذاهب الإسلامية: ۲" الناشر: المكتبة القدوسية، لاهور، الباكستان، الطبعة الأولىٰ: ۱۴۲۸ هـ ، 2007م)

ترجمہ: اہل السنۃ کے نزدیک، اس سب کا حکم، امامت کے مسئلہ میں ''ابتداع'' کے حکم پر مرتب ہوتا ہے، جس میں مخالفت کرنا، کسی ایسی اصل کے انکار کی حد میں داخل نہیں کہ جس کے منکر کی تکفیر کی جائے۔

اور جو کوئی یہ قول کرتا ہے کہ امامیہ کی طرف سے امامت کے وجوب کے قول میں

دین کے ضروری طور پر معلوم حکم کی مخالفت پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ملتِ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں، تو یہ قول کرنے والا ظلم میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا شمار ہوگا (مقدمات النظر)

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا:

**علماء المسلمين المتكلمين في الدنيا باجتهادهم لا يجوز تكفير أحدهم بمجرد خطأ أخطأه في كلامه، وهذا كلام حسن تجب موافقته عليه؛ فإن تسليط الجهال على تكفير علماء المسلمين من أعظم المنكرات** (مجموع الفتاوى، ج۳۵، ص۱۰۰، كتاب قتال أهل البغي إلى نهاية الإقرار، باب حكم المرتد)

ترجمہ: علمائے مسلمین متکلمین (جو عقائد کے باب میں کلام کرتے ہیں، ان) کے اجتہاد کی وجہ سے دنیا میں تکفیر کرنا جائز نہیں، کسی کی بھی اس کے کلام میں خطاء کی وجہ سے، اور یہ بہت عمدہ کلام ہے، جس کی موافقت واجب ہے، کیونکہ جاہلوں کا علمائے مسلمین کی تکفیر پر مسلط ہونا، عظیم منکرات کے قبیل سے ہے (مجموع الفتاویٰ)

پھر اس کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا:

**وهذا القائل إنما ذكر لدفع التكفير عن مثل الغزالي وأمثاله من علماء المسلمين، ومن المعلوم أن المنع من تكفير علماء المسلمين الذين تكلموا في هذا الباب؛ بل دفع التكفير عن علماء المسلمين وإن أخطئوا هو من أحق الأغراض الشرعية؛ حتى لو فرض أن دفع التكفير عن القائل يعتقد أنه ليس بكافر حماية له، ونصرا لأخيه المسلم: لكان هذا غرضا شرعيا حسنا** (مجموع الفتاوى، ج۳۵، ص۱۰۳، كتاب قتال أهل البغي إلى نهاية الإقرار، باب حكم المرتد)

ترجمہ: اور اس قائل نے بس یہ بات مثلاً امام غزالی، اور ان جیسے دوسرے علمائے مسلمین سے تکفیر کا حکم دفع کرنے کے لئے کہی ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ علمائے مسلمین، جنہوں نے اس باب میں کلام کیا، ان کی تکفیر سے منع کرنا، بلکہ علمائے مسلمین سے تکفیر کو دفع، اور، رد کرنا، اگرچہ وہ خطاء کار کیوں نہ ہوں، یہ شرعی مقاصد واغراض میں زیادہ حق کا مستحق ہے، یہاں تک کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ قائل سے تکفیر کو دفع کرنے والا، جو اس کے کافر نہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے،

اس کا مقصود اس کی حمایت اور اپنے مسلم بھائی کی نصرت ہے، تو یہ غرض، شرعی، اور عمدہ شمار ہوگی (مجموع الفتاویٰ)

پھر علامہ ابنِ تیمیہ نے اس کے بعد آگے یہاں تک بھی فرما دیا کہ:

**ما نقله عن الغزالی قد قال مثله من علماء المسلمین من لا یحصی عددهم إلا الله تعالی؛ وفیهم من هو أجل من الغزالی؛ وفیهم من هو دونه. ومن کفر هؤلاء استحق العقوبة باتفاق المسلمین** (مجموع الفتاوی، ج۳۵، ص۱۰۴، کتاب قتال أهل البغی إلی نهایة الإقرار، باب حکم المرتد)

ترجمہ: جو بات امام غزالی کے حوالہ سے اس شخص نے نقل کی ہے، اسی جیسی بات علمائے مسلمین کے اتنے بڑے طبقہ نے کہی ہے، جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی شمار کرسکتا ہے، اور ان میں امام غزالی سے زیادہ جلیل القدر حضرات بھی ہیں، اور ان سے کم درجہ کے بھی ہیں، اور جو شخص ان حضرات کی تکفیر کرے گا، تو وہ مسلمانوں کی اتفاقِ رائے کے مطابق سزا کا مستحق ہوگا (مجموع الفتاویٰ)

اس قسم کی اور بھی تصریحات موجود ہیں، جو ''کفرِ تاویلی'' کو ''کفرِ التزامی'' سے جدا قرار دیتی ہیں۔

اور بعض حضرات کی طرف سے ''ائمہ'' کو ''**مفترضُ الطاعة** '' قرار دینے کی وجہ سے اثنا عشریہ کی تکفیر کرنا راجح نہیں، کیونکہ اثنا عشریہ کا دعویٰ یہ ہے کہ امام، دراصل رسول کی طرف سے منصوص و متعین ہوتا ہے، اور اس کی اطاعت، رسول کی اطاعت کے ضمن میں اسی طرح شامل ہوتی ہے، جس طرح قرآن وسنت میں ''اولی الامر، وامیر'' کی اطاعت کا حکم آیا ہے۔ [1]

---

[1] عن ابن عباس رضی الله عنهما: ''أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم'' قال: نزلت فی عبد الله بن حذافة بن قیس بن عدی إذ بعثه النبی صلی الله علیه وسلم فی سریة (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۵۸۴)

حدثنا موسی بن عبد الرحمن الکوفی قال: حدثنا زید بن الحباب قال: أخبرنا معاویة بن صالح قال: حدثنی سلیم بن عامر، قال: سمعت أبا أمامة، یقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخطب فی حجة الوداع فقال: اتقوا الله ربکم، وصلوا خمسکم، وصوموا شهرکم، وأدوا زکاة أموالکم، وأطیعوا ذا أمرکم تدخلوا جنة ربکم (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۶۱۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اہلُ السنۃ والجماعۃ بھی اللہ اور اس کے رسول کے ماتحت رہتے ہوئے ''اولی الامر'' اور امیر کو ''مفترضُ الطاعۃ'' کہتے ہیں، اگرچہ دوسری جہت سے فرق کے قائل ہوں۔

چنانچہ علامہ طیبی ''مشکاۃُ المصابیح'' کی شرح میں، امیر کی اطاعت کے حکم والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إيذاناً بأنه مفترض الطاعة لتلك الفوائد المذكورة :فيه حث على السمع والطاعة في جميع الأحوال، وسببها اجتماع كلمة المسلمين؛ فإن الخلاف سبب لفساد أحوالهم في دينهم ودنياهم (شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، ج۸، ص۲۵۵۸، كتاب الإمارة والقضاء)

ترجمہ: اس بات سے آگاہ کرنے کے لئے (امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اور امیر کی اطاعت کو نبی کی اطاعت فرمایا گیا ہے) کہ وہ (امیر) ان مذکورہ فوائد کی وجہ سے ''مفترضُ الطاعۃ'' ہے، جس میں جملہ احوال میں سمع وطاعۃ پر ابھارا گیا ہے، اور اس کا سبب ''اجتماعِ کلمۃ المسلمین'' ہے، کیونکہ اختلاف ،لوگوں کے دینی اور دنیاوی احوال میں فساد کا سبب ہے (شرح الطیبی)

البتہ اہل السنۃ کا اہل تشیع سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور مابعد کے ائمہ کے لئے مخصوص امامت ومعصومیت کے تصور کے ثبوت میں اختلاف ہے، اہلِ تشیع اپنے دلائل کے مطابق اس کو ثابت مانتے ہیں، اور اہلُ السنۃ اپنے دلائل کی رُو سے ثابت نہیں مانتے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ''التفهيمات'' میں فرماتے ہیں:

واعلم ان هؤلاء وان كانوا مبرئين مطهرين حقا فلم يكلف الناس بهم ، وليسوا مفروضى الطاعة،وليس كون الرجل محقا فى كل علم لازما،كونه مفروض الطاعة كماذكره الشيعة،لجواز ان لا يبرح الخفاء ،ولا يلزم

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا عفان، حدثنا وهيب، حدثنا موسى بن عقبة، عن عبد الرحمن الأعرج، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال " :من أطاعني فقد أطاع الله، ومن أطاع الأمير فقد أطاعني (مسند احمد،رقم الحديث ۸۵۰۵)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

الحجة علی الناس (التفهيمات الالٰهية، ج ا ص ۲۳،عدد التفهيمات ۱۰، بيان الفرق بين الانبياء والاولياء عليهم السلام فی احكام الظاهرة، مطبوعة:مدينة برقی پريس، بجنور، يوپی، تاريخ طبع:1936ء ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ:اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ اگر چہ یہ (اولیاء) حضرات مبرئ اور مطہر اور حق پر ہوتے ہیں،لیکن وہ مفروض الطاعۃ نہیں ہوتے،اور کسی آدمی کے ہر علم میں حق پر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ''مفروض الطاعة ''ہو،جیسا کہ شیعہ نے ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ اس پر امرِ مخفی واضح نہ ہوا ہو،اور وہ لوگوں پر حجت کو لازم نہ کر سکے (التفہیمات)

امامیہ اثناعشریہ نے ''امام معصوم مفترضُ الطاعة'' ہونے کے جو دلائل ذکر کئے ہیں،ان میں سے بعض احادیث بھی ہیں،لیکن اہل السنۃ ان احادیث کی مخصوص دلالت سے اختلاف کرتے ہیں۔

پس اہلُ السنۃ کا ''امامت کے مخصوص تصور'' میں تو اہلِ تشیع سے اختلاف ہے،اور یہ اختلاف دونوں فریقین کو مسلم ہے،لیکن ''امامِ مخصوص'' کے نائبِ رسول کی حیثیت سے ''مفترضُ الطاعة'' سمجھنے کو باعثِ تکفیر قرار دینا، درست نہیں۔ [1]

---

[1] اعلم أن هذا الحديث أقوى ما تمسكت به الشيعة فی ادعائهم النص التفصيلی المصرح بخلافة علی -رضی الله عنه-، فإنهم قالوا :المولى بمعنى :الأولى بالولاية، بدليل قوله :(ألست أولى بكم) لا الناصر والمحبوب، وإلا لما احتاج إلى جمعهم لذلک مع الدعاء له لأن ذلک يعرفه كل أحد، قالوا :ولا يكون هذا الدعاء إلا لإمام معصوم مفترض الطاعة، فلعلی عليهم من الولاء ما له -صلى الله عليه وسلم -عليهم منه، فهذا نص صريح على خلافته.

وهذا حديث صحيح لا مرية فيه، وقد أخرجه جماعة كالترمذی والنسائی وأحمد، وطرقه كثيرة جدا، رواه ستة عشر صحابيا، وفی رواية لأحمد :أنه سمعه من النبی -صلى الله عليه وسلم -ثلاثون صحابيا، وشهدوا به لعلی -صلى الله عليه وسلم -لما نوزع أيام خلافته، وكثير من أسانيده صحاح وحسان، ولا التفات لمن قدح فی صحته، ولا إلى قول بعضهم :إن زيادة :(اللهم وال من والاه)، إلى آخره موضوع، فقد ورد ذلک من طرق صحح الذهبی كثيرا منها، كذا قال الشيخ ابن حجر فی (الصواعق المحرقة).

وقال أيضا :ولكن نقول إلزاما للشيعة :إنهم اتفقوا على اعتبار التواتر فيما يستدل به على الإمامة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کوئی ائمہ کو اس طرح معصوم سمجھے کہ ان کو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمیت جملہ انبیاء ومرسلین سے افضل قرار دے، تو ایسے شخص کے عدمِ تکفیر کی تاویل مشکل ہوگی، جیسا کہ ''اثنا عشریہ'' کے بجائے، یہ عقیدہ بعض ''غالیہ'' کا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو منتف فيه للخلاف في صحته، وإن كان مردودا، بل الطاعنون في صحته جماعة من أئمة الحديث وعدوله المرجوع إليهم فيه، كأبي داود السجستاني وأبي حاتم الرازي وغيرهم، ولم يروه بعض المتقنين الحافظين الذين طافوا البلاد وساروا الأمصار في طلب الحديث كالإمام البخاري ومسلم والواقدي وغيرهم من أكابر أهل الحديث، وهذا وإن لم يخل بصحته لكن دعوى التواتر في مثله أعجب من كل عجب، وقد اشترطوا التواتر في أحاديث الإمامة.

هذا وقد رد عليهم أهل السنة والجماعة، وكلامهم في ذلك طويل مذكور في (الصواعق المحرقة) للشيخ ابن حجر المكي(لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، ج٩، ص ٦٦٥، ٦٦٦، كتاب المناقب، باب مناقب علي، الفصل الثالث)

[1] (وكذلك نقطع بتكفير غلاة الرافضة في قولهم إن الأئمة) المعصومين (أفضل من الأنبياء) والمرسلين هذا كفر صريح(شرح الشفا، ج٢، ص ٥٢٢، القسم الرابع، الباب الثالث، فصل في بيان ما هو من المقالات كفر وما يتوقف أو يختلف فيه وما ليس بكفر)

وأما تفضيل علي كرم الله تعالى وجهه على الأنبياء عليهم السلام غير نبينا وإخوانه من أولي العزم من المرسلين صلى الله تعالى وسلم عليه وعليهم أجمعين، فهو مما اتفقوا عليه فيما أعلم، كما اتفقوا على انه كرم الله وجهه ليس بأفضل من نبينا عليه الصلاة والسلام.

نعم توقف بعضهم كابن المطهر الحلي وغيره في تفضيله على من عداه من أولي العزم، وذهب بعض آخر إلى مساواته لهم عليهم السلام، وكذا تفضيله كرم الله تعالى وجهه على الملائكة عليهم السلام متفق عليه فيما بينهم فيما أعلم، ولهم في ذلك أيضا هذيانات كثيرة.

لكن قصارى ( ذلك ) كل ما قالوه جحد تفضيل الأنبياء عليهم السلام على من سواهم، وانه لا يبلغ ولي درجة نبي، وجحد تفضيل الملائكة عليهم السلام على من عدا الأنبياء من البشر، وانه لا يبلغ مؤمن تقي غير نبي درجتهم في الفضل، وليس ما جحدوه مما علم من الدين بالضرورة بل لم يقم عليه قاطع.

وقد قال العلامة الثاني السعد التفتازاني : حكى عن بعض الكرامية إن الولي قد يبلغ درجة النبي بل أعلى ، انتهى.

وحيث لم يجمع على تكفير الكرامية علم أن المسألة خلافية، وأن لا قاطع فيها، وقال اللّقاني في شرحه الأوسط ( لجوهرة التوحيد )، قال أبو المظفر السمعاني :اتفقوا على إن العصاة والسوقة من المؤمنين دون الأنبياء والملائكة عليهم السلام، وأمّا المطيعون الصالحون، فاختلفوا في المفاضلة بينهم وبين الملائكة عليهم السلام على قولين، انتهى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہی وجہ ہے کہ امامیہ اثناعشریہ کے عصمتِ ائمہ کے اس مخصوص عقیدہ سے جمہور مجتہدین ومحققین، اورسلفِ صالحین وخلف محققین سب اچھی طرح واقف تھے، جنہوں نے اس سلسلہ میں امامیہ اثناعشریہ کے اس عقیدہ کا بار بار ذکر کیا، اس سے اختلاف کا اظہار کیا، طرفین کے دلائل کا ذکر کیا، ان پر مفصل ومدلل محاکمہ تک بھی فرمایا، اور اس موضوع پر مستقل کتب ورسائل تالیف وتصنیف فرمائے، لیکن اس عقیدہ کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں کی، اور نہ ہی اس عقیدہ کو ''ختمِ نبوت'' کے اس طرح منافی قرار دیا، جو باعثِ تکفیر اور التزامِ کفر کا باعث ہو۔

تاہم بعض حضراتِ متاخرین نے شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک عبارت سے امامت کے مذکورہ تصور کو نبوت کے منافی سمجھ کر تکفیر کا باعث قرار دے دیا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک مقام پر تحریر فرمایا:

در لفظ امام تامل کردم معلوم شد کہ امام باصطلاح ایشان معصوم مفترض الطاعۃ منصوب للخلق است، ووحی باطنی درحق امام تجویز می نمایند، پس درحقیقت ''ختم نبوت'' رامنکر اند گو بزبان

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقد حكى ابن يونس المالكى هذين القولين اللذين أشار إليهما السمعانى، ثم قال :والأكثر منا على أن المؤمن الطائع أفضل من الملائكة عليهم السلام.

وفى ( منهج الأصلين ) أيضا متصلا بما مر :وأما الصالحون من البشر من غير الأنبياء عليهم السلام، فأكثر العلماء على تفضيل الملائكة عليهم، وعندنا ان من كان منهم تقيا نقيا موقنا إلى الموت على ذلك، قد يفضل على الملائكة باعتبار المشاق فى عبادته مع ما فيه من الدواعى إلى الشهوة وغيرها، لاسيما من كان خليفة لسيد الأولين والآخرين صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه أجمعين، انتهى، انتهى كلام اللقانى.

نعم قال أبو حيان فى تفسيره المسمى ( بالبحر ) عند الكلام فى قوله تعالى :( وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ )، ومن ذهب إلى أن الولى أفضل من النبى فهو زنديق يجب قتله انتهى.

لكن يمكن حمله ولو على بعد على ان المراد من ذهب إلى أن كل ولى صغيرا كان أو كبيرا أفضل من كل نبى من أولى العزم كان أو لا فهو زنديق.

وبالجملة كلتا المسألتين خلافية، ولا قاطع فى نفى أو إيجاب فيهما على ما لا يخفى على المنصف(نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثانى فى حكم أهل القبلة،حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة،الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء میگفتہ باشند۔

وچنانکہ درحق اصحابِ اعتقاد نیک باید داشت ہم چنان درحق اہلِ بیت معتقد باید بود، وصالحین ایشان رابمزید تعظیم تخصیص باید کرد''وقد جعل اللّٰہ لکل شیئ قدرا''۔

این فقیر را معلوم شدہ است کہ ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہم اقطاب نسبتی بودند از نسبتہا ورواج تصوف مقارنِ انقراض ایشان پیدا شد، اما عقیدہ وشرع را بجز از حدیثِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نتوان گرفت (التفہیمات الالٰہیۃ، ج۲ص۲۴۴و۲۴۵، عدد التفہیمات ۲۴۷، وصایا المصنف لاولادہ واحباہ، مطبوعۃ: مدینۃ برقی پریس، بجنور، یوپی، تاریخ طبع: 1936ء ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ: مجھے (شیعہ کے) لفظِ ''امام'' میں تامل کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں امام معصوم اور واجبُ الاطاعت کے، جو مخلوق کے لیے مقرر کیا جاتا ہے، اور وہ امام کے حق میں وحی باطنی تجویز کرتے ہیں، پس درحقیقت وہ ختمِ نبوت کے منکر ہیں، اگرچہ وہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔

اور جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے حق میں اچھا اعتقاد رکھنا چاہیے، اسی طرح آپ کے اہلِ بیت کا بھی عقیدت مند ہونا چاہیے، اور ان میں سے جو صالح تھے، ان کی اور زیادہ تعظیم کرنی چاہیے، بے شک اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک معیار مقرر کر رکھا ہے۔

اس فقیر کو معلوم ہوا کہ بارہ امام رضی اللہ عنہم، اقطاب کی نسبتوں میں سے ایک نسبت کے حامل تھے، اور تصوف کا رواج ان کے زمانے کے ختم ہونے پر پیدا ہوا، جہاں تک عقیدہ وشریعت کا تعلق ہے، تو اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے علاوہ اور کسی چیز سے لیا جانا ممکن نہیں (التفہیمات)

حالانکہ شاہ ولی اللہ صاحب کی محض اس طرح کی عبارت سے امامت کو ''ختمِ نبوت کے منافی

سمجھ کر تکفیر کرنا'' درست نہیں، کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت کا زیادہ سے زیادہ مطلب یہ ہے کہ ان کے زعم کے مطابق امامت کا یہ تصور ''ختمِ نبوت کے انکار'' کو مستلزم ہے، اور جمہور محققین کے نزدیک ''استلزام'' اس وقت ہی ''التزام'' کا باعث ہوا کرتا ہے، جب ''ملزم علیہ'' اس کو تسلیم کرے، اور اگر وہ اس کا انکار کرے، تو پھر اس کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔

اور اس ''استلزام'' کی خود ہی وضاحت شاہ ولی اللہ صاحب نے ''التفہیمات'' میں اس طرح کر دی ہے کہ:

**الإمام عندهم هو المعصوم المفترض طاعته الموحى اليه، وحيا باطنيا، وهذا هو معنى النبى، فمذهبهم يستلزم انكار ختم النبوة** (التفهيمات الالٰهية، ج٢ص ٢٥٠، عدد التفهيمات ٢٤٨، تفهيم فى مبشرات النبى الكريم، مبشرة ٩، مطبوعة: مدينة برقى پريس، بجنور، يوپى، تاريخ طبع: 1936ء ١٣٥٥ھ)

ترجمہ: شیعوں کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے، جس کی اطاعت فرض کی جاتی ہے، اس کی طرف وحی کی جاتی ہے، اور یہ وحی ظاہری نہیں ہوتی، بلکہ باطنی ہوتی ہے، اور نبی کے بھی یہی معنیٰ ہیں، پس ان کا مذہب، ختمِ نبوت کے انکار کو مستلزم ہے (التفہیمات)

اس عبارت میں صاف طور پر ''یستلزم'' کے الفاظ ہیں، اور جمہور محققین کے نزدیک اس طرح کے استلزام سے کسی کی تکفیر کرنا، درست نہیں ہوا کرتا ''لزوم'' کا معاملہ الگ ہے۔

ملا علی قاری حنفی ''مشكاةُ المصابيح'' کی شرح ''مرقاةُ المفاتيح'' میں فرماتے ہیں:

**الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح لا استلزامي؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم، ومن ثم لم يزل العلماء يعاملونهم معاملة المسلمين فى نكاحهم، وإنكاحهم، والصلاة على موتاهم، ودفنهم فى مقابرهم؛ لأنهم وإن كانوا مخطئين غير معذورين حقت عليهم كلمة الفسق والضلال إلا أنهم لم يقصدوا بما قالوه اختيار الكفر** (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ١، ص ١٨٠، كتاب الايمان، باب الإيمان بالقدر)

ترجمہ: درست بات اکثر علمائے سلف وخلف کے نزدیک یہ ہے کہ ہم ''اہلِ بدعت واہلِ اہواء'' کی تکفیر نہیں کریں گے، سوائے اس کے کہ وہ صریح کفریہ بات کو اختیار کریں ''کفرِ التزامی'' کا اعتبار نہیں، کیونکہ صحیح تر قول کے مطابق ''مذہب کا لازم، لازم نہیں ہوا کرتا'' اور اسی وجہ سے، علماء ان ''اہلِ بدعت واہلِ اہواء'' کے ساتھ، ہمیشہ مسلمانوں والا معاملہ کرتے رہے، ان سے نکاح کرنے میں بھی، اور ان کے نکاح کرانے میں بھی، اور ان کے فوت شدہ لوگوں کے نمازِ جنازہ پڑھنے میں بھی، اور ان کو اپنے قبرستانوں میں دفن کرنے میں بھی، کیونکہ وہ ''اہلِ بدعت واہلِ اہواء'' ایسے خطاء کار ہیں، جو معذور نہیں ہیں، جن کے اوپر ''فسق وضلالت'' ثابت ہو چکی ہے، لیکن انہوں نے اپنے اقوال سے کفر کو اختیار کرنے کا قصد نہیں کیا (مرقاۃ)

اور علامہ ابنِ نجیم ''البحرُ الرائق'' میں فرماتے ہیں:

**واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ما ثبت عن أبى حنيفة والشافعى من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله على أن ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر، وإن لم يكفر**

(البحرالرائق، ج ا ص ۱۷۱، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے ''اہلِ قبلہ مبتدعہ'' کی عدمِ تکفیر ثابت ہے، اس لیے جن عقائد پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے، ان سب کا محمل یہ ہے کہ یہ عقیدہ بذاتِ خود ''کفر'' ہے، جس کا قائل ایسی چیز کا قائل ہے، جو کہ کفر ہے، اگرچہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (البحرالرائق)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی نے فقہ حنفی کی کتاب ''ردُّ المحتار'' میں فرمایا کہ:

**وإن وقع إلزاما فى المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فى رد مذهبهم بأنه كفر أى يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضى ذلك كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم**

(ردالمحتار، ج۳ص۴۶، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

ترجمہ: ''اگرچہ اُن کے متعلق مباحث کے موقع پر، کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہو''
اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ معتزلہ اور ان جیسے فرقوں کے مذہب کی تردید کرتے وقت، اُن کے کفر کی تصریح واقع ہوئی ہو کہ یہ کفر ہے (تب بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے گی) کیونکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے اس طرح کے قول سے کفر لازم آجاتا ہے، لیکن یہ بات ان کے کافر ہونے کا تقاضا نہیں کرتی، کیونکہ ''مذہب کا لازم، ان کا مذہب نہیں کہلاتا (ردُّ المحتار)

جمہور مجتہدین و محققین نے بھی امامت کے مذکورہ عقیدہ کی بنیاد پر ''امامیہ'' اور بالخصوص اثنا عشریہ کی تکفیر نہیں کی۔

پس مندرجہ بالا عبارات کی روشنی میں شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت '' **فمذهبهم يستلزم الخ** '' کا مطلب جمہور محققین کے بیان کردہ قاعدہ وضابطہ کے مطابق، زیادہ سے زیادہ یہ بنتا ہے کہ:

**''يلزم من قولهم بكذا انكار ختم النبوة ، ولا يقتضى ذلك كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم''**

امامیہ اثنا عشریہ، چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف طور پر خاتم الانبیاء قرار دیتے ہیں، امام کو خاتم الانبیاء قرار نہیں دیتے، بلکہ اس کو نبی کا وصی، یا جانشین سمجھتے ہیں، اور وہ ختمِ نبوۃ کے عقیدہ پر مضبوطی سے قائم ہیں، پس جب وہ ''استلزام'' کی بصراحت نفی کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں ان کو ''ختمِ نبوت'' کا منکر قرار دے کر ''تکفیر کرنا، جمہور محققین کے نزدیک راجح نہیں، بلکہ بعض حضرات کی تصریح کے مطابق یہ حکم خلافِ واقعہ اور کذب پر مشتمل کہلاتا ہے، جس کی تفصیل باحوالہ آگے ''لازمِ مذہب کے مذہب نہ ہونے کی تحقیق'' میں آتی ہے۔

اور اسی وجہ سے شاہ ولی اللہ صاحب نے صحابۂ کرام کے سب وشتم کو حرام قرار دینے، اور ان کی تعظیم کے واجب ہونے کے بعد، اہلِ قبلہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ''التفهيمات'' میں ایک مقام پر فرمایا:

**ونكف السنتنا عن ذكر الصحابة، الا بخير، وهم ائمتنا قادتنا فى الدين، وسبهم حرام، تعظيمهم واجب، ولا نكفر احدا من اهل القبلة الا بما فيه نفى الصانع القادر المختار، او عبادة غير الله، او انكار المعاد والنبى وسائر ضروريات الدين** (التفهيمات الالٰهية، ج ا ص ۱۴۸، عدد التفهيمات ۶۵، بيان العقائد الحقة، مطبوعة: مدينة برقى پريس، بجنور، يوپى، تاريخ طبع: 1936ء ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ: اور ہم صحابۂ کرام کا ذکر صرف ''خیر'' کے ساتھ کرتے ہیں، وہ دین کے معاملات میں ہمارے امام اور قائد ہیں، ان پر سب وشتم کرنا حرام، اور ان کی تعظیم واجب ہے، اور ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، سوائے اس کے جو صانع، قادرِ مختار کی نفی کرے، یا غیرُ اللہ کی عبادت کرے، یا قیامت اور نبی اور تمام ضروریاتِ دین کا انکار کرے (التفہیمات)

اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ صاحب نے متعدد عبارات میں، روافض و امامیہ، اور دوسرے فرقوں کو مبتدعہ کہا ہے، کافر نہیں کہا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تالیف ''ازالةُ الخفاء'' میں ''خوارج، قدریہ، مرجئہ و روافض'' کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

**"وهذه الفرق الباطلة الاربعة (الخوارج، والقدرية والمرجئة والروافض) هى منشأ سائر الفرق والمذاهب الباطلة كما تنشأ الامراض المختلفة من الاخلاط الاربعة"** (ازالة الخفاء، عربى، ج ا، ص ۳۱۴، الباب الخامس، بيان الفتن التى اخبر النبى صلى الله عليه وسلم بانها ستتوالى بعد انقضاء أيام الخلافة الخاصة، الفصل الاول، مطبوعة: دار العلم، باكستان)

ترجمہ: یہ چاروں باطل فرقے (یعنی خوارج، اور قدریہ، اور مرجئہ اور روافض) ہی تمام فرقوں اور مذاہبِ باطلہ کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہیں، جیسا کہ مختلف امراض ''اخلاطِ اربعہ'' سے پیدا ہوتے ہیں (ازالۃ الخفاء)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ''عقدُ الجید'' میں فرماتے ہیں کہ:

**وليس مذهب فى هذه الأزمنة المتأخرة بهذه الصفة إلا هذه المذاهب**

**الأربعة اللهم لا مذهب الإمامية والزيدية وهم أهل البدعة** (عقد الجيد فی أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ۱۳ ،باب تاكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة، والتشديد فی تركها والخروج عنها)

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی مذہب بھی ان بعد کے زمانے میں، اس صفت پر (کہ جس کے مذہب کی متصل سند ہو) سوائے ان مذاہبِ اربعہ کے، نہ تو یہ صفت امامیہ کے مذہب کو حاصل ہے، اور نہ زیدیہ کے مذہب کو حاصل ہے، یہ لوگ ''اہلُ البدعۃ'' میں داخل ہیں (عقد الجید)

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ''**عقدُ الجید**'' ہی میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

**ومن لا تقبل شهادته من المبتدعة لا يصح تقليده القضاء ،وكذا تقليد من لا يقول بالإجماع كالخوارج ،أو بأخبار الآحاد كالقدرية ،أو بالقياس كالشيعة** (عقد الجيد فی أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ۳۴،باب بلا ترجمة بعد فصل فی العامی)

ترجمہ: اور اہلِ بدعت میں سے جس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، اس کو قضاء کا عہدہ سپرد کرنا بھی صحیح نہیں، اور اسی طریقہ سے اُن کی تقلید کرنا بھی جائز نہیں، جو اجماع کے قائل نہیں، جیسا کہ خوارج، یا اخبارِ آحاد کے قائل نہیں، جیسا کہ قدریہ، یا جو قیاس کے قائل نہیں، جیسا کہ شیعہ (عقد الجید)

نیز شاہ ولی اللہ صاحب نے ''**حجةُ اللّٰه البالغة**'' میں ''روافض'' اور ''معتزلہ'' وغیرہ کو ''**أهلُ الأهواء**'' اور ''**طوائفُ المبتدعين**'' فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] والطبقة الرابعة .كتب قصد مصنفوها، بعد قرون متطاولة ،جمعَ ما لم يوجد فی الطبقتين الأوليين، كانت فی المجاميع والمسانيد المختفية ،فَنَوَّهُوا بأمرها، أو كانت على ألسنة من لم يكتب حديثه المحدثون ،ككثير من الوعاظ المتشدقين ،وأهل الأهواء والضعفاء ، أو كانت من آثار الصحابة والتابعين، أو من أخبار بنی إسرائيل، أو من كلام الحكماء والوعاظ خلطها الرواة بحديث النبی صلى الله عليه وسلم سهوا أو عمدا، أو كانت من محتملات القرآن والحديث الصحيح، فرواها بالمعنى قوم صالحون ،لا يعرفون غوامض الرواية، فجعلوا المعانی أحاديث مرفوعة، أو كانت معانی مفهومة من إشارات الكتاب والسنة، جعلوها أحاديث مستبدة برأسها عمدا، أو كانت جملا شتى فی أحاديث مختلفة جعلوها حديثا واحدا بنسق واحد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شاہ ولی اللہ صاحب کی طرح علامہ ابنِ تیمیہ اور جمہور اہلِ سنہ نے بھی اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ تمام بہتر (72) فرقوں کو ''اہلِ بدعت واہلِ اھواء'' قرار دیا ہے، اور اس مفہوم میں روافض کو بھی شامل کیا ہے۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کسی ایک جگہ کی استلزامی عبارت کی بنیاد پر، شیعہ امامیہ کی تکفیر کرنا، اور خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور جماہیر کی دوسری تصریحات واصولیات کو نظر انداز کرنا مبنی برانصاف طریقہ نہیں، کیونکہ اس طرز وطریقہ کے نتیجہ میں تو بہت سے اہلِ سنت وصوفیاء وغیرہ کی تکفیر بھی لازم آتی ہے۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومظنة هذه الأحاديث كتاب الضعفاء لابن حبان، وكامل ابن عدى، وكتب الخطيب ،وأبى نعيم، والجوزقانى ،وابن عساكر ،وابن النجار، والديلمى، وكاد مسند الخوارزمى يكون من هذه الطبقة.

وأصلح هذه الطبقة ما كان ضعيفا محتملا ،وأسوؤها ما كان موضوعا أو مقلوبا شديد النكارة، وهذه الطبقة مادة كتاب الموضوعات لابن الجوزى............

فالاشتغال بجمعها ،أو الاستنباط منها ،نوع تعمق من المتأخرين،وإن شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة ،والمعتزلة وغيرهم، يتمكنون بأدنى عناية أن يلخصوا منها شواهد مذاهبهم، فالانتصار بها غير صحيح فى معارك العلماء بالحديث، والله أعلم(حجة الله البالغة، ج ا ص ۲۴۷،۲۴۸، ملخصاً، القسم الأول، المبحث السابع مبحث استنباط الشرائع من حديث النبى صلى الله عليه وسلم،باب طبقات كتب الحديث،الناشر:دار ابنِ كثير، دمشق، الطبعة الثانية : ۱۴۳۳ھ، 2012م))

[1] (الأهواء) : جمع هوى وهو ميل النفس إلى ما تشتهيه، والمراد هنا البدعة(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ا ،ص ۲۶۰، كتاب الإيمان،باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

و "البدعة "التى يعد بها الرجل من أهل الأهواء ما اشتهر عند أهل العلم بالسنة مخالفتها للكتاب والسنة؛ كبدعة الخوارج والروافض والقدرية والمرجئة(مجموع الفتاوى لابنِ تيمية، ج۳۵، ص ۴۱۴،كتاب قتال أهل البغى ،باب الشهادات ، سئل عن الشهادة على العاصى والمبتدع، أتجوز بالاستفاضة والشهرة )

[2] حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی صاحب رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1442ھ) تحریر فرماتے ہیں:

فرقہ اثنا عشریہ بھی اپنے ائمہ کے بارے میں، جس طرح کا عقیدہ رکھتا ہے، اس سے حسبِ تصریح حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، عقیدہ ختمِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے، علاوہ ازیں یہ گروہ تحریفِ قرآن، اور باستثناء، پانچ صحابیوں کے جملہ حضراتِ صحابہ کے نعوذ باللہ فسق وکفر کا قائل ہے، جو کھلا ہوا کفر ہے (ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند، صفحہ ۵ ''اداریہ'' فروری ۱۹۸۷ء، جلد ۷۰، شمارہ ۵) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کوئی پھر بھی شاہ ولی اللہ صاحب کی کسی ایک عبارت کی بنیاد پر اثنا عشریہ کے مسئلہ امامت کی وجہ سے تکفیر پر مصر رہے گا، تو وہ خود ہی جمہور اور شاہ ولی اللہ صاحب کی دیگر تصریحات کے خلاف موقف اختیار کرنے والا ہوگا، اور اس کی بات کسی دوسرے پر حجت نہ ہوگی، بلکہ دوسرے کو جمہور کے قول کو لے کر اس پر حجت قائم کرنا روا ہوگا۔

# ’’شیعہ روافض‘‘ کا ’’بداء‘‘ کے متعلق موقف

ابوالحسن اشعری نے ’’مقالات الاسلامیین ‘‘ میں فرمایا کہ روافض کے اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کا ارادہ کرنے کے بعد ’’بداء‘‘ کے متعلق تین اقوال ہیں:

روافض کا ایک فرقہ ’’بداء‘‘ کا قائل ہے۔

اور دوسرا فرقہ اللہ تعالیٰ پر ’’بداء‘‘ کے ممکن ہونے کا قائل ہے۔

اور تیسرا فرقہ اللہ تعالیٰ پر ’’بداء‘‘ کے جواز کا قائل نہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی نفی کرتا ہے۔ انتہٰی۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ہمیں موصوف رحمہ اللہ کے مذکورہ موقف سے اتفاق نہ ہوسکا، جس کی وجوہات پہلے ذکر کی جا چکی ہیں، اور تحریفِ قرآن وتکفیرِ صحابہ کے مسئلہ پر کلام دوسرے مقام پر کر دیا گیا ہے۔
اور ہم اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کے اس سے پہلے ۱۹، صفر ۱۳۴۸ھ کو تحریر کردہ فتوے، اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے تحریر کردہ فتاویٰ کو راجح سمجھتے ہیں، جس کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے مضامین میں نقل کر دی ہے۔ محمد رضوان۔

[1] وافترقت الرافضة :هل البارىء يجوز أن يبدو له إذا أراد شيئاً أم لا؟على ثلاث مقالات:
فالفرقة الأولى منهم يقولون أن الله تبدو له البداوات وأنه يريد أن يفعل الشىء فى وقت من الأوقات ثم لا يحدثه لما يحدث له من البداء وأنه إذا أمر بشريعة ثم نسخها فإنما ذلک لأنه بدا له فيها وأن ما علم أنه يكون ولم يطلع عليه أحداً من خلقه فجائز عليه البداء فيه وما اطلع عليه عباده فلا يجوز عليه البداء فيه.
والفرقة الثانية منهم يزعمون أنه جائز على الله البداء فيما علم أنه يكون حتى لا يكون وجوزوا ذلک فيما أطلع عليه عباده وأنه لايكون كما جوزوه فيما لم يطلع عليه عباده.
والفرقة الثالثة منهم يزعمون أنه لا يجوز على الله -عز وجل -البداء وينفون ذلک عنه تعالى(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ا ،ص ۴۹ ،مقالات الروافض،قول الرافضة فى جواز البداء على الله تعالى)

اور ابوالحسن اشعری نے ''مقالات الاسلامیین'' میں معتزلہ فرقہ کے اقوال کے ذیل میں بھی ''بداء'' کے متعلق ''روافض'' کے اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ نے بھی ''منهاجُ السنة'' میں ''بداء'' کے عقیدہ کو تمام شیعہ وروافض کے بجائے ''کثیر شیوخِ رافضہ'' مثلاً ''ہشام بن حکم'' اور اس کی طرف منسوب ''فرقہ ہشامیہ'' اور ''زرارہ بن اعین'' اور ان کے نام سے منسوب فرقہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ [2]

اور جب تمام شیعہ وروافض ''بداء'' کا عقیدہ نہیں رکھتے، تو جملہ اہلِ تشیع کی طرف اس عقیدہ کی نسبت کرنا بھی درست نہیں، اور اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہو، تو بھی اس کے معنیٰ ومراد کو معلوم کرنا ضروری ہے۔

اور متعدد علمائے محققین کی تصریح کے مطابق متاخرین امامیہ اثنا عشریہ متعدد اصولیات میں

---

[1] ومن الروافض من يقول :معنى أن الله يعلم معنى أنه يفعل، فإن قيل لهم فلم يزل عالماً بنفسه؟ قال بعضهم :لم يكن يعلم نفسه حتى فعل العلم لأنه قد كان ولما يفعل، وقال بعضهم :لم يزل يعلم نفسه، فإن قيل لهم :فلم يزل يفعل؟ قالوا :نعم ولم يقولوا بقدم الفعل.
ومن الروافض من يقول أن الله تبدو له البدوات وأنه يريد أن يفعل ثم لا يفعل لما يحدث له من البداء .
وقال بعض الروافض :ما علمه الله سبحانه أنه يكون وأطلع عليه أحداً من خلقه فلا يجوز أن يبدو له فيه وما علمه ولم يطلع عليه أحداً من خلقه فجائز أن يبدو له فيه.
وقال بعضهم :جائز عليه البدء فيما علم أنه يكون وأخبر أنه يكون حتى لا يكون ما أخبر أنه يكون.
وقالت طائفة من أهل التشبيه أن الله يعلم ما يكون قبل أن يكون إلا أعمال العباد فإنه لا يعلمها إلا فى حال كونها لأنه لو علم من يطيع ممن يعصى حال بين العاصى وبين المعصية(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ۱، ص ۱۷۵، القول فى المكان، اختلاف الذين قالوا: لا يعلم الله الشىء حتى يكون)

[2] فكثير من شيوخ الرافضة من يصف الله تعالى بالنقائص كما تقدم حكاية بعض ذلك، فزرارة بن أعين وأمثاله يقولون :يجوز البداء عليه وأنه يحكم بالشىء ثم يتبين له ما لم يكن علمه فينتقض حكمه لما ظهر له من خطئه .فإذا قال مثل هؤلاء بأن الأنبياء والأئمة لا يجوز أن يخفى عليهم عاقبة فعلهم، فقد نزهوا البشر عن الخطأ مع تجويزهم الخطأ على الله، وكذلك هشام بن الحكم وزرارة بن أعين وأمثالهما ممن يقول إنه يعلم ما لم يكن عالما به(منهاج السنة، ج ۲، ص ۳۹۴، ۳۹۵، الفصل الثانى، التعليق على قوله وأن الأنبياء معصومون من الخطأ والسهو، الوجه الأول اختلافهم فى عصمة الأنبياء )

معتزلہ کے موافق ہیں، اور معتزلہ، دراصل اللہ کے علم میں ''بـــداء'' کے قائل نہیں، جیسا کہ ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین ''میں تصریح فرمائی ہے۔ [1]

اس لئے بہت سے علمائے امامیہ اثناعشریہ نے اللہ کے علم کو ہر طرح کے عیب ونقص سے پاک کہا ہے، اور بداء کے اس عقیدہ سے برائت ظاہر کی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ''نقصِ علم'' کو مستلزم ہو۔

چنانچہ امامیہ اثناعشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی ''عـقـائد الامامية الاثنى عشرية '' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ان اللّٰـه تـعـالٰى واجب الوجود بذاته ولذاته،وفي ذاته ومنزه عن التجسيم والحلول والتركيب والنقائص ومستجمع لجميع صفات الكمال من العلم والقدرة والارادة والعدل ونحوها (عقائد الامامية الاثنى عشرية،ج ١، ص ٢٥، عقيدة الشيعة فى التوحيد، الناشر: چاپ خانه پيروز، قم، ايران،الطبع الخامس: ١٤٠٢هـ، 1982م)

ترجمہ: بلا شبہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ، اور اپنی ذات کے لئے اپنی ذات میں '' واجب الوجود'' ہے، اور تجسیم اور حلول اور ترکیب اور نقائص سے پاک ہے، اور تمام صفاتِ کمال کو جمع کرنے والا ہے، جیسا کہ ''علم، قدرت، ارادہ، عدل وغیرہ'' کو (عقائدالامامیۃ الاثنی عشریۃ)

اور سید ابراہیم موسوی نجفی ''عـقـائـد الامـامية الاثنى عشرية '' کی دوسری جلد میں لکھتے ہیں کہ:

واعـلـم ان عـلمه تعالٰى عام يعم جميع المعلومات كلياتها وجزئياتها (عقائد الامامية الاثنى عشرية،ج ٢، ص ١١٩ ،علمه تعالىٰ عام)

---

[1] واتفقت المعتزلة على أن البارء -سبحانه -ليس بذى علم محدث يعلم به ولا يجوز أن تبدو له البدوات ولا يجوز على أخباره النسخ لأن النسخ لو جاز على الأخبار لكان إذا أخبرنا أن شيئاً يكون ثم نسخ ذلك بأن أخبر أنه لا يكون لكان لا بد من أن يكون أحد الخبرين كذباً قالوا :وإنما الناسخ والمنسوخ فى الأمر والنهى (مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين،ج ١ ،ص ١٦٣ ،قول المعتزلة فى التوحيد وغيره،اتفقوا على أنه ليس لله علم حادث)

ترجمہ: اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا علم، عام ہے تمام کلی اور جزئی معلومات کو شامل ہے (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو صفتِ علم میں کمال حاصل ہے، اور اس کا علم، تمام کلیات اور جزئیات کو عام ہے۔

مذکورہ تالیف میں اللہ تعالیٰ کے لیے اس ''بداء'' کے عقیدہ کا انکار کیا گیا ہے، جو اللہ کے علم کے نقص پر دلالت کرے، اور ''بداء'' کے دوسرے معنیٰ مراد لئے گئے ہیں۔

چنانچہ ''عقائد الامامية الاثنى عشرية'' میں ''بداء'' کے مسئلہ کے ضمن میں تحریر کیا گیا ہے کہ:

قد أشكل على جمع فهم معنى البداء، ومن ذالک وقعوا فی إنكاره ،وبالغوا فيه تنزيها للّٰه تبارک وتعالٰى عن ذالک ، فاخرجوه من قدرته وسلطانه زعماً منهم ،أن ابداء فيه تعالٰى ليس إلا ما هو المتحقق فينا من ظهور الشيئ للشخص بعد الجهل به وعدم الإحاطة بجميع جهاته ،وهذا المعنٰى من البداء مستحيل بالنسبة اليه تعالٰى ،اذا المفروض أنه تعالٰى ذات محيط بما سواه احاطة واقعية (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۱ ، ص ۳۴، عقيدة الامامية فى البداء)

ترجمہ: بہت سے لوگوں پر ''بداء'' کے معنیٰ کو سمجھنا مشکل ہو گیا، اور اس کی بناء پر وہ اس کا انکار کر بیٹھے، اور اس میں انہوں نے مبالغہ کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس سے پاک قرار دینے کی وجہ سے، جس کے نتیجہ میں انہوں نے اس ''بداء'' کو اللہ کی قدرت، اور اس کی حکومت سے خارج قرار دے دیا، یہ گمان کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ میں ''ابداء'' سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جو ہمارے درمیان متحقق ہے، یعنی ایک شخص کے لیے کسی شیئ کا، اس کے جہل کے بعد ظہور ہو جانا، اور اس کی تمام جہات کا احاطہ نہ کرنا، حالانکہ ''بداء'' کے یہ معنیٰ، اللہ تعالیٰ کی نسبت سے محال ہیں، کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے علاوہ تمام چیزوں کا واقعی درجہ میں احاطہ کیے ہوئے ہے (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

پھر چند سطروں کے بعد ''بداء'' کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے کہ:

**معنی البداء ة هو بقاء اختياره تعالٰى بعد حدوث الاشياء، كثبوت الإختيار له تعالٰى عند حدوثها ،فكما انه تعالٰى قبل ايجاد الاشياء له ان يختار الايجاد وله ان يختار العدم فكذا بعد الايجاد له ان يختار الابقاء وله اختيار عدم البقاء ففى كل آن هو فى شان من الايجاد بالنسبة الٰى مالم يوجد بعد والابقاء بالنسبة الى ما وجد** (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۱، ص ۳۵، عقيدة الامامية فى البداء)

ترجمہ: ''بـــداء'' کے معنیٰ ''اللہ تعالیٰ کے اختیار کے حدوثِ اشیاء کے بعد باقی رہنے کے ہیں، پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کے ایجاد کرنے سے پہلے، ان کو ایجاد کرنے کا اختیار ہوتا ہے،اور عدم کا بھی اختیار ہوتا ہے،اسی طرح ایجاد کرنے کے بعد بھی باقی رکھنے کا اختیار ہوتا ہے،اور باقی نہ رکھنے کا بھی اختیار ہوتا ہے،پس وہ ہر آن میں ایجاد کی شان میں ہوتا ہے،اس چیز میں بھی جو چیز ابھی تک ایجاد نہیں کی،اور باقی رکھنے کی شان میں ہوتا ہے،اس چیز میں جو ایجاد کر چکا ہے (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

اور سید ابراہیم موسوی نجفی مذکورہ کتاب کی دوسری جلد میں لکھتے ہیں کہ:

**معنى البداء ة هو بقاء اختياره تعالٰى بعد حدوث الاشياء، كثبوت الإختيار له تعالٰى عند حدوثها ،فكما انه تعالٰى قبل ايجاد الاشياء له ان يختار الايجاد، وله ان يختار العدم ،فكذا بعد الايجاد له ان يختار الابقاء ،وله اختيار عدم البقاء ،ففى كل آن هو فى شان من الايجاد بالنسبة الٰى مالم يوجد بعد والابقاء بالنسبة الى ما وجد** (عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۲، ص ۱۴۹، عقيدة الامامية فى البداء، الناشر: چاپ خانه پيروز، قم، ايران، الطبع الخامس: ۱۴۰۲ هـ، 1982م)

ترجمہ: ''بـــداء'' کے معنیٰ ''اللہ تعالیٰ کے اختیار کے حدوثِ اشیاء کے بعد باقی رہنے کے ہیں، پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کے ایجاد کرنے سے پہلے، ان کو ایجاد کرنے کا اختیار ہوتا ہے،اور عدم کا بھی اختیار ہوتا ہے،اسی طرح ایجاد کرنے کے بعد بھی باقی رکھنے کا اختیار ہوتا ہے،اور باقی نہ رکھنے کا بھی اختیار ہوتا

ہے، پس وہ ہر آن میں ایجاد کی شان میں ہوتا ہے، اس چیز میں بھی جو چیز ابھی تک ایجاد نہیں کی، اور باقی رکھنے کی شان میں ہوتا ہے، اس چیز میں جو ایجاد کر چکا ہے (عقائد الامامیة الاثنی عشریة)

اس سے معلوم ہوا کہ اثناعشریہ کے نزدیک ''بداء'' کی اصطلاح مخصوص معنیٰ میں ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کوئی ''بداء'' کے عنوان سے، مذکورہ عقیدہ رکھے، تو اس پر تکفیر کا حکم لگانا، درست نہیں۔

اور ہم علمائے اثناعشریہ کی اس قسم کی تصریحات کے پیشِ نظر ان کی طرف بداء کے اس عقیدہ کی نسبت نہیں کرتے، جو اللہ تعالیٰ کے ''نقصِ علم'' کو مستلزم، اور ''التزامِ کفر'' کا باعث ہو۔

البتہ امامیہ کے عنوان سے کوئی دوسرا فرقہ اس کا قائل ہو، تو وہ معاملہ اس کا ہوگا۔

## ''شیعہ روافض'' کا ''حقیقتِ ایمان'' کے متعلق موقف

ابوالحسن اشعری نے ''**مقالات الاسلامیین**'' میں فرمایا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ اس بارے میں روافض کے تین فرقے ہیں۔

پہلا فرقہ جمہور روافض کا ہے، جن کا قول ہے کہ ایمان ''اللہ اور اس کے رسول اور امام پر ایمان لانا ہے، بجمیع ان چیزوں کے جو ان کی طرف سے آئیں'' (البتہ کون سی چیزیں، اللہ، اس کے رسول، اور ائمہ سے معتبر، اور قابلِ یقین طریقہ پر ثابت ہیں، کون سی نہیں؟ یہ بعد کا مرحلہ ہے) جہاں تک ان مذکورہ چیزوں کی معرفت کا تعلق ہے، تو یہ ان کے نزدیک ضروری ہے، پس جب وہ ان چیزوں کا اقرار اور معرفت حاصل کرلے، تو وہ ''مومن، مسلم'' ہے، اور اگر اقرار کرے، لیکن معرفت حاصل نہ کرے، تو وہ ''مسلم'' ہے ''مومن'' نہیں۔

اور ''روافض'' کے دوسرے فرقہ کا قول یہ ہے، اور یہ ہمارے زمانہ کے متاخرین روافض کا قول ہے، جن کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان جملہ طاعات کا، اور کفر، جملہ معاصی کا نام ہے، اور یہ لوگ

وعید کو ثابت مانتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ متاولین، جنہوں نے اپنی تاویل سے حق کی مخالفت کی، وہ کافر ہیں، اور یہی ''ابنِ جبرویہ'' کا قول ہے۔

اور ''روافض'' کے تیسرے فرقہ ''جو کہ علی بن میثم کے اصحاب ہیں'' کا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہے، معرفت اور اقرار کا **بجمیع طاعات** کے، پس جو شخص اس مجموعہ کو اختیار کرے، وہ کامل مومن ہے، اور جو اس میں سے کسی چیز کو ترک کرے، جس کو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے، اور اس کی کوشش نہ کرے، تو وہ مومن نہیں ہے، لیکن اس کا نام فاسق ہے، اور وہ اہلِ ملت میں سے ہے، جس کے ساتھ مناکحت وموارثت جائز ہے، اور یہ لوگ متاولین کی تکفیر کے قائل نہیں۔انتہیٰ۔[1]

روافض کے مندرجہ بالا اختلاف کی وجہ سے ان کے مختلف لوگوں کی طرف سے ایمان کی تفریع ومصداق میں بھی اختلاف رونما ہوتا ہے، جس کو اسی مندرجہ بالا اختلاف پر محمول کرنا چاہیے۔

## ''شیعہ روافض'' کا ''وعید وعذاب'' کے متعلق موقف

ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین'' میں فرمایا کہ:

---

[1] واختلفت الروافض فی الإیمان ما هو وفی الأسماء .
وهم ثلاث فرق:
فالفرقة الأولی منهم وهم جمهور الرافضة یزعمون أن الإیمان هو الإقرار بالله وبرسوله وبالإمام وبجمیع ما جاء من عندهم فأما المعرفة بذلک فضرورة عندهم فإذا أقر وعرف فهو مؤمن مسلم وإذا أقر ولم یعرف فهو مسلم ولیس بمؤمن.
والفرقة الثانیة منهم :وهم قوم من متأخریهم من أهل زماننا هذا یزعمون أن الإیمان جمیع الطاعات وأن الکفر جمیع المعاصی ویثبتون الوعید ویزعمون أن المتأولین الذین خالفوا الحق بتأویلهم کفار وهذا قول ابن جبرویه.
والفرقة الثالثة منهم :أصحاب علی بن میثم یزعمون أن الإیمان اسم للمعرفة والإقرار ولسائر الطاعات فمن جاء بذلک کله کان مستکمل الإیمان ومن ترک شیئاً مما افترض الله علیه غیر جاهد له فلیس بمؤمن ولکن یسمی فاسقاً وهو من أهل الملة تحل مناکحته وموارثته ولا یکفرون المتأولین(مقالات الإسلامیین واختلاف المصلین، ج ۱،ص ۶۰،مقالات الروافض،قول الروافض فی الإیمان)

''روافض کے وعید کے متعلق دو فرقے ہیں۔

روافض کا ایک فرقہ اپنے مخالف عقیدہ رکھنے والوں کے لیے وعید وعذاب کو ثابت کرتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ اس کا کہنا یہ ہے کہ اس کا ''**مخلد فی النار** '' ہونا ضروری نہیں۔

اس کا کہنا ہے کہ جو ان کے عقیدہ کے موافق ہو، اس کو اللہ جنت میں داخل فرمائے گا، اور اگر ان کو جہنم میں داخل فرمائے گا، تو بعد میں اس سے نکال دے گا۔

اور روافض کا دوسرا فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ عز وجل ہر مرتکبِ کبائر کو عذاب دے گا، اور وہ ''**مخلد فی النار** '' ہوگا، خواہ وہ مرتکبِ کبائر شخص، ان روافض کے عقیدہ سے تعلق رکھتا ہو، یا ان کے عقیدہ سے تعلق نہ رکھتا ہو، بلکہ کسی دوسرے عقیدہ کا حامل ہو''۔ انتہٰی۔ [1]

گناہ کے مرتکب کے بارے میں خوارج کا عقیدہ روافض سے زیادہ خطرناک ہے۔

ابو منصور عبدالقاہر بغدادی (المتوفی: 429ھ) نے فرمایا کہ خوارج، حضرت علی اور حضرت حسن وحسین، اور ابنِ عباس، اور ابو ایوب انصاری کی تکفیر کرتے ہیں، اور حضرت عثمان اور حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر اور ہر اس کی تکفیر کرتے ہیں، جو علی ومعاویہ سے تحکیم کے بعد الگ نہ ہوا، اور امت کے ہر گناہ گار کی بھی تکفیر کرتے ہیں، اور جو اکثر صحابہ کی تکفیر کرے، وہ

---

[1] واختلفت الروافض فی الوعید:

وهم فرقتان :

فالفرقة الأولى منهم: يثبتون الوعيد على مخالفيهم ويقولون أنهم يعذبون ولا يقولون بإثبات الوعيد فيمن قال بقولهم ويزعمون أن الله – سبحانه – يدخلهم الجنة وإن أدخلهم النار أخرجهم منها ورووا فی ذلک عن أيمتهم أن ما كان بين الله وبين الشيعة من المعاصی سألوا الله فيهم فصفح عنهم وما كان بين الشيعة وبين الأئمة تجاوزوا عنه وما كان بين الشيعة وبين الناس من المظالم شفعوا لهم إليهم حتى يصفحوا عنهم.

والفرقة الثانية منهم: يذهبون إلى إثبات الوعيد وأن الله –عز وجل– يعذب كل مرتكب الكبائر من أهل مقالتهم كان أو من غير أهل مقالتهم ويخلدهم فی النار (مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ا ،ص ٦٠ ،مقالات الروافض،قولهم فی الوعيد)

صحابہ کے طریقہ پر نہیں ہوسکتا۔ [1]

اور امام فخر الدین رازی نے تفسیرِ کبیر میں فرمایا کہ اہلِ قبلہ کا اصحابِ کبائر کی وعید کے متعلق اختلاف ہے، جمہور معتزلہ وخوارج ''وعیدِ موبد'' کو ثابت کرتے ہیں، اور بشر مریسی وغیرہ ''وعیدِ منقطع'' کو ثابت کرتے ہیں، اور بعض ''عدمِ وعید'' کے قائل ہیں، یہ قول سلیمان بن مقاتل کی طرف منسوب ہے، اور اکثر ''صحابہ وتابعین'' اور ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' اور اکثر ''امامیہ'' بعض معاصی کے معاف ہونے کی امید، اور وعیدِ منقطع کا خوف رکھتے ہیں، اور علی التعیین معاف ہونے نہ ہونے میں توقف اختیار کرتے ہیں، لیکن ''وعیدِ موبد کی نفی'' کا یقین رکھتے ہیں۔ [2]

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منھاجُ السنۃ'' میں فرمایا کہ:

''اہلُ السنۃ کے نزدیک گناہ گار مومن کے گناہ کی معافی جائز ہے، اور اہلِ کبائر، جو اہلِ توحید ہوں گے، وہ مخلد فی النار نہیں ہوں گے، اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ جہنم سے نکال لیا جائے گا، امامیہ بھی اس میں اہلُ

---

[1] واما الخوارج فقد اكفروا عليا وابنيه وابن عباس وابا أيوب الانصارى واكفروا ايضا عثمان وعائشة وطلحة والزبير واكفروا كل من لم يفارق عليا ومعاوية بعد التحكيم واكفروا كل ذى ذنب من الامة ولا يكون على سمت الصحابة من يقول بتكفير اكثرها(الفَرق بين الفِرق، ، ص٣٠٧،الفصل الثانى من فصول هذا الباب فى بيان تحقيق النجاة لاهل السنة والجماعة)

[2] واعلم أن هذه المسألة من معظمات المسائل، ولنذكرها هاهنا فنقول: اختلف أهل القبلة فى وعيد أصحاب الكبائر، فمن الناس من قطع بوعيدهم وهم فريقان.
منهم من أثبت الوعيد المؤبد وهو قول جمهور المعتزلة والخوارج .
ومنهم من أثبت وعيدا منقطعا وهو قول بشر المريسى.والخالد.
ومن الناس من قطع بأنه لا وعيد لهم وهو قول شاذ ينسب إلى مقاتل بن سليمان المفسر.
والقول الثالث: أنا نقطع بأنه سبحانه وتعالى يعفو عن بعض المعاصى ولكنا نتوقف فى حق كل أحد على التعيين أنه هل يعفو عنه أم لا، ونقطع بأنه تعالى إذا عذب أحدا منهم مدة فإنه لا يعذبه أبدا، بل يقطع عذابه، وهذا قول أكثر الصحابة والتابعين وأهل السنة والجماعة وأكثر الإمامية(تفسير الرازى، ج٣ص ٥٦٩، سورة البقرة)

السنۃ کی موافقت کرتے ہیں''۔انتہٰی۔ [1]

اور خوارج اور معتزلہ بھی اہلِ کبائر کے لئے تخلید فی النار کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منہاجُ السنۃ'' میں ہی ایک مقام پر تحریر کیا کہ:

وهذا مما يوافق عليه الإمامية، فإنهم لا يقولون بتخليد أهل الكبائر فى النارفالفسق عندهم لا يحبط الحسنات [كلها]بخلاف من خالف فى ذلک من الزيدية والمعتزلة والخوارج، الذين يقولون: إن الفسق يحبط الحسنات كلها (منهاج السنة النبوية، ج٣ص ٣٩٦،الفصل الثانى ،فصل تابع رد ابن تيمية على كلام ابن المطهر عن الإمامة عند أهل السنة)

ترجمہ: اور یہ اُن مسائل میں سے ہے، جس کی ''امامیہ'' نے موافقت کی ہے، کیونکہ وہ اہلِ کبائر کے، ہمیشہ جہنم میں رہنے کے قائل نہیں، پس ''امامیہ'' کے نزدیک ''فسق'' تمام نیکیوں کو ضائع نہیں کرتا، البتہ اس میں ''زیدیہ'' اور ''معتزلہ'' اور خوارج'' نے مخالفت کی ہے، جن کا کہنا یہ ہے کہ ''فسق'' تمام نیکیوں کو ضائع کردیتا ہے (منہاج السنۃ)

اہلِ کبائر کے ''مخلد فی النار ''ہونے کا عقیدہ، بنیادی طور پر ''معتزلہ'' کا ہے ''زیدیہ'' وغیرہ نے بھی اس مسئلہ کو ''معتزلہ'' سے اخذ کیا ہے، اور اُن کی پیروی کی ہے۔

بلکہ خوارج تو اس مفہوم میں صحابہ کرام کے بڑے طبقہ کو بھی شامل کرتے ہیں، اور اس سے بڑھ کر، ان کو کافر قرار دینے کی وجہ سے، ان کے ''مخلد فی النار ''ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

لیکن جمہور اہلُ السنۃ نے اس عقیدہ کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں کی۔ [2]

---

[1] يقولون :إنه يجوز أن يعفو عن المذنب من المؤمنين، وأنه يخرج أهل الكبائر من النار فلا يخلد فيها أحدا من أهل التوحيد، ويخرج منها من كان فى قلبه مثقال ذرة من إيمان .والإمامية توافقهم على ذلک(منهاج السنة،ج ١ ،ص ٤٦٦،٤٦٧، الفصل الأول،فصل الرد على قول الرافضى إنهم يقولون إن المطيع لا يستحق ثوابا والعاصى لا يستحق عقابا)

[2] (إن الله. يثيب المطيع ويعفو عن العاصي أو يعذبه )فهذا مذهب أهل السنة الخاصة، وسائر من انتسب إلى السنة والجماعة كالكلابية والكرامية والأشعرية والسالمية، وسائر فرق الأمة من المرجئة وغيرهم، والخلاف فى ذلک مع . الخوارج والمعتزلة فإنهم يقولون بتخليد أهل الكبائر فى النار(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج٢ ،ص ٣٠٢، الفصل الثانى،التعليق على قوله يثيب المطيع ويعفو عن العاصي أو يعذبه)

پس موجودہ زمانہ میں بعض علماء کی طرف سے اس عقیدہ کی بنیاد پر تکفیر کرنا، اور پھر جملہ روافض اور اثنا عشریہ کو اس کا مصداق قرار دینا جمہور کے خلاف مرجوح قول ہے۔

## ''شیعہ روافض'' کا ''محاربینِ علی'' کے متعلق موقف

ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین'' میں فرمایا کہ:

روافض کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محارب کے بارے میں دو فرقے ہیں۔

ایک فرقہ کا کہنا یہ ہے کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محاربہ کیا، وہ کافر اور گمراہ ہے، اور وہ اس محاربہ میں طلحہ، زبیر، اور معاویہ بن ابی سفیان کو داخل مانتے ہیں، اور یہ لوگ یہی حکم ان لوگوں پر لگاتے ہیں، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو ترک کردیا۔

اور روافض کے دوسرے فرقہ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محاربہ کرنے والا فاسق ہے، کافر نہیں، سوائے اس کے، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محاربہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رَدّ کرنے کی وجہ سے کیا، تو وہ کافر ہے۔

اور یہ لوگ یہی حکم ان صحابہ پر لگاتے ہیں، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کی امامت کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید وتکذیب کرنے کی وجہ سے ترک کردیا، تو وہ بھی کافر ہیں۔

لیکن اگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کی امامت کو عناد کے طریقہ پر، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب، اور تردید کی وجہ سے ترک نہیں کیا، تو وہ فاسق ہیں، کافر نہیں''۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] واختلفت الروافض فی محارب علی.وهم فرقتان:

فالفرقة الأولى منهم:يقولون بإكفار من حارب علياً وتضليله ويشهدون بذلک علی طلحة والزبير ومعاوية بن أبی سفيان وكذلک يقولون فيمن ترک الائتمام به بعد الرسول عليه السلام. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بلافصل امامت وخلافت کے ترک کی بنا پر جملہ شیعہ وروافض کی طرف جو تمام صحابۂ کرام کے کافر ہونے کی نسبت کی جاتی ہے، وہ درست نہیں، بہت سے زیدیہ تو اس سے پہلے ہی خارج ہیں، جبکہ روافض کا اس بناء پر تکفیر کے بارے میں اختلاف ہے، جیسا کہ اوپر ابوالحسن اشعری کی عبارت میں گذرا۔

اور جن صحابۂ کرام سے حضرت علی سے محاربہ کا ثبوت نہیں ملتا، وہ اس بحث سے خارج ہیں، نیز ہر اختلاف نہ تو محاربہ کو مستلزم ہے، کیونکہ بعض اجتہادی مسائل میں اختلاف، اجتہادی وفروعی نوعیت کا ہوتا ہے، اسی طرح ہر محاربہ کا بغض وعداوت کو مستلزم ہونا بھی ضروری نہیں۔

نیز جو شخص محاربہ کے بعد تائب ہو جائے، وہ بھی مذکورہ حکم سے خارج ہے۔

اور اس حقیقت سے انکار کیا جانا ممکن نہیں کہ خلفائے ثلاثہ کے بعد چھتیس ہجری میں جنگِ صفین میں، اور سینتیس ہجری میں جنگِ جمل میں حضرت علی کے ساتھ، اور اڑتیس ہجری میں خوارج کے خلاف جنگِ نہروان میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہزاروں صحابۂ کرام شریک تھے، جنہوں نے حضرت علی کا محاربہ ومقابلہ کرنے کے بجائے ان کی حمایت ونصرت اور ان کا دفاع کیا، اور بہت سے صحابۂ کرام ان جنگوں میں شہید بھی ہوئے۔

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان ہزاروں صحابہ کو حضرت علی کے معاونین وحامیین کے بجائے، ان کے محاربین ومخالفین میں شمار کر کے ان کی تکفیر کی جائے، اور کوئی حضرت علی رضی اللہ کی امامت وولایت پر صحیح ایمان رکھنے والا شیعہ یہ دعویٰ کرنے کی جرأت کرے کہ ان جنگوں میں

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والفرقة الثانية منهم :يزعمون أن من حارب علياً فاسق ليس بكافر إلا أن يكون حارب علياً عناداً للرسول صلى الله عليه وسلم ورداً عليه فهم كفار.

وكذلك يقولون فى ترك الائتمام أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بعلى بن أبى طالب بعده أنهم إن كانوا تركوا الائتمام به عناداً للرسول ورداً عليه فهم كفار .

وإن كانوا تركوا ذلك لا على طريق العناد والتكذيب للرسول صلى الله عليه وسلم والرد عليه فسقوا ولم يكفروا(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ا، ص ٦٢، مقالات الروافض، قول الروافض فى من حارب على)

حضرت علی کی حمایت کرنے والے سب صحابہ نعوذ باللہ تعالیٰ کافر ومرتد تھے۔ [1]

پس اگر ''رافضہ، امامیہ'' کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد محاربینِ علی، یا غیر معاونینِ علی ہونے کی بنا پر متعدد صحابہ پر تکفیر، یا تفسیق کا حکم لگایا جائے، لیکن اس کے بعد اُن صحابہ کا ''جنگِ صفین وجمل اور نہروان'' میں حضرت علی کا معاون ومدافع اور حامی ہونا، ثابت ہوجائے،

---

[1] وقال سعيد بن جبير :كان مع على يوم وقعة الجمل ثمانمائة من الأنصار، وأربعمائة ممن شهد بيعة الرضوان .رواه جعفر بن أبى المغيرة، عن سعيد.

وقال المطلب بن زياد، عن السدى :شهد مع على يوم الجمل مائة وثلاثون بدريا وسبعمائة من أصحاب النبى -صلى الله عليه وسلم -، وقتل بينهما ثلاثون ألفا، لم تكن مقتله أعظم منها.

وكان الشعبى يبالغ ويقول :لم يشهدها إلا على، وعمار، وطلحة، والزبير من الصحابة.

وقال سلمة بن كهيل :فخرج من الكوفة ستة آلاف، فقدموا على على بذى قار، فسار فى نحو عشرة آلاف، حتى أتى البصرة(تاريخ الإسلام،للذهبى، ج٢،ص ٢٧١، الطبقة الرابعة، سنة ست وثلاثين،وقعة الجمل)

وقال عبد السلام بن حرب، عن يزيد بن عبد الرحمن، عن جعفر -أظنه بن أبى المغيرة -عن عبد الله بن عبد الرحمن بن أبزى، عن أبيه، قال :شهدنا مع على ثمانمائة ممن بايع بيعة الرضوان، قتل منهم ثلاثة وستون رجلا، منهم عمار(تاريخ الإسلام،للذهبى، ج٢،ص ٣٠٧، الطبقة الرابعة، سنة سبع وثلاثين،وقعة صفين)

وقال خليفة :شهد مع على من البدريين :عمار بن ياسر، وسهل بن حنيف، وخوات بن جبير، وأبو سعد الساعدى، وأبو اليسر، ورفاعة بن رافع الأنصارى، وأبو أيوب الأنصارى بخلف فيه .قال: وشهد معه من الصحابة ممن لم يشهد بدرا، خزيمة بن ثابت ذو الشهادتين، وقيس بن سعد بن عبادة، وأبو قتادة، وسهل بن سعد الساعدى، وقرظة بن كعب، وجابر بن عبد الله، وابن عباس، والحسن، والحسين، وعبد الله بن جعفر بن أبى طالب، وأبو مسعود عقبة بن عمرو، وأبو عياش الزرقى، وعدى بن حاتم، والأشعث بن قيس، وسليمان بن صرد، وجندب بن عبد الله، وجارية بن قدامة السعدى(سير أعلام النبلاء، ج٢،ص ٢٢٦ ،سير الخلفاء الراشدين،سيرة أبى الحسنين على رضى الله عنه)

وهؤلاء قاتلهم أمير المؤمنين على بن أبى طالب بمن معه من الصحابة واتفق على قتالهم سلف الأمة، وأئمتها لم يتنازعوا فى قتالهم كما تنازعوا فى القتال يوم الجمل وصفين، فإن الصحابة كانوا فى قتال الفتنة ثلاثة أصناف :قوم قاتلوا مع على -رضى الله عنه -، وقوم قاتلوا مع من قاتل، وقوم قعدوا عن القتال لم يقاتلوا الواحدة من الطائفتين.

وأما الخوارج فلم يكن فيهم أحد من الصحابة ولا نهى عن قتالهم أحد من الصحابة(مجموع الفتاوى،لابنِ تيمية، ج٢٨،ص ٥١٢، ٥١٣،كتاب الفقه، السياسية الشرعية، ما الفرق بين قتال الخوارج ونحوهم وقتال البغاة؟ )

تو بھی اُن صحابہٴ کرام کی صحابیت پر اثر واقع نہیں ہوتا۔ [1]

امامیہ اثناعشریہ کے عالم، سید ابراہیم موسوی نجفی ''عقائد الامامیة الاثنی عشریة'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

**الظلم ثلاثة :فظلم لا يغفر ،وظلم لا يترک ،وظلم مغفور لا يطلب،فاما الظلم الذى لا يغفر فالشرک بالله،قال الله سبحانه"إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَکَ بِهِ"واما الظلم الذى يغفر، فظلم العبد نفسه عند بعض الهنات،واما الظلم الذى لايترک فظلم العباد بعضهم بعضا** (عقائد الامامية الاثنى عشرية،ج۲، ص ۲۶۳،عقيدة الامامية الاثنى عشرية فى مظالم العباد ، الناشر: چاپ خانه پيروز، قم، ايران،الطبع الخامس: ۱۴۰۲ھ ، 1982م)

ترجمہ: ''ظلم'' تین قسم کے ہیں، ایک ''ظلم'' وہ ہے، جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی، اور ایک ''ظلم'' وہ ہے، جس کو ترک نہیں کیا جائے گا، اور ایک ''ظلم'' وہ ہے، جس کی مغفرت کی جائے گی، اور اس کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

جہاں تک اس ''ظلم'' کا تعلق ہے، جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی، تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَکَ بِهِ'' اور جہاں تک اس ''ظلم'' کا تعلق ہے، جس کی مغفرت کردی جائے گی، تو وہ بندہ کا اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے، بعض فتنوں کے وقت، اور جہاں تک اس ''ظلم'' کا تعلق ہے، جس کو ترک نہیں کیا جائے گا (بلکہ اس کا مؤاخذہ کیا جائے گا) تو وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی حضرت علی سے بغض وحرب کو بعض صورتوں میں کفرِ لزومی کہا ہے، جس میں خوارج کو داخل مانا ہے اور بعض صورتوں میں فسق کہا ہے۔ [2]

---

[1] الصحابی من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنا بہ ومات علی الإسلام وإن تخللت ردة علی الأصح (لمعات التنقیح فی شرح مشکاة المصابیح، ج۹، ص۵۷۷، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابة)

[2] چنانچہ ''تحفہٴ اثناءعشریہ'' کے آخری باب میں فرماتے ہیں کہ:

''فقہی اجتہادی مسائل مثلاً امامت، میراثِ پیغمبر، ہبہ قبل القبض کا تمام نہ ہونا، تقسیمِ خمس، حجِ تمتع، وغیرہ میں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہمیں اگرچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے خوارج کو کافر قرار دینے سے اتفاق نہیں، جیسا کہ ہم نے دوسرے مضامین میں اس پر مفصل کلام کردیا ہے، لیکن اصل نکتہ اس موقع پر یہ ہے کہ اگر شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی محاربینِ علی کے متعلق فی الجملہ شدید موقف کے حامل ہوں، تو اثنا عشریہ کے محاربینِ علی کے متعلق سخت موقف کو ان کی تکفیر کا باعث قرار دینا راجح نہیں ہوگا۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جناب امیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہرگز کفر نہیں، کفر کیا، معصیت و گناہ بھی نہیں، کیونکہ آپ بھی منجملہ مجتہدین، ایک مجتہد تھے، اور مسائلِ اجتہادیہ میں مجتہدوں کا اختلاف جائز ہے، اور ہر مجتہد اجر کا مستحق ہے، ہاں بغض وعداوت اور عناد کے جذبہ سے، جس نے آپ سے لڑائی لڑی، وہ اہلِ سنت کے نزدیک بھی کافر ہیں، اس پر سب کا اجماع ہے، اور خوارج اور اہلِ نہروان کے بارے میں ان (اہلِ سنت) کی یہی رائے اور مسلک ہے (کہ وہ کافر ہیں) اور حدیث ''حربک حربی'' اسی قسم کے ''حرب'' پر محمول ہے، لیکن یہاں بھی ''لزومِ کفر'' ہے، ''التزامِ کفر'' نہیں، تو ان پر مرتد کا اطلاق نہیں ہوگا، اور ان کا غیر معقول شبہ، نصوصِ قطعیہ قرآنیہ اور احادیثِ متواترہ کے خلاف ہے، تو وہ ان کے عذر کا سبب نہیں بن سکتا، گویا اہلِ سنت کے نزدیک احکامِ اخروی میں خوارج کافر ہیں، ان کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت نہیں کرنی چاہیے، نہ نمازِ جنازہ پڑھنی چاہیے، وغیرہ وغیرہ۔..........

خلاصۂ کلام یہ کہ اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو کافر کہنے والا، آپ کے جنتی ہونے سے انکاری، یا دینی اوصاف، علم، عدالت، زہد، تقویٰ کے اعتبار سے آپ کو خلافت کے لیے نااہل کہنے والا، اور آپ کی لیاقت کا منکر، کافر ہے، یہ بات خوارجِ نہروان کے متعلق، قطعی ثبوت کی حد تک پہنچنے کے سبب، ان کو کافر کہتے ہیں، اور جن کے بارے میں پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچی، ان کو کافر نہیں کہتے۔

اہلِ سنت کے مذہب کی یہ وضاحت و تحقیق، ان کے اصول طے شدہ کے بھی مطابق ہے، کیونکہ ان کا اتفاق ہے کہ ضروریاتِ دین سے انکار کرنے والا کافر ہے، اور جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایمانی درجہ میں بلند ہونا، آپ کا جنتی ہونا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے لائق ہونا، نہ صرف احادیث سے، بلکہ آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے، لہٰذا ان کا منکر کافر ہوگا، اور کم ظرفی، حبِ مال وجاہ، تاویلِ باطل، غلط فہمی، یا کسی کے بھڑکانے اور بہکانے کی وجہ سے، آپ سے لڑائی کفر نہیں، فسقِ عملی، یا اعتقادی ہے۔

امامیہ جب اصل بنیاد میں اہلِ سنت سے اتفاق کرتے ہیں، تو انہیں حکم میں بھی اتفاق کرنا چاہیے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص ۷۴۸، ۷۴۹، باب ۱۲ ''تولّا اور تبرّا'' بعنوان ''مقدمہ نمبر ۶'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

یہی وجہ ہے کہ محدثین نے بعض راویوں کو''شیعہ محترق'' قرار دینے کے باوجود، ان کی تحسین وتوثیق کی ہے، اور بعض ایسے محترق شیعہ بھی قرار دیے ہیں، جو شیخین کی تعظیم، اور علی رضی اللہ عنہ کے محاربین ومنازعین کی تشدید کے قائل ہیں۔ [1]

اور ابوالحسن اشعری کے حوالہ سے یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ''رافضہ امامیہ'' کے سوائے ''کاملیہ'' کے چوبیس فرقے ہیں، اس موقع پر ابوالحسن اشعری نے''کاملیہ'' کو جس غرض سے الگ بیان کیا ہے، اس کا ذکر انہوں نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

إلا الكاملية أصحاب أبى كامل فإنهم أكفروا الناس بترك الاقتداء به وأكفروا علياً بترك الطلب وأنكروا الخروج على أئمة الجور وقالوا: ليس يجوز ذلک دون الإمام المنصوص على إمامته وهم سوى الكاملية أربع وعشرون فرقة وهم يدعون الإمامية لقولهم بالنص على إمامة على بن أبى طالب (مقالات الاسلاميين ،ج ا ص ۳۴، هذا ذكر الاختلاف،أمهات الفرق،الرافضة الإمامية أربع وعشرون فرقة)

ترجمہ: سوائے کاملیہ کے، جو کہ ابو کامل کے اصحاب ہیں، انہوں نے سب لوگوں (یعنی جملہ صحابہ) کی تکفیر کی ہے، حضرت علی کی اقتداء ترک کرنے کی وجہ سے، اور انہوں نے حضرت علی کی بھی تکفیر کی، اپنے حق کا مطالبہ ترک کرنے کی وجہ سے، اورانہوں نے ائمۂ جور پر خروج کا انکار کیا، اور انہوں نے کہا کہ یہ بات اُس امام کے علاوہ جائز نہیں، جس کی امامت منصوص ہو، اور وہ (یعنی امامیہ) سوائے کاملیہ

---

[1] محمد بن فضيل بن غزوان الضبى مولاهم .

الإمام، الصدوق، الحافظ، أبو عبد الرحمن الضبى مولاهم، الكوفى، مصنف كتاب (الدعاء) ، وكتاب (الزهد) ، وكتاب (الصيام) ، وغير ذلک............

على تشيع كان فيه، إلا أنه كان من علماء الحديث، والكمال عزيز.

وثقه :يحيى بن معين. وقال أحمد بن حنبل :هو حسن الحديث، شيعى.

وقال أبو داود السجستانى :كان شيعيا، متحرقا.

قلت :تحرقه على من حارب أو نازع الأمر عليا -رضى الله عنه -وهو معظم للشيخين -رضى الله عنهما -وكان ممن قرأ القرآن على حمزة الزيات، وقد أدرک منصور بن المعتمر، ودخل عليه، فوجده مريضا، وهذا أوان أول سماعه للعلم .قال محمد بن سعد :بعضهم لا يحتج به(سير أعلام النبلاء ،ج ۹،ص ۱۷۳،و ۱۷۴، رقم الترجمة ۵۲،تحت ترجمة:محمد بن فضيل بن غزوان)

کے چوبیس فرقوں پر مشتمل ہیں، جو ''امامیت'' کا دعویٰ، اپنے اس قول کی وجہ سے کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب کی امامت منصوص ہے (مقالات الاسلامیین)

پھر اس کے بعد ابوالحسن اشعری نے رافضہ کے چوبیس فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن میں اثنا عشریہ بھی شامل ہیں، جیسا کہ گذرا۔

اس سے صاف معلوم ہوا ''جملہ صحابہ کی تکفیر'' کا عقیدہ ''اثنا عشریہ'' کا نہیں، اس لئے ان کی طرف اس کی نسبت درست نہیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے بھی ''منہاجُ السنة'' میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کا قول شیعوں کے ''فرقۂ کاملیہ'' کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کا قول غالی شیعوں کے ''فرقۂ کاملیہ'' کا ذکر کیا ہے۔ [2]

ابومنصور عبدالقاہر بغدادی (المتوفیٰ: 429ھ) فرماتے ہیں:

افترقت الرافضة بعد زمان علی رضی الله عنه اربعة اصناف زيدية وإمامية وكيسانية وغلاة وافترقت الزيدية فرقا والامامية فرقا ،والغلاة فرقا كل فرقة منها تكفر سائرها وجميع فرق الغلاة منهم خارجون عن فرق الإسلام فاما فرق الزيدية وفرق الامامية فمعدودون فی فرق الامة (الفَرق بين الفِرق، ص۱۵، ۱۶، الباب الثانی، الفصل الثانی)

---

[1] الكاملية -أصحاب أبی كامل -فإنهم أكفروا . الناس بترك الاقتداء به، وأكفروا عليا بترك الطلب، وأنكروا الخروج . علی . أئمة الجور، وقالوا :ليس يجوز ذلك دون الإمام المنصوص علی إمامته، وهم سوى الكاملية أربع وعشرون فرقة(منهاج السنة النبوية فی نقض كلام الشيعة القدرية، ج۳،ص ۴۷۲،۴۷۳، الفصل الثانی،فصل قول الرافضی "الوجه الثانی فی وجوب اتباع مذهب الإمامية أنها الفرقة الناجية "والرد عليه)

[2] چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں فرماتے ہیں کہ:

یہ (فرقۂ کاملیہ کے) لوگ صحابہ کو کافر کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، اور تماشا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنا جائز حق کیوں چھوڑا (تحفۂ اثناءعشریہ، ص ۴۱، باب ۱ ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' غالی شیعوں کے چوبیس فرقے، ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ کے بعد ''رافضہ'' چار اصناف میں تقسیم ہوگئے، ایک زیدیہ، دوسرے امامیہ، تیسرے کیسانیہ اور چوتھے غلاۃ۔

اور زیدیہ کے بھی مختلف فرقے ہوگئے، اور امامیہ کے بھی مختلف فرقے ہوگئے، اور غلاۃ کے بھی مختلف فرقے ہوگئے، ان میں سے ہر فرقہ دوسرے تمام فرقوں کی تکفیر کرتا ہے، لیکن ان میں سے ''غلاۃ'' کے فرقے تو اسلام کے فرقوں سے خارج ہیں، جہاں تک زیدیہ کے فرقوں، اور امامیہ کے فرقوں کا معاملہ ہے، تو ان کو امت کے فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے (الفرق بین الفرق)

اس کے بعد ابو منصور عبدالقاہر بغدادی نے ''کاملیہ'' کو تمام صحابہ کے بارے میں افحش قول کا حامل کہا ہے۔ [1]

اور ''کاملیہ'' کے جمیع صحابہ کی تکفیر کرنے کو کفر کا باعث قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] والكاملية من اتباع أبى كامل وهو أفحشهم قولا فى على وفى سائر الصحابة رضى الله عنهم (الفَرق بين الفِرق، ص ١٧، الباب الثانى، الفصل الثانى)

هؤلاء الامامية المخالفة للزيدية والكيسانية والغلاة خمس عشرة فرقة كاملية ومحمدية وباقرية وناوسية وشميطية وعمارية واسماعيلية ومباركية وموسوية وقطيعية واثنى عشرية وهشامية وزرارية ويونسية وشيطانية.

ذكر الكاملية منهم هؤلاء أتباع رجل من الرافضة كان يعرف بأبى كامل وكان يزعم أن الصحابة كفروا بتركهم بيعة على وكفر على بتركه قتالهم وكان يلزمه قتالهم كما لزمه قتال اصحاب صفين وكان بشار بن برد الشاعر الأعمى على هذا المذهب وروى انه قيل له ما تقول فى الصحابة قال كفروا فقيل له فما تقول فى على فتمثل بقول الشاعر: وما شر الثلاثة ام عمر..... بصاحبك الذى لا تصبحينا وحكى أصحاب المقالات عن بشار أنه ضم الى ضلالته فى تكفير الصحابة وتكفير على معهم ضلالتين أخريين: إحداهما قوله يرجع برجعة الاموات الى الدنيا قبل يوم القيامة كما ذهب اليه اصحاب الرجعة من الرافضة (الفَرق بين الفِرق، ص ٣٨، ٣٩، الباب الثالث من أبواب هذا الكتاب فى بيان تفصيل مقالات فرق الاهواء الخ، الفصل الاول من فصول هذا الباب فى بيان مقالات فرق الرفض)

[2] أكفر هؤلاء الكاملية من وجهين أحدهما من جهة تكفيرها جميع الصحابة من غير تخصيص والثانى من جهة تفضيلها النار على الارض وقد ذكرنا بعض فضائح بشار بن برد وقد فعل الله به ما استحقه وذلك أنه هجا المهدى فأمر به حتى غرق فى دجلة ذلك له خزى فى الدنيا ولأهل ضلالته فى الآخرة عذاب أليم (الفَرق بين الفِرق، لعبد القاهر البغدادى، ص ٢٤٢، الباب الثالث من أبواب هذا الكتاب فى بيان تفصيل مقالات فرق الاهواء الخ، الفصل الاول من فصول هذا الباب فى بيان مقالات فرق الرفض)

اور بھی متعدد محققین حضرات نے ''فرقۂ کاملیہ'' کے صحابۂ کرام سے متعلق عقیدہ کا ''اثنا عشریہ'' سے الگ ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] وقال يحيى بن أبى الخير بن سالم العمرانى اليمنى الشافعى (المتوفى:558 هـ) :
وعلى أن فرقة من الرافضة يقال لهم الكاملية كفروا خلقاً من الصحابة -رضى الله عنهم-، وكفروا علياً معهم(الانتصار فى الرد على المعتزلة القدرية الأشرار، ج٣،ص ٨٣٢، فصل:اختلف الناس فى الإمامة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم)

وقال القاضى عياض(المتوفى:544 هـ) :
وكذلك نقطع بتكفير كل قائل قال قولا يتوصل به إلى تضليل الأمة وتكفير جميع الصحابة كقول الكميلية من الرافضة بتكفير جميع الأمة بعد النبى صلى الله عليه وسلم إذ لم تقدم عليا وكفرت عليا إذ لم يتقدم ويطلب حقه فى التقديم (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، للقاضى عياض، ج٢ ص ٢٨٦،القسم الرابع، الباب الثالث فى حكم من سب الله تعالى وملائكته وأنبيائه وكتبه وآل النبى صلى الله عليه وسلم وأزواجه وصحبه ،فصل فى بيان ما هو من المقالات كفر وما يتوقف أو يختلف فيه وما ليس بكفر)

وقال الشهرستانى (المتوفى:548 هـ) :
الكاملية:أصحاب أبى كامل .أكفر جميع الصحابة بتركها بيعة على رضى الله عنه. وطعن فى على أيضا بتركه طلب حقه، ولم يعذره فى القعود .قال: وكان عليه أن يخرج ويظهر الحق .على أنه غلا فى حقه وكان يقول: الإمامة نور يتناسخ من شخص إلى شخص،وذلك النور فى شخص يكون نبوة، وفى شخص يكون إمامة .وربما تتناسخ الإمامة فتصير نبوة .وقال بتناسخ الأرواح وقت الموت.
والغلاة على أصنافها كلهم متفقون على التناسخ والحلول .ولقد كان التناسخ مقالة لفرقة فى كل ملة تلقوها من المجوس المزدكية، والهند البرهمية، ومن الفلاسفة، والصابئة ومذهبهم أن الله تعالى قائم بكل مكان، ناطق بكل لسان، ظاهر فى كل شخص من أشخاص البشر، وذلك بمعنى الحلول.
وقد يكون الحلول بجزء، وقد يكون بكل .أما الحلول بجزء، فهو كإشراق الشمس فى كوة، أو كإشراقها على البلور.
أما الحلول بكل فهو كظهور ملك بشخص، أو شيطان بحيوان.
ومراتب التناسخ أربع: النسخ، والمسخ, والفسخ، والرسخ .وسيأتى شرح ذلك عند ذكر فرقهم من المجوس على التفصيل .وأعلى المراتب مرتبة الملكية أو النبوة. وأسفل المراتب الشيطانية أو الجنية.
وهذا أبو كامل كان يقول بالتناسخ ظاهرا من غير تفصيل مذهبهم(الملل والنحل، للشهرستانى، ج ا ص ١٧٤، ١٧٥، الباب الأول:المسلمون، الفصل السادس:الشيعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہاں تک کہ ''اثناعشریہ'' کے تیسری صدی کے علماء ''ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی'' (جن کا آگے تیسرے باب میں ذکر آتا ہے) اور ''سعد بن موسیٰ قمی نے بھی ''فرقۂ کاملیہ'' کے اس شاذ عقیدہ کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا ''رافضہ'' میں صرف ''کاملیہ'' فرقہ ہی جملہ صحابہ کی تکفیر کا قائل ہے، بعض

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الرازی(المتوفی:606 هـ) :

الكاملية:أتبا ع أبی كامل وهم يزعمون أن الصحابة كلهم كفروا لما فوضوا الخلافة الى أبـی بكر وكفر علی أيضا حيث لم يحارب أبا بكر(اعتقاد فرق المسلمين والمشركين، لفخر الدين الرازی،ص ٦٠،الباب الثالث: الروافض،الحادی الحادية عشرة الكاملية)

ويقول الصفدی(المتوفی:764 هـ) :

الكـامـلية فـرقة من الرافضة يتبعون رجلا كان يعرف بأبی كامل كان يزعم أن الصحابة كفروا بتركهم بيعة علی نب أبی طالب وكفر علی بتركه قتالهم.

وكان يـلـزم عـليـا قتـالهـم كـما لزمه قتال أصحاب الجمل وصفين وكان بشار بن برد الأعمى الشاعر على هذا المذهب.

وروى أنـه قيل له ما تقول فی الصحابة قال كفروا قيل له فما تقول فی علی بن أبی طالب فـأنشـد: ومـا شـر الثلاثة أم عمرو......بصاحبک الذی لا تصبحينا(الوافی بالوفيات، للصفدی، ج٢٤ ص٢٣٨، حرف الكاف)

وقال محمد بن أحمد بن سالم السفارينی الحنبلی(المتوفی:1188 هـ) :

الـكـامـلية وهـم أتبـا ع أبی كامل، قالوا بكفر الصحابة – رضی الله عنهم – بترک بيعة علی، وبكفر علی – رضی الله عنه – بترک طلب حقه، ويعتقدون التناسخ، وأن الإمامة نـور يتنـاسـخ، وقـد يصير فی شخص نبوة(لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشـرح الـدرة المضية فی عقد الفرقة المرضية،ج ١ ص ٨١، المقدمة فی ترجيح مذهب السلف على غيره من سائر المذاهب،تنبيهات خاصة بالفرق،التنبيه الأول تعداد الفرق، فرقة الشيعة )

[1] وشـذت فـرقة من بينهم يقال لها الكاملية، فأكفرت عليا عليه السلام ،وجميع أصحاب رسول الـلـه صـلـى الـله عليه وآله وسلم؛ أكفروا عليا بتركه الوصية وتخليته الولاية، وتركه القتال على ما عهـد إليـه رسـول الـلـه صـلـى الـلـه عليه وآله وسلم ، وزعموا أنه أسلم بعد كفره لما حارب معاوية وقـاتله، وأسلم (من) قـاتل معه ،وكفر الباقون .وأكـفـروا الصحابة بقعودهم عن الحق ،وإخراجهم عـليـا عن حقه وولايته ،ووقوفهم عليه ،وتركهم نصرته .فـالجميع عندهم كفار، وعلى عليه السلام ثـابـت،راجـع إلـى الإسـلام، وكـذلـک مـن قاتل معه معاوية ومن تبعه(فرق الشيعة، ص٢٨، اصول الـفـرق الـكـامـلية سـلـمـان الغفاری المقداد، الناشر:دارالرشيد القاهرة،الطبعة الاولٰی ١٤١٢هـ- ١٩٩٢م)

نے اس غلو کی بناء پر اس فرقہ کو ’’غلاۃ‘‘ میں شمار کیا، اور بعض نے امامیہ میں ذکر کیا، لیکن اثنا عشریہ کو پھر بھی اس فرقہ سے الگ ہی شمار کیا۔

اور قاضی عیاض، اور امام نووی وغیرہ کے حوالہ سے ’’اصل امامیہ اثناعشریہ‘‘ کے جملہ صحابۂ کرام کی تکفیر نہ کرنے کا ذکر دوسرے مقام پر باحوالہ آ گے آتا ہے۔

نیز اشاعرہ کے ترجمان، اور شافعی المسلک، امام رازی، اور علامہ ایجی وغیرہ کی طرف سے صحابہ کی تکفیر کے باعثِ کفر نہ ہونے کی تصریح آ گے ’’شافعیہ کے حوالہ جات‘‘ میں آتی ہے۔

اور علامہ ابنِ عابدین شامی ’’ردالمحتار‘‘ میں فرماتے ہیں:

نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد (رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص۲۳۷، کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: محدثین نے تصریح کی ہے کہ ’’اهل الاهواء‘‘ کی روایت قبول کر لی جائے گی، پس یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے، جو ’’عامۃِ صحابہ‘‘ پر سب وشتم کرے، اور ان کی تکفیر کرے، اپنی کسی فاسد تاویل کی بنا پر (ردالمحتار)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی اپنے رسالہ ’’تنبیهُ الولاۃ‘‘ میں فرماتے ہیں:

أو كان من غلاة الروافض ممن يعتقد كفر جميع الصحابة (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۱۳۳، الباب الثانى، ضابط تكفير اهل البدع من روافض ونحوهم، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: یا وہ غالی رافضیوں میں سے ہو، جو تمام صحابہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھے (تو تکفیر کی جاسکتی ہے) (تنبیہ الولاۃ)

اس عبارت میں جمیع صحابہ کی تکفیر کے عقیدہ کو ’’غلاۃ روافض‘‘ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور اس کو باعثِ تکفیر کہا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ خوارج کی طرف سے صحابہ کی تکفیر بھی فاسد بنا پر مبنی تھی، لیکن اس میں جمیعِ صحابہ شامل نہیں تھے، اس لیے ان کی تکفیر نہیں کی گئی، اور ’’امامیہ اثناعشریہ‘‘ بھی جمیع صحابہ کی تکفیر

کے قائل نہیں، لہٰذا جمہور کے نزدیک اس بنیاد پر خوارج کی طرح ان کی تکفیر بھی درست نہیں ہوگی، ورنہ خوارج کی تکفیر بھی ضروری ہوگی۔

''الموسوعةُ الفقهية الكويتية'' میں ہے:

اتفق الفقهاء على أن من كفر جميع الصحابة فإنه يكفر؛ لأنه أنكر معلوما من الدين بالضرورة وكذب الله ورسوله......وأما من كفر بعض الصحابة دون بعض.

فذهب الحنفية والمالكية فى المعتمد عندهم والإمام أحمد فى إحدى الروايتين إلى عدم كفره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳، ص ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، مادة''تكفير'')

ترجمہ: فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص تمام صحابہ کی تکفیر کرے، تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس نے دین کے ضروری طور پر معلوم شدہ حکم کا انکار کیا، اور اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی......لیکن جس نے بعض صحابہ کی تکفیر کی، اور بعض کی تکفیر نہیں کی، تو حنفیہ اور مالکیہ کے معتمد کے قول کے مطابق اور امام احمد کی دو روایتوں میں سے ایک روایت کے مطابق کافر نہیں ہوگا (الموسوعة الفقهية)

اور علامہ عبدالحئی لکھنوی نے ''ظفرُ الامانی بشرح مختصر السيد الشريف الجرجانی'' میں ''بدعتِ اعتقادیہ'' پائے جانے پر قبولیتِ روایت کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اگر وہ بدعت، باعثِ کفر ہو، تو اس کے کفر کی وجہ سے، اس کی روایت قبول نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اور اگر اس کی بدعت، باعثِ کفر نہ ہو، تو پھر اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں، جن میں ایک قول یہ ہے کہ اگر ''بدعتِ صغریٰ'' ہو، جیسا کہ متقدمین کے عرف میں ان اربابِ تشیع کی روایت، جو حضرت علی کی حضرت عثمان پر فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوں (جس میں بعض اہلُ السنۃ کا جمہور سے اختلاف ہے) یا علی رضی اللہ عنہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضلُ الخلق ہونے، اور ان کے تمام حروب میں مصیب ہونے، اور ان کے مخالفین

کے مخطی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوں، تو ان کی روایت قبول کر لی جائے گی۔

اور اگر ’’بدعتِ کبریٰ‘‘ ہو، جیسا کہ متاخرین کے عرف میں مشہور متشیعین کی روایت، جو شیخین پر تبری کرتے ہوں، اور ان پر اور دوسرے مخالفینِ علی، صحابہ پر سب وشتم کرتے ہوں، یا حضرت علی اور ان کی موافقت کرنے والوں کے علاوہ اکثر صحابہ کی تکفیر کرتے ہوں، ان کی روایت قبول نہیں کی جائے گی‘‘۔ انتہٰی۔ [1]

قبولیتِ روایت کی تفصیل تو آگے آتی ہے، لیکن اس موقع پر یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ مذکورہ عبارت میں ’’مخالفینِ علی اکثر، صحابہ کی تکفیر کو ’’بدعتِ غیر مکفرہ‘‘ قرار دیا گیا ہے۔

نیز حضرت علی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الخلق سمجھنے کو ’’ ’’بدعتِ صغریٰ‘‘ اور متقدمین کے عرف والا تشیع قرار دیا گیا ہے، جبکہ اثنا عشریہ کا عقیدہ بھی یہی ہے۔

جیسا کہ ان کے عقائد کی کتب، اور ابوالحسن اشعری اور علامہ آلوسی وغیرہ کی تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے، اور اس کو دوسرے مقام پر باحوالہ نقل کیا جا چکا ہے۔

اور اس عموم میں مذکورہ حضرات کے نزدیک خلفائے اربعہ بھی داخل ہیں، جن کی اہم دلیل خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر جمہور صحابہ کرام کی طرف سے، ان خوارج کو کافر قرار نہ دینا ہے، جنہوں نے اپنے علاوہ دوسرے تمام صحابہ بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دیگر جمہور مسلمانوں کی تکفیر کی تھی، اور آج بھی بے شمار فرقے، اپنے علاوہ دوسرے سب مسلمانوں کی

---

[1] وان كانت بدعته اعتقادية ، فإن كانت مكفرة فلا خلاف فى عدم قبوله روايته لكفره، و إن كانت غير مكفرة..........وقيل: إنما تقبل إذا كانت بدعةً صغرى، وإن كانت كبرى فلا تقبل، فتقبل رواية أرباب التشيع بالمعنى المشهور فى عرف المتقدمين، وهو اعتقاد تفضيل عليٍ علىٰ عثمان، أو اعتقاد أن علياً أفضل الخلق بعد رسول اللّٰه، وأنه مصيب فى حروبه كلها، ومخالفها مخطى. وبهذا المعنى نُسب جمعٌ من أهل الكوفة المتقدمين إلى التشيّع. ولا تقبل رواية المتشيِّع بالمعنى المشهور فى عرف المتاخرين، و هو التبرِّى من الشيخين أبى بكر و عمر، وسبهما، وسبِّ غيرهما من الصحابة المخالفين لعليّ رضى اللّٰه عنه أو تكفير أكثر الصحابة سوى عليّ و من وافقه (ظفر الامانى بشرح مختصر السيد الشريف الجرجانى، ص ۴۹۰، و ۴۹۱ ملخصاً، الباب الثانى فى الجرح والتعديل، الناشر: مكتب المطبوعات الاسلامية بحلب، الطبعة الثالثة فى بيروت: 1416)

تکفیر کرتے ہیں۔

اور بعض اہلِ علم حضرات کا قول، چند صحابہ، اور بالخصوص شیخین، وخلفاء کی تکفیر کرنے والوں کو کافر قرار دینے کا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ ''اجتہادی'' ہے ''اجماعی'' نہیں، اور پہلے باحوالہ مفصل انداز میں گزر چکا ہے کہ کسی کی عدمِ تکفیر کو راجح قرار دینے کے لئے اجماع کا نہ ہونا، اور اختلاف، اور ایک ضعیف روایت کا ہونا بھی کافی ہے۔ [1]

اس لئے ہم ایک بڑے طبقہ کی تکفیر کے باب میں ''عدمِ تکفیر'' کو ہی راجح سمجھتے ہیں، الا یہ کہ کوئی جملہ صحابہ کی تکفیر کرے، لیکن یہ قول اثنا عشریہ کا اصل مذہب نہیں، اور نہ ہی جملہ اہلِ تشیع کا ہے، بلکہ دوسرے غالیہ، یا ''کاملیہ'' کا ہے، جن کو بعض نے ''غالیہ'' کا اور بعض نے ''امامیہ'' کا ایک فرقہ کہا ہے ''اثنا عشریہ'' کا یہ بھی فرقہ نہیں۔

اور یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ ہر اجماع کی مخالفت ''کفر'' نہیں، جب تک اس کے ساتھ متفق ومجمع علیہ تواتر شامل نہ ہو۔ [2]

---

[1] فتلخص أنه يكفر من كفر الصحابة كلهم؛ لأنه أنكر معلوما من الدين بالضرورة، وكذب الله ورسوله، وأما من كفر بعضهم ولو الخلفاء الأربعة، فالراجح عدم كفره كما يفيده كلام الإكمال، وهو شرح للقاضي عياض على مسلم وأول كلام الشامل انتهى أقول: علته التي ذكرها تجرى فى الأربعة أو واحد منهم (حاشية العدوى على شرح مختصر خليل الحرشى، ج۸، ص ۷۴، باب الردة والسب وأحكامهما وما يتعلق بذلك)

قالوا :ومن سب صحابياً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإنه يعزر ويحبس، ولا يحد، ومثل السب تكفير بعضهم، ولو كان من الخلفاء الأربعة رضوان الله عليهم فإنه لا يكفر، ولكن يؤدب أما من كفر جميع الصحابة فإنه يكفر باتفاق، لأنه أنكر معلوماً من الدين بالضرورة، وكذب الله ورسوله(الفقه على المذاهب الأربعة، ج۵، ص ۳۸۰، القسم الثالث باب التعزير، مبحث أساس القوانين الشرعية)

[2] واعلم أن الإمام استشكل تكفير مخالف الإجماع، بأن من خرق الإجماع ورد أصله لا نكفره وحمل كلام الأصحاب على ما إذا صدق المجمعين ثم خالف وأجاب الزنجانى بأنا نكفره من حيث مخالفة الإجماع، وقال ابن دقيق العيد الحق أن المسائل الإجماعية إن صحبها تواتر كفر جاحدها لمخالفة التواتر لا لمخالفة الإجماع، وإلا فلا قال الزركشى وغيره وهو الصواب وقضية هذا أن لا يعول على حكم الإجماع فى هذا الشأن ويجاب بأن وجه اختصاصه بالذكر كون الغالب على المجمع عليه التواتر وعلمه من الدين بالضرورة(حاشية عميرة،على شرح جلال الدين المحلى على منهاج الطالبين، ج۴، ص ۱۷۶، كتاب الردة)

**آیة اللّٰہ علی اصغر بن نور الدین بن محمد هادی،سید علی حسینی میلانی** (نجف،ایران،المتولد:1367ھ) نے اپنی کتاب''**نشأة التشیع واساس عقائد الامامیة ودفع شبهات المعاصرین**''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں،اور پھر صحابہ کے زمانہ میں متعدد ایسے حضراتِ صحابہ کے نام تحریر کئے ہیں،جن کو وہ''شیعت'' کے ساتھ متصف سمجھتے ہیں۔ [1]

اور امامیہ اثنی عشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی''**عقائد الامامیة الاثنی عشریة**'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

**ثم أنه من الواجب محبة اصحاب الرسول صلى الله عليه واله وسلم،الذين اقاموا على متابعته ولم يخالفوا اوامره بعد وفاته، وانقادوا إلى ما اوصاهم به حال حياته بالبراء ة من اعداء محمد وآل محمد صلى الله عليه واله وسلم**

(عقائد الامامية الاثنى عشرية،ج ا ، ص ٢٧٩،خلاصة معتقدات الشيعة الاثناعشرية ، الناشر: چاپ خانه پیروز، قم، ایران،الطبع الخامس: ١٤٠٢ھ، 1982م)

ترجمہ: پھر ایک واجب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ سے محبت رکھی جائے،جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو قائم رکھا،اور آپ کی وفاۃ کے بعد آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کی،اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں جو کچھ وصیت فرمائی،اس کا انقیاد کیا،ساتھ ہی محمد وآلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے برائت کی جائے (عقائد الامامۃ الاثنی عشریۃ)

اور شیعہ اثناعشریہ کے عالم شرف الدین الموسوی (المتوفیٰ: 1377ہجری) اپنی تالیف ''**الفصولُ المهمة فی تالیف الأمة**''میں لکھتے ہیں:

**المقصد الثانی:فی الأمور التی ینفر منها أهل السنة ولا یأتلفون بها مع الشیعة ، وهی أمور مکذوبة بهتنا بها المبطلون ، وقد سمعت فی الفصول**

---

[1] وذكرنا اسماء جمع من الصحابة الذين وصفوا بالتشيع لامير المومنين عليه السلام فى حياة النبى صلى الله عليه وآله،ومنهم ايضا جماعة كبيرة من بنى هاشم....وايضا من الشيعة الصحابة (نشأة التشيع واساس عقائد الامامية ودفع شبهات المعاصرين، ص٨٧،و٨٨،المحاضرة الرابعة،التشيع فى الصحابة والتابعين،المطبع وفا: ،الطبعة الاولىٰ 1442ھ)

السابقة جملة منها ، ووقفت على ما يشفى صدرك من الأجوبة عنها ، ولم يبق سوى مسألة الصحابة رضى الله عنهم فانها المسألة الوحيدة والمعضلة الشديدة ، وذلك ان بعض الغلاة من الفرق التى يطلق عليها لفظ الشيعة ، كالكاملية يتحاملون على الصحابة كافة رضى الله عنهم وينالون من جميع السلف ، فيظن الجاهل أن ذلك رأى مطلق الشيعة ، وتوهم أنه مذهب الجميع ، فيرمى الصالح بحجر الطالح ، ويأخذ البرىء بذنب المسىء
(الفصول المهمة فى تأليف الأمة،ص ۱۷۶ ، الفصل الثانى عشر،المقصد الثانى: مسألة الصحابة والإفتراء على الشيعة ، الناشر: دارالكتاب العربى، بغداد، الطبعة الأولىٰ : ۱۴۲۹ھ ، 2008م)

ترجمہ: دوسرا مقصدان امور کے بارے میں ہے،جن سے اہل السنۃ،متنفر ہوتے ہیں،اور وہ ان کی بناء پر شیعہ کے ساتھ الفت نہیں کرتے،اور وہ جھوٹی باتیں ہیں، جوہم پر باطل لوگوں نے بہتان باندھی ہیں،اور آپ گذشتہ فصلوں میں،ان کا بڑا حصہ ملاحظہ کر چکے ہیں،اور آپ ان چیزوں سے واقف ہو چکے ہیں، جو آپ کے سینوں کوان کے جواب سے شفا بخشنے والی ہیں،اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسئلہ کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا،پس یہ تنہا،اور شدید گمبھیر مسئلہ ہے،اور وہ یہ ہے کہ بعض غالی فرقوں پر بھی شیعہ کا لفظ بولا جا تا ہے،جیسا کہ''کاملیہ''پر، جوتمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہتان باندھتے ہیں،اور تمام سلف سے اپنی زبانوں کو آلودہ کرتے ہیں، جس کی بناء پر جاہل وناواقف شخص یہ گمان کر بیٹھتا ہے کہ یہ مطلق اور عام شیعہ کی رائے ہے،اوراس کو یہ وہم پیدا ہو جا تا ہے کہ یہ تمام شیعہ کا مذہب ہے، جس کے نتیجہ میں وہ صالح شخص کو سخت پتھر مارتا ہے،اور برے شخص کے گناہ کی وجہ سے، گناہ سے بری، شخص کا مواخذہ کرتا ہے(الفصول المہمہ)

پھراس کے بعد موصوف نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی کا ذکر کیا ہے،جن کی صحابیت وعظمت پر شیعہ امامیہ اثنا عشریہ جزم ویقین رکھتے ہیں۔

جس کے بعد موصوف نے لکھا کہ:

على أنا نتولى من الصحابة كل من سبق فى عدم تشيعه بشبهة اضطرته إلى

**الحياد ،أو إلى مسايرة أهل السلطة بقصد الاحتياط على الدين ، وهم كثيرون جداً فكيف ترمى الشيعة بعد هذا ببغض الصحابة كافة "سبحانك هذا بهتان عظيم "** (الفصول المهمة فى تأليف الأمة،ص ۲۰۸، ۲۰۹ الفصل الثانى عشر،المقصد الثانى)

ترجمہ: اس کے علاوہ ہم صحابہ میں سے اس ہر ایک سے محبت رکھتے ہیں، جس نے حضرت علی کی مشایعت کسی ایسے شبہ کی وجہ سے نہیں کی، جس نے اس کو توقف اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، یا اہلِ قوت کی ملامت کی طرف مجبور ہو گیا، اور اس نے اپنے دین میں احتیاط کا قصد کیا، اور اس طرح کے صحابہ بہت زیادہ ہیں، پس اس کے بعد، شیعہ پر تمام صحابہ سے بغض کی تہمت کیسے لگائی جا سکتی ہے: **سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ** (الفصول المہمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک، جن صحابہ نے حضرت علی کی مشایعت کو ''شبہ'' یا کسی ڈر وخوف، یا طاقت وشوکت کی بناء پر ترک کیا، وہ بھی قابلِ ضلالت وملامت نہیں، جیسا کہ ان کے بقول خود حضرت علی نے بھی اسی قسم کی وجوہات کی بناء پر اپنی حقِ ولایت ووصایت سے سکوت اختیار کیا، پس جس طرح حضرت علی، حسن وحسین، اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کی طرف کفر وضلالت کی نسبت درست نہیں، اسی طرح ان جیسے دوسرے حضرات کی طرف نسبت بھی درست نہ ہوگی، ورنہ اسی نوعیت کے حکم کا حضرت علی پر عائد ہونا بھی لازم آئے گا، اور اسی علت کے اشتراک کی بناء پر ''فرقہ کرامیہ'' نے حضرت علی کی بھی تکفیر کی، جیسا کہ گزرا۔

علاوہ ازیں جملہ صحابہ کی تکفیر وتضلیل کی صورت میں یہ بھی لازم آئے گا کہ اس وقت امامیہ عقیدہ کے مطابق علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل ماننے والی کوئی قابلِ ذکر جماعت موجود نہیں تھی، جو خود ''امامیہ'' کے مذہب کے لیے نقص کا باعث ہے۔

اور شیعہ کی کتب میں جو بعض روایات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، چند صحابۂ کرام کے علاوہ کے ارتداد کی منقول ہیں، اور ان کی بناء پر بعض علماء، جملہ شیعہ وروافض کی تکفیر کرتے ہیں۔

اولاً تو ان میں سے بعض روایات بے سند ہیں، اور جو روایات ان کے ائمہ سے مروی ہیں، ان کی اسناد بھی ساتھ ہی مذکور ہیں، اور یہ بات ہم نے تحریفِ قرآن کے ضمن میں باحوالہ ذکر کردی ہے کہ کسی روایت میں، جو مضمون وارد ہو، اس کے مطابق عقیدہ ہونا، ضروری نہیں، خاص طور سے جبکہ اس کے برخلاف کی بھی تصریح ہو، جیسا کہ اہل السنہ کی کتب میں بعض روایات ایسی موجود ہیں، جن کے مطابق اہل السنہ کا عقیدہ نہیں۔ [1]

دوسرے اس طرح کی بعض روایات ''غلاۃ'' کی طرف سے گھڑی گئی ہیں۔

اور ان کے معنیٰ و مراد میں بھی اختلاف ہے۔

تیسرے اُن روایات کے بارے میں ان کے مستند اہلِ مذاہب کی طرف سے بیان کردہ مطلب اور مفہوم کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے، ورنہ اہلُ السنۃ کی کتبِ احادیث و روایات میں بھی بہت سی ایسی چیزیں مذکور ہیں، جن سے اُن کے متبادر مفہوم کے مطابق اہلُ السنۃ کا عقیدہ نہیں، اور ان کی طرف سے ان کے مجازی، یا تاویلی معنیٰ مراد لئے گئے ہیں۔

اور اہلِ تشیع کے متعدد حضرات نے تصریح کی ہے کہ اس قسم کی روایات میں ارتداد سے ملتِ

---

[1] قال آل محسن، علی:

الخلاصة: أن أبا بكر الجزائرى لم يتَّبع فى "نصيحته" إلى كل شيعى المنهج الصحيح للبحث العلمى، إذ وصف كتاب الكافى بأنه عمدة الشيعة فى إثبات مذهبهم، وأنه أهم كتاب يعتمدون عليه فى إثبات المذهب، وأنه عمدة مذهب الشيعة، ومصدر تشيعهم.
وهذا كله لم يثبت، بل الثابت خلافه، فإن كتاب الكافى وإن كان من أجَل الكتب المعتمدة عند الشيعة الإمامية فى استنباط الأحكام الشرعية، إلا أن فيه أحاديث ضعيفة لا يجوز الاستناد إليها فى فروع الدين فضلًا عن أصوله، كما لا يصح الاستناد إلى أحاديث الكافى وغيره، وإن كانت صحيحة فى إثبات المذهب، أو إثبات شىء من أصوله وعقائده التى لا بد أن تكون معلومة بالقطع واليقين، اللهم إلا ما كان منها متواتراً قد عُلم صدوره من النبى صلى الله عليه وآله والأئمة الطاهرين من أهل البيت عليهم السلام، ثم إن علماء المذهب قدس الله أسرارهم قد أثبتوا صحة مذهب الإمامية وسلامة عقائده بالأدلة القطعية، العقلية منها والنقلية(كشف الحقائق :رد على هذه نصيحتى الى كل شيعى،ص١٨،١٩، لايحتج بكتاب الكافى فى إثبات المذهب،رقمى الناشر: مركز القائمية باصفهان للتحريات الكمبيوترية)

اسلام سے خارج ہونا مراد نہیں، بلکہ بعض احکامِ دین مثلاً حضرت علی کی امامت وولایت سے روگردانی اختیار کرنا، اوراستقامت پر قائم نہ رہنا، مراد ہے، جو کفر کو مستلزم نہیں۔ [1]

اورارتداد کے اسی نوعیت کے معانی ومطالب اہل السنہ کی طرف سے بھی بعض نصوص کے ضمن

---

[1] قال الشیخ جعفر السبحانی:

وأقصى ما يمكن أن يقال فى حقّ هذه الروايات هو أنّه ليس المراد من الإرتداد الكفر والضلال والرجوع إلى الجاهلية ، وإنّما المراد عدم الوفاء بالعهد الذى أُخذ منهم فى غير واحد من المواقف وأهمّها غدير خم .ويؤيّد ذلك :

ما رواه وهب بن حفص ، عن أبى بصير ، عن أبى جعفر ـ عليه السلام : _جاء المهاجرون والأنصار وغيرهم بعد ذلك إلى علىّ ـ عليه السلام ـ فقالوا له :أنت والله أمير المؤمنين وأنت والله أحقّ الناس وأولاهم بالنبىّ صلى الله عليه وآله وسلم ـ هلمّ يدك نبايعك فوالله لنموتنّ قدامك .فقال علىّ ـ عليه السلام ـ :إن كنتم صادقين فاغدوا غداً علىّ محلّقين .فحلق أمير المؤمنين وحلق سلمان وحلق المقداد وحلق أبو ذر ولم يحلق غيرهم.

وهذه الرواية قرينة واضحة على أنّ المراد هو نصرة الإمام عليه السلام لأخذ الحق المغتصب ، فيكون المراد من الردّة هو عدم القتال معه .

وممّا يؤيّد ذلك أيضاً الرواية التى جاء فيها أنّ قلب المقداد بن الأسود كزبر الحديد ، فهى وإن كانت ضعيفة السند لكنّ فيها إشعاراً على ذلك ;لأنّ وصف قلب المقداد إشارة إلى إرادته القويّة وثباته فى سبيل استرداد الخلافة .

وظنّى أنّ هذه الروايات صدرت من الغلاة والحشوية دعماًلأمر الولاية وتغابناً فى الإخلاص ، غافلين عن أنّها تضادّ القرآن الكريم ، وما روى عن أمير المؤمنين وحفيده سيّد الساجدين ، من الثناء والمدح لعدّة من الصحابة(مع الشيعة الاماميه فى عقائدهم ،ص ١٨٠، ١٨٢، المسألة التاسعة: الشيعة الإمامية والصحابة، الردة بعد وفاة الرسول صلى الله عليه وسلم، الناشر: معاونية شؤون التعليم والبحوث الإسلامية، الطبعة الأولٰى ١٤١٣هـ)

قال آل محسن، علی:

والحاصل أن الحديث الذى احتج به الجزائرى لم يقيَّد فيه الارتداد بأنه عن الدين أو على الأدبار والأعقاب .وعليه، فمعنى الحديث هو أن الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم رجعوا عما التزموا به فى حياته صلى الله عليه وآله وسلم من مبايعة على عليه السلام بإمرة المؤمنين، فبايعوا غيره .وبهذا المعنى للارتداد فسَّر ابن الأثير هذه اللفظة التى وردت فى أحاديث الحوض التى سيأتى ذكرها(كشف الحقائق :رد على هذه نصيحتى الى كل شيعى،ص ٦١،بيان معنى ارتداد الصحابة الوارد فى بعض الاحاديث ،رقمى الناشر: مركز القائمية باصفهان للتحريات الكمبيوترية)

میں بیان کئے گئے ہیں۔ [1]

---

[1] قال مروان خليفات:
فالردة فى الأحاديث لا تعنى الرجوع عن الإسلام وإنما عن بيعة خاصة لأمير المؤمنين عليه السلام، وهكذا فسرها العلماء.
قال الشيخ المفيد رحمه اللّه :”واجتمعت الشيعة على الحكم بكفر محاربى أمير المؤمنين ، ولكنهم لم يخرجوهم بذلک عن حكم ملّة الإسلام ، إذ كان كفرهم من طريق التأويل كفر ملّة ، ولم يكفروا كفر ردّة عن الشرع مع إقامتهم على الجملة منه وإظهار الشهادتين .وان كانوا بكفرهم خارجين عن الإيمان“(الجمل ، ص 30)
وقال الشيخ محمد حسن المظفر :”معنى الارتداد ؛ والظاهر أنّ له معنيين : حقيقيا :وهو الانقلاب عن الدين بمخالفة بعض أصوله ؛ كالشهادتين عند الجميع ، والإمامة عند الإماميّة .ومجازيا : وهو مخالفة بعض أحكام الدين المهمّة“(دلائل الصدق لنهج الحق، ج 5 ص 80)
قال الإمام الخمينى :”والظاهر عدم إرادة ارتداد جميع الناس ؛ سواء كانوا حاضرين فى بلد الوحى أو لا .ويحتمل أن يكون المراد من "ارتداد الناس "نكث عهد الولاية ولو ظاهراً وتقيّة ، لا الارتداد عن الإسلام ، وهو أقرب“(كتاب الطهارة ، ج 3 ص 446)
قال السيد الگلپايگانى :”ان قلت : فما تصنع بما قاله الامام أبو جعفر عليه السلام : ارتد الناس بعد رسول الله الا ثلاثة نفر سلمان وابوذر والمقداد .نقول : ان هذا الارتداد ليس هو الارتداد المصطلح الموجب للكفر و النجاسة والقتل ، بل الارتداد هنا هو نكث عهد الولاية ، ونوع رجوع عن مشى الرسول الاعظم ، وعدم رعاية وصاياه ، ولو كان المراد منه هو الارتداد الاصطلاحى لكان الامام عليه السلام – بعد ان تقلد القدرة وتسلط على الامور – يضع فيهم السيف ويبددهم ويقتلهم من اولهم إلى آخرهم خصوصا بلحاظ ان توبة المرتد الفطرى لا تمنع قتله ولا ترفعه بل يقتل وان تاب“(نتائج الأفكار للسيد الگلپايگانى ”الوفاة: ۱۴۱۴ هـ“ص 196)
لقد فسر بعض علماء أهل السنة أحاديث ارتداد الصحابة، بما لا يخرجهم عن الإسلام وهو ما يتوافق مع تفسير الإمامية، فقد نقل الحافظ ابن حجر عبارة عن الإمام البيضاوى فى توجيه معنى الارتداد ما نصه:”ليس قوله مرتدين نصا فى كونهم ارتدوا عن الإسلام، بل يحتمل ذلک، ويحتمل أن يراد أنهم عصاة المؤمنين المرتدون عن الاستقامة يبدلون الأعمال الصالحة بالسيئة“ (فتح البارى، ج 11ص 334)
وقال ابن الجوزى نقلا عن الخطابى :”ليس معنى الارتداد الرجوع عن الدين ، إنما هو التأخر عن بعض الحقوق اللازمة ، والتقصير فيها“(كشف المشكل من حديث الصحيحين ، ج 2 ص 356– 357)
وجاء فى نهاية ابن الأثير ولسان ابن منظور :”وفى حديث القيامة والحوض:فيقال: إنهم لم يزالوا مرتدين على أدبارهم القهقرى: أى متخلّفين عن بعض الواجبات، ولم يُرِد ردَّة الكفر“(النهاية فى غريب الحديث 2/214، لسان العرب 3/173)
وقد جعل النبى صلى الله عليه وآله وسلم اقتتال الصحابة نوعا من الكفر، فقد روى البخارى :”عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ متعدد روافض نے خود بھی تصریح کی ہے کہ حضرت علی کی مخالفت کے بعد اکثر صحابہ، حضرت علی کے حامی ہوگئے تھے، اور اسی لئے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی۔ [1]

اور جب خلفائے ثلاثہ کی وفات کے بعد ہزاروں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مختلف جنگوں میں نصرت وحمایت اور شہادت ثابت ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کو اپنے دورِ خلافت میں مختلف عہدوں پر مامور فرمانا، اور ان کے ساتھ عمدہ روابط کا رکھنا بھی ثابت ہے، تو شیعہ کے نزدیک بھی اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ یا تو ان کی روایات میں مذکور اس ارتداد کو مجازی معنیٰ پر محمول کیا جائے، یا پھر ان کا پہلے طرزِ عمل سے رجوع اور ان سے حضرت علی کی رضا کو ثابت مانا جائے۔

یا پھر ان روایات کی سرے سے تردید کی جائے۔

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، چار، پانچ افراد کے علاوہ باقی حضرات کے کافر ہوجانے کا قول عمرو بن ثابت سے بھی مروی ہے، لیکن اُن کی تکفیر نہیں کی گئی، جیسا کہ آخری باب میں آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جمہور امامیہ اثنا عشریہ کا راجح مذہب جملہ صحابہ کی عدمِ تکفیر کا ہے، البتہ جن حضراتِ صحابہ کے متعلق ان کا گمان یہ ہے کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے محاربہ، یا ان کی ایذاء

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ جریر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال له فی حجة الوداع استنصت الناس فقال لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض ''(صحیح البخاری، ج 1 ص 38، صحیح مسلم، کتاب الأیمان، باب تسمیة العبد الآبق کافرا.)(اضائات فی الطریق قراءة فی أحادیث عقائدیة ،ص۱۱۸ الیٰ ۱۲۰، الفصل الثالث الصحابة من جدید ، الناشر: مرکز التوزیع المرکز العالمی للمستبصرین التابع لمؤسسة الإمام الهادی،الطبعة الاولیٰ :۱۳۸۷ھ)

[1] قال السید علی خان المدنی الشیرازی: اعلم ان کثیرا من الصحابة رجع الیٰ امیر المومنین(ع)وظهر له الحق بعد ان عانده،وتزلزل بعضهم فی خلافة ابی بکر وبعضهم فی خلافة ابی بکر وبعضهم فی خلافته(ع) ولیس الیٰ استقصائهم جمیعا سبیل وقد اتفقت نقلة الاخبار علی ان اکثر الصحابة کانوا معه(ع) فی حروبه''مقدمات الدرجات الرفیعة ص ۳۹''(اضائات فی الطریق قراءة فی أحادیث عقائدیة ،ص۱۲۳، الفصل الثالث الصحابة من جدید ، الناشر: مرکز التوزیع المرکز العالمی للمستبصرین التابع لمؤسسة الإمام الهادی،الطبعة الاولیٰ :۱۳۸۷ھ)

رسانی، یا تکذیب و تردید کا ارتکاب کیا، جو کہ ان کے نزدیک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محاربہ، یا آپ کی ایذاء، یا تکذیب و تردید کو مستلزم ہے، یا پھر کسی نے ان امور کا قصد کیا، تو یہ ان کے نزدیک کفر کا سبب ہے، پھر ان کے مختلف حضرات نے اس قسم کی علتِ کفر پر بعض صحابہ کے عمل کو دیکھتے ہوئے تفریع کی، جس میں ان کا اختلاف بھی واقع ہوا، لیکن اسی کے ساتھ انہوں نے جملہ صحابہ کرام کی تکفیر کی بصراحت نفی کی ہے۔

باقی امامیہ، یا کسی بھی غالیہ فرقہ کی طرف انتساب کرنے والے ایک فرد، یا چند افراد کی بات کو اس فرقہ کا اصل مذہب، یا اس فرقہ کے لاکھوں افراد کا عقیدہ قرار دینا بھی درست نہیں۔

بعض اوقات ایک مذہب میں ایک سے زیادہ اقوال ہوا کرتے ہیں، کوئی کسی قول کو، اور کوئی کسی دوسرے قول کو اختیار کرلیا کرتا ہے۔

ان ہی جیسی وجوہات کی بنا پر سلف نے اتنا اہتمام فرمایا کہ ہر فرد کے ذاتی عقیدہ کی بنیاد پر خاص اس کے ساتھ ہی وہ حکم مخصوص کر کے بیان کیا، محدثین نے بھی احادیث کی سند کے باب میں یہی طرزِ عمل اختیار کیا، یہی وجہ ہے کہ ابو الحسن اشعری ہی کی تصریح کے مطابق ”زیدیہ“ کا ”فرقۂ جارودیہ“ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کی اتباع کے ترک کرنے والوں کی تضلیل و تکفیر کا قائل ہے۔[1]

اور فرقہ زیدیہ کو محققین نے امامیہ سے بہتر، بلکہ صاف طور پر اہل السنہ کے قریب اور مسلمان قرار دیا ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

فالزيدية خير من الرافضة :أعلم وأصدق وأزهد وأشجع (منهاج السنة، ج ٢، ص ٩٦، الفصل الثانى، الرد على القسم الأخير من المقدمة)

---

[1] والزيدية ست فرق :فمنهم الجارودية أصحاب أبى الجارود.وإنما سموا جارودية لأنهم قالوا بقول أبى الجارود .يزعمون أن النبى صلى الله عليه وسلم نص على على بن أبى طالب بالوصف لا بالتسمية فكان هو الإمام من بعده وأن الناس ضلوا وكفروا بتركهم الاقتداء به بعد الرسول صلى الله عليه وسلم(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ١، ص ٧٠، مقالات الروافض، رجال الرافضة ومؤلفو كتبهم، الزيدية من الشيعة)

ترجمہ: پس ''زیدیہ'' بہتر ہیں ''رافضہ'' سے، جو کہ (رافضہ کے مقابلہ میں) زیادہ علم والے، اور زیادہ سچے، اور زیادہ عبادت گذار، اور زیادہ بہادر ہیں (منہاج السنہ)

اور ''جارودیہ'' فرقہ دراصل ابو جارود، جن کا نام ''زیاد بن منذر ہمدانی'' ہے، ان کی طرف منسوب ہے۔ [1]

ان کے عقیدہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل الخلق ہیں، اور یہ شیخین پر تبری، اور تارکینِ امامتِ علی کی تضلیل وتکفیر کرتے ہیں، اور امامت کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں محصور سمجھتے ہیں، اور رجعت کے بھی قائل ہیں، اس کے باوجود ابوالجارود سے امام ترمذی اور دیگر محدثین نے احادیث کو روایت کیا ہے، اور محدثین نے کسی کافر ومشرک سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو روایت نہیں کیا، اور کسی راوی کی تضعیف وتکذیب، اور اس سے بڑھ کر تضلیل وتبدیع، اس سے جدا مسئلہ ہے، اسی وجہ سے بعض جارودیہ مذہب کے افراد کی محدثین نے تحسین کی ہے، جیسا کہ تفصیلاً آگے آخری باب میں آتا ہے۔ [2]

---

[1] قلت :زياد بن المنذر هذا :هو أبو الجارود من كبار الروافض وإليه تنسب الطائفة الجارودية . ونافع بن الحارث، قيل :هو نفيع بن الحارث أبو داود الأعمى :وهو متروك متهم بالوضع(إتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة،لابنِ حجر،ج۱۳،ص۱۰۵، تحت رقم الحديث ۱۷۰۷۴،حرف النون)

[2] وقال الحسن بن موسى النوبختي في كتاب"مقالات الشيعة"

في ذكر فرق الزيدية العشرة :قالت الجارودية منهم -وهم أصحاب أبي الجارود زياد بن المنذر : أن علي بن أبي طالب -عليه السلام -أفضل الخلق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأولادهم بالأمر من جميع الناس، وتبرؤوا من أبي بكر وعمر -رضي الله عنهما -وزعموا أن الإمامة مقصورة في ولد فاطمة -عليها السلام -وأنها لمن خرج منهم يدعو إلى كتاب الله وسنة نبيه، وعلينا نصرته ومعونته، لقول النبي صلى الله عليه وسلم :من سمع داعينا أهل البيت فلم يجبه أكبه الله على وجهه في النار ."وبعضهم يرى الرجعة، ويحل المتعة.

روى له الترمذي حديثا واحدا، عن عطية، عن أبي سعيد :أيما مؤمن أطعم مؤمنا على جوع، وأيما مؤمن سقى مؤمنا، وأيما مؤمن كسا مؤمنا، وقال :غريب، وقد روى عطية، عن أبي سعيد موقوف، وهو عندنا أصح(تهذيب الكمال ،للمزي،ج۹،ص۵۱۹،۵۲۰، تحت رقم الترجمة ۲۰۷۰)

پس تفسیق وتکفیرِ صحابہ، یا شیخین کو بنیاد بنا کر پر جملہ شیعہ وروافض کی تکفیر جمہور کے قول کے مطابق راجح نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء، روافض کے اس قسم کے عقائد سے واقف تھے، لیکن انہوں نے ''رافضہ'' کی علی الاطلاق تکفیر نہ کی، اوران کو اہلِ قبلہ واہلِ بدعت ہی قرار دیا، اور محدثین نے بھی ان سے احادیث کو روایت کیا، جس سے معلوم ہو گیا کہ انہوں نے صحابہ کی تفسیق، یا تکفیر کی بنیاد پر روافض کی تکفیر نہیں کی۔

## ''شیعہ زیدیہ'' کا ''حقیقتِ ایمان'' کے متعلق موقف

ابوالحسن اشعری نے ''مقالات الاسلامیین'' میں فرمایا کہ شیعہ زیدیہ کا ایمان وکفر کے بارے میں اختلاف ہے، جس میں ان کے دو فرقے ہیں۔

''زیدیہ'' کے پہلے فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان، معرفت اور اقرار، اور جن چیزوں میں وعید وارد ہوئی ہے، ان کی معرفت کا نام ہے، اور اس فرقہ نے جس چیز پر وعید وارد ہوئی، اس میں مبتلاء ہونے کو کفر قرار دے دیا، لیکن ان کے نزدیک یہ کفر، شرک اور جحود کے درجہ کا نہیں، بلکہ کفرانِ نعمت کے درجہ کا ہے، اور متاولین کے بارے میں بھی ان کا یہی قول ہے، جبکہ وہ متاولین ایسا قول کریں، جو گناہ وفسق ہو۔

اور ''زیدیہ'' کے دوسرے فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان جمیعِ طاعات کا نام ہے، اور ہر وہ چیز جس میں وعید وارد ہوئی، اس کا ارتکاب کفر نہیں۔

اور یہ ''زیدیہ'' کے متاخرین کی ایک قوم کا قول ہے۔

جہاں تک ان کے اوائلِ جمہور کا تعلق ہے، تو ان کا قول پہلا ہی ہے۔ انتھیٰ۔ [1]

---

[1] واختلفت الزيدية فى الإيمان والكفر.

وهم فرقتان:

فالفرقة الأولى منهم :يزعمون أن الإيمان المعرفة والإقرار واجتناب ما جاء فيه الوعيد وجعلوا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## ''شیعہ زیدیہ'' کا ''اصحابِ کبائر'' کے متعلق موقف

ابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین ''میں فرمایا کہ زیدیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اصحابِ کبائر سب کے سب ''معذب ومخلد فی النار ''ہیں۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ نے شیعہ کو اس عقیدہ میں معتزلہ کا متبع قرار دیا ہے۔ [2]

لیکن محققین نے معتزلہ اور زیدیہ کی تکفیر نہیں کی۔

## ''شیعہ زیدیہ'' کا ''اجتہاد'' کے متعلق موقف

اورابوالحسن اشعری نے ''مقالاتُ الاسلامیین ''میں فرمایا کہ زیدیہ کا احکام میں اجتہاد کے جائز ہونے میں اختلاف ہے، ایک فرقہ اس کو جائز قرار دیتا ہے، اور دوسرا فرقہ اس کا انکار کرتا ہے۔ [3]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مواقعة ما فيه الوعيد كفراً ليس بشرك ولا جحود بل هو كفر نعمة وكذلك قولهم فى المتأولين إذا قالوا قولا هو عصيان وفسق.

والفرقة الثانية منهم :يزعمون أن الإيمان جميع الطاعات وليس ارتكاب كل ما جاء فيه الوعيد كفراً وهذا قول قوم من متأخريهم فأما جمهورهم وأوائلهم فقولهم القول الأول(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ١، ص ٧٥، مقالات الروافض، قول الزيدية فى الإيمان والكفر)

[1] وأجمعت الزيدية أن أصحاب الكبائر كلهم معذبون فى النار خالدون فيها مخلدون أبداً لا يخرجون منها ولا يغيبون عنها.

وأجمعوا جميعاً على تصويب على بن أبى طالب فى حربه وعلى تخطئة من خالفه(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ١، ص ٧٥، مقالات الروافض، قول الزيدية فى مرتكب الكبيرة)

[2] وهذا قول أئمة هذا الإمامى من المعتزلة ونحوهم(منهاج السنة، ج ٢، ص ٣٠٤، الفصل الثانى، مقالات الروافض فى الوعيد)

[3] واختلفت الزيدية فى اجتهاد الرأى:وهم فرقتان:

فالفرقة الأولى منهم :يزعمون أن اجتهاد الرأى جائز فى الأحكام.

والفرقة الثانية منهم :ينكرون ذلك وينكرون الاجتهاد فى الأحكام(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ١، ص ٧٥، مقالات الروافض، قولهم فى اجتهاد الرأى)

ابوالحسن اشعری نے امامیہ کے احکام میں اجتہاد کے ترک کے قائل ہونے کا ذکر کیا ہے۔

لیکن ہم نے یہ تفصیل دوسرے مقام پر ذکر کردی ہے کہ موجودہ جمہور اثنا عشریہ، جو کہ ''اصولیین'' کہلاتے ہیں، وہ اجتہاد کے مشروع ہونے کے قائل ہیں، جس کی تفصیل آگے الگ فصل میں آتی ہے۔

ممکن ہے کہ ابوالحسن اشعری کے زمانہ میں امامیہ نے، اپنے ائمہ کا عہد قریب ہونے کی بناء پر اجتہاد کی ضرورت کو محسوس نہ کیا ہو، پھر غیوبتِ امام کے بعد اس کی ضرورت لاحق ہوگئی ہو۔

امامیہ اثنا عشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی ''**عقائد الامامية الاثنى عشرية**'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

**نعتقد أن الإجتهاد فی الأحكام الفرعية واجب بالوجوب الكفائى على جميع المسلمين فى عصر غيبة الإمام من تاريخ ۳۲۹ الٰى زماننا ۱۳۸۷ھ**

(عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۱، ص ۱۱۳، عقائد الامامية فى الإجتهاد، الناشر: چاپ خانه پيروز، قم، ايران، الطبع الخامس: ۱۴۰۲ھ، 1982م)

ترجمہ: ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام فرعی احکام میں اجتہاد واجب ہے، اور یہ غیوبتِ امام کے زمانہ میں 329ھ سے لے کر، آج ہمارے زمانے 1387ھ تک کے زمانے میں تمام مسلمانوں پر وجوبِ کفائی ہے (عقائد الامامية الاثنى عشرية)

امامیہ اثنا عشریہ کے عالم سید ابراہیم موسوی نجفی نے ''**عقائد الامامية الاثنى عشرية**'' میں اثنا عشریہ کے عقائد کا خلاصہ بھی ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] خلاصة معتقدات الشيعة الاثناعشرية:

الذى يعتقده الشيعة هو معنى ''لا إله إلا الله محمد رسول الله'':

ثم اذا صدق الرسول فينبغى أن يصدقه فى صفات الله تعالى ويعتقد أن العالم أى جميع ما سوى الله سبحانه -حادث عن العدم جوهرا كان او عرضا بسيطا كان او مركبا، وأنه لا قديم إلا الله، وأنه واجب الوجود لذاته، وأنه تعالى قادر عالم حى سميع بصير غنى مريد كاره متكلم، وأن كلامه حروف واصوات حادثة، وإن قدرته وعلمه يعمان كل مقدور ومعلوم، وأن كل ما يفعله سبحانه وتعالى فهو لغرض ومصلحة وحكمة، وأنه واحد أحد منزه عن الشريك برىء عن الانقسام الذهنى والخارجى كما قال الامام الباقر (عليه السلام) ''كلما ميزتموه بأوهامكم بأدق معانيه فهو مخلوق لكم''.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عقائد اہل السنۃ کے عظیم ترجمان ابوالحسن اشعری کی مذکورہ بالا تصریحات، اور ان کی تشریحات کے بعد ایک مرتبہ پھر اس بات کا دل و دماغ میں اعادہ کرلینا چاہیے کہ انہوں نے شیعہ و روافض کے متعلق یہ سب باتیں، اپنی ایسی تالیف میں بیان فرمائی ہیں، جس کا نام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

متعـال عن لوازم الجوهرية والعرضية مقدس عن الحلول والاتحاد، وأن كنه ذاته لا تصل إليه ايدى العقول والافكار، وأنه ارفع وأجل من أن يدرك بالأبصار فى الدنيا والآخرة.

وهـذه كـلـهـا مـا يـعتضده بجانب وحدانيته فى الألوهية، والتى يجب على المكلف أن يحصل العلم والـمعرفة بصانعه بحكم العقل واليقين به، وهذا هو الأول من اصول الدين (التوحيد)، والطاعة يلزم أن تـكون مخلصة له تعالى، والعبادة بأنواعها والصلاة والركوع والسجود لا تكون إلا له، ولا تجوز الطاعة لغيره إلا للأنبياء والأوصياء (عليهم السلام)، وذلک فيما يبلغون عن الله طاعة الله.

ويجوز التبرک بقبورهم والتوسل الى الله تعالى بكرامتهم ومنزلتهم عند الله والصلاة عند مراقدهم لله تعالى، وليس من العبادة لهم بل العبادة الله"فى بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه"

وأمـا الأصـل الثـانى فهو النبوة، أى أنه سبحانه وتعالى قد ارسل رسلا بالحجج والبينات، أولهم ابونا آدم (عليه السلام) وآخـرهـم اشرف الأنبياء والمرسلين وسيد الأولين والآخرين محمد (صلى الله عـليـه واله وسلم)، وأن معراجه بجسده الى السماء ثم الى ما شاء الله واقع، وأن جميع ما جاء به من الأحكام الاعتقادية والعلمية حق لا ريب فيه وصدق لا مرية تعتريه، وأنه معصوم من الكبائر والصغائر والسهـو والنسيان وجميع النقائص الظاهرة والخفية، وأنه لا نبى بعده، وأن جميع اوامره ونواهيه ليست بالاجتهاد وانما هى بالوحى لقوله تعالى "و ما ينطق عن الهوى، إن هو إلا وحى يوحى"

والأصل الثالث فهو الامامة، وهذا هو الأصل الذى تمتاز به الامامية عن سائر الفرق الاسلامية، وهو فـرق اصـلـى ومـا عـداه عرضى، وهى أن خليفته (صلى الله عليه واله وسلم) مـن بعده على بن ابى طالب (عليه السلام) على أمته بالنص الجلى فى يوم الغدير، وبعده الحسن ،ثم الحسين ،ثم على بن الـحسين زين العابدين ،ثـم محمد الباقر ،ثـم جعفر الصادق ،ثـم موسى الكاظم ،ثـم على الرضا، ثم محمد التقى ،ثـم على النقى ،ثـم الحسن العسكرى ،ثـم مـحمد المهدى صاحب الزمان سلام الله عـليهم اجمعين بنص كل سابق على لاحقه، وأنهم وجميع الأنبياء وأوصياء هم معصومون عن جميع الـذنـوب والسهـو والـنسيـان وسائر النقائص وأن الامام المهدى عليه السلام حى مستور عن الناس كالخضر وإلياس الى أن يأذن الله له فى الظهور ليملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا.

ولا شک فـى ظهـور المعجزات على يد الأنبياء والكرامات على يد الأوصياء ، وأن الحسن والقبح بـمـعنى ترتب استحقاق المدح والذم عقليان، وأن شكر المنعم واجب عقلا وسمعا، واننا فاعلون لأفعالنا ولسنا مجبورين عليها، كل ذلک قد تقدم فى بحث الامامة مفصلا.

وأمـا الأصل الرابع من اصول العقائد عند الشيعة الامامية الاثنا عشرية واركان ايمانهم هو (العدل)، وهو أنه سبحانه وتعالى لم يكلفنا إلا بما نطيقه، وان تكليف ما لا يطاق قبيح لا يصدر عنه تعالى، اذ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

انہوں نے ’’اسلامی مقالات واقوال، اوراہلِ صلاۃ کا اختلاف‘‘ کے ساتھ تجویز کیا ہے، اور شیعہ وروافض، اوران کے امامیہ اور دوسرے فرقوں کے اقوال واختلافات سے آگاہ ہونے کے باوجود، اوران کا تفصیلی ذکر کرنے کے موقع پر پہلے ہی اس کتاب کے مقدمہ میں انہوں نے صاف طور پر یہ بھی فرمادیا کہ:

اختلف الناس بعد نبيهم صلى الله عليه وسلم في أشياء كثيرة ضلل فيها بعضهم بعضاً وبرء بعضهم من بعض فصاروا فرقاً متباينين وأحزاباً متشتتين إلا أن الإسلام يجمعهم ويشتمل عليهم (مقالات الاسلاميين واختلاف المصلين، ج ۱ ص ۲۱، مقدمة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کا بہت سی چیزوں میں اختلاف ہوا، جن میں بعض نے بعض کی تضلیل کی، اور بعض نے بعض سے برائت کا اظہار کیا، جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے بالمقابل فرقے اور متفرق گروہ بن گئے، لیکن اسلام ان سب کو جمع کرتا ہے، اور اسلام ان سب پر مشتمل ہے (مقالات الاسلامیین)

اور ابوالحسن اشعری کے اس قول کو علامہ ابنِ تیمیہ نے اہل السنۃ کے موقف کی ترجمانی، اور نصرت قرار دیا، اور جلیل القدر فقہائے حنفیہ وشافعیہ وغیرہ نے ابوالحسن اشعری کے اس قول کو اہلِ قبلہ، اور شیعہ وروافض اور خوارج وغیرہ کی عدمِ تکفیر کی دلیل اور حجت کے طور پر پیش کیا، اب اگر ہم، یا کوئی دوسرا عدمِ تکفیر کے باب میں اس کی اتباع وپیروی کرے، تو اس کا قول

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا يكلف الله نفسا إلا وسعها، وآيات القرآن المجيد محمولة على ظاهرها إلا ما قام الدليل على خلافه كقوله سبحانه وتعالى ”يد الله فوق أيديهم“ و”تجرى بأعيننا“ و”على العرش استوى“

والاصل الخامس هو (المعاد)، وهو أن يعيد الله تعالى الخلائق ويحييهم بعد موتهم يوم القيامة لغرض الجزاء والحساب، فالمعاد جسماني وعذاب القبر ونعيمه وسؤال منكر ونكير والصراط والميزان والجنة والنار كلها حق وصدق، وأن فاعل الكبيرة اذا مات من غير توبة لا يخلد فى النار، وأن الآيات التى ظاهرها خلاف ذلك مؤولة، وأن الشفاعة تحصل لأصحاب الكبائر بإذن الله تعالى، وأن المؤمنين مخلدون فى الجنة والكفار مخلدون فى النار.

ثم أنه من الواجب محبة اصحاب الرسول (صلى الله عليه واله وسلم) الذين اقاموا على متابعته ولم يخالفوا اوامره بعد وفاته، وانقادوا إلى ما اوصاهم به حال حياته بالبراءة من اعداء محمد وآل محمد صلى الله عليه واله وسلم(عقائد الامامية الاثنى عشرية، ج ۱، ص ۲۷۶، الىٰ ص ۲۷۹، خلاصة معتقدات الشيعة الاثناعشرية)

اہلُ السنۃ کے خلاف کیسے قرار پاسکتا ہے، البتہ تکفیر، اور اس سے بڑھ کر مطلق تکفیر کرنے والے حضرات کے موقف کو اہلُ السنۃ کے مذکورہ ترجمان کے خلاف قرار دیا جائے، تو اس میں کوئی غلو ومبالغہ نہ ہوگا۔

چنانچہ ابوالحسن اشعری نے مذکورہ تالیف کے شروع میں مختلف فرقوں کا ذکر کرنے سے پہلے یہ صاف تحریر فرمایا ہے کہ:

اختلف المسلمون عشرة أصناف الشيع والخوارج والمرجئة والمعتزلة والجهمية والضرارية والحسينية والبكرية والعامة وأصحاب الحديث

(مقالات الاسلاميين واختلاف المصلين، ج ا ص ۲۵، أمهات الفرق)

ترجمہ: مسلمان، دس اصناف میں مختلف ومنتشر ہیں، ایک شیعہ، دوسرے خوارج، تیسرے مرجئہ، چوتھے معتزلہ، پانچویں جہمیہ، چھٹے ضراریہ، ساتویں حسینیہ، آٹھویں بکریہ، نویں عامہ (یعنی عام وجمہور مسلمین) دسویں اصحاب الحدیث (مقالات الاسلامیین)

جس کے بعد ابوالحسن اشعری نے سب سے پہلے شیعہ اور ان کے فرقوں پر کلام کیا ہے، جس سے ظاہر ہوا کہ ابوالحسن اشعری ان فرقوں کو اسلامی فرقے سمجھتے، اور قرار دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں ابوالحسن اشعری نے مذکورہ تالیف میں معتزلہ، جہمیہ اور خوارج کے بھی ایسے متعدد عقائد کا ذکر کیا ہے، جو اہلُ السنۃ کے مقابلہ میں شیعہ وروافض، اور بالخصوص امامیہ اثنا عشریہ سے بھی زیادہ شدید ہیں، لیکن جمہور کی ترجمانی کرتے ہوئے ان کی تکفیر سے بھی اجتناب کیا۔

مگر دوسرے فرقوں کو نظر انداز کر کے شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کرنے والوں کو ان باتوں سے کیا سروکار؟ ان میں سے بعض تو اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ جو اپنے تکفیری موقف کو نہ ماننے والے علمائے مسلمین کی تکفیر کے بھی درپے ہیں۔

اس موقع پر علامہ ابنِ تیمیہ کے اس کلام کو ملاحظہ کرنا ضروری ہے کہ:

علماء المسلمين المتكلمين فى الدنيا باجتهادهم لا يجوز تكفير أحدهم بمجرد خطأ أخطأه فى كلامه، وهذا كلام حسن تجب موافقته عليه؛ فإن تسليط الجهال على تكفير علماء المسلمين من أعظم المنكرات (مجموع الفتاوى، ج۳۵، ص ۱۰۰، كتاب قتال أهل البغى إلى نهاية الإقرار، باب حكم المرتد)

ترجمہ: علمائے مسلمین متکلمین (جو عقائد کے باب میں کلام کرتے ہیں، ان) کے اجتہاد کی وجہ سے دنیا میں تکفیر کرنا جائز نہیں کسی کی بھی اس کے کلام میں خطاء کی وجہ سے، اور یہ بہت عمدہ کلام ہے، جس کی موافقت واجب ہے، کیونکہ جاہلوں کا علمائے مسلمین کی تکفیر پر مسلط ہونا، عظیم منکرات کے قبیل سے ہے (مجموع الفتاویٰ)

افسوس کہ آج اپنے آپ کو عقائد میں ابوالحسن اشعری کے پیروکار کہلائے جانے والے ایسے افراد کی طرف سے علمائے مسلمین کے خلاف الزامات واتہامات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کہ جو اس مسئلہ میں خود ہی ابوالحسن اشعری کے پیروکار نہیں۔

دوسری طرف اس پرفتن دور میں تحمل، عدمِ برداشت، رواداری، اور اسلامی حمیت، جیسے جذبات عنقاء ہوتے جارہے ہیں، جبکہ ایک قرآن اور ایک نبی پر ایمان رکھنے والی امتِ مسلمہ کے مقابلہ میں کفار ومشرکین اپنے اپنے معبودانِ باطلہ، اور کتبِ مختلفہ، اور انبیائے متعددہ، اور دوسرے ہر طرح کے شدید ترین اختلافات کو بھلا کر متحد، اور برسرِ پیکار ہیں، کہیں ہماری ماؤں بہنوں، اور بھائیوں کی جان پر حملہ آور ہیں، اور کہیں عزت وآبرو پر، اور کہیں ہمارے پورے پورے ملکوں پر اور کہیں سب فرقوں کے مشترکہ عقائد وافکار پر حملہ آور ہیں، اور ہم خود ہی ایک دوسرے کی جان وایمان، اور عزت وآبرو پر حملہ آور ہیں، اس سے زیادہ ہماری بے حسی اور کیا ہوسکتی ہے؟

اس بحث کے اختتام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابنِ تیمیہ کے درجِ ذیل درد بھرے کلام کو ملاحظہ کرلیا جائے، فرماتے ہیں:

**ومن البدع المنكرة تكفير الطائفة غيرها من طوائف المسلمين واستحلال دمائهم وأموالهم كما يقولون :هذا زرع البدعي ونحو ذلك فإن هذا عظيم لوجهين:**

**أحدهما :أن تلك الطائفة الأخرى قد لا يكون فيها من البدعة أعظم مما في الطائفة المكفرة لها.**

**بل تكون بدعة المكفرة أغلظ أو نحوها أو دونها وهذا حال عامة أهل البدع الذين يكفر بعضهم بعضا فإنه إن قدر أن المبتدع يكفر كفر هؤلاء**

**وهؤلاء وإن قدر أنه لم يكفر لم يكفر هؤلاء ولا هؤلاء ولا هؤلاء فكون إحدى الطائفتين تكفر الأخرى ولا تكفر طائفتها هو من الجهل والظلم وهؤلاء من الذين قال الله تعالى فيهم :"إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا لست منهم في شيء"**

**والثاني: أنه لو فرض أن إحدى الطائفتين مختصة بالبدعة لم يكن لأهل السنة أن يكفروا كل من قال قولا أخطأ فيه فإن الله سبحانه قال :"ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا"وثبت في الصحيح"أن الله قال :قد فعلت" وقال تعالى:"وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به"**

**وروى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال:"إن الله تجاوز لي عن أمتي الخطأ والنسيان" وهو حديث حسن رواه ابن ماجه وغيره.**

**وأجمع الصحابة وسائر أئمة المسلمين على أنه ليس كل من قال قولا أخطأ فيه أنه يكفر بذلك وإن كان قوله مخالفا للسنة فتكفير كل مخطء خلاف الإجماع؛ لكن للناس نزاع في مسائل التكفير قد بسطت في غير هذا الموضوع.**

**والمقصود هنا أنه ليس لكل من الطوائف المنتسبين إلى شيخ من الشيوخ ولا إمام من الأئمة أن يكفروا من عداهم؛ بل في الصحيح عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال:"إذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما" وقال أيضا:"المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه"**

**وقال:"لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وكونوا عباد الله إخوانا"وقال:"مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم: كمثل الجسد الواحد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر "** (مجموع الفتاوى، ج۷، ص ۶۸۴، ۶۸۵، كتاب الإيمان الأوسط، من بدع المزارقة: تكفير غيرها من طوائف المسلمين واستحلال دمائهم واموالهم )

ترجمہ: اور بدعتِ منکرہ میں سے ایک بدعت، مسلمانوں کی جماعتوں میں سے کسی جماعت کا دوسری جماعت کو کافر قرار دینا، اور ان کے خونوں، اور ان کے مالوں کو حلال سمجھنا ہے، جیسا کہ وہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ بدعی کی پیداوار ہے، یا اس کے مثل کوئی دوسری بات، کیونکہ یہ (تکفیر) دو وجوہات کی بناء پر بہت بڑی بات ہے۔

ایک تو اس وجہ سے کہ اس دوسری (تکفیر کرنے والی) جماعت میں بعض اوقات اس سے بھی بڑی کوئی بدعت موجود ہوتی ہے، جو تکفیر کیئے جانے والی جماعت میں ہوتی ہے۔

بلکہ کافر قرار دینے والی جماعت کی بدعت، اس دوسری جماعت سے زیادہ شدید، یا اس جیسی، یا اس سے کم ہوتی ہے (اگرچہ اسے خود اس کا بدعت ہونا نظر نہ آئے) اور یہ حال ان عام اہلِ بدعت لوگوں کا ہے، جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں، کیونکہ اگر اس بات کو مقدر مانا جائے کہ بدعتی کو کافر قرار دیا جائے گا، تو پھر اس جماعت کو بھی کافر قرار دیا جائے گا، اور اس دوسری جماعت کو بھی کافر قرار دیا جائے گا (اور ان میں سے کوئی جماعت بھی کفر سے محفوظ نہ رہ سکے گی) اور اگر اس بات کو مقدر مانا جائے کہ بدعتی کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، تو پھر نہ تو اس جماعت کو کافر قرار دیا جائے گا، اور نہ ہی اس دوسری جماعت کو کافر قرار دیا جائے گا، پس ایک جماعت تو، دوسری جماعت کو کافر قرار دینے والی ہو، اور دوسری جماعت اس پہلی جماعت کو کافر قرار دینے والی نہ ہو (یعنی ایک جماعت دوسرے کو تو کافر قرار دے، اور دوسری جماعت کی طرف سے اپنے کافر ہونے کو قبول نہ کرے) تو یہ جہل اور ظلم شمار ہوگا، اور یہ لوگ ان لوگوں میں شامل ہوں گے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**إن الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعا لست منهم في شيئ**''۔

اور اس ''تکفیر'' کے بڑی چیز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ بات فرض کر لی جائے کہ دونوں جماعتوں میں سے صرف ایک جماعت بدعت کے ساتھ مختص ہے، تب بھی اہل السنۃ کے لئے جائز نہیں کہ وہ ہر اس قول کی بناء پر تکفیر کریں، جس میں اس قائل نے خطاء کی ہو، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا** '' اور صحیح میں یہ حدیث ہے کہ بے شک اللہ نے فرمایا کہ ''میں نے اس دعاء کو قبول کر لیا، اور نسیان اور خطاء پر مواخذہ کو درگذر کر دیا'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به**''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لئے

میری امت کی خطاء اور بھول کو معاف فرمادیا ہے، اور یہ حدیث حسن ہے، جس کو ابنِ ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور صحابہ اور تمام ائمہ مسلمین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ شخص جو خطاء والا قول کرے، اس کی، اس خطاء کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی، اگرچہ اس کا قول سنت کے مخالف کیوں نہ ہو، پس ہر خطاء کار کی تکفیر کرنا، اجماع کے خلاف ہے، البتہ لوگوں کا مسائلِ تکفیر میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل میں نے دوسری جگہ بیان کردی ہے۔

اور اصل مقصود اس موقع پر یہ ہے کہ جو جماعتیں بھی، مشائخ میں سے کسی شیخ، یا اماموں میں سے کسی امام کی طرف منسوب ہیں، ان کو اپنے علاوہ کی تکفیر کرنا جائز نہیں، بلکہ صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی نے اپنے بھائی کو یہ کہا کہ ''اے کافر'' تو ان میں سے ایک اس کا مستحق ہوجاتا ہے'' اور یہ بھی فرمایا کہ ایک مسلم، دوسرے مسلم کا بھائی ہے، نہ تو وہ دوسرے بھائی پر ظلم کرے، اور نہ اس کو مصیبت میں مبتلا چھوڑے، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال، اور اس کی عزت حرام ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ نہ تو تم آپس میں قطع تعلقی کرو، اور نہ ایک دوسرے کی کاٹ کرو، اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، اور تم اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ''۔

اور یہ بھی فرمایا کہ مومنین کی آپس میں محبت ومودت، اور رحم دلی کے اندر ایسی مثال ہے، جیسا کہ ایک جسم ہو، جب اس کا ایک عضو تکلیف کو محسوس کرے، تو پورا جسم بخار، اور بے چینی محسوس کرتا ہے (مجموع الفتاویٰ)

ماقبل میں جن مواقع پر تاویل کرکے ''عدمِ کفر'' کو ترجیح دی گئی ہے، اور تکفیر کی نفی کی گئی ہے، یہ اس اصول پر مبنی ہے، جس کی رو سے تکفیر کے ننانوے احتمالات کے مقابلہ میں، عدمِ تکفیر کے ایک احتمال کو ترجیح دینے کا حکم ہے، اسی لیے جمہور نے روافض کی تکفیر نہیں کی، پھر کوئی معاند ومتعصب اس کو ''شیعہ کی وکالت'' کا الزام دے، تو اس کا وہ عنداللہ مسئول ہے۔

(باب نمبر 3)

# حنفیہ کی عبارات و حوالہ جات

## امام ابوحنیفہ، اور اصحابِ ابی حنیفہ کے حوالہ جات

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ''الفقه الاکبر'' نامی رسالہ میں ہے:

وأفضل الناس بعد النبيين عليهم الصلاة والسلام أبو بكر الصديق ثم عمر بن الخطاب الفاروق ثم عثمان بن عفان ذو النورين ثم علی بن أبی طالب المرتضى رضوان الله عليهم أجمعين.

عابدين ثابتين على الحق ومع الحق نتولاهم جميعا ولا نذكر أحدا من أصحاب رسول الله إلا بخير ولا نكفر مسلما بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها ولا نزيل عنه اسم الإيمان ونسميه مؤمنا حقيقة ويجوز ان يكون مؤمنا فاسقا غير كافر (الفقه الأكبر، ص۴۳، المفاضلة بين الصحابة ولا يكفر مسلم بذنب ما لم يستحله)

ترجمہ: انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد لوگوں میں سے افضل ابوبکر صدیق ہیں، پھر عمر بن خطاب ہیں، پھر عثمان بن عفان ذوالنورین ہیں، پھر علی بن ابی طالب مرتضٰی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

جو عبادت گزار ہیں، حق پر ثابت ہیں، اور حق کے ساتھ ہم ان سب سے محبت رکھتے ہیں، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہر ایک کا ذکر صرف خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔

اور ہم کسی مسلمان کی گناہوں میں سے کسی گناہ کے سبب تکفیر نہیں کرتے، اگرچہ وہ کبیرہ ترین گناہ ہو، جب تک وہ اس کو خود سے حلال نہ سمجھے، اور ہم اس سے ایمان کے نام کو زائل نہیں کرتے، اور ہم اس کا نام حقیقت میں مومن رکھتے ہیں، اور یہ

بات ممکن ہے کہ کوئی شخص مومن ہو کر فاسق ہو، کافر نہ ہو (الفقہ الاکبر)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ''الفقهُ الابسط'' نامی رسالہ میں ہے:

سألت أبا حنيفة النعمان بن ثابت رضى الله تعالى عنه وعنهم الفقه الأكبر فقال الا تكفر احدا من اهل القبلة بذنب ولا تنفى احدا من الإيمان (الفقه الابسط، ص ٧٨، من أصول أهل السنة والجماعة)

ترجمہ: میں نے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ سے ''الفقه الاكبر'' کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ تم اہلِ قبلہ میں سے کسی کو، گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دو، اور نہ کسی کے ایمان کی نفی کرو (الفقہ الابسط)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد، امام محمد رحمہ اللہ نے ''موطأ'' میں فرمایا کہ:

أخبرنا مالك أخبرنا عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال :قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : أيما امرء قال لأخيه: كافر فقد باء بها أحدهما .
قال محمد: لا ينبغى لأحد من أهل الإسلام أن يشهد على رجل من أهل الإسلام بذنب أذنبه بكفر وإن عظم جرمه وهو قول أبى حنيفة والعامة من فقهائنا (الموطأ - رواية محمد بن الحسن الشيبانى، تحت رقم الحديث ٩١٩، أبواب السير، باب الخصومة فى الدين والرجل يشهد على الرجل بالكفر)

ترجمہ: ہمیں امام مالک نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن دینار نے، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے بھائی کو کافر کہے، تو اُن دونوں میں سے کوئی ایک اس کا مستحق ہو جاتا ہے (جس کو کافر کہا گیا، اگر وہ کفر کا مستحق نہیں، تو کہنے والا اس کا مستحق ہو جاتا ہے)

امام محمد نے فرمایا کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ اہلِ اسلام میں سے کسی آدمی پر اُس گناہ کی وجہ سے، جس کا اس نے ارتکاب کیا، کفر کی گواہی دے، اگرچہ اس گناہ کے مرتکب کا جرم عظیم کیوں نہ ہو، یہی قول امام ابوحنیفہ اور ہمارے ''عامةُ الفقهاء'' کا ہے (موطأ امام محمد)

ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ انصاری (المتوفی:1304ھ) مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

**قوله: بـذنب أذنبه، أى ارتكبه، وإن كان كبيرة أو أكبر الكبائر أو كان ذنب عـقيـدة مـا لـم يبـلـغ إلى حد الكفر، فإن انجر سوء اعتقاده إلى الكفر جاز تكفيره .**

**ومـن ثم نقل عن السلف – منهم إمامنا أبو حنيفة – أنا لا نكفر أحدا من أهل الـقبـلة، وعـليـه بنى أئمة الكلام عدم تكفير الروافض والخوارج والمعتزلة والمجسمة وغيرها من فرق الضلالة سوى من بلغ اعتقاده منهم إلى الكفر، وأمـا مـا وشـح بـه متـأخـرو الفقهاء كتبهم من أن سب الشيخين كفر ونحو ذلك فهـو مـن تـخـريجاتهم مخالفا لسلفهم فإن لم يكن مؤولا فهو مردود**

(التعليق الممجد علىٰ موطأ محمد، ج۳ص ۴۴۰، أبواب السير،باب الخصومة فى الدين والرجل يشهد على الرجل بالكفر)

ترجمہ: امام محمد کا یہ قول کہ'' اُس گناہ کی وجہ سے، جس کا اس نے ارتکاب کیا''اگرچہ وہ کبیرہ گناہ، یا''اکبرُ الکبائر ''گناہ کیوں نہ ہو، یا وہ عقیدہ کا گناہ کیوں نہ ہو (جتنا بڑا بھی ہو) جب تک کہ وہ کفر کی حد تک نہ پہنچے، پس اگر اس کے اعتقاد کی برائی (نا قابلِ تاویل) کفر تک کھینچ دے، تو اس کی تکفیر جائز ہے۔

اور اسی بناء پر سلف سے منقول ہے، جن میں ہمارے امام ابو حنیفہ بھی داخل ہیں کہ بے شک ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اور اسی اصول پر ائمۂ کلام نے روافض اور خوارج اور معتزلہ اور مجسمہ وغیرہ جیسے گمراہ فرقوں کی عدمِ تکفیر کی بنیاد رکھی ہے، سوائے اس کے کہ اُن میں سے جس کا اعتقاد کفر تک پہنچ گیا ہو، اور جہاں تک متاخرین فقہاء کی اپنی کتابوں میں اس بات کے ذکر کا تعلق ہے کہ شیخین کو سب وشتم کرنا کفر ہے، اور اسی کے مثل کسی اور چیز کے کفر ہونے کا ذکر ہے، تو یہ اُن متاخرین فقہاء کی تخریجات میں سے ہے، جو اُن کے اپنے سلف کے ہی مخالف ہے، اور اگر اس قول کی کوئی تاویل نہ کی جائے، تو یہ قول مردود ہے (التعلیق الممجد)

''اکبرُ الکبائر ''کے مفہوم میں''کفرِ تاویلی'' بھی داخل ہے، جس کو''ھویٰ وبدعة'' کہا جاتا ہے، اور''ھویٰ وبدعة ''کے حاملین کو''اھل الاھواء واھل البدعة ''کہا جاتا

ہے، جن میں خوارج وروافض اور ان کے مثل دوسرے فرقے داخل ہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1225ھ) تفسیرِ مظہری میں فرماتے ہیں کہ:

**قلت والكبائر على ثلاثة مراتب، المرتبة الاولى وهى اكبر الكبائر الإشراك بالله ويلتحق به كل ما فيه تكذيب بما جاء به النبى صلى الله عليه وسلم وثبت بدليل قطعى اما تكذيبا صريحا، بلا تأويل ويسمى كفرا او بتأويل ويسمى هوى وبدعة كاقوال الروافض والخوارج والقدرية والمجسمة وأمثالهم** (التفسير المظهرى، القسم الثانى من الجزء الثانى، ص ٩٠، سورة النساء، تحت رقم الآية ٣١)

ترجمہ: کبائر کے تین درجات ہیں، پہلا درجہ ''اكبرُ الكبائر '' ہے، جو اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اور اس کے ساتھ اُن تمام چیزوں کی تکذیب بھی داخل ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیلِ قطعی کے ساتھ ثابت ہیں، خواہ وہ صریح تکذیب ہو، جس میں تاویل نہ ہو سکے، اس کا نام کفر ہے، یا تاویل کے ساتھ ہو، اور اس کا نام ''ھویٰ اور بدعت'' رکھا جاتا ہے، جیسا کہ روافض اور خوارج اور قدریہ اور مجسمہ، اور ان جیسے فرقوں کے اقوال (تفسیرِ مظہری)

اور امام محمد رحمہ اللہ نے ''كتابُ الاصل ''میں فرمایا کہ:

''امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اہلِ اھواء کی گواہی جائز ہے، جبکہ وہ گواہی میں تہمت زدہ نہ ہوں، یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔

اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ میں نے ابنِ ابی لیلیٰ سے سنا کہ اہلِ اھواء کی گواہی جائز ہے، سوائے ''خطابیہ'' کے، جو رافضیوں کی ایک جماعت ہے، کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہیں، اور ان کے لیے گواہی دیتے ہیں''۔انتھیٰ۔ [1]

---

[1] وقال أبو حنيفة؛ شهادة أصحاب الأهواء جائزة إذا كانوا غير متهمين فى الشهادة .وكذلك قال أبو يوسف ومحمد .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور شمس الائمہ سرخسی نے مذکورہ مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اہلِ اھواء کی گواہی جائز ہے، ہمارے تمام اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

اور امام شافعی نے فرمایا کہ اھــلِ اھــواء کی گواہی جائز نہیں، اور بعض فقہاء نے کفریہ بدعت والوں کی گواہی، اور غیر کفریہ بدعت والوں کی گواہی میں فرق کیا ہے، اس لیے کہ وہ فاسق ہیں، اور فاسق کی گواہی معتبر نہیں، اور عقیدے کا فسق، عملی فسق سے زیادہ سخت ہے۔

البتہ رافضیہ کے فرقہ ''خطابیہ'' کی گواہی اس لیے قبول نہیں کی جائے گی کہ وہ ایک دوسرے کے لیے جھوٹی گواہی کے قائل ہیں، لہٰذا ان کی گواہی میں جھوٹ کی تہمت پائی جاتی ہے''۔انتہٰی۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال أبو يوسف ومحمد :إنما الأهواء فتيا أفتى بها رجل، فلا ينبغى أن تبطل شهادته إن أخطأ فى فتياه إنما عظم قوم الذنوب حتى جعلوها كفرا فأخطأوا .وهذا منهم فتيا .فلا تبطل شهادتهم بذلك .وشك قوم فى الدين فقالوا :لا نقر أنا مؤمنين، فلا تبطل شهادتهم لضعف رأيهم هذا .ألا ترى أن أعظم الذنوب بعد الكفر القتل .ثم دماء أصحاب محمد -صلى الله عليه وسلم -أعظم الدماء .فقد قتل بعضهم بعضا .أرأيت لو شهدت عائشة عند على بن أبى طالب أو شهد عنده سعد بن أبى وقاص وعبد الله بن عمر وقد تخلفوا عنه أما كان يجيز شهادتهم .فأى اختلاف أعظم مما كان بين هؤلاء .

وقال أبو يوسف :سمعت ابن أبى ليلى يقول :شهادة أهل الأهواء جائزة، إنما دخلوا فى الأهواء لشدة المبالغة فى الدين، إلا الخطابية، وهم صنف من الرافضة، فإنه بلغنى أن بعضهم يصدق بعضا بما يدعى ويشهد له به(كتاب الأَصل، ج١٠، ص٤٧٧،٤٧٨، كتاب الحوالة والكفالة ،باب الشهادة فى الدين)

[1] وقال أبو حنيفة وابن أبى ليلى رحمهما الله شهادة أصحاب الأهواء جائزة وهو مذهب جميع أصحابنا -رحمهم الله -.

وقال الشافعى -رحمه الله -لا تقبل شهادة أهل الأهواء ومنهم من يفصل بين من يكفر فى هواه وبين من لا يكفر فى هواه؛ لأنهم فسقة ولا شهادة للفاسق والفسق من حيث الاعتقاد أغلظ من الفسق من حيث التعاطى.

(ألا ترى) أن أخبار أهل الأهواء فى الديانات لا يقبل وهو أوسع من الشهادة فلأن لا تقبل شهادتهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ ہمام نے بھی ''فتحُ القدیر'' میں حنفیہ کے نزدیک اہلِ اہواء مذہب سے وابستہ لوگوں کی گواہی قبول ہونے کا حکم بیان کیا ہے، جبکہ وہ گواہی دینے والا شخص سلف پر سب وشتم کا اظہار نہ کرے، اور روافض کے ''خطابیہ'' فرقہ کی گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ تہمتِ کذب کی بیان کی ہے۔

اور اسی ضمن میں گواہی سے متعلق ''آیتِ فسق'' کے عملی فسق کے ساتھ مختص ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**"والدليل على التخصيص اتفاقنا على قبول رواياتهم للحديث. وفی صحيح البخاری كثير منهم مع اعتماده الغلو فی الصحة"**

''مذکورہ تخصیص کی دلیل ہمارا حدیث میں ان کی روایت کو قبول کرنے پر اتفاق ہے، اور صحیح بخاری میں ان کی بہت سی روایات ہیں، ان کے **غلو فی الصحة** کے اعتماد کے ساتھ''۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أولى، وفی الكتاب استدل بما كان من الفتنة بين الصحابة -رضی الله عنهم -فإنهم اختلفوا واقتتلوا وقتل بعضهم بعضا ولا شك أن شهادة بعضهم على بعض كانت جائزة مقبولة، وليس بين أصحاب الأهواء من الاختلاف أشد مما كان بينهم من القتال، وفی موضع آخر علل فقال إنهم لـلتعمق فی الذين ضلوا عن سواء السبيل ووقعوا فی الهوى، وذلك لا يلحق تهمة الكذب بهم فی الشهادة فمن أهل الأهواء من يعظم الذنب حتى يجعله كفرا فلا يتهم باعتبار هذه الاعتقاد أن يشهد بالكذب ومنهم من يقول بالفسق يخرج من الإيمان فاعتقاده هذا يحمله على التحرز عن الكذب الموجب لفسقه، وقد بينا أن شهادة الفاسق إنما لا تقبل لتهمة الكذب والفسق من حيث الاعتقاد لا يدل على ذلك فهو نظير شرب المثلث معتقدا إباحته أو يتناول متروك التسمية عمدا معتقدا إباحة ذلك فإنه لا يصير به مردود الشهادة إلا الخطابية من أهل الأهواء وهم صنف من الروافض يستجبرون أن يشهدوا للمدعى إذا حلف عندهم أنه محق ويقولون المسلم لا يحلف كاذبا فاعتقاده هذا يمكن تهمة الكذب فی شهادته(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسی،ج١٦،ص١٣٢، ١٣٣، كتاب الشهادات،باب من لا تجوز شهادته)

[1] (قوله وتقبل شهادة أهل الأهواء) كلهم من المعتزلة والقدرية والخوارج .وسائرهم تقبل شهادتهم على مثلهم وعلى أهل السنة، إلا الخطابية وهم طائفة من الروافض لا لخصوص بدعتهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورفقہائے کرام جب اہلِ بدعت، کا اطلاق کرتے ہیں، تو اس سے اھــلِ اھــواء ''جہمیہ، قدریہ، معتزلہ، خوارج وروافض'' وغیرہ مراد ہوا کرتے ہیں۔

چنانچہ علاء الدین ابوالحسن مرداوی اپنی اصولِ فقہ سے متعلق تالیف میں فرماتے ہیں:

**فـائـدة: المبتدعة أهل الأهواء، إذا أطلق العلماء لفظة المبتدعة فالمراد به أهـل الأهـواء من الجهمية ، والقدرية ، والمعتزلة ، والخوارج ، والروافض ومـن نـحا نحوهم** (التـحبيـر شـرح التـحـريـر فی أصول الفقه، ج۴،ص ۱۸۹۰،باب الإجماع، فی تکفير الصلوات الخمس والجمعة ما بينهما إذا اجتنبت الکبائر)

ترجمہ: فائدہ: مبتدعہ سے اہلِ اہواء مراد ہیں، جب علماء، لفظِ ''مبتدعہ'' کا اطلاق کریں، تو اس سے مراد اھلِ اھواء ہوتے ہیں، یعنی جہمیہ، قدریہ، معتزلہ، خوارج وروافض، اوران جیسے لوگ (التحبیر)

ابوالحسن شہاب الدین ہارون بن بہاؤالدین مرجانی حنفی (المتوفی:1306ھ) ''حــزامةُ الحواشی لازالة الغواشی علی التوضیح'' میں فرماتے ہیں:

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهـواهـم بـل لتهـمة الـکذب، لما نقل عنهم أنهم يشهدون لمن حلف لهم أنه محق أو يرون وجوب الشهـادة لـمـن کـان علی رأيهم، وهو الذی ذکره المصنف، فمنع قبول شهادتهم لشيعتهم لذلک ولغير شيعتهم للأمر الأول.

ومـا نقله المصنف عن الشافعی هو قول مالک وأبی حامد من الشافعية .وأما قول الشافعی فکقولنا بلا اختلاف .وجـه قـول مـالک ما ذکر أن البدعة فی الاعتقاد من أعظم الفسوق فوجب رد شهادته بالآية.

ولـنـا أن صـاحـب الهوی مسلم غير متهم بالکذب لتدينه بتحريمه حتی أنه ربما يکفر به کالخوارج فهـو أبعد من التهمة به .وأمـا الآية فـإنهـا مـخصوصة بالفسق من حيث الاعتقاد مع الإسلام .فکان الـمـراد منهـا الـفسـق الفعلی، ولذا قال محمد بقبول شهادة الخوارج إذا اعتقدوا ولم يقاتلوا، فإذا قـاتـلوا ردت شهادتهم لإظهار الفسق بالفعل .والـدلـيـل عـلی التخصيص اتفاقنا علی قبول رواياتهم للحديث .وفـی صـحـيـح البخاری کثير منهم مع اعتماده الغلو فی الصحة مع أن قبول الرواية أيضا مشـروط بـعـدم الـفسـق بظاهرها وبالمعنی، وهو أن رد شهادة الفاسق لتهمة الکذب وذلک منتف فيهم .والـخـطـابية نسبة إلـی أبـی الـخطاب وهو محمد بن أبی وهب الأجدع، وقيل محمد بن أبی زينب الأسدی الأجدع .وخـرج أبو الخطاب بالکوفة وحارب عيسی بن موسی بن علی بن عبد الله بـن عبـاس وأظهـر الدعوة إلی جعفر فتبرأ منه جعفر ودعا عليه فقتل هو وأصحابه قتله وصلبه عيسی بالکنائس(فتح القدير، ج۷ص ۴۱۵، و ۴۱۶، کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل)

**مذهب جمهور المحققين عدم تكفير الروافض مع انكارهم خلافة ابى بكر وعمر وقد نص على ذالك ابو حنيفة والشافعى رحمهما الله وغيرهما، بل فى المحيط وغيره انه مذهب جمهور الفقهاء** (حزامة الحواشى لإزاحة الغواشى على التوضيح، ج٣،ص٢٠٧، الناشر: المطبعة الخيرية، القاهرة، مصر، تاريخ النشر: 1322هـ، 1904م)

ترجمہ: جمہور محققین کا مذہب ''روافض کی عدمِ تکفیر'' کا ہے، ان کے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرنے کے باوجود، اور اس کی امام ابوحنیفہ، اور امام شافعی رحمہما اللہ وغیرہما نے تصریح کی ہے، بلکہ محیط وغیرہ میں ہے کہ یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے (حزانۃ الحواشی)

اور علامہ ابنِ حجر ہیتمی شافعی (المتوفیٰ:974ھ) نے ''الصواعق المحرقة'' میں نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ''روافض'' کا زیادہ علم رکھتے ہیں، کیونکہ وہ ''کوفہ'' کے رہنے والے ہیں، اور ''کوفہ'' رفض کا منبع ہے۔ [1]

## علامہ ابنِ عابدین شامی کے حوالہ جات

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّ المحتار'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

**وأنت خبير بأن الصحيح فى المعتزلة والرافضة وغيرهم من المبتدعة أنه لا يحكم بكفرهم وإن سبوا الصحابة أو استحلوا قتلنا بشبهة دليل كالخوارج الذين استحلوا قتل الصحابة.**

**بخلاف الغلاة منهم كالقائلين بالنبوة لعلى والقاذفين للصديقة فإنه ليس لهم شبهة دليل فهم كفار كالفلاسفة كما بسطناه فى كتابنا "تنبيه الولاة والحكام على احكام شاتم خير الأنام"** (ردالمحتار، ج٥ص١١، كتاب البيوع، باب خيار العيب)

ترجمہ: اور آپ اس بات سے باخبر ہیں کہ ''معتزلہ'' اور ''رافضہ'' اور ان کے علاوہ دوسرے ''اہلِ بدعت'' کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ ان کے کفر کا حکم نہیں لگایا

---

[1] وفى الأصل لمحمد بن الحسن رحمه الله والظاهر أنهم أخذوا ذلك عن إمامهم أبى حنيفة رضى الله عنه وهو أعلم بالروافض لأنه كوفى والكوفة منبع الرفض (الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، ج١،ص١٤٥،المقدمة الثالثة،الفصل الخامس،خاتمة)

جائے گا، اگر چہ وہ صحابہ پر سبّ وشتم کریں، یا ہمارے قتل کو حلال سمجھیں، کیونکہ اس کی دلیل میں شبہ پایا جاتا ہے، جیسا کہ وہ خوارج، جنہوں نے صحابہ کے قتل کو حلال سمجھا۔

برخلاف ان میں سے غالی لوگوں کے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کے قائلین، اور صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قاذفین، تو ان کے لیے دلیل میں شبہ نہیں پایا جاتا، تو وہ کافر ہیں ''فلاسفہ'' کی طرح، جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''تنبيه الولاة والحكام علٰى أحكام شاتم خير الأنام'' میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے (ردُّ المحتار)

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّ المحتار'' میں ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

**مطلب مهم فی حكم سب الشيخين:**

**وأقول: على فرض ثبوت ذلک في عامة نسخ الجوهرة لا وجه له يظهر، لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبياء عندنا خلافا للمالكية والحنابلة، وإذا كان كذلک فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشيخين بل لم يثبت ذلک عن أحد من الأئمة فيما أعلم اهـ ونقله عنه السيد أبو السعود الأزهری فی حاشية الأشباه ط .أقول :نعم نقل فی البزازية عن الخلاصة أن الرافضی إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر، وإن كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع .اهـ.**

**وهذا لا يستلزم عدم قبول التوبة .على أن الحكم عليه بالكفر مشكل، لما فی الاختيار اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يضلل إلخ .وذكر فی فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون. قال ابن المنذر: ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضی نقل إجماع الفقهاء .وذكر فی المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين.**

**نعم يقع فی كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء**

الـذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن الـمـجتهدين ما ذكرنا اهـ ومما يزيد ذلک وضوحا ما صرحوا به فی كتبهم متونـا وشروحا من قولهم :ولا تـقبـل شهـادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية .وقال ابن ملک فی شرح المجمع :وترد شهـادة مـن يـظهـر سـب السـلف لأنـه يـكون ظاهر الفسق، وتقبل من أهل الأهواء الجبر والقدر والرفض والخوارج والتشبيه والتعطيل .اهـ.

وقـال الـزيـلـعـی أو يـظهر سب السلف يعنی الصالحين منهم وهم الصحابة والتـابـعـون؛ لأن هـذه الأشيـاء تدل علی قصور عقله وقلة مروء ته، ومن لم يمتنع عن مثلها لا يمتنع عن الكذب عادة، بخلاف ما لو كان يخفی السب اهـ.

ولـم يـعلل أحد لعدم قبول شهادتهم بالكفر كما تری، نعم استثنوا الخطابية لأنهـم يرون شهادة الزور لأشياعهم أو للحالف، وكذا نص المحدثون علی قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء علی تأويل له فاسد.

فـعـلـم أن مـا ذكـره فـی الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لإجماع الفقهاء كما سمعت.

وقد ألف العلامة منلا علی القاری رسالة فی الرد علی الخلاصة، وبهذا تعلم قـطـعـا أن مـا عـزی إلـی الجوهرة من الكفر مع عدم قبول التوبة علی فرض وجوده فی الجوهرة باطل لا أصل له ولا يجوز العمل به، وقد مر أنه إذا كان فـی الـمسـألة خـلاف ولـو رواية ضـعـيـفة، فـعـلی المفتی أن يميل إلی عدم التكفير، فكيف يميل هنا إلی التكفير المخالف للإجماع فضلا عن ميله إلی قتلـه وإن تـاب، وقد مر أيضا أن المذهب قبول توبة ساب الرسول -صلی اللّٰه عليه وسلم -فكيف ساب الشيخين .والعجب من صاحب البحر حيث تسـاهـل غـاية التسـاهل فی الإفتاء بقتله مع قوله :وقـد ألزمت نفسی أن لا أفتی بشیء من ألفاظ التكفير المذكورة فی كتب الفتاوی.

نـعم لا شک فی تكفير من قذف السيدة عائشة -رضی اللّٰه تعالٰی عنها -أو أنـكـر صـحبة الـصـديـق، أو اعـتـقد الألوهية فی علی أو أن جبريل غلط فی الـوحـی، أو نحو ذلک من الكفر الصريح المخالف للقرآن، ولكن لو تاب تـقـبـل تـوبتـه، هـذا خـلاصة مـا حررناه فی كتابنا تنبيه الولاة والحكام، وإن أردت الـزيـادة فـارجـع إلـيـه واعتـمـد عـلـيـه ففيـه الكفاية لذوی الدراية

(ردالـمـحتـار، ج۴ص ۲۳۶، ۲۳۷، كتـاب الـجهـاد، باب المرتد،مطلب مهم فی حكم سب الشيخين)

ترجمہ: شیخین کوسب وشتم کرنے کے حکم کے بارے میں اہم مطلب:

اور میں کہتا ہوں کہ اگر اس بات کے ثبوت کو تسلیم بھی کرلیا جائے، جو جوہرہ کے

عام نسخوں میں (سابِّ شیخین کی تکفیر کے بارے میں) ہے، تو بھی اس کے راجح ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک انبیائے کرام کو سب و شتم کرنے والے کی توبہ قبول کر لی جائے گی، مالکیہ اور حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے، اور جب معاملہ اس طرح ہے، تو شیخین (یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کو سب و شتم کرنے والے کی توبہ کے قبول نہ ہونے کے قول کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ یہ بات میرے علم کے مطابق ائمہ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں، اس بات کو جوہرہ سے ابو سعید ازہری نے اشباہ کے حاشیہ میں بھی نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بے شک بزازیہ میں خلاصہ سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ رافضی جب شیخین کو سب و شتم کرے، اور ان پر لعنت کرے، تو وہ کافر ہے، اور اگر ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دے، تو پھر وہ بدعتی ہے۔

لیکن اس سے اولاً تو توبہ کا قبول نہ ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے اس پر کفر کا حکم لگانا بھی مشکل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ''الاختیار'' میں یہ بات مذکور ہے کہ ائمہ کا تمام اہلِ بدعت کے گمراہ ہونے اور ان کے خطا کار ہونے پر اتفاق ہے، اور صحابۂ کرام میں سے کسی پر سبّ و شتم کرنا، اور ان سے بغض رکھنا کفر نہیں، البتہ ایسا شخص گمراہ ہے، اور ''فتحُ القدیر'' میں یہ بات مذکور ہے کہ جو خوارج مسلمانوں کے خون اور ان کے مالوں کو حلال سمجھتے ہیں، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں، تو جمہور فقہاء اور جمہور محدثین کے نزدیک ان کا حکم باغیوں کا ہے، اور بعض اہلِ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ وہ مرتد ہیں، ابنِ منذر نے فرمایا کہ میرے علم میں نہیں کہ کسی نے ان بعض اہلِ حدیث کی، ان کو کافر قرار دینے کے قول میں موافقت کی ہو، اور یہ فقہاء کے اجماع کے نقل ہونے کا تقاضا کرتا ہے،

اور’’المحیط‘‘میں یہ بات مذکور ہے کہ بعض فقہاء نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی، البتہ بعض نے بعض اہلِ بدعت کی تکفیر کی ہے، اور وہ، وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی بدعت کے ذریعہ سے دلیلِ قطعی کی مخالفت کی ہو، پھر اس کی اکثر اہلِ سنت کی طرف نسبت کردی، لیکن پہلی نقل زیادہ ثابت ہے، اور ابنِ منذر مجتہدین کے کلام کی نقل سے زیادہ واقف ہیں۔

ہاں البتہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا قول بہت زیادہ واقع ہوا ہے، لیکن ان فقہاء کے کلام سے اس کا تعلق نہیں، جو کہ مجتہدین ہیں، بلکہ اس قول کا غیر مجتہدین کے کلام سے تعلق ہے، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں، اور مجتہدین سے وہی منقول ہے، جو ہم نے ذکر کیا، جس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے اپنی متون اور شروح پر مشتمل کتابوں میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا، جو علی الاعلان سلف پر سبّ وشتم کرتا ہو، اور خطابیہ کے علاوہ دیگر اہلِ ہواء کی گواہی کو قبول کیا جائے گا، اور ابنِ ملک نے شرحُ المجمع میں فرمایا کہ جو علی الاعلان سلف پر سبّ وشتم کرتا ہو، اس کی گواہی کو رَد کردیا جائے گا، کیونکہ یہ ظاہری فسق ہے، اور اہلِ ہواء اور جبریہ اور قدریہ اور رافضی اور خارجی اور اہلِ تشبیہ اور اہلِ تعطیل کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

اور زیلعی نے فرمایا کہ سلف پر سبّ وشتم کرنے سے مراد صالحین ہیں، جو کہ صحابہ اور تابعین ہیں، کیونکہ یہ چیزیں اس کی عقل کے قصور اور اس کی قلتِ مروّت پر دلالت کرتی ہیں، اور جو شخص ان جیسی چیزوں سے باز نہیں آتا، وہ عادتاً جھوٹ سے بھی باز نہیں آتا، برخلاف اس کے کہ اگر چھپ کر سبّ وشتم کرتا ہو۔

اور کسی نے بھی ان مذکورہ لوگوں کی گواہی قبول نہ ہونے کی علت میں کفر کا ذکر نہیں کیا، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، البتہ انہوں نے خطابیہ کو اس لیے مستثنٰی کیا ہے

کہ وہ اپنی جماعت، یا حلف اٹھانے والے کے لیے جھوٹی گواہی کے قائل ہیں (جس کی بناء پر ان کی گواہی قبول نہ ہوگی) اور اسی طریقہ سے محدثین نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اہلِ اہواء کی روایت قبول کر لی جائے گی، اور یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے، جو عام صحابہ پر سبّ و شتم کرتا ہے، اور فاسد تاویل کی بنا پر ان کی تکفیر کرتا ہے۔

پس مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ خلاصہ میں جو کافر ہونے کا حکم مذکور ہے، وہ ضعیف قول ہے، جو متون اور شروح کے مخالف ہے، بلکہ وہ اجماعِ فقہاء کے بھی مخالف ہے، جیسا کہ آپ سن چکے ہیں۔

اور ملا علی قاری نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں خلاصہ پر رَد کیا ہے، اور اس تفصیل سے قطعی طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ جوہرہ کی طرف جو کافر ہونے اور توبہ قبول نہ ہونے کی بات منسوب ہے، اگر جوہرہ میں اس کے وجود کو فرض بھی کر لیا جائے، تو یہ باطل ہے، جس کی کوئی اصل نہیں، اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ جب ایک مسئلہ میں اختلاف ہو، اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو، پس یہاں اس تکفیر کی طرف مائل ہونا، کیونکر درست ہوسکتا ہے، جو اجماع کے مخالف ہے، اور مائل ہونے سے بڑھ کر اس کے تائب ہونے کی صورت میں بھی قتل کا حکم دیا جا رہا ہو، اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ حنفیہ کا اصل مذہب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سبّ و شتم کرنے والے کی توبہ کے قبول ہونے کا ہے، پس شیخین پر سبّ و شتم کرنے والے کی توبہ کیونکر قبول نہیں ہوگی، اور صاحبِ بحر پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس کے قتل کرنے کا فتویٰ دینے میں انتہائی تساہل سے کام لیا، باوجودیکہ خود صاحبِ بحر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اس بات کا التزام

کیا ہے کہ میں کتبِ فتاویٰ میں مذکور الفاظِ تکفیر میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیتا۔
البتہ جو شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے، یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھے، یا جبریلِ امین کے وحی میں غلطی کرنے کا عقیدہ رکھے، یا اس جیسا کوئی صریح کفر اختیار کرے، جو قرآن کے مخالف ہو، تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں، لیکن اگر وہ توبہ کرلے، تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی، یہ خلاصہ ہے اس تحریر کا جو ہم نے اپنی کتاب ''تنبیهُ الولاة والحکام'' میں ذکر کی ہے، اور آپ زیادہ تفصیل کے خواہش مند ہوں، تو اس کتاب کی طرف رجوع کرلیجیے، اور اس پر اعتماد کیجیے، جس میں عقل مند لوگوں کے لیے کفایت کا سامان ہے (ردُّ المحتار)

علامہ حصکفی نے ''الدرُ المختار'' میں شہادت کی بحث کے ضمن میں فرمایا کہ ''خطابیہ'' روافض کی ایک صنف ہے، ان کی گواہی بدعت کی وجہ سے نہیں، بلکہ تہمتِ کذب کی وجہ سے رد کی گئی ہے، اور ان کے مذہب کا اب ذکر باقی نہیں رہا۔ [1]

علامہ حصکفی کی مذکورہ عبارت کے ذیل میں علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''ردُّالمحتار'' میں فرمایا کہ ''خطابیہ'' کی نسبت ''ابوالخطاب محمد بن ابی وہب اجدع کوفی کی طرف ہے، اور سید شریف جرجانی کی کتاب ''التعریفات'' سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کافر ہیں، کیونکہ وہ ''ائمہ'' کو ''انبیاء'' اور ابوالخطاب کو نبی کہتے ہیں، اور جنت کو دنیا کی نعمتیں، اور جہنم کو دنیا کی تکلیفیں قرار دیتے ہیں، اور وہ اپنے موافق کے لئے جھوٹی گواہی کے قائل ہیں۔ [2]

---

[1] (إلا الخطابية) صنف من الروافض يرون الشهادة لشيعتهم ولكل من حلف أنه محق فردهم لا لبدعتهم بل لتهمة الكذب ولم يبق لمذهبهم ذكر بحر (الدر المختار مع ردالمحتار، ج۵ ص ۴۷۲، كتاب الشهادات، باب من يجب قبول شهادته على القاضي)

[2] في شرح المجمع كما هنا حيث قال :هم صنف من الروافض ينسبون إلى أبي الخطاب محمد بن أبي وهب الأجدع الكوفي يعتقدون جواز الشهادة لمن حلف عندهم أنه محق، ويقولون المسلم لا يحلف كاذبا ويعتقدون أن الشهادة واجبة لشيعتهم سواء كان صادقا أو كاذبا اهـ .وفي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''رَدُّ المحتار'' کے تکملہ ''قرۃ عین الاخیار'' میں ابوالخطاب کے نام میں مختلف اقوال کا ذکر کیا گیا ہے، اور بعض حوالہ جات اس فرقہ کے غالی، اور حضرت علی کو ''الٰہ'' قرار دینے کے نقل کئے گئے ہیں۔ [1]

''مجمعُ الانہر'' میں اس فرقہ کو ''غلاۃ الروافض'' کہا گیا ہے۔ [2]

اور ''الجوھرۃ النیرۃ'' میں ابوالخطاب کے حضرت علی کو ''الٰہ'' کہنے کے عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ [3]

اور ابوالحسن اشعری نے بھی ''خطابیہ فرقہ'' کو رافضہ و امامیہ'' سے الگ ''غالیہ'' فرقوں میں ذکر

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تعريفات السيد الشريف ما يفيد أنهم كفار، فإنه قال ما نصه :قالوا الأئمة الأنبياء وأبو الخطاب نبی، وهؤلاء يستحلون شهادة الزور لموافقيهم على مخالفيهم وقالوا الجنة نعيم الدنيا كالنار آلامها(رد المحتار على الدر المختار، ج۵،ص ۴۷۲،كتاب الشهادات، باب من يجب قبول شهادته على القاضی)

[1] قوله :(إلا الخطابية) نسبة إلى أبی الخطاب .واختلف فی اسمه.قيل محمد بن وهب الاجدع، وقيل محمد بن أبی زينب الاسدی الاجدع، وكان يقول بإمامة إسماعيل بن جعفر، فلما مات إسماعيل رجع إلى القول بإمامة جعفر وغلوا فی ذلک غلوا كبيرا.

وقال فی شرح الاقطع :هم قوم ينسبون إلى أبی الخطاب :رجل كان بالكوفة حارب عيسى بن موسى بن علی بن عبد الله بن عباس وأظهر الدعوة إلى جعفر فتبرأ منه ودعا عليه فقتل هو وأصحابه، قتله وصلبه عيسى بالكناسة بالضم :محل بالكوفة لانه كان يزعم أن عليا هو الاله الاكبر وجعفر الصادق هو الاله الاصغر، وكانوا يعتقدون أن من ادعى منهم شيئا على غيره يجب أن يشهد له بقية شيعته، وذكر شمس الائمة السرخسی أنهم ضرب من الروافض يجوزون أداء الشهادة إذا حلف المدعی بين أيديهم أنه محق فی دعواه ويقولون المسلم لا يحلف كاذبا(قره عين الأخيار لتكملة رد المحتار، ج۷،ص ۵۲۲،۵۲۳،كتاب الشهادات،باب القبول وعدمه)

[2] (إلا الخطابية) هم قوم من غلاة الروافض يعتقدون استحلال الشهادة لكل من حلف عندهم أنه محق وقيل يرون الشهادة لشيعتهم واجبة فتمكن التهمة فی شهادتهم فلا تقبل(مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، ج۲،ص ۲۰۱،كتاب الشهادات)

[3] (قوله وتقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية) وهم قوم من الروافض يشهد بعضهم لبعض بتصديق المشهود له يعتقدون بأنه صادق فی دعواه نسبوا إلى ابن الخطاب وهو رجل بالكوفة يعتقد أن عليا هو الإله الأكبر وجعفر الصادق الإله الأصغر وقد قتله الأمير عيسى بن موسى وصلبه(الجوهرة النيرة، ج۲،ص ۲۳۲،كتاب الشهادات،الشهادة على مراتب)

کیا ہے، اور اس کے مختلف گروہوں کا ذکر کیا ہے، جو ائمہ میں ''نبوت والوہیت'' اور ساتھ جھوٹی گواہی کے بھی کے قائل ہیں۔ [1]

جس سے ظاہر ہوا کہ فرقۂ خطابیہ ''اثنا عشریہ'' سے تعلق نہیں رکھتا۔

صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (المتوفیٰ: 764ھ) نے اپنی تالیف'' الوافی بالوفیات ''میں فرمایا کہ'' خطابیہ'' رافضہ کا ایک فرقہ ہے، جو ابوالخطاب محمد بن ابی ذئب اسدی اجدع کے متبعین ہیں، اس شخص نے اپنے آپ کو'' حضرت جعفر صادق'' (المتوفیٰ: 148ھ) کی طرف منسوب کیا تھا، پھر جب'' حضرت جعفر صادق'' اس کے باطل دعووں پر مطلع ہوئے، تو انہوں نے اس سے برائت ظاہر کی، اور اپنے اصحاب کو اس سے برائت کا حکم دیا، اور اس کے بارے میں سخت موقف اختیار کیا'' ابوالخطاب'' ائمہ کے انبیاء، پھر'' الٰہ'' ہونے کا قائل تھا، اور بھی اس قسم کے گمراہ کن عقائد رکھتا تھا۔ [2]

---

[1] فالشيع ثلاثة أصناف وإنما قيل لهم الشيعة لأنهم شيعوا عليا -رضوان الله عليه -ويقدمونه على سائر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فمنهم.

غالية الشيع خمسة عشرة فرقة:

فمنهم الغالية وإنما سموا الغالية لأنهم غلوا فى على وقالوا فيه قولا عظيما وهم خمس عشرة فرقة............

والفرقة السادسة منهم" :الخطابية "أصحاب "أبى الخطاب بن أبى زينب.

وهم خمس فرق كلهم يزعمون أن الأئمة أنبياء محدثون ورسل الله وحججه على خلقه لا يزال منهم رسولان واحد ناطق والآخر صامت فالناطق محمد صلى الله عليه وسلم والصامت على بن أبى طالب فهم فى الأرض اليوم طاعتهم مفترضة على جميع الخلق يعلمون ما كان وما هو كائن وزعموا أن أبا الخطاب نبى وأن أولئك الرسل فرضوا عليهم طاعة أبى الخطاب وقالوا :الأئمة آلهة وقالوا :ولد الحسين أبناء الله وأحباؤه ثم قالوا ذلك فى أنفسهم وتأولوا قول الله تعالى :(فإذا سويته ونفخت فيه من روحى فقعوا له ساجدين) قالوا :فهم آدم ونحن ولده وعبدوا أبا الخطاب وزعموا أنه إله وزعموا أن جعفر بن محمد إلههم أيضا إلا أن أبا الخطاب أعظم منه وأعظم من على وخرج أبو الخطاب على أبى جعفر فقتله عيسى بن موسى فى سبخة الكوفة وهم يتدينون بشهادة الزور لموافقيهم(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين،ج ۱ ،ص۲۵و۲۸ ، ۲۹ ،ملخصاً،أمهات الفرق)

[2] (الخطابية)هم فرقة من الرافضة وهم أتباع أبى الخطاب محمد بن أبى ذئب الأسدى الأجدع عزا نفسه إلى جعفر الصادق فلما وقف على باطله فى دعاويه تبرأ منه ولعنه وأمر أصحابه بالبرائة منه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوالحسن، عزالدین ابن الاثیر (المتوفیٰ: 630ھ) نے ''اللباب فی تھذیب الانساب'' میں فرمایا کہ ''شیعہ غلاۃ'' کی ایک جماعت کو ''خطابیہ'' کہا جاتا ہے، جو ابوالخطاب اسدی کے اصحاب ہیں، یہ شخص امام جعفر صادق کی الوہیت کا قائل تھا، پھر اس نے اپنی الوہیت کا دعویٰ کردیا، اور اس کا عقیدہ تھا کہ ائمہ، دراصل ''انبیاء'' ہیں۔ [1]

اور ابوالحسن، عزالدین ابن الاثیر نے ہی اپنی دوسری تالیف ''الکامل'' میں یہ بھی فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین سے اعدائے دین عاجز آ گئے، تو انہوں نے جھوٹی احادیث کو گھڑنا، اور کمزور عقلوں میں اسلام کے خلاف تشکیک پیدا کرنا شروع کیا، جس کے بعد یہ کاروائی ابوالخطاب محمد بن ابی زینب نے ڈالی، اور اس نے ''زندقہ'' کی نصرت کے لئے ''المیزان'' نام کی کتاب لکھی، اور ارکانِ اسلام، وعبادت کا انکار کیا، اور اہلِ بیت کے ساتھ ''تشیع'' کا اظہار کیا، تاکہ وہ اپنے آپ کو مخفی رکھ سکے، اور لوگوں کو دھوکہ دے سکے، پھر یہ اور اس کی جماعت ''کوفہ'' میں قتل کردی گئی۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وشدد القول فی ذلک وبالغ فیه وفی لعنته فدعا أبو الخطاب إلی نفسه وزعم أن الأئمة أنبیاء ثم آلهة وأن جعفر الصادق آله و آباه آلهة وهم أبناء الله وأحباؤه والإلهیة نور فی النبوة والنبوة نور فی الإمامة ولا یخلو العالم من هذه الأنوار والآثار وزعم مرة أن جعفرا هو الآله فی زمانه لکنه لیس هو المحسوس الذی یری وإنما لما نزل إلی هذا العالم لبس تلک الصور فرآه العالم بها فبیلغ عیسی بن موسی خبره فقتله فافترقت الخطابیة بعده أربع فرق البزیغیة وقد مر ذکرهم فی حرف الباء والعجلیة ویأتی ذکرهم فی حرف العین إن شاء الله تعالی والمعمریة ویأتی ذکرهم إن شاء الله تعالی فی حرف المیم فی مکانه(الوافی بالوفیات، ج۱۳، ص۲۱۵، تحت ترجمة ''أنف الکلب'')

[1] وجماعة من غلاة الشیعة یقال لهم الخطابیة وهم أصحاب أبی الخطاب الأسدی کان یقول بالاهیة جعفر الصادق ثم ادعی الإلاهیة لنفسه وکان یزعم أن الأئمة أنبیاء وفی کل وقت رسول ناطق وصامت فالناطق علی والصامت محمد صلی الله علیه وسلم یقال لکل واحد منهم خطابی(اللباب فی تهذیب الأنساب، ص۴۵۲، حرف الخاء، باب الخاء والطاء)

[2] فولی بعده عثمان، فزاد فی الفتوح، واتسعت مملکة الإسلام، فلما قتل وولی بعده أمیر المؤمنین علی قام بالأمر أحسن قیام.

فلما یئس أعداء الإسلام من استئصاله بالقوة أخذوا فی وضع الأحادیث الکاذبة، وتشکیک ضعفة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دیگر بہت سے حضرات نے بھی اسی تقسیم کو ملحوظ رکھا، جس سے صاف ظاہر ہوا کہ ''خطابیہ'' در اصل ''رافضہ امامیہ'' سے بالکل جدا فرقہ ہے۔

بہر حال جو کچھ بھی ہو، مجتہدین کی طرف سے بیان شدہ یہ حکم، جس میں ''خطابیہ'' کا استثناء کیا ہے، ان جیسے غالیانہ افکار نہ رکھنے والے دوسرے روافض وامامیہ کی شہادت قبول ہونے، اوران کی عدمِ تکفیر کی دلیل ہے، اور'' خطابیہ'' کی گواہی قبول نہ ہونے کی تعلیل میں اختلاف سے اس اصول پر فرق واقع نہیں ہوتا۔

علامہ ابنِ عابدین شامی ''البحر الرائق'' کی شرح ''منحةُ الخالق ''میں فرماتے ہیں:

(قوله وحكمهم عند جمهور الفقهاء والمحدثين حكم البغاة) قال العلامة إبراهيم الحلبى فى باب الإمامة من شرح المنية والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف ما يعتقده أهل السنة والجماعة وإنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدى إلى الكفر عند أهل السنة أما لو كان مؤديا إلى الكفر فلا يجوز أصلا كالغلاة من الروافض الذين يدعون الألوهية لعلى أو أن النبوة له فغلط جبريل ونحو ذلك مما هو كفر وكذا من يقذف الصديقة أو ينكر صحبة الصديق أو خلافته أو يسب الشيخين وكالجهمية والقدرية والمشبهة القائلين بأنه تعالى جسم كالأجسام ومن ينكر الشفاعة

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العقول فى دينهم، بأمور قد ضبطها المحدثون، وأفسدوا الصحيح بالتأويل والطعن عليه.

فكان أول من فعل ذلك أبو الخطاب محمد بن أبى زينب مولى بنى أسد وأبو شاكر ميمون بن ديصان صاحب كتاب "الميزان "فى نصرة الزندقة، وغيرهما، فألقوا إلى من وثقوا به أن لكل شىء من العبادات باطنا وأن الله تعالى لم يوجب على أوليائه، ومن عرف الأئمة والأبواب، صلاة ولا زكاة، ولا غير ذلك، ولا حرم عليهم شيئا، وأباحوا لهم نكاح الأمهات والأخوات، وإنما هذه قيود للعامة ساقطة عن الخاصة.

وكانوا يظهرون التشيع لآل النبى صلى الله عليه وسلم ليستروا أمرهم، ويستميلوا العامة، وتفرق أصحابهم فى البلاد، وأظهروا الزهد والعبادة، يغرون الناس بذلك وهم على خلافه، فقتل أبو الخطاب وجماعة من أصحابه بالكوفة، وكان أصحابه قالوا له :إنا نخاف الجند، فقال لهم :إن أسلحتهم لا تعمل فيكم، فلما ابتدؤوا فى ضرب أعناقهم قال له أصحابه ألم تقل إن سيوفهم لا تعمل فينا؟ فقال :إذا كان قد أراد الله فما حيلتى؟ وتفرقت هذه الطائفة فى البلاد وتعلموا الشعبذة، والنارنجيات، والزرق والنجوم، والكمياء ، فهم يحتالون على كل قوم بما يتفق عليهم وعلى العامة بإظهار الزهد(الكامل فى التاريخ، ج٦ ،ص ٥٨٠، ٥٨١ ،ثم دخلت سنة ست وتسعين ومائتين)

أو الرؤية أو عذاب القبر أو الكرام الكاتبين أما من يفضل عليا فحسب فهو مبتدع من المبتدعة الذين يجوز الاقتداء بهم مع الكراهة وكذا من يقول أنه تعالى جسم لا كالأجسام ومن قال أنه تعالى لا يرى لجلاله وعظمته.

واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء ونحوهم مع ما ثبت عن أبي حنيفة والشافعي من عمد تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وإن لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا في طلب الحق.

لكن جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم لا يصحح هذا الجمع. اللهم إلا أن يراد بعدم الجواز عدم الحل مع الصحة وإلا فهو مشكل هكذا ذكره الشيخ كمال الدين بن الهمام .

وعلى هذا يجب أن يحمل المنقول على ما عدا غلاة الروافض ومن ضاهاهم فإن أمثالهم لم يحصل منهم بذل وسع في الاجتهاد فإن من يقول بأن عليا هو الإلٰه أو بأن جبريل غلط ونحو ذلك من السخف إنما هو متبع محض الهوى وهو أسوأ حالا ممن قال (ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى)فلا يتأتى من مثل الإمامين العظيمين أن لا يحكما بأنهم من أكفر الكفرة.

وإنما كلامهما في مثل من له شبهة فيما ذهب إليه وإن كان ما ذهب إليه عند التحقيق في حد ذاته كفرا كمنكر الرؤية وعذاب القبر ونحو ذلك فإن فيه إنكار حكم النصوص المشهورة والإجماع .

إلا أن لهم شبهة قياس الغائب على الشاهد ونحو ذلك مما علم في الكلام وكمنكر خلافة الشيخين والساب لهما فإن فيه إنكار حكم الإجماع القطعي إلا أنهم ينكرون حجية الإجماع بإتهامهم الصحابة فكان لهم شبهة في الجملة وإن كانت ظاهرة البطلان بالنظر إلى الدليل فبسبب تلك الشبهة التي أدى إليها اجتهادهم لم يحكم بكفرهم مع أن معتقدهم كفر احتياطا بخلاف مثل من ذكرنا من الغلاة فتأمل (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج۵ص ۱۵۱، كتاب السير، باب البغاة)

ترجمہ: علامہ ابنِ نجیم کا یہ قول کہ جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک، ان کا حکم، باغیوں کا ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی نے ''شرحُ المنية'' کے ''بابُ الامامة'' میں فرمایا کہ بدعتی سے مراد وہ ہے، جو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، اور اس کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے، جبکہ وہ ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو، جو اہل السنۃ

کے نزدیک کفر تک پہنچادے، لیکن اگر اس کا عقیدہ کفر تک پہنچادے، تو پھر اقتداء بالکل بھی جائز نہیں، جیسا کہ ان غالی رافضیوں کا حکم ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، جس میں حضرت جبریل سے غلطی کا دعویٰ کرتے ہیں، یا اسی طرح کا کوئی دوسرا کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں، اور اسی طرح اس شخص کا حکم ہے، جو حضرت عائشہ صدیقہ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے، یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار کرتا ہے، یا شیخین کو سب وشتم کرتا ہے، اور جیسا کہ جہمیہ اور قدریہ اور مشبہہ، جو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسرے اجسام کی طرح کا جسم ہونے کے قائل ہیں، یا شفاعت، یا رؤیتِ باری تعالیٰ، یا عذابِ قبر، یا کراماً کاتبین کا انکار کرتے ہیں، لیکن جو صرف حضرت علی کو فضیلت دیتا ہو، تو وہ بدعتیوں میں سے ایک بدعتی ہے، جس کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے، اور اسی طرح وہ شخص کہ جو اللہ کے جلال وعظمت کی وجہ سے رؤیت کا قائل نہ ہو۔

اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ جن اہلِ ہواء وغیرہ کے کفر کا ذکر کیا گیا، نیز امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ سے، جن اہلِ قبلہ مبتدعین کی تکفیر کا حکم مروی ہے، ان سب کا محمل یہ ہے کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنا بذاتِ خود کفر ہے، لہٰذا اس کا قائل اس چیز کا قائل ہے، جو کہ کفر ہے، اگرچہ اس کو اس وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا کہ اس کا یہ قول، طلبِ حق میں بقدرِ وسعت، اجتہاد وکوشش کرنے کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔

لیکن ان کی اقتداء میں نماز کو باطل قرار دینا، اس جمع وتطبیق کو صحیح قرار نہیں دیتا، مگر اسی صورت میں کہ یہ کہا جائے کہ عدمِ جواز سے مراد صحیح ہونے کے ساتھ حلال نہ ہونا ہے، ورنہ تو اس کا جمع کرنا مشکل ہے، اسی طرح سے شیخ کمالُ الدین ابنِ

ہمام نے ذکر کیا ہے۔

اور مذکورہ تفصیل کی بناء پر ان جیسے لوگوں کی طرف سے اجتہاد میں کوشش اور جدوجہد کرنا نہیں پایا گیا، اس لیے کہ جو بات منقول ہے، وہ غالی رافضیوں اوران جیسے لوگوں کے علاوہ پر محمول ہوگی، کیونکہ جو شخص یہ بات کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ''الٰــہ'' ہیں، یا جبریل سے وحی میں غلطی ہوئی، اوراس کے مثل دوسری بے ہودہ بات کہتا ہے، تو وہ محض خواہش کی اتباع کرنے والا ہے، اور یہ اس سے بھی زیادہ بری حالت والا ہے، جس نے یہ کہا کہ ''**مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى** '' تو اس جیسے شخص کے بارے میں دو عظیم اماموں (امام ابوحنیفہ اورامام شافعی) کی یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ وہ یہ حکم نہ لگائیں کہ یہ کفر میں عظیم تر کفر ہے۔

اوران دونوں (امام ابوحنیفہ اورامام شافعی) کا کلام، تو اس جیسے شخص کے بارے میں ہے، جس کے قول میں شبہ ہو، اگرچہ تحقیق کے نتیجے میں بذاتِ خود اس کا قول کفر ہو، جیسا کہ رؤیتِ باری تعالیٰ اور عذابِ قبر وغیرہ کا منکر، کہ اس میں مشہور نصوص اوراجماع کے حکم کا انکار ہے۔

لیکن اس میں غائب کو شاہد پر قیاس کرنے، اوراسی طرح کا شبہ ہے، جیسا کہ علمِ کلام میں یہ بات معلوم ہے، اور جیسا کہ شیخین کی خلافت کا منکر اوران کو سبّ وشتم کرنے والا، کیونکہ اس میں اجماعِ قطعی کے حکم کا انکار ہے، لیکن یہ لوگ چونکہ اجماع کی حجیت کا انکار کرتے ہیں، صحابہ کو تہمت لگانے کی وجہ سے، تو ان کے لیے فی الجملہ شبہ پیدا ہوگیا، اگرچہ وہ دلیل میں غور کرنے سے ظاہری طور پر باطل ہے، پس اس شبہ کی وجہ سے، جس کی طرف ان کے اجتہاد نے پہنچایا، ان کے کفر کا احتیاطاً حکم نہیں لگایا گیا، باوجودیکہ ان کا عقیدہ، کفر ہے، بخلاف اُن لوگوں کے

مثل، جن کا ہم نے ذکر کیا، مثلاً غالی لوگوں کے، پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں (منحۃُ الخالق)

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّ المحتار'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

أهل الهوى أهل القبلة الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة، وهم الجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة، وكل منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنين وسبعين (ردالمحتار على الدر المختار، ج٦،ص٦٩٨، كتاب الوصايا،باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة،فصل فى وصايا الذمى وغيره)

ترجمہ: اہلِ ھویٰ، وہ اہلِ قبلہ ہیں، جن کے عقائد اہلُ السنۃ والے عقائد نہ ہوں، اور وہ جبریہ اور قدریہ اور روافض اور خوارج اور معطلہ اور مشبہۃ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں، اور اس طرح سے بہتّر فرقے بن جاتے ہیں (ردالمحتار)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی اپنی کتاب ''تنبيه الولاة والحكام علٰى أحكام شاتم خير الأنام'' میں فرماتے ہیں کہ:

(إذا علمت ذلك) ظهر لك أن ما مر عن الخلاصة من أن الرافضى إذا كان يسب الشيخين ويلعنها ، فهو كافر، مخالف لما فى كتب المذهب من المتون والشروح الموضوعة لنقل ظاهر الرواية، ولما قدمنا عن الإختيار وشرح العقائد ، بل مخالف للإجماع على ما نقله ابن المنذر، كما مر فى عبارة فتح القدير ، وكذا ما قدمنا فى عبارة شيخ الاسلام ابنِ تيمية من قوله ،وقال ابن المنذر لا أعلم أحدا يوجب قتل من سب من بعد النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم.

وإذا كان هذا فيمن يظهر سب جميع السلف فكيف من يسب الشيخين فقط ، فعلم أن ذلك ليس قولا لأحد من المجتهدين وإنما هو قول لمن حدث بعدهم ، وقد مر فى عبارة الفتح أنه لا عبرة بغير كلام الفقهاء المجتهدين ، اللّٰهم إلا أن يكون المراد بما فى الخلاصة أنه كافر إذا كان سبه لهما لأجل الصحبة ،أو كان مستحلا لذلك بلا شبهة، تأويل أو كان من غلاة الروافض ممن يعتقد كفر جميع الصحابة ، أو ممن يعتقد التناسخ وألوهية على ، ونحو ذٰلك، أو المراد أنه كافر أى إعتقد ما هو كفر ،وإن لم نحكم بكفره إحتياطا ، أو هو مبنى على قول البعض بتكفير أهل البدع .

(فإن قلت) قال في البحر مانصه، وفي الجوهرة من سب الشيخين أو طعن فيهما ، كفر، ويجب قتله ، ثم إن رجع وتاب وجدد الإسلام ، هل تقبل توبته أم لا؟ قال الصدر الشهيد لاتقبل توبته ، واسلامه ، ونقتله ، وبه أخذ الفقيه أبو الليث السمرقندي وأبو نصر الدبوسي ، وهو المختار للفتوىٰ، انتهٰى. وتبعه على ذلک تلميذ صاحب المنح ، وقال إن هذا يقوى القول بأنه لا نقبل توبة ساب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .

(قلت) قد رد علىٰ صاحب البحر اخوه صاحب النهر بأن هذا لا وجود له في الجوهرة ، وانما وجد في هامش بعض النسخ ، فالحق بالاصل انتهٰى.

وحيث كان ذلک في هامش نسخة لا يعلم صدق كاتبه من كذبه لايجوز الأخذ به، وجعله حكما شرعيا من أحكام الله تعالىٰ التي لاتثبت إلا بأحد الأدلة الأربعة الكتاب والسنة والإجماع والقياس الصحيح من أهله.

وكتاب الجوهرة شرح القدوري لابي بكر الحدادي كتاب مشهور متداول يوجد بأيدي صغار الطلبة، فليراجعه من أراد ذلک ليريح باله، ويزيح إشكاله.

وقد راجعته ايضا فلم أجد هذا النقل فيه بل فيه ما يناقضه ، فإنه قال في الشهادات ، ولاتقبل شهادة من يظهر سب السلف الصالحين لظهور فسقه، والمراد بالسلف الصالحين الصحابة والتابعون ، فقال (لظهور فسقه)ولم يقل لكفره (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۱۳۳ ، ۱۳۴ ، الباب الاول في حكم ساب احد الصحابة رضي الله عنهم ، ضابط تكفير اهل البدع من روافض ونحوهم ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: اور جب آپ یہ بات جان چکے، تو آپ کے لیے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ''خلاصہ'' کے حوالے سے جو یہ بات گزری کہ ''رافضی'' جب شیخین رضی اللہ عنہما پر سبّ وشتم اوران پر لعنت کرے، تو وہ کافر ہے، تو یہ مذہب کے متون اور شروح میں مذکور موقف کے خلاف ہے، جو ظاہرُ الروایۃ کو نقل کرنے کے لیے وضع کی گئی ہیں، اور جیسا کہ ہم ''الاختیار'' اور ''شرحُ العقائد'' کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں، بلکہ یہ بات اس اجماع کے بھی خلاف ہے، جس کو ابنِ منذر نے نقل کیا ہے، جیسا کہ ''فتحُ القدیر'' کی عبارت کے حوالے سے گزرا، اوراسی طریقے سے اس کے بھی خلاف ہے، جو ہم نے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کی عبارت

میں ان کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ ابنِ منذر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو سبّ وشتم کرنے والے کے قتل کو واجب قرار دیا ہو۔

اور جب یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے، جو تمام سلف کو سبّ وشتم کرتا ہو، تو جو شخص صرف شیخین رضی اللہ عنہما کو سبّ وشتم کرتا ہو، اس کے بارے میں یہ حکم کیونکر نہیں ہوگا، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ قول مجتہدین میں سے کسی کا نہیں ہے، بلکہ یہ مجتہدین کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کا قول ہے، اور ''فتحُ القدیر'' کی عبارت میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ فقہائے مجتہدین کے علاوہ کے کلام کا اعتبار نہیں، الَّا یہ کہ ''خــــلاصة'' کی مراد یہ ہو کہ وہ اس وقت کافر ہوگا کہ جب شیخین رضی اللہ عنہما کو ''صحابی'' ہونے کی وجہ سے سبّ وشتم کرے، کسی شبہ وغیرہ کے بغیر اس کو حلال سمجھے، یا غالی رافضیوں میں سے اس شخص کی تاویل کی جائے، جو تمام صحابہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھے، یا تناسخ اور علی رضی اللہ عنہ کی الوھیت کا عقیدہ رکھے، یا اسی طرح کا کوئی اور عقیدہ رکھے، یا کافر ہونے کی مراد یہ ہو کہ اس نے اس چیز کا عقیدہ رکھا، جو کہ کفر ہے، اگرچہ ہم احتیاطاً اس کے کفر کا حکم نہیں لگائیں گے، یا پھر یہ بعض حضرات کے اس قول پر مبنی ہو، جو اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں (مگر یہ قول ائمۂ متبوعین اور جمہور کے خلاف اور مرجوح ہے)

اور اگر آپ یہ شبہ کریں کہ ''البحر'' میں تو اس کی تصریح ہے، اور ''الجوھرة'' میں ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کو سبّ وشتم، یا ان پر طعن وتشنیع کرنے والا کافر ہے، اور اس کا قتل واجب ہے، پھر اگر وہ رجوع کرلے، اور توبہ کرلے، اور تجدیدِ اسلام کرلے، تو کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی یا نہیں؟ صدرُ الشہید نے فرمایا کہ اس کی توبہ اور اس کے اسلام کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور ہم اس کو قتل کریں گے، اسی کو

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اور ابو نصر دبوسی نے لیا ہے، اور یہی فتویٰ کے لیے مختار ہے ’’البحر‘‘ کی بات ختم ہوئی، اور ’’صاحبُ المنح‘‘ کے شاگرد نے بھی اسی کی اتباع کی ہے، اور فرمایا کہ اس سے اس قول کی تقویت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرنے والے کی ہم توبہ قبول نہیں کریں گے۔

(علامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں کہ) میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ صاحبِ ’’بحر‘‘ پر ان کے بھائی صاحبِ ’’نہر‘‘ نے رَد کیا ہے کہ ’’الجوھرۃ‘‘ میں اس بات کا کوئی وجود نہیں، اس کا وجود ’’الجوھرۃ‘‘ کے بعض نسخوں کے حاشیہ میں ہے، جس کو اصل نسخے کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے، صاحبِ ’’نہر‘‘ کی بات ختم ہوئی۔

اور جب کسی نسخے کے حاشیہ میں یہ بات ہے، جس کے کاتب کا سچا، جھوٹا ہونا معلوم نہیں، تو اس کو لینا جائز نہیں، اور نہ ہی اس کو اللہ تعالیٰ کے ان احکام میں سے کوئی شرعی حکم بنانا جائز ہے کہ جس کا ثبوت ادلۂ اربعہ، یعنی کتابُ اللہ، سنتِ رسولُ اللہ، اجماع، اور اس کے اہل سے صحیح قیاس میں سے کسی ایک چیز کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے۔

اور ’’کتابُ الجوھرۃ‘‘ دراصل ’’قدوری‘‘ کی شرح ہے، ابو بکر حدادی کی، جو مشہور ومتداول کتاب ہے، چھوٹے طلبہ کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہے، پس جو شخص چاہتا ہو، اس کی مراجعت کر لے، تاکہ اس کا دل ٹھنڈا ہو جائے، اور اس کا اشکال زائل ہو جائے۔

اور میں نے خود بھی اس کتاب (یعنی ’’الجوھرۃ‘‘) کی مراجعت کی ہے، تو میں نے اس میں یہ بات منقول نہیں پائی، بلکہ اس میں اس کے برعکس بات ہے، چنانچہ ’’الشھادات‘‘ کے باب میں فرمایا کہ اس شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، جو سلفِ صالحین پر سبّ وشتم کا اظہار کرے، اس کے فسق کے ظاہر ہونے کی وجہ سے، اور سلفِ صالحین سے صحابہ اور تابعین مراد ہیں، پس انہوں

نے ''لظهور فسقه'' فرمایا ''لکفره'' نہیں فرمایا(تنبیه الولاة والحکام)

علامہ ابنِ عابدین شامی، اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

(والحاصل) أن الحكم بالكفر على ساب الشيخين ، أو غيرهما من الصحابة مطلقا ، قول ضعيف ، لاينبغى الإفتاء به ولا التعويل عليه، لما علمته من النقول المعتبرة ، فإن الكفر امر عظيم ، لم يتجاسر أحد من الأئمة على الحكم به، إلا بالأدلة الواضحة العارية عن الشبهة كما علمته مما قررناه.

على أنک قد علمت مما ذكرناه فى الباب الأول أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن ، أو كان فى كفره إختلاف ، ولو رواية ضعيفة.

وعلمت أيضا قول صاحب البحر ولقد الزمت نفسى أن لا أفتى بشيئ منها أى من ألفاظ التكفير المذكورة فى كتب الفتاوىٰ ، ومنها هذه المسئلة المذكورة فى الخلاصة ، فإن غالب هذه مخالفة لما إشتهر عن الأئمة من عدم تكفير أهل القبلة إلا ما كان الكفر فيه ظاهرا كقذف عائشة ونحوه، ولهذا صرح علماؤنا بأنه لايفتى بما فى كتب الفتاوى ، إذا خالف ما فى المتون والشروح، وقد ذكر الإمام قاضى القضاة شمس الدين الحريرى أحد شراح الهداية فى كتابه " إيضاح الإستدلال على إبطال الإ ستبدال" نقلا عن الإمام صدر الدين سليمان أن هذه الفتاوى هى إختيارات المشائخ ، فلا تعارض كتب المذهب ، قال وكذا كان يقول غيره من مشائخنا ، وبه أقول أيضا، انتهى.

فقد ثبت أن الأحوط عدم التكفير فى مسئلتنا اتباعا لما فى كتب المذهب فضلا عن عدم قبول التوبة فإنه إن ثبت نقله فهو نقل غريب مع أنه لم يثبت كما مر ، فخذ ما اتيتک به وكن من الشاكرين ، ولا عليک من كثرة المخالفين، واستغفر الله العظيم (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ١٣٦، ١٣٧، الباب الاول فى حكم ساب احد الصحابة رضى الله عنهم ، ضابط تكفير اهل البدع من روافض ونحوهم ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ:2007ء)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما، یا ان کے علاوہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم کرنے والے پر مطلقاً کفر کا حکم لگانے کا قول ضعیف ہے، جس پر فتویٰ دینا جائز نہیں، اور نہ اس کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے، جیسا کہ آپ معتبر حوالوں سے یہ بات جان چکے ہیں، کیونکہ کفر، امرِ عظیم ہے، جس پر ائمہ میں

سے کسی نے جرأت نہیں کی، مگر ان ہی دلائل کے ذریعے سے، جو واضح ہیں، اور شبہ سے خالی ہیں، جیسا کہ آپ ہماری ماسبق کی تقریر سے جان چکے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ یہ بات بھی جان چکے ہیں، جو ہم نے پہلے باب میں ذکر کی کہ کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جب تک کہ اس کے کلام کو اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو۔

اور آپ صاحبِ بحر کا یہ قول بھی جان چکے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر اس بات کا التزام کیا ہے کہ کتبِ فتاویٰ میں جو کفریہ الفاظ ہیں، میں ان میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیتا، اور ''خلاصہ'' میں جو مسئلہ مذکور ہے (یعنی سابِ شیخین کا) یہ بھی ان ہی مسائل میں سے ہے، کیونکہ یہ بات، اکثر وبیشتر ائمۂ کرام سے منقول اس بات کے خلاف ہے، جو انہوں نے اہلِ قبلہ کی عدمِ تکفیر کے متعلق فرمائی ہے، سوائے اس صورت کے، جب کہ کفر واضح ہو، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگانا، یا اس کے مثل، اور اسی وجہ سے ہمارے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ کتبِ فتاویٰ میں مذکور کسی بات پر اس صورت میں فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جبکہ وہ متون اور شروح کے مخالف ہو، اور امام قاضیُ القضاۃ شمس الدین حریری جو کہ ''**الھدایۃ**'' کے شارحین میں سے ایک ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''**إیضاحُ الإستدلال علی إبطال الإستبدال**'' میں امام صدرُالدین سلیمان سے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ فتاویٰ دراصل مشائخ کے اختیارات ہیں، جن سے کتبِ مذہب کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا، اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے مشائخ کے علاوہ دیگر حضرات کا بھی یہی قول ہے، اور میرا قول بھی یہی ہے، شارحِ ہدایہ کی بات ختم ہوئی۔

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے مسئلے میں زیادہ احتیاط کافر قرار نہ دینے میں ہے، جس میں کتبِ مذہب کی اتباع بھی پائی جاتی ہے، چہ جائیکہ توبہ قبول نہ ہونے

کا حکم لگایا جائے، کیونکہ اگر یہ نقل ثابت بھی ہو، تو اس کو نقلِ غریب قرار دیا جائے گا، باوجودیکہ اس کا کوئی ثبوت بھی نہیں، جیسا کہ گزر چکا، پس جو بات میں نے آپ کے سامنے پیش کی، اس کو اختیار کرلیجیے، اور شکر گزار بندوں میں سے ہوجایئے، اور اپنے آپ کو کثرتِ مخالفین میں سے نہ بنایئے، اور اَللّٰـہُ العظیم سے استغفار کیجیے (تنبیہ الولاۃ والحکام)

## علامہ آلوسی کے حوالہ جات

علامہ آلوسی (صاحبِ روح المعانی) (المتوفیٰ: 1270ھ) نے اپنی تالیف ''نھج السلامۃ ، الٰی مباحث الامامۃ'' میں فرمایا:

اور محققین کے نزدیک معتمد مذہب یہ ہے کہ ''تکفیر'' کا مدار اس چیز کے انکار پر ہے، جو ضروری طور پر معلوم ہو، اور مجمع علیہ چیز کا انکار صرف ''مجمع علیہ'' کی حیثیت سے نہیں ہوگا، کیونکہ مجمع علیہ مسئلہ بعض اوقات ''ظنی'' یا ''سکوتی'' یا ''اکثری'' ہوتا ہے۔

اور جمہور نے ''قدریہ، خوارج، اور رافضہ'' کی تکفیر ''تاویل'' کے حائل ہونے کی بناء پر نہیں کی۔

اور کفر کے حکم کے نہایت خطرناک ہونے کی وجہ سے محققین نے بہت احتیاط کو اختیار کیا ہے، اور یہاں تک فرمایا ہے کہ ہزار کافروں کے قتل کے ترک میں خطاء کرنا، ہلکی چیز ہے، بنسبت اس کے کہ ایک مسلمان پر کفر و قتل کا حکم لگایا جائے، جو بظاہر مسلمان ہو، اور اس کا کفر متحقق نہ ہو، اور کفر کے فتوے کے پُرخطر ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مفتی کے لیے جب تک ممکن ہو، احتیاط ضروری ہے، یہاں تک کہ اگر کسی کے قول میں تاویل ممکن ہو، اگرچہ دور کی ہی تاویل کیوں نہ ہو، تب بھی

اس کو اختیار کرنا چاہیے، اور صرف ظاہر پر اکتفاء کر کے، کفر کا حکم صادر نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ ہمارے ساتھ جو اصل چیز محقق ہے، وہ ایمان ہے، جس کو یقین و تحقیق کے بغیر رفع نہیں کیا جا سکتا۔

اور حنفیہ کے اہلِ فتاویٰ نے جو اپنے مشائخ سے الفاظِ کفر، ذکر کیے ہیں، ان سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، کیونکہ ان میں ایسی تاویلات ممکن ہیں، جو کفر سے بچا سکتی ہیں، جن میں یہ بھی ہے کہ شاید اس کی مراد، کفر کی نہ ہو، اس سلسلہ میں تساہل سے کام نہیں لینا چاہیے، متورع حضرات اس تساہل کو پسند نہیں کرتے۔

اور بعض جلیل القدر حضرات کا فرمانا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ننانوے اقوال کفر کے ہوں، اور ایک قول، عدمِ کفر کا ہو، تو عدمِ کفر ہی کا فتویٰ دینا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ اہلِ ہواء میں جو ضروریاتِ دین میں سے کسی امر کا منکر ہو، وہ کافر ہوگا، جیسا کہ غلاۃ شیعہ اور مجسمہ، ورنہ نہیں'' ۔انتہیٰ۔ [1]

---

[1] وبالجملة فمعتمد المذاهب عند المحققين أن مدار التكفير على جحد ما علم ضرورة مجمعا عليه أم لا، ولا يكفر بجحد المجمع عليه من حيث أنه مجمع عليه، ولا بجحد الظنى والإجماع السكوتى والأكثرى والمسبوق بالخلاف من الظنى كما حقق فى موضعه، بل لم يعد كثير من المحققين الظنى فى الحجة، وأن قول من قال من الأجلّة أنّا لا نكفر أحدا من أهل القبلة ليس على إطلاقه، بل هو محمول على ما إذا لم يجحد ما علم ضرورة، أما إذا جحد ذلک فلا ينبغى التوقف فى إكفاره إذا علمت ذلک، فاعلم أنه لا ينبغى أن تكفر فرقة من الفرق التى تخالف ما أنت عليه، إلا بعد الاطلاع على عقائدهم والوقوف على إنكارهم ما علم ضرورة، فالتكفير لمن شهد الشهادتين خطر جدا.

وفى الحديث من قال : لأخيه يا كافر فقد باء به أحدهما ، فإن كان كما قال وإلا حارَتْ عليه، وروى البخارى وغيره انه عليه الصلاة والسلام قال : أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة، فإذا قالوها -يعنى كلمة الشهادة -عصموا منى دمائهم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله ، فالعصمة مقطوع بها مع الإتيان بالشهادة، ولا ترتفع ويستباح خلافها إلا بقاطع، ولا قاطع فى حق المبتدعة الذين لا يجحدون ما علم ضرورة.

وألفاظ الأحاديث الظاهرة فى تكفير بعض أهل البدع والأهواء من لم يكفرهم الجمهور كالقدرية والخوارج والرافضة عرضة للتأويل، فلا تعارض الأدلة ( القاطعة بخلافها )، وقد ورد مثلها فى غير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد علامہ آلوسی نے مذکورہ کتاب ہی میں فرمایا کہ:

''علماء کا ''اثناعشریہ'' کے کفر میں اختلاف ہے، ماوراءالنہر کے بہت سے علماء نے ان کی تکفیر کی ہے، اوران کے خون اوراموال اوران کی عورتوں کی فروج کے مباح ہونے کا حکم لگایا ہے، کیونکہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پرسب وشتم کرتے ہیں، خاص طور پر شیخین رضی اللہ عنہما پر، اورصدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الكفرة من عصاة المسلمين كالمرائين، مع القطع بعدم كفرهم إجماعا على طريق التغليظ، وكفر دون كفر وإشراک دون إشراک.

ولخطر أمر التكفير وتعارض الأدلة ظاهرا توقف جماعة منهم القاضى أبو بكر الباقلانى، وهو شافعى فى المشهور، وقيل مالكى، عن تكفير أهل الأهواء والحكم بإسلامهم؛ ويحكى عن أبى المعالى عبد الملک بن يوسف الشهير بإمام الحرمين، أن عبد الحق بن محمد بن هارون السهمى سأله عن أهل البدع والأهواء ، فلم يجبه، واعتذر له عن ترک الجواب بأن الغلط فى هذه المسألة يصعب على من خاف أن يقول فى الشرع ما ليس منه، لأن إدخال الكافر فى الملة، وهو ليس من أهلها وإخراج مسلم منها وهو من أهلها أمر مشكل عظيم فى الدين.

وقال غير واحد :الخطأ فى ترک قتل ألف كافر، أهون من الخطأ فى سفک محجمة من دم مسلم واحد بحسب الظاهر لم يتحقق كفره، ولخطر التكفير، قيل ينبغى للمفتى الاحتياط فى ذلک ما أمكنه حتى انه ينبغى له أن يؤل كلام من تلفظ بما ظاهره الكفر، وان بَعُدَ قصد المتلفظ نفسه ذلک المؤول به، ولا ينبغى أن يكتفى بالظاهر فيفتى بالكفر فإن معنا أصلا محققا وهو الإيمان فلا نرفعه إلا بيقين.

ولا يغتر بما ذكره أهل الفتاوى من الحنفية عن مشايخهم من التكفير بألفاظ حفتها تأويلات تخرجها عن أن يكفر بها، ولعل منها ما لا يكاد يقصد به المتلفظ المعنى المكفر، فإن ذلک تساهل لا يرضى به المتورعون منهم .

وقد قال غير واحد من الأجلّة إذا كان فى المسألة تسعة وتسعون قولا بالتكفير، وقول واحد بعدم التكفير، يفتى بعدم التكفير.

وبالجملة الذى أختاره فى أهل الأهواء ان من جحد منهم ما علم ضرورة انه من الدين، فهو كافر كغلاة الشيعة والمجسمة القائلين ان الله تعالى جسم كالأجسام، فإنهم كفار على ما صرح به الإمام الرافعى وهو الأصح .وكذا القائلون انه سبحانه جسم لا كالأجسام فى قول، وكالقرامطة الجاحدين فرضية الصلوات الخمس إلى شنائع أخرى من هذا القبيل (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثانى فى حكم أهل القبلة،حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة ،الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م .)

کرتے ہیں اور امُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس چیز کی تہمت لگاتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بریٔ فرمادیا ہے، اور وہ کلی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو فرشتوں پر فضیلت دیتے ہیں، اور غیر اولوالعزم رسولوں پر بھی فضیلت دیتے ہیں، اور ان میں سے بعض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام نبیوں پر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں، اور اس فضیلت کے سلسلے میں مکڑی کے گھر سے بھی کمزور ترین دلائل سے حجت پکڑتے ہیں، جن کا ان شاء اللہ تعالیٰ ہم رَد ذکر کریں گے، اور یہ قرآن مجید کے زیادتی اور نقصان سے محفوظ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

لیکن دیگر علماء ان کی تکفیر نہیں کرتے، جن کا کہنا یہ ہے کہ صحابی کو سب وشتم کرنا، کفر نہیں ہے، بلکہ فسقِ عظیم ہے، اور اس کے متعلق محققین کی تصریحات موجود ہیں۔

اور ان کا کہنا یہ ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار بھی کفر نہیں ہے، بلکہ بدعت اور فسق ہے۔

جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اس تہمت لگانے کا تعلق ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بریٔ فرمادیا ہے، تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس میں ان آیات کی تکذیب پائی جاتی ہے، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت پر دلالت کرتی ہیں، لیکن اثنا عشری اس عقیدے سے بریٔ ہیں، اگرچہ ان کے بارے میں یہ بات مشہور ضرور ہے، البتہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دوسرے ایسے ہذیانات منسوب کرتے ہیں کہ جو باعثِ کفر نہیں ہیں۔

جہاں تک حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ، دوسرے نبیوں پر فضیلت دینے کا تعلق ہے، تو اثنا عشریہ ہمارے علم کے مطابق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل

نہیں ہیں، البتہ بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ پر فضیلت کے سلسلے میں توقف اختیار کیا ہے، اور بعض نے مساوات کا دعویٰ کیا ہے، اور فرشتوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ان کے درمیان ہماری معلومات کے مطابق متفق علیہ ہے، اور اس طرح کے اُن کے بہت سے ہذیانات ہیں، لیکن مذکورہ عقائد باعثِ تکفیر نہیں ہیں، چنانچہ بعض کرامیہ بھی ولی کو نبی کا درجہ، یا اس سے بھی اعلیٰ درجہ دینے کے قائل ہیں، لیکن ان کی تکفیر پر اتفاق نہیں۔

(اور تحریفِ قرآن کی بحث دوسرے مقام پر ذکر کی جا چکی ہے کہ تمام اثناء عشری اس کے بھی قائل نہیں) بعض افاضل حضرات نے فرمایا کہ اثنا عشریہ کی تکفیر اِن فقہاء کے مذاق پر مبنی ہے، جو مطالبِ ظاہری پر اکتفاء کرتے ہیں، اور ان کی عدمِ تکفیر اُن متکلمین کے مذاق پر مبنی ہے، جو اِس سلسلے میں قواطع اور یقینی چیزوں کا التزام کرتے ہیں، اور میں ان ہی حضرات کے قول کو اختیار کرتا ہوں، جس کی اپنے مقام پر تفصیل مذکور ہے کہ اگر یہ کفر نہ ہو، تو کفر کے قریب تر ہے، اور ہم آپ کے سامنے تکفیر اور عدمِ تکفیر کا اصول پہلے ذکر کر چکے ہیں، جس سے آپ کو غافل نہیں رہنا چاہیے''۔ انتھیٰ۔ [1]

---

[1] وأختلف العلماء فى إكفار الاثنى عشرية، فكفرّهم معظم علماء ما وراء النهر، وحكم بإباحة دمائهم وأموالهم وفروج نسائهم، حيث أنهم يسبون الصحابة رضى الله تعالى عنهم، لاسيما الشيخين رضى الله تعالى عنهما، وهما السمع والبصر منه عليه الصلاة والسلام، وينكرون صحة خلافة الصديق رضى الله تعالى عنه، ويقذفون عائشة أم المؤمنين رضى الله تعالى عنها بما برأها الله تعالى منه، ويفضلون بأسرهم عليا كرم الله تعالى وجهه على الملائكة عليهم السلام، وعلى غير أولى العزم من المرسلين، ومنهم من يفضله عليهم ما عدا نبينا، ويحتجون على التفضيل بحجج أوهن من بيت العنكبوت، سنذكرها مع ردها إن شاء الله تعالى، ويجحدون سلامة القرآن من الزيادة والنقص.

ومن العلماء من لم يكفرّهم زاعما أن سب الصحابى ليس بكفر بل فسق عظيم............

وعلى هذا النحو سبهم والعياذ بالله تعالى غيرهما من الصحابة رضى الله تعالى عنهم، كمعاوية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں بھی کرامیہ فرقہ کے نزدیک ولی کے نبی کے رتبہ، بلکہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعمرو ابن العاص وأم المؤمنين عائشة وطلحة والزبير رضوان الله تعالى عليهم أجمعين.
وزاعما أيضا ان إنكار خلافة الصديق رضى الله تعالى عنه ليس بكفر أيضا، بل ابتدع وفسق.......
وأما قذف عائشة رضى الله تعالى عنها، بما برأها الله تعالى منه فلا شك فى انه كفر لما فيه من تكذيب الآيات الدالة على براء تها، لكن الاثنى عشرية بريئون من ذلك وان شاع عنهم، نعم انهم يزعمون أنها أرادت أن تتزوج بعد وفاة رسول الله ، يوم توجهت من مكة إلى البصرة لحرب الأمير كرم الله تعالى وجهه، بأحد الحواريين طلحة والزبير رضى الله تعالى عنهما فلم تمكن من ذلك.
وكذا لهم هذيانات أخر فى حقها رضى الله تعالى عنها، ولكنها لا تصل إلى جحد ما علم من الدين بالضرورة على ما لا يخفى على المنصف، وذلك مثل زعمهم ان النبى فوض طلاقها بعد وفاته إلى على كرم الله تعالى وجهه، وانه رضى الله تعالى عنه طلقها يوم الجمل، فخرجت من أمهات المؤمنين، وهو حديث خرافة، تضحك منه الثكلى.
وأما تفضيل على كرم الله تعالى وجهه على الأنبياء عليهم السلام غير نبينا وإخوانه من أولى العزم من المرسلين صلى الله تعالى وسلم عليه وعليهم أجمعين، فهو مما اتفقوا عليه فيما أعلم، كما اتفقوا على انه كرم الله وجهه ليس بأفضل من نبينا عليه الصلاة والسلام.
نعم توقف بعضهم كابن المطهر الحلى وغيره فى تفضيله على من عداه من أولى العزم، وذهب بعض آخر إلى مساواته لهم عليهم السلام، وكذا تفضيله كرم الله تعالى وجهه على الملائكة عليهم السلام متفق عليه فيما بينهم فيما أعلم، ولهم فى ذلك أيضا هذيانات كثيرة.
لكن قصارى ( ذلك ) كل ما قالوه جحد تفضيل الأنبياء عليهم السلام على من سواهم، وانه لا يبلغ ولى درجة نبى، وجحد تفضيل الملائكة عليهم السلام على من عدا الأنبياء من البشر، وانه لا يبلغ مؤمن تقى غير نبى درجتهم فى الفضل، وليس ما جحدوه مما علم من الدين بالضرورة بل لم يقم عليه قاطع.
وقد قال العلامة الثانى السعد التفتازانى : حكى عن بعض الكرامية إن الولى قد يبلغ درجة النبى بل أعلى ، انتهى.
وحيث لم يجمع على تكفير الكرامية علم أن المسألة خلافية، وأن لا قاطع فيها، وقال اللّقانى فى شرحه الأوسط ( لجوهرة التوحيد )، قال أبو المظفر السمعانى :اتفقوا على إن العصاة والسوقة من المؤمنين دون الأنبياء والملائكة عليهم السلام، وأمّا المطيعون الصالحون، فاختلفوا فى المفاضلة بينهم وبين الملائكة عليهم السلام على قولين، انتهى.
وقد حكى ابن يونس المالكى هذين القولين اللذين أشار إليهما السمعانى، ثم قال :والأكثر منا على أن المؤمن الطائع أفضل من الملائكة عليهم السلام.
وفى ( منهج الأصلين ) أيضا متصلا بما مر :وأما الصالحون من البشر من غير الأنبياء عليهم السلام، فأكثر العلماء على تفضيل الملائكة عليهم، وعندنا ان من كان منهم تقيا نقيا موقنا إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے بھی اعلیٰ درجہ تک پہنچنے کا قول ذکر کیا ہے۔ [1]

لیکن متعدد محققین نے کرامیہ فرقہ کو بھی بدعتی فرقہ قرار دیا ہے، کافر قرار نہیں دیا۔ [2]

اثناعشریہ کے علماء نے انبیائے کرام کی ازواج کی طرف اس طرح (یعنی زنا) کی تہمت کی نفی کی ہے۔ [3]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الموت على ذلك، قد يفضل على الملائكة باعتبار المشاق فى عبادته مع ما فيه من الدواعى إلى الشهوة وغيرها، لاسيما من كان خليفة لسيد الأولين والآخرين صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه أجمعين، انتهى، انتهى كلام اللقانى.

نعم قال أبو حيان فى تفسيره المسمى ( بالبحر ) عند الكلام فى قوله تعالى :( وَلَكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّينَ )، ومن ذهب إلى أن الولى أفضل من النبى فهو زنديق يجب قتله انتهى.

لكن يمكن حمله ولو على بعد على ان المراد من ذهب إلى أن كل ولى صغيرا كان أو كبيرا أفضل من كل نبى من أولى العزم كان أو لا فهو زنديق.

وبالجملة كلتا المسألتين خلافية، ولا قاطع فى نفى أو إيجاب فيهما على ما لا يخفى على المنصف.

وقال بعض الأفاضل :إن تكفير الاثنى عشرية فيما ذهبوا إليه من التفضيل هو مذاق الفقهاء المكتفين فى المطالب بالظواهر، وعدم تكفيرهم فيه هو مذاق المتكلمين الملتزمين للقواطع فى ذلك، وأنا أقول ما ذهبوا إليه مما هو مفصّل فى محله، إن لم يكن كفرا فهو من الكفر أقرب، ونحن قد ذكرنا لك أصلا فى التكفير وعدمه فلا تغفل عنه والله تعالى العاصم(نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثانى فى حكم أهل القبلة،حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة، الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م)

[1] وقد ضل الكرامية فى هذا المقام فزعموا أن الولى قد يبلغ درجة النبى بل أعلى .ورده ظاهر. والاستدلال له بما فى هذه القصة بناء على القول بولاية الخضر عليه السلام ليس بشىء كما لا يخفى(روح المعانى،ج ٨،ص ٣١٣،سورة الكهف)

[2] الكرامية مؤمنون (البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ۴،ص ۳۰۷،كتاب الأيمان)

[3] چنانچہ شیعہ عالم شرف الدین الموسوی، السید عبدالحسین اپنی تالیف ''الفصول المهمة فى تاليف الامة'' میں لکھتے ہیں:

الوجه الخامس :إنهم يطولون ألسنتهم على عائشة الصديقة رضى الله عنها ويتكلمون فى حقها من أمر الإفك والعياذ بالله ما لا يليق بشأنها . .إلى آخر إفكه وبهتانه .

والجواب أنها عند الإمامية وفى نفس الأمر والواقع أنقى جيبا ،وأطهر ثوبا وأعلى نفسا، وأغلى عرضا ،وأمنع صوتا، وأرفع جنابا، وأعز خدرا، واسمى مقاما من أن يجوز عليها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز علامہ آلوسی (صاحبِ روح المعانی) (المتوفیٰ:1270ھ) نے بھی اپنی تالیف ''نہج السلامۃ ، الٰی مباحث الامامۃ ''میں اثنا عشریہ کے حضرت عائشہ کی طرف زنا کی تہمت کی نفی کی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

نیز حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ نے بھی، سنن ابی داؤد کی شرح ''بذل المجھود ''میں تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد'' افضلُ الخلق ''ہونے کا عقیدہ رکھے، اوراجتہاد کی رو سے اس عقیدہ کو ورع دین سمجھ کر سچے طور پر اختیار کرے، تو اس کی روایت کو رد نہیں کیا جائے گا، بطورِ خاص جبکہ اس کا داعی نہ ہو۔انتہٰی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غير النزاهة ،أو يمكن في حقها إلا العفة والصيانة ، وكتب الإمامية قديمها وحديثها شاهد عدل بما أقول ، على أن أصولهم في عصمة الأنبياء تحيل ما بهتها به أهل الإفك بتاتا ، وقواعدهم تمنع وقوعه عقلا ، ولذا صرح فقيه الطائفة وثقتها أستاذنا المقدس الشيخ محمد طٰه النجفي "أعلى الله مقامه "وهو على منبر الدرس بوجوب عصمتها من مضمون الإفك عملا بما يستقل بحكمه العقل من وجوب نزاهة الأنبياء عن أقل غائبة، ولزوم طهارة أعراضهم عن أدنى وصمة ،فنحن والله لا نحتاج في براء تها إلى دليل ولا نجوز عليها ولا على غيرها من أزواج الأنبياء والأوصياء كل ما كان من هذا القبيل(الفصول المهمة في تأليف الأمة،ص ۱۴۰، ۱۴۱، الفصل التاسع، الوجه الخامس،الناشر: دارالكتاب العربي، بغداد، الطبعة الأولىٰ : ۱۴۲۹ هـ ، 2008م)

[1] وأما قذف عائشة رضي الله تعالى عنها، بما برأها الله تعالى منه فلا شك في انه كفر لما فيه من تكذيب الآيات الدالة على براء تها، لكن الاثنى عشرية بريئون من ذلك وان شاع عنهم(نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثاني في حكم أهل القبلة ،حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة،الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولیٰ:2018م)

[2] فالتشيع في عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل علي على عثمان، وأن عليا كان مصيبا في حروبه، وأن مخالفه مخطء مع تقديم الشيخين وتفضيلهما، وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله -صلى الله عليه وسلم-، وإذا كان معتقد ذلك ورعا دينا صادقا مجتهدا، فلا ترد روايته بهذا لا سيما إذا كان غير داعية، وأما التشيع في عرف المتأخرين فهو الرفض المحض، فلا تقبل رواية الرافضي الغالي ولا كرامة(بذل المجهود في حل سنن أبي داود، ج۳، ص ۵۴۹، كتاب الصلاة،باب ما جاء ما يؤمر به المأموم من اتباع الإمام)

پس اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''افضلُ الخلق'' سمجھنے کا عقیدہ، ایسا کفر ہوتا، جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہوتی، تو اس میں اجتہاد، اور اس کے ورع، دین وغیرہ سمجھنے، اور اس سے بڑھ کر اس کی روایت قبول ہونے کی کیونکر گنجائش ہوتی؟

اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے بیٹے نعمان بن محمد آلوسی بغدادی (المتوفیٰ: 1317 ہجری) کی تالیف ''الجوابُ الفسیح لما لفقهٔ عبدالمسیح'' کے حوالہ سے جمہور ''اثنا عشریہ'' کے نزدیک قرآن مجید میں تحریف نہ ہونے کی تصریح پہلے گذر چکی ہے۔

اسی طرح علامہ آلوسی کے پوتے محمود شکری آلوسی (المتوفیٰ: 1342ھ) کی ''مختصرُ التحفة الاثنی عشریة'' کے حوالہ سے ''اثنا عشریہ'' کے ''امامیہ'' فرقوں اور تمام ''شیعوں'' سے شر کے اعتبار سے اھوَن ہونے کی تصریح بھی پہلے ''ابوالحسن اشعری کی عبارات وحوالہ جات'' کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جمہور مجتہدین اور فقہائے محققین نے جو روافض کی عدمِ تکفیر کا قول کیا ہے، وہ روافض کے اقوال میں تاویل کی بنیاد پر کیا ہے، جو عدمِ تکفیر کے باب میں مطلوب ہے۔

جمہور فقہائے محققین کی اتباع کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تاویلات واحتمالات کو بروئے کار لاتے ہوئے علی الاطلاق تکفیر کا حکم لگانے سے بچا جائے، اور ہم ماسبق میں تکفیر سے متعلق متعدد تاویلات کا ذکر کر چکے ہیں، جن کو نظر انداز کر کے ماضی قریب اور موجودہ زمانہ کے بعض علماء، تکفیر کے قائل ہوئے، اور وہ اس کی وجہ سے یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ سابق ادوار کے مجتہدین وفقہاء کو شیعہ رافضہ وامامیہ کے عقائد کے سے آگاہی حاصل نہ ہو سکی، پھر انہوں نے اس میں شیعہ کے تقیہ کو بھی شامل کر لیا، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ جمہور مجتہدین وفقہاء نے تکفیر، تاویل، تقیہ کے احکام، اور شیعہ ورافضہ کے جملہ عقائد وافکار سے آگاہ ہو کر مذکورہ حکم بیان فرمایا۔

(باب نمبر 4)

# شافعیہ کی عبارات وحوالہ جات

اب اس سلسلہ میں چند محققینِ شافعیہ کے حوالہ جات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

## فخرالدین رازی کے حوالہ جات

امام فخرالدین رازی اشعری شافعی (المتوفی:606ھ) نے علمِ کلام سے متعلق اپنی تالیف ''نهايةُ العقول فی دراية الاصول'' میں فرمایا:

المسألة الثالثة :فی أن مخالف الحق من أهل الصلاة يكفر أو لا؟
قال الشيخ أبو الحسن الأشعرى فی أول كتاب ''مقالات الإسلاميين'' اختلف المسلمون بعد نبيهم صلى الله عليه وسلم فی أشياء ضلل بعضهم بعضا وتبرأ بعضهم من بعض، فصاروا فرقا متباينين إلا أن الإسلام يجمعهم ويعمهم .
فهذا مذهبه وعليه أكثر الأصحاب ومن الأصحاب من كفر المخالفين ،وأما الفقهاء فقد نقل عن الشافعی رحمه الله أنه قال لاأرد شهادة كل أهل الأهواء إلا الخطابية فإنهم يعتقدون حل الكذب .
وأما أبو حنيفة رحمه الله فقد حكى الحاكم صاحب المختصر فی كتاب المنتقى عن أبی حنيفة أنه لم يكفر أحدا من أهل القبلة. وحكى الرازى عن الكرخی وغيره مثل ذلك .......
والذی نختاره ألا نكفر أحدا من أهل القبلة (نهاية العقول فی دراية الأصول ، ج۴، ص ۲۷۹ و ۲۸۰، الأصل التاسع عشر، المسألة الثالثة : فی أن مخالف الحق من أهل الصلاة هل يكفر أم لا؟ الناشر: دار الذخائر، بيروت، لبنان، الطبعة الأولٰى: ۱۴۳۶ھ، 2015م)

ترجمہ: تیسرا مسئلہ اس بارے میں ہے کہ اہلِ صلاۃ میں سے حق کے مخالف کی تکفیر کی جائے گی، یا نہیں؟

شیخ ابوالحسن اشعری نے کتاب مقالات الاسلاميين کے شروع میں فرمایا کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کا بہت سی چیزوں میں اختلاف ہوا، جن میں بعض نے بعض کی تضلیل کی، جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے بالمقابل فرقے بن گئے، لیکن اسلام ان سب کو جمع کرتا ہے، اور اسلام ان سب کو شامل ہے۔

پس یہ ابوالحسن اشعری کا مذہب ہے، اور اسی پر اکثر اصحاب ہیں، اور بعض اصحاب، مخالفین کے کفر کے قائل ہیں، جہاں تک فقہاء کا تعلق ہے، تو امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اہلِ اھواء میں سے کسی کی گواہی کو رَد نہیں کرتا، سوائے خطابیہ کے، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ حلال ہے۔

اور جہاں تک امام ابوحنیفہ کا تعلق ہے، تو حاکم ’’صاحبُ المختصر‘‘ نے ’’کتابُ المنتقیٰ‘‘ میں امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی۔

اور ابوبکر رازی نے اسی کے مثل کرخی وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

(......پھر چند سطروں کے بعد فرمایا کہ......) جس بات کو ہم اختیار کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ بے شک ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے (نهاية العقول)

**عند الجمهور** ’’امامیہ اثنا عشریہ‘‘ کا شمار اصولی طور پر ’’اہلِ قبلہ واہلِ صلاۃ‘‘ میں ہوتا ہے۔

فخر الدین رازی نے اس کے بعد، معتزلہ، مشبہۃ، مجسمۃ اور خوارج وروافض وغیرہ کی تکفیر کرنے والوں کے دلائل کا ذکر کر کے، اُن کے جوابات کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

**قوله فی تکفیر الروافض والخوارج: إنهم كفروا المسلمين، ومن كان كذلك فهو كافر، لقوله عليه السلام: ’’من قال لأخيه : يا كافر، فقد باء به احدهما‘‘.**

**قلنا: تكفير المسلم يقتضى الكفر مطلقاً، أو إذا كان المكفر معترفا بكون المكفر مسلما؟**

**الأول ممنوع! فلم قلتم بأن من اعتقد فى بعض الإعتقادات الصحيحة كونه كفرا لأجل شبهة، ثم كفر ذلك القائل، فإنه يكون كفراً؟**

**والثاني مسلَّم، ولكن الروافض والخوارج ما كفروا سادات الإسلام إلا لاعتقادهم صدور الكفر عنهم، وإن كانو قد أخطؤوا وضلوا فى**

ذلک الإعتقاد .
وأما قوله عليه السلام :"من قال لأخيه : يا كافر، باء به أحدهما"
قلنا: أولا: هذا من أخبار الآحاد فلا يفيد العلم.
ثم بتقدير صحته! فلا بد من تأويله،لأن من ظن فى مسلم كونه يهوديا أو نصرانيا، فقاله له: "ياكافر" فإنه لا يكفر بإجماع الأمة، فعلمنا أن قول الرجل للمسلم: "ياكافر" لا يقتضى الكفر على الإطلاق،فإذن يجب حمله على ما إذا قال له :"ياكافر" مع اعترافه بكونه مسلما، ولا نزاع فى أن ذلك يوجب الكفر، ولكن الخوارج والروافض لا يعتقدون إسلام الصحابة الذين يحكمون بكفرهم، فلا يندرجون تحت الحديث.
قوله: القرآن والأخبار مشتملان على الثناء على الصحابة رضى الله عنهم، فتكفيرهم مع ذلك كفر؟
قلنا: إن القوم لا يسلمون ذلك! بل إما أن يقولوا بأن الذى ورد فى القرآن هو الثناء على المهاجرين والأنصار ، وذلك لا يقتضى الثناء على أقوام مخصوصين.
وإن سلمنا دلالة القرآن على الثناء على أقوام معينين ! ولكن ذلك مشروط بسلامة العاقبة وليس فيها دلالة على سلامة عاقبتهم، وإلا وجب القطع بعصمة الصحابة ، وليس فى الأمة من قال بذلك.
وإذا كانت تلك الدلالة مشروطة بسلامة العاقبة، ولم توجد سلامة العاقبة فى حقهم لم يكن القدح فيهم رداً للكتاب والسنة.
والحاصل: أن الروافض والخوارج ما ردوا الكتاب صريحا، بل ذكروا فيه تأويلا ، فلم قلتم: إن صاحب التأويل لا بد من تكفيره ؟
وأما الأحاديث الواردة فى فضائل الصحابة فهى من باب الآحاد، وأجمعت الأمة على أن إنكارها لا يوجب الكفر، بل القول بثبوت الفضيلة فى حق الصحابة مسألة علمية لا عملية، وأجمعت الأمة على أنه لا يجوز التمسك بأخبار الآحاد فى المسائل العلمية .
قوله : أجمعت الأمة على تكفير من كفر الصحابة .
قلنا : إنما يصح دعوى الإجماع لو ثبت أن الخوارج والروافض ليسوا من الأمة ، إلا فهم يخالفون فى ذلك، وإنما ثبت أنهم ليسوا من الأمة بالإجماع على تكفير من كفر الصحابة، فيتوقف كل واحد منهما على الآخر،فيكون دوراً.
فهذا حاصل الكلام فى هذه المسألة،وبالله التوفيق (نهاية العقول فى دراية الأصول ، ج٤ص ٣٠٠ الیٰ ٣٠٢،الأصل التاسع عشر، المسألة الثالثة : فى أن مخالف الحق من أهل الصلاة هل يكفر أم لا؟ الناشر: دار الذخائر، بيروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ: ١٤٣٦ھ، 2015م)

ترجمہ: روافض اور خوارج کی تکفیر کے بارے میں اُن (یعنی خوارج وروافض کی تکفیر کرنے والوں) کا یہ کہنا کہ انہوں نے مسلمانوں کی تکفیر کی ہے، اور جو ایسا شخص ہو (یعنی وہ مسلمانوں کی تکفیر کرے) تو وہ کافر ہوجاتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے کہ ''جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا، تو اس کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہوجاتا ہے''

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ (یہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو) مسلم کی تکفیر، مطلق کفر کا تقاضا کرتی ہے، یا جب کافر قرار دینے والا، اس کا اعتراف کرتا ہو کہ جس کو کافر قرار دیا جارہا ہے، وہ مسلمان ہے؟

پہلی صورت (یعنی مسلم کی تکفیر کے مطلق کفر کا تقاضا کرنے کی) ممنوع ہے، پس تم نے یہ بات کیونکر کہی کہ جو شخص بعض عقائدِ صحیحہ میں اُن کے کفر ہونے کا شبہ کی وجہ سے عقیدہ رکھے، پھر اس قائل کی تکفیر کردی، تو یہ کفر ہوگا؟

اور دوسری صورت (یعنی کافر قرار دینے والے کا اس بات کا اعتراف کرنا کہ جس کو وہ کافر قرار دے رہا ہے، وہ مسلمان ہے، یہ صورت) مسلَّم ہے، لیکن روافض اور خوارج نے ساداتِ اسلام (یعنی ایک بڑے طبقۂ صحابہ) کی تکفیر، صرف اس وجہ سے کی ہے کہ ان کے اعتقاد کی رُو سے، ان سے کفر صادر ہوا ہے، اگرچہ وہ اس اعتقاد میں خطاء کار اور گمراہ ہیں (لیکن مذکورہ وجہ اور تعلیل کی بناء پر، ان کی تکفیر میں شبہ شامل ہوگیا، جو تکفیر کے لیے مانع ہے)

اور جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا تعلق ہے کہ ''جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا، تو اس کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہوجاتا ہے''

تو ہم اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اخبارِ آحاد کے قبیل سے ہے، جو یقین اور قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی۔

بصورتِ دیگر اگر اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرلیا جائے! تو اس کی تاویل ضروری ہے، کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کے متعلق اس کے یہودی، یا نصرانی ہوجانے کا گمان کرے، اور اس بنیاد پر اس کو کافر کہے، تو اس کی بالاجماع تکفیر نہیں کی جاتی، جس سے ہمیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ آدمی کا کسی مسلم کو کافر کہنا، علی الاطلاق کفر کا تقاضا نہیں کرتا، لہٰذا ایسی صورت میں اس کو، اس صورت پر محمول کرنا واجب ہے، جب مسلمان کو، اس کے مسلمان ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے کافر کہے، اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس صورت میں تکفیر لازم آتی ہے، لیکن خوارج اور روافض، اُن صحابہ کے اسلام کا عقیدہ نہیں رکھتے، جن کے کفر کا وہ حکم لگاتے ہیں، لہٰذا وہ اس حدیث کے تحت داخل نہیں ہوں گے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن اور احادیث، صحابہ رضی اللہ عنہم کی حمد وثناء پر مشتمل ہیں، تو ان کے ہوتے ہوئے، ان صحابہ کی تکفیر کرنا، باعثِ کفر ہے؟ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ وہ لوگ (یعنی مذکورہ روافض اور خوارج) اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو حمد وثناء وارد ہوئی ہے، وہ مہاجرین اور انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور یہ مخصوص لوگوں پر ثناء کا تقاضا نہیں کرتی (اگرچہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مخصوص نظریہ، اور ان کے اجتہادی ''ظنی الثبوت'' یا ''ظنی الدلالۃ'' دلائل کی رُو سے، قرآن وسنت میں مذکور مدح وثناء کے وہ صحابۂ کرام مصداق ہوں، جن کی مذکورہ روافض تکفیر کرتے ہیں)

پھر اگر ہم قرآن کی (مذکورہ مدح وثناء پر مشتمل آیات کی) دلالت کو مخصوص ومتعین لوگوں کی ثناء کے متعلق تسلیم کرلیں، تو یہ سلامتِ عاقبت کے ساتھ مشروط ہے، اور اس حمد وثناء میں اُن کی عاقبت کی سلامتی کی دلالت نہیں پائی جاتی، ورنہ صحابہ کی عصمت کا قطعی ہونا لازم آئے گا، اور امت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

اور جب یہ دلالت، سلامتِ عاقبت کے ساتھ مشروط ہوگی، اوران (صحابہ) کے حق میں سلامتِ عاقبت (مذکورہ قطعی طریقہ پر) نہیں پائی گئی، تو اُن روافض میں ایسی ردوقدح ثابت نہیں ہوگی، جو کتاب وسنت کی (باعثِ تکفیر) تردید کا باعث ہو۔

اور خلاصہ ولبِ لباب یہ ہے کہ روافض اور خوارج نے، قرآن مجید کی صراحتاً تردید نہیں کی، بلکہ اس میں تاویل کا ذکر کیا، پس تم نے یہ بات کیونکر کہی کہ صاحبِ تاویل کی تکفیر ضروری ہے؟

اور جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے، جو فضائلِ صحابہ میں وارد ہیں، تو وہ اخبارِ آحاد کے قبیل سے ہیں، اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کا انکار، باعثِ کفر نہیں، بلکہ صحابہ کے حق میں فضیلت کے ثبوت کا قول، علمی ونظری مسئلہ ہے، عملی وفقہی مسئلہ نہیں، اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسائلِ علمیہ ونظریہ میں اخبارِ آحاد سے تمسک جائز نہیں (جس کا ثبوت، ظن سے اوپر ترقی کرے)

اوران (یعنی خوارج وروافض کی تکفیر کرنے والوں) کا یہ کہنا کہ امت کا صحابہ کو کافر قرار دینے والے کی تکفیر پر اجماع ہے۔

تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اجماع کا دعویٰ، صرف اس صورت میں صحیح ہوسکتا ہے، جبکہ یہ ثابت ہوجائے کہ خوارج وروافض اس امت سے تعلق نہیں رکھتے (یعنی وہ اسلام سے خارج ہیں) ورنہ تو وہ اس اجماع کی مخالفت کرنے والے ہیں، حالانکہ اُن خوارج وروافض کا بالا جماع امت میں سے نہ ہونا، صرف ان لوگوں کے قول سے ثابت ہے، جو صحابہ کو کافر قرار دینے والے کی تکفیر کرتے ہیں، لہٰذا ان میں سے ہر ایک قول، دوسرے پر موقوف ہوگا، اور اس کے نتیجہ میں یہ ''دور'' لازم آنے کو مستلزم ہوگا (جو کہ جائز نہیں) پس یہ اس مسئلہ میں حاصلِ کلام ہے، **وباللہ التوفیق** (نہایۃ العقول فی درایۃ الاصول)

امام فخر الدین رازی نے اصولِ فقہ سے متعلق اپنی تالیف ''المحصول'' میں فرمایا:

**المسألة الثامنة اختلفوا فی انعقاد الإجماع مع مخالفة المخطئين من أهل القبلة فی مسائل الأصول فإن لم نكفرهم اعتبرنا قولهم لأنهم اذا كانوا من المؤمنين ومن الأمة كان قول من عداهم قول بعض المؤمنين فلا يكون حجة.**

**وإن كفرناهم انعقد الإجماع بدونهم.**

**لكن لا يجوز التمسک بإجماعنا عن كفرهم فی تلک المسائل لأنه إنما ثبت خروجهم عن الإجماع بعد ثبوت كفرهم فی تلک المسائل فلو أثبتنا كفرهم فيها بإجماعنا وحدنا لزم الدور** (المحصول للرازی، ج۴ص ۱۸۰، الكلام فی الإجماع، المسئلة الثامنة الإجماع مع مخالفة المخطئين فی مسائل الاصول)

ترجمہ: آٹھواں مسئلہ، اس بارے میں اختلاف ہے کہ ''اجماع'' اہلِ قبلہ کے مسائلِ اصول میں خطاء کاروں کی مخالفت کے ساتھ منعقد ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

اگر ہم ان کی تکفیر کریں، تو ہم ان کے قول کا اعتبار کریں گے، کیونکہ جب وہ مومنین اور امت سے تعلق رکھیں گے، تو ان کے علاوہ کا قول، بعض مومنین کا قول شمار ہوگا، جو کہ حجت نہیں ہوگا۔

اور اگر ہم ان کی تکفیر کریں، تو ان کے بغیر اجماع منعقد ہوجائے گا۔

لیکن ہمارے اجماع سے ان مسائل میں ان کی تکفیر پر دلیل پکڑنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ ان کا اجماع سے خروج، مسائل میں ان کے کفر کے ثبوت کے بعد ہی ثابت ہوگا، اور اگر ہم ان مسائل میں ان کے کفر کو محض اپنے اجماع سے ثابت کریں گے، تو دَور لازم آئے گا (المحصول)

امام قرافی نے امام فخر الدین رازی کی مذکورہ عبارت کے آخری حصہ کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:

**تقريره: أن تكفيرهم بإجماعنا فرع لكون إجماعنا حجة، وإنما يكون حجة إذا كفروا حتى ننفی نحن كل الأمة، فيلزم الدور** (نفائس الأصول فی شرح المحصول، ج۶ص ۲۷۳۰، القسم الثالث: فيما أدخل فی الإجماع، وليس منه، المسألة الثامنة)

ترجمہ: اس کی تقریر یہ ہے کہ ہمارے اجماع کی وجہ سے اُن کی تکفیر فرع ہے، ہمارے اجماع کے حجت ہونے کی، اور یہ حجت صرف اس وقت ہوگا، جب ان کو کافر قرار دیا جائے کہ ہم پوری امت کی نفی کر دیں، جس کی وجہ سے دَور لازم آئے گا (نفائس الاصول)

امام رازی مذکورہ بالا تالیف میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

**والذی یدل علیہ أن الانسان قبل الإحاطة بالمقالات الغربیة والمذاهب النادرة یعتقد اعتقادا جازما أن کل المسلمین یعترفون أن مابین الدفتین کلام اللہ عز وجل ثم إذا فتش عن المقالات الغربیة وجد فی ذلک اختلافا شدیدا نحو ما یروی عن ابن مسعود أنه أنکر کون الفاتحة والمعوذتین من القرآن. ویروی عن المیمونیة قوم من الخوارج أنهم أنکروا کون سورة یوسف من القرآن ویروی عن کثیر من قدماء الروافض أن هذا القرآن الذی عندنا لیس هو ذلک الذی أنزل علی محمد صلی اللہ علیه وسلم بل غیر وبدل ونقص عنه وزید فیه وإذا کان کذلک علمنا أنا وإن اعتقدنا فی الشیء أنه مجمع علیه اعتقادا قویا لکن ذلک الاعتقاد لا یبلغ حد العلم ولا یرتفع عن درجة الظن** (المحصول، ج۴ص ۲۵ الی ۳۴، الکلام فی الاجماع، القسم الاول، المسئلة الثانیة)

ترجمہ: اور جو چیز اس مسئلہ پر دلالت کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان، اقوالِ غریبہ، اور مذاہبِ نادرہ کا احاطہ کرنے سے پہلے، یہ پختہ عقیدہ بنالیتا ہے کہ تمام مسلمان، اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ''دفتین کے درمیان جو کچھ بھی ہے، وہ اللہ عزوجل کا کلام ہے'' پھر جب اس کے سامنے، اقوالِ غریبہ کھلتے (اور واضح ہوتے) ہیں، تو وہ اس میں ''اختلافِ شدید'' کو پاتا ہے، جیسا کہ حضرت ابنِ مسعود کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فاتحہ اور معوذتین کے، قرآن ہونے سے انکار کیا، اور خوارج کی ایک قوم ''میمونیہ'' سے مروی ہے کہ انہوں نے سورہ یوسف کے قرآن ہونے کا انکار کیا ہے، اور بہت سے قدمائے روافض سے مروی ہے کہ یہ قرآن، جو ہمارے پاس ہے، یہ وہ قرآن نہیں ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

نازل کیا گیا، بلکہ تبدیل اور تنقیص اور زیادتی شدہ ہے، اور جب صورتِ حال یہ ہے، تو ہم نے یہ بات جان لی کہ بے شک ہمارا اگرچہ یہ قوی عقیدہ ہو کہ اس چیز پر اجماع ہے، لیکن یہ عقیدہ جزم ویقین کی حد تک نہیں پہنچتا، اور وہ ظن کے درجہ سے نہیں نکلتا (اس لیے اجماع اور اس کے درجہ کا علم ضروری ہے) (المحصول)

یہی بات سراج الدین محمود ارموی (المتوفیٰ: 682ھ) نے بھی ’’**التحصیل من المحصول**‘‘ میں تحریر فرمائی ہے۔[1]

مطلب یہ ہے کہ بعض مسائل وہ ہیں، جن میں ’’اجماع کی حیثیت‘‘ اقوالِ غریبہ، یا مذاہبِ نادرہ پائے جانے کی وجہ سے ’’قطعیت‘‘ کے درجہ تک نہیں پہنچتی، بلکہ ’’ظنیت‘‘ کے درجہ تک پہنچتی ہے، جس کی خلاف ورزی قابلِ تضعیف، یا قابلِ تردید ہوتی ہے، لیکن باعثِ تکفیر نہیں ہوتی، اور بعض اوقات قطعی ہو کر بھی تاویل، مانعِ تکفیر ہوتی ہے۔

جمہور متقدمین کا یہی قول ہے، جس کو فخر الدین رازی نے بیان کیا کہ جمہور نے جس طرح ’’خوارج وروافض‘‘ کی ’’سبِ صحابہ‘‘ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی، اسی طرح تکفیرِ صحابہ کی وجہ سے بھی ’’خوارج وروافض‘‘ کی تکفیر نہیں کی، اور ’’خوارج وروافض‘‘ دونوں فرقوں میں تاویل اور شبہ کو ’’سب وشتم اور تکفیرِ صحابہ‘‘ دونوں میں ہی منعِ تکفیر کے لئے مؤثر سمجھا۔

البتہ جمہور کے مقابلہ میں جس طرح بعض حضرات نے مذکورہ اسباب کی وجہ سے خوارج کی

---

[1] ویدل علیه أن الإنسان فی أول الوهلة یعتقد جزماً أن المسلمین یعترفون بأن ما بین الدفتین کلام الله تعالى .ثم إذا فتش عن المقالات الغریبة وجد فیه اختلافاً کثیراً، حتى روى عن ابن مسعود إنکار کون الفاتحة والمعوذتین من القرآن.

وعن الخوارج إنکار کون سورة یوسف منه .وعن کثیر من الفقهاء الروافض إنکار کون ما عندنا من القرآن ما أنزل بل غیّر وبدل وزیدَ فیه ونقصَ عنه .ولا یبطل أیضاً بالعلم باستیلاء بعض المذاهب والملل على بعض البلاد، لأن ذلک بخبر التواتر فی أکثر أهل تلک البلاد، بناء على رؤیة شعار الإسلام أو التبصر فی المحال وغیرها .أما فی الکل فممتنع، والإنصاف أنه لا یعلم حصول الإجماع إلا فی زمان الصحابة، حیث کانوا قلیلین یمکن معرفتهم مفصلاً(التحصیل من المحصول، ج۲، ص۳۸، ۳۹، الکلام فی الإجماع وفیه فصول، المسألة الأولى)

تکفیر کی، اسی طرح روافض کی بھی تکفیر کی، لیکن یہ قول جمہور مجتہدین کا نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ روافض کی طرف سے اعلامِ صحابہ، وشیخین پر سب وشتم، اوران کی تضلیل وتکفیر کا قول جمہور مجتہدین ومتکلمین کے سامنے بھی تھا، اہل السنہ کے ابوالحسن اشعری جیسے متکلمین متقدمین کے اس سلسلہ میں حوالہ جات پہلے ذکر کیئے جاچکے ہیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے روافض کی تکفیر نہ کی، اور محدثین نے بھی ان سے احادیث کو روایت کیا، جو ان کی عدمِ تکفیر کی دلیل ہے۔

اسی وجہ سے امام فخر الدین رازی نے رافضہ اثناعشریہ کے اہم ستون شیخ مفید (المتوفیٰ: 336ھ) کو صاف طور پر مسلمانوں کی جماعت میں داخل مانا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی اپنی دوسری تالیف ''اساسُ التقدیس فی علم الکلام'' میں فرماتے ہیں:

جمع عظيم من المسلمين ، اختاروا مذهبهم .مثل .معمر بن عباد السلمى من المعتزلة ، ومثل محمد بن النعمان من الرافضة.ومثل أبى القاسم الراغب ، وأبى حامد الغزالى من أصحابنا (أساس التقديس فى علم الكلام،ص ١٦ و ١٧ ،الفصل الاول المقدمة الاولىٰ،مكتبة: الكليات الازهرية، القاهرة، طبع: 1986ء)

ترجمہ: مسلمانوں کے جمعِ عظیم نے ان (جمہور عقلائے معتبرین) کے مذہب کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ ''معتزلہ'' میں سے معمر بن عباد سلمی نے، اور ''رافضہ'' میں سے محمد بن نعمان نے، اور ''ہمارے اصحاب'' (شافعیہ واشعریہ) میں سے ابو القاسم راغب، اور ابوحامد غزالی نے (اساس التقدیس)

اس سے معلوم ہوا کہ فخر الدین رازی نے عقائد واصول اور علمِ کلام میں اثناعشریہ کے شیخ مفید کے عقائد کو ملاحظہ کیا تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے شیخ مفید کو مسلمانوں کے جمعِ عظیم میں شمار کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ متاخرین میں سے جو علماء ایسی باتوں پر تکفیر کرتے ہیں، جن پر مطلع ہونے کے

باوجود متقدمین محققین نے تکفیر نہیں کی، اس میں متقدمین کا موقف ہی نصوص اور خیر القرون سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے، اور ان کے مقابلہ غیر مجتہدین، اور بالخصوص ان حضرات کا موقف راجح کہلائے جانے کا مستحق نہیں، جو فقہائے مجتہدین سے الگ ذوق کے حامل ہیں، اوران کے کلام میں تاویل اور تکفیر کے اصول کا لحاظ نہیں پایا جاتا۔

امام فخرُ الدین رازی نے ''المحصول'' ہی میں فرمایا:

المسألة الأولى: الكافر الذى لا يكون من أهل القبلة أجمعت الأمة على أنه لا تقبل روايته سواء علم من دينه المبالغة فى الاحتراز عن الكذب أو لم يعلم.

المسألة الثانية: المخالف من أهل القبلة إذا كفرناه كالمجسم وغيره هل تقبل روايته أم لا.

الحق أنه إن كان مذهبه جواز الكذب لم تقبل روايته وإلا قبلناها وهو قول أبى الحسين البصرى.

وقال القاضى أبو بكر والقاضى عبد الجبار لا تقبل روايتهم.

لنا أن المقتضى للعمل به قائم ولا معارض فوجب العمل به، بيان أن المقتضى قائم أن اعتقاده تحريم الكذب يزجره عن الإقدام عليه فيحصل ظن صدقه فيجب العمل به على ما بيناه وبيان أنه لا معارض أنهم أجمعوا على إن الكافر الذى ليس من أهل القبلة لا تقبل روايته وذلك الكفر منتف ها هنا.

واحتج أبو الحسين بأن كثيرا من أصحاب الحديث قبلوا أخبار سلفنا كالحسن وقتادة وعمرو بن عبيد مع علمهم بمذهبهم وإكفارهم من يقول بقولهم.

واحتج المخالف بالنص والقياس. أما النص فقوله تعالى إن جاء كم فاسق بنبأ فتبينوا أمر بالتثبت عند نبأ الفاسق وهذا كافر فوجب التثبت عند خبره.

وأما القياس فأجمعنا على إن الكافر الذى لا يكون من أهل القبلة لا تقبل روايته فكذا هذا الكافر والجامع أن قبول الرواية تنفيذ لقوله على كل المسلمين وهو منصب شريف والكفر يقتضى الإذلال وبينهما منافاة .أقصى ما فى الباب أن يقال هذا الكافر جاهل بكونه كافرا لكنه لا يصلح عذرا لأنه ضم إلى كفره جهلا اخر وذلك لا يوجب رجحان حاله على الكافر الأصلى .

والجواب عن الأول أن اسم الفاسق فى عرف الشرع مختص بالمسلم المقدم على الكبيرة.

**وعن الثانی الفرق بين الموضعين أن كفر الخارج عن الملة أعظم من كفر صاحب التأويل فقد رأينا الشرع فرق بينهما فی أمور كثيرة مع ظهور الفرق لا يجوز الجمع** (المحصول، ج۴ص ۳۹۶ الیٰ ۳۹۸، الکلام فی الأخبار، الباب الثانی، القسم الاول، الفصل الاول)

ترجمہ: پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کافر جو اہلِ قبلہ میں سے نہ ہو، امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، خواہ اس کے مذہب میں جھوٹ سے بچنے میں مبالغہ معلوم ہو، یا معلوم نہ ہو۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے مخالفت کرنے والے کو جب ہم کافر قرار دیں، جیسا کہ "مجسم" وغیرہ کو، تو کیا اس کی روایت قبول کی جائے گی، یا نہیں؟

اس میں حق بات یہ ہے کہ اگر اس کا مذہب، جھوٹ بولنے کے جواز کا ہو، تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، ورنہ ہم اس کی روایت کو قبول کرلیں گے، اور یہی قول ابوالحسین بصری کا ہے۔

اور قاضی ابوبکر اور قاضی عبدالجبار کا کہنا ہے کہ ان کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ عمل کا تقاضا کرنے والی چیز موجود ہے، اور اس کا کوئی معارض بھی نہیں، لہٰذا اس پر عمل واجب ہے، عمل کا تقاضا کرنے والی چیز موجود ہونے کی توضیح یہ ہے کہ چونکہ اس کا اعتقاد، جھوٹ کے حرام ہونے کا ہے، تو یہ اعتقاد اس کو جھوٹ پر اقدام کرنے سے روکتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے سچے ہونے کا گمان حاصل ہوجاتا ہے، لہٰذا اس پر عمل واجب ہے، اس کے مطابق جو ہم نے بیان کیا۔

اور اس کا کوئی معارض نہ ہونے کی توضیح یہ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جو کافر اہلِ قبلہ میں سے نہ ہو، اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، اور یہ والا کفر یہاں نہیں پایا جاتا۔

اور ابوالحسین نے اس سے دلیل پکڑی ہے کہ بہت سے اصحابِ حدیث ہم سے پہلے سلف کی روایات کو قبول کرتے ہیں، جیسا کہ حسن اور قتادہ اور عمرو بن عبید کی

روایات کو، حالانکہ ان کو ان حضرات کے مذہب کا علم ہے، اور جو ان جیسا قول کرے، اس کو یہ حضرات کافر بھی قرار دیتے ہیں۔ [1]

اور اس قول کی مخالفت کرنے والے نے ''نص اور قیاس'' سے دلیل پکڑی ہے۔

''نص'' تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ''اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے، تو تم اس کی تحقیق کرلو'' جس میں فاسق کی خبر کے وقت تحقیق کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ کافر ہے، لہٰذا اس کی خبر کے وقت تحقیق واجب ہوگی۔

اور جہاں تک ''قیاس'' کا تعلق ہے، تو وہ یہ ہے کہ ہمارا اس بات پر اجماع ہے کہ جو کافر اہلِ قبلہ میں سے نہ ہو، تو اس کی روایت قبول نہیں کی جایا کرتی، پس اسی طرح سے اس کافر کی بھی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اور دونوں کا جامع (یعنی علت) یہ ہے کہ روایت کا قبول کرنے میں اس کے قول کو مسلمانوں پر نافذ کرنا پایا جاتا ہے، اور یہ منصب بہت عظیم ہے، اور کفر، ذلیل کرنے کا تقاضا کرتا ہے، اور ان دونوں باتوں میں منافاۃ ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے

---

[1] جیسا کہ امام رازی نے عمرو بن عبید کے درجِ ذیل قول کو روایت کیا ہے:

روى الخطيب فى كتاب تاريخ بغداد عن معاذ بن معاذ العنبرى قال :كنت جالسا عند عمرو بن عبيد فأتاه رجل فقال :يا أبا عثمان سمعت والله اليوم بالكفر، فقال :لا تعجل بالكفر، وما سمعت؟ قال :سمعت هاشما الأوقص يقول :إن تبت يدا أبى لهب،وقوله :''ذرنى ومن خلقت وحيدا'' إلى قوله:''سأصليه سقر ''إن هذا ليس فى أم الكتاب والله تعالى يقول :''حم والكتاب المبين''إلى قوله: ''وإنه فى أم الكتاب لدينا لعلى حكيم ''فما الكفر إلا هذا يا أبا عثمان، فسكت عمرو هنيهة ثم أقبل على فقال والله لو كان القول كما يقول ما كان على أبى لهب من لوم، ولا على الوليد من لوم، فلما سمع الرجل ذلك قال أتقول يا أبا عثمان ذلك، هذا والله الذى قال معاذ فدخل بالإسلام وخرج بالكفر .وحكى أيضا أنه دخل رجل على عمرو بن عبيد وقرأ عنده :''بل هو قرآن مجيد فى لوح محفوظ'' فقال له أخبرنى عن تبت أكانت فى اللوح المحفوظ؟ فقال عمرو :ليس هكذا كانت، بل كانت :تبت يدا من عمل بمثل ما عمل أبو لهب فقال له الرجل، هكذا ينبغى أن تقرأ إذا قمنا إلى الصلاة :فغضب عمرو وقال :إن علم الله ليس بشيطان، إن علم الله لا يضر ولا ينفع .وهذه الحكاية تدل على شك عمرو بن عبيد فى صحة القرآن(التفسير الكبير للرازى، ج٢، ص٢٩٠،سورة البقرة)

کہ یہ کافر، اپنے کافر ہونے سے جاہل ہے، لیکن یہ عذر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، کیونکہ اس نے اپنے کفر کی طرف ایک اور جہل کو شامل کرلیا، اور یہ اس کی حالت کو "اصلی کافر" پر رجحان کو ثابت نہیں کرتا۔

پہلی دلیل (یعنی نص) کا جواب یہ ہے کہ فاسق کا نام شریعت کے عرف میں ایسے مسلم کے لئے مختص ہے، جو کبیرہ گناہ پر اقدام کرچکا ہو۔

اور دوسری دلیل (یعنی قیاس) کا جواب یہ ہے کہ دونوں مقامات کے درمیان فرق ہے کہ ملتِ اسلام سے خارج کرنے والا کفر زیادہ عظیم ہے، بنسبت صاحبِ تاویل کے کفر کے، کیونکہ ہم نے شریعت کو ان دونوں کے درمیان بہت سے امور میں فرق کرتے ہوئے دیکھا ہے، جو فرق ظاہر ہے، جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان جمع کرنا جائز نہیں (المحصول)

جھوٹ کو حلال سمجھنے والے کے علاوہ کی گواہی قبول ہونے کا قول امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی ہے، جنہوں نے "خطابیہ" کے علاوہ کی گواہی قبول کرنے کا حکم لگایا ہے۔

امام رازی نے مندرجہ بالا عبارت میں اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

اور امام رازی اپنی تالیف "**اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین**" میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں، خوارج، روافض، کرامیہ، جبریہ، مرجئہ وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

**سؤال فإن قيل إن هذه الطوائف التى عددتهم أكثر من ثلث وسبعين ورسول الله صلى الله عليه وسلم لم يخبر بأكثر فكيف ينبغى أن يعتقد فى ذلك.**

**والجواب عن هذا أنه يجوز أن يكون مراده عمن ذكر الفرق الفرق الكبار وما عددنا من الفرق ليست من الفرق العظيمة وأيضا فإنه أخبر أنهم يكونون على ثلث وسبعين فرقة لم يجز أن يكونوا أقل وأما إن كانت أكثر فلا يضر ذلك كيف ولم نذكر فى هذا المختصر كثيرا من الفرق المشهورة ولو ذكرناها كلها مستقصاة لجاز أن يكون اضعاف ما ذكرنا بل ربما وجد فى فرقة واحدة من فرق الروافض وهم الإمامية ثلاث وسبعون فرقة.**

**ولما أشرنا الی بعض الفرق الإسلامية فلنشر الی بعض الفرق الخارجية عن الإسلام** (اعتقادات فرق المسلمين والمشركين للرازی، ص ۷۴، ۷۵، ذكر بعض فرق الأسلامية)

ترجمہ: سوال، اگر کہا جائے کہ یہ جماعتیں، جن کی تعداد تم نے ذکر کی، یہ تو تہتر (73) سے بھی زیادہ ہیں، اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تہتر (73) سے زیادہ کی خبر نہیں دی، پس اس کا اعتقاد رکھنا کیسے جائز ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان فرقوں سے مراد، جن کا آپ نے ذکر فرمایا بڑے فرقے ہوں، اور ہم نے جن فرقوں کا ذکر کیا، وہ بڑے فرقے نہیں ہیں، علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ تہتر (73) فرقے ہوں گے، لہٰذا یہ بات جائز نہیں کہ وہ تہتر (73) سے کم ہوں، لیکن اگر وہ تہتر (73) سے زیادہ ہوں، تو اس میں کوئی ضرر نہیں، اور یہ بات کیسے درست نہیں ہوسکتی، جب کہ ہم نے اس مختصر کتاب میں بہت سے مشہور فرقوں کا ذکر نہیں کیا، اور اگر ہم ان تمام کا احاطہ کر کے ذکر کرتے، تو ممکن تھا کہ ہم نے جتنے فرقے ذکر کیے، ان سے دوگنے ہوجاتے، بلکہ بعض اوقات ایک فرقہ میں روافض یعنی امامیہ کے فرقوں میں سے تہتر (73) فرقے ہوجاتے ہیں۔

اور جب ہم نے بعض اسلامی فرقوں کی طرف اشارہ کردیا، تو اس کے بعد ہم بعض ان فرقوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو اسلام سے خارج ہیں (اعتقادات فرق المسلمين و المشركين)

اس عبارت میں امام رازی نے "روافض" کو "امامیہ" قرار دیا، اور ان کو اسلامی فرقوں میں شمار کیا۔

## عضدالدین ایجی کے حوالہ جات

قاضیُ القضاۃ، شیخ العلماء، عضدُ الدین عبدالرحمٰن بن احمد ایجی شیرازی، شافعی (المتوفیٰ:

756ھ) نے اپنی کتاب ''المواقف فی علم الکلام'' میں فرماتے ہیں:

المقصد الخامس: فی أن المخالف للحق من أهل القبلة هل يكفر أم لا؟
جمهور المتكلمين والفقهاء على أنه لا يكفر أحدا من أهل القبلة (المواقف فی علم الكلام، ص ۳۹۲، الموقف السادس، المرصد الثالث، المقصد الخامس، الناشر: عالم الكتب، بيروت، لبنان)

ترجمہ: مقصدِ خامس، اس بارے میں ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے حق کی مخالفت کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی، یا نہیں؟

جمہور متکلمین وجمہور فقہاء اس بات پر ہیں کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی (المواقف)

پھر علامی ایجی آگے چل کر روافض وخوارج کی تکفیر کرنے والے حضرات کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

قد كفر الروافض والخوارج بوجوه:
الأول: أن القدح فی أكابر الصحابة تكذيب للرسول حيث أثنى عليهم وعظمهم.
قلنا: لا ثناء عليهم خاصة ولا هم داخلون فيه عندهم، أو الثناء عليهم لشرط سلامة العاقبة ولم توجد عندهم.
الثانی: الإجماع على تكفير من كفر عظماء الصحابة.
قلنا: هو لا يسلم كونهم من أكابر الصحابة وعظمائهم.
الثالث: قوله عليه السلام: ''من قال لأخيه المسلم: يا كافر، فقد باء به أحدهما''.
قلنا: آحاد، والمراد مع اعتقاد أنه مسلم، فإن من ظن بمسلم أنه يهودی أو نصرانی فقال له: يا كافر، لم يكن ذلك كفرا بالإجماع.
وسنزيد لهذا تحقيقا إذا فصلنا الفرق فی ذيل هذا الكتاب (المواقف فی علم الكلام، ص ۳۹۴، ۳۹۵، الموقف السادس، المرصد الثالث، المقصد الخامس، الناشر: عالم الكتب، بيروت، لبنان)

ترجمہ: روافض اور خوارج کی چند وجوہات کی بناء پر تکفیر کی گئی ہے:

خوارج وروافض کی تکفیر کرنے والوں کی طرف سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اکابر صحابہ پر ردوقدح میں، رسول کی تکذیب پائی جاتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کی حمد و ثناء اور ان کی عظمت بیان کی ہے۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اکابر صحابہ کی خاص حمد و ثناء نہیں ہے، اور نہ ہی وہ اس خاص حمد و ثناء میں، روافض کے نزدیک داخل ہیں، یا اکابر صحابہ پر حمد و ثناء، عاقبت کی سلامتی کے ساتھ مشروط ہے، اور ان کے نزدیک یہ شرط نہیں پائی جاتی۔

خوارج و روافض کی تکفیر کرنے والوں کی طرف سے دوسری وجہ یہ ہے کہ جو اکابر صحابہ کو کافر قرار دے، اس کی تکفیر پر اجماع ہے۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ وہ (یعنی خوارج و روافض) اُن کو اکابر صحابہ اور عظیم صحابہ میں سے ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

خوارج و روافض کی تکفیر کرنے والوں کی طرف سے تیسری وجہ یہ ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے، تو ان میں سے ایک اس کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ اخبارِ آحاد میں سے ہے (جس کا ثبوت قطعی نہیں) اور اس کی مراد (یعنی اس کی دلالت) اس کے مسلم ہونے کا اعتقاد رکھنے کے ساتھ مشروط ہے، کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کے بارے میں یہودی، یا نصرانی ہونے کا گمان کرے، پھر وہ اس کو کافر کہے، تو یہ بالاجماع کفر نہیں۔

اور ہم عنقریب اس کی مزید تحقیق بیان کریں گے، جب ہم اس کتاب کے ضمن میں فرقوں کی تفصیل ذکر کریں گے (المواقف فی علم الکلام)

**پھر عضدُ الدین إیجی آگے ''امامت'' کی بحث میں ''مقصدِ ثانی'' کے تحت ''امامت'' کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

**الثالثة :أن يكون عالما بجميع مسائل الدين . وقد شرطه الإمامية .**
**الرابعة: ظهور المعجزة على يده إذ به يعلم صدقه فى دعوى الإمامة والعصمة ، وبه قال الغلاة .**
**ويبطل الثلاثة أنا ندل على خلافة أبى بكر ولا يجب له شيء مما ذكر .**
**الخامسة :أن يكون معصوما شرطها الإمامية والإسماعيلية .**
**ويبطله أن أبا بكر لا تجب عصمته اتفاقا** (المواقف فى علم الكلام،ص ،

۳۹۸، ۳۹۹، الموقف السادس، المرصد الرابع، المقصد الثانی فی شروط الإمامة، الناشر: عالم الکتب، بیروت، لبنان)

ترجمہ: تیسری شرط یہ ہے کہ وہ تمام مسائلِ دین کا عالم ہو، یہ امامیہ کے نزدیک شرط ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کے ہاتھ پر معجزہ کا ظہور ہو، کیونکہ اس کے ذریعہ سے ہی امامت اور عصمت کے دعویٰ کی صداقت معلوم ہوتی ہے، یہ قول ''غلاۃ'' کا ہے (امامیہ کے نزدیک یہ شرط نہیں)

اور مذکورہ تین شرائط کا بطلان اس چیز سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم حضرت ابوبکر کی خلافت کو ثابت مانتے ہیں، لیکن ان کے لیے مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز واجب نہیں۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ معصوم ہو، یہ شرط ''امامیہ'' اور ''اسماعیلیہ'' کے نزدیک ہے۔

اور اس شرط کا بطلان اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عصمت بالاتفاق واجب نہیں (المواقف فی علم الکلام)

عضدالدین اِیجی آگے ''امامت'' کی بحث میں ساتویں مقصد کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المقصد السابع: أنه یجب تعظیم الصحابة کلهم، والکف عن القدح فیهم، لأن الله عظمهم وأثنی علیهم فی غیر موضع من کتابه، والرسول قد أحبهم وأثنی علیهم فی أحادیث کثیرة (المواقف فی علم الکلام، ص ۴۱۳، الموقف السادس، المرصد الرابع فی الإمامة ومباحثها، المقصد الأول، الناشر: عالم الکتب، بیروت، لبنان)

ترجمہ: ساتواں مقصد یہ ہے کہ تمام صحابہ کی تعظیم کرنا، اور ان کی شان میں رد وقدح سے رکنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک سے زیادہ مقامات پر ان کی عظمت بیان کی ہے، اور ان کی شان میں حمد وثناء کی ہے، اور کثیر احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے محبت کا اظہار کیا ہے، اور ان کی شان میں حمد وثناء بیان کی ہے (المواقف فی علم الکلام)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کی رُو سے جملہ صحابۂ کرام کی تعظیم کرنا، اوران کی شان میں ردوقدح سے رکنا واجب ہے، اوراس کی خلاف ورزی میں مذکورہ وجوب، کا ترک پایا جاتا ہے۔

جبکہ اس سے پہلی عبارت سے یہ بات معلوم ہوچکی کہ یہ وجوب، مخصوص اکابرواجلِ صحابہ کی شان میں اس درجہ کا نہیں کہ جس کا ترک، موجبِ تکفیر ہو۔

اس کے بعد عضدالدین اِیجی، شیعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**الفرقة الثانية الشيعة :**
**وهم اثنتان وعشرون فرقة، يكفر بعضهم بعضا.**
**اصولهم ثلاث فرق: غلاة، زيدية، وامامية.**
**أمـا الـغـلاة فثـمـانية عشـر** (الـمـواقف فى عـلـم الـكـلام،ص ۴۱۸ ،الـمـوقف السـادس،الـمـرصـد الـرابع فى الإمامة ومباحثها،المقصد الأول، تذييل فى ذكر الفرق التى اشار اليها الرسول، الفرقة الثانية: الشيعة ،الناشر: عالم الكتب، بيروت، لبنان)

ترجمہ: دوسرا فرقہ ''شیعہ'' کا ہے۔

اور یہ بائیس (۲۲) فرقوں میں تقسیم ہیں، جن میں سے بعض، بعض کی تکفیر کرتے ہیں۔

ان کے اصولی طور پر تین فرقے ہیں: ایک غلاۃ، دوسرے زیدیہ، تیسرے امامیہ۔

جہاں تک ''غلاۃ'' کا تعلق ہے، توان کے اٹھارہ (۱۸) فرقے ہیں (المواقف فی علم الکلام)

پھر عضدالدین اِیجی ''شیعہ کے امامیہ'' فرقہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**وأما الإمامية فقالوا بالنص الجلى على إمامة على، وكفروا الصحابة ووقعوا فيهـم، وسـاقـوا الإمـامة إلـى جـعفر الصادق، واختلفوا فى المنصوص عليه بعده.**
**وتشـعـب متـأخـروهـم إلـى أخبارية ، وإلى مشبهة وسلفية وملتحقة بالفرق الضالة** (الـمـواقف فى علم الكلام،ص ۴۲۳ ،الـمـوقف السـادس،المرصد الرابع فى الإمـامة ومبـاحثها،المقصد الأول، تذييل فى ذكر الفرق التى اشار اليها الرسول، الفرقة الثانية: الشيعة ،الناشر: عالم الكتب، بيروت، لبنان)

ترجمہ: اور جہاں تک ''امامیہ'' کا تعلق ہے، تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر نصِ جلی کے قائل ہیں، اور صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، اوران کی شان میں زبان

درازی کرتے ہیں، اور امامت کو حضرت جعفر صادق تک پہنچاتے ہیں، اور حضرت جعفر صادق کے بعد منصوص امامت میں اختلاف کرتے ہیں۔

اور ان امامیہ کے متاخرین کی ''اخباریہ'' اور ''مشبہۃ'' اور ''سلفیۃ'' اور ''ملتحقۃ'' جیسے گمراہ فرقوں کی طرف شاخیں ہوگئیں (المواقف فی علم الکلام)

تکفیرِ صحابہ اور تعظیمِ صحابہ پر کلام پہلے گزر چکا ہے، اور اس عبارت سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ متاخرینِ امامیہ کی دوسرے فرقِ ضالہ کی طرح، مختلف شاخیں ہوچکی ہیں، لہٰذا متاخرینِ امامیہ کا حکم بھی ان دوسرے فرقِ ضالہ کی نسبت سے مختلف ہوگا۔

## ابوالحسن آمدی، اور امام نووی کے حوالہ جات

شیخ ابوالحسن علی بن آمدی حنبلی ثم الشافعی (المتوفیٰ 631ھ) نے ''ابکار الافکار'' میں فرمایا کہ:

فان قیل: فاذا کان حکم اهل البدع والاهواء من الفرق الضالة، انها هالکة من اهل النار فی الآخرة فما حکمهم فی الدنیا؟

قلنا: اختلف المسلمون فی ذالک فنقل عن الشیخ ابی الحسن الاشعری وکثیر من اصحابه وعن جماعة من ائمة الفقهاء، کالشافعی وابی حنیفة ان مخالفی الحق من اهل القبلة مسلمون، حتی نقل عن الشافعی انه قال لا ارد شهادة احد من اهل الاهواء غیر الخطابیة فانهم یعتقدون جواز الشهادة لاولیائهم علیٰ اعدائهم زورا ومن اصحابنا من قال بتکفیرهم (أبکار الأفکار، ج ۵، ص ۹۷، الفصل الرابع فی أن مخالف الحق من أهل القبلة هل هو کافر أم لا؟ اسباب الحکم علی الفرق المخالفة لاهل السنة والجماعة، الناشر: دارالکتب والوثائق القومیة بالقاهرة، مطبوعة: ۱۴۲۳ هـ، 2002م)

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ اہلُ البدعۃ واہلُ الاہواء، یعنی فرقِ ضالہ کے بارے میں کیا حکم ہے، جو اہلِ نار میں سے ہلاک ہونے والے ہیں، تو ان کا حکم دنیا میں کیا ہے؟

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس بارے میں مسلمانوں کا اختلاف ہے، پس

شیخ ابو الحسن اشعری اور ان کے کثیر اصحاب اور ائمہ فقہاء کی ایک جماعت سے، جیسا کہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ ”اہلِ قبلہ میں سے حق کی مخالفت کرنے والے مسلمان ہیں“ یہاں تک کہ امام شافعی سے منقول ہے کہ میں اہلِ اہواء میں سے کسی کی گواہی کو رد نہیں کرتا، سوائے خطابیہ کے، کیونکہ وہ اپنے دوستوں کے لئے اپنے دشمنوں کے خلاف جھوٹی گواہی کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

البتہ ہمارے اصحاب میں سے بعض ان کی تکفیر کے قائل ہیں (ابکار الافکار)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ اکثر و جمہور فقہاء، اہل السنۃ کے علاوہ دیگر فرقوں کی تکفیر کے قائل نہیں، اور جو حضرات تکفیر کے قائل ہیں، ان کا قول جمہور کے خلاف ہے۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ (المتوفی: 676ھ) صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

أما إذا أتى بالشهادتين فلا يشترط معهما أن يقول وأنا برىء من كل دين خالف الإسلام (شرح النووی علٰی مسلم، ۱، ص ۱۴۹، کتاب الایمان باب بیان الإيمان والإسلام والإحسان)

ترجمہ: پس جب کوئی شہادتین کو اختیار کرلے، تو ان کے ساتھ یہ بات شرط نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں ہر اس مذہب سے بری ہوں، جو اسلام کے مخالف ہو (نووی شرح مسلم)

ابنِ ملقن نے بھی یہی بات فرمائی ہے، اور اس کی دلیل بھی بیان فرمائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادتین کی گواہی دینے پر مومن ہونے کا حکم لگایا ہے، اور ایمان کو مذکورہ برائت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ [1]

---

[1] اتفق أهل السنة من المحدثين والفقهاء والمتكلمين -على ما قال النووى- على أن المؤمن الذى يحكم بأنه من أهل القبلة ولا يخلد فى النار لا يكون إلا من اعتقد بقلبه دين الإسلام اعتقادا جازما خاليا من الشكوك، ونطق مع ذلک بالشهادتين، قال: فإن اقتصر على أحدهما لم يكن من أهل القبلة أصلا، بل يخلد فى النار، إلا أن يعجز عن النطق بخلل فى لسانه أو لعدم التمكن منه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ راجح یہ ہے کہ مومن ہونے کے لئے شہادتین کا اقرار کافی ہے، کفریہ مذاہب سے برائت ضروری نہیں۔

یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ بعض حضرات جو منکرِ تحریفِ قرآن کے دعوے کے معتبر ہونے کے لئے یہ ضروری ٹھہراتے ہیں کہ وہ تحریفِ قرآن کے قائل کی تکفیر بھی کرے، یہ راجح نہیں، مزید تفصیل ''لازمِ مذہب'' کی بحث میں آتی ہے۔

امام نووی آگے فرماتے ہیں:

**واعلم أن مذهب أهل الحق أنه لا يكفر أحد من أهل القبلة بذنب ولا يكفر أهل الأهواء والبدع.**

**وأن من جحد ما يعلم من دين الإسلام ضرورة حكم بردته وكفره إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة ونحوه ممن يخفى عليه**

**(شرح النووی علٰی مسلم، ۱،ص ۱۵۰، کتاب الایمان باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان)**

ترجمہ: اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی، اور نہ ہی اہلِ اہواء واہلِ بدعت کی تکفیر کی جائے گی۔

اور جو شخص دینِ اسلام کے ضروری طور پر معلوم شدہ حکم کا انکار کرے گا، اس کے مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا، الا یہ کہ وہ نیا نیا اسلام لایا ہو، یا وہ دور دراز جنگل

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

**لمعالجة المنية، أو لغير ذلک، فإنه حينئذ يكون مؤمنا بالاعتقاد من غير لفظ، وإذا نطق بهما لم يشترط معهما أن يقول :وأنا بریء من كل دين خالف الإسلام على الأصح، إلا أن يكون من كفار يعتقدون اختصاص الرسالة بالعرب فلا يحكم بإسلامه حتى يتبرأ، ومن أصحابنا من شرط التبرؤ مطلقا وهو غلط؛ لقوله -صلى الله عليه وسلم " :-أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إلة إلا الله وأن محمدا رسول الله(التوضيح لشرح الجامع الصحيح، ج۲،ص ۴۵۳، کتاب الایمان،باب دعاؤكم إيمانكم)**

**مذهب أهل الحق أنه لا يكفر أحد من أهل القبلة بذنب، ولا يكفر أهل البدع والأهواء (التوضيح لشرح الجامع الصحيح، ج۲،ص ۴۵۶، کتاب الایمان،باب دعاؤكم إيمانكم)**

میں پیدا ہوا ہو، یا اسی طرح کا کوئی سبب ہو، جس کی بناء پر اس سے دین کا یہ ضروری حکم مخفی رہ گیا ہو (نووی شرح مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی جہالت ولاعلمی کی وجہ سے دینِ اسلام کے ضروری طور پر معلوم شدہ حکم کا انکار کرے، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور امام نووی صحیح مسلم کی مذکورہ شرح میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

**ومذهب الشافعي وجماهير أصحابه العلماء أن الخوارج لا يكفرون وكذلك القدرية وجماهير المعتزلة وسائر أهل الأهواء قال الشافعي رحمه الله تعالى أقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية وهم طائفة من الرافضة يشهدون لموافقيهم في المذهب بمجرد قولهم فرد شهادتهم لهذا لا لبدعتهم** (شرح النووي علىٰ مسلم، ج۷، ص ۱۶۰، کتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

ترجمہ: اور امام شافعی اور آپ کے جمہور اصحاب علماء کا مذہب یہ ہے کہ ''خوارج'' کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اسی طرح ''قدریہ'' کی بھی اور ''جمہور معتزلہ'' کی بھی، اور تمام ''اہلِ اھواء'' کی، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ''اہلِ اھواء'' کی شہادت کو قبول کرتا ہوں، سوائے ''خطابیہ'' کے جو کہ ''رافضیوں'' کی ایک جماعت ہے، جو اپنے مذہب کے موافق کے لیے محض ان کا قول ہونے کی وجہ سے، گواہی دے دیتے ہیں، پس اس وجہ سے ان کی گواہی مردود ہے، نہ کہ ان کی بدعت کی وجہ سے (شرحُ النووی)

مذکورہ عبارت میں روافض کو بھی اہلِ اھواء واہلِ بدعت میں شمار کیا گیا، اہلِ کفر میں شامل نہیں کیا گیا، اور ''خطابیہ'' کی گواہی کے حکم کو مستثنیٰ کیا گیا، اور اس میں ان کے جھوٹی گواہی دینے کی علت کو مؤثر سمجھا گیا۔

اور امام نووی رحمہ اللہ نے روافض کے بارے میں جو مذکورہ حکم بیان کیا، وہ روافض کے ائمہ سے متعلق معصومیت کے دعوے پر مطلع ہونے کے بعد بیان کیا، چنانچہ امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں اس سے پہلے یہ بیان فرما چکے ہیں کہ:

وقد زعمت الرافضة أن عمر رضي الله عنه إنما وافق أبا بكر تقليدا وبنوه على مذهبهم الفاسد في وجوب عصمة الأئمة وهذه جهالة ظاهرة منهم (شرح النووی علیٰ مسلم، ج ۱، ص ۲۱۰، کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله)

ترجمہ: اور روافض کا گمان یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موافقت صرف تقلید کی وجہ سے کی تھی، اور اس پرانہوں نے عصمتِ ائمہ کے اپنے فاسد مذہب کی بنیاد رکھی، اور یہ ان کی طرف سے واضح جہالت ہے (نووی شرح مسلم)

اس عبارت میں رافضہ کے عصمتِ ائمہ کے عقیدہ کو جہالت سے تعبیر کیا گیا ہے، کفر سے تعبیر نہیں کیا گیا۔

اور امام نووی نے ''روضةُ الطالبين'' میں فرمایا:

''اگر کسی نے اجہل مسلمانوں کے لئے کسی چیز کی وصیت کی، تو رویانی کہتے ہیں کہ یہ وصیت سبِّ صحابہ کے مرتکبین کے لئے ہوگی، اور متولی نے فرمایا کی یہ وصیت ''امامیہ منتظرہ للقائمہ (یعنی اثنا عشریہ) کی طرف، اور مجسمہ فرقہ کی طرف لوٹے گی''۔ انتھیٰ۔ [1]

مذکورہ عبارت میں سابِ صحابہ، اور اثنا عشریہ کے مسلمان ہونے کی تصریح ہے۔

اور امام نووی نے ''روضةُ الطالبين'' میں ہی ایک مقام پر فرمایا:

جمهور الفقهاء من أصحابنا وغيرهم لا يكفرون أحدا من أهل القبلة (روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج ۱۱، ص ۲۳۹، کتاب الشهادات، فرع في شهادة المبتدع)

ترجمہ: ہمارے اور دیگر سلسلے کے جمہور فقہاء، اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے (روضۃ الطالبین)

---

[1] ولو أوصى لأجهل الناس، حكى الروياني: أنه يصرف إلى عبدة الأوثان.
فإن قال: من المسلمين، قال: من يسب الصحابة رضي الله عنهم.
وقال المتولي: يصرف إلى الإمامية المنتظرة للقائم، وإلى المجسمة (روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج ٦، ص ١٦٩، ١٧٠، كتاب الوصايا، فصل متى يملك الموصى له الموصى به؟)

اہلِ قبلہ میں اصولی طور پر شیعہ وروافض بھی داخل ہیں۔

پھر امام نووی نے چند سطروں کے بعد فرمایا:

ثـم مـن كفر من أهل البدع لا تقبل شهادته، وأما من لا يكفره من أهل البدع والأهـواء، فقد نص الشافعي – رحمه الله – في الأم و المختصر على قبول شهادتهم إلا الخطابية وهم قوم يرون جواز شهادة أحدهم لصاحبه إذا سمعه يقول: لـي على فلان كذا، فيصدقه بيمين أو غيرها، ويشهد له اعتمادا على أنه لا يكذب هذا نصه .

ولـلأصحاب فيه ثلاث فرق :فـرقة جـرت عـلى ظاهر نصه، وقبلت شهادة جـميعهـم، وهـذه طـريـقة الـجـمهـور، منهم ابن القاص، وابن أبي هريرة، والـقـضـاة ابـن كـج، وأبو الطيب، والروياني، واستدلوا بأنهم مصيبون في زعـمهم ولم يظهر منهم ما يسقط الثقة بقولهم، وقبل هؤلاء شهادة من سب الـصحابة والسلف -رضـي الله عنهم -؛ لأنـه تـقـدم عليه عن اعتقاد لا عن عـداوة وعناد، قالوا :ولـو شهـد خـطابي وذكر في شهادته ما يقطع احتمال الاعتماد على قول المدعي بأن قال :سمعت فلانا يقر بكذا لفلان، أو رأيته أقرضه، قبلت شهادته.

وفـرقة مـنهـم الشيـخ أبـو حامد ومن تابعه حملوا النص على المخالفين في الـفـروع، وردوا شهـادة أهـل الأهـواء كلهم، وقالوا :هـم بـالـرد أولى من الفسقة .

وفرقة ثالثة توسطوا، فردوا شهادة بعضهم دون بعض، فقال أبو إسحاق :من أنـكر إمامة أبي بكر -رضـي الله عنه -، ردت شهـادته لمخالفته الإجماع، ومن فضل عليا على أبي بكر -رضي الله عنهما -لم ترد شهادته.

ورد الشيـخ أبـو مـحـمد شهادة الذين يسبون الصحابة، ويقذفون عائشة -رضي الله عنها -، فإنها محصنة كما نطق به القرآن، وعلى هذا جرى الإمام والـغـزالي والبغوي، وهو حسن .وفـي الـرقـم أن شهادة الخوارج مردودة لتكفيرهم أهل القبلة.

قلت :الـصـواب مـا قـالته الفرقة الأولى وهو قبول شهادة الجميع، فقد قال الشافعي -رحمه الله -في الأم :ذهب الناس في تأويل القرآن والأحاديث إلـى أمـور تبـايـنـوا فيهـا تبـايـنا شديدا، واستحل بعضهم من بعض ما تطول حـكـايتـه، وكـان ذلك متقادما، منه ما كان في عهد السلف إلى اليوم، فلم نعلم أحدا من سلف الأمة يقتدى به، ولا من بعدهم (من) التابعين رد شهادة أحـد بتـأويـل، وإن خطأه وضلله، ورآه استحل ما حرم الله -تعالى -عليه، فـلا تـرد شهـادة أحـد بشـيء من التأويل كان له وجه يحتمله، وإن بلغ فيه استحلال المال والدم .

**هذا نصه بحروفه وفيه التصريح بما ذكرنا، وبيان ما ذكرناه في تأويل تكفير القائل بخلق القرآن، ولكن قاذف عائشة رضي الله عنها كافر، فلا تقبل شهادته** (روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج ١١، ص ٢٣٩ الى ٢٤١، كتاب الشهادات، فرع في شهادة المبتدع)

ترجمہ: پھر جس نے اہلِ بدعت کی تکفیر کی، تو اس کے نزدیک اہلِ بدعت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور جو اہلِ بدعت اور اہلِ اھواء کی تکفیر نہیں کرتے، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ، جنہوں نے ''**کتابُ الام**'' اور ''**المختصر**'' میں اس کی تصریح فرمائی ہے، وہ ان کی گواہی قبول کرتے ہیں، سوائے ''خطابیہ'' فرقہ کے، جو ایسے لوگ ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے شخص کی، اپنے ساتھی کے لیے گواہی کے اس صورت میں قائل ہیں، جب وہ اس کو یہ بات کہتے ہوئے سنیں کہ میرا فلاں پر یہ حق ہے، تو وہ اس کی قسم وغیرہ سے تصدیق کر دیتے ہیں، اور وہ اس کے حق میں گواہی دے دیتے ہیں، اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا، یہ امام شافعی کی تصریح ہے۔

اور امام شافعی کے اصحاب کے اس بارے میں تین فریق ہیں، ایک فریق امام شافعی کی ظاہری تصریح پر چلتے ہوئے، تمام اہلِ بدعت واہلِ اھواء کی گواہی قبول ہونے کا قائل ہے، جمہور کا یہی موقف ہے، جن میں ابنِ قاض اور ابنِ ابی ہریرہ اور قاضی ابنِ کج اور ابوالطیب اور رویانی وغیرہ داخل ہیں، انہوں نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ وہ اپنے زعم کے مطابق مصیب ہیں، اور ان سے ایسی چیز ظاہر نہیں ہوئی، جو ان کے قول پر اعتماد کو ساقط کرے، اور یہ جمہور حضرات، صحابی اور سلف رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرنے والے کی گواہی کو قبول کرتے ہیں (جن میں سبی روافض بھی داخل ہیں) کیونکہ سب وشتم ان کے اعتقاد کی وجہ سے صادر ہوا ہے، عداوت وعناد کی وجہ سے صادر نہیں ہوا، ان حضرات کا یہ بھی قول ہے کہ اگر ''خطابی فرقہ'' کا شخص گواہی دے، اور اپنی گواہی میں مدعی کے قول پر اعتماد کے

احتمال پر یقین کا اظہار کردے، بایں طور پر کہ وہ یہ کہے کہ میں نے فلاں کے لیے یہ اقرار کرتے ہوئے سنا، یا میں نے اس کو قرض دیتے ہوئے دیکھا، تو اس کی گواہی قبول کرلی جائے گی۔

اوران میں سے ایک فریق نے تمام اہلِ اھواء کی گواہی کو رَد کردیا، جن میں شیخ ابوحامد غزالی اوران کے متبعین شامل ہیں، اورانہوں نے نص کو فروع میں مخالفت کرنے والوں پر محمول کیا، اورانہوں نے یہ کہا کہ یہ لوگ فاسقوں کے مقابلہ میں گواہی کو رَد کرنے کے زیادہ لائق ہیں۔

اوران میں سے تیسرے فریق نے درمیانی راستہ اختیار کیا، انہوں نے بعض کی گواہی کو رَد کردیا، اور بعض کی گواہی کو رَد نہیں کیا، چنانچہ ابواسحاق کا قول ہے کہ جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کیا، تو اس کی گواہی، اجماع کی مخالفت کی وجہ سے رَد کردی جائے گی، اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی، تو اس کی گواہی رَد نہیں کی جائے گی۔

اور شیخ ابومحمد نے ان لوگوں کی گواہی کو رَد کردیا ہے، جو صحابہ پر سب وشتم کرتے ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاکدامن ہیں، جس کی قرآن نے گواہی دی ہے، اوراسی طریقہ پر امام اور غزالی اور بغوی چلے ہیں، جو کہ اچھا قول ہے، اور ''الرقم'' میں ہے کہ خوارج کی گواہی رَد کردی جائے گی، کیونکہ وہ اہلِ قبلہ کی تکفیر کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ درست قول وہ ہے، جو پہلے فریق (وجمہور) نے اختیار کیا، یعنی تمام اہلِ اھواء کی گواہی قبول کیے جانے کا قول، کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ''کتابُ الام'' میں فرمایا کہ لوگوں نے قرآن اوراحادیث کی تاویل میں ایسے امور کو اختیار کیا، جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں، جن میں شدید مخالفت پائی جاتی

ہے، اور بعض نے بعض کے خون کو حلال بھی سمجھا، جس کو نقل کرنا بہت طویل ہے، اور یہ سلسلہ قدیم سے چلا آتا ہے، سلف کے زمانہ سے لے کر آج تک، پس ہم سلفِ امت میں سے کسی کو بھی نہیں جانتے، جس کی اقتداء کی جاتی ہو، اور نہ ہی ان کے بعد تابعین میں سے کسی کو جانتے کہ جس نے کسی کی گواہی کو تاویل کی وجہ سے رَد کر دیا ہو، اگرچہ وہ اس تاویل میں خطاء کار اور گمراہ کیوں نہ ہو، اور وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال کیوں نہ سمجھتا ہو، تو کسی کی گواہی کسی بھی ایسی تاویل کی وجہ سے رَد نہیں کی جائے گی، جس کی کوئی وجہ ہو، جو احتمال رکھتی ہو، اگرچہ وہ مال اور خون کے استحلال تک پہنچ جائے۔

یہ امام شافعی کی حرف بحرف تصریح ہے، جو ہم نے ذکر کی، اور ہم نے ’’خلقِ قرآن‘‘ کے قائل کی تکفیر کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا، اس کا بیان ہے۔

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (نعوذ باللہ تعالیٰ، زنا کی) تہمت لگانے والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (روضۃ الطالبین)

امام نووی نے مذکورہ تالیف میں، دوسرے مقام پر بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے، اور جن عبارات میں ’’اھلُ الاھواء‘‘ کی تکفیر کا قول مذکور ہے، اس کی تاویل، امام بیہقی اور دوسرے محققین کی طرف سے ’’کفرانِ نعمت‘‘ سے بیان کی ہے۔ [1]

---

[1] وأطلق القفال وكثيرون من الأصحاب، القول بجواز الاقتداء بأهل البدع، وأنهم لا يكفرون. قال صاحب (العدة) : وهو ظاهر مذهب الشافعي.

قلت: هذا الذى قاله القفال، وصاحب (العدة) هو الصحيح أو الصواب .فقد قال الشافعي رحمه الله: أقبل شهادة أهل الأهواء، إلا الخطابية، لأنهم يرون الشهادة بالزور لموافقيهم .ولم يزل السلف والخلف على الصلاة خلف المعتزلة، وغيرهم، ومناكحتهم، وموارثتهم، وإجراء أحكام المسلمين عليهم .وقد تأول الإمام الحافظ الفقيه أبو بكر البيهقي، وغيره من أصحابنا المحققين، ما جاء عن الشافعي وغيره من العلماء، من تكفير القائل بخلق القرآن على كفران النعم، لا كفر الخروج من الملة، وحملهم على هذا التأويل ما ذكرته من إجراء أحكام المسلمين عليهم(روضة الطالبين وعمدة المفتين للنووى، ج ١ ص ٣٥٥، كتاب صلاة الجماعة، باب صفة الائمة، فصل فى الصفات المستحبة فى الإمام)

اور جانوروں سے متعلق معروف کتاب ’’حیـاۃُ الـحیـوان الکبـریٰ ‘‘ کے مصنف کمال الدین ابوالبقاء محمد بن موسیٰ دمیری شافعی (المتوفیٰ: 808ھ) نے بھی ’’الـنـجـم الوھاج ‘‘ میں جمہور کے موقف کی یہی وضاحت کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

المبتدع :من أحدث في الشريعة ما لم يكن في عهد النبي صلى الله عليه وسلم ,كمذاهب القدرية والجبرية والمرجئة والمجسمة والرافضة.

فهؤلاء قبول شهادتهم مبني على تكفيرهم ,فمن كفرهم ..لم يقبل شهادتهم ,ومن لم يكفرهم -وهم الأكثرون -اختلفوا فيهم:

قال زاهر السرخسي :لما قرب أجل أبي الحسن الأشعري ..دعاني وقال: اشهد على أني لا أكفر أحدا من أهل القبلة؛ لأن الجميع يشيرون إلى معبود واحد.

والذي نص عليه الشافعي والجمهور :أن شهادة جميعهم مقبولة إلا الخطابية ,وهم أصحاب أبي الخطاب الأسدي الكوفي ,كان يقول بإلهية جعفر الصادق ,ثم ادعى الإلهية لنفسه ,وهؤلاء يعتقدون أن الكذب كفر , وأن من كان على مذهبهم لا يكذب فيصدقونه على ما يقول ويشهدون له بمجرد إخباره ,ومنهم من يستظهر عليه بتحليفه ,وهذه شهادة زور.

ومحل رد شهادتهم إذا شهدوا على مخالفيهم ولم يبينوا سبب الشغل ,فإن شهدوا على موافقيهم أو على مخالفيهم وصرحوا بمعاينة الفعل ..قبلت شهادتهم ,صرح به القاضي وغيره.

وجمهور أصحابنا وغيرهم لا يكفرون أحدا من أهل القبلة (النجم الوهاج في شرح المنهاج، ج۱۰ ،ص ۳۲۲، ۳۲۳، کتاب الشهادات)

ترجمہ: بدعتی وہ ہے، جو شریعت میں ایسی چیز کو ایجاد کرے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں تھی، جیسا کہ قدریہ اور جبریہ اور مرجئہ اور مجسمہ اور رافضہ کے مذاہب کی حالت ہے۔

پس ان لوگوں کی گواہی قبول ہونے کا مدار ان کو کافر قرار دینے پر ہے، پس جس نے ان کو کافر قرار دیا، اس نے ان کی گواہی کو قبول نہیں کیا، اور جس نے ان کو کافر قرار نہیں دیا، اور اکثر حضرات وہی ہیں، تو ان کا اس بارے میں اختلاف ہے۔

زاہر سرخسی نے فرمایا کہ جب ابوالحسن اشعری کی وفات کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے مجھے بلا کر فرمایا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ میں اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر

نہیں کرتا، کیونکہ وہ تمام ایک معبود کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اور جس بات کی امام شافعی اور جمہور نے تصریح فرمائی ہے، وہ یہ ہے کہ مذکورہ تمام مذاہب (قدریہ اور جبریہ اور مرجئہ اور مجسمہ اور رافضہ) کی گواہی قبول کی جائے گی، سوائے "خطابیہ" کے، اور "خطابیہ" ابوالخطاب اسدی کوفی کے لوگ ہیں، جو جعفر صادق کی الوہیت کا دعویٰ کرتا تھا، پھر اس نے اپنی الوہیت کا دعویٰ کر دیا، اور ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جھوٹ کفر ہے، اور جو ان کے مذہب پر ہوتا ہے، وہ جھوٹ نہیں بولتا، اس لیے وہ اپنے مذہب والے کے قول کی تصدیق کرتے ہیں، اور محض اس کی خبر دینے پر گواہی دیتے ہیں، اور ان میں سے بعض لوگ اس پر حلف بھی اٹھا لیتے ہیں، جو کہ جھوٹی گواہی ہے۔

اور ان کی گواہی رَد ہونے کا محل جب ہے، جبکہ وہ اپنے مخالف کے خلاف گواہی دیں، اور وہ اس سے اعراض کا سبب بیان نہ کریں، لیکن اگر وہ اپنے موافق کے خلاف گواہی دیں، یا اپنے مخالف کے خلاف گواہی دیں، اور فعل کے معائنہ کی تصریح کریں، تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی، قاضی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور ہمارے اور دیگر حضرات کے سلسلے کے جمہور، اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے (النجم الوہاج)

امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں فرمایا:

قوله صلى الله عليه وسلم لعلى رضى الله عنه (أنت منى بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبى بعدى) قال القاضى هذا الحديث مما تعلقت به الروافض والإمامية وسائر فرق الشيعة فى أن الخلافة كانت حقا لعلى وأنه وصى له بها قال ثم اختلف هؤلاء فكفرت الروافض سائر الصحابة فى تقديمهم غيره وزاد بعضهم فكفر عليا لأنه لم يقم فى طلب حقه بزعمهم وهؤلاء أسخف مذهبا وأفسد عقلا من أن يرد قولهم أو يناظر وقال القاضى ولا شك فى كفر من قال هذا لأن من كفر الأمة كلها والصدر الأول فقد

أبطل نقل الشريعة وهدم الإسلام وأما من عدا هؤلاء الغلاة فإنهم لا يسلكون هذا المسلك فأما الإمامية وبعض المعتزلة فيقولون هم مخطئون في تقديم غيره لا كفار وبعض المعتزلة لا يقول بالتخطئة لجواز تقديم المفضول عندهم وهذا الحديث لاحجة فيه لأحد منهم بل فيه إثبات فضيلة لعلي ولا تعرض فيه لكونه أفضل من غيره أو مثله وليس فيه دلالة لاستخلافه بعده لأن النبي صلى الله عليه وسلم إنما قال هذا لعلي حين استخلفه في المدينة في غزوة تبوک.
ويؤيد هذا أن هارون المشبه به لم يكن خليفة بعد موسى بل توفي في حياة موسى وقبل وفاة موسى بنحو أربعين سنة على ما هو مشهور عند أهل الأخبار والقصص قالوا وإنما استخلفه حين ذهب لميقات ربه للمناجاة

(شرح النووی علیٰ مسلم، ج۱۵، ص ۱۷۴، کتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضی الله عنه)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ فرمان کہ ”تم میرے لیے ایسے ہو، جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے، مگر یہ کہ بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں“ قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس حدیث سے روافض اور امامیہ اور شیعہ کے تمام فرقوں اور بعض معتزلہ نے اس سلسلے میں دلیل پکڑی ہے کہ خلافت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا پسند فرمایا تھا، اس حدیث اور ان جیسی دوسری احادیث سے مذکورہ حضرات دلیل پکڑتے ہیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے کو امامت میں مقدم کرنے کے مسئلہ میں اختلاف واقع ہوگیا، پس روافض نے تمام صحابہ کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقدم قرار دینے میں تکفیر کردی، پھر اُن میں سے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی تکفیر کردی، کیونکہ وہ اپنا حق طلب کرنے کے لیے کھڑے نہیں ہوئے، اور یہ ناپسندیدہ قول کے حامل اور فاسد عقل کے مالک اس قابل بھی نہیں ہیں کہ ان کا قول رَد کیا جائے، اُن سے مناظرہ ومناقشہ کیا جائے، اور قاضی نے کہا ہے کہ مذکورہ قول کے قائلین کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، اس لیے کہ جو شخص پوری امت اور

پورے صدرِ اول کی تکفیر کرے، تو اس نے نقلِ شریعت کو باطل قرار دے دیا، اور اسلام کو منہدم کر دیا۔

لیکن مذکورہ روافض کے علاوہ دوسرے لوگ اس طریقہ پر نہیں چلے۔

اور جہاں تک ''امامیہ'' اور بعض ''معتزلہ'' کا تعلق ہے، تو انہوں نے اُن (صحابہ) کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کی تقدیم کرنے میں) خطاء وار قرار دیا ہے (کافر قرار نہیں دیا)

اور جہاں تک بعض معتزلہ (اور بعض تفضیلیہ وزیدیہ) کا تعلق ہے، تو ان کا یہ قول نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک امامت میں ''مفضول'' کو ''فاضل'' پر مقدم کرنا جائز ہے، جیسا کہ اس سلسلہ میں اختلاف پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

لیکن بہرحال اس حدیث میں کسی شیعہ کی مذکورہ دلیل نہیں پائی جاتی، بلکہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کے رتبہ کو بیان کرنا مقصود ہے، جس میں دوسرے کے رتبہ کی کمی کو بیان کرنا مقصود نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں آپ کے بعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی دلیل نہیں پائی جاتی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اُن کو صرف اس موقع پر بیان فرمائی تھی، جب غزوۂ تبوک میں اُن کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا (پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اس موقع کے لیے یہ بات فرمائی تھی، اپنے بعد اُن کو خلیفہ بنانے کے لیے نہیں فرمائی تھی) جس کی دلیل اس حدیث کی شہادت ہی ہے کہ حضرت ہارون، موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہیں بنے، حضرت ہارون کی وفات تو موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہی ہو چکی تھی، حضرت موسیٰ کی وفات سے تقریباً چالیس سال پہلے، جیسا کہ اہلِ تاریخ کا قول ہے، موسیٰ علیہ السلام نے، حضرت ہارون کو بھی اس وقت اپنا خلیفہ بنایا تھا، جب وہ اپنے رب کی مناجات

کے لیے تشریف لے جارہے تھے، (تو ان کو موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ ''تم میری قوم کے لیے میری خلافت کو انجام دینا'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وضاحت فرمائی ہے) (النووی)

ابوالفضل قاضی عیاض مالکی (المتوفیٰ: 544ھ) کی مندرجہ بالا عبارت ان کی صحیح مسلم کی شرح میں موجود ہے۔[1]

اور امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں ہی فرمایا:

**قال العلماء من المحدثين والفقهاء وأصحاب الأصول المبتدع الذى يكفر ببدعته لا تقبل روايته بالاتفاق وأما الذى لا يكفر بها فاختلفوا فى روايته فمنهم من ردها مطلقا لفسقه ولا ينفعه التأويل ومنهم من قبلها مطلقا اذا لم يكن ممن يستحل الكذب فى نصرة مذهبه أو لأهل مذهبه سواء كان داعية إلى بدعته أو غير داعية وهذا محكى عن امامنا الشافعى رحمه الله لقوله**

---

[1] قوله – عليه الصلاة والسلام – لعلى: " أنت منى بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبى بعدى :"مما تعلقت به الروافض والإمامية وسائر فرق الشيعة وبعض المعتزلة؛ فى أن الخلافة كانت [حقا لعلى]، واستخلاف النبى – عليه الصلاة والسلام – له لذلك بهذا الحديث وأشباهه مما احتجوا به .

ثم اختلفوا بعد فى تقديم غيره، فكفرت الروافض سائر الصحابة فى تقديمهم غيره، ثم كفر بعضهم عليا لأنه لم يقم فى طلب حقه، وهؤلاء استحق مذهبنا من أن يرد عليهم، وقد قالوا بأشنع من هذا فيمن هو أفضل مما ذكرنا، ولا امتراء فى كفر القائلين بهذا؛ لأن من كفر الأمة كلها والصدر الأول فقد أبطل نقل الشريعة وهدم الإسلام.

وأما من عداهم فإنهم لا يسلكون هذا .

فأما الإمامية وبعض المعتزلة فتخطئهم.

وأما بعض المعتزلة فلا يقول ذلك لقولها بجواز تقديم المفضول على الفاضل فى الإمامة على ما تقدم من الخلاف فى ذلك.

وهذا الحديث بكل حال لا حجة فيه لأحد منهم، بل فيه من فضائل على ومنزلته ما لا يحط من منزلة غيره، وليس فى قوله هذا دليل على استخلافه بعده؛ لأنه إنما قال له حين استخلفه على المدينة فى غزوة تبوك، فقال له ذلك لا لاستخلافه بعده، بدليل أن هارون الذى يستشهد به لم يكن خليفة بعد موسى، وإنما مات فى حياته، وقبل موت موسى بنحو أربعين سنة على ما قال أهل الخبر، إنما استخلفه موسى حين ذهب لمناجاة ربه فقال له:"اخلفنى فى قومى"كما نص الله تعالى(اكمال المعلم بفوائد مسلم ، ج٧ص ٤١١، ٤١٢،كتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالى عنهم،باب من فضائل على بن أبى طالب رضى الله عنه)

**اقبل شهادة أهل الاهواء لا الخطابية من الرافضة لكونهم يرون الشهادة بالزور لموافقيهم.**
**ومنهم من قال تقبل اذا لم يكن داعية إلى بدعته ولا تقبل اذا كان داعية .**
**وهذا مذهب كثيرين أو الأكثر من العلماء وهو الأعدل الصحيح.**
**وقال بعض أصحاب الشافعي رحمه الله اختلف أصحاب الشافعي في غير الداعية .**
**واتفقوا على عدم قبول الداعية وقال أبو حاتم بن حيان بكسر الحاء لا يجوز الاحتجاج بالداعية عند أئمتنا قاطبة لا خلاف بينهم في ذلك .**
**وأما المذهب الأول فضعيف جدا ففي الصحيحين وغيرهما من كتب أئمة الحديث الاحتجاج بكثيرين من المبتدعة غير الدعاة ولم يزل السلف والخلف على قبول الرواية منهم والاحتجاج بها والسماع منهم واسماعهم من غير انكار منهم** (شرح النووی علیٰ مسلم، ج ۱، ص ۶۰، ۶۱، مقدمہ)

ترجمہ: محدثین، فقہاء اور اصحابِ اصول کے علماء نے فرمایا کہ جس بدعتی کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی جائے گی، اس کی گواہی بھی بالاتفاق قبول نہیں کی جائے گی۔

لیکن جس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس کی روایت کے قبول ہونے میں اختلاف ہے۔

بعض نے اس کے فسق کی وجہ سے اس کی روایت کو مطلقاً رد کر دیا ہے، اور اس کی تاویل کو نفع بخش نہیں سمجھا۔

اور بعض نے اس کی روایت کو مطلقاً قبول کیا ہے، جبکہ وہ اپنے مذہب کی نصرت، یا اپنے مذہب والوں کے لئے کذب کو حلال نہ سمجھتا ہو۔

خواہ وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو، یا نہ ہو، اور یہ ہمارے امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے، کیونکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ رافضہ کے خطابیہ فرقہ کے علاوہ اہلِ اھواء کی گواہی کو قبول کرتا ہوں، کیونکہ خطابیہ فرقہ اپنے موافق کے لئے جھوٹی گواہی کو جائز سمجھتے ہیں۔

اور بعض کا فرمانا یہ ہے کہ اگر اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو، تو اس کی گواہی کو قبول کیا جائے گا، اور اگر دعوت دینے والا ہو، تو پھر قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور یہی کثیر، یا اکثر علماء کا قول ہے، اور یہی ''اعدل وصحیح'' قول ہے۔

اور بعض اصحابِ شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصحابِ شافعی کا بدعت کی طرف دعوت نہ دینے والے کی روایت کے قبول ہونے میں اختلاف ہے۔

اور بدعت کی طرف دعوت دینے والے کی روایت قبول نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

اور ابو حاتم ابنِ حبان ''بکسر الحاء'' نے فرمایا کہ ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک بدعت کی طرف دعوت دینے والے کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں، جس میں ان کا اختلاف نہیں۔

جہاں تک پہلے مذہب کا تعلق ہے، تو وہ بالکل ضعیف ہے، کیونکہ بخاری ومسلم اور دوسرے ائمہ حدیث کی کتابوں میں بہت سے غیر داعی الی البدعۃ کی حدیثوں سے دلیل پکڑی گئی ہے، اور سلف وخلف ان کی روایت کو ہمیشہ قبول کرتے رہے، اور ان سے دلیل بھی پکڑتے رہے، اور ان سے احادیث کی سماعت بھی کرتے رہے، اور ان کو احادیث سناتے بھی رہے، جس پر ان کی طرف سے نکیر نہیں کی گئی (نووی شرح مسلم)

روایتِ حدیث کے باب میں ہم بھی امام نووی کی طرف سے بیان کردہ اعدل وصحیح قول کو راجح سمجھتے ہیں۔

اور اہلِ اھواء میں ان شیعہ وروافض، اور امامیہ کو بھی داخل مانتے ہیں، جن کے کفر پر امت کے فقہاء ومجتہدین کا اتفاق نہیں۔

مذکورہ حکم روایت قبول ہونے کے متعلق ہے۔

اور تکفیر اور گواہی قبول ہونے کے بارے میں تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

## ابنِ حجر عسقلانی، تقی الدین سبکی ودیگر کے حوالہ جات

علامہ ابنِ حجر عسقلانی (المتوفیٰ:852ھ) نے ''تبصیر المنتبه'' میں فرمایا کہ:

والشيعي، بكسر المعجمة وياء :أمة لا يحصون مبتدعة، وغلاتهم الإمامية

**المنتظرية يسبون، وغلاة غلاتهم ضلال يكفرون الشيخين .ومنهم من يرتقي إلى الزندقة** (تبصير المنتبه بتحرير المشتبه، ج۲، ص۷۷۴، حرف السين المهملة)

ترجمہ: اور ’’شیعی‘‘ جو کہ ’’معجمہ، ویاء‘‘ کے کسرہ کے ساتھ ہے، ایسے لوگوں کا نام ہے، جو ’’مبتدعة‘‘ شمار نہیں کئے جاتے، اور ان کے غالی لوگوں کو ’’امامیہ منتظرہ‘‘ کہا جاتا ہے، جو سب وشتم کرتے ہیں، اور ان کے غالی در غالی لوگ گمراہ ہیں، جو شیخین کی تکفیر کرتے ہیں، اور ان میں سے بعض زندقہ کی حد تک پہنچ جاتے ہیں (تبصير المنتبه)

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے اس مختصر عبارت میں ’’شیعہ‘‘ کی تعداد بہت زیادہ بتلائی ہے، اور ’’شیعہ‘‘ کا غالی فرقہ ’’امامیہ منتظرہ‘‘ بتلایا ہے، جو صحابۂ کرام پر سب وشتم کا قائل ہے، اور شیعہ کے اس فرقہ کا غالی ہونا ’’تفضیلی‘‘ اور ’’زیدی‘‘ شیعہ کے مقابلہ میں ہے، جو صحابۂ کرام پر سب وشتم کے قائل نہیں، اور یہ ’’امامیہ منتظرہ‘‘ ہی بنیادی طور پر ’’رافضی‘‘ کہلاتا ہے، اور عموماً ’’رافضی‘‘ بول کر اسی فرقہ کو مراد لیا جاتا ہے، جس کی تفصیل مختلف حوالہ جات وعبارات کے ضمن میں گزر چکی ہے، اور آگے بھی آتی ہے۔

اور ’’رافضہ وامامیہ‘‘ کی طرف منتسب، بعض لوگ شیخین رضی اللہ عنہما کی تکفیر کرتے ہیں، اور بعض لوگ ’’زندقہ‘‘ تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں، ان کا ’’**غلاةِ غلاة وضلال**‘‘ ہونا ’’شیعہ‘‘ کے مقابلہ میں ہے، یعنی شیعہ اہلِ بدعت میں سے ہیں، اور شیعہ کا غالی فرقہ ’’امامیہ منتظرہ‘‘ کہلاتا ہے، جو سب وشتم کا قائل ہے، اور ’’شیعہ‘‘ کا غالی در غالی فرقہ ’’تکفیرِ شیخین اور زندقہ‘‘ کا مرتکب ہے، اسی کو بعض دیگر حضرات نے ’’شیعہ زیدیہ ومفضلہ اور روافض‘‘ کے مقابلہ میں ’’غالیہ‘‘ وغیرہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ’’**تهذيبُ التهذيب**‘‘ میں ’’ابان بن تغلب ربعی کوفی‘‘ کے ترجمہ میں فرمایا کہ:

**فالتشيع في عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل علي على عثمان ,وأن عليا**

كان مصيبا فى حروبه وأن مخالفه مخطء مع تقديم الشيخين وتفضيلهما , وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله -صلى الله عليه وسلم ,-وإذا كان معتقد ذلك ورعا دينا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا ,لا سيما إن كان غير داعية ,وأما التشيع فى عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضى الغالى ولا كرامة.

وقال ابن عجلان" :ثنا أبان بن تغلب رجل من أهل العراق من النساك "ثقة ."ولما خرج الحاكم حديث أبان فى "مستدركه "قال" :كان قاص الشيعة وهو "ثقة ,"ومدحه بن عيينة بالفصاحة والبيان ,وقال أبو نعيم فى "تاريخه" :"مات سنة 40 وكان غاية من الغايات ,"وقال أحمد بن سيار : "مات بعد سنة ,"41 وقال العقيلى :سمعت أبا عبد الله يذكر عنه عقلا وأدبا وصحة حديث إلا أنه كان غاليا فى التشيع ,"وقال ابن سعد " :كان ثقة ,"وذكره بن حبان فى "الثقات "وأرخ وفاته ومنه نقل بن منجويه , وقال الأزدى" :كان غاليا فى التشيع وما أعلم به فى الحديث بأسا (تهذيب التهذيب، ج ١ ،ص ٩٤، تحت رقم الترجمة ١٦٦ ،ذكر من اسمه أبان)

ترجمہ: پس متقدمین کے عرف میں ''تشیع'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت ،اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنگ میں مصیب قرار دینے ،اوران کے مخالف کو مخطی قرار دینے کا کا نام تھا، شیخین کی تقدیم اور فضیلت کے ساتھ،اور بسا اوقات ان میں سے بعض لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ''افضل الخلق'' ہیں،اور جب یہ عقیدہ ورع، دین کے ساتھ صادق مجتہد کی طرف سے ہو،تو اس کی وجہ سے اس کی روایت کو رد نہیں کیا جائے گا، خاص طور پر جبکہ اس کا داعی نہ ہو،اور جہاں تک متاخرین کے عرف کا تعلق ہے،تو ان کے عرف میں تشیع ''رفضِ محض'' کا نام ہے،پس ''غالی رافضی'' کی روایت قبول نہیں کی جائے گی،اور نہ اس غالی رافضی کا اکرام کیا جائے گا۔

اور ابنِ عجلان نے فرمایا کہ ہم سے ابان بن تغلب نے بیان کیا، جو کہ اہلِ عراق کے نساک میں سے ایک آدمی ہے، یہ ثقہ ہے،اور جب حاکم نے ابان کی حدیث

کی اپنی مستدرک میں تخریج کی تو فرمایا کہ یہ شیعہ کے قصہ گو تھے، اور یہ ثقہ ہیں، اوران کی ابنِ عیینہ نے فصاحت وبیان کی تعریف کی ہے، اور ابنِ نعیم نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ ان کی وفات چالیس ہجری میں ہوئی، اور یہ ''غایات'' میں سے ایک غایۃ تھے۔ اور احمد بن سیار نے فرمایا کہ ان کی وفات اکتالیس ہجری کے بعد ہوئی، اور عقیلی نے فرمایا کہ میں نے ابوعبداللہ سے سنا، جوان کی عقل اور ادب اور صحتِ حدیث کا ذکر کرتے تھے، لیکن وہ تشیع میں غالی تھے، اور ابنِ سعد نے فرمایا کہ یہ ثقہ تھے، اور ابنِ حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے، اوران کی وفات کی تاریخ کا بھی ذکر کیا ہے، اوران ہی سے ابنِ منجویہ نے نقل کیا ہے، اور ازدی نے فرمایا کہ تشیع میں غالی تھے، اور میں ان کی حدیث میں کوئی حرج نہیں سمجھتا (تھذیبُ التھذیب)

مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تالیف ''ارشادُ الشیعہ'' میں حافظ ابنِ حجر کی مندرجہ بالا عبارت نقل کی ہے، لیکن درمیان کا ایک حصہ متروک ہے، جس کی بناء پر صحیح ومکمل نتیجہ اخذ نہیں ہوسکا، جس پر تفصیلی کلام ہم نے دوسری تالیف ''تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا تحقیقی جائزہ'' میں کردیا ہے۔ [1]

پھر متقدمین ومتاخرین کی ''شیعہ'' سے متعلق اصطلاح کا مندرجہ بالا فرق، حافظ ابنِ حجر نے دراصل، حافظ ذہبی کے حوالہ سے نقل کیا ہے، جس کی حافظ ذہبی نے ''لسانُ المیزان'' میں تصریح کی ہے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''لسانُ المیزان'' میں حافظ ذہبی کے حوالہ سے مبتدعہ کی

---

[1] ''ارشادالشیعہ'' میں درمیان کی جو عبارت متروک ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله -صلى الله عليهآله وسلم -, وإذا كان معتقد ذلك ورعا دينا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا ,لا سيما إن كان غير داعية''

ہم علامہ ابنِ حجر کی اس مکمل عبارت کو بمع ترجمہ اوپر نقل کرچکے ہیں۔

روایات کے قبول ہونے نہ ہونے کے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ [1]

اورحافظ ذہبی نے یہ بات ’’میــزانُ الاعتــدال‘‘ میں تحریر فرمائی ہے، جس کی تفصیل آگے حافظ ذہبی کے حوالہ جات کے ذیل میں آتی ہے۔ [2]

---

[1] وقوله فی ترجمة أبان بن تغلب :فإن قیل :کیف ساغ توثیق مبتدع وحد الثقة العدالة والإتقان فکیف یکون عدلا وهو صاحب بدعة؟ وجوابه: البدعة علی ضربین:

فبدعة صغری :کغلو التشییع، وکالتشییع بلا غلو، ولا تحرق ,فهذا کثیر فی التابعین وأتباعهم مع الدین والورع والصدق فلو رد حدیث هؤلاء لذهب جملة من الآثار النبویة وهذه مفسدة بینة

ثم بدعة کبری :کالرفض الکامل والغلو فیه والحط علی أبی بکر وعمر رضی الله عنهما والدعاء إلی ذلک فهؤلاء لا یقبل حدیثهم، ولا کرامة.

وأیضا فلا أستحضر الآن فی هذا الضرب رجلا صادقا، ولا مأمونا بل الکذب شعارهم والتقیة والنفاق دثارهم فکیف یقبل من هذا حاله؟ حاشا وکلا.

فالشیعی والغالی فی زمان السلف وعرفهم هو من تکلم فی عثمان والزبیر وطلحة وطائفة ممن حارب علیا رضی الله عنه وتعرض لسبهم.

والغالی فی زماننا وعرفنا هو الذی کفر هؤلاء السادة وتبرأ من الشیخین أیضا فهذا ضال معثر.

وقال فی ترجمة إبراهیم بن الحکم بن ظهیر :اختلف الناس فی روایة الرافضة علی ثلاثة أقوال:

أحدها :المنع مطلقا.

والثانی :الترخص مطلقا إلا فی من یکذب ویضع.

والثالث :التفصیل فتقبل روایة الرافضی الصدوق العارف بما یحدث وترد روایة الرافضی الداعیة ولو کان صدوقا.

قال أشهب :سئل مالک عن الرافضة فقال :لا تکلمهم، ولا ترو عنهم فإنهم یکذبون.

وقال حرملة :سمعت الشافعی یقول :لم أر أشهد بالزور من الرافضة.

وقال مؤمل بن إهاب :سمعت یزید بن هارون یقول :یکتب عن کل صاحب بدعة إذا لم یکن داعیة إلا الرافضة فإنهم یکذبون

وقال محمد بن سعید الأصبهانی :سمعت شریکا یقول :احمل العلم، عن کل من لقیت إلا الرافضة فإنهم یضعون الحدیث ویتخذونه دینا .هذا آخر کلامه (لسان المیزان، ج ۱، ص ۲۰۱، الیٰ ص ۲۰۳، خطبة الأصل)

[2] البدعة علی ضربین:

فبدعة صغری کغلو التشیع، أو کالتشیع بلا غلو ولا تحرف، فهذا کثیر فی التابعین وتابعیهم مع الدین والورع والصدق.

فلو رد حدیث هؤلاء لذهب جملة من الآثار النبویة، وهذه مفسدة بینة.

ثم بدعة کبری، کالرفض الکامل والغلو فیه، والحط علی أبی بکر وعمر رضی الله عنهما، والدعاء إلی ذلک، فهذا النوع لا یحتج بهم ولا کرامة. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحافظ ابنِ حجر نے جابر جعفی کے بارے میں بھی ابنِ معین کا اسی طرح کا قول نقل کیا ہے، جس طرح کا قول ”تھذیبُ التھذیب“ میں رافضی کے بارے میں گذرا کہ ان کی حدیث لکھی نہیں جائے گی، اور نہ ان کا اکرام کیا جائے گا۔ [1]

لیکن اس کے باوجود جابر جعفی کی روایات کو قبول کیا گیا ہے، جیسا کہ آگے تفصیل کے ساتھ آتا ہے۔

اسی لئے عز الدین محمد بن اسماعیل صنعانی، المعروف کاسلافہ بالامیر (المتوفیٰ :1182ھ) نے حافظ ذہبی کے اس قول سے اختلاف کا اظہار کیا ہے، اور اس کی دلیل بھی پیش کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

قول الذهبى إن أهل البدعة الكبرى الحاطين على الشيخين الدعاة إلى ذلک لا يقبلون ولا كرامة غير صحيح فقد خرجوا الجماعة من أهل هذا القبيل كعدى بن ثابت وتقدم لک أنه قال الدارقطنى رافضى غال.
وأخرج الستة لأبى معاوية الضرير قال الذهبى إنه غال فى التشيع ووثقه العجلى ولا يخفى من وثقوه من أهل هذه الصفة.
ولا تراهم يعولون إلا على الصدق كما قال البخارى فى أيوب ابن عائذ بن مدلج كان يرى الإرجاء إلا أنه صدوق وقد وثقه من سلف (ثمرات النظر فى علم الأثر، ص ۱۲۲، ۱۲۳، نتائج البحث)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأيضا فما أستحضر الآن فى هذا الضرب رجلا صادقا ولا مأمونا، بل الكذب شعارهم، والتقية والنفاق دثارهم، فكيف يقبل نقل من هذا حاله! حاشا وكلا.

فالشيعى الغالى فى زمان السلف وعرفهم هو من تكلم فى عثمان والزبير وطلحة ومعاوية وطائفة ممن حارب عليا رضى الله عنه، وتعرض لسبهم.

والغالى فى زماننا وعرفنا هو الذى يكفر هؤلاء السادة، ويتبرأ من الشيخين أيضا، فهذا ضال معثر "ولم يكن أبان بن تغلب يعرض للشيخين أصلا، بل قد يعتقد عليا أفضل منهما" (ميزان الاعتدال للذهبى، ج ۱ ص ۵، و ۶، تحت ترجمة "ابان بن تغلب" رقم الترجمه ۲)

[1] وقال الدورى عن بن معين لم يدع جابرا ممن رآه إلا زائدة وكان جابر كذابا وقال فى موضع آخر لا يكتب حديثه ولا كرامة وقال بيان بن عمرو عن يحيى بن سعيد تركنا حديث جابر قبل أن يقدم علينا الثورى (تهذيب التهذيب، ج ۲، ص ۴۷، رقم الترجمة ۷۵، باب الجيم، من اسمه جابان وجابر)

ترجمہ: ذہبی کا یہ فرمانا کہ اہلِ بدعتِ کبریٰ، جو شیخین کی شان کو گرانے والے ہوں، اس کے داعی ہوں، ان کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اور کوئی اکرام نہ ہوگا، یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ محدثین کی ایک جماعت نے اس قبیل کے راویوں کی احادیث کو روایت کیا ہے، جیسا کہ عدی بن ثابت، اور یہ بات آپ کے سامنے پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ دار قطنی نے ان کو غالی رافضی کہا ہے۔

اور صحاحِ ستہ نے ابو معاویہ ضریر کی حدیث کی تخریج کی ہے، حافظ ذہبی نے فرمایا کہ یہ تشیع میں غالی تھے، اور ان کی عجلی نے توثیق کی ہے، اور وہ حضرات مخفی نہیں، جنہوں نے اس صفت کے راویوں کی توثیق کی ہے۔

اور کیا آپ نہیں دیکھتے کہ محدثین ’’صدق‘‘ کو بنیاد بناتے ہیں، جیسا کہ بخاری نے ایوب بن عائذ بن مدلج کے بارے میں فرمایا کہ وہ ’’مرجئہ‘‘ تھے، لیکن وہ سچے ہیں، اور بعض سلف نے بھی ان کی توثیق کی ہے (ثمرات النظر)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی کا یہ قول راجح نہیں کہ محض رافضی، یا غالی شیعہ ہونے کی وجہ سے روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا، یہ بات حافظ ذہبی کی دوسرے مقام پر ذکر کردہ تصریح کے بھی خلاف ہے، جس کی تفصیل آگے ’’حافظ ذہبی‘‘ اور ’’کاسلافہ بالامیر‘‘ کے حوالہ جات کے ضمن میں آتی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حافظ ابنِ حجر نے ’’لسانُ المیزان ‘‘میں، حافظ ذہبی وغیرہ کے حوالہ سے ’’روافض واہلِ بدعت‘‘ کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی رائے جو تحریر فرمائی، وہ یہ ہے کہ:

**قلت :فالمنع من قبول رواية المبتدعة الذين لم يكفروا ببدعتهم كالرافضة والخوارج ونحوهم ذهب إليه مالك وأصحابه والقاضى أبو بكر الباقلانى وأتباعه.**

**والقبول مطلقا إلا فيمن يكفر ببدعته وإلا فيمن يستحل الكذب ذهب إليه أبو حنيفة وأبو يوسف وطائفة.**

**وروى، عن الشافعي أيضا.**

**وأما التفصيل :فهو الذى عليه أكثر أهل الحديث بل نقل فيه ابن حبان إجماعهم ووجه ذلك:**
**أن المبتدع إذا كان داعية كان عنده باعث على رواية ما يشد به بدعته**
(لسان الميزان، ج ا ،ص ۲۰۳،خطبة الأصل)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ پس ان مبتدعہ کی روایت قبول ہونے کی ممانعت ''جن کی بدعت کی وجہ سے تکفیر نہیں کی گئی، جیسا کہ رافضہ اور خوارج، اوران کے مثل'' اس قول کی طرف امام مالک اور آپ کے اصحاب اور قاضی ابوبکر باقلانی اوران کے متبعین گئے ہیں۔

اور مطلقاً قبول ہونے کی طرف '' سوائے اس کے جس کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی گئی ہے، یاوہ جھوٹ کو حلال سمجھتا ہے'' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور ایک جماعت گئی ہے، اور امام شافعی سے بھی یہی مروی ہے (کہ بدعتِ مکفرہ، اور جھوٹ کو حلال سمجھنے والے کے علاوہ اہل الاھواء کی روایت قبول کرلی جائے گی، خواہ وہ بدعت کا داعی ہو، یا نہ ہو)

اور جہاں تک تفصیل کا تعلق ہے، تو اکثر اہلُ الحدیث کا یہی قول ہے، بلکہ ابنِ حبان نے اس پر اجماع کو نقل کیا ہے، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ بدعتی جب دعوت دینے والا ہوتا ہے، تو اس کے پاس ایک سبب موجود ہے، ایسی روایات کے سلسلے میں جو اس کی بدعت کو تقویت پہنچاتی ہوں (یعنی اس کی وہ روایات قابلِ قبول نہیں ہوں گی، جو اس کی بدعت کی تائید کرتی ہوں) (لسان المیزان)

مذکورہ عبارت میں اہلِ بدعت کے وہ لوگ، جن کی بدعت کی وجہ سے تکفیر نہیں کی گئی، اُن میں روافض اور خوارج کو ذکر کیا گیا ہے، پھر اُن کی روایت قبول ہونے، نہ ہونے میں تین اقوال ذکر کیے گئے ہیں، اور تیسرے قول کو ترجیح دی گئی ہے، اوراس کو اکثر اہلُ الحدیث حضرات کا قول قرار دیا گیا ہے، اور بعض کی طرف سے اس قول پر محدثین کے اجماع کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اور تیسرے قول میں تصریح ہے کہ روایت کے قبول ہونے ، نہ ہونے کا مدار بدعت کا داعی ہونے، نہ ہونے پر ہے، جس کی وجہ ساتھ ہی مذکور ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ ''بدعتِ غیر مکفرة'' محض دعوت دینے سے ''بدعتِ مکفرة'' نہیں بن جایا کرتی۔

تیسرے قول کے راجح ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ خوارج اور بالخصوص روافض سے مروی احادیث وروایات کا بہت بڑا ذخیرہ، کتبِ حدیث وتاریخ میں موجود ہے، اگر اس کو مطلقاً غیر معتبر قرار دے دیا جائے، تو اس سے دینی احکام کا بہت بڑا حصہ ضائع چلا جائے گا، جن سے محدثین اور مجتہدین نے استدلال کیا ہے، اور ہزاروں سالوں سے فقہاء وعلماء اِن کی تعلیم وتدریس اور ان سے استنباط کا ذکر کرتے آئے ہیں، جس سے کتبِ حدیث وشروحاتِ حدیث، اور کتبِ فقہ، اور کتبِ تاریخ وسیَر مملو ہیں، جس کا نمونہ آخری باب میں آتا ہے۔

اور خوارج وروافض وغیرہ کے بارے میں، یہ تمام اقوال روایت کے قبول ہونے، نہ ہونے کے اعتبار سے ہیں، تکفیر اور عدمِ تکفیر کے اعتبار سے نہیں۔

مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ''طائفہ منصورہ'' میں لکھتے ہیں:

''ابنِ خراش (المتوفی ۲۸۳ھ) یہ الحافظ البارع اور الناقد تھے۔ امام ابونعیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابنِ خراش سے بڑا حافظِ حدیث نہیں دیکھا، معہٰذا وہ نہ صرف یہ کہ شیعہ تھے، بلکہ رافضی تھے اور انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے مثالب (یعنی معاییب، ناقل) پر کتاب لکھی تھی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۲۳۰)''

(طائفہ منصورہ، ص ۱۴۱، شیعہ حضرات کے چند محدثین، مکتبہ: صفدریہ، گوجرانوالہ، طبع ہشتم ۲۰۱۰ء)

مولانا سرفراز صفدر صاحب نے اپنی تالیف ''طائفہ منصورہ'' میں صفحہ نمبر ۱۴۰ پر ''میزانُ الاعتدال'' کے حوالہ سے ابنِ جریج محدث کے نوے عورتوں سے متعہ کرنے کا ذکر کیا ہے، جس پر موجودہ زمانہ کے متشددین آنکھ بند کر کے تکفیر کا نہیں، تو تفسیق کا حکم لگانے سے تو شاید تنزلی نہ کریں۔

اسی تالیف میں مولانا موصوف لکھتے ہیں:

''انصاف کے پیشِ نظر اصولی طور پر یہ حوالہ جات بالکل کافی ہیں کہ جن جن کتابوں میں لفظِ اہلِ حدیث، یا محدث، یا اہلِ اثر، یا اصحابُ الحدیث وغیرہ آیا ہے، اس سے ہر وہ شخص، یا وہ جماعت مراد ہے، جو حدیث کی حفظ ومعرفت اور روایت ودرایت میں کوشاں رہی ہو، فقہی طور پر اس کا مسلک خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، حنفی ہو، یا شافعی، مالکی ہو، یا حنبلی ہو، یا معتزلی ہو، خواہ اس نے نوے عورتوں سے متعہ بھی کیا ہو، یہاں تک کہ اگر وہ شیعہ بھی ہو، اور شیخین کے مثالب (ومعاییب۔ناقل) پر اس نے کتابیں بھی لکھی ہوں، تو وہ محدثین کی اصطلاح میں اہلِ حدیث ہی ہوگا'' (طائفہ منصورہ ص۴۴ و۴۵، مکتبہ: صفدریہ گوجرانوالہ، طبع ہشتم ۲۰۱۰ء)

پس موصوف نے جو ایک مقام پر متروک عبارت سے نتیجہ اخذ کیا، وہ خود موصوف کی تصریح کے خلاف ہے۔

رہا یہ شبہ کہ جن روافض کی طرف ''بدعتِ مکفرۃ'' منسوب ہے، اُن کو مذکورہ عبارت میں مستثنٰی کیوں نہیں کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ روافض کا جو اصل مذہب ہے، وہ ''بدعتِ مکفرۃ'' پر مبنی نہیں، البتہ روافض کی طرف، بعض منافقین وزندیقین نے اپنا انتساب کیا، اور اُن کا روپ دھار کر ''بدعتِ مکفرۃ'' کو اختیار کیا، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کی عبارات میں تفصیل وتحقیق گزر چکی ہے، اس لیے وہ مذکورہ بحث سے خارج ہیں۔

تاہم روافض کی بعض بدعات کے ''مکفرۃ'' یا ''غیر مکفرۃ'' ہونے میں علماء کے مابین اختلاف واقع ہوا ہے، جیسا کہ صحابۂ کرام پر سب وشتم کرنا، لیکن محدثین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جس بدعت کے ''مکفرۃ'' ہونے پر جمیع امت کے قواعد کی رُو سے اتفاق ہو، وہی بدعت ''مکفرۃ'' کہلاتی ہے، جس کی محدثین نے تصریح کی ہے۔

چنانچہ خود حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے صحیح بخاری کی شرح میں فرمایا کہ:

وأما البدعة فالموصوف بها أما أن يكون ممن يكفر بها أو يفسق فالمكفر بها لا بد أن يكون ذلك التكفير متفقا عليه من قواعد جميع الأئمة كما في غلاة الروافض من دعوى بعضهم حلول الإلهية في علي أو غيره أو الإيمان

برجوعه إلى الدنيا قبل يوم القيامة أو غير ذلك وليس فى الصحيح من حديث هؤلاء شيء البتة .والمفسق بها كبدع الخوارج والروافض الذين لا يغلون ذلك الغلو وغير هؤلاء من الطوائف المخالفين لأصول السنة خلافا ظاهرا لكنه مستند إلى تأويل ظاهرة سائغ (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ا ،ص ٣٨٥،الفصل التاسع فى سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

ترجمہ: جہاں تک بدعت کا تعلق ہے،تو بدعت کے ساتھ متصف شخص، یا تو ان لوگوں میں سے ہوگا، جن کی بدعت کے باعث تکفیر کی جائے گی، یا تفسیق کی جائے گی، پس جس بدعت کی وجہ سے تکفیر کی جائے گی،ضروری ہے کہ وہ تکفیر متفق علیہ ہو،تمام امت کے قواعد پر مبنی ہو،جیسا کہ غالی رافضہ کا معاملہ ہے،جن میں سے بعض کا حضرت علی رضی اللہ عنہ،یا کسی دوسرے کے متعلق،حلولیتِ الٰہی کا دعویٰ، یا ان کے قیامت سے قبل دنیا میں رجوع پر ایمان رکھنے کا معاملہ ہے، یا اس کے علاوہ کوئی ایسا عقیدہ،اور صحیح میں یقینی طور پر ان لوگوں کی کوئی بھی حدیث نہیں ہے۔

اور جس کی تفسیق کی جائے گی،جیسا کہ خوارج،اور روافض جو مذکورہ غلو نہیں کرتے، اور ان کے علاوہ اصولِ سنت کی ظاہری خلاف ورزی کرنے والی جماعتیں،لیکن وہ تاویلِ ظاہرہ سائغ (یعنی تکفیر کے لئے قابلِ تحمل مانع) کی طرف استناد کرتے ہیں (فتح الباری)

پھر حافظ ابنِ حجر نے ''فتحُ الباری'' کی مندرجہ بالا فصل میں آگے چل کر فرمایا:

عباد بن يعقوب الرواجنى الكوفى أبو سعيد رافضى مشهور إلا أنه كان صدوقا وثقة أبو حاتم وقال الحاكم كان بن خزيمة إذا حدث عنه يقول حدثنا الثقة فى روايته المتهم فى رأيه عباد بن يعقوب .

وقال بن حبان كان رافضيا داعية وقال صالح بن محمد كان يشتم عثمان رضى الله عنه .

قلت روى عنه البخارى فى كتاب التوحيد حديثا واحد مقرونا وهو حديث بن مسعود أى العمل أفضل وله عند البخارى طرق أخرى من رواية غيره (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ا ،ص ٤١٢،الفصل التاسع فى سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

ترجمہ: عباد بن یعقوب رواجنی کوفی ابوسعید، مشہور رافضی ہیں، لیکن یہ سچے تھے، جن کی ابوحاتم نے توثیق کی ہے، اور حاکم نے فرمایا کہ ابنِ خزیمہ جب ان کی حدیث کو بیان کرتے تھے، تو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم سے ثقہ نے حدیث بیان کی، جس کی روایت کے راوی کی رائے میں تہمت پائی جاتی ہے، جو کہ عباد بن یعقوب ہیں۔

اور ابنِ حبان نے فرمایا کہ یہ رافضی تھے، رافضیت کے داعی تھے، اور صالح بن محمد نے فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ ان سے بخاری نے ''کتابُ التوحید'' میں ایک حدیث کو مقروناً روایت کیا ہے، اور وہ ابنِ مسعود کی حدیث ہے، جس میں کون سے عمل کے افضل ہونے کا ذکر ہے، اور ان کی بخاری میں اس روایت کے علاوہ دوسرے طرق سے بھی حدیث موجود ہے (فتح الباری)

پھر مذکورہ تالیف کی اسی فصل میں آگے چل کر علامہ ابنِ حجر نے فرمایا:

والتشيع محبة على وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبى بكر وعمر فهو غال فى تشيعه ويطلق عليه رافضى. وإلا فشيعى.

فإن انضاف إلى ذلك السب أو التصريح بالبغض فغال فى الرفض وإن اعتقد الرجعة إلى الدنيا فأشد فى الغلو.

والقدرية من يزعم أن الشر فعل العبد وحده.

والجهمية من ينفى صفات الله تعالى التى أثبتها الكتاب والسنة ويقول إن القرآن مخلوق .

والنصب بغض على وتقديم غيره عليه .

والخوارج الذين أنكروا على على التحكيم وتبرء وا منه ومن عثمان وذريته وقاتلوهم فإن أطلقوا تكفيرهم فهم الغلاة منهم والإباضية منهم أتباع عبد الله بن أباض والقعدية الذين يزينون الخروج على الأئمة ولا يباشرون ذلك والواقف فى القرآن من لا يقول مخلوق ولا ليس بمخلوق وهذه أسماؤهم (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ١ ،ص ٤٥٩،الفصل التاسع فى سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

ترجمہ: اور تشیع حضرت علی کی محبت اور ان کو صحابہ پر مقدم کرنا ہے۔

پس جو حضرت علی کو ابو بکر وعمر پر مقدم رکھے، تو وہ تشیع میں غالی ہے، جس پر رافضی کا اطلاق کیا جاتا ہے، ورنہ وہ شیعہ ہے۔

پھر اگر وہ اس کے ساتھ سب وشتم کا بھی اضافہ کرے، یا بغض کی تصریح کرے، تو وہ رفض میں غالی ہے۔

اور اگر وہ دنیا کی طرف رجعت کا عقیدہ رکھے، تو غلو میں زیادہ شدید ہے۔

اور قدر یہ وہ ہے، جو شر کے تنہاء بندہ کا فعل ہونے کا عقیدہ رکھے۔

اور ''جہمیہ'' وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی نفی کرے، جن کو کتاب وسنت میں ثابت کیا گیا ہے، اور یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

اور ''نصب'' علی رضی اللہ عنہ کے بغض، اور دوسرے کو ان پر مقدم رکھنے کا نام ہے۔

اور ''خوارج'' وہ ہیں، جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم کا انکار کیا، اور ان سے، اور حضرت عثمان اور ان کی ذریت سے برائت ظاہر کی، اور ان سے قتال کیا، پھر اگر وہ ان کی تکفیر کا قول کریں، تو وہ ان کے غالی ہیں، اور ''اباضیہ'' ان میں سے ہیں، جو عبداللہ بن اباض کے متبعین ہیں، اور ''قعدیہ'' وہ ہیں، جو ائمہ پر خروج کو مزین بنا کر پیش کرتے ہیں، لیکن وہ عملی طور پر خروج نہیں کرتے، اور ''واقف فی القرآن'' وہ ہے جو قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا قائل نہ ہو، اور یہ ان کے نام ہیں (فتح الباری)

رجعت کا قول اگر تناسخ کی بنیاد پر نہ ہو، تو یہ باعثِ تکفیر نہیں، ورنہ تو ایسے راویوں کی روایت کے قبول ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے، جو اس عقیدہ کے حامل تھے، جبکہ معاملہ برعکس ہے۔

علامہ ابنِ حجر کی مذکورہ عبارت کی مزید توضیح آگے ''عز الدین صنعانی'' کے حوالہ سے آتی ہے۔

پھر ''فتح الباری'' میں مذکورہ عبارت کے بعد، علامہ ابنِ حجر نے شیعہ، اور رافضہ، اور جہمیہ، اور مرجئہ اور ناصبہ اور قدریہ، اور اباضیہ، اور خوارج وغیرہ کی طرف منسوب احادیث کے

متعدد، راویوں کے نام ذکر کیے ہیں۔

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اپنی مذکورہ تالیف ''فتحُ البــاری '' میں رافضہ کے ''معصومیتِ ائمہ'' کے عقیدہ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ [1]

اور علامہ ابنِ حجر نے مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پر یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ:

''خوارج، اور ان کی موافقت کرنے والے روافض کا یہ عقیدہ ہے کہ مرتکبِ کبیرہ، اگر توبہ کے بغیر فوت ہوجائے، تو وہ کافر مخلد فی النار ہے، اور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ وہ کافر تو نہیں، البتہ فاسق ہونے کی وجہ سے مخلد فی النار ہے''۔انتہٰی۔ [2]

علامہ ابنِ حجر عسقلانی (المتوفیٰ:852ھ) ''نـزهة الـنـظـر فی توضيح نخبة الفكر'' میں فرماتے ہیں:

ثم البدعة، وهى السبب التاسع من أسباب الطعن فى الراوى:
وهى إما أن تكون بمكفر: كأن يعتقد ما يستلزم الكفر.
أو بمفسق:
فالأول: لا يقبل صاحبها الجمهور. وقيل: يقبل مطلقا. وقيل: إن كان لا يعتقد حل الكذب لنصرة مقالته قُبل.
والتحقيق: أنه لا يرد كل مكفر ببدعته ؛ لأن كل طائفة تدعى أن مخالفيها مبتدعة، وقد تبالغ فتكفر مخالفها، فلو أخذ ذلك على الإطلاق؛ لاستلزم تكفير جميع الطوائف.
فالمعتمد أن الذى ترد روايته من أنكر أمرا متواترا من الشرع، معلوما من الدين بالضرورة، وكذا من اعتقد عكسه.
فأما من لم يكن بهذه الصفة، وانضم إلى ذلك ضبطه لما يرويه ،مع ورعه وتقواه؛ فلا مانع من قبوله أصلا .
والثانى: وهو من لا تقتضى بدعته التكفير أصلا، و قد اختلف أيضا فى قبوله ورده:

---

[1] وهذا من أحسن الأدلة فى الرد على الرافضة لكونه من تفسير زين العابدين وهو من أئمتهم الذين يرجعون إلى قولهم ويعتقدون عصمتهم(فتح البارى شرح صحيح البخارى،ج ٩،ص ١٣٩، كتاب النكاح،باب الحرة تحت العبد)

[2] هذه التأويلات تدفع قول الخوارج ومن وافقهم من الرافضة إن مرتكب الكبيرة كافر مخلد فى النار إذا مات من غير توبة وكذا قول المعتزلة إنه فاسق مخلد فى النار(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ١٢ ،ص ٦٢، كتاب الحدود،باب الزنا وشرب الخمر)

فقيل: يرد مطلقا – وهو بعيد – .وأكثر ما علل به أن في الرواية عنه ترويجا لأمره وتنويها بذكره.
وعلى هذا؛ فينبغي أن لا يروى عن مبتدع شيء يشاركه فيه غير مبتدع.
وقيل: يقبل مطلقا ،إلا إن اعتقد حل الكذب؛ كما تقدم.
وقيل: يقبل من لم يكن داعية إلى بدعته؛ لأن تزيين بدعته قد يحمله على تحريف الروايات وتسويتها على ما يقتضيه مذهبه، وهذا في الأصح.
وأغرب ابن حبان، فادعى الاتفاق على قبول غير الداعية من غير تفصيل.
نعم؛ الأكثر على قبول غير الداعية؛ إلا إن يروى ما يقوى بدعته، فيرد على المذهب المختار، وبه صرح الحافظ أبو إسحاق إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني ،شيخ أبي داود، والنسائي في كتابه "معرفة الرجال" فقال في وصف الرواة: ومنهم زائغ عن الحق – أي: عن السنة – صادق اللهجة، فليس فيه حيلة؛ إلا أن يؤخذ من حديثه غيرما لا يكون منكرا،إذا لم يقوبه بدعته اهـ .
وما قاله متجه؛ لأن العلة التي لها رد حديث الداعية واردة فيما إذا كان ظاهر المروى يوافق مذهب المبتدع، ولو لم يكن داعية، والله أعلم (نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر لابنِ حجر، ص ١٠٢ الیٰ ١٠٤ ،الطعن في الراوی وأسبابه، البدعة ورواية البدعة)

ترجمہ: پھر راوی میں اسبابِ طعن کا نواں سبب ''بدعت'' ہے،اور بدعت یا تو ''مکفرة'' ہوتی ہے،جیسا کہ ایسی چیز کا عقیدہ رکھنا، جو''استلزامِ کفر'' کا باعث ہو،یا بدعت''مفسقة'' ہوتی ہے۔

پس پہلی بدعت کے مرتکب کی روایت کو جمہور قبول نہیں کرتے۔

اور ایک قول مطلقاً (یعنی مکفرة و مفسقة کی تقسیم کے بغیر) قبول ہونے کا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے قول کی نصرت کے لیے کذب کے حلال سمجھنے کا عقیدہ نہ رکھے،تو اس کی روایت قبول کی جائے گی (ورنہ قبول نہیں کی جائے گی) اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت کی وجہ سے،کافر قرار کیے دیئے گئے ہر شخص کی روایت کو رَد نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ہر جماعت اپنے مخالف کو بدعتی خیال کرتی ہے، جس میں بعض اوقات مبالغہ کرکے اپنے مخالف کی تکفیر بھی کردیتی ہے، پس اگر

''بدعتِ مکفرۃ '' کی وجہ سے رَد کیے جانے کے قول کو علی الاطلاق لیا جائے گا، تو تمام جماعتوں کی تکفیر لازم آئے گی۔

فلہٰذا معتمد بات یہ ہے کہ جس کی راویت کو رَد کیا جائے گا، وہ ایسا شخص ہے، جو شریعت کے کسی ایسے متواتر حکم کا انکار کرے، جو دین سے ضروری طور پر معلوم ہو، اوراسی طریقہ سے جو شخص اس کے برعکس کا عقیدہ رکھے۔

لیکن جو شخص اس (مذکور قیود وشرائط پر مشتمل) صفت کا حامل نہ ہو، اور اس کو اپنی روایت میں ضبط بھی حاصل ہو، اس کے ورع اور تقوے کے ساتھ، تو اس کی روایت قبول ہونے میں ہرگز کوئی مانع نہیں۔

اور دوسری بدعت (یعنی بدعتِ مفسقۃ ) وہ ہے، جس کی بدعت، تکفیر کا اصلاً تقاضا نہ کرے، اس کی روایت کے قبول اور رَد ہونے میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے۔

ایک قول مطلقاً رَد ہونے کا ہے، جو کہ بعید قول ہے، اور اس قول کی اکثر یہ تعلیل بیان کی گئی ہے کہ اس کی روایت لینے میں اس کے امر کی ترویج اور اس کے ذکر کی تشہیر پائی جاتی ہے۔

لیکن اس علت کی بنیاد پر تو ضروری ہوگا کہ بدعتی سے کوئی بھی ایسی چیز روایت نہیں کی جائے گی، جس میں اس کے ساتھ غیر بدعتی شریک ہو( کیونکہ اس صورت میں بھی اس کے امر کی ترویج اور اس کے ذکر کی تشہیر پائی جاتی ہے )

اور ایک قول یہ ہے کہ اس بدعتی کی روایت کو مطلقاً قبول کیا جائے گا، سوائے اس صورت کے کہ جب وہ جھوٹ کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھے، جیسا کہ گزرا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ بدعت کی دعوت دینے والا نہ ہو، تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، کیونکہ اس کی بدعت کی تزیین بعض اوقات اسے روایات کی تحریف اور اپنے مذہب کے اقتضاء کے مطابق معاملہ سیدھا کرنے پر اُبھارتی ہے، اور یہ

اصح قول ہے۔

لیکن ابنِ حبان نے عجیب بات کہی ہے، انہوں نے غیر داعی کی روایت، کسی تفصیل کے بغیر قبول ہونے کے اتفاق کا دعویٰ کیا ہے۔

البتہ اکثر حضرات، غیر داعی کی روایت قبول ہونے کے قائل ہیں، سوائے اس کے کہ وہ ایسی بات کو روایت کرے، جو اس کی بدعت کی تقویت کا باعث ہو، لہٰذا مذہبِ مختار پر یہ اعتراض وارِد ہوگا (کیونکہ اس صورت میں بھی اس کے امر کی ترویج اور اس کے ذکر کی تشہیر پائی جاتی ہے) اور اس کی ابوداؤد اور نسائی کے شیخ حافظ ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے اپنی کتاب ''معرفۃُ الرجال'' (یعنی ''احوال الرجال'') میں تصریح فرمائی ہے، چنانچہ انہوں نے راویوں کے وصف کے بیان میں فرمایا کہ بعض راوی ''حق'' یعنی سنت سے بھٹکے ہوئے ہیں، لیکن زبان کے سچے ہیں، لہٰذا اس طرح کے راوی سے فرار واعراض کی کوئی وجہ نہیں، مگر یہ کہ اس کی حدیث سے، اس چیز کے علاوہ بات کو لیا جائے گا، جو کہ منکر نہ ہو، تاکہ اس کے ذریعہ سے اس کی بدعت کو تقویت حاصل نہ ہو، جوزجانی کا کلام ختم ہوا۔ [1]

اور جوزجانی کا قول مضبوط ہے، کیونکہ جس علت کی وجہ سے، بدعت کے داعی کی حدیث کو رَد کیا جاتا ہے، وہ علت اس صورت میں وارد ہوتی ہے، جبکہ اس کی روایت کا ظاہر، بدعتی کے مذہب کے موافق ہو، اگرچہ وہ داعی نہ ہو، واللہ اعلم (نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر)

---

[1] حافظ ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی کی اس سلسلہ میں اصل عبارت مندرجہ ذیل ہے:

ومنهم زائغ عن الحق صدوق اللهجة قد جرى في الناس حديثه إذ كان مخذولا في بدعته مأمونا في روايته فهؤلاء عندى ليس فيهم حيلة إلا أن يؤخذ من حديثهم ما يعرف إذا لم يقو به بدعته فيتهم عند ذلك (احوال الرجال للزوجانى، ص ١١)

''بدعتِ مکفرۃ'' سے ''تاویلی، صریح'' اور ''غیر مجمع علی الکفر'' بدعت مراد ہے، جیسا کہ ''ما یستلزم الکفر'' کے الفاظ، اور اس سے پہلے ''فتح الباری'' کی عبارت ''فالمکفر بھا لابد ان یکون ذالک التکفیر متفقا علیه من قواعد جمیع الائمة'' کے الفاظ سے ظاہر ہے، ورنہ اس میں اختلاف کے کوئی معنیٰ نہیں تھے، کیونکہ قطعی ویقینی کافر کی روایت کردہ حدیث کسی کے نزدیک بھی معتبر نہیں۔

اور ''استلزامی کفر'' یا ''لازمِ مذہب'' محققین کے نزدیک ''تکفیر'' کا باعث نہیں۔

چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی ''فتحُ الباری'' میں فرماتے ہیں:

لازم المذهب ليس بمذهب (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ۱۲، ص ۳۳۷، كتاب الحيل، باب ما ينهى من الخداع)

ترجمہ: مذہب کا لازم، مذہب نہیں ہوتا (فتح الباری)

اور ملا علی قاری (المتوفی: 1014ھ) نے ''شرح نخبة الفكر'' میں فرمایا:

(كأن يعتقد ما يستلزم الكفر) وهو بظاهره أعم مما اتفق على التكفير بها كالقول بحلول الإلهية فى على ونحوه، أو اختلف فى التفكير بها كالقول بخلق القرآن، قال التلميذ :فى التكفير باللازم كلام لأهل العلم (شرح نخبة الفكر فى مصطلحات أهل الأثر للقارى، ص ۵۲۲، البدعة ورواية المبتدعه)

ترجمہ: ماتن کا یہ قول کہ ''جیسا کہ ایسی چیز کا عقیدہ رکھنا، جو ''استلزامِ کفر'' کا باعث ہو'' اس قول کا ظاہر، عام ہے اس سے کہ جس کی تکفیر پر اتفاق ہو، جیسا کہ حضرت علی وغیرہ میں ''حلولِ الٰہیت'' کا، اور اس جیسا قول، یا اس کی تکفیر میں اختلاف ہو، جیسا کہ ''خلقِ قرآن'' کا قول، تلمیذ (یعنی ملا علی قاری) کہتا ہے کہ ''لازم'' کی وجہ سے ''تکفیر'' میں اہلِ علم کا کلام ہے (شرح نخبة الفكر)

''لازم'' کی وجہ سے ''تکفیر'' کے متعلق ملا علی قاری کی تصریح آگے آتی ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے ''شرح نخبة الفكر'' میں شریعت کے متواتر اور دین کے ضروری طور پر معلوم حکم کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ جو یقینی طریقے پر معلوم ہو، جس کے دین سے ہونے کی شہرت حاصل ہو، مثلاً پانچ نمازیں اور حج، جیسا کہ علمِ کلام میں طے

ہو چکا ہے۔ [1]

اور ملا علی قاری نے ''مشكاة المصابيح'' کی شرح ''مرقاةُ المفاتيح'' میں ''کفرِ صریح واستلزامی'' کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا:

**الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح لا استلزامي؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم، ومن ثم لم يزل العلماء يعاملونهم معاملة المسلمين في نكاحهم، وإنكاحهم، والصلاة على موتاهم، ودفنهم في مقابرهم؛ لأنهم وإن كانوا مخطئين غير معذورين حقت عليهم كلمة الفسق والضلال إلا أنهم لم يقصدوا بما قالوه اختيار الكفر** (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ا ،ص ١٨٠، كتاب الإيمان،باب الإيمان بالقدر)

ترجمہ: درست بات اکثر علمائے سلف وخلف کے نزدیک یہ ہے کہ ہم ''اہلِ بدعت واہلِ اہواء'' کی تکفیر نہیں کریں گے، سوائے اس کے کہ وہ صریح کفریہ بات کو اختیار کریں ''استلزامی'' کا اعتبار نہیں، کیونکہ صحیح تر قول کے مطابق ''مذہب کا لازم، لازم نہیں ہوا کرتا'' اور اسی وجہ سے، علماء ان ''اہلِ بدعت واہلِ اہواء'' کے ساتھ، ہمیشہ مسلمانوں والا معاملہ کرتے رہے، ان سے نکاح کرنے میں بھی، اور ان کے نکاح کرانے میں بھی، اور ان کے فوت شدہ لوگوں کے نمازِ جنازہ پڑھنے میں بھی، اور ان کو اپنے قبرستانوں میں دفن کرنے میں بھی، کیونکہ وہ ''اہلِ بدعت

---

[1] (فالمعتمد) أى فالقول المعتمد، (أن الذى ترد روايته، من أنكر) أى الرد القطعى الذى موجبه البدعة، ليس إلا لمن أنكر (أمرا متواترا من الشرع معلوما من الدين بالضرورة) أى مما يعلم بطريق اليقين، لاشتهاره بكونه من الدين، كالصلوات الخمس، والحج، لأنه يعلم ببديهة العقل، كما تقرر فى علم الكلام .وإنما قيدنا الرد بالقيود المتقدمة، لأنه الرد ليس بمنحصر فيما ذكر، وقولنا: القطعى، إشارة إلى أن من لم ينكر ما تواتر من الشرع – إذا لم يكن ضابطا ورعا – يرد أيضا، كما يدل عليه قوله الآتى: فأما من لم يكن ...إلخ.(وكذا من اعتقد عكسه) أى من لم يكتف بمجرد الإنكار بل اعتقد عكسه، فإنه أولى بالرد كما لا يخفى، وأما قول محش: فإن الإنكار المذكور، والاعتقاد المذكور، متلازمان لأن إنكار أمر يستلزم اعتقاد نقيضه، وبالعكس، فممنوع، إذ يحتمل التوقف والتفصيل، والاعتقاد الثالث خارج عنهما .(فأما من لم يكن بهذه الصفة) أى المذكورة من البدعة التى ترد روايته لإنكاره المعلوم من الدين بالضرورة(شرح نخبة الفكر فى مصطلحات أهل الأثر للقارى، ص ٥٢٤ و ٥٢٥، البدعة ورواية المبتدعة)

واہلِ اہواء'' ایسے خطاء کار ہیں، جو معذور نہیں ہیں، جن کے اوپر ''فسق وضلالت'' ثابت ہوچکی ہے، لیکن انہوں نے اپنے اقوال سے کفر کو اختیار کرنے کا قصد نہیں کیا (مرقاۃ)

زین الدین عبدالرؤف مناوی شافعی (المتوفیٰ:1031ھ) نے ''الیواقیت والدرر فی شرح نخبة ابن حجر'' میں اس مسئلہ کی تشریح کی ہے، اور انہوں نے بھی شیخ قاسم کے حوالے سے ''لازم'' کی وجہ سے ''تکفیر'' میں اہلِ علم کے کلام کا ذکر کیا ہے، جس کے بعد ابنِ ابی شریف کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص شہادتین کو اسلام کا عقیدہ رکھتے ہوئے اختیار کرے، پھر وہ ایسی بدعت کا ارتکاب کرے، جس سے باعثِ کفر امر لازم آرہا ہو، تو اس کی تکفیر اس شخص کے قول پر مبنی ہے، جو ''لازمِ مذہب'' کو ''مذہب'' قرار دیتا ہے۔
اور امام غزالی نے یہ واضح کیا ہے کہ ''عدمِ تکفیر'' سلامتی کے زیادہ قریب ہے۔ [1]

---

[1] ثم البدعة، وهى السبب التاسع من أسباب الطعن فى الراوى كذا عبر المؤلف – رحمه الله –.
قال الكمال ابن أبى شريف: وكان ينبغى أن يقول: وهى القسم التاسع من أقسام الطعن فى الراوى.
وهى لغة: ما أحدث على غير مثال سبق .فشمل المحمود والمذموم .وقد أجرى فيها ابن عبد السلام الأحكام الخمسة، والشرع خصها بالمذموم وهى إما أن تكون بمكفر كأن يعتقد ما يستلزم الكفر كذا عبر به المؤلف.
قال الشيخ قاسم: وفى التكفير باللازم كلام لأهل العلم .انتهى .ولم يبين ذلك، وقد بينه ابن أبى شريف فقال: ليس المراد بمن كفر ببدعة من أتى بما هو صريح كفر كالغرابية ونحوهم، بل من يأتى بالشهادتين معتقد الإسلام، غير أنه ارتكب بدعة يلزمها أمر هو كفر، فكفره من يرى أن لازم المذهب مذهب كالمجسمة فإنه يلزم قولهم الجهل بالله، والجهل بالله كفر .ويلزمه أن العابد لجسم غير عابد لله وهو كفر .
ومن لا يرى تكفيرهم يجيب عن الأول: بأن الجهل بالله من بعض الوجوه ليس بكفر بعد الإقرار بوجوده ووحدانيته، وأنه الخالق العليم، القديم الأزلى، وبرسالة الرسل.
وعن الثانى: بمنع كونه عابدا لغير الله، بل هو معتقد فى الله سبحانه وتعالى ما لا يجوز عليه، مما جاء به الشرع على تأويل ولم يؤوله فلا يكون كافرا.
وقد قرر الغزالى أن عدم التكفير اقرب إلى السلامة، هذا والذى جرى عليه النووى فى المجموع التكفير.............
قال الشيخ قاسم: وظاهر كلام المؤلف هذا قبول رواية المبتدع إذا كان ورعا فيما عدا البدعة، صادقا ضابطا سواء كان داعية أو غير داعية إلا فيما يتعلق ببدعته .انتهى(اليواقيت والدرر فى شرح نخبة ابن حجر للمناوى، ج۲ص ۱۴۹ الى ۱۵۸ ملخصاً،حكم رواية المبتدع)

عزالدین صنعانی کا سلافہ بالامیر نے اپنی تالیف ''إسبالُ المطر علی قصب السکر ''
میں علامہ مناوی، حافظ ابنِ حجر، اور امام نووی کے حوالہ جات کا ذکر کیا ہے، پھر اس موضوع پر
اپنے رسالہ ''ثمراتُ النظر فی علم الأثر ''میں سیر حاصل بحث کا ذکر کیا ہے، جس کے
بعد انہوں نے فرمایا:

'' وقد عرف من كلام الحافظ أنه اعتمد قبول رواية من ابتدع بمكفر إذا كان ضابطا ورعا تقيا. ثم هذا مبنى على التكفير بالإلزام وهو باطل وعلى أنه يكفر أهل القبلة بالبدعة وهو خلاف مذهب الأشعرية''

یعنی حافظ ابنِ حجر کے کلام سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ انہوں نے ''بدعتِ مکفرة '' کے مرتکب کی روایت قبول ہونے پر اعتماد کیا ہے، جبکہ وہ ضبط اور ورع وتقوے کی صفت کا حامل ہو۔

پھر یہ ''الزام'' کی وجہ سے تکفیر پر مبنی ہے، اور یہ باطل ہے، نیز یہ اس پر مبنی ہے کہ اہلِ قبلہ کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی جائے، اور یہ مذہبِ اشعریہ کے خلاف ہے''۔ [1]

---

[1] والابتداع بالذى يكفر ...يرد من لابسه ويزجر
قال المناوى فى التعريفات البدعة الفعلة المخالفة للسنة وفى الحديث كل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار انتهى.
قال الحافظ ثم البدعة إما أن تكون بمكفر كأن يعتقد ما يستلزم الكفر أو بمفسق فالأول لا يقبل صاحبها الجمهور قال وقيل يقبل مطلقا وقيل إن كان لا يعتقد حل الكذب لنصرة مقالته قبل والتحقيق أنه لا يرد كل مكفر ببدعة لأن كل طائفة تدعى أن مخالفيها مبتدعة وقد تبالغ فتكفر مخالفيها فلو أخذ ذلك على الإطلاق لاستلزم تكفير جميع الطوائف فالمعتمد أن الذى ترد روايته من أنكر أمرا متواترا من الشرع معلوما من الدين بالضرورة وكذا من اعتقد عكسه فأما من لم يكن بهذه الصفة وانضم إلى ذلك ضبطه لما يرويه مع ورعه وتقواه فلا مانع من قبوله انتهى. وفى التقريب للنووى ومن كفر ببدعته لم يحتج به بالاتفاق قال شارحه كالمجسم ومنكر علم الجزئيات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عزالدین صنعانی کا سلافہ بالامیر کا اس سلسلہ میں تفصیلی کلام آگے الگ باب میں آتا ہے۔

اور حافظ ابنِ حجر کے تلمیذ، شمس الدین، محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (المتوفی:902ھ) نے بھی ''فتحُ المغیث'' میں حافظ ذہبی کے متاخرین کے عرف میں ''متشیع ورفضِ کامل'' کی روایت قبول نہ ہونے کا قول ذکر کرکے، اس کے مقابلہ میں اکثر محدثین کا قول ''اپنی بدعت کا داعی نہ ہونے کی صورت میں قبول ہونے'' کا ذکر کرکے، حافظ ذہبی کے قول کی تضعیف کی ہے۔

اوراسی کے ساتھ انہوں نے مجتہدین ومحدثین کے مزید اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وناقشه فى دعوى الاتفاق بما قاله الحافظ من الخلاف .واعلم أن قول ابن حجر فالمعتمد أن الذى ترد روايته من أنكر أمرا متواترا من الشرع معلوما من الدين بالضرورة يقال عليه أما هذا فإنه كافر تصريح لأنه مكذب للشارع ومكذبه كافر وكذا معتقد عكسه فليسا من أهل الإسلام والكلام فى رواة هم من أهل الإسلام ارتكبوا بدعة فى الدين .وقد ألفنا رسالة ثمرات النظر فى علم الأثر على هذه المسألة التى تكلم عليها الحافظ فيما يتعلق بالبدعة وقد حققناه تحقيقا شافيا وأضفنا إليه فوائد نافعة لمن أرادها. وقد عرف من كلام الحافظ أنه اعتمد قبول رواية من ابتدع بمكفر إذا كان ضابطا ورعا تقيا ثم هذا مبنى على التكفير بالإلزام وهو باطل وعلى أنه يكفر أهل القبلة بالبدعة وهو خلاف مذهب الأشعرية(إسبال المطر على قصب السكر،للصنعانى،ص٣٠٥،٣٠٦،مسألة البدعة)

[1] وعن الربيع، سمعت الشافعى يقول :كان إبراهيم بن أبى يحيى قدريا، قيل للربيع :فما حمل الشافعى على أن روى عنه؟ قال :كان يقول :لأن يخر إبراهيم من بعد أحب إليه من أن يكذب، وكان ثقة فى الحديث.

ولذا قيل كما قاله الخليلى فى الإرشاد :إن الشافعى كان يقول :حدثنا الثقة فى حديثه، المتهم فى دينه.

قال الخطيب :وحكى أيضا أن هذا مذهب ابن أبى ليلى وسفيان الثورى .ونحوه عن أبى حنيفة، بل حكاه الحاكم فى المدخل عن أكثر أئمة الحديث.

وقال الفخر الرازى فى المحصول :إنه الحق .ورجحه ابن دقيق العيد .وقيل :يقبل مطلقا، سواء الداعية وغيره كما سيأتى ;لأن تدينه وصدق لهجته يحجزه عن الكذب، وخصه بعضهم بما إذا كان المروى يشتمل على ما ترد به بدعته ;لبعده حينئذ عن التهمة جزما، وكذا خصه بعضهم بالبدعة الصغرى، كالتشيع سوى الغلاة فيه وغيرهم ;فإنه كثر فى التابعين وأتباعهم، فلو رد حديثهم لذهب جملة من الآثار النبوية، وفى ذلك مفسدة بينة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حافظ ابنِ کثیر نے ''بدعتی'' کی روایت قبول ہونے، نہ ہونے کے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ بدعتی کی روایت کے مطلقاً قبول نہ ہونے کا قول بعید ہے، ائمہ حدیث میں ان کی روایت شائع وذائع ہونے سے بعید تر ہے، کیونکہ ان کی کتب، مبتدعة غير دعاة کی روایت سے بھری ہوئی ہیں، صحیحین میں ان کی شواہد اور اصول میں کثیر احادیث موجود ہیں۔

اور امام شافعی نے اہلِ اہواء کی گواہی قبول ہونے کی تصریح کی ہے، سوائے روافض کے ''خطابیہ فرقہ'' کے، جس میں انہوں نے ''داعی وغیر داعی'' کے درمیان فرق نہیں کیا، پھر ان کے درمیان فرق کی وجہ کیا ہے، اور امام بخاری نے عمران بن حطان خارجی کی حدیث کو روایت کیا ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے، اور خارجیت کے مرکزی کردار، اور بدعت کے بڑے داعی شخص ''عبد الرحمٰن بن ملجم'' کی مدحت کرنے والا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما البدعة الكبرى ;كالرفض الكامل والغلو فيه، والحط على الشيخين أبى بكر وعمر رضى الله عنهما، فلا ولا كرامة، لا سيما ولست أستحضر الآن من هذا الضرب رجلا صادقا ولا مأمونا، بل الكذب شعارهم، والنفاق والتقية دثارهم، فكيف يقبل من هذا حاله، حاشا وكلا، قاله الذهبى.

قال :والشيعى والغالى فى زمن السلف وعرفهم من تكلم فى عثمان والزبير وطلحة وطائفة ممن حارب عليا، وتعرض لسبهم .والغالى فى زمننا وعرفنا هو الذى كفر هؤلاء السادة وتبرأ من الشيخين أيضا، فهذا ضال مفتر .ونحوه قول شيخنا فى أبان بن تغلب من تهذيبه :التشيع فى عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل على على عثمان، وأن عليا كان مصيبا فى حروبه، وأن مخالفه مخطء، مع تقديم الشيخين وتفضيلهما، وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإذا كان معتقد ذلك ورعا دينا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا، لا سيما إن كان غير داعية .وأما التشيع فى عرف المتأخرين فهو الرفض المحض، فلا يقبل رواية الرافضى الغالى ولا كرامة .(والأكثرون) من العلماء (ورآه) ابن الصلاح (الأعدلا) والأولى من الأقوال (ردوا دعاتهم فقط)(فتح المغيث بشرح الفية الحديث، ج٢، ص ٦٦، ٦٧ ،معرفة من تقبل روايته ومن ترد، رواية المبتدع)

[1] المبتدع إن كفر ببدعته، فلا إشكال فى رد روايته .وإذا لم يكفر، فإن استحل الكذب رُدت أيضاً، وإن لم يستحل الكذب، فهل يقبل أو لا؟ أو يفرق بين كونه داعية أو غير داعية؟ فى ذلك نزاع قديم وحديث .والذى عليه الأكثرون التفصيل بين الداعية وغيره، وقد حكى عن نص الشافعى، وقد حكى ابن حبان عليه الاتفاق، فقال :لا يجوز الاحتجاج به عند أئمتنا قاطبة، لا أعلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے ''ظفرُ الامانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی ''میں ''بدعتِ اعتقادیہ'' کے بارے میں فرمایا کہ اگروہ بدعت، باعثِ کفر ہو (اوراس کا باعثِ کفر ہونا، متفق علیہ ومجمع علیہ ہو، جیسا کہ گذرا) تواس کے کفر کی وجہ سے، اس کی روایت قبول نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اوراگراس کی بدعت، باعثِ کفر نہ ہو، تو پھراس کے متعلق مختلف اقوال ہیں، ایک قول مطلقاً رَد ہونے کا، اور دوسرا قول جب وہ روایت، یا شہادت میں اپنے مذہب کی نصرت کے بارے میں جھوٹ کو حلال سمجھتا ہو، تو اس کی روایت رَد ہونے کا۔

اور تیسرا قول بدعتِ صغریٰ، مثلاً حضرت علی کی حضرت عثمان پر فضیلت (جو جمہور اہلُ السنۃ کے برخلاف قول ہے، محققین کے نزدیک بدعتِ حقیقیہ نہیں) یا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کے افضل الخلق ہونے کا عقیدہ، اور حضرت علی کو تمام حروب میں مصیب اوران کے مخالفین کو مخطی قرار دینے کا عقیدہ رکھنے کی صورت میں قبول ہونے، اور بدعتِ کبریٰ، مثلاً شیخین سے تبری کرنے، اوران پر ودیگر مخالفینِ علی صحابہ پر سب وشتم کرنے، یا حضرت علی اور ان کے موافقین کے علاوہ اکثر صحابہ کی تکفیر کرنے کی صورت میں قبول نہ ہونے کا۔

اور چوتھا قول، بدعت کی طرف دعوت دینے کی صورت میں روایت قبول نہ ہونے کا، اور دعوت نہ دینے کی صورت میں قبول ہونے کا۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بينهم فيه خلافاً .قال ابن الصلاح :وهذا أعدل الأقوال وأولاها .والقول بالمنع مطلقاً بعيد، مباعد للشائع عن أئمة الحديث، فإن كتبهم طافحة بالرواية عن المبتدعة غير الدعاة، ففى الصحيحين من حديثهم فى الشواهد والأصول كثير .والله اعلم.

"قلت :"وقد قال الشافعي :أقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية من الرافضة، لأنهم يرون الشهادة بالزور لموافقيهم .فلم يفرق الشافعي فى هذا النص بين الداعية وغيره، ثم ما الفرق فى المعنى بينهما؟ وهذا البخارى قد خرج لعمران بن حطان الخارجى مادح عبد الرحمن بن ملجم قاتل علي، وهذا من أكبر الدعاة إلى البدعة(الباعث الحثيث الٰى اختصار علوم الحديث لابنِ كثير، ص ٩٩،١٠٠ ،النوع الثالث والعشرون،معرفة من تقبل روايته ومن لا تقبل وبيان الجرح والتعديل)

اور پانچواں قول مبتدعین کی ان روایات کے قبول نہ ہونے کا، جو ان کے اپنے مذہب کی نصرت، اور اپنی بدعت کے مضبوط ہونے سے متعلق ہوں، اور اس کے علاوہ دیگر روایات کے قبول ہونے کا ہے۔ [1]

---

[1] وان كانت بدعته اعتقادية ، فإن كانت مكفرة فلا خلاف فى عدم قبوله روايته لكفره، و إن كانت غير مكفرة فقيل: تُرد روايته مطلقاً، روى ذلك عن جمع من السلف، كمالك و عامة أصحابه، والقاضى أبى بكر الباقلانى و أتباعه، حكاه الخطيب فى ”الكفاية“، ونقله الآمدى عن الأكثرين، وبه جزم ابنُ الحاجب، وذلك لكونه فاسقاً و إن كان متأولاً غير معاند، فكما استوى الكافر المتاول و المعاند، كذلك يستوى الفاسق المتاول و المعاند، عملاً كان أو اعتقاداً.

واستنكر هذا القول ابنُ الصلاح و ابنِ حجر وغيرهما، لكونه مخالفاً لطريقة عامة أهل الحديث.

وقيل ترد روايتهٔ إذا استحل الكذب فى الرواية أو الشهادة نُصرة لمذهبه، وهو المنقول عن الشافعى، نص عليه فى ”الأم“ و غيره، من أنه تقبل الشهادة والرواية من غير الخطابية، بفتح الخاء المعجمة وتشديد الطاء المهملة، وهم طائفة من الروافض يرون الشهادة بالزور لموافقيهم، ويجوزون الكذب لنصرة مذهبهم، ونحوه ذكر أصحابنا فى كتاب الشهادات: أنه تقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية.

والوجه فى ذلك أن المتبدع الذى لا يستحل الكذب وإن كان فاسقاً لكن فسقهٔ اعتقدى بتأويل، و تدينه يحجزه عن ارتكاب الكذب و سائر الكبائر، فلا يكون هو مثل الفاسق العملى، الذى لا يبالى بما عمل به بدعةً أو منهياً عنه نصاً.

وهذا القول حكاه الخطيب عن ابن أبى ليلىٰ وسفيان الثورى وأبى حنيفة أيضاً، ونسبه الحاكم إلى أكثر أئمة الحديث، وقال الإمام الرازى فى ”المحصول“: إنه الحق، ورجحه ابنُ دقيق العيد وغيره.

وقيل إنما تقبل روايته إذا كان مرويهٔ مما يشتمل على ما ترد به بدعتهٔ، لبعده حينئذٍ عن تهمة الكذب جزماً.

وقيل: إنما تقبل إذا كانت بدعتهٔ صغرى، وإن كانت كبرى فلا تقبل، فتقبل رواية أرباب التشيع بالمعنى المشهور فى عرف المتقدمين، وهو اعتقاد تفضيل عليٍّ علىٰ عثمان، أو اعتقاد أن علياً أفضل الخلق بعد رسول اللّٰه، وأنه مصيب فى حروبه كلها، ومخالفها مخطى. وبهذا المعنى نُسب جمعٌ من أهل الكوفة المتقدمين إلى التشيّع. ولا تقبل رواية المتشيِّع بالمعنى المشهور فى عرف المتاخرين، و هو التبرِّى من الشيخين أبى بكر و عمر، وسبهما، وسبُّ غيرهما من الصحابة المخالفين لعليّ رضى اللّٰه عنه أو تكفير أكثر الصحابة سوى عليّ و من وافقه.

وقيل تّرد رواية من كان يدعو إلى بدعته و يقصد ترويجها، وتقبل رواية غيره، ولذا لمّا قال عبد اللّٰه بن أحمد بن حنبل لأبيه: لم رويتَ عن أبى معاوية الضرير و كان مرجئاً، ولم ترو عن شبابةَ و كان قدرياً؟ فقال: لأن أبا معاوية لم يكن يدعوا إلى الإرجاء، وشبابةَ كان يدعو إلى القدر.

وهذا القول حكاه بعضهم عن الشافعية كلهم، وابن الصلاح عن الكثير أو الأكثر من المحدثين. و

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ظفر احمد عثمانی صاحب نے ''قواعد فی علوم الحدیث ''میں ''بدعتِ مکفرة وبدعتِ مفسقة '' کی تقسیم کی ہے، اوربدعتِ مکفرة کے لئے تمام امت کےقواعد کے متفق علیہ طریقہ پر ہونے کوضروری قراردیا ہے۔

اسی کے ساتھ بدعتی کی روایت قبول ہونے نہ ہونے سے متعلق مختلف اقوال کوذکر کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ابنُ حبان فی کتاب "الثقات" فی ترجمة جعفر بن سلیمان الضبعی: لیس بین أهل الحدیث من أئمتنا خلافٌ أن الصدوق المتقن إذا کانت فیه بدعة، ولم یکن یدعو إلیها: أن الاحتجاج بأخباره جائز، فإذا دعا إلیها سقط الاحتجاج بأخباره. انتهیٰ. وقیل: لا تقبل روایاتُ المبتدعین التی فیها نصرة مذهبهم، واعتضاد بدعتهم، وما سواهما تقبل إذا کانوا صادقین ورِعین (ظفر الامانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی، ص ۴۹۰ الیٰ ۴۹۲، الباب الثانی فی الجرح والتعدیل، الناشر: مکتب المطبوعات الاسلامیة بحلب، الطبعة الثالثة فی بیروت: 1416)

[1] وأما البدعة فالموصوف بها إما أن یکون ممن یکفر بها، أو یفسق.

فالمکفر بها لا بد أن یکون ذلک التکفیر متفقا علیه من قواعد جمیع الائمة، کما فی غلاة الروافض من دعوی بعضهم حلول الإلهیة فی علی أو غیره، أو الإیمان برجوعه إلی الدنیا قبل یوم القیامة (أو وقوع التحریف فی القران، أو نسبة التهمة إلی السیدة عائشة الصدیقة رضی الله عنها، ولعن قاذفها، فروایة هؤلاء مردودة قطعاً)

والمفسق بها کبدع الخوارج والروافض الذین لا یغلون ذلک الغلو، وغیر هؤلاء من الطوائف المخالفین لأصول السنة خلافا ظاهرا، لکنه مستنده إلی تأویل ظاهره سائغ ، فقد اختلف أهل السنة فی قبول حدیث من هذا سبیله إذا کان معروفا بالتحرز من الکذب مشهورا بالسلامة من خوارم المروء ة،موصوفا بالدیانة والعبادة، فقیل: یقبل مطلقا، وقیل یرد مطلقا.

والثالث التفصیل بین أن یکون داعیة لبدعته أو غیر داعیة ، فیقبل حدیث غیر الداعیة، یرد حدیث الداعیة.

وهذا المذهب هو الأعدل وصارت إلیه طوائف من الأئمة، وادعی ابن حبان إجماع أهل النقل علیه، لکن فی دعوی ذلک نظر، ثم اختلف القائلون بهذا التفصیل فبعضهم أطلق ذلک، وبعضهم زاده تفصیلا،فقال: إن شتملت روایة غیر الداعیة علی ما یشید بدعته ویزینها ویحسنها ظاهرا فلا تقبل ، وإن لم تشتمل فتقبل ، کذا فی "مقدمة الفتح " للحافظ.

وقال فی "قفو الأثر": وعندنا أی الحنفیة ، إن أدت إلی الکفر لم تقبل روایة صاحبها وفاقا لأکثر الأصولیین ، وإن أدت إلی الفسق فقیل: قبلت روایة صاحبها إذا کان عدلا ثقة غیر داعیة، اهـ ، وصرح فیما بعد بکون هذا هو المختار.

قال الحافظ فی "مقدمة الفتح": وأعلم أنه قد وقع من جماعة الطعن فی جماعة بسبب اختلافهم فی العقائد ،فینبغی التنبه لذلک وعدم الاعتداد به إلا بحق . ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب نے ''قواعد فی علوم الحدیث'' میں یہ بھی فرمایا کہ:

**قلت فالغلو فی التشیع لیس بجرح اذا کان الراوی ثقة** (قواعد فی علوم الحدیث ،ص ۹۰۵۹،مشموله "اعلاء السنن" ج۱۸، الغلو فی التشیع لیس بجرح إذا کان الراوی ثقة )

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ تشیع میں غلو ''جرح'' نہیں ہے، جبکہ راوی ثقہ ہو (قواعد فی علوم الحدیث)

بعض محدثین کی طرف سے تکفیر کے باب میں تذبذب، اور ایک دوسرے کے متضاد اقوال کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ''تکفیر وعدمِ تکفیر'' کے باب کا اصل تعلق مجتہدین ومتکلمین حضرات سے ہے، جنہوں نے اس سلسلہ میں نہایت احتیاط پر مبنی قواعد وضوابط کو منضبط فرما دیا ہے، جن محدثین کو ان حضرات کی تحقیق کی طرف توجہ ومیلان ہوا، انہوں نے ان کے مطابق قول کیا، اور ''بدعتِ مکفرة'' کو ''کفرِ تاویلی'' قرار دے کر ''تکفیر'' سے اجتناب کیا، اور جو محدثین مذکورہ مجتہدین ومتکلمین کے قول کی طرف متوجہ، یا ان کے قول سے متفق نہ ہوئے، انہوں نے تکفیر کا قول کیا۔

اور ''لکل فن رجال'' کے مطابق احادیث کے فنِ جرح وتعدیل میں محدثین کے اقوال کے حجت ہونے کے باوجود ''بابِ تکفیر'' میں ہمارا رجحان ''مجتہدین ومتکلمین'' کی طرف ہے، جیسا کہ گذرا، اور آگے بھی آتا ہے۔

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وکذا عاب جماعة من الورعین جماعة دخلوا فی أمر الدنیا فضعفوهم لذلک ،ولا أثر لذلک التضعیف مع الصدق والضبط، والله الموفق .

وأبعد ذلک کله من الاعتبار تضعیف من ضعف بعض الرواة بأمر یکون الحمل فیه علی غیره ،أو للتجامل بین الأقران .

وأشد من ذلک تضعیف من ضعف من هو أوثق منه ،أو أعلی قدرا ،أو أعرف بالحدیث ،فکل هذا لا یعتبر به.اهـ (قواعد فی علوم الحدیث ،مشمولة "اعلاء السنن" ج۱۸ ص ۸۹۶۹ الیٰ ۸۹۷۱، الفصل السابع فی اصول الجرح والتعدیل والفاظهما واسباب الجرح لایقبل الجرح المبهم ، ویقبل فیمن لم یوثقه احد،البدعة نوعان مؤثرة فی رد الروایة وغیر مؤثرة، الناشر: دارالفکر، بیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ: ۱۴۲۱ھ، 2001م)

امام تقی الدین سُبکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 756ھ) نے روافض کے مسئلہ پر مختلف اقوال نقل کئے ہیں، اورانہوں نے ''فتاویٰ سُبکی'' میں ''روافض کی ''علی الاطلاق عدمِ تکفیر'' کے راجح ہونے کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**ولا شک أن الروافض ینکرون ما علم بالضرورة ویفترون علی من علمنا بالضرورة براء تهم مما افتروا علیهم به ولکن السر فی تکفیر منکر ما علم بالضرورة تضمنه لتکذیب النبی -صلی الله علیه وسلم -والروافض هنا لا یقولون ولا هو مضمون قولهم ولکنهم یدعون أن الذین یقولون هم :هو الذی أتی به النبی -صلی الله علیه وسلم -ونحن نکذبهم فی ذلک ونعلم مباهتتهم ولکن التکفیر فوق ذلک فلم نتحقق إلی الآن من مالک ما یقتضی قتله** (فتاوی السبکی، ج۲، ص ۵۷۹، کتاب العتق، باب جامع، فصل قال ابن المنذر لا أعلم أحدا یوجب القتل بمن سب من بعد النبی صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: اوراس میں شک نہیں کہ روافض ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں، جوضروری طور پر معلوم ہیں، اور وہ ایسے افراد پر جھوٹ گھڑتے ہیں، جن کا اِن گھڑی ہوئی باتوں سے بریٔ ہونا، ہمیں ضروری طور پر معلوم ہے۔

لیکن جو چیز ضروری طور پر معلوم ہو، اس کے منکر کی تکفیر کی بنیاد یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کو متضمن ہوتی ہے۔

مگر روافض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے قائل نہیں ہیں، اور نہ ہی ان کا قول، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کو متضمن ہے، البتہ وہ اپنے (یا ائمہ کے) قول کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے، اور ہم اس سلسلہ میں ان کی تکذیب کرتے ہیں، اور ہم ان کے اقوال کی حقیقت کو جانتے ہیں، لیکن کسی کو کافر قرار دینے کا معاملہ اس سے اوپر کی چیز ہے۔

پس امام مالک سے تاحال ہمارے سامنے ایسی بات محقق نہیں ہوئی، جو اس (رافضی) کے (بسببِ کفر) قتل کی مقتضی ہو (فتاویٰ سبکی)

تکفیر میں احتیاط کی اسی اعتدال وانصاف کی روِش کو آلوسی خاندان نے بھی ملحوظ رکھا، جو اہلِ

تشیع کے جملہ فرقوں اور اُن کے عقائد سے واقف تھے، اوران کی تردید پران کی مستقل تصانیف موجود ہیں۔

تاہم حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی نے ''فتح الباری'' میں تقی الدین سبکی کی طرف سے خوارج اورروافض کوکافرقرار دینے کی اس توجیہ کاذکرکیا ہے کہ یہ ''اعلامِ صحابہ'' کی تکفیرکرتے ہیں، جو تکذیبِ نبی ونصوص کو متضمن ہے، جن میں صحابہ کے لئے جنت کی شہادت دی گئی ہے۔

لیکن ان کے دلائل ذکرکرنے کے بعد علامہ ابنِ حجر نے فرمایا کہ اکثر حضرات نے ان کی تکفیر اس لئے نہیں کی کیونکہ وہ تاویلِ فاسد سے استنادکرتے ہیں۔ [1]

شہاب الدین قسطلانی (المتوفی:923ھ) نے بھی بخاری کی شرح میں تقی الدین سبکی کا

---

[1] وممن جنح إلى ذلک من أئمة المتأخرين الشيخ تقى الدين السبكى فقال فى فتاويه احتج من كفر الخوارج وغلاة الروافض بتكفيرهم أعلام الصحابة لتضمنه تكذيب النبى صلى الله عليه وسلم فى شهادته لهم بالجنة............

وذهب أكثر أهل الأصول من أهل السنة إلى أن الخوارج فساق وأن حكم الإسلام يجرى عليهم لتلفظهم بالشهادتين ومواظبتهم على أركان الإسلام وإنما فسقوا بتكفيرهم المسلمين مستندين إلى تأويل فاسد وجرهم ذلک إلى استباحة دماء مخالفيهم وأموالهم والشهادة عليهم بالكفر والشرک وقال الخطابى أجمع علماء المسلمين على أن الخوارج مع ضلالتهم فرقة من فرق المسلمين وأجازوا مناكحتهم وأكل ذبائحهم وأنهم لا يكفرون ما داموا متمسكين بأصل الإسلام.

وقال عياض كادت هذه المسألة تكون أشد إشكالا عند المتكلمين من غيرها حتى سأل الفقيه عبد الحق الإمام أبا المعالى عنها فاعتذر بأن إدخال كافر فى الملة وإخراج مسلم عنها عظيم فى الدين قال وقد توقف قبله القاضى أبو بكر الباقلانى وقال لم يصرح القوم بالكفر وإنما قالوا أقوالا تؤدى إلى الكفر وقال الغزالى فى كتاب التفرقة بين الإيمان والزندقة والذى ينبغى الاحتراز عن التكفير ما وجد إليه سبيلا فإن استباحة دماء المصلين المقرين بالتوحيد خطأ والخطأ فى ترک ألف كافر فى الحياة أهون من الخطإ فى سفک دم لمسلم واحد ومما احتج به من لم يكفرهم قوله فى ثالث أحاديث الباب بعد وصفهم بالمروق من الدين كمروق السهم فينظر الرامى إلى سهمه إلى أن قال فيتمارى فى الفوقة هل علق بها شىء قال بن بطال ذهب جمهورالعلماء إلى أن الخوارج غير خارجين عن جملة المسلمين لقوله يتمارى فى الفوق لأن التمارى من الشک وإذ وقع الشک فى ذلک لم يقطع عليهم بالخروج من الإسلام لأن من ثبت له عقد الإسلام بيقين لم يخرج منه إلا بيقين(فتح البارى،ج ١٢،ص ٢٩٩ الىٰ ٣٠١، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،قوله باب من ترک قتال الخوارج للتأليف ولئلا ينفر الناس عنه)

خوارج وروافض کے متعلق مذکورہ نقل کرنے کے بعد ”اعلامِ صحابہ کی تکفیر“ کی وجہ سے ”عدمِ تکفیر“ کے قول کو اہل السنۃ کے اکثر اہلِ اصول کی طرف منسوب کیا ہے، اوراس کی تائید میں دیگراقوال بھی نقل کئے ہیں۔ [1]

بعض دیگر حضرات نے بھی سبکی کی اس تکفیر کی رائے کو امام شافعی کے برخلاف مرجوح، اور شافعیہ کے راجح قول کے بجائے، سبکی کی ذاتی رائے قرار دیا ہے۔ [2]

اورخوارج وروافض کی عدمِ تکفیر کے بارے میں یہ وہی بات ہے، جس کو محققینِ حنفیہ نے بھی

---

[1] وقال الشيخ تقى الدين السبكى فى فتاويه :احتج من كفر الخوارج وغلاة الروافض بتكفيرهم أعلام الصحابة لتضمنه تكذيب النبى -صلى الله عليه وسلم -فى شهادته لهم بالجنة قال :وهو عندى احتاج صحيح، وذهب أكثر أهل الأصول من أهل السنة إلى أن الخوارج فساق وأن حكم الإسلام يجرى عليهم لتلفظهم بالشهادتين ومواظبتهم على أركان الإسلام وإنما فسقوا بتكفيرهم المسلمين مستندين إلى تأويل فاسد وجرهم ذلك إلى استباحة دماء مخالفيهم وأموالهم والشهادة عليهم بالكفر والشرك .وقال القاضى عياض :كادت هذه المسألة أن تكون أشد إشكالا عند المتكلمين من غيرها حتى سأل الفقيه عبد الحق الإمام أبا المعالى عنها فاعتذر بأن إدخال كافر فى الملة وإخراج مسلم منها عظيمة فى الدين قال :وقد توقف قبله القاضى أبو بكر الباقلانى وقال لم يصرح القوم بالكفر وإنما قالوا أقوالا لا تؤدى إلى الكفر، وقال الغزالى فى كتاب التفرقة بين الإيمان والزندقة :الذى ينبغى الاحتراز عن التكفير ما وجد إليه سبيل فإن استباحة دماء المسلمين المصلين المقرين بالتوحيد خطأ والخطأ فى ترك ألف كافر فى الحياة أهون من الخطأ فى سفك دم مسلم واحد(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج٠١، ص٨٦، ٨٧، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم)

[2] نص الشافعى رضى الله عنه وهو قوله أقبل شهادة أهل البدع والأهواء إلا الخطابية صريح فيما قاله النووى مع أن المعنى يساعده وأيضا.

فتصريح أئمتنا فى الخوارج بأنهم لا يكفرون وإن كفرونا لأنه بتأويل فلهم شبهة غير قطعية البطلان صريح فيما قاله النووى ويؤيده قول الأصوليين إنما لم تكفر الشيعة والخوارج لكونهم كفروا أعلام الصحابة المستلزم لتكذيبه صلى الله عليه وسلم فى قطعه لهم بالجنة لأن أولئك المكفرين لم يعلموا قطعا تزكية من كفروه على الإطلاق إلى مماته وإنما يتجه لتكفيرهم أن لو علموا ذلك لأنهم حينئذ يكونون مكذبين له صلى الله عليه وسلم.

وبهذا تعلم أن جميع ما يأتى عن السبكى إنما هو اختيار له مبنى على غير قواعد الشافعية وهو قوله جواب الأصوليين المذكور إنما نظروا فيه إلى عدم الكفر لأنه لا يستلزم تكذيبه صلى الله عليه وسلم ولم ينظروا لما قلناه إن الحديث السابق دال على كفره(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، ج١، ص١٣٠، ١٣١، المقدمة الثالثة، الفصل الخامس، خاتمة)

اختیار کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّالمحتار'' میں فرماتے ہیں:

**الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين.**
**نعم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا** (ردالمحتار، ج۴ص۲۳۷،کتاب الجهاد، باب المرتد،مطلب مهم فى حكم سب الشيخين)

ترجمہ: جو خوارج مسلمانوں کے خون اور ان کے مالوں کو حلال سمجھتے ہیں، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں، تو جمہور فقہاء اور جمہور محدثین کے نزدیک ان کا حکم باغیوں کا ہے، اور بعض اہلِ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ وہ مرتد ہیں، ابنِ منذر نے فرمایا کہ میرے علم میں نہیں کہ کسی نے ان بعض اہلِ حدیث کی، ان کو کافر قرار دینے کے قول میں موافقت کی ہو، اور یہ فقہاء کے اجماع کے نقل ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اور ''المحیط'' میں یہ بات مذکور ہے کہ بعض فقہاء نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی، البتہ بعض نے بعض اہلِ بدعت کی تکفیر کی ہے، اور وہ، وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی بدعت کے ذریعہ سے دلیلِ قطعی کی مخالفت کی ہو، پھر اس کی اکثر اہلِ سنت کی طرف نسبت کر دی، لیکن پہلی نقل زیادہ ثابت ہے، اور ابنِ منذر مجتہدین کے کلام کی نقل سے زیادہ واقف ہیں۔

ہاں البتہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا قول بہت زیادہ واقع ہوا ہے، لیکن ان

فقہاء کے کلام سے اس کا تعلق نہیں، جو کہ مجتہدین ہیں، بلکہ اس قول کا غیر مجتہدین کے کلام سے تعلق ہے، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں، اور مجتہدین سے وہی منقول ہے، جو ہم نے ذکر کیا (ردالمحتار)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی دوسری تالیف میں فرماتے ہیں:

**وإذا كان هذا فيمن يظهر سب جميع السلف فكيف من يسب الشيخين فقط ، فعلم أن ذلک ليس قولا لأحد من المجتهدين وإنما هو قول لمن حدث بعدهم ، وقد مر في عبارة الفتح أنه لا عبرة بغير كلام الفقهاء المجتهدين ، اللّٰهم إلا أن يكون المراد بما في الخلاصة أنه كافر إذا كان سبه لهما لأجل الصحبة ،أو كان مستحلا لذلک بلا شبهة تأويل أو كان من غلاة الروافض ممن يعتقد كفر جميع الصحابة ، أو ممن يعتقد التناسخ وألوهية على ، ونحو ذٰلک، أو المراد أنه كافر أي إعتقد ما هو كفر ،وإن لم نحكم بكفره إحتياطا ، أو هو مبني على قول البعض بتكفير أهل البدع**

(كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۱۳۳، ۱۳۴، الباب الاول في حكم ساب احد الصحابة رضى الله عنهم ، ضابط تكفير اهل البدع من روافض ونحوهم ، مطبوعة: دار الآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: اور جب یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے، جو تمام سلف کو سبّ وشتم کرتا ہو، تو جو شخص صرف شیخین رضی اللہ عنہما کو سبّ وشتم کرتا ہو، اس کے بارے میں یہ حکم کیونکر نہیں ہوگا، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ قول مجتہدین میں سے کسی کا نہیں ہے، بلکہ یہ مجتہدین کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کا قول ہے، اور ''فتح القدیر'' کی عبارت میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ فقہائے مجتہدین کے علاوہ کے کلام کا اعتبار نہیں، الّا یہ کہ ''خلاصة'' کی مراد یہ ہو کہ وہ اس وقت کافر ہوگا کہ جب شیخین رضی اللہ عنہما کو ''صحابی'' ہونے کی وجہ سے سبّ وشتم کرے، کسی شبہ وغیرہ کے بغیر اس کو حلال سمجھے، یا غالی رافضیوں میں سے اس شخص کی تاویل کی جائے، جو تمام صحابہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھے، یا تناسخ اور علی رضی اللہ عنہ کی الوھیت کا عقیدہ رکھے، یا اسی طرح کا کوئی اور عقیدہ رکھے، یا کافر ہونے کی مراد

یہ ہو کہ اس نے اس چیز کا عقیدہ رکھا، جو کہ کفر ہے، اگرچہ ہم احتیاطاً اس کے کفر کا حکم نہیں لگائیں گے، یا پھر یہ بعض حضرات کے اس قول پر مبنی ہو، جو اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں (مگر یہ قول ائمۂ متبوعین اور جمہور کے خلاف اور مرجوح ہے)

(تنبیہ الولاۃ)

صحیح احادیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کے عمل کو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایذاء پہچانے کے عمل کو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کے عمل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا، فرمایا گیا ہے۔ [1]

---

[1] عن أبی عبد الله الجدلی، قال :دخلت علی أم سلمة، فقالت لی :أیسب رسول الله صلى الله عليه وسلم فیكم؟ قلت :معاذ الله، أو سبحان الله، أو كلمة نحوها، قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :من سب علیا، فقد سبنی (مسند أحمد،رقم الحدیث ۲۶۷۴۸ )

قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح(حاشیة مسند احمد)

عن عبد الله بن نیار الأسلمی .عن عمرو بن شأس قال :قال لی رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-قد آذیتنی ."قلت :یا رسول الله، ما أحب أن أؤذیک .قال" :من آذى علیا لقد آذانی(موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان،رقم الحدیث ۲۲۰۲)

قال حسین سلیم أسد الدّارانی : إسناده جید، فقد صرح ابن إسحاق بالتحدیث عند البیهقی(حاشیة موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان)

عن أبی عثمان النهدی قال :قال رجل لسلمان :ما أشد حبک لعلی، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :من أحب علیا فقد أحبنی، ومن أبغض علیا فقد أبغضنی (المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ۴۶۴۸)

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح على شرط الشیخین، ولم یخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخیص:على شرط البخاری ومسلم.

عن حیان الأسدی، سمعت علیا یقول :قال لی رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الأمة ستغدر بک بعدی، وأنت تعیش على ملتی، وتقتل على سنتی، من أحبک أحبنی، ومن أبغضک أبغضنی، وإن هذه ستخضب من هذا -یعنی لحیته من رأسه -صحیح (المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ۴۶۸۶)

قال الذهبی فی التلخیص:صحیح.

اگرچہ اس قسم کی روایات کی بناپر بعض شیعہ وروافض متعدد لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں، اور بعض اس میں تفصیل کے قائل ہیں، جیسا کہ گذرا، لیکن اہل السنۃ کے نزدیک نبی کو سب وشتم کرنا، آپ کو ایذاء پہنچانا، اور آپ سے بغض رکھنا، تو کفر ہے، لیکن خوارج کے حضرت علی کے خلاف ان اعمال کو اختیار کرنے کے باوجود جمہور نے خوارج کی اس لئے تکفیر نہیں کی، کیونکہ ان خوارج کے یہ اعمال تاویل پر مبنی ہیں۔

پس جمہور کے نزدیک اس طرح کے اعمال بعض دوسرے صحابہ کے خلاف تاویل کے ساتھ اختیار کرنے پر بھی یہی ’’عدمِ تکفیر‘‘ کا حکم ہوگا۔

## شمس الدین اسیوطی کے حوالہ جات

شمس الدین، محمد بن احمد بن علی اسیوطی شافعی (المتوفیٰ:880ھ) اپنی تالیف ’’جواھر العقود ومعین القضاۃ‘‘ میں شیعہ وروافض‘‘ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أهل البدع من الرافضة وأنواع الشيعة فهم طوائف كثيرة،يجمعهم حب علي بن أبي طالب رضي الله عنه.

وتختلف فرقهم في سواه.فأما مع إجماعهم على حبه فهم مختلفون في اعتقادهم فيه (جواهر العقود ومعين القضاة والموقعين والشهود، ج٢، ص ٢٧١،كتاب الأيمان،فصل وإذا كان له مال غائب)

ترجمہ: رافضہ کے اہلُ البدعۃ، اور انواعِ شیعہ کی بہت زیادہ جماعتیں ہیں، جن کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت جمع کرتی ہے، اور اس محبت کے علاوہ دوسری چیزوں میں ان کے فرقے مختلف ہیں۔

پس ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت پر جمع ہونے کے باوجود، یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اعتقاد میں مختلف ہیں (جواہر العقود)

پھر آگے چل کر شیعہ وروافض کے مختلف پائے جانے والے فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

منهم النصيرية والإسماعيلية والإمامية والزيدية.

**فأما النصرية فهم القائلون بألوهية على، وإذا مر بهم السحاب، قالوا السلام عليك أبا الحسن يزعمون أن السحاب مسكنه، ويقولون إن الرعد صوته وإن البرق ضحكه وإن سلمان الفارسی رسوله ويحبون ابن ملجم** (جواهر العقود ومعين القضاة والموقعين والشهود، ج۲،ص ۲۷۱، كتاب الأيمان،فصل وإذا كان له مال غائب)

ترجمہ: ان شیعہ میں ''نصیریہ'' اور ''اسماعیلیہ'' اور ''امامیہ'' اور ''زیدیہ'' ہیں۔

جہاں تک نصیریہ کا تعلق ہے، تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل ہیں، اور جب ان کے سامنے سے بادل گزرتا ہے، تو وہ یہ کہتے ہیں ''السلام علیک أبا الحسن''۔

وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ بادل حضرت علی کا مسکن ہے، اور بادل کی گرج حضرت علی کی آواز ہے، اور بادل کی چمک حضرت علی کی ہنسی ہے، اور سلمان فارسی ان کے رسول ہیں، اور یہ لوگ ابنِ ملجم سے محبت رکھتے ہیں (جواہر العقود)

پھر نصیریہ کی مزید تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

**وهى طائفة ملعونة مجوسية المعتقد** (جواهر العقود ومعين القضاة والموقعين والشهود، ج۲،ص ۲۷۴، كتاب الأيمان،فصل وإذا كان له مال غائب)

ترجمہ: اور یہ ملعون جماعت ہے، جو مجوسیوں کے عقیدہ کی حامل ہے (جواہر العقود)

پھر اسماعیلیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اسلام کا اظہار، اور امامیہ کے قول کے قائل ہیں، لیکن تناسخ اور حلول کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور اسماعیلیہ کی یہ جماعت کافر ہے۔[1]

علامہ ابنِ تیمیہ، حافظ ذہبی، اور مفتیِ اعظم پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ وغیرہ جیسے محققین نے بھی جا بجا تصریح کی ہے کہ اسماعیلیہ اور نصیریہ کا تعلق بنیادی طور پر

---

[1] وأما الإسماعيلية وهم القائلون بانتقال الإمامة بعد جعفر الصادق إلى ابنه الأكبر إسماعيل وهو جد الخلفاء الفاطميين بمصر.

وهذه الطائفة هم شيعة تلك الدولة والقائلين بتلك الدعوة وتلك الكلمة وهم وإن أظهروا الإسلام وقالوا بقول الإمامية،ثم خالفوهم فى موسى الكاظم وقالوا بأنها لم تصر إلى أخيه إسماعيل فإنهم طائفة كافرة تعتقد التناسخ والحلول ثم هم مختلفون فيما بعد(جواهر العقود ومعين القضاة والموقعين والشهود، ج۲،ص ۲۷۴، كتاب الأيمان،فصل وإذا كان له مال غائب)

منافقین زنادقہ سے تھا، انہوں نے اپنے نفاق وزندقہ کو چھپانے کے لئے روافض وامامیہ میں تداخل اختیار کیا، اوران کا لبادہ اوڑھا، اوراپنے آپ کو''امامیہ'' کے نام سے موسوم کیا، اور اسی نام سے اپنے کافرانہ عقائد کی تبلیغ وتشہیر کی۔

جب کہ علامہ ابنِ تیمیہ کی ''الفتاویٰ الکبریٰ'' کے حوالہ سے یہ پہلے گزر چکا ہے کہ:

''اور''شیعہ'' کا دوسرا درجہ معروف ومشہور روافض کا ہے، جیسا کہ''امامیہ'' اور دوسرے شیعہ، جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد برحق امام ہیں، نصِ جلی، یا خفی کی رو سے، اوران پر ظلم کیا گیا، اوران کے حق کو روکا گیا، اور یہ لوگ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں، اوران کو سب وشتم کرتے ہیں، اور ائمہ کے نزدیک یہی''رافضہ'' کی نشانی ہے، یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بغض اوران پر سب وشتم کرنا''۔انتہٰی۔

پھراس کے بعد شمس الدین، محمد بن احمد بن علی اسیوطی شافعی نے فرمایا کہ:

**وأما الإمامية فهم القائلون إن الأئمة اثنا عشر إماما أولهم علي وآخرهم المنتظر في آخر الزمان. وهم الذين خالفتهم الإسماعيليةفقالوا بإمامة إسماعيل بن جعفر، وقال هؤلاء بإمامة موسى الكاظم بن جعفر. وهم مسلمون إلا أنهم أهل بدع كبيرةوهم سبابون** (جواهر العقود ومعين القضاة، ج ۲، ص ۲۷۵، كتاب الأيمان، فصل وإذا كان له مال غائب)

ترجمہ: اور جہاں تک''امامیہ'' کا تعلق ہے، تو وہ بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں، جن کے اول امام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور آخری امام آخرِ زمان میں''منتظر'' ہیں۔

اور یہ امامیہ، اسماعیلیہ سے اسماعیل بن جعفر کی امامت میں اختلاف کرتے ہیں، اور یہ امامیہ موسیٰ کاظم بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔

اور یہ''امامیہ''''مسلمان'' ہیں، لیکن کبیرہ بدعت والے ہیں، جو کہ سب وشتم کرتے ہیں (**وسباب المسلم فسوق**) (جواہر العقود)

پھر اس کے بعد زیدیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

**وأما الزيدية فهم أقرب القوم إلى القصد الأمم** (جواهر العقود ومعين القضاة، ج ٢، ص ٢٧٦، كتاب الأيمان، فصل وإذا كان له مال غائب)

ترجمہ: اور جہاں تک ''زیدیہ'' کا معاملہ ہے، تو وہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اہلِ سنت کے زیادہ قریب ہیں (جواہر العقود)

شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (المتوفیٰ: 902ھ) نے صاحبِ ''جواھرُ العقود'' (المتوفیٰ: 880ھ) کا تذکرہ کرتے ہوئے، ان کے علم وفقہ میں مقامِ عالی کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ، ان سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اکثر محققینِ شافعیہ بھی شیعہ رافضہ، وامامیہ کی علی الاطلاق تکفیر کے قائل نہیں، اور جو تکفیر کے قائل ہیں، ان کا قول دلائل کی رُو سے خود محققینِ شافعیہ کے نزدیک بھی مرجوح ہے، جس طرح تکفیر کا قول محققینِ حنفیہ کے نزدیک بھی مرجوح ہے۔

اور تکفیر کا قول اگرچہ ہر دور میں پایا جاتا رہا ہے، لیکن دلائل کی رُو سے اس کو مرجوح قرار دیا جاتا رہا، یا اس کو عدمِ تاویل کی صورت پر محمول کیا گیا۔

پس ماضی قریب، یا موجودہ زمانہ میں جن علماء نے تکفیر کا قول کیا، وہ بھی مرجوح اور عدمِ تاویل پر مبنی ہے، جس پر علی الاطلاق فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

---

[1] ولقيني بمكة ثم بالقاهرة (الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، لشمس الدين السخاوي، ج٧، ص ١٣، حرف الميم، ذكر من اسمه محمد، تحت ترجمة "محمد بن أحمدبن على بن عبد الخالق الشمس الاسيوطى")

(باب نمبر 5)

# مالکیہ کی عبارات وحوالہ جات

## ابنِ عبدالبر قرطبی کے حوالہ جات

ابنِ عبدالبر قرطبی مالکی (المتوفیٰ:463ھ) ''التمهيد لما فى الموطأ من المعانی والأسانيد'' میں فرماتے ہیں:

**ليس هذا بشیء والذی عليه جماعة العلماء وجمهور الفقهاء من الحجازيين والعراقيين أنه يصلی علی ما قال لا إله إلا الله مذنبين وغير مذنبين مصرين وقاتلی أنفسهم وكل من قال لا إله إلا الله .**
**إلا أن مالكا خالف فی الصلاة علی أهل البدع فكرهها للأئمة ولم يمنع منها العامة وخالف أبو حنيفة فی الصلاة علی البغاة.**
**وسائر العلماء غير مالک يصلون علی أهل الأهواء والبدع والكبائر والخوارج وغيرهم** (التمهيد لما فی الموطأ من المعانی والأسانيد، لابن عبد البر، ج۲۴، ص ۱۳۲، باب الياء)

ترجمہ: اس بات کی کوئی حیثیت نہیں، اور جس بات پر علماء کی جماعت اور جمہور فقہائے حجازیین وعراقیین ہیں، وہ یہ ہے کہ جو بھی ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے، اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، خواہ وہ گناہ گار لوگ ہوں، یا غیر گناہ گار ہوں، گناہ پر اصرار کرنے والے ہوں، اور خواہ خودکشی کرنے والے ہوں، اور ہر ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

لیکن امام مالک نے اہلِ بدعت کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی مخالفت کی ہے، اس کو ائمہ کے لیے مکروہ قرار دیا ہے، اور عامۃُ الناس کو اہلِ بدعت کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا، اور امام ابوحنیفہ نے باغیوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی مخالفت کی ہے۔

اورامام مالک کے علاوہ تمام علماء، اہلِ اھواء واہلِ بدعت اور اہلِ کبائر اور خوارج اور غیر خوارج کی نمازِ جنازہ کے قائل ہیں (التمہید)

اورابنِ عبدالبر قرطبی مالکی (المتوفیٰ: 463ھ) ''الاستذکار'' میں اہلِ قبلہ کی نمازِ جنازہ پڑھے جانے کے متعلق، عطاء وابنِ سیرین کی روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقال بن عبد الحكم عن مالك لا تترك الصلاة على أحد مات ممن يصلي إلى القبلة.

وهو قول الشافعي وجماعة الفقهاء يصلى على كل من شهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وكره مالك من بين سائر العلماء أن يصلى أهل العلم والفضل على أهل البدع (الاستذكار، لابن عبدالبر، ج٣، ص ٥٣، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنائز فى المسجد)

ترجمہ: اورابنِ عبدالحکم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جو قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والا فوت ہوجائے، ان میں سے کسی کی نمازِ جنازہ کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ امام شافعی اور فقہاء کی جماعت کا یہی قول ہے کہ ہر وہ شخص جو ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' کی گواہی دے، اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

اورامام مالک نے دوسرے تمام علماء کے مقابلہ میں اہلِ بدعت پر، اہلِ علم واہلِ فضل کے نمازِ جنازہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے (الاستذکار)

اورابنِ عبدالبر قرطبی مالکی (المتوفیٰ: 463ھ) ''الاستذکار'' میں ''قدریہ'' سے متعلق چند روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقال مالك لا يصلى عليهم ولا يسلم على أهل القدر ولا على أهل الأهواء كلهم ولا يصلى خلفهم ولا تقبل شهادتهم.

قال أبو عمر أما قوله لا يصلى خلفهم فإن الإمامة يتخير لها أهل الكمال فى الدين من أهل التلاوة والفقه.

هذا فى الإمام الراتب.

وأما قوله لا يصلى عليهم فإنه يريد لا يصلى عليهم أئمة الدين وأهل العلم لأن ذلك زجر لهم وخزى لهم لابتداعهم رجاء أن ينتهوا عن مذهبهم وكذلك ترك ابتداء السلام عليهم.

**وأما أن تترك الصلاة عليهم جملة إذا ماتوا فلا، بل السنة المجتمع عليها أن يصلى على كل من قال لا إله إلا الله محمد رسول الله مبتدعا كان أو مرتكبا للكبائر.**
**ولا أعلم أحدا من فقهاء الأمصار أئمة الفتوى يقول في ذلك بقول مالك.**
**وقد ذكرنا أقاويل العلماء في قبول شهادتهم في كتاب الشهادات وأن مالكا شذ عنهم في ذلك.**
**إلا أن أحمد بن حنبل قال ما تعجبني شهادة الجهمية ولا الرافضة ولا القدرية قال إسحاق وكذلك كل صاحب بدعة.**
**قال أبو عمر اتفق بن أبي ليلى وبن شبرمة وأبو حنيفة والشافعي وأصحابهما والثوري والحسن بن حي وعثمان التبي وداود والطبري وسائر من تكلم في الفقه إلا مالكا وطائفة من أصحابه على قبول شهادة أهل البدع القدرية وغيرهم إذا كانوا عدولا ولا يستحلون الزور ولا يشهد بعضهم على تصديق بعض في خبره ويمينه كما تصنع الخطابية** (الاستذكار، لابن عبدالبر، ج۸، ص ۲۶۸، کتاب القدر، باب النهی عن القول بالقدر)

ترجمہ: اور امام مالک نے فرمایا کہ ''قدریہ'' کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اور نہ ہی قدریہ اور دوسرے تمام اہل الاھواء واہلِ بدعت لوگوں کو سلام کیا جائے گا، اور نہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے گی، اور نہ ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ ابوعمر (ابنِ عبدالبر قرطبی) فرماتے ہیں کہ جہاں تک امام مالک کے یہ فرمانے کا تعلق ہے کہ ان کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی جائے گی، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امام کے لیے دین میں اہلِ کمال کو اختیار کیا جاتا ہے، جو تلاوت اور فقہ کی اہلیت رکھتے ہوں۔

یہ حکم مستقل امام کے بارے میں ہے۔

اور جہاں تک امام مالک کے یہ فرمانے کا تعلق ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، تو امام مالک کی مراد یہ ہے کہ ان کی ائمۂ دین اور اہلِ علم، نمازِ جنازہ نہیں پڑھیں گے، کیونکہ یہ اُن کے لیے تنبیہ ہے، اور ان کی بدعت کی وجہ سے ان کے لیے رسوائی کا سبب ہے، اس امید کی بناء کہ شاید وہ اپنے مذہب سے باز آجائیں، اور یہی وجہ اُن کو ابتداء بالسلام کے ترک کرنے کی بھی ہے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جب وہ فوت ہوجائیں، تو ان کی نمازِ جنازہ بالکل بھی نہ پڑھی جائے، تو یہ بات درست نہیں، بلکہ مجتمع علیہ سنت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ''لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ'' کہے، تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، چاہے بدعتی ہو، یا کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔

اور فقہائے امصار کے ائمۂ فتویٰ میں سے کوئی میرے علم میں نہیں، جو اس سلسلہ میں امام مالک کے قول کے مطابق، قول کرتا ہو۔

اور ہم نے ''کتابُ الشھادات'' میں ان کی شہادت قبول ہونے کے متعلق، علماء کے اقوال ذکر کردیئے ہیں، اور یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ امام مالک نے اس سلسلہ میں علماء سے شذوذ اختیار کیا ہے۔

البتہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ مجھے ''جہمیہ اور رافضہ اور قدریہ'' کی گواہی اچھی نہیں لگتی، اسحاق نے فرمایا کہ اسی طریقہ سے ہر صاحبِ بدعت کی گواہی کا معاملہ ہے۔

ابوعمر (ابنِ عبدالبر قرطبی) فرماتے ہیں کہ ابنِ ابی لیلیٰ اور ابنِ شبرمہ اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور ان دونوں کے اصحاب اور امام ثوری اور حسن بن حیی اور عثمان تبی اور داؤد طبری اور وہ تمام حضرات، جنہوں نے فقہ میں کلام کیا ہے، امام مالک اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے علاوہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اہلِ بدعت کی گواہی قبول کی جائے گی، خواہ قدریہ ہوں، یا غیر قدریہ ہوں، جبکہ وہ عادل ہوں، اور جھوٹ کو حلال نہ سمجھتے ہوں، اور ان کے بعض، اپنے بعض کی خبر اور قسم کی تصدیق کی گواہی نہ دیتے ہوں، جیسا کہ خطابیہ کا طرزِ عمل ہے

(الاستذکار)

ابنِ عبدالبر قرطبی مالکی (المتوفیٰ:463ھ) ''الکافی فی فقه المدینة'' میں فرماتے ہیں:

ولا یصلی أهل العلم والفضل علی أهل البدع ولا علی من ارتکب الکبائر

**واشتهر بها ويصلى عليهم غيرهم** (الكافى فى فقه المدينة، لابن عبد البر، ج ا، ص ۲۸۲، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الميت)

ترجمہ: اور اہلِ علم اور اہلِ فضل، اہلِ بدعت کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھیں گے، اور نہ ہی اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے، جو کبیرہ گناہوں کا مرتکب، اور کبیرہ گناہوں کے ذریعہ مشہور ہو، اور اہلِ علم اور اہلِ فضل کے علاوہ دیگر لوگ ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے (الکافی)

# قاضی أبو الإصبغ عیسٰی بن سہل کے حوالہ جات

**قاضی أبو الإصبغ عیسٰی بن سہل قرطبی غرناطی مالکی (المتوفٰی: 486ھ)** فرماتے ہیں:

**الصحيح عندى فى أهل البدع أنهم صنفان، وأن البدع نوعان.**
**فالنوع الواحد منهما كفر صراح لاخفاء به، وضلا لائح لا ستر يخفيه، كقول بعض الرافضة – لعنهم الله – إن عليا (رضى الله عنه) الله من دون الله – تعالى الله عن قولهم علوًا كبيرًا – وكقول صنف آخر منهم يقال لهم الجمورية: إن عليا – عليه السلام – نبى مبعوث وإن جبريل عيه السلام غلط؛ بعث إليه فأتى محمد (صلى الله عليه وسلم)**
**أفيحل لمسلم يعلم الله وسوله ويؤمن بما أنزله عليه من كتابه أن يقول إن هذا غير كفر وإن معتقده والقائل به غير كافر؟.**
**بل هذا هو الكفر الصراح، والقائل به كعابد وثن كافر مفتر على الله عز وجل مخلد فى النار لا يريح رائحة الجنة أبدًا، من قال بغير هذا وارتاب فيه فكافر مثلهم أو شاك قد أضل دينه وأخطأ طريقه.**
**والنوع الثانى من البدع ضلال وزيغ عن الحق وعدول عن السنة والجماعة، لا يطلق عليه كفر ولا على معتقده كافر كقول المختارية من الرافضة: إن عليا إمام؛ من أطاعه فقد أطاع الله، ومن عصاه فقد عصى الله، والأئمة من ولده يقومون مقامه فى ذلك، وكقول صنف منهم يفضل عليًا على الناس كلهم، ولا يطعن على أبى بكر وعمر ويطعن على عثمان بأنه غير .ويقال لهم: الزيدية.**
**وكقول الشيعة منهم: أبو بكر وعمر أفضل الناس بعد رسول الله (صلى الله عليه وسلم) على التقديم، وعلى أحب إلينا.**
**فهذه كلها بدع خارجة عن رأى جماعة المسلمين، لا نقول إنها كفر ولا**

إن معتقدها كافر، ولا يمترى ذو حسن فى خفتها فى التى قبلها ولا فى كونها من غير جنسها.
ومثل هذا فى التنويع كثير فى غير الرافضة من المرجئة والجهمية والقدرية وغيرهم (ديوان الأحكام الكبرى أو الإعلام بنوازل الأحكام وقطر من سير الحكام، ص ۷۳۰، كتاب الاقضية، باب مسائل الاحتساب)

ترجمہ: میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اہلِ بدعت کی دو اصناف ہیں، اور بدعت کی دو انواع ہیں۔

ان دونوں میں سے پہلی نوع ''کفرِ صریح'' ہے، جس میں کوئی خِفاء نہیں، اور ایسی کھلی ضلالت ہے، جس کے مخفی ہونے میں کوئی آڑ نہیں، جیسا کہ بعض رافضہ کا قول ہے، اللہ اُن پر لعنت فرمائے کہ علی رضی اللہ عنہ، اللہ کے مقابلہ میں ''الٰــــہ'' ہے، اللہ تعالیٰ ان کے قول سے بہت زیادہ بلند ہے، اور جیسا کہ رافضہ کی دوسری صنف کا قول ہے، جس کو ''جموریہ'' کہا جاتا ہے کہ ''علی علیہ السلام'' نبی ہیں، جن کو مبعوث کیا گیا ہے، اور جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوگئی، جن کو اُن کی طرف بھیجا گیا تھا، لیکن وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ گئے۔

کیا پس کسی مسلمان کے لیے، جو اللہ اور اس کے رسول کو جانتا ہو، اور اس پر ایمان رکھتا ہو، جو اللہ نے اپنے رسول پر اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، وہ یہ بات کہے کہ یہ کفر نہیں، اور اس کا اعتقاد رکھنے والا، اور اس کا قائل ''کافر'' نہیں ہے؟

بلکہ یہ کفرِ صریح ہے، اور اس کا قول کرنے والا بت کی عبادت کرنے والے کی طرح کافر ہے، اللہ عزوجل پر جھوٹ باندھنے والا ہے، مخلد فی النار ہے، جو کبھی بھی جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا، جس نے اس کے علاوہ قول کیا، اور اس میں شک کیا، تو وہ ان کے مثل کافر ہے، یا اس نے شک کیا، تو وہ اپنے دین میں گمراہ ہے، اور دین کے طریقہ سے خطاء کرنے والا ہے۔

اور ان دونوں میں سے دوسری نوع، بدعت کی گمراہی، اور حق سے بھٹکنا، اور سنت

وجماعت سے عدول کرنا ہے، جس پر کفر کا اطلاق نہیں کیا جائے گا، اور نہ اس کا اعتقاد رکھنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا، جیسا کہ ''رافضہ'' کے ''مختاریہ'' کا قول ہے کہ علی ''امام'' ہیں، جس نے ان کی اطاعت کی، تو اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے ان کی نافرمانی کی، تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور ائمہ حضرت علی کی اولاد میں سے ہی ہوں گے، جو حضرت علی کے قائم مقام ہوں گے، اور جیسا کہ ان ''رافضہ'' میں سے ایک صنف کا قول ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام لوگوں پر فضیلت دیتے ہیں، اور وہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر طعن نہیں کرتے، اور وہ عثمان رضی اللہ عنہ پر تغیر کرنے کی وجہ سے طعن کرتے ہیں، اور ان کو ''زیدیہ'' کہا جاتا ہے۔

اور جیسا کہ ان ''رافضہ'' میں سے ''شیعہ'' کا قول ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں میں افضل ہیں، تقدیم کے اعتبار سے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

پس یہ تمام اقوال بدعت ہیں، جو جماعتِ مسلمین کی رائے سے خارج ہیں، لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ (مذکورہ نوع کے اقوال وافکار) کفر ہیں، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے، اور نہ ہی کوئی اچھا شخص اِن بدعات کے اپنے سے پہلی (کفر والی) بدعت کی قسم کے خفیف ہونے میں شک کرسکتا، اور نہ ہی اس بات میں شک کرسکتا کہ یہ بدعات پہلی بدعات کی جنس کے علاوہ سے تعلق رکھتی ہیں (پس یہ کفر نہیں) اور اس طرح کی مختلف بدعات رافضہ کے علاوہ، مرجئہ اور جہمیہ اور قدریہ وغیرہ میں بھی بکثرت موجود ہیں (دیوان الاحکام الکبریٰ)

ابوالعباس احمد بن یحییٰ ونشریسی مالکی (المتوفی: 914ھ) نے بھی اپنی تالیف میں مذکورہ

حوالہ کو نقل کیا ہے۔ [1]

## امام باقلانی مالکی کے حوالہ جات

چوتھی صدی ہجری کے ماہر فقیہ، محدث اور اہل السنۃ والجماعۃ کے متکلم اور اشاعرہ کے امام کا لقب پانے اور عراق میں مالکیہ کی ریاست کی انتہاء کو پہنچنے والے ''قاضی ابوبکر باقلانی مالکی'' (المتوفی: 403ھ) نے ''تحریفِ قرآن'' کے عقیدہ کے بطلان پر ایک نہایت عمدہ کتاب ''الانتصار للقرآن'' کے نام سے تالیف فرمائی ہے، یہ بھی یاد رہے کہ، رافضیوں کے امام اور امامیہ سلسلہ کے لسان جو ابن المعلم کے ساتھ معروف ہیں اور شیعوں کے نزدیک ''شیخ مفید'' کے لقب سے موسوم ہیں، قاضی ابوبکر باقلانی، کا شمار، ان کے ہم عصروں میں ہوتا ہے،

[1] الصحیح فی أهل البدع عندی أنهم صنفان وان البدع نوعان.

فالنوع الواحد منهما كفر صراح لاخفاء فيه، وضلال لائح لا ستر يخفيه، كقول بعض الرافضة لعنهم الله إن علياً رضى الله عنه إلهٌ من دون الله .تعالى الله عن قولهم علواً كبيراً .ويقول صنف آخر منهم يقال لهم الجمهورية إن علياً نبيٌّ مبعوث وإن جبريل عليه السلام غلط، بُعِث إليه فأتى محمداً صلى الله عليه وسلم .أفيحل لمسلم يعلم الله ورسوله ويؤمن بما أنزله عليه من كتابه أن يقول هذا غير كفر؟ وأن معتقده والقائل به غير كافر؟ بل هذا هو الكفر الصراح .والقائل به كعابد وثن كافر مفتر على الله عز وجل مخلد فى النار لا يريح رائحة الجنة أبداً .من قال بهذا القول وارتاب فيه فكافر مثلهم، أو شاكّ قد أضل دينه وأخطأ طريقه .

والنوع الثانى من البدع ضلال وزيغ على الحق وعدول على السنة والجماعة .لا يطلق عليه كفر ولا على معتقده كافر، كقول المختارية من الرافضة إنّ علياً إمام من أطاعه فقد أطاع الله ومن عصاه فقد عصى الله، والأئمة من ولده يقومون مقامه فى ذلك .وكقول صنف منهم يفضل علياً على الناس ولا يطعن على أبو بكر وعمر، ويطعن على عثمان بأنه غَيرَّ، ويقال لهم الزيدية، وكقول الشيعة منهم أبوبكر وعمر أفضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم على التقديم وعلى أحب إلينا. فهذه كلها بدع خارجة عن رأى جماعة المسلمين لا نقول إنَّها كفر وإنّ معتقدها كافر ولا يمترى ذو حس فى خفتها عن التى قبلها ولا فى كونها من غير جنسها (المعيار المعرب والجامع المغرب ،ج۲،۳۴۰،نوازل الدماء والحدود والتعزيرات، ما قيل فى تكفير اهل البدع ، الناشر: نشر وزراة الاوقاف والشؤون الاسلامية للملكة المغربية، الرباط، ودارالغرب الاسلامى، بيروت، لبنان، الطبعة ۱۴۰۱هـ، 1981م)

خطیب بغدادی نے تاریخِ بغداد میں ان دونوں کی ملاقات کا ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ [1]
قاضی ابوبکر باقلانی نے اس تالیف میں تحریفِ قرآن کے عقیدہ کو تمام شیعوں، یا تمام امامیہ کی طرف منسوب نہیں کیا، بلکہ جا بجا، جمہور شیعوں کے اس عقیدہ کے خلاف ہونے کا ذکر فرمایا ہے، بطورِ خاص جمہور اسلافِ شیعہ کے تحریفِ قرآن کے عقیدہ نہ ہونے کی تصریح کی ہے۔
چنانچہ وہ مذکورہ تالیف میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''تحریفِ قرآن کے بارے میں بعض شیعہ کا دعویٰ بہتان ہے، اور یہ بہتان شیعوں کے بعض غالی لوگوں نے گھڑا ہے، اسلافِ شیعہ میں سے کسی سے، اس بارے میں ایک حرف بھی منقول نہیں، اور اسی موقف پر آج تک خالص شیعہ، اور ان کے سوادِ اعظم قائم ہیں''۔ [2]

---

[1] محمد بن الطیب بن محمد، أبو بکر القاضی، المعروف بابن الباقلانی:
المتکلم علی مذهب الأشعری من أهل البصرة .سکن بغداد، وسمع بها الحدیث من أبی بکر بن مالک القطیعی، وأبی محمد بن ماسی، وأبی أحمد الحسین بن علی النیسابوری، خرج له محمد بن أبی الفوارس وحدثنا عنه :القاضی أبو جعفر محمد ابن أحمد السمنانی، وکان ثقة.
فأما الکلام فکان أعرف الناس به، وأحسنهم خاطرا، وأجودهم لسانا، وأوضحهم بیانا، وأصحهم عبارة، وله التصانیف الکثیرة المنتشرة فی الرد علی المخالفین من الرافضة، والمعتزلة، والجهمیة، والخوارج وغیرهم .وحدث أن ابن المعلم -شیخ الرافضة ومتکلمها -حضر بعض مجالس النظر مع أصحاب له إذ أقبل القاضی أبو بکر الأشعری فالتفت ابن المعلم إلی أصحابه وقال لهم :قد جاء کم الشیطان !فسمع القاضی کلامهم -وکان بعیدا من القوم -فلما جلس أقبل علی ابن المعلم وأصحابه وقال لهم :قال الله تعالی :أنا أرسلنا الشیاطین علی الکافرین تؤزهم أزا(تاریخ بغداد، للخطیب البغدادی، ج۲،ص۴۵۵، تحت رقم الترجمة ۹۷۸،حرف الطاء من آباء المحمدین،ذکر من اسمه محمد)

[2] فإن قالوا: قد نقلت الشیعة، وببعضهم تثبت الحجة عن مثلهم عن علی علیه السلام أنه أنکر علی القوم وخالفهم وعرفهم أن القرآن ناقص مغیر محرف.
قیل لهم: هذا بهت منکم وشیء وضعه قوم من غلاتکم، والقادحین فی الشریعة، وإلا فما نقل أحد من أسلاف الشیعة فی ذلک حرفا واحدا، بل نقل أنه کان داخلا فی الجماعة ومقرا بما اتفقوا علیه ومصوبا له، وأنه کان یقریء به ویعلمه، وعلی ذلک الدهماء من الشیعة والسواد الأعظم إلی الیوم، وبعد فما الذی قاله لهم لما وقفهم علی تبدیل القوم وتغییرهم وما الذی عرفهم به مما غیره، وما الذی لقنهم مما أسقطوه وکیف یمکنه أن یقول لهم: إن القوم حرفوا کتاب الله وغیروه، ولم یمکنه أن یوقفهم علی موضع التغییر(الانتصار للقرآن للباقلانی، ج۲ ص۴۶۴، باب ما روی من الآی المنسوخة ووجه القول فیها،فصل مما یدل علی کذب الرافضة فی هذه الدعوی)

اور قاضی ابوبکر باقلانی، مذکورہ تالیف میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''پھر تحریفِ قرآن کے منکرین کو جواب میں کہا جائے گا کہ تم نے شیعہ کے دوسرے فریق کا بھی انکار کیا ہے، جو قرآن کی تصدیق کے وجوب کے قائل ہیں، اوران کا قول اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرح ہے، جن کی تعداد بہت کثیر ہے، اور اُن کے آپس میں اختلافات بھی ہیں، اور وہ مختلف علاقوں میں آباد ہیں، جنہوں نے حضرت علی اوران کی اولاد میں آنے والے ائمہ سے یہی اخذ کیا ہے کہ جو قرآن دو لوحوں کے درمیان لکھا ہوا ہے، وہ اللہ کی، مکمل وہی کتاب ہے، جو اس کے رسول پر نازل کی گئی تھی، اس کی ترتیب اور نظم میں نہ کوئی تغییر ہوئی، اور نہ کوئی تبدیلی ہوئی، اور نہ اس سے کوئی حصہ زائد ہے، اور وہ اسی قرآن کی قرائت کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی قرائت کراتے ہیں، اور وہ اسی اعتقاد کی تعلیم دیتے ہیں کہ یہ قرآن، مکمل اور پورا، صحیح ہے، اور اتنے سارے حضرات پر جھوٹ کا حکم لگانا محال ہے، اور تمہیں اس بات کا یقینی علم ہے، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ شیعہ لوگوں میں عظیم مخلوق، قرآن کی صحت اور اس کے نظم، اور اس کی ترتیب پر وہی عقیدہ رکھتی ہے، جو اصحابُ الحدیث، اور امت کے تمام فرقوں کا عقیدہ ہے، لہٰذا تمہاری خبر کے مقابلے میں اُن شیعوں کا قول توثیق اور تصدیق کا زیادہ مستحق ہے، جو کہ کثرت میں تمہارے سے بھی زیادہ ہیں، کیونکہ جمہور شیعہ اور سوادِ اعظم، قرآن میں کمی اور تغییر اور تبدیل کا انکار کرتے ہیں، اور اس کو بہت خطرناک چیز سمجھتے ہیں، اور اس کے قائل سے برائت ظاہر کرتے ہیں، اور اس کا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں، اور اس طرح کا عقیدہ رکھنے اور اس کی نصرت کرنے والے کو امت کے تمام فرقوں سے کٹا ہوا، الگ فریق شمار کرتے ہیں، اور ان میں تمہارے اس قول کے قائلین اور ان کے ناصرین، قلیل تعداد میں ہیں، جن کو شمار

میں لانا فضول ہے"۔انتہیٰ۔ [1]

مزید فرماتے ہیں:

"ان تحریف کے قائلین سے کہا جائے گا کہ تمہارا یہ کہنا کہ حضرت علی اوران کی اولاد نے اس قرآن میں کمی اور تغییر کا جو قول کیا ہے، یہ محدث مذہب اور محدث قول ہے،اور شیوخِ شیعہ اور دوسرے حضرات زیادہ تعداد میں اور زیادہ اقدم ہیں، جو اس کے خلاف ہیں"۔انتہیٰ۔ [2]

قاضی ابوبکر باقلانی، مذکورہ تالیف میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

---

[1] ثم يقال لهم :إن وجب القطع على صدق هذه الطبقة من الشيعة فى روايتهم عن على والسلف الصالح من ولده فى تغيير القرآن ونقصانه، فما أنكرتم من وجوب تصديق الفريق الآخر من الشيعة الذين يروون عن مثلهم مع كثرة عددهم واختلاف هممهم وتفرق ديارهم عن على والأئمة من ولده أن هذا القرآن المرسوم بين اللوحين هو جميع كتاب الله المنزل على رسوله على ترتيبه ونظامه غير مغير ولا مبدل ولا مزيد فيه، وأنهم كانوا يقرؤونه ويقرئونه ويوقفونهم على اعتقادهم لصحته وكماله وتمامه، والكذب مستحيل على مثلهم، وخبرهم هذا معارض لخبركم فى نقيض موجبه، وقد علمتم علما لا يتخالجكم فيه الشك والريب أن فى الشيعة خلقا عظيما يعتقدون فى صحة القرآن ونظمه وترتيبه اعتقاد أصحاب الحديث وسائر فرق الأمة، وأنهم يروون ذلك عن على عليه السلام والأئمة من ولده، فما الذى جعل خبركم بالتوثيق والتصديق أولى من خبرهم وهم فى الكثرة كأنتم بل أكثر، لأن الدهماء من الشيعة والسواد الأعظم ينكر نقصان القرآن وتغييره وتبديله، ويعظم ذلك ويتبرأ من قائله ويكفر الدائن به، ويفرق فى ذم معتقده والناصر له كثر من افتراق جميع فرق الأمة، والقليل منهم القائل بقولكم والناصر له، ولا جواب لهم عن ذلك(الانتصار للقرآن، ج۲، ص۴۸۳، ۴۸۴،باب ما روى من الآى المنسوخة ووجه القول فيها، فصل مما يدل على كذب الرافضة فى هذه الدعوى)

[2] يقال لهم :افصلوا بينكم وبين من قال إن قولكم مذهب على وولده القول بنقصان هذا القرآن وتغييره، مذهب محدث قريب الحدوث، وأن شيوخ الشيعة وغيرهم أكثر وأقدم منه، وأن القول بأن مذهب على والأئمة من ولده أن جميع ما أنزل الله تعالى من القرآن على نبيه صلى الله عليه هوهذا المرسوم بين اللوحين على وجهه وترتيبه، هو المذهب القديم المعروف المروى عن الثبت الثقات وعن الكافة فلا معتبر بقولكم وخلافكم، فهل ترون لكم من هذا مخرجا؟ !(الانتصار للقرآن،للباقلانى،ج۲،ص ۴۸۵،باب ما روى من الآى المنسوخة ووجه القول فيها ،فصل مما يدل على كذب الرافضة فى هذه الدعوى)

''اور تمہارا یہ کہنا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دعوے کے مطابق، قرآن مجید کی ترتیب قائم کی تھی، جس کے اندر بعد میں تحریف کردی گئی، تو یہ پھس پھسا دعویٰ ہے، تم یقینی طور پر یہ بات جانتے ہو کہ ہم اور امت کے تمام فرقے، اور شیعوں کا بڑا اور اکثریتی طبقہ، اس مسئلے میں تمہارے مخالف ہے، اور ہمارے ساتھ ہے، جو سب اِس قرآن مجید کو تحریف اور تغییر اور نقصان سے محفوظ سمجھتے ہیں''۔ [1]

نیز قاضی ابوبکر باقلانی، مذکورہ تالیف میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''پھر تحریفِ قرآن کے قائلین سے یہ کہا جائے گا کہ تمہاری مخالفت کرنے والے، امت کے تمام فرقوں نے، اور خاص طور پر جمہور شیعہ نے، یہ بات نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اسی طرح قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے، جو ہمارے صحیفوں میں ہے، اور ہم نے اس کو اسی طرح مرتب کیا ہے، اور وہ فرقے تم سے تعداد کے اعتبار سے بھی زیادہ ہیں، اور سند کے اعتبار سے بھی زیادہ صحیح ہیں، اور رجال کے اعتبار سے بھی زیادہ مضبوط ہیں، اُن تمام راویوں کے مقابلے میں، جن سے تم نے روایات لی ہیں، بلکہ تمہاری مخالفت کرنے والے شیعہ بھی، اس مذہب میں تمہارے مقابلے میں تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہیں، اور زیادہ ثقہ ہیں، اور تمہارے مقابلے میں حق کے زیادہ قریب ہیں، اور کذب اور بہتان کی عار کے

---

[1] وأما قولكم إنه سبحانه ورسوله صلى الله عليه كذلك رتباه فى النظم والتأليف فدعوى مجردة تعلمون يقينا أننا وجميع فرق الأمة ومعظم الشيعة المخالفين لكم فى هذا الباب والمقرين معنا بسلامة هذا المصحف من التحريف والتغيير والنقصان نخالفكم فيها، وننسبكم نحن وجميع من وافقكم إلى الكذب فى ادعائها، فما الدليل إذا كان ذلك كذلك على صحة قولكم إن الله تعالى ورسوله رتباه وألفاه على سبيل ما أنزل عليه فى التقديم والتأخير، وخبرونا عنكم باضطرار تعلمون صحة هذه الدعوى أم بحجة ودليل؟ .(الانتصار للقرآن، ج۲، ص۵۱۳، ۵۱۴، باب ما روى من الآى المنسوخة ووجه القول فيها، دليل لهم آخر فى تغيير المصحف وإفساد نظم القرآن، ووقوع الغلط والتحريف فيه)

احتمال سے تمہارے مقابلے میں زیادہ خوددار اور غیرت مند ہیں''۔انتھیٰ۔ [1]

مذکورہ تالیف میں مزید حوالہ جات بھی موجود ہیں۔

## امام شاطبی مالکی کے حوالہ جات

ابراہیم بن موسیٰ شاطبی مالکی (المتوفیٰ:790ھ) ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں:

**فهذا النوع ظاهر أنه آثم في ابتداعه إثم من سن سنة سيئة.**
**ومن أمثلته أن الإمامية من الشيعة تذهب إلى وضع خليفة دون النبي صلى الله عليه وسلم، وتزعم أنه مثل النبي صلى الله عليه وسلم في العصمة**
(الاعتصام،للشاطبي،ج ا ،ص۷ ۱۹ ،الباب الثالث في أن ذم البدع والمحدثات عام لا يخص محدثة دون غيرها،فصل أقسام المنسوبين إلى البدعة)

ترجمہ: پس بدعت کی یہ قسم ظاہر ہے کہ اس بدعت کے اختیار کرنے میں، وہ شخص گناہ گار ہے، جس شخص نے برے طریقے کو اختیار کیا، وہ گناہ گار ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ ''شیعہ'' کا ''امامیہ'' فرقہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے، خلیفہ کے وضع کرنے کی طرف گیا ہے، جس کا گمان یہ ہے کہ وہ خلیفہ ''عصمت'' میں نبی کے مثل ہوتا ہے (الاعتصام)

مذکورہ عبارت میں ''امامیہ'' کے، نبی کے خلیفہ اور امام کو معصوم قرار دینے کو ''بدعت'' قرار دیا گیا ہے۔

اور امام شاطبی نے ''الموافقات'' میں ''معلم کے لئے'' امامیہ کے جمہور کے ساتھ عصمت

---

[1] ثم يقال لهم: فقد نقل سائر من خالفكم من جميع فرق الأمة والدهماء من الشيعة خاصة، أن الله تعالى ورسوله ألقى القرآن على ما هو عليه في مصحفنا ورتبناه كذلك، وفرق منهم أكثر منكم عددا وأصح سندا وأثبت رجالا وأوثق وأعدل من سائر من تروونه عنه، بل مخالفوكم الشيعة فقط في هذا المذهب أكثر عددا منكم وأوثق وأقرب إلى الحق منكم وأشد أنفة من احتمال عار الكذب والبهتان من سائركم، فيجب إذا كان ذلك كذلك تصديق جميع مخالفيكم في نقلهم لتأليف القرآن ونظمه على ما هو به عن الرسول، ولا جواب عن ذلك .(الانتصار للقرآن،ج۲،ص۵ ۱ ۵،باب ما روى من الآى المنسوخة ووجه القول فيها، دليل لهم آخر في تغيير المصحف وإفساد نظم القرآن، ووقوع الغلط والتحريف فيه)

کے اختلاف کو تفاصیل کا اختلاف قرار دیا ہے۔ [1]

امام شاطبی اہلُ السنۃ کے علاوہ، بقیہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد اختلفت الأمة فی تکفیر هؤلاء الفرق أصحاب البدع العظمی .ولکن الذی یقوی فی النظر وبحسب الأثر عدم القطع بتکفیرهم .والدلیل علیه عمل السلف الصالح فیهم (الاعتصام، للشاطبی، ج۳،ص۱۱۵،الباب التاسع فی السبب الذی لأجله افترقت فرق المبتدعة عن جماعة المسلمین ،فصل أسباب الخلاف راجعة إلی الجهل بمقاصد الشریعة والتخرص علی معانیها بالظن من غیر تثبت)

ترجمہ: امت کا اِن بدعتِ عظمیٰ کے اختیار کرنے والے فرقوں کی ’’تکفیر‘‘ میں اختلاف ہے، لیکن دلائل اور اثر کے اعتبار سے زیادہ قوی، ان کی تکفیر کی عدمِ قطعیت ہے، اور اس کی دلیل ان (بدعتِ عظمیٰ کے مرتکب فرقوں) کے بارے میں سلفِ صالحین کا عمل ہے (الاعتصام)

امام شاطبی نے مذکورہ عبارت میں ’’بدعتِ عظمیٰ‘‘ کے مرتکب، جملہ فرقوں کی عدمِ تکفیر کو دلائل کے لحاظ سے راجح قرار دیا ہے، اور اس کی ایک دلیل سلفِ صالحین کے تعامل کو قرار دیا ہے۔

امام شاطبی ’’الاعتصام‘‘ میں اہلُ السنۃ کے علاوہ دیگر فرقوں کی تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے شیعوں کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وأما الشیعة فانقسموا أولا ثلاث فرق :غلاة .وزیدیة، وإمامیة.

فالغلاة ثمان عشرة فرقة وهم :السبئیة، والکاملیة، والبیانیة، والمغیریة، والجناحیة، والمنصوریة، والخطابیة، والغرابیة، والذمیة، والهشامیة، والزراریة، والیونسیة، والشیطانیة، والرزامیة، والمفوضة، والبدائیة، والنصیریة، والإسماعیلیة وهم :الباطنیة، والقرمطیة، والخرمیة، والسبعیة، والبابکیة، والحمدیة.

وأما الزیدیة فهم ثلاث فرق :الجارودیة، والسلیمانیة، والبتیریة.

---

[1] الواقع فی مجاری العادات أن لا بد من المعلم، وهو متفق علیه فی الجملة، وإن اختلفوا فی بعض التفاصیل؛ کاختلاف جمهور الأمة والإمامیة -وهم الذین یشترطون المعصوم -والحق مع السواد الأعظم الذی لا یشترط العصمة،من جهة أنها مختصة بالأنبیاء علیهم السلام، ومع ذلک؛ فهم مقرون بافتقار الجاهل إلی المعلم، علما کان المعلم أو عملا، واتفاق الناس علی ذلک فی الوقوع، وجریان العادة به کاف فی أنه لا بد منه(الموافقات، ج ۱،ص ۱۴۰،المقدمة الثانیة عشرة)

**وأمـــا الإمـــامية فـفـرقة واحـدة، فـالـجـمـيـع اثـنـتـان وأربـعـون فـرقة**
**(الاعتصام،للشاطبی،ج۲،ص ۷۱۹،الباب التاسع فی السبب الذی لأجله افترقت فرق المبتدعة عن جماعة المسلمین،فصل مسائل فی حدیث افتراق الأمة علی ثلاث وسبعین فرقة)**

ترجمہ: اور جہاں تک شیعہ کا تعلق ہے، تو ان کی ابتداءً تین قسموں میں تقسیم ہے، ایک ''غلاۃ'' دوسرے ''زیدیہ'' اور تیسرے ''امامیہ''۔

پس ''غلاۃ'' کے اٹھارہ فرقے ہیں، یعنی سبئیہ، کاملیہ، بیانیہ، مغیریہ، جناحیہ، منصوریہ، خطابیہ، غرابیہ، ذمیہ، ہشامیہ، زراریہ، یونسیہ، شیطانیہ، رزامیہ، مفوضہ، بدائیہ، نصیریہ، اسماعیلیہ۔

اور (اٹھارہواں فرقہ) ''اسماعیلیہ'' ہے، جس کے متعدد فرقے ہیں، جیسا کہ باطنیہ، قرمطیہ، خرمیہ، سبعیہ، بابکیہ، محمریہ۔

اور جہاں تک زیدیہ کا تعلق ہے، تو ان کے تین فرقے ہیں، ایک ''جارودیہ'' دوسرے ''سلیمانیہ'' اور تیسرے ''بتیریہ''

اور جہاں تک ''امامیہ'' کا تعلق ہے، تو وہ اگرچہ ایک فرقہ ہے، لیکن مجموعی طور پر وہ بیالیس (42) فرقوں میں تقسیم ہے (الاعتصام)

مالکیہ کی متعدد کتب میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ جو شخص تمام صحابہ کی تکفیر کرے، وہ کافر ہے، اور جو شخص بعض صحابہ کی تکفیر کرے، اگرچہ خلفائے راشدین کی تکفیر ہو، تو وہ کافر نہیں، البتہ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اگر خلفائے اربعہ کی تکفیر کرے، تو کافر ہے۔ [1]

---

[1] **(قوله :أو أنكر صحبة أبی بكر) أی :لورود القرآن بها .(قوله :أو كفر الأربعة أو واحدا منهم كفر) كذا يفيده القرطبی أی :لأن إسلامهم وإيمانهم صار معلوما من دين الله بالضرورة قال عج : فتلخص أنه يكفر من كفر الصحابة كلهم؛ لأنه أنكر معلوما من الدين بالضرورة، وكذب الله ورسوله، وأما من كفر بعضهم ولو الخلفاء الأربعة، فالراجح عدم كفره كما يفيده كلام الإكمال، وهو شرح للقاضی عياض علی مسلم وأول كلام الشامل انتهی أقول :علته التی ذكرها تجری فی الأربعة أو واحد منهم(حاشية العدوی علیٰ شرح مختصر خليل الحرشی،ج۸،ص ۷۴،باب حد الزنا وحكمه وما يتعلق به)**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس سلسلہ میں حنفیہ کی عبارات، اور قاضی عیاض، اور امام نووی، اور فخر الدین رازی، اور علامہ ایجی کے حوالہ جات، توجیہات اور اشکالات کے جوابات، اور تکفیر میں اختلاف، یعنی تکفیر پر اجماع نہ ہونے کی صورت میں عدمِ کفر کی ترجیحات پر کلام پہلے گذر چکا ہے۔

اور اکثر فقہاء کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار کفر ہے، لیکن دوسرے صحابہ کی صحبت کا انکار بہت سے فقہاء کے نزدیک کفر نہیں۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله :أو سب صحابيا) قال عج أى جنسه فيشمل سب الكل ومثل السب تكفير بعضهم ولو من الخلفاء الأربعة بل كلام السيوطى فى شرحه على مسلم لمسمى بالإكمال يفيد عدم كفر من كفر الأربعة وأنه المعتمد فيؤدب فقط خلافا لقول سحنون أنه يرتد، وأما من كفر جميع الصحابة فإنه يكفر كما فى الشامل؛ لأنه أنكر معلوما من الدين بالضرورة وكذب الله ورسوله.(قوله :بما برأها الله به) أى منه وهو الزنا وقوله :فيقتل أى فإذا سبها بما برأها الله منه بأن قال زنت فيقتل لردته لتكذيبه للقرآن وأما لو سبها بغير ما برأها الله منه فإنه يؤدب فقط(حاشية الدسوقى على الشرح الكبير، ج۴،ص ۳۱۲،باب فى الردة وأحكامها)

قوله :(أو سب صحابيا) : قال الأجهورى :أى جنسه أى فيشمل سب الكل، ومثل السب تكفير بعضهم ولو من الخلفاء الأربعة، بل كلام السيوطى فى شرحه على مسلم يفيد عدم كفر من كفر الأربعة، وأنه المعتمد فيؤدب فقط .وقال سحنون :من كفر الأربعة فهو مرتد، وقد عول عليه أشياخنا وأما من كفر جميع الصحابة فإنه يكفر باتفاق، كما فى الشامل لأنه أنكر معلوما من الدين بالضرورة وكذب الله ورسوله(حاشية الصاوى على الشرح الصغير، ج۴،ص ۴۴۳، ۴۴۴،باب فى تعريف الردة وأحكامها،ما يوجب الأدب مما يشبه الردة)

(أو) سب (صحابيًّا) فيؤدب حتى عائشة بغير ما برأها الله وأما به كزنت فمرتد كما مر وكذلك يكون مرتدًا إن أنكر صحبة أبى بكر أو إسلام العشرة أو إسلام جميع الصحابة أو كفر الأربعة أو واحدًا منهم فيكفر قاله بعضهم وفى عج قوله صحابيًّا أى جنسه فيشمل سب الكل ومثل السب تكفير بعضهم ولو من الخلفاء الأربعة بل كلام الإكمال يفيد عدم كفر من كفر الأربعة وأنه المعتمد فيؤدب فقط خلافًا لقول سحنون مرتد وأما من كفر جميع الصحابة فيكفر كما فى الشامل لأنه أنكر معلومًا من الدين بالضرورة وكذب الله ورسوله(شرح الزُّرقانى على مختصر خليل، ج۸، ص۱۲۵، باب الردة ، كفر المسلم)

[1] اتفق الفقهاء على تكفير من أنكر صحبة أبى بكر -رضى الله عنه -لرسول الله صلى الله عليه وسلم لما فيه من تكذيب قوله تعالى :(إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا) واختلفوا فى تكفير من أنكر صحبة غيره من الخلفاء الراشدين، كعمر، وعثمان، وعلى -رضى الله عنهم -فنص الشافعية: على أن من أنكر صحبة سائر الصحابة غير أبى بكر لا يكفر بهذا الإنكار .وهو مفهوم مذهب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم اگر کوئی حضرت ابوبکر کی صحبت، اور سورہ توبہ کی آیت:

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا(سورة التوبة ،رقم الآية ۴۰)

میں ''صاحب'' سے ابوبکر مراد ہونے کا منکر نہ ہو، لیکن وہ اس سے مخصوص فضیلت کے ثبوت کا منکر ہو، یا ثبوت کے بعد کسی عمل کی وجہ سے اس کی نفی کا قائل ہو، تو پھر تاویل وشبہ پایا جائے گا، جیسا کہ شیعہ وروافض کی طرف سے محاربینِ علی، یا غیر معاونینِ علی کی جہت سے تکفیر، یا تفسیق ''تاویل وشبہ'' پر مبنی ہے، اگرچہ اس کو فاسد کیوں نہ کہا جائے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المالكية، وهو مقتضى قول الحنفية .وقال الحنابلة :يكفر لتكذيبه النبى صلى الله عليه وسلم؛ ولأنه يعرفها العام، والخاص، وانعقد الإجماع على ذلك، فنافى صحبة أحدهم، أو كلهم مكذب للنبى صلى الله عليه وسلم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۶، ص۳۱۵،۳۱۶،مادة"صحبة")

أجمع المفسرون على أن المراد بصاحبه فى الآية هو أبو بكر، وقد قالوا :من أنكر صحبة أبى بكر كفر ;لأنه أنكر النص الجلى، بخلاف إنكار صحبة غيره من عمر أو عثمان أو على -رضوان الله عليهم أجمعين(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۹، ص۳۸۸۸، كتاب المناقب والفضائل، باب مناقب أبى بكر رضى الله عنه)

(قوله :وكذا من أنكر صحبة أبى بكر) ظاهره أن إنكار صحبة غيره كبقية الخلفاء لا يكفر به، وهو كذلك؛ لأن صحبتهم لم تثبت بالنص(حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج۹، ص۸۹، كتاب الردة)

[1] جبکہ بعض حضرات نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ سورہ توبہ کی آیت میں ابوبکر کے نام کی تصریح نہیں، لہٰذا اس سے انکارِ آیت لازم نہیں آتا، اور جہاں تک ابوبکر کے مراد ہونے پر اجماع کا تعلق ہے، تو اگر اس کا انکار، انکارِ خلافت کے مسئلہ کی طرح شبہ وتاویل پر مبنی ہو، تو پھر اس کا باعثِ تکفیر ہونا محلِ اجتہاد قرار دیا جاسکتا ہے، اِلَّا یہ کہ اس کو متواتر اور دین کے ضروری طور پر معلوم حکم میں داخل مانا جائے۔

وكمنكر خلافة الشيخين والساب لهما فإن فيه إنكار الإجماع القطعى إلا أنهم ينكرون حجية الإجماع باتهامهم الصحابة فكان لهم شبهة فى الجملة وإن كانت ظاهرة البطلان بالنظر إلى الدليل فبسبب تلك الشبهة التى أدى إليها اجتهادهم لم يحكم بكفرهم مع أن معتقدهم كفر احتياطا بخلاف مثل من ذكرنا من الغلاة فتأمل(منحة الخالق على البحر الرائق، ج۱ ص۳۷۱، كتاب الصلاة، باب الامامة)

وينبغى تقييد الكفر بإنكار الخلافة بما إذا لم يكن عن شبهة(رد المحتار، ج۱، ص۵۶۲، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

من أنكر صحبة غير أبى بكر من الصحابة فإنه يكون كذابا مبتدعا، ومن أنكر صحبة أبى بكر فإنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور متعدد علمائے اثنا عشریہ نے سورہ توبہ کی آیت میں ’’صاحب‘‘ سے حضرت ابوبکر کے مراد ہونے کا اعتراف کیا ہے، بلکہ بعض علمائے اثنا عشریہ نے اس میں ’’صاحب‘‘ سے ’’نقلِ قطعی‘‘ کی رو سے ’’ابوبکر‘‘ کے مراد ہونے کی تصریح کی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یکون کافرا لأنه خالف قول الله تعالى إذ يقول لصاحبه ،أجابت الشيعة بأن كونه ثانی اثنین لیس أعظم من كون الله رابعا لكل ثلاثة فی قوله ”ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم“ وهذا عام فی حق كل كافر ومؤمن .وكون المصاحبة موجبة للتشريف معارض بقوله تعالى للكافر” قال له صاحبه وهو يحاوره أكفرت بالذی خلقک“ وكما احتمل أن يقال إنه عليه السلام استخلصه لنفسه فی هذا السفر لأجل الثقة، احتمل أن يكون ذلک لأجل إنه خاف أن يدل الكفار عليه أو يوقفهم على أسراره لو تركه .ثم إن حزنه لو كان حقا لم ينه عنه فهو ذنب وخطأ .سلمنا دلالة الآية على فضل أبی بكر إلا أن اضطجاع علی رضی الله عنه على فراشه أعظم من ذلک فيه من خطر النفس .أجاب أهل السنة بأن كون الله رابعا لكل ثلاثة أمر مشترک، وكونه ثانی اثنين تشريف زائد اختص الله أبا بكر به على أن المعية هنالک بالعلم والتدبير وهاهنا بالصحبة والمرافقة، فأين إحداهما من الأخرى؟ !والصحبة فی قوله قال له صاحبه مقرونة بما تقتضی الإهانة والإذلال وهو قوله أكفرت وفی الآية مقرونة بما يوجب التعظيم والإجلال وهو قوله ولا تحزن إن الله معنا(تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان،للنيسابوری، ج۳،ص ۴۷۱، ۴۷۲،سورة التوبة)

فی الكشاف وقالوا :من أنكر صحبة أبی بكر رضی الله عته فقد كفر لإنكاره كلام الله، وليس ذلک لسائر الصحابة رضی الله عنهم، وقيل إنه ليس بمنصوص عليه فيها بل المنصوص عليه أن له ثانيا هو صاحبه فيه فبانكار ذلک يكون كفرا لا إنكار صحبته بخصوصه، ولذا قال :قالوا فجعل العهدة فيه على غيره وفيه نظر(حاشية الشهاب علىٰ تفسير البيضاوی=عناية القاضی وكفاية الراضی على تفسير البيضاوی ،للخفاجی الحنفی، ج۴،ص ۳۲۶،سورة براءة)

[1] أما خروج أبی بكر مع النبی صلى الله عليه وآله وسلم فغير مدفوع، وكونه فی الغار معه غير مجحود، واستحقاق اسم الصحبة معروف، إلا أنه ليس فی واحدة منها ولا فی جميعها ما يظنون له من الفضل، فلا تثبت(الافصاح للشيخ المفيد،ص ۱۸۵ ،مسألة اخرى: بيان بطلان ما زعموه من فضائل لابی بكر فی آيه”ثانی اثنين اذ هما فی الغار“ الناشر: مؤسسة البعثة ، قم ، ایران، الطبعة الثانية:۱۴۱۳ھ)

(إذ أخرجه الذين كفروا) من مكة، فخرج يريد المدينة (ثانی اثنين) يعنى أنه كان هو وأبو بكر (إذ هما فی الغار) ليس معهما ثالث أی :وهو أحد اثنين، ومعناه فقد نصره الله منفردا من كل شیء، إلا من أبی بكر، والغار :الشقب العظيم فی الجبل، وأراد به هنا (غار ثور) وهو جبل بمكة (إذ يقول لصاحبه) أی :إذ يقول الرسول لأبی بكر (لا تحزن) أی :لا تخف (إن الله معنا) يريد أنه مطلع علينا، عالم بحالنا، فهو يحفظنا وينصرنا(تفسير مجمع البيان للشيخ الطبرسی، ج۵،ص ۴۵، سورة التوبة، رقم الآية ۴۰، الناشر: دارالمرتضىٰ ، بيروت، لبنان، الطبعة الأولىٰ :۱۴۲۷ھ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز یہ امر ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے کہ ''صحابی'' کی تعریف، یا لغت، وعرف اور اصطلاح، یا حقیقت ومجاز کے اطلاق میں ہر نوعیت کے اختلاف، یا جمہور کے قول کی مخالفت کو باعثِ کفر قرار دینا درست نہیں۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

''إذ أخرجه الذين كفروا ثاني اثنين'' :لم يكن معه إلا رجل واحد ''إذ هما في الغار'' :غار ثور، وهو جبل في يمنى مكة على مسيرة ساعة .(إذ يقول لصاحبه) وهو أبو بكر (لا تحزن)لا تخف (إن الله معنا) بالعصمة والمعرفة .ورد :(إن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أقبل يقول لأبي بكر في الغار :أسكن فإن الله معنا، وقد أخذته الرعدة وهو لا يسكن(التفسير الاصفي للفيض الكاشاني،ج ١،ص ٤٦٦، سورة التوبة،رقم الآيات ٣٩، ٤٠، الناشر:مركز الأبحاث والدراسات الإسلامية، قم،ايران، الطبعة الأولى: ١٤١٨ هـ)

قوله تعالى:''إلا تنصروه فقد نصره الله إذ أخرجه الذين كفروا ثاني اثنين إذ هما في الغار'' ثاني اثنين أي أحدهما ، والغار الثقبة العظيمة في الجبل ، والمراد به غار جبل ثور قرب منى وهو غير غار حراء الذي ربما كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يأوي إليه قبل البعثة للأخبار المستفيضة ، والمراد بصاحبه هو أبو بكر للنقل القطعي(الميزان في تفسير القرآن ،للعلامة الطباطبائي ،ج٩،ص ٢٨٨، سورة التوبة، الناشر: مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت، لبنان،الطبعة الأولى: ١٤١٧ هـ)

[1] اختلف العلماء في حد الصحابي:فالمعروف من طريقة أهل الحديث أنه كل مسلم رأى النبي صلى الله عليه وسلم وإن لم يصحبه.

وطريق الأصوليين أنه من طالت مجالسته على طريق التبع له والأخذ عنه.وهو الصحابي من حيث اللغة أيضا.

قلت لكن رجح ابن الحاجب الأصولي الأول وعبر بقوله من رآه رسول الله صلى الله عليه وسلم بدل من رأى فما رجح موافق للمعروف عند المحدثين ويدخل في تفسيره ابن أم مكتوم الأعمى وغيره بخلاف الأول.

وعن سعيد بن المسيب أنه لا يعد صحابيا إلا من أقام مع رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة أو سنتين وغزا معه غزوة أو غزوتين.

وكأن المراد بهذا إن صح عنه راجع إلى المحكي عن الأصوليين ولكن في عبارته ضيق يوجب أن لا يعد جرير البجلي وشبهه ممن شاركه في فقد ما اشترطه فيهم صحابيا ولا خلاف أنهم صحابة.

قلت وحكى ابن الحاجب قولا آخر أنه من روى عنه وطالت صحبته.

وذهب الواقدي إلى أنه لا يعد في النهار إلا من أدركه وأسلم وعقل أمور الدين وصحبه ولو ساعة من نهار قال ورأيت أهل العلم يقولونه وحكاه القاضي عياض عنه.

قال وذهب أبو عمر بن عبد البر في آخرين إلى أن اسم الصحبة وفضيلتها حاصلة لكل من رآه أو أسلم في حياته أو ولد وإن لم يره ولو كان ذلك قبل وفاته صلى الله عليه وسلم بساعة لكونه معه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ محققینِ مالکیہ بھی شیعہ وروافض کی علی الاطلاق تکفیر کے قائل نہیں۔
اورامام مالک، یا بعض مالکیہ سے جو روافض کے ساتھ تعامل میں تشدیدی حکم مروی ہے، وہ تہدید وتنبیہ وغیرہ پر محمول ہے، اوراگراس میں اس طرح کی تاویل نہ کی جائے، تو وہ دائرۂ تحقیق سے خارج ہے۔
پس بعض علماء کا اس طرح کی مبہم اور غیر محقق عبارات سے تکفیر کا حکم اخذ وبیان کرنا بھی درست نہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی زمن واحد وجمعه وإياه عصر مخصوص. فهذه ستة أقوال(المقنع فی علوم الحديث، ج۲،ص ۴۹۱، ۴۹۲،النوع التاسع الثلاثون معرفة الصحابة)

الصحابی فکل مسلم رأی رسول الله صلی الله عليه وسلم ولو لحظة هذا هو الصحيح فی حده وهو مذهب أحمد بن حنبل وأبی عبد الله البخاری فی صحيحه والمحدثين کافة وذهب أکثر أصحاب الفقه والأصول إلی أنه من طالت صحبته له صلی الله عليه وسلم قال الامام القاضی أبو الطيب الباقلانی لاخلاف بين أهل اللغة أن الصحابی مشتق من الصحبة جار علی کل من صحب غيره قليلا کان او کثيرا يقال صحبه شهرا ويوما وساعة قال وهذا يوجب فی حکم اللغة اجراء هذا علی من صحب النبی صلی الله عليه وسلم ولو ساعة هذا هو الأصل قال ومع هذا فقد تقرر للامة عرف فی أنهم لايستعملونه الا فيمن کثرت صحبته واتصل لقاؤه ولا يجری ذلک علی من لقی المرء ساعة ومشی معه خطوات وسمع منه حديثا فوجب أن لايجری فی الاستعمال الا علی من هذا حاله هذا کلام القاضی المجمع علی امانته وجلالته وفيه تقرير للمذهبين(شرح صحيح مسلم،للنووی، ج۱ ،ص ۳۵،۳۶،مقدمات،فصل فی أحرف مختصرة فی بيان الناسخ والمنسوخ وحکم الحديثين المختلفين ظاهرا)

الکلام فی الصحبة الاصطلاحية، وإلا فليس فی اللغة اشتراط الإسلام فی الصُّحبة(الفوائد السنية فی شرح الألفية،ج۲،ص ۱۹،الباب الثانی:ألنوع الأول)

الصحابی من لقی النبی -صلی الله عليه وسلم -مؤمنا به ومات علی الإسلام وإن تخللت ردة علی الأصح(لمعات التنقيح فی شرح مشکاة المصابيح، ج۹،ص۵۷۷، کتاب المناقب،باب مناقب الصحابة)

## (باب نمبر 6)

# حنابلہ کی عبارات وحوالہ جات

## علامہ ابنِ قدامہ اور شمس الدین ابوالفرج کے حوالہ جات

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 620ھ) ''لمعة الاعتقاد'' میں فرماتے ہیں:

ولا نجزم لأحد من أهل القبلة بجنة ولا نار إلا من جزم له الرسول صلى الله عليه وسلم، لكنا نرجو للمحسن ونخاف على المسيء .ولا نكفر أحدا من أهل القبلة بذنب، ولا نخرجه عن الإسلام بعمل، ونرى الحج والجهاد ماضيا مع طاعة كل إمام، برا كان أو فاجرا، وصلاة الجمعة خلفهم جائزة .
قال أنس :قال النبي صلى الله عليه وسلم :ثلاثة من أصل الإيمان :الكف عمن قال :لا إله إلا الله، ولا نكفره بذنب، ولا نخرجه من الإسلام بعمل، والجهاد ماض منذ بعثني الله عز وجل حتى يقاتل آخر أمتي الدجال، لا يبطله جور جائر، ولا عدل عادل، والإيمان بالأقدار ، رواه أبو داود.
ومن السنة تولي أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومحبتهم وذكر محاسنهم، والترحم عليهم، والاستغفار لهم والكف عن ذكر مساوئهم وما شجر بينهم .واعتقاد فضلهم ومعرفة سابقتهم (لمعة الاعتقاد لابنِ قدامة، ص ۳۸، ۳۹، محمد خاتم النبيين)

ترجمہ: اور ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کے لئے جنت اور جہنم کا یقین نہیں کرتے، مگر اسی کے لئے، جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین ظاہر کیا، لیکن ہم نیک عمل کرنے والے کے لئے جنت کی امید رکھتے ہیں، اور برا عمل کرنے والے کے لئے جہنم کا خوف رکھتے ہیں، اور ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے، اور ہم اس کو کسی عمل کی بناء پر اسلام سے خارج نہیں کرتے، اور ہم حج اور جہاد کو ہر امام وحکمران کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں، خواہ وہ نیک ہو، یا بدعمل ہو، اور جمعہ کی نماز بھی ان کے پیچھے جائز ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایمان کی بنیاد سے تعلق رکھتی ہیں، ایک تو ”لا الٰہ الا اللہ“ کہنے والے سے رکنا، اور ہم اس کی کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے، اور ہم اس کو کسی عمل کی بناء پر اسلام سے خارج نہیں کرتے، اور دوسرے جب سے اللہ عزوجل نے مجھے مبعوث فرمایا، اس وقت سے جہاد جاری ہے، یہاں تک کہ میری امت کا آخری بندہ دجال سے جہاد کرے، اور اس کو کسی ظالم کا ظلم، باطل نہیں کرسکتا، اور نہ ہی کسی عادل کا عدل باطل کرسکتا، اور تیسرے تقدیروں پر ایمان رکھنا (خواہ خیر کا معاملہ ہو، یا شر کا، یہ بھی ایمان کی بنیاد ہے) اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے دوستی و محبت رکھنا، اور ان کی نیکیوں کا ذکر کرنا، اور ان کے لئے رحمت کی دعاء کرنا، اور ان کے لئے استغفار کرنا، اور ان کی برائیوں، اور باہمی اختلاف سے زبان کو روکنا، اور ان کی فضیلت، اور ان کی نیکیوں میں سبقت کا اعتقاد رکھنا سنت ہے (لمعۃ الاعتقاد)

نیز علامہ ابنِ قدامہ حنبلی مذکورہ تالیف میں ہی فرماتے ہیں:

ومن السنة :هجران أهل البدع ومباينتهم، وترك الجدال والخصومات في الدين، وترك النظر في كتب المبتدعة، والإصغاء إلى كلامهم، وكل محدثة في الدين بدعة، وكل متسم بغير الإسلام والسنة مبتدع، كالرافضة والجهمية والخوارج والقدرية والمرجئةوالمعتزلة والكرامية والكلابية ونظائرهم، فهذه فرق الضلال، وطوائف البدع، أعاذنا الله منها.

وأما بالنسبة إلى إمام في فروع الدين، كالطوائف الأربع فليس بمذموم، فإن الاختلاف في الفروع رحمة، والمختلفون فيه محمودون في اختلافهم، مثابون في اجتهادهم واختلافهم رحمة واسعة واتفاقهم حجة قاطعة.

نسأل الله أن يعصمنا من البدع والفتنة، ويحيينا على الإسلام والسنة، ويجعلنا ممن يتبع رسول الله صلى الله عليه وسلم في الحياة، ويحشرنا في زمرته بعد الممات برحمته وفضله .آمين. (لمعة الاعتقاد لابنِ قدامة،ص ۴۰ الٰی ۴۳ ، محمد خاتم النبيين)

ترجمہ: اور یہ بھی سنت ہے کہ اہلِ بدعت سے ہجران اور ان سے مباینت اختیار کی

جائے، اور دین کے باب میں جدال اور جھگڑوں کو ترک کردیا جائے، اور اہلِ بدعت کی کتابوں میں نظر ڈالنے، اور ان کے کلام کی طرف توجہ کرنے کو بھی ترک کردیا جائے، اور دین میں ہر محدث بدعت ہے، اور اسلام، اور سنت کے علاوہ کسی بھی چیز کے ساتھ اپنی علامت وشناخت کو جوڑنے والا بدعتی ہے، جیسا کہ رافضہ اور جہمیہ، اور خوارج، اور قدریہ، اور مرجئہ اور معتزلہ اور کرامیہ اور کلابیہ اور ان جیسے لوگ، پس یہ سب گمراہ فرقے، اور بدعتی جماعتیں ہیں، ہم اللہ کے ذریعہ ان سے پناہ مانگتے ہیں۔

اور جہاں تک دین کے فروعی احکام میں کسی امام کی طرف نسبت کا معاملہ ہے، جیسا کہ ائمہ اربعہ کی طرف منتسب جماعتیں، تو یہ مذموم نہیں ہے، کیونکہ فروع میں اختلاف رحمت ہے، اور فروعِ دین میں اختلاف کرنے والے حضرات اپنے اختلاف کی وجہ سے قابلِ مدح ہیں، جن کے اجتہاد پر اجر وثواب عطاء کیا جاتا ہے، اور ان کا اختلاف ''رحمتِ واسعہ'' اور ان کا اتفاق ''حجتِ قاطعہ'' ہے۔

ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بدعت اور فتنوں سے محفوظ رکھے، اور ہمیں اسلام، اور سنت پر زندہ رکھے، اور ہمیں زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع بنائے، اور ہمیں مرنے کے بعد اپنی رحمت، اور فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ میں محشور فرمائے۔ آمین (لمعۃ الاعتقاد)

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی (المتوفیٰ: 620ھ) اپنی تالیف ''**الکافی فی فقہ الإمام احمد**'' میں فرماتے ہیں:

**قال أحمد: لا أشهد الجهمي ولا الرافضي، ويشهدهما من أحب** (الكافي في فقه الامام احمد، لابن قدامة، ج ١، ص ٣٦٨، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الميت)

ترجمہ: امام احمد نے فرمایا کہ میں ''جہمی'' اور ''رافضی'' کے جنازہ میں شریک نہیں

ہوتا، اور کوئی دوسرا شخص چاہے، تو ان کے جنازہ میں شریک ہوسکتا ہے (الکافی)

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''جہمیہ ورافضیہ'' کی تکفیر نہیں کی، ورنہ تو دوسروں کو اُن کا جنازہ پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔

اورخود نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہونے کی وجہ آگے آتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض لوگوں کا جنازہ نہیں پڑھایا کرتے تھے، اور دوسروں کو ان کا جنازہ پڑھنے کا حکم فرمادیا کرتے تھے۔

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی (المتوفی: 620ھ) اپنی تالیف ''المغنی'' کے ''کتابُ الجنائز'' میں فرماتے ہیں:

**فصل: قال أحمد: لا أشهد الجهمية ولا الرافضة، ويشهده من شاء، قد ترك النبي – صلى الله عليه وسلم – الصلاة على أقل من هذا؛ الدين، والغلول، وقاتل نفسه .**
**وقال: لا يصلى على الرافضي .**
**وقال أبو بكر بن عياش: لا أصلي على رافضي، ولا حروري .**
**وقال الفريابي: من شتم أبا بكر فهو كافر، لا يصلى عليه .قيل له: فكيف نصنع به، وهو يقول: لا إله إلا الله؟ قال: لا تمسوه بأيديكم، ارفعوه بالخشب حتى تواروه في حفرته.**
**وقال أحمد: أهل البدع لا يعادون إن مرضوا، ولا تشهد جنائزهم إن ماتوا . وهذا قول مالك.**
**قال ابن عبد البر: وسائر العلماء يصلون على أهل البدع والخوارج وغيرهم؛ لعموم قوله: – عليه السلام – صلوا على من قال لا إله إلا الله محمد رسول الله ولنا، أن النبي – صلى الله عليه وسلم – ترك الصلاة بأدون من هذا، فأولى أن نترك الصلاة به ، وروى ابن عمر أن النبي – صلى الله عليه وسلم – قال: إن لكل أمة مجوسا، وإن مجوس أمتي الذين يقولون لا قدر، فإن مرضوا فلا تعودوهم، وإن ماتوا فلا تشهدوهم .رواه الإمام أحمد** (المغني لابن قدامة، ج٢، ص ٤١٦، كتاب الجنائز، فصل لا يصلى على الجهمية ولا الرافضة)

ترجمہ: فصل: امام احمد نے فرمایا کہ میں ''جہمی اور رافضی'' کے جنازہ میں شریک نہیں ہوتا، اور جو چاہے ان کے جنازہ میں شریک ہوجائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کم درجہ پر بھی نمازِ جنازہ کو ترک فرمادیا ''دَین'' کی وجہ سے، اور

''غلول'' کی وجہ سے، اور ''اپنے آپ کو قتل کرنے'' کی وجہ سے۔

اور امام احمد نے فرمایا کہ رافضی کا نمازِ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔

اور ابوبکر بن عیاش نے فرمایا کہ میں رافضی کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتا، اور نہ حروری خارجی کی نمازِ جنازہ پڑھتا۔

اور فریابی نے فرمایا کہ جو ابوبکر کو گالی دے، وہ کافر ہے، اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، ان سے سوال کیا گیا کہ وہ تو ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھتا ہے، تو پھر ہم اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں؟ تو فریابی نے جواب میں فرمایا کہ تم اس کو اپنے ہاتھوں سے نہ چھوؤ، اس کو لکڑی کے ذریعے اٹھاؤ، یہاں تک اس کو گڑھا کھود کر اس میں چھپا دو۔

اور امام احمد نے فرمایا کہ اہلِ بدعت اگر بیمار ہو جائیں، تو ان کی عیادت نہیں کی جائے گی، اور اگر وہ فوت ہو جائیں، تو ان کے جنازہ میں شریک نہیں ہوا جائے گا، اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

ابنِ عبدالبر نے فرمایا کہ تمام علماء، اہلِ بدعت اور خوارج پر، اور خوارج کے علاوہ (دیگر اہلِ بدعت معتزلہ، رافضیہ وغیرہ) پر نمازِ جنازہ کے قائل ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے عموم کی وجہ سے کہ جو ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہے، تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھو، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کم درجہ کے لوگوں کی نمازِ جنازہ بھی ترک فرمادی، تو ہم بدرجۂ اولیٰ اس کی نمازِ جنازہ کو ترک کر دیں گے، اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر امت کے مجوسی ہوتے ہیں، اور میری امت کے مجوسی وہ ہیں، جو تقدیر کا انکار کریں، پس اگر وہ بیمار ہو جائیں، تو تم ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ فوت ہو جائیں، تو تم ان کے نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو، اس کو امام احمد نے روایت کیا (المغنی)

شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن قدامہ حنبلی (المتوفیٰ: 682ھ) نے بھی اپنی تالیف ''الشرحُ الکبیر'' کے ''کتابُ الجنائز'' میں یہی تفصیل بیان فرمائی ہے، لیکن اس میں ''لا یصلی علی الرافضی'' کے بجائے ''لا یصلی علی الواقفی'' کے الفاظ ہیں۔ [1]

اور ''واقفی'' سے ''جہمیہ'' کا وہ فرقہ مراد ہے، جو قرآن مجید کے مخلوق، یا غیر مخلوق ہونے کے عقیدہ میں توقف اختیار کرتا ہے۔ [2]

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی (المتوفیٰ: 620ھ) اپنی تالیف ''المغنی'' کے ''کتابُ قتال أهل البغی'' میں فرماتے ہیں:

---

[1] قال أحمد: لا أشهد الجهمية ولا الرافضة ويشهده من شاء، قد ترك النبى صلى الله عليه وسلم الصلاة على أقل من ذا: الدين والغلول وقاتل نفسه، وقال: لا يصلى على الواقفى "وقال أبو بكر بن عياش: لا أصلى على رافضى ولا حرورى.
وقال الفريابى: من شتم أبا بكر فهو كافر لا يصلى عليه.
قيل له فكيف تصنع به وهو يقول لا إله إلا الله؟ قال لا تمسوه بأيديكم ادفعوا بالخشب حتى تواروه.
وقال أحمد: أهل البدع لا يعادون ان مرضوا، ولا تشهد جنائزهم ان ماتوا، وهو قول مالك.
قال ابن عبد البر: وسائر العلماء يصلون على أهل البدع والخوارج وغيرهم لعموم قوله عليه السلام "صلوا على من قال لا إله إلا الله "ولنا أن النبى صلى الله عليه وسلم ترك الصلاة بأدون من هذا فأولى أن تترك الصلاة به، وروى ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "إن لكل أمة مجوساً وإن مجوس أمتى الذين يقولون لا قدر، فإن مرضوا فلا تعودوهم، وإن ماتوا فلا تشهدوهم " رواه الإمام أحمد (الشرح الكبير على متن المقنع، لابن قدامة، ج٢، ص ٣٥٦، كتاب الجنائز، فصل فى الصلاة على الميت)

[2] حكم العلماء على الواقفية:وقال أحمد :الواقفى لا يشك فى كفره.أى :من قال :أنا متوقف فى هذه القضية، فلا أقول :إنه مخلوق، ولا إنه غير مخلوق، فإن وقف لجهل منه فإنه يعلم، وإن وقف وهو يعلم أنه كلام الله غير مخلوق فإنه شر ممن قال :إنه مخلوق .ولذلك قال أحمد :إنما يقول : أتوقف يستتر بها من قوله :مخلوق.وفى رواية أخرى قال :فإن من قال :القرآن مخلوق فهو كافر، وإن من وقف فى إثبات أن القرآن كلام الله غير مخلوق، وقال :أنا لا أقول بأنه مخلوق ولا غير مخلوق؛ فهو شر من الذى يقول :إنه مخلوق.
فلا يجوز اعتقاد أن كلام الله مخلوق، كما لا يجوز التوقف فى أن كلام الله غير مخلوق(شرح أصول اعتقاد أهل السنة ،لابى الأشبال حسن الزهيرى، ج١٧ ،ص ٧،من أفتى فيمن قال القرآن مخلوق، حكم العلماء على الواقفية)

فصل: لم يفرق أصحابنا بين الخوارج وغيرهم فى هذا .وهو مذهب الشافعى، وأصحاب الرأى .وظاهر كلام أحمد، – رحمه الله –، أنه لا يصلى على الخوارج فإنه قال: أهل البدع، إن مرضوا فلا تعودوهم، وإن ماتوا فلا تصلوا عليهم .وقال أحمد: الجهمية والرافضة لا يصلى عليهم، قد ترك النبى – صلى الله عليه وسلم – الصلاة بأقل من هذا .وذكر أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى أن تقاتل خيبر من ناحية من نواحيها، فقاتل رجل من تلك الناحية، فقتل، فلم يصل عليه النبى صلى الله عليه وسلم .
فقيل: إنه كان فى قرية أهلها نصارى، ليس فيها من يصلى عليه .قال: أنا لا أشهده، يشهده من شاء (المغنى لابن قدامة، ج٨، ص ٥٣٥ ، كتاب قتال أهل البغى، مسألة قال ومن قتل منهم غسل وكفن وصلى عليه)

ترجمہ: فصل: ہمارے (یعنی حنابلہ کے) اصحاب نے خوارج اور دیگر اہلِ بدعت کے مابین اس مسئلہ میں فرق نہیں کیا، اور یہی امام شافعی اور اصحابِ حنفیہ کا مذہب ہے (کہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی) اور امام احمد کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ خوارج کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ اہلِ بدعت اگر بیمار ہوجائیں، تو تم ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ فوت ہوجائیں، تو ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو، اور امام احمد نے فرمایا کہ جہمیہ اور رافضہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کم درجہ کے لوگوں کی نمازِ جنازہ کو بھی ترک فرمایا، اور امام احمد نے یہ بات ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے علاقوں میں سے کسی علاقہ میں قتال کرنے سے منع فرمایا، تو اس علاقے کے ایک آدمی نے قتال کیا، اور وہ قتل ہوگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

امام احمد سے سوال کیا گیا کہ وہ ایک نصرانیوں کے علاقہ میں ہے، جس میں ایسے شخص پر نمازِ جنازہ پڑھنے والا کوئی نہیں، تو امام احمد نے فرمایا کہ میں اس کے جنازہ میں شریک نہیں ہوتا، جو شخص چاہے، اس کے جنازہ میں شریک ہوجائے (المغنی)

اس عبارت کے آخر میں مذکور امام احمد کے اس قول کو ابو بکر خلال نے ''السنۃ'' میں

روایت کیا ہے۔ [1]

شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن قدامہ حنبلی (المتوفیٰ: 682ھ) نے بھی اپنی تالیف ''الشرحُ الکبیر'' کے ''کتابُ الدیات'' میں یہی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ [2]

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی (المتوفیٰ: 620ھ) اپنی تالیف ''المغنی'' کے ''کتابُ النکاح'' میں فرماتے ہیں:

فصل: فأما أهل البدع، فإن أحمد قال في الرجل يزوج الجهمي: يفرق بينهما .وكذلك إذا زوج الواقفي، إذا كان يخاصم ويدعو، وإذا زوج أخته من هؤلاء اللفظية، وقد كتب الحديث، فهذا شر من جهمي، يفرق بينهما .وقال: لا يزوج بنته من حروري مرق من الدين، ولا من الرافضي، ولا من القدري، فإذا كان لا يدعو فلا بأس .وقال: من لم يربع بعلي في الخلافة، فلا تناكحوه، ولا تكلموه .قال القاضي: المقلد منهم يصح تزويجه، ومن كان داعية منهم فلا يصح تزويجه (المغني لابن قدامة، ج٧، ص ٣٩، كتاب النكاح، فصل لا يزوج بنته من حروري مرق من الدين ولا من الرافضي ولا من القدري)

ترجمہ: فصل: جہاں تک اہلِ بدعت کا تعلق ہے، تو امام احمد نے اس شخص کے بارے میں فرمایا، جو ''جہمی'' سے نکاح کرتا ہے کہ ان کے مابین تفریق کردی

---

[1] أخبرني عبد الملك بن عبد الحميد، أنه سمع أبا عبد الله، قال في الرافضي: قال: " أنا لا أشهده، يشهده من شاء، قد ترك النبي صلى الله عليه وسلم على أقل من ذا، الدين، والغلول، والقتيل لم يصل عليه، ولم يأمرهم، وذكر أبو عبد الله حديثا مرسلا أن النبي صلى الله عليه وسلم يقاتل أهل خيبر من نواحيها، فثبت رجل فقتل، فلم يصل عليه، يحيى بن أبي كثير يرويه؟ قال عبد الملك: فلعلي كتبتهما، قال رجل لأبي عبد الله: يقولون: أرأيت إن مات في قرية ليس فيها إلا نصارى من يشهده؟ قال أبو عبد الله مجيبا له: أنا لا أشهده، يشهده من شاء "(السنة لابى بكر بن الخلال، رقم الرواية ٧٩٣، جامع امر الرافضة)

[2] وظاهر كلام أحمد رحمه الله أنه لا يصلى على الخوارج فانه قال أهل البدع إن مرضوا فلا تعودوهم وإن ماتوا فلا تصلوا عليهم، وقال أحمد رضى الله عنه الجهمية والرافضة لا يصلى عليهم قد ترك النبي صلى الله عليه وسلم الصلاة بأقل من هذا وذكر أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن تقاتل خيبر ناحية من نواحيها فقاتل رجل من تلك الناحية فقتل فلم يصل عليه النبي صلى الله عليه وسلم فقيل له فان كان في قرية أهلها نصارى ليس فيها من يصلى عليه قال أنا لا أشهده يشهده من شاء (الشرح الكبير على متن المقنع، لابن قدامة، ج١٠، ص ٦٣ ، كتاب الديات، باب قتال أهل البغي)

جائے گی، اور اسی طرح جب کوئی ''واقفی'' سے نکاح کرے، بشرطیکہ وہ جہمی، یا واقفی ایسا ہو کہ جو جھگڑا کرتا، اور دعوت دیتا ہو، اور جب کوئی شخص اپنی بہن کا ان ''جہمیہ کے لفظیہ فرقہ'' کے لوگوں سے نکاح کردے، اور وہ (جہمیہ کے متعلق) حدیث کو بھی لکھ چکا ہو، تو یہ جہمی سے زیادہ شریر ہے، ان کے مابین تفریق کردی جائے گی، اور امام احمد نے فرمایا کہ اپنی بیٹی کا حروری مرقی من الدین سے نکاح نہیں کرے گا، اور نہ ہی رافضی سے نکاح کرے گا، اور نہ ہی قدری سے نکاح کرے گا، البتہ جب یہ (اپنے مذہب کی) دعوت نہ دیتا ہو، تو پھر اس سے نکاح کرنے میں حرج نہیں، اور امام احمد نے فرمایا کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انصاف نہ کرے، تو تم اس سے نکاح نہ کرو، اور نہ ہی اس سے کلام کرو۔

قاضی نے (اس کی توضیح میں) فرمایا کہ ان (مذکورہ اہلِ بدعت) میں سے جو مقلد ہو، اس سے نکاح صحیح ہے، اور جو ان میں (اپنے مذہب کا) داعی ہو، اس سے نکاح کرنا صحیح نہیں (المغنی)

شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن قدامہ حنبلی (المتوفی: 682ھ) نے بھی اپنی تالیف ''الشرحُ الکبیر'' کے ''کتابُ النکاح'' میں یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ [1]

## مصطفیٰ رحیبانی، زرکشی اور مجدالدین وغیرہ کے حوالہ جات

اور مصطفیٰ بن سعد رحیبانی حنبلی (المتوفی: 1243ھ) اپنی تالیف ''مطالب اولی النھیٰ''

---

[1] فأما أهل البدع فإن أحمد قال في الرجل يزوج الجهمي يفرق بينهما وكذلك إذا زوج الواقفي إذا كان يخاصم ويدعو وإذا زوج أخته من هؤلاء اللفظية وقد كتب الحديث فهذا شر من جهمي يفرق بينهما وقال لا يزوج بنته من حروري مرق من الدين ولا من الرافضي ولا من القدري فإذا كان لا يدعو فلا بأس وقال من لم يربع بعلي في الخلافة فلاتنا كحوه ولا تكلموه قال القاضي المقلد منهم يصح تزويجه ومن كان داعية منهم فلا يصح تزويجه (الشرح الكبير على متن المقنع، لابن قدامة، ج۷، ص ۴۷۱ و ۴۷۲، كتاب النكاح)

میں بھی اسی طرح کا ذکر ہے، اور اس میں ''قاضی'' کے حوالہ سے یہ بھی مذکور ہے کہ اگر ہم بدعتی کے کفر کا حکم لگائیں، تو اس سے نکاح باطل ہے، اور اگر اس کے فسق کا حکم لگائیں، تو بھی کفو نہ ہونے کی بناء پر نکاح باطل ہے، اور اگر ہم نہ تو اس کے کفر کا حکم لگائیں، اور نہ ہی فسق کا حکم لگائیں، اور وہ جب ہے کہ وہ اپنے مذہب کا ''مقلد'' ہو، اس کا داعی نہ ہو، تو پھر نکاح صحیح ہوگا۔ [1]

اور شمس الدین محمد بن عبداللہ زرکشی حنبلی (المتوفیٰ: 772ہجری) نے اپنی تالیف ''شرح الزرکشی علیٰ مختصر الخرقی'' میں ''بدعتی کی اقتداء میں نماز کا مسئلہ'' بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

**وقد نص أحمد في الرافضي الذي يتكلم ببدعته أن الصلاة خلفه تعاد، بخلاف من سكت** (شرح الزركشي على مختصر الخرقي، ج٢، ص٩٠، كتاب الصلاة، باب الإمامة، الصلاة خلف المبتدع)

ترجمہ: اور امام احمد نے اس رافضی کے متعلق، جو اپنی بدعت کے ذریعہ کلام کرتا ہے، فرمایا کہ اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ کیا جائے گا، بخلاف اس رافضی کے جو سکوت اختیار کرے (شرح زرکشی)

نیز علامہ زرکشی نے مذکورہ تالیف کی ''کتاب الشهادات'' میں فاسق کی گواہی قبول نہ ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے فاسق کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں، جن میں سے ایک قسم ''جہتِ افعال'' کے قبیل سے فاسق ہونے کی ہے، اور دوسری قسم ''جہتِ اعتقاد'' کے قبیل سے ہے فاسق ہونے کی ہے، جیسا کہ وہ شخص جو رافضہ کے مذہب کو اختیار کرتا ہے، جو صحابہ کو سب وشتم کرتے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مقابلہ

---

[1] قال أحمد في رواية أبي بكر: لا يزوج بنته من حروري قد مرق من الدين، ولا من الرافضي، ولا من القدري، فإن كان لا يدعو فلا بأس. قال القاضي: المبتدع إن حكمنا بكفره؛ فنكاحه باطل كالمرتد، وإن حكمنا بفسقه؛ فنكاحه باطل؛ لعدم الكفائة، وإن لم نحكم بكفره ولا فسقه وهو إذا كان مقلدا لا يدعو إلى ذلك؛ صح النكاح (مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى، ج٥، ص ٨٤ و ٨٥، كتاب النكاح، باب أركان النكاح وشروطه، فصل قال لأمته التي يحل له نكاحها لو كانت حرة إذن أي وقت القول)

میں خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے ہیں، یا جہمیہ کا مذہب، یا مشبہہ کا مذہب رکھتا ہو۔ [1]

اس عبارت میں علامہ زرکشی نے ”رافضہ“ کو اعتقادی فاسق فرمایا ہے۔

اور مجد الدین عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم بن تیمیہ حرانی حنبلی (المتوفیٰ: 652ھ) نے ”المحرر“ میں فرمایا:

ولا تقبل شهادة من فسقه لبدعة كمن يعتقد مذهب الرافضة أو الجهمية أو المعتزلة تقليدا (المحرر فى الفقه، ج٢، ص ٢٤٨، كتاب الشهادات، باب شروط من تقبل شهادته)

ترجمہ: اور جس شخص کی بدعت کی بناء پر تفسیق کی جائے گی، اس کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ وہ شخص کہ جو رافضہ، یا جہمیہ، یا معتزلہ کا مذہب رکھتا ہو تقلید کرتے ہوئے (شرح زرکشی)

اور ابوالحسین ابن ابی یعلیٰ حنبلی (المتوفیٰ: 526ھ) فرماتے ہیں:

فمن سب أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أو أحدا منهم أو تنقصه أو طعن عليهم أو عرض بعيبهم أو عاب أحدا منهم فهو مبتدع رافضي خبيث (طبقات الحنابلة، ج ١، ص ٢٩، حرف الجيم، تحت ترجمة ”أحمد بن جعفر بن يعقوب بن عبد الله أبو العباس الفارسى الأصطخرى“)

---

[1] ويتفرع على هذا عدم قبول شهادة الفاسق ، ثم هو على قسمين ( فاسق من جهة الأفعال ) وهو من ارتكب كبيرة كالزنا ، أو شرب الخمر ، أو قتل النفس التى حرم الله تعالى بغير الحق ، أو الغيبة ، أو النميمة ، أو ترك الصلاة ونحو ذلك ، أو أدمن على صغيرة ، كنظرة محرمة ، وسب بغير الزنا ونحو ذلك .

(وفاسق من جهة الاعتقاد ) وهو الذى يعتقد البدعة ، كمن يذهب مذهب الرافضة الذين يسبون الصحابة ، ويزعمون فى على رضى الله عنه أنه الأحق بالخلافة من أبى بكر الصديق رضى الله عنه ، ونحو ذلك.

أو مذهب الجهمية القائلين بنفى غالب الصفات ، ومن جملة ذلك الاستواء اللائق بذاته سبحانه وتعالى ، أو مذهب المشبهة المشبهين الله تعالى بخلقه ، تعالى الله عما يقولون علوا كبيراً ، وخرج أبو الخطاب رواية بقبول شهادة الفاسذ من جهة الاعتقاد ، إذ لم يتدين بالشهادة لموافقة على مخالفة ، كالخطابية الذين يشهد بعضهم لبعض بتصديقه ، من رواية قبول شهادة أهل الذمة بعضهم على بعض ، إذ لهم وازع عن الكذب ، قال أبو محمد : وروى عن أحمد جواز الرواية عن القدرى إذا لم يكن داعية (شرح الزركشى، ج٧، ٣٣٠ الى ٣٣٢، كتاب الشهادات، اشتراط العقل والإسلام والعدالة والبلوغ فى الشاهد)

ترجمہ: پس جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام، یا ان میں سے کسی کو سب وشتم کرے، یا ان کی تنقیص کرے، یا ان پر طعن کرے، یا ان کی طرف کسی عیب کی نسبت کرے، یا ان میں سے کسی پر عیب لگائے، تو وہ بدعتی رافضی خبیث ہے (طبقات الحنابلہ)

امام احمد کے قول کے ضمن میں جو اس حدیث کو نقل کیا گیا، جس میں یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے کہ ہر امت کے مجوسی ہوتے ہیں، اور میری امت کے مجوسی وہ ہیں، جو تقدیر کا انکار کریں، اگر وہ بیمار ہوجائیں، تو تم ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ فوت ہوجائیں، تو تم ان کے نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو، تو یہ حدیث سنن ابنِ ماجہ اور مسند احمد میں مروی ہے، لیکن ایک تو اس کی سند پر کلام ہے، اہلِ علم حضرات نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ [1]

دوسرے اس حدیث کی توجیہ وتاویل میں بھی اہلِ علم حضرات کے اقوال مختلف ہیں۔

چنانچہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری نے ’’**مشكاةُ المصابيح**‘‘ کی شرح ’’**مرقاةُ المفاتيح**‘‘ میں فرمایا کہ:

**(إن مرضوا فلا تعودوهم، وإن ماتوا فلا تشهدوهم) : النهي محمول على الزجر والتغليظ، وتقبيح اعتقادهم على قول من لم يحكم بكفرهم .وعلى الحقيقة على قول من حكم بكفرهم (مرقاة المفاتيح، ج ١، ص ١٨٢، كتاب الايمان، باب الإيمان بالقدر)**

ترجمہ: ’’اگر وہ بیمار ہوجائیں، تو تم ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ فوت ہوجائیں، تو تم ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو‘‘ یہ نہی زجر وتغلیظ، اور ان کے عقیدہ کی قباحت کو بیان کرنے پر محمول ہے، ان حضرات کے قول کے مطابق، جو

---

[1] حدَّثنا موسى بنُ إسماعيل، قال: عبدُ العزيز بن أبي حازم حدَّثني بمنًى، عن أبيه عن ابن عمر، عن النبيِّ – صلى الله عليه وسلم – قال: " القَدَرِيَّة مَجُوسُ هذه الأمة: إنْ مَرِضُوا فلا تَعودُوهُم، وإن ماتوا فلا تَشْهدوهُمْ (سنن أبي داود، رقم الحديث ٤٦٩١، باب في القدر)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف (حاشية سنن ابنِ ماجه)

اِن کے کفر کا حکم نہیں لگاتے، اوران حضرات کے قول کے مطابق حقیقت پر محمول ہے، جنہوں نے ان کی تکفیر کا حکم لگایا(مرقاۃ)

اورظاہر ہے کہ جمہور نے ’’قدریہ‘‘ کی تکفیر نہیں کی۔

اسی طرح ایک روایت میں مرجئہ اورقدریہ کے اسلام میں کوئی حصہ نہ ہونے کا ذکر ہے۔

لیکن ایک تو وہ روایت بھی سند کے اعتبار سے شدید ضعیف ہے۔ [1]

دوسرے اس کی تشریح میں بھی اختلاف ہے۔

چنانچہ شہاب الدین تورپشتی، حنفی (المتوفیٰ: 661ھ) کی ’’شرح مصابیح السنة‘‘ اور علامہ ابوالحسن سندھی نے سنن ابنِ ماجہ کے حاشیہ، اورامام طیبی کی ’’مشكاةُ المصابيح‘‘ کی شرح کے حوالہ سے تفصیل شروع میں گذر چکی ہے۔

اوربعض روایات میں ’’قدریہ ومرجئہ‘‘ کے حوضِ کوثر سے محروم رہنے کا ذکر ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا علی بن محمد، حدثنا محمد بن فضيل، حدثنا علی بن نزار، عن أبيه، عن عكرمةعن ابن عباس، قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-صنفان من هذه الأمة ليس لهما فی الإسلام نصيب :المرجئة، والقدرية(سنن ابن ماجه،رقم الحديث ٦٢)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف جدا(حاشية سنن ابنِ ماجه)

حدثنا محمد بن إسماعيل الرازی، أخبرنا يونس بن محمد، حدثنا عبد الله بن محمد الليثی، حدثنا نزار بن حيان، عن عكرمة عن ابن عباس، وعن جابر بن عبد الله، قالا :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-صنفان من أمتی ليس لهما فی الإسلام نصيب: أهل الإرجاء ، وأهل القدر(سنن ابن ماجه،رقم الحديث ٧٣)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف جدا، وقد سلف من حديث ابن عباس وحده برقم( 62) من طريق علی بن نزار عن أبيه .فانظر الكلام على نزار بن حيان هناك، وأما عبد الله ابن محمد الليثی فمجهول(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] "صنفان من أمتی لا يردان على الحوض: القدرية والمرجئة ."

أخرجه العقيلی فی "الضعفاء "(ص 156) والطبری فی "التهذيب "(1472/ 180 / 2) وابن أبی عاصم فی "السنة (949) "واللالكائی فی "شرح السنن "(4/ 1157 / 142) عن بقية قال: حدثنا سليمان بن جعفر الأزدی عن محمد بن عبد الرحمن بن أبی ليلى عن أبيه عن جده مرفوعا به .وقال العقيلی: " سليمان بن جعفر مجهول بنقل الحديث، ولا يتابع على حديثه ."ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات معلوم ہے کہ اہلِ بدعت کے حوضِ کوثر سے محروم رہنے، اور ناری ہونے کا معتبر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ساق لـه هذا الحديث،وقال: " ولا يتابـع إلا ممن هو مثله أو دونه ."قلت: ولعلـه يشير إلى حديث أنس مرفوعا به، إلا أنه زاد: " ولا يدخلان الجنة ."أورده الهيثمي (207/ 7) وقال: " رواه الطبـرانى فى "الأوسط "، ورجالـه رجال "الـصحيح "غير هـارون بن موسى الفروى، وهو ثقة ."ومـمـا ينبغى أن يعلم أن هذا القول من الهيثمي – وهو كثير التكـرار لـه – لا ينـفـي التضعيف الذى أشار إليه العقيلي،ذلک لأن ثقة رجال الإسناد، لا يستلزم صحته كما لا يخفى على الممارس لهذا العلم الشريف، فقد يكون فيه تدليس أو انقطا ع – أو يكون أحد رواته مضعفا ولو كان من رجال "الصحيح "، لاسيـما إذا كان مقرونا عنده، أو معلقا، إلى غير ذلک من العلل فى صحة الإسناد، فتأمل .ثم وقفت على إسناد الطبرانى فى "الأوسط "فقال (1/ 1 / 253) : حدثنا على بن عبد الله الفرغاني قال: أخبرنا هارون بن موسى الفروى قال: أخبرنا أبو ضـمرة أنس بن عياض عن حميد عن أنس قال: قـال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "صنفان من أمتـى لا يردان الحوض ولا يدخلان الجنة:القدرية والمرجئة ."وفى لفظ له: " القدرية والمرجئة مـجوس هذه الأمة، فإن مرضوا فلا تعودوهم، وإن ماتوا فلا تشهدوهم ."وقال الطبرانى: " لم يرو هـذين الحديثين عن حميد الطويل إلا أنس بن عياض، تفرد بهما هارون بن موسى الفروى ."قلت: وهـو ثـقة كـمـا قال الهيثمى، وقال الحافظ فى "التـقريب " :"لا بـأس به ."ومـن فـوقه من رجال الشيخين .بـقـى أن نـعرف حال الفرغانى شيخ الطبرانى، أورده "الخطيب "فى "تاريخ بغداد " (12 / 4 - 5)وقال: " عـلـى بـن عبـد الـلـه بـن عبد البر أبو الحسن الوراق يعرف بـ (الفرغانى) . حـدث عـن أبـى حاتم الرازى وعبد الله بن أحمد بن حنبل، روى عنه القاضى الجراحى ومحمد ابن الـمـظفر وأبو يعلى الطوسى الوراق وابن شاهين ويوسف القواس: حـدثنا البرقانى قال: قرأت على أبـى يـعـلى الوراق – وهو عثمان بن الحسن الطوسى – حدثكم على بن عبد الله بن عبد البر، وراق ثقة .مـات سـنة اثنتين وعشرين وثلاثمائة ."قلت : فـالـظـاهر أنه هذا، ويؤيده أن المزى ذكره فى الـرواة عن شيخه هنا: هارون الفروى .وذكر الطبرانى فى "الصغير "(- 941الروض) أنه سمع مـنـه بـمـصـر فلعله كان رحل إليها ولقبه بـ (طغک) ، وكذلک وقع فى الحديث الأول من أحاديثه التـى ساقها عنه فى "الأوسط "رقم . (4353)وعـلـى ذلک فالإسناد جيد وليس فيه ما يمكن أن يـعـل بـه من علة من تلک العلل التى سبقت الإشارة إليها، اللهم إلا ما قيل فى حميد – وهو ابن أبى حـميد الطويل – من التدليس عن أنس، لكن ذكر غير واحد من الأئمة أنه سمعه من ثابت عن أنس، فـلا يضر تدليسه، كما أشار إلى ذلک الحافظ العلائى وغيره .ولعل هذا هو السر فى كثرة أحاديثه فى "الصحيحين "عـن أنـس مـعنعنة، وقد رأيت المنذرى حسن إسناد حديث آخر رواه الطبرانى بهـذا الإسناد ، تقدم تخريجه برقم . (1620)وبـعد تحرير القول فى إسناد حديث أنس هذا،وتبين أنـه قـوى، وجب إيداعه فى هذه السلسلة "الصحيحة "، ونقله من "ضعيف الجامع - "وهو فيه معزو إلى "الضعيفة "برقم - (3785)والـذى فيـه حديث آخر فيه لعن المرجئة، فاقتضى التنبيه، والله تعالى هو المسؤول أن يسدد خطانا،ويهدينا إلى ما يرضيه من القول والفعل (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۷۴۸)

احادیث میں بھی ذکر آیا ہے۔

لیکن جمہور کے نزدیک اس سے تکفیر پر دلالت نہیں ہوتی۔

علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی کے حوالہ سے امام احمد، اور حنابلہ کے اقوال کی توضیح وتفصیل آگے آتی ہے۔

اور علامہ ابنِ قیم حنبلی کی عبارات بھی آگے آتی ہیں، جن میں مندرجہ ذیل عبارت بھی ہے:

وإنما منع الأئمة – كالإمام أحمد بن حنبل وأمثاله – قبول رواية الداعي المعلن ببدعته وشهادته، والصلاة خلفه: هجرا له، وزجرا لينكف ضرر بدعته عن المسلمين، ففي قبول شهادته وروايته، والصلاة خلفه، واستقضائه وتنفيذ أحكامه: رضى ببدعته، وإقرار له عليها، وتعريض لقبولها منه (الطرق الحكمية،ص ۱۴۶ ،فصل فی الطرق التی یحکم بها الحاکم،فصل الطریق السادس عشر فی الحکم بشهادة الفساق وذلک فی صور)

ترجمہ: اور ائمہ، جیسا کہ امام احمد بن حنبل اور ان کے مثل دیگر حضرات نے اپنی بدعت کا اعلان کرنے والے داعی کی روایت اور اس کی شہادت قبول ہونے، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے جو منع کیا ہے، وہ (تکفیر کے بجائے) صرف اس سے ہجران کے لیے، اور تنبیہ کے لیے کیا ہے، تاکہ اس کی بدعت کا ضرر مسلمانوں سے رُک جائے، پس اس کی شہادت اور روایت کو قبول کرنے، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے، اور اس کی گواہی پر فیصلہ کرنے، اور اس کے احکام کو نافذ کرنے میں، اس کی بدعت سے راضی ہونا، اور اس پر اسے برقرار رکھنا، اور اس کی طرف سے اس بدعت کو قبول کرنے پر اقدام پایا جاتا ہے (الطرق الحکمیۃ)

خلاصہ یہ کہ امام احمد اور حنابلہ کے اصل اور راجح مذہب کے مطابق بھی اہلُ السنۃ کے علاوہ دوسرے فرقے، اور اہلِ تشیع و روافض کافر نہیں۔

اور بعض علماء کا، اصل اور راجح مذہب کے مستند حوالہ جات اور ان کے صحیح معنیٰ ومطالب کو نظر انداز کر کے تکفیر کا حکم لگانا درست نہیں، ہم بار بار باحوالہ ذکر کر چکے کہ تکفیر کے لیے جملہ ائمہ ومذاہبِ اہلُ السنۃ کے قواعد کے مطابق اتفاق ضروری ہے۔

(فصل نمبر 1)

# علامہ ابنِ تیمیہ کی عبارات وحوالہ جات

شیخُ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفیٰ :728ھ) نے اپنی تالیفات وفتاویٰ جات اور مضامین و رسائل میں متفرق ومختلف مقامات میں شیعہ وروافض پر انتہائی مفصل کلام کیا ہے،اورعرب وعجم میں علامہ ابنِ تیمیہ کے متبعین ومعتقدین کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے،اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ علامہ ابنِ تیمیہ کی عبارات وحوالہ جات کوا لگ فصل میں ذکر کردیا جائے۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ علامہ ابنِ تیمیہ کے کس کس موقف سے کس کو، یا اہلِ تشیع کو کتنا اتفاق ہے،اور کتنا اختلاف، بلکہ ہمارا مقصود علامہ ابنِ تیمیہ کے موقف کی توضیح ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کے اس سلسلہ میں موقف کی بہت سے دوسرے حضرات نے بھی ترجمانی کرنے کی کوشش کی ہے، بالخصوص متعدد سلفی کہلائے جانے والے حضرات نے اس مسئلہ پر قدرے تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے،لیکن ہماری نظر میں علامہ ابنِ تیمیہ کے اس سلسلہ میں منتشر ومتفرق بسیط کلام کا،جس طرح جائزہ لینے کی ضرورت تھی،اس کی عربی اور عجمی زبان میں ہمیں تشنگی رہی،اس لئے ہم نے آنے والے صفحات میں بحمداللہ تعالیٰ خود اس پر اپنی تشنگی دور کرنے کے لئے تفصیلی کلام کیا ہے، جو ہمیں عربی، یا عجمی زبان میں کہیں میسر نہیں آسکا۔

علامہ ابنِ تیمیہ ''مجموعُ الفتاوی'' میں فرماتے ہیں:

فأول من ابتدع الرفض كان منافقا زنديقا يقال له "عبد الله بن سبأ" فأراد بذلك إفساد دين المسلمين كما فعل "بولص" صاحب الرسائل التى بأيدى النصارى حيث ابتدع لهم بدعا أفسد بها دينهم وكان يهوديا فأظهر النصرانية نفاقا فقصد إفسادها وكذلك كان "ابن سبأ" يهوديا فقصد ذلك وسعى فى الفتنة لقصد إفساد الملة فلم يتمكن من ذلك؛ لكن حصل بين المؤمنين تحريش وفتنة قتل فيها عثمان رضى الله عنه وجرى ما جرى من الفتنة ولم يجمع الله -ولله الحمد- هذه الأمة على ضلالة؛ بل لا

يزال فيها طائفة قائمة بالحق لا يضرها من خالفها ولا من خذلها حتى تقوم الساعة؛ كما شهدت بذلك النصوص المستفيضة في الصحاح عن النبي صلى الله عليه وسلم.

ولما أحدثت البدع الشيعية في خلافة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه ردها .وكانت "ثلاثة طوائف "غالية. وسبابة ومفضلة.

فأما "الغالية "فإنه حرقهم بالنار فإنه خرج ذات يوم من باب كندة فسجد له أقوام فقال :ما هذا؟ فقالوا :أنت هو الله .فاستتابهم ثلاثا فلم يرجعوا فأمر في الثالث بأخاديد فخدت وأضرم فيها النار ثم قذفهم فيها وقال :لما رأيت الأمر أمرا منكرا ...أججت ناري ودعوت قنبرا

وفي صحيح البخاري أن عليا أتي بزنادقتهم فحرقهم وبلغ ذلك (ابن عباس فقال :أما أنا فلو كنت لم أحرقهم؛ لنهي النبي صلى الله عليه وسلم أن يعذب بعذاب الله ولضربت أعناقهم؛ لقول النبي صلى الله عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه)

وأما "السبابة "فإنه لما بلغه من سب أبا بكر وعمر طلب قتله فهرب منه إلى قرقيسيا؛ وكلمه فيه وكان علي يداري أمراءه؛ لأنه لم يكن متمكنا ولم يكونوا يطيعونه في كل ما يأمرهم به .

وأما "المفضلة "فقال :لا أوتى بأحد يفضلني على أبي بكر وعمر إلا جلدته حد المفترين.

وروي عنه من أكثر من ثمانين وجها أنه قال :خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر ثم عمر .وفي صحيح البخاري عن محمد بن الحنفية أنه قال لأبيه :يا أبت من خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟فقال يا بني؟ أوما تعرف قال :لا .قال :أبو بكر؛ قال :ثم من؟ قال :عمر .وفي الترمذي وغيره أن عليا روى هذا التفضيل عن النبي صلى الله عليه وسلم " .

والمقصود هنا "أنه قد كذب على علي بن أبي طالب من أنواع الكذب الذي لا يجوز نسبتها إلى أقل المؤمنين حتى أضافت إليه القرامطة والباطنية والخرمية والمزدكية والإسماعيلية والنصيرية مذاهبها التي هي من أفسد مذاهب العالمين وادعوا أن ذلك من العلوم الموروثة عنه .وهذا كله إنما أحدثه المنافقون الزنادقة الذين قصدوا إظهار ما عليه المؤمنون وهم يبطنون خلاف ذلك (مجموع الفتاویٰ، ج۳۵ص ۱۸۴ الیٰ ۱۸۶،كتاب قتال أهل البغي،باب حكم المرتد،أول من ابتدع الرفض)

ترجمہ: پس سب سے پہلے، جس نے ''رفض'' کی بدعت ایجاد کی، وہ منافق، زندیق تھا، جس کو ''عبداللہ بن سباء'' کہا جاتا تھا، جس کا مقصد مسلمانوں کے دین میں فساد پیدا کرنا تھا، جیسا کہ ''بولص'' نام کے آدمی نے، جو ان مختلف رسائل کا

مصنف تھا، جو نصاریٰ کے پاس موجود ہیں، اس طور پر کہ اس نے نصاریٰ کے لئے بدعت ایجاد کی، جس کے نتیجہ میں اس نے نصاریٰ کے دین میں فساد پیدا کیا، یہ شخص خود یہودی تھا، مگر اس نے نصرانیت کا اظہار کیا، جس سے اس کا مقصود، نصرانیت میں فساد پیدا کرنا تھا، اور اسی طرح "ابنِ سبا" یہودی تھا، اس کا مقصود بھی یہی تھا، اس نے بھی ملتِ اسلامیہ میں فتنہ پیدا کرنے کی سعی کی، لیکن وہ اس پر قادر نہیں ہوسکا، البتہ مومنین کے درمیان تحریش (وشورش) پیدا ہوئی، اور وہ فتنہ برپا ہوا، جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، اور جو کچھ فتنہ برپا ہوا، اور الحمد للہ، اللہ تعالیٰ اس امت کو ضلالت پر جمع نہیں فرمائے گا، بلکہ ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، جس کو کوئی مخالفت کرنے والا ضرر نہیں پہنچا سکے گا، اور نہ ہی اس کو کوئی رسوا کرنے والا نقصان پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے، جیسا کہ اس کی صحاح میں موجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصوصِ مستفیضہ گواہی دیتی ہیں۔

اور جب شیعت کی بدعت امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوئی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید فرمائی۔

اس وقت شیعہ کی تین جماعتیں تھیں، ایک غالیہ، دوسرے سبابہ، اور تیسرے مفضلہ۔

جہاں تک غالیہ کا تعلق ہے، تو ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا دیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن بابِ کندہ سے نکلے، تو کچھ لوگوں نے آپ کو سجدہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہی اللہ ہیں، جس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے تین مرتبہ توبہ کرنے کو طلب کیا، لیکن انہوں نے رجوع نہیں کیا، پھر آپ نے تیسری مرتبہ گڑھے کو کھودنے کا حکم دیا، جس میں آگ کو دہکایا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

ان کو آگ میں ڈال دیا، اور یہ فرمایا کہ:

**”لما رأيت الأمر أمرا منكرا ......أججت ناري ودعوت قنبرا“**

اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیقوں کو لایا گیا، آپ نے ان کو آگ میں جلا دیا، یہ بات حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا، تو میں ان کو آگ میں نہ جلاتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرح کا عذاب دینے سے منع فرمایا ہے، البتہ میں ان کی گردنوں کو اُڑا دیتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ جو اپنے دین کو تبدیل کر دے، تو تم اس کو قتل کر دو۔

جہاں تک سبابہ (یعنی سب وشتم کرنے والے لوگوں) کا تعلق ہے، تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کیا ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب کیا، تو وہ ”قرقیسیا“ کی طرف بھاگ گیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق گفتگو کی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے امراء کی مدارات کیا کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان پر قدرت نہیں رکھتے تھے، اور وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہر حکم کی تعمیل نہیں کیا کرتے تھے۔

اور جہاں تک ”مفضلہ“ (یعنی علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے والے لوگوں) کا تعلق ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس جو ایسا شخص لایا جائے، جو مجھ کو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے گا، تو میں اس کو جھوٹی تہمت لگانے والے کی سزا کے مطابق کوڑے لگاؤں گا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی (80) سے بھی زیادہ سندوں سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، پہلے ابوبکر رضی

اللہ عنہ کا، پھر اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے، اور صحیح بخاری میں محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے والد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ ان کے والد نے فرمایا کہ اے بیٹے کیا آپ کو اس کا علم نہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ نہیں، ان کے والد نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہیں، انہوں نے سوال کیا کہ پھر کون ہیں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ، اور ترمذی وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

اور اس موقع پر مقصود یہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر مختلف جھوٹ گھڑے گئے، جن کی نسبت ایک کمزور درجے کے مومن کی طرف بھی جائز نہیں، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف قرامطہ، اور باطنیہ، اور خرمیہ، اور مزدکیہ، اور اسماعیلیہ، اور نصیریہ نے اپنے اپنے مذاہب کو منسوب کر دیا، جب کہ وہ دنیا بھر کے مذاہب میں سب سے فاسد مذاہب ہیں، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس کے موروثی علوم ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ ان تمام چیزوں کو صرف منافقین، زنادقہ نے گھڑا تھا، جن کا مقصد اپنے آپ کا مومن ظاہر کرنا تھا، دراں حالیکہ وہ باطن میں اس کے خلاف چھپاتے تھے (مجموع الفتاویٰ)

بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ بن سبا نے یہ کہا تھا کہ قرآن نو (9) اجزاء کا ایک (1) جزء ہے، جس کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ہے، جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر سزا جاری کی تھی۔ [1]

---

[1] ثم السبئية إذ غلت فى الكفر فزعمت أن عليا إلهها حتى حرقهم بالنار إنكارا عليهم واستبصارا فى أمرهم حين يقول "لما رأيت الأمر أمرا منكرا. أجججت نارى ودعوت قنبرا "وضرب عبدالله بن سبإ حين زعم أن القرآن جزء من تسعة أجزاء وعلمه عند على ونفاه بعدما كان هم به.
ثم المختارية من أهل الكوفة حين تنبأ فيهم فى قديم الدهر وأصحاب على وعبدالله متوافرون فغلب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے کہ رفض کا آغاز، کس طرح، اور کب ہوا، لیکن اس میں شک نہیں کہ ''نصیریہ'' دراصل باطنی فرقہ کی ایک جماعت ہے، فرانسیسیوں نے انہیں علویین کا نام دیا ہے، یہ فرقہ اصل میں ایک شخص سے منسوب ہے جسے ''محمد بن نصیر'' کہا جاتا تھا، یہ بنی نمیر کے غلاموں اور اس امام حسن عسکری (جسے اثنا عشری شیعہ اپنا گیارہواں امام مانتے ہیں) کے گرد جمع ہونے والوں میں سے تھا۔

جب 260ھ میں امام حسن عسکری کی وفات ہوئی، تو محمد بن نصیر نے حسن عسکری کے شیعوں کے لیے دعویٰ کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً جس کا ایک لڑکا محمد تھا، امامت اس کی طرف منتقل ہو گئی ہے اور وہ اپنے والد کے گھر میں روپوش ہوگیا ہے اور وہی مہدی منتظر ہے، عنقریب واپس آئے گا اور زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھردے گا، جس طرح کہ وہ ظلم سے بھری ہوگی۔

پھر اس ''محمد بن نصیر'' نے دعویٰ کیا کہ وہ خود ہی مہدی منتظر کا دروازہ ہے۔

لیکن امام حسن عسکری کے بعض پیروکاروں نے محمد بن نصیر کے اس قول کی تصدیق نہ کی کہ وہ مہدی منتظر کا دروازہ ہے، اگرچہ انہوں نے امام مہدی کے وجود پر موافقت کی۔

پس ''محمد بن نصیر'' ان کے پاس سے بھاگ گیا اور اس طرح اس نے فرقہ نصیریہ کی بنیاد رکھی۔

کہا جاتا ہے کہ ''محمد بن نصیر'' نے اپنے اصول ''خطابیت، مجوسیت، مسیحیت اور اثنا عشری'' جیسے فرقوں، اور مذاہب سے اخذ کیے، اور اس نے یہ عقیدہ قائم کیا کہ آسمان وزمین کا ''الٰہ'' علی بن ابی طالب ہے ''محمد بن نصیر'' تناسخِ ارواح کا بھی قائل ہوگیا، یہ فرقہ دریائے عاص

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علیها بمن تابعه من السفلة والرعاع حتى كان يعطى الرجل الألف دينار والأقل على أن يروى له فى تقوية أمره حديثا .

حدثنا أبو نعيم ثنا شريك عن أبى إسحاق قال سمعت خزيمة بن نصر العبسى أيام المختار وهو يقولون ما يقولون من الكذب وكان من أصحاب على قاتلهم الله أى عصابة تشانوا وأى حديث أفسدوا (أحوال الرجال،لإبراهيم بن يعقوب الجوزجانى،ص ٣٩)

کے مغرب میں واقع سوریہ کے شہروں میں مقیم ہے، اور موجودہ ’’شامی نصیری‘‘ خود کو اثنا عشری شیعہ اور مکمل مسلمان قرار دیتے ہیں۔

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کا ’’اثنا عشریہ‘‘ سے کئی اہم افکار میں اختلاف ہے۔

اسی طرح موجودہ زمانہ میں اسماعیلیہ فرقہ بھی ’’اثنا عشریہ‘‘ سے جدا فرقہ ہے، اور موجودہ آغا خانی، اور بوہرہ فرقہ ’’اسماعیلیہ‘‘ کی ہی ایک شاخ شمار ہوتی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ ’’منهاجُ السنة‘‘ میں فرماتے ہیں:

وكانت الشيعة أصحاب على يقدمون عليه أبا بكر وعمر، وإنما كان النزاع فى تقدمه على عثمان. ولم يكن حينئذ يسمى أحد لا إماميا ولا رافضيا، وإنما سموا رافضة وصاروا رافضة لما خرج زيد بن على بن الحسين بالكوفة فى خلافة هشام، فسألته الشيعة عن أبى بكر وعمر، فترحم عليهما، فرفضه قوم، فقال: رفضتمونى رفضتمونى فسموا رافضة، وتولاه قوم فسموا زيدية لانتسابهم إليه ومن حينئذ انقسمت الشيعة إلى رافضة إمامية وزيدية، وكلما زادوا فى البدعة زادوا فى الشر، فالزيدية خير من الرافضة: أعلم وأصدق وأزهد وأشجع (منهاج السنة النبوية، ج٢، ص ٩٦، الفصل الثانى، الرد على القسم الأخير من المقدمة)

ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحابِ شیعہ، ان پر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو مقدم سمجھتے تھے، اور نزاع صرف ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کرنے میں تھا، اور اس وقت میں کسی کا نام نہ تو ’’امامیہ‘‘ رکھا جاتا تھا، اور نہ ہی ’’رافضی‘‘ رکھا جاتا تھا، اور ان کا اس وقت نام رافضہ رکھا گیا، اور وہ رافضہ اس وقت ہوئے، جب زید بن علی بن حسین (المتوفی 122ھ) کوفہ میں ہشام کی خلافت میں نکلے، تو ان سے شیعہ نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے ان دونوں شیخین پر رحمت کی دعاء کی، تو ان کو ایک قوم نے چھوڑ دیا، جس پر زید بن علی نے فرمایا کہ ’’رفضتمونى رفضتمونى ‘‘(تم نے مجھے چھوڑ دیا، تم نے مجھے چھوڑ دیا) پس اس وقت ان کا نام ’’رافضہ‘‘ رکھا گیا، اور اس وقت زید بن علی سے ایک قوم نے محبت کی، جس پر ان کا نام ’’زیدیہ‘‘

رکھا گیا، کیونکہ انہوں نے زید بن علی کے ساتھ اپنی نسبت جوڑ لی، اور اسی وقت سے ''شیعہ'' کی ''رافضہ امامیہ'' اور ''زیدیہ'' کی طرف تقسیم ہوگئی۔

اور یہ لوگ جتنا بھی بدعت میں زیادتی کرتے ہیں، اتنا ہی ان کا شر زیادہ ہوجاتا ہے۔

پس ''زیدیہ'' بہتر ہیں ''رافضہ'' سے، جو کہ (رافضہ کے مقابلہ میں) زیادہ علم والے، اور زیادہ سچے، اور زیادہ عبادت گذار، اور زیادہ بہادر ہیں (منہاج السنہ)

اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں، ایک ''رافضہ'' اور دوسرے ''زیدیہ''۔

اور اس سے پہلے معلوم ہو چکا کہ ''غالیہ'' کا تعلق بنیادی طور پر زنادقہ ومنافقین سے ہے، انہوں نے اپنے آپ کو شیعہ ورافضہ کی طرف منتسب کیا، اور ان کی یہ نسبت جھوٹی ہے۔

اورعلامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

ثم ظهر في زمن علي التكلم بالرفض؛ لكن لم يجتمعوا ويصير لهم قوة إلا بعد مقتل الحسين رضي الله عنه بل لم يظهر اسم الرفض إلا حين خروج زيد بن علي بن الحسين بعد المائة الأولى لما أظهر الترحم على أبي بكر وعمر رضي الله عنهما رفضته الرافضة فسموا "رافضة" واعتقدوا أن أبا جعفر هو الإمام المعصوم .واتبعه آخرون فسموا "زيدية" نسبة إليه .ثم في أواخر عصر الصحابة نبغ التكلم ببدعة القدرية والمرجئة فردها بقايا الصحابة؛ كابن عمر وابن عباس وجابر بن عبد الله وأبي سعيد وواثلة بن الأسقع وغيرهم؛ ولم يصر لهم سلطان واجتماع حتى كثرت المعتزلة والمرجئة بعد ذلك .ثم في أواخر عصر التابعين ظهر التكلم ببدعة الجهمية نفاة الصفات ولم يكن لهم اجتماع وسلطان إلا بعد المائة الثانية في إمارة أبي العباس الملقب بالمأمون؛ فإنه أظهر التجهم وامتحن الناس عليه وعرب كتب الأعاجم :من الروم واليونانيين وغيرهم .وفي زمنه ظهرت "الخرمية ."وهم زنادقة منافقون يظهرون الإسلام وتفرعوا بعد ذلك إلى القرامطة والباطنية والإسماعيلية .وأكثر هؤلاء ينتحلون الرفض في الظاهر .وصارت الرافضة الإمامية في زمن بني بويه بعد المائة الثالثة فيهم عامة هذه الأهواء المضلة :فيهم الخروج والرفض والقدر والتجهم (مجموع الفتاویٰ، ج۲۸،ص۴۹۰، ۴۹۱، کتاب الجهاد، السياسة الشرعية، دخول الرافضة في حديث "من خرج من الطاعة")

ترجمہ: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رفض پر کلام کا ظہور ہوگیا، لیکن وہ مجتمع نہ ہوسکے، اوران کی قوت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ہی ظاہر ہوئی، بلکہ ان کا رفض نام بھی اس وقت ظاہر ہوا، جب پہلی صدی کے بعد زید بن علی کا ظہور ہوا، جب انہوں نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر ترحم کا اظہار کیا، ان کو رافضہ نے چھوڑ دیا، اوران کا نام ''رافضہ'' پڑ گیا، اورانہوں نے یہ اعتقاد کیا کہ ابوجعفر ہی امامِ معصوم ہیں، حضرت زید کی دوسرے لوگوں نے اتباع کی، جن کا نام ''زیدیہ'' رکھا گیا، یہ نسبت ان ہی کی طرف ہے، پھر صحابہ کے اواخرِ زمانہ میں قدریہ اور مرجئہ کی بدعت پر کلام برپا ہوا، جس کی بقایا صحابہ نے تردید کی، جیسا کہ ابنِ عمر اورابنِ عباس اور جابر بن عبداللہ اورابوسعید اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم وغیرہ نے، اوران کو حکومت واجتماعیت حاصل نہ ہوسکی، یہاں تک کہ اس کے بعد معتزلہ اور مرجئہ کی کثرت ہوگئی، پھر تابعین کے اواخرِ زمانہ میں جہمیہ کی بدعت پر کلام ظاہر ہوگیا، جو صفاتِ باری تعالیٰ کی نفی کرتے تھے، لیکن ان کو بھی اجتماعیت وحکومت حاصل نہ ہوسکی، مگر دوسری صدی کے بعد ہی ابوالعباس کی حکومت میں، جس کا لقب مامون تھا (جو ہارون رشید کا بیٹا تھا) اس نے ''جہمیت'' کا اظہار کیا، اورلوگوں کو اس امتحان میں ڈال دیا، اورروم اور یونان وغیرہ کی عجمی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا، اوراس کے زمانہ میں ''فرقہ خرمیہ'' ظاہر ہوا، جو کہ زندیق منافق تھے، جو اسلام کو ظاہر کرتے تھے، اوراس کے بعد ''قرامطہ، اور باطنیہ، اور اسماعیلیہ'' کی طرف تفریع کرتے تھے، اوران کے اکثر لوگ ظاہر میں ''رفض'' کی طرف نسبت کرتے تھے، اورتیسری صدی کے بعد ''بنی بویہ'' کے زمانہ میں یہ گمراہ کنندہ ھواء پرست لوگ عام طور پر ''رافضہ امامیہ'' ہوگئے، جن میں ''خارجیہ، رافضیہ اورقدریہ وجہمیہ'' کی آمیزش بھی ہوگئی (مجموع الفتاویٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ ''فرقہ خرمیہ'' دراصل زندیق منافق تھے، جو اسلام کو ظاہر کرتے تھے، انہوں نے بعد میں اپنے آپ کو ''قرامطہ، اور باطنیہ، اور اسماعیلیہ'' کی طرف منتسب کیا، اور ''رافضہ امامیہ'' ہونے کا دعویٰ کیا۔

ہارون الرشید کے بیٹے عبداللہ مامون ''خلقِ قرآن'' کا عقیدہ رکھتے تھے، اور وہ ''معروف بالتشیع'' تھے۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں ایک مقام پر فرمایا:

**وأما لفظ الرافضة فهذا اللفظ أول ما ظهر في الإسلام لما خرج زيد بن على بن الحسين فى أوائل المائة الثانية فى خلافة هشام بن عبد الملك واتبعه الشيعة فسئل عن أبى بكر وعمر فتولاهما وترحم عليهما فرفضه قوم فقال: رفضتمونى رفضتمونى فسموا الرافضة فالرافضة تتولى أخاه أبا جعفر محمد بن على والزيدية يتولون زيدا وينسبون إليه .ومن حينئذ انقسمت**

---

[1] عبد الله المأمون ابن هارون الرشيد ابن محمد المهدى ابن عبد الله المنصور، أبو العباس الهاشمى .

ولد سنة سبعين ومائة عندما استخلف أبوه الرشيد، وقرأ العلم فى صغره.

وسمع من: هشيم، وعباد بن العوام، ويوسف بن عطية، وأبى معاوية الضرير، وطبقتهم.

وبرع فى الفقه والعربية وأيام الناس .ولما كبر عنى بالفلسفة وعلوم الأوائل ومهر فيها، فجره ذلك إلى القول بخلق القرآن .............

وكان المأمون معروفا بالتشيع، فروى أبو داود المصاحفى قال: سمعت النضر بن شميل يقول: دخلت على المأمون فقال: إنى قلت اليوم:

أصبح دينى الذى أدين به ...ولست منه الغداة معتذرا

حب على بعد النبى ولا ...أشتم صديقه ولا عمرا

وابن عفان فى الجنان مع الأبرار ...ذاك القتيل مصطبرا

وعائش الأم لست أشتمها ...من يفتريها فنحن منه برا

وقد نادى المأمون بإباحة متعة النساء، ثم لم يزل به يحيى بن أكثم حتى أبطلها، وروى له حديث الزهرى، عن ابنى الحنفية، عن أبيهما محمد، عن على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء يوم خيبر .فلما صحح له الحديث رجع إلى الحق.

وأما مسألة خلق القرآن فلم يرجع عنها وصمم عليها فى سنة ثمان عشرة .وامتحن العلماء، فعوجل ولم يمهل .توجه غازيا إلى أرض الروم فلما وصل إلى البذندون مرض واشتد به الأمر فأوصى بالخلافة إلى أخيه المعتصم(تاريخ الاسلام للذهبى، ج۵ ص ۳۵۱ الٰى ۳۵۹، تحت رقم الترجمة ۲۱۲)

الشیعة إلی زیدیة ورافضة إمامیة (مجموع الفتاوی، ج۱۳، ص۳۵، ۳۶، کتاب مقدمة التفسیر، طوائف الشیعة ومقالاتهم)

ترجمہ: جہاں تک لفظِ ''رافضہ'' کا معاملہ ہے، تو یہ لفظ اسلام میں سب سے پہلے اس وقت ظاہر ہوا، جب زید بن علی نے ہشام بن عبدالملک کی خلافت میں دوسری صدی کے شروع میں خروج کیا، اور اس کی ''شیعہ'' نے اتباع کی، پھر زید بن علی سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا گیا، تو زید بن علی نے ان دونوں حضرات سے محبت کا اظہار کیا، اور ان پر رحمت بھیجی، تو ان کو ایک قوم نے چھوڑ دیا، جس پر زید بن علی نے کہا کہ ''رفضتمونی رفضتمونی'' (تم نے مجھے چھوڑ دیا، تم نے مجھے چھوڑ دیا) پس ان لوگوں کا نام رافضہ پڑ گیا، پس رافضہ زید بن علی کے بھائی ابوجعفر محمد بن علی سے محبت رکھتے ہیں، اور زیدیہ، زید سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کی طرف ہی اپنی نسبت کرتے ہیں، اور یہاں سے ''شیعہ'' منقسم ہوگئے ''زیدیہ'' اور ''رافضہ امامیہ'' کی طرف (مجموع الفتاویٰ)

''زید بن علی بن حسین علی''، جن کی طرف، شیعہ کا ''زیدیہ'' فرقہ منسوب ہے، اُن کی ولادت اسّی (80) ہجری میں ہوئی۔ [1]

بعض حضرات کے بقول انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو دیکھا ہے، اور ان کا شمار انتہائی علماء وصلحاء کی جماعت میں ہوتا ہے، اور ان کی شہادت 122ھ میں ہوئی، اور یہ ابوجعفر باقر کے بھائی ہیں۔ [2]

---

[1] زید ابن علی ابن الحسین ابن علی ابن أبی طالب [الهاشمی] أبو الحسین المدنی ثقة من الرابعة وهو الذی ینسب إلیه الزیدیة خرج فی خلافة هشام ابن عبد الملک فقتل بالکوفة سنة اثنتین وعشرین وکان مولده سنة ثمانین د ت عس ق (تقریب التهذیب لابنِ حجر، ص ۲۲۴، تحت رقم الترجمة ۲۱۴۹)

[2] روی عن أبیه وأخیه أبی جعفر الباقر وأبان بن عثمان وعروة بن الزبیر وعبید الله بن أبی رافع. وعنه أبناه حسین وعیسی وابن أخیه جعفر بن محمد والزهری والأعمش وشعبة وسعید بن خثیم وإسماعیل السدی وزبید الیامی وزکریاء بن أبی زائدة وعبد الرحمن بن الحارث بن عیاش بن أبی ربیعة وأبو خالد عمرو بن خالد الواسطی وابن أبی الزناد وعدة. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حافظ ذہبی نے ''عیسیٰ بن یونس'' سے نقل کیا ہے کہ ''رافضہ'' نے زید بن علی کے پاس آ کر کہا کہ تم ابوبکر وعمر سے ''تبرئ'' کرو، تو ہم آپ کے ساتھ ہوں گے، تو حضرت زید بن علی نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں کروں گا، بلکہ میں اُن شیخین سے محبت کرتا ہوں، اور جو اِن شیخین سے برائت ظاہر کرتا ہے، میں ان سے برائت ظاہر کرتا ہوں، اس پر رافضہ نے کہا کہ پھر ہم آپ کو چھوڑ دیتے ہیں، یہاں سے ان کا ''رافضہ'' نام رکھا گیا، لیکن ''زیدیہ'' نے حضرت زید بن علی کے مطابق قول کیا، اور حضرت زید کے ساتھ شامل ہو کر اُن کے مخالفین کا مقابلہ کیا، جس کے نتیجہ میں ''زیدیہ'' اُن کی طرف منسوب کہلائے۔

اور عباد بن یعقوب، جن کو محدثین نے ''رافضی اور صادق'' قرار دیا ہے، اور ان کی احادیث کو بخاری نے مقروناً اور ترمذی، ابنِ ماجہ وغیرہ نے بھی ان کی احادیث کو روایت کیا ہے، ان سے روایت ہے کہ جعفر بن محمد کے پاس کچھ روافض موجود تھے، تو عمرو بن قاسم نے اُن سے کہا یہ روافض آپ کے چچا ''زید'' سے برائت ظاہر کرتے ہیں، تو جعفر بن محمد نے فرمایا کہ جو زید سے برائت اختیار کرتا ہے، اللہ اس سے برائت اختیار کرتا ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذكره ابن حبان في الثقات وقال رأى جماعة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.
وقال السدى عن زيد بن على الرافضة حربى وحرب أبى فى الدنيا والآخرة قال خليفة حدثنى أبو اليقظان عن جويرية بن أسماء وغيره أن زيد بن على قدم على يوسف بن عمر الحيرة فأجازه ثم شخص إلى المدينة فأتاه ناس من أهل الكوفة فقالوا له أرجع ونحن نأخذ لك الكوفة فرجع فبايعه ناس كثير وخرج فقتل فيها يعنى سنة "122" وقال ابن سعد قتل فى صفر سنة "20" ويقال سنة "22" وقال مصعب الزبيرى قتل وهو ابن "42" سنة.
قلت وأعاد ابن حبان ذكره فى طبقة أتباع التابعين وقال روى عن أبيه وإليه تنسب الزيدية من طوائف الشيعة وقال ابن أبى الدنيا حدثنى محمد بن إدريس حدثنا عبد الله بن أبى بكر العتكى عن جرير بن حازم أنه رأى النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام متساندا إلى جذع زيد بن على وزيد مصلوب وهو يقول للناس هكذا تفعلون بولدى. (تهذيب التهذيب لابنِ حجر، ج٣ص ٤١٩، ٤٢٠، تحت رقم الترجمة ٧٦٩)

[1] د ت ق: زيد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب أبو الحسين الهاشمى العلوى المدنى. أخو أبى جعفر محمد، وعبد الله، وعمر، وعلى، والحسين، وهو ابن أمة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس طرح محدثین نے کئی روافض سے مروی روایات کو کتبِ حدیث میں نقل کیا ہے، اور محدثین نے ان کی تصحیح وتحسین کی ہے، اسی طرح ''زیدی شیعہ'' سے بھی مروی کئی احادیث کا معاملہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور زید بن علی کے بھائی، ابو جعفر باقر محمد بن علی بن حسین بھی علم وتقویٰ میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، جن کو روافض بارہ اماموں میں سے ایک امام کا درجہ دیتے ہیں۔

چنانچہ حافظ ذہبی نے ان کے بارے میں فرمایا:

**هو السيد، الإمام، أبو جعفر محمد بن على بن الحسين بن على العلوى،**

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

روى عن: أبيه، وأخيه أبى جعفر الباقر، وعروة.

وعنه: ابن أخيه جعفر بن محمد، وشعبة، وفضيل بن مرزوق، والمطلب بن زياد، وسعيد بن خثيم الهلالى، وعبد الرحمن بن أبى الزناد، وآخرون سواهم.

وكان أحد العلماء الصلحاء بدت منه هفوة فاستشهد فكانت سببا لرفع درجته فى آخره.

روى أبو اليقظان عن جويرية بن أسماء أو غيره أن زيد بن على وفد من المدينة على يوسف بن عمر الثقفى أمير العراقين الحيرة فأحسن جائزته، ثم رجع إلى المدينة فأتاه ناس من أهل الكوفة فقالوا: ارجع فليس يوسف بشىء فنحن نأخذ لك الكوفة، فرجع فبايعه ناس كثير وخرجوا معه فعسكر فالتقاه العسكر العراقى فقتل زيد فى المعركة، ثم صلب فبقى معلقا أربعة أعوام، ثم أنزل فأحرق فإنا لله وإنا إليه راجعون.

قال يعقوب الفسوى: كان قدم الكوفة وخرج بها لكونه كلم هشام بن عبد الملك فى دين ومعونة فأبى عليه وأغلظ له .

وقد سئل عيسى بن يونس عن الرافضة، والزيدية فقال: أما الرافضة فإنهم جائوا إلى زيد بن على حين خرج فقالوا: تبرأ من أبى بكر، وعمر حتى نكون معك، فقال: لا بل أتولاهما وأبرأ ممن يبرأ منهما، قالوا: إذا نرفضك فسميت الرافضة .وأما الزيدية فقالوا بقوله وحاربوا معه فنسبوا إليه.

وقال إسماعيل السدى، عن زيد بن على قال: الرافضة حربى وحرب أبى فى الدنيا والآخرة، مرقوا علينا كما مرقت الخوارج على على رضى الله عنه.

وروى عبد الله بن أبى بكر العتكى، عن جرير بن حازم قال: رأيت النبى – صلى الله عليه وسلم – فى المنام كأنه متساند إلى خشبة زيد بن على، وهو يقول: هكذا تفعلون بولدى.

وقال عباد بن يعقوب، وهو رافضى ضال لكنه صادق، وهذا نادر، أخبرنا عمرو بن القاسم قال: دخلت على جعفر بن محمد، وعنده أناس من الرافضة فقلت: إن هؤلاء يبرؤون من عمك زيد، فقال: برء الله ممن تبرأ منه، كان والله أقرأنا لكتاب الله، وأفقهنا فى دين الله، وأوصلنا للرحم ما ترك فينا مثله (تاريخ الاسلام ، ج٣ص٥ ١ ٤،وص٦ ١ ٤، تحت رقم الترجمة ٥ ١ ١ )

الفاطمی، المدنی، ولد زین العابدین.
ولد :سنة ست وخمسین، فی حیاة عائشة وأبی هریرة......
وکان أحد من جمع بین العلم والعمل، والسؤدد والشرف، والثقة والرزانة، وکان أهلا للخلافة، وهو أحد الأئمة الاثنی عشر الذین تبجلهم الشیعة الإمامیة، وتقول بعصمتهم وبمعرفتهم بجمیع الدین.فلا عصمة إلا للملائکة والنبیین، وکل أحد یصیب ویخطء، ویؤخذ من قوله ویترک، سوی النبی -صلی الله علیه وسلم -فإنه معصوم، مؤید بالوحی (سیر أعلام النبلاء، ج۴،ص ۴۰۱،و۴۰۲، رقم الترجمة ۱۵۸ ، تحت ترجمة''أبو جعفر الباقر'')

ترجمہ: یہ سید امام ابوجعفر باقر محمد بن علی بن حسین بن علی علوی فاطمی مدنی ہیں، جو کہ زین العابدین کی اولاد میں سے ہیں۔

ان کی ولادت چھپن (56) ہجری میں حضرت عائشہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حیات میں ہوئی۔......

اور یہ ان چند ہستیوں میں سے تھے، جنہوں نے علم اور عمل اور سیادت اور شرافت اور ثقہ ورزانت کو جمع کیا تھا، اور یہ خلافت کے اہل تھے، اور یہ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، جن کی شیعہ امامیہ بڑی تعظیم کرتے ہیں، اوران کی عصمت کے، اور ان کے پورے دین کی معرفت کے قائل ہیں، حالانکہ عصمت، صرف فرشتوں اور نبیوں کے لیے ہے، اور ہر ایک مصیب بھی ہوتا ہے، اور مخطی بھی ہوتا ہے، اور اس کے قول کو لیا بھی جاتا ہے، اور چھوڑا بھی جاتا ہے، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیونکہ آپ معصوم ہیں، اور آپ کی وحی سے تائید کی گئی ہے (سیر اعلام النبلاء)

حافظ ذہبی نے ''المنتقٰی'' میں بھی امامیہ کے ائمہ کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنے کا ذکر کر کے، اس کی تردید کی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔[1]

---

[1] قال وإنما کان مذهبنا واجب الإتباع لأنه أحق المذاهب وأصدقها وأخلصها عن شوائب الباطل وأعظمها تنزیها لله ولرسوله وأوصیائه إعتقدنا أن الله هو المخصوص بالقدم وأنه لیس بجسم ولا فی مکان وإلا لکان محدثا إلی أن قال وأنه غیر مرئی بالحواس ولا فی جهة وأن أمره ونهیه حادث لإستحالة أمر المعدوم ونهیه وأن الأئمة معصومون کالأنبیاء من الصغائر والکبائر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں اہلِ تشیع کے بارہویں امام ''محمد بن حسن عسکری'' جن کو اہلِ تشیع ''مہدی'' تصور کرتے ہیں، اوران کو ''امامِ منتظر'' کا عنوان دیتے ہیں، کے بارے میں اہلِ تشیع کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔

جس کے بعد حافظ ذہبی نے فرمایا کہ ''رافضہ'' اس امام کے بارے میں جو عقیدہ رکھتے ہیں، اس طرح کا عقیدہ تو حضرت علی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رکھنا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ ''امامِ منتظر'' اوران سے پہلے دیگر ائمہ کے بارے میں اولین وآخرین کے علم کا عقیدہ رکھتے ہیں، اوران سے خطاء نہ ہونے، اوران کے خطاء اور سہو سے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخذوا الأحكام عن جدهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يلتفتوا إلى الرأى والقياس والإستحسان.

فيقال ما ذكرته لا تعلق له بالإمامة بل نقول فى مذهب الإمامية من ينكر هذا فإن هذا طريقه العقل وتعين الإمام طريقه السمع،ثم ما فى هذا من حق فأهل السنة يقولون به وما فيه من باطل فمردود وغالبه قواعد الجهمية والمعتزلة (المنتقٰى من منهاج الاعتدال، ص٧٨،الفصل الثانى فى المذهب الواجب الإتباع)

[1] محمد بن الحسن العسكرى بن على الهادى بن محمد الجواد بن على الرضا بن موسى الكاظم أبو القاسم العلوى الحسينى .خاتم الاثنى عشر إماما للشيعة.وهو منتظر الرافضة الذى يزعمون أنه المهدى.وأنه صاحب الزمان، وأنه الخلف الحجة.وهو صاحب السرداب بسامراء ، ولهم أربعمائة وخمسون سنة وهم ينتظرون ظهوره .ويدعون أنه دخل سردابا فى البيت الذى لوالده وأمه تنظر إليه، فلم يخرج منه وإلى الآن.فدخل السرداب وعدم وهو ابن تسع سنين.

وأما أبو محمد بن حزم فقال :إن أباه الحسن مات عن غير عقب .وثبت جمهور الرافضة على أن للحسن ابنا أخفاه .وقيل :بل ولد بعد موته من جارية اسمها نرجس أو سوسن والأظهر عندهم أنها صقيل، لأنها ادعت الحمل بعد سيدها فوقف ميراثه لذلك سبع سنين، ونازعها فى ذلك أخوه جعفر بن على، وتعصب لها جماعة، وله آخرون ثم انفش ذلك الحمل وبطل وأخذ الميراث جعفر وأخ له.وكان موت الحسن سنة ستين ومائتين.قال :وزادت فتنة الرافضة بصقيل هذه، وبدعواها، إلى أن حبسها المعتضد بعد نيف وعشرين سنة من موت سيدها وبقيت فى قصره إلى أن ماتت فى زمن المقتدر .وذكره القاضى شمس الدين ابن خلكان فقال :وقيل :بل دخل السرداب وله سبع عشرة سنة فى سنة خمس وسبعين ومائتين والأصح الأول، وأن ذلك كان فى سنة خمس وستين.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''امامیہ اثنا عشریہ'' کے اپنے ائمہ کے متعلق، عقیدے کی باحوالہ توضیح ہم پہلے مختلف مقامات پر کر چکے ہیں، اور کچھ توضیح آگے آتی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ''زنادقہ'' کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**دخلت الزنادقة على الإسلام من باب المتشيعة قديما وحديثا** (مجموع الفتاویٰ، ج۳۵ص ۱۳۶، کتاب قتال أهل البغي، باب حكم المرتد)

ترجمہ: ''زنادقہ'' اسلام پر قدیم اور جدید دور میں ''متشیعة'' (یعنی شیعہ کی بناوٹی صورت ظاہر کرکے) داخل ہوئے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے اسی بات کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

**ولهم "ألقاب "معروفة عند المسلمين تارة يسمون "الملاحدة "وتارة يسمون "القرامطة "وتارة يسمون "الباطنية "وتارة يسمون " الإسماعيلية "وتارة يسمون "النصيرية "وتارة يسمون "الخرمية " وتارة يسمون "المحمرة "وهذه الأسماء منها ما يعمهم ومنها ما يخص بعض أصنافهم كما أن الإسلام والإيمان يعم المسلمين ولبعضهم اسم يخصه :إما لنسب وإما لمذهب وإما لبلد وإما لغير ذلك .وشرح مقاصدهم يطول وهم كما قال العلماء فيهم :ظاهر مذهبهم الرفض وباطنه الكفر المحض .وحقيقة أمرهم أنهم لا يؤمنون بنبي من الأنبياء والمرسلين.........ويضمون إلى ذلك الرفض** (مجموع الفتاویٰ، ج۳۵ص ۱۵۲، ۱۵۳، کتاب قتال أهل البغي، باب حكم المرتد)

ترجمہ: اور ان کے مسلمانوں کے یہاں کئی القاب مشہور ہیں، بعض اوقات ان کو ''ملاحدہ'' کہا جاتا ہے، اور بعض اوقات ان کو ''قرامطہ'' کہا جاتا ہے، اور بعض

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قلت :وفي الجملة جهل الرافضة ما عليه مزيد .اللهم أمتنا على حب محمد وآل محمد صلى الله عليه وسلم، والذى يعتقده الرافضة فى هذا المنتظر لو اعتقده المسلم فى على بل فى النبى صلى الله عليه وسلم، لما جاز له ذلک ولا أقر عليه.

قال النبى صلى الله عليه وسلم " :لا تطرونى كما أطرت النصارى عيسى فإنما أنا عبد، فقولوا : عبد الله ورسوله "صلوات الله عليه وسلامه .فإنهم يعتقدون فيه وفى آبائه أن كل واحد منهم يعلم علم الأولين والآخرين، وما كان وما يكون، ولا يقع منه خطأ قط، وأنه معصوم من الخطأ والسهو . نسأل الله العفو والعافية، ونعوذ بالله من الاحتجاج بالكذب ورد الصدق، كما هو دأب الشيعة(تاريخ الإسلام،للذهبى، ج٦، ص ۳۹۸ الى ۴۰۰، رقم الترجمة ۴۰۱،حرف الميم)

اوقات ان کو ’’باطنیہ‘‘ کہا جاتا ہے، اور بعض اوقات ان کو ’’اسماعیلیہ‘‘ کہا جاتا ہے، اور بعض اوقات ان کو ’’نصیریہ‘‘ کہا جاتا ہے، اور بعض اوقات ان کو ’’خرمیہ‘‘ کہا جاتا ہے، اور بعض اوقات ان کو ’’محمرۃ‘‘ کہا جاتا ہے، اور یہ نام ان کو عام ہیں، اور ان میں سے بعض، بعض اصناف کے ساتھ مختص ہیں، جیسا کہ اسلام، اور ایمان تمام مسلمانوں کو عام ہے، اور بعض کا دوسرا نام مختص ہے، یا تو کسی نسب کی بنیاد پر، یا کسی شہر کی بنیاد پر، یا اس کے علاوہ کسی اور نسبت کی بنیاد پر، اور ان کے مقاصد کی شرح بہت لمبی ہے، اور یہ جیسا کہ علماء نے فرمایا کہ ان کے مذہب کا ظاہر ’’رفض‘‘ ہے، اور اس کا باطن ’’کفرِ محض‘‘ ہے، اور ان کے معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ نبیوں، اور رسولوں میں سے کسی پر ایمان نہیں رکھتے............

اور بھی کئی کفریہ عقائد کے حامل ہیں، اور اس کی طرف ’’رفض‘‘ کو شامل کر دیتے ہیں (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ ملاحدہ، فلسفیہ کی ایک قسم کے متعلق اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

ادعوا أنهم من ولد محمد بن إسماعيل بن جعفر؛ ولم يكونوا من أولاده؛ بل كان جدهم يهوديا ربيبيا لمجوسي وأظهروا التشيع .ولم يكونوا في الحقيقة على دين واحد من الشيعة: لا الإمامية ولا الزيدية؛ بل ولا الغالية الذين يعتقدون إلهية علي أو نبوته؛ بل كانوا شرا من هؤلاء كلهم،ولهذا كثر تصانيف علماء المسلمين في كشف أسرارهم وهتك أستارهم وكثر غزو المسلمين لهم .وقصصهم معروفة .وابن سينا وأهل بيته كانوا من أتباع هؤلاء على عهد حاكمهم المصري .ولهذا دخل ابن سينا في الفلسفة .وهؤلاء يجعلون محمد بن إسماعيل هو الإمام المكتوم وأنه نسخ شرع محمد بن عبد الله بن عبد المطلب ويقولون: إن هؤلاء الإسماعيلية كانوا أئمة معصومين؛ بل قد يقولون: إنهم أفضل من الأنبياء وقد يقولون. إنهم آلهة يعبدون (مجموع الفتاوىٰ، ج۴ص ۱۶۲، كتاب مفصل الاعتقاد)

ترجمہ: انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ محمد بن اسماعیل بن جعفر کی اولاد میں سے ہیں، حالانکہ وہ ان کی اولاد میں سے نہیں، بلکہ ان کا جدِ امجد ’’یہودی‘‘ اور ’’مجوسی‘‘ کا

''ربیب'' تھا، جنھوں نے تشیع کا لبادہ اوڑھا، حالانکہ وہ درحقیقت ''شیعہ'' میں سے کسی کے بھی مذہب پر نہیں تھے، نہ تو ''امامیہ'' کے مذہب پر تھے، اور نہ ''زیدیہ'' کے، بلکہ ان غالی لوگوں کے مذہب پر بھی نہیں تھے، جو حضرت علی کی الوہیت، یا نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں، بلکہ یہ لوگ ان سب سے شریر ترین تھے، اسی وجہ سے علمائے مسلمین کی تصانیف اِن کے رازوں کو کھولنے میں، اور ان کا پردہ چاک کرنے میں بکثرت پائی جاتی ہے، اور مسلمانوں کی اِن سے بکثرت جنگیں ہوئی ہیں، اور ان کا قصہ معروف ومشہور ہے، اور ابنِ سینا، اور اس کے اہلِ بیت اِن کے حاکمِ مصری کے زمانے میں انہی لوگوں کے پیروکار تھے، اور اسی وجہ سے ابنِ سینا ''فلسفہ'' میں داخل ہوگیا، اور یہ لوگ محمد بن اسماعیل کو ہی امامِ مکتوم قرار دیتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس نے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی شریعت کو منسوخ کردیا، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ اسماعیلیہ ہی ائمۂ معصوم تھے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وہ انبیاء سے بھی افضل تھے، اور بعض اوقات یہ کہتے ہیں کہ وہ ایسے ''الٰہ'' ہیں، جن کی عبادت کی جاتی ہے (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منہاجُ السنۃ'' میں فرمایا:

وهؤلاء -باتفاق أهل العلم والدين -كانوا ملاحدة، ونسبهم باطل، فلم يكن لهم بالرسول اتصال نسب في الباطن ولا دين، وإنما أظهروا النسب الكاذب وأظهروا التشيع، ليتوسلوا بذلك إلى متابعة الشيعة، إذ كانت أقل الطوائف عقلا ودينا، وأكثرها جهلا، وإلا فأمرهؤلاء العبيدية المنتسبين إلى إسماعيل بن جعفر أظهر من أن يخفى على مسلم .ولهذا جميع المسلمين -الذين هم مؤمنون -في طوائف الشيعة يتبرأون منهم، فالزيدية والإمامية تكفرهم وتتبرأ منهم، وإنما ينتسب إليهم الإسماعيلية الملاحدة، الذين فيهم من الكفر (منهاج السنة النبوية ، ج٦،ص ٣٤٢، ٣٤٣، الفصل الثاني، قال الرافضي الخلاف الرابع في الإمامة)

ترجمہ: اور یہ (اسماعیلیہ) اہلِ علم واہلِ دین کے اتفاق کی رو سے ملاحدہ تھے، اور ان کا نسب باطل تھا، پس ان کو رسول سے کوئی نسبی اتصال باطن اور دین میں

حاصل نہیں تھا، اور انہوں نے بس جھوٹے نسب کو ظاہر کیا، اور انہوں نے تشیع کا اظہار کیا، تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے شیعہ کی متابعت کے راستہ کو پاسکیں، کیونکہ شیعہ عقل ودین کے اعتبار سے قلیل اور جہل کے اعتبار سے کثیر تھے، ورنہ یہ چھوٹے چھوٹے غلام، جو اسماعیل بن جعفر کی طرف نسبت کرتے تھے، ان کا معاملہ بالکل ظاہر تھا، جس کے کسی مسلمان پر مخفی رہنے کی گنجائش ہی نہ تھی، اور اسی وجہ سے تمام مسلمین، جو مومن ہیں، شیعہ کی جماعتوں میں، وہ بھی ان سے برائت ظاہر کرتے ہیں، پس زیدیہ اور امامیہ ان (اسماعیلیہ) کی تکفیر کرتے ہیں، اور ان سے برائت ظاہر کرتے ہیں، اور ان کی طرف اسماعیلی ملاحدہ ہی اپنا انتساب کرتے ہیں، جن میں کفر پایا جاتا ہے (منہاج السنۃ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة'' میں یہ بھی فرمایا کہ اسماعیلیہ اپنے ائمہ کے بارے میں علمِ غیب اور کشفِ باطنِ شریعت، اور ان کے علوِ درجات کے عقیدہ میں اثنا عشریہ سے زیادہ غالی ہیں، اور وہ محرمات کو حلال اور واجبات کے ترک کرنے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں، اور اپنے ساتھ محبت کی بناء پر، نماز، روزہ اور حج وزکاۃ کے ساقط ہونے کے بھی قائل ہیں، جبکہ اثنا عشریہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ جنت کا مستحق ہونے کے لئے واجبات کو اداء کرنا، اور محرمات کو ترک کرنا ضروری ہے۔ انتہٰی۔ [1]

نیز علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ تالیف میں ہی فرمایا کہ ''اسماعیلیہ'' اسماعیل بن جعفر کی امامت کا دعوٰی کرتے ہیں، اور اثنا عشریہ ''موسیٰ بن جعفر'' کی امامت کا دعوٰی کرتے ہیں، اور اسماعیلیہ

---

[1] أولئک يدعون من علم الغيب وكشف باطن الشريعة وعلو الدرجة أعظم مما تدعيه الاثنا عشرية لأصحابهم، ويضمنون له هذا مع استحلال المحرمات وترک الواجبات، فيقولون له :قد أسقطنا عنک الصلاة والصوم والحج والزكاة، وضمنا لک بموالاتنا الجنة (ونحن قاطعون بذلک)

والاثنا عشرية يقولون :لا يستحق الجنة حتى يؤدى الواجبات ويترک المحرمات(منهاج السنة النبوية ،ج٣،ص ٤٩٥،الفصل الثانى ،فصل قول الرافضى "الوجه الثالث أن الإمامية جازمون بحصول النجاة لهم "والرد عليه)

دراصل باطن سے ملاحدہ، زنادقہ ہیں، جن کا اثنا عشریہ کی جنس سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں، لیکن ملاحدہ اورزنادقہ کا دروازہ یہی مذاہب ہیں، اس لئے انہوں نے اثنا عشریہ اوران جیسوں کی طرف اپنا انتساب کرکے جھوٹ پرجھوٹ باندھا، اوراپنے بدترین شرکو اثناعشریہ کے عنوان سے داخل کردیا، جس طرح شیعہ مذہب میں جہمیہ اورقدریہ وغیرہ کا بھی تداخل ہوا۔انتہٰی۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ان اسماعیلیہ کے قرامطہ باطنیہ کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ''تشیع ورفض'' کے قالب میں خروج کیا، اوراامامیہ اورزیدیہ، وغیرہ، سب شیعہ ان کوکافرجانتے ہیں۔انتہٰی۔ [2]

اورفرمایا کہ ابنِ صباح ''اسماعیلیہ'' کا ''رأس'' تھا۔انتہٰی۔ [3]

حضرت مولانامفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریرفرماتے ہیں:

پانچویں صدی ہجری کے آغاز میں ''حسن بن صباح'' اوراس کے بنائے ہوئے فرقہ کی تاریخ پرایک نظرڈالئے، تو معلوم ہوگا کہ ''مشرقی'' کا نظریہ اوراس کے

---

[1] وادعوا أن الحق معهم دون الاثنى عشرية ;فإن الاثنى عشرية يدعون إمامة موسى بن جعفر، وهؤلاء يدعون إمامة إسماعيل بن جعفر.وأئمة هؤلاء فى الباطن ملاحدة زنادقة، شر من الغالية، ليسوا من جنس الاثنى عشرية، لكن إنما طرقهم على هذه المذاهب الفاسدة ونسبتها إلى على ما فعلته الاثنا عشرية وأمثالهم، كذب أولئک عليه نوعا من الكذب ، ففرعه هؤلاء ، وزادوا عليه، حتى نسبوا الإلحاد إليه، كما نسب هؤلاء إليه مذهب الجهمية والقدرية وغير ذلک (منهاج السنة النبوية ،ج۸،ص ۱۲ ،الفصل الثالث، فصل قال الرافضى وأما علم الكلام فهو أصله)

[2] وزعموا أنهم مؤمنون وقالوا إنهم يجمعون بين النبوة والفلسفة كما يفعل الفارابى وابن سينا وغيرهما من المتفلسفة والقرامطة الباطنية من الإسماعيلية ونحوهم الذين أخذوا معانى المتفلسفة الروم والفرس فأخرجوها فى قالب التشيع والرفض .والإمامية والزيدية وغيرهم من الشيعة يعلمون أنهم كفار(مجموع الفتاوىٰ ، ج۱۲ ص۳۵۳،كتاب القرآن كلام الله حقيقة،الصوفيون يكفرون ابن سبعين)

[3] والإسماعيلية الذين كانوا على هذا المذهب بقلاع الألموت وغيرها فى بلاد خراسان؛ وبأرض اليمن وجبال الشام؛ وغير ذلک: كانوا على مذهب العبيديين المسئول عنهم؛ وابن الصباح الذى كان رأس الإسماعيلية(مجموع الفتاوىٰ، ج۳۵ص۱۳۷ ،كتاب قتال أهل البغى، باب حكم المرتد ، الشيعة وما جروه على المسلمين من الفتن)

تمام اصول کا رَد، درحقیقت اسی فرقہ کی نقل، اور اسی آواز کی صدائے بازگشت ہے، جس نے اب سے آٹھ سو برس پہلے بھی عالمِ اسلام کو ایک عظیم الشان فتنہ میں مبتلا کیا تھا، یہ فرقہ مختلف وجوہ واسباب کی بناء پر فرقہ باطنیہ، قرامطہ، اسماعیلیہ، وغیرہ ناموں کے ساتھ موسوم ہے، اسی فرقہ سے پھر دروزی، خضروانی، سویدانی فرقے پیدا ہوئے۔......

اس وقت سے لے کر آج تک ساڑھے آٹھ سو برس سے ہر طبقہ کے علمائے امت نے باتفاق ان کو کافر ومرتد قرار دیا، اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا، جو مرتدین کے ساتھ کیا جاتا ہے (جواہر الفقہ، جلد اول، ص۳۲۲ تا ۳۲۴، ملخصاً، رسالہ ''الإرشاد الٰی بعض احکام الحاد، مشرقی اور اسلام'' مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

''الکافی'' کے مصنف ابنِ یعقوب کلینی نے بھی ''قرامطہ'' کی تردید میں ایک کتاب تالیف کی ہے۔ [1]

اس کے علاوہ علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں رافضہ کے عصمتِ انبیاء کے مسئلہ میں غلو کرنے کی توضیح کی ہے، جس میں انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ پھر رافضہ نے عصمتِ انبیاء کے اس عقیدہ کو ائمہ کی طرف بھی منتقل کر دیا۔ [2]

---

[1] محمد بن يعقوب بن إسحاق، أبو جعفر الكليني :فقيه إمامي .من أهل كلين (بالرى) كان شيخ الشيعة ببغداد، وتوفى فيها .من كتبه (الكافى فى علم الدين -ط) ثلاثة أجزاء :الأول فى أصول الفقه والأخيران فى الفروع، صنفه فى عشرين سنة، و (الرد على القرامطة) و (رسائل الأئمة) وكتاب فى (الرجال)(الأعلام،للزركلى، ج۷،ص ۱۴۵ ، حرف الميم)

[2] وعامة ما ينقل عن جمهور العلماء أنهم غير معصومين عن الإقرار على الصغائر ولا يقرون عليها ولا يقولون إنها لا تقع بحال وأول من نقل عنهم من طوائف الأمة القول بالعصمة مطلقا وأعظمهم قولا لذلك :الرافضة فإنهم يقولون بالعصمة حتى ما يقع على سبيل النسيان والسهو والتأويل .وينقلون ذلك إلى من يعتقدون إمامته وقالوا بعصمة على والاثنى عشر(مجموع الفتاوى، ج۴ص ۳۲۰، كتاب مفصل الاعتقاد)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں یہ بھی فرمایا کہ ''غیر نبی اورسادات کے لئے عصمت کا مذکورہ دعویٰ'' انتہائی گمراہ کن ،اور جہالت پر مشتمل دعویٰ ہے، جو عقلِ محمود کی رو سے بھی درست نہیں۔ [1]

نیز علامہ ابنِ تیمیہ نے ''جامعُ الرسائل '' میں فرمایا کہ اسلام میں غلو کے اقوال، ابتداء میں ان لوگوں نے گھڑے تھے، جو اسلام میں داخل ہوئے، اورانہوں نے ''تشیع'' کا روپ دھار لیا، اور کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے اس غلو کا اظہار ''عبداللہ بن سبا'' نے کیا، جو پہلے یہودی تھا، پھر وہ اسلام لے آیا تھا، یہ شخص اُن لوگوں میں سے تھا، جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ برپا کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا اظہار کیا، اوراس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو کی بدعت گھڑی، یہاں تک کہ اس کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ''الوہیت'' کا دعویٰ کرنے والا بھی پیدا ہوگیا، اوراس دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے منصوص ہونے ،اور اِن کے انبیاء سے بھی معصوم ہونے کا قول کیا گیا، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کے قول کا اختراع کیا گیا، پھراس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''امامِ منصوص'' اور ''معصوم'' قرار دینے والے لوگ امامت کے مسئلہ میں بہت زیادہ متفرق ہوگئے، جن میں ''اثنا عشریہ'' بھی داخل ہیں۔ [2]

---

[1] من ادعى عصمة هؤلاء السادة المشهود لهم بالإيمان والتقوى والجنة :هو فى غاية الضلال والجهالة ولم يقل هذا القول من له فى الأمة لسان صدق؛ بل ولا من له عقل محمود(مجموع الفتاوى، ج۳۵ص۱۲۶ ،كتاب قتال أهل البغى، باب حكم المرتد)

[2] وكذلک أول ما ابتدعت مقالة الغالية فى الإسلام من جهة بعض من كان قد دخل فى الإسلام وانتحل التشيع وقيل أول من أظهر ذلک عبد الله بن سبأ الذى كان يهوديا فأسلم وكان ممن أقام الفتنة على عثمان ثم أظهر موالاة على وهو من ابتدع الغلو فى على حتى ظهر فى زمانه من ادعى فيه الإلهية وسجدوا له لما خرج من باب مسجد كندة فأمر على رضى الله عنه بتحريقهم بالنار بعد أن أجلهم ثلاثة أيام وفى الصحيح أن ابن عباس بلغه أن عليا حرق زنادقة فقال لو كنت أنا لم أحرقهم لنهى النبى صلى الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ اس طرح کی بدعات کو ابتداء میں گھڑنے والا ''منافق، زندیق'' تھا، وہ مومن نہیں تھا، پھر اس کے بعد اس نوعیت کی بدعات ایسے لوگوں میں پھیل گئیں، جو مسلمانوں کی خبروں کا علم نہیں رکھتے تھے، اور اُن کا قصد ''زندقہ'' کا نہیں تھا، پھر بعض روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ بارہ اماموں کی عصمت کا دعویٰ کر دیا، اور یہی دعویٰ انہوں نے انبیاء کی شان میں بھی کیا، کیونکہ انبیاء، ائمہ سے افضل ہیں، اور امت میں یہ قول اس طریقہ پر کسی اور نے نہیں کیا، لیکن امت کی دو قسموں میں اس طرح بدعت کا ظہور ہوا، ایک جماعت تو صوفیوں اور عبادت گزاروں کی ہے، جن کا عقیدہ بعض مشائخ، یا اپنے گمان کے مطابق، بعض ولی اللہ کے بارے میں یہ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليه وسلم أن يعذب بعذاب الله ولضربت رقابهم بالسيف لقول النبى صلى الله عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه قالوا وهم هؤلاء وقد رووا قصتهم مستوفاة وروا أنه أظهر أيضا سب أبى بكر وعمر حتى طلب على أن يقتله فهرب منه ولما بلغ عليا أن أقواما يفضلونه على أبى بكر وعمر قال لا أوتى بأحد يفضلنى على أبى بكر وعمر إلا جلدته حد المفترى تحقيقا لما رواه البخارى فى صحيحه عن محمد بن الحنفية أنه سأل أباه من خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال أبو بكر قال ثم من قال ثم عمر وقد روى ذلك عن على من نحو ثمانين طريقا وهو متواتر عنه وروى هذا المعنى عنه من وجوه مرفوعا إلى النبى صلى الله عليه وسلم كما رواه الترمذى ورواه الدارقطنى فى كتاب ثناء الصحابة على القرابة وثناء القرابة وثناء القرابة على الصحابة. وحينئذ ابتدع القول بأن عليا إمام منصوص على إمامته وابتدع أيضا القول بأنه معصوم أعظم مما يعتقده المؤمنون فى عصمة الأنبياء بل ابتدع القول بنبوته .

وحدث بإزاء هؤلاء من اعتقد كفره وردته واستحل قتله على ذلك من الخوارج ومن اعتقد فسقه أو ظلمه من الأموية وبعض أهل الكلام من المعتزلة وغيرهم ومن لم يعتقد إمامته ولا إمامة غيره فى زمانه أو جعل إمامته وإمامة غيره سواء مع اعتقاده فضله وسابقته فهؤلاء الثلاثة حدثت بإزاء تلك الثلاثة فالغالية والرافضة والمفضلة بإزاء المكفرة والمفسقة والمتوقفة عن اختصاصه بالإمامة إذ ذاك. ثم القائلون بأنه إمام منصوص عليه معصوم تفرقوا فى الإمامة بعده تفرقا كثيرا مشهورا فى كتب المقالات منهم الإثنا عشرية (جامع الرسائل، ج ١، ص ٢٦٠، الىٰ ص ٢٦٣، رسالة فى التوبة، غلو الشيعة فى دعوى العصمة)

ہے کہ اُن سے گناہ سرزد نہیں ہوسکتا، بعض اوقات انہوں نے بعض مشائخ کو متعین کر کے یہ عقیدہ بنالیا کہ اِن سے کوئی گناہ سرزَد نہیں ہوسکتا، اور بعض نے یہ کہا کہ نبی معصوم ہوتا ہے، اور ولی محفوظ ہوتا ہے۔انتھٰی۔ [1]

اور علامہ ابنِ تیمیہ ''منهاجُ السنة'' میں فرماتے ہیں:

**فصرحوا هنا بأن عليا كان شريكه فى أمره، كما كان هارون شريك موسى، وهذا قول من يقول بنبوته، وهذا كفر صريح،وليس هو قول الإمامية، وإنما هو من قول الغالية** (منهاج السنة،ج٧،ص ٢٧٦،الفصل الثالث،المنهج الثانى ،فصل البرهان السابع و الثلاثون )

ترجمہ: روافض نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات میں اسی طرح شریک تھے، جس طرح حضرت ہارون، موسیٰ علیہ السلام کے شریک تھے، اور یہ اس شخص کا قول ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا قائل ہے، جو کہ صریح کفر ہے، لیکن یہ ''امامیہ'' کا قول نہیں ہے، بلکہ یہ غالی لوگوں کا قول ہے (منہاجُ السنۃ)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ''امامیہ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''شریک فی النبوۃ'' قرار

---

[1] ومن الرافضة من يزعم أن الإمام بعد على أو بعد الحسين هو ابن على محمد ابن الحنفية وهم الكيسانية ومنهم طوائف كثيرة ليس هذا موضعها إذ ليس فى نحل الأمة أكثر تفرقا واختلافا منهم فإن أول من ابتدع مقالتهم كان منافقا زنديقا لم يك مؤمنا ثم انتشرت فى أقوام لم يعرفوا أخبار المسلمين الأوائل ولم يقصدوا الزندقة.

والمقصود هنا أن هؤلاء هم أول من أظهر القول بأن فى المؤمنين من لا ذنب له كما قال هذا السائل وادعوا عصمة الأئمة الإثنى عشر حتى عن الخطأ فى الاجتهاد وعن نسيان العلم وعن عدم معرفة شىء من العلم فقالوا إنهم يعلمون كل شىء وادعوا عصمتهم من صغير الذنوب وكبيرها وغير ذلك وادعوا ذلك فى الأنبياء أيضا لأنهم أفضل من الأئمة.

ولم يقل هذا فى الأمة غيرهم على هذا الوجه لكن ظهر فى صنفين من الأمة بعض بدعتهم طائفة من النساك والعباد يزعمون فى بعض المشايخ أو فيمن يقولون إنه ولى الله أنه لا يذنب ربما عينوا بعض المشايخ وزعموا أنه لم يكن لأحدهم ذنب وربما قال بعضهم النبى معصوم والولى محفوظ(جامع الرسائل،ج١،ص ٢٦٣،و٢٦٤، رسالة فى التوبة،غلو الشيعة فى دعوى العصمة، وغلو الصوفية)

نہیں دیتے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کسی دوسرے امام کو''شریک فی النبوۃ'' کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

البتہ اگر ملاحدہ وزنادقہ، اور اسماعیلیہ وغیرہ میں سے کوئی امامیہ کا روپ دھار کر یہ عقیدہ اختیار کرے، تو پھر یہ عقیدہ اسی کی طرف منسوب کہلائے گا، اس کو''امامیہ، اثناعشریہ'' کا اصل مذہب قرار دینا درست نہ ہوگا۔

نیز یہ بھی واضح ہے کہ''امامیہ اثناعشریہ'' نے''امامت'' کو''نبوت'' کے بعد کا درجہ دیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ''منهاجُ السنة''میں ہی لکھتے ہیں:

الإمامية يذكرون مسائل التوحيد، والعدل، والنبوة قبل مسائل الإمامة. وكذلك المعتزلة يذكرون أصولهم الخمس :التوحيد، والعدل، والمنزلة بين المنزلتين، وإنفاذ الوعيد، والخامس :هو الأمر بالمعروف، والنهى عن المنكر، وبه تتعلق مسائل الإمامة.

ولهذا كان جماهير الأمة نالوا الخير بدون مقصود الإمامة التى تقولها الرافضة، فإنهم يقرون بأن الإمام الذى هو صاحب الزمان مفقود لا ينتفع به أحد، وأنه دخل السرداب سنة ستين ومائتين، أو قريبا من ذلك، وهو الآن غائب أكثر من أربعمائة وخمسين سنة، فهم فى هذه المدة لم ينتفعوا بإمامته لا فى دين، ولا فى دنيا، بل يقولون :إن عندهم علما منقولا عن غيره.

فإن كانت أهم مسائل الدين، وهم لم ينتفعوا بالمقصود منها، فقد فاتهم من الدين أهمه، وأشرفه، وحينئذ فلا ينتفعون بما حصل لهم من التوحيد، والعدل. لأنه يكون ناقصا بالنسبة إلى مقصود الإمامة، فيستحقون العذاب، كيف وهم يسلمون أن مقصود الإمامة إنما هو فى الفروع الشرعية، وأما الأصول العقلية فلا يحتاج فيها إلى الإمام، وتلك هى أهم وأشرف (منهاج السنة النبوية ، ج ا ص ۱۲۰، ۱۲۱، فصل مقدمة كتاب ابن المطهر)

ترجمہ:''امامیہ'' توحید، اور عدل، اور نبوۃ کے مسائل کا امامت کے مسئلہ سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔

اور اسی طرح معتزلہ اپنے پانچ اصول ذکر کرتے ہیں، ایک توحید، دوسرے عدل، اور تیسرے ایک درجہ دو درجوں کے درمیان، اور چوتھے وعید کا نافذ کرنا، اور پانچویں امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اور اسی درجہ سے امامت کے مسائل بھی متعلق ہیں۔

اوراسی وجہ سے جماہیرامت نے ،اس امامت کے مقصود کے بغیر ہی خیر کو حاصل کرلیا،جس کے رافضہ قائل ہیں، کیونکہ رافضہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ امام جوکہ صاحبِ زمان ہوتا ہے،وہ مفقود ہے،جس سے کوئی بھی منتفع نہیں ہوتا، اور وہ دوسوساٹھ ہجری ، یا اس کے قریب عرصہ میں سرداب میں داخل ہوگیا،اور اب تک غائب ہے،جس کو ساڑھے چارسوسال کا عرصہ بیت چکا ہے(اور آج کے زمانہ میں ہزارسال سے بھی زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے،ان کا امام اس پورے زمانہ میں یہی ہے ) تو روافض اس مدت میں اس کی امامت سے دین ودنیا کے امور میں منتفع نہیں ہوئے ، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس جوعلم ہے،وہ اس امام کے علاوہ سے منقول ہے،پس اگر یہ مسئلۂ امامت، دین کے اہم مسائل میں سے تھا،اور وہ اس کے مقصود سے منتفع نہیں ہوئے،تو ان سے دین کا اہم اور عظیم باب فوت ہوگیا، کیونکہ وہ ناقص ہوگا،امامت کے مقصود کی طرف نسبت کرتے ہوئے، اس لئے وہ عذاب کے مستحق ہوں گے،اور ایسا کیونکر ہوسکتا ہے،جبکہ وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ امامت کا مقصود، تو فروعِ شریعت سے تعلق رکھتا ہے،اور جہاں تک اصولِ عقلیہ کا تعلق ہے،تو اس میں امام کی ضرورت ہی نہیں، حالانکہ یہی اہم اور عظیم ہے (منہاج السنۃ)

پھر آگے چل کر علامہ ابنِ تیمیہ ’’منهاجُ السنة‘‘ میں ہی لکھتے ہیں:

**وهذا المنتظر لم ينتفع به لا مؤمن به ، ولا كافر به ، وأما سائر الاثنى عشر سوى على ، فكانت المنفعة بأحدهم كالمنفعة بأمثاله من أهل العلم والدين من جنس تعليم العلم، والتحديث، والإفتاء ، ونحو ذلك** (منهاج السنة النبوية، ج ا ص ۱۳۳ ،الفصل الاول،الوجه الثالث الإمامة عندهم لا يحصل بها اللطف)

ترجمہ:اور(روافض کے ) یہ امامِ منتظروہ ہیں،جن سے کوئی بھی منتفع نہیں ہوا،نہ تو کوئی مومن،اور نہ ہی کوئی کافر،ان سے منتفع ہوا، جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی بارہ اماموں کا تعلق ہے،تو ان میں سے کسی ایک سے منفعت،

ایسی ہے، جیسا کہ ان کے مثل اہلِ علم اور اہلِ دین سے علم حاصل کرنے، اور احادیث بیان کرنے اور فتویٰ دینے، اور اسی طرح کی دوسری جنس سے متعلق ہو (منہاج السنہ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ ’’منهاجُ السنة‘‘ میں ہی لکھتے ہیں:

**أصول الدين عن الإمامية أربعة: التوحيد، والعدل، والنبوة، والإمامة، فالإمامة هى آخر المراتب، والتوحيد، والعدل، والنبوة قبل ذلك** (منهاج السنة النبوية، ج ا ص ۹۹، ۱۰۰، فصل مقدمة ابن المطهر، الوجه الثانى)

ترجمہ: ’’امامیہ‘‘ کی طرف سے ’’اصولِ دین‘‘ چار ہیں، ایک توحید، دوسرے عدل، تیسرے نبوۃ، چوتھے امامت۔

پس امامت سب سے آخری درجہ ہے، اور توحید، اور عدل اور نبوۃ کا درجہ اس سے پہلے ہے (منہاج السنۃ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ہی اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

**والمعصوم عند الرافضة الإمامية الاثنا عشرية :هو الذى يزعمون أنه دخل إلى سرداب سامرا بعد موت أبيه الحسن بن على العسكرى سنة ستين ومائتين .وهو إلى الآن غائب لم يعرف له خبر ولا وقع له أحد على عين ولا أثر .وأهل العلم بأنساب أهل البيت يقولون :إن الحسن بن على العسكرى لم يكن له نسل ولا عقب .ولا ريب أن العقلاء كلهم يعدون مثل هذا القول من أسفه السفه واعتقاد الإمامة والعصمة فى مثل هذا :مما لا يرضاه لنفسه إلا من هو أسفه الناس وأضلهم وأجهلهم .وبسط الرد عليهم له موضع غير هذا** (مجموع الفتاوىٰ، ج۲۷، ص ۴۵۱، ۴۵۲، كتاب الفقه، الجزء السابع :الزيارة)

ترجمہ: اور رافضہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک (اس وقت) معصوم وہ ہیں، جن کے بارے میں ان کا گمان یہ ہے کہ وہ اپنے والد حسن بن علی عسکری کی وفات کے بعد دوسو ساٹھ ہجری میں سامر سرداب میں داخل ہوگئے، اور وہ اب تک غائب ہیں، جن کی کوئی خیر خبر نہیں، اور نہ ہی وہ کسی کی آنکھ، یا خبر میں واقع ہوئے، اور اہلِ علم، جو اہلِ بیت کے انساب سے تعلق رکھتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ حسن بن علی

عسکری کی کوئی نسل اور کوئی وارث نہیں ہوا، اور اس میں شک نہیں کہ تمام عقلاء اس طرح کے قول کو انتہائی حماقت وسفاہت سمجھتے ہیں، اور اس جیسے (غائب ونامعلوم امام) کے متعلق امامت وعصمت کا اعتقاد ایسا امر ہے کہ جس سے اپنے متعلق وہی شخص راضی ہوسکتا ہے، جو لوگوں میں بے وقوف، گمراہ ترین اور جاہل ترین شخص ہو، اور اس پر تفصیل کے ساتھ تردید دوسرے مقام پر ذکر کی جا چکی ہے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة'' میں امامِ غائب کے تصور پر مزید کلام کیا ہے۔ ۱

۱ قد ذكر محمد بن جرير الطبرى، وعبد الباقى بن قانع وغيرهما من أهل العلم بالأنساب والتواريخ :أن الحسن بن على العسكرى لم يكن له نسل ولا عقب .والإمامية الذين يزعمون أنه كان له ولد يدعون أنه دخل السرداب بسامرا وهو صغير .منهم من قال :عمره سنتان، ومنهم من قال :ثلاث، ومنهم من قال :خمس سنين وهذا لو كان موجودا معلوما، لكان الواجب فى حكم الله الثابت بنص القرآن والسنة والإجماع أن يكون محضونا عند من يحضنه فى بدنه، كأمه، وأم أمه، ونحوهما من أهل الحضانة، وأن يكون ماله عند من يحفظه :إما وصى أبيه إن كان له وصى، وإما غير (الوصى) إما قريب، وإما نائب لدى السلطان ، فإنه يتيم لموت أبيه.

والله تعالى يقول :(وابتلوا اليتامى حتى إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشدا فادفعوا إليهم أموالهم ولا تأكلوها إسرافا وبدارا أن يكبروا) (سورة النساء 6 :) ، فهذا لا يجوز تسليم ماله إليه حتى يبلغ النكاح ويؤنس منه الرشد، كما ذكر الله تعالى ذلك فى كتابه، فكيف يكون من يستحق الحجر عليه فى بدنه وماله إماما لجميع المسلمين معصوما، لا يكون أحد مؤمنا إلا بالإيمان به؟ . !

ثم إن هذا باتفاق منهم :سواء قدر وجوده أو عدمه، لا ينتفعون به لا فى دين ولا فى دنيا ، ولا علم أحدا شيئا ، ولا يعرف له صفة من صفات الخير ولا الشر، فلم يحصل به شىء من مقاصد الإمامة ولا مصالحها لا الخاصة ولا العامة، بل إن قدر وجوده فهو ضرر على أهل الأرض بلا نفع أصلا، فإن المؤمنين به لم ينتفعوا به ، ولا حصل لهم به لطف ولا مصلحة، والمكذبون به يعذبون (عندهم) على تكذيبهم به، فهو شر محض ولا خير فيه، وخلق مثل هذا ليس من فعل الحكيم العادل.

وإذا قالوا :إن الناس بسبب ظلمهم احتجب عنهم.قيل :أولا :كان الظلم موجودا فى زمن آبائه ولم يحتجبوا .وقيل :(ثانيا) فالمؤمنون به طبقوا الأرض فهلا اجتمع بهم فى بعض الأوقات، أو أرسل إليهم رسولا يعلمهم شيئا من العلم والدين؟ . !

وقيل :ثالثا :قد كان يمكنه أن يأوى إلى كثير من المواضع التى فيها شيعته، كجبال الشام التى كان فيها الرافضة عاصية، وغير ذلك من المواضع العاصية.

وقيل :رابعا :فإذا هو لا يمكنه أن يذكر شيئا من العلم والدين لأحد، لأجل هذا الخوف، لم يكن فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

**والمقصود بهذا الأصل أن من نصب إماما فأوجب طاعته مطلقا اعتقادا أو حالا فقد ضل فى ذلک كأئمة الضلال الرافضة الإمامية حيث جعلوا فى كل وقت إماما معصوما تجب طاعته فإنه لا معصوم بعد الرسول ولا تجب طاعة أحد بعده فى كل شىء والذين عينوهم من أهل البيت منهم من كان خليفة راشدا تجب طاعته كطاعة الخلفاء قبله وهو على .ومنهم أئمة فى العلم والدين يجب لهم ما يجب لنظرائهم من أئمة العلم والدين كعلى بن الحسين.وأبى جعفر الباقر؛ وجعفر ابن محمد الصادق.ومنهم دون ذلک. وكذلک من دعا لاتباع شيخ من مشايخ الدين فى كل طريق من غير تخصيص ولا استثناء وأفرده عن نظرائه كالشيخ عدى؛ والشيخ أحمد؛**

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجوده لطف ولا مصلحة، فكان هذا مناقضا لما أثبتوه .بخلاف من أرسل من الأنبياء وكذب، فإنه بلغ الرسالة، وحصل لمن آمن من اللطف والمصلحة ما هو من نعم الله عليه .وهذا المنتظر لم يحصل به لطائفته إلا الانتظار لمن لا يأتى، ودوام الحسرة والألم، ومعاداة العالم، والدعاء الذى لا يستجيبه الله؛ لأنهم يدعون له بالخروج (والظهور) من مدة أكثر من أربعمائة وخمسين سنة لم يحصل شىء من هذا .ثم إن عمر واحد من المسلمين هذه المدة أمر يعرف كذبه بالعادة المطردة فى أمة محمد، فلا يعرف أحد ولد فى دين الإسلام وعاش مائة وعشرين سنة ، فضلا عن هذا العمر .وقد ثبت فى الصحيح عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه قال فى آخر عمره " :أرأيتكم ليلتكم هذه، فإنه على رأس مائة سنة منها لا يبقى على وجه الأرض ممن هو اليوم عليها أحد

فمن كان فى ذلک الوقت له سنة ونحوها لم يعش أكثر من مائة سنة قطعا .وإذا كانت الأعمار فى ذلک العصر لا تتجاوز هذا الحد، فما بعده من الأعصار أولى بذلک فى العادة الغالبة العامة، فإن أعمار بنى آدم فى الغالب كلما تأخر الزمان قصرت ولم تطل، فإن نوحا (عليه السلام) لبث فى قومه ألف سنة إلا خمسين عاما، وآدم (عليه السلام عاش ألف سنة كما ثبت ذلک فى حديث صحيح رواه الترمذى وصححه ، فكان العمر فى ذلک الزمان طويلا، ثم أعمار هذه الأمة ما بين الستين إلى السبعين، وأقلهم من يجوز ذلک، كما (ثبت) ذلک فى (الحديث) الصحيح.

واحتجاجهم بحياة الخضر احتجاج باطل على باطل، فمن الذى يسلم لهم بقاء الخضر .والذى عليه سائر العلماء المحققين أنه مات، وبتقدير بقائه فليس (هو) من هذه الأمة

ولهذا يوجد كثير (من الكذابين) من الجن والإنس ممن يدعى أنه الخضر ويظن من رآه أنه الخضر، وفى ذلک من الحكايات الصحيحة (التى نعرفها) ما يطول وصفها (هنا).

وكذلک (المنتظر) محمد بن الحسن، فإن عددا كثيرا من الناس يدعى كل واحد منهم أنه محمد بن الحسن، منهم من يظهر ذلک لطائفة من الناس، ومنهم من يكتم ذلک ولا يظهره إلا للواحد أو الاثنين .وما من هؤلاء إلا من يظهر كذبه كما يظهر كذب من يدعى أنه الخضر(منهاج السنة النبوية، ج۴ص۸۷،الیٰ ص ۹۴، الفصل الثانى،كلام الرافضى على محمد بن الحسن المهدى عندهم والرد عليه)

والشيخ عبد القادر؛ والشيخ حيوة؛ ونحوهم .وكذلك من دعا إلى اتباع إمام من أئمة العلم فى كل ما قاله وأمر به ونهى عنه مطلقا كالأئمة الأربعة .
وكذلك من أمر بطاعة الملوك والأمراء والقضاة والولاة فى كل ما يأمرون وينهون عنه من غير تخصيص ولا استثناء .
لكن هؤلاء لا يدعون العصمة لمتبوعيهم إلا غالية أتباع المشايخ كالشيخ عدى وسعد المدينى بن حمويه ونحوهما؛ فإنهم يدعون فيهم نحوا مما تدعيه الغالية فى أئمة بنى هاشم من العصمة ثم من الترجيح على النبوة ثم من دعوى الإلهية .
وأما كثير من أتباع أئمة العلم ومشايخ الدين فحالهم وهواهم يضاهى حال من يوجب اتباع متبوعه لكنه لا يقول ذلك بلسانه ولا يعتقده علما فحاله يخالف اعتقاده بمنزلة العصاة أهل الشهوات وهؤلاء أصلح ممن يرى وجوب ذلك ويعتقده .وكذلك أتباع الملوك والرؤساء هم كما أخبر الله عنهم بقوله :(إنا أطعنا سادتنا وكبراء نا فأضلونا السبيلا)
فهم مطيعون حالا وعملا وانقيادا وأكثرهم من غير عقيدة دينية وفيهم.من يقرن بذلك عقيدة دينية .
ولكن طاعة الرسول إنما تمكن مع العلم بما جاء به والقدرة على العمل به فإذا ضعف العلم والقدرة صار الوقت وقت فترة فى ذلك الأمر فكان وقت دعوة ونبوة فى غيره فتدبر هذا الأصل فإنه نافع جدا والله أعلم .
وكذا من نصب القياس أو العقل أو الذوق مطلقا من أهل الفلسفة والكلام والتصوف أو قدمه بين يدى الرسول من أهل الكلام والرأى والفلسفة والتصوف؛ فإنه بمنزلة من نصب شخصا .فالاتباع المطلق دائر مع الرسول وجودا وعدما (مجموع الفتاویٰ، ج۱۹،ص ۶۹ الیٰ ۷۱، كتاب أصول الفقه،الجزء الأول: الاتباع، ضلال من اوجب طاعة امام اوشيخ،او عالم مطلقا)

ترجمہ: اوراس قاعدہ سے مقصود یہ ہے کہ جس نے امام کواس طرح نصب کر دیا کہ اس کی اطاعتِ مطلقہ واجب ہو، اعتقاد کے اعتبار سے، یا حالت کے اعتبار سے، تو وہ اس مسئلہ میں گمراہ ہوگیا، جیسا کہ رافضہ امامیہ کے گمراہ ائمہ نے ہر وقت میں ایک معصوم امام کے موجود ہونے کا عقیدہ بنالیا، جس کی اطاعت واجب ہے (اور ان کے عقیدہ کے مطابق دوسو ساٹھ ہجری کے بعد سے اب تک وہ معصوم امام، غائب ہے، جس کا کوئی پتہ نہیں) کیونکہ رسول کے بعد کوئی معصوم نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی رسول کے بعد کسی کی اطاعت ہر چیز میں واجب ہوسکتی، اور جن لوگوں کو

انہوں نے اہلِ بیت میں سے امام متعین کیا، ان میں سے بعض تو خلفائے راشد ہیں، جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی اطاعت اسی طرح واجب ہے، جس طرح آپ سے پہلے خلفاء کی واجب ہے، اور ان میں سے بعض علم ودین میں ائمہ ہیں، جن کی اطاعت اسی طرح واجب ہے، جس طرح ان جیسے دوسرے ائمہ علم ودین کی واجب ہے، جیسا کہ حضرت علی بن حسین، اور حضرت ابوجعفر باقر، اور جعفر بن محمد صادق، اور ان میں وہ حضرات بھی ہیں، جو ان کے بعد ہوئے۔

اور اسی طرح جس نے مشائخِ دین میں سے کسی شیخ کی ہر معاملہ میں اتباع کے بارے میں دعویٰ کیا، کسی تخصیص اور استثناء کے بغیر اور اس کے جیسے لوگوں سے اس کو منفرد قرار دیا، جیسا کہ ''شیخ عدی، شیخ احمد، شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ حیوہ، وغیرہ'' اور اسی طرح سے جس نے ائمہ علم میں سے کسی ایک امام کی اتباع کا اس کے ہر قول، اور اس کے ہر امر ونہی کے بارے میں علی الاطلاق دعویٰ کیا، جیسا کہ ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے بارے میں دعویٰ کیا۔

اور اسی طرح جس نے بادشاہوں، اور امیروں، وزیروں، اور قاضیوں، اور والیوں میں سے کسی کی ہر حکم ونہی میں اطاعت کا حکم دیا، جس میں کوئی استثناء اور تخصیص نہیں کی (یہ بھی مذکورہ حکم میں داخل ہیں)

لیکن یہ لوگ اپنے متبوع کی عصمت کا دعویٰ نہیں کرتے، سوائے غالی مشائخ کے متبعین کے، جیسا کہ شیخ عدی، اور سعد مدینی بن حمویہ، اور ان کے مثل دوسرے لوگوں کے، کیونکہ یہ ان مشائخ کے بارے میں اسی طرح کا دعویٰ کرتے ہیں، جس طرح کا دعویٰ بنی ہاشم کے ائمہ میں معصومیت کا غالی لوگ کیا کرتے تھے، پھر نبوۃ پر ترجیح دینے، اور پھر الوہیت کے دعویٰ کا معاملہ ہے۔

اور جہاں تک ائمہ علم اور مشائخِ دین کے اکثر متبعین کا معاملہ ہے، تو ان کی حالت، اور ان کی ھواء اس شخص کی حالت کی طرح ہے، جو اپنے متبوع کی اتباع کو واجب سمجھتا ہے، لیکن وہ اپنی زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتا، اور یقینی عقیدہ بھی اس کا نہیں رکھتا، لیکن اس کی حالت اس کے عقیدہ کے مخالف ہے، اور یہ گناہ گار لوگوں اور اہلِ شہوات کے مشابہ ہے، البتہ اس کی حالت اس سے کچھ بہتر ہے، جو اس کو واجب سمجھتا ہے، اور اس کا عقیدہ رکھتا ہے، اور اسی طرح سے بادشاہوں اور رئیسوں کی اتباع کرنے والوں کا بھی معاملہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنے اس ارشاد میں خبر دی ہے کہ:

**’’إنا أطعنا سادتنا وكبراء نا فأضلونا السبيلا‘‘**

پس یہ لوگ اپنی حالت، اور اپنے عمل، اور اپنے انقیاد کی رو سے اس کی اطاعت کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر دینی عقیدہ نہیں رکھتے، البتہ ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں، جو دینی عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

لیکن رسول کی اطاعت، بس علم کے ساتھ قدرت کی حد تک ہوتی ہے، جتنا علم بھی رسول لایا، اور عمل پر قدرت کی حد تک ہوتی ہے، پس جب علم، اور قدرت کمزور ہوتی ہے، تو یہ وقت اس حکم کے بارے میں ’’فترت کا وقت‘‘ کہلاتا ہے، اور اس کے علاوہ دعوت ونبوت کا وقت کہلاتا ہے، پس اس قاعدہ کو سمجھ لیجئے، کیونکہ یہ انتہائی نافع ہے۔ واللہ اعلم۔

اور اسی طرح جس نے قیاس، یا عقل، یا ذوق کو مطلقاً نصب کرلیا، خواہ وہ اہلِ فلسفہ ہو، یا اہلِ کلام ہو، یا اہلِ تصوف ہو، یا اس نے رسول کے مقابلہ میں اہلِ کلام، یا اہلِ رائے، یا اہلِ فلسفہ، یا اہلِ تصوف کو مقدم کردیا، تو وہ اس شخص کے مثل ہے، جس نے کسی شخص کو نصب کرلیا، پس وجود اور عدم کے اعتبار سے ’’مطلق اتباع‘‘

اللہ کے رسول کے ساتھ ہی دائر ہے (مجموع الفتاویٰ)

ہم پہلے امام اور ولی کے معصوم ہونے پر شیعہ وصوفیہ کے بعض حوالہ جات نقل کر چکے ہیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ ”منهاجُ السنة“ میں لکھتے ہیں:

**اعتماد متأخرى الإمامية على المعتزلة فى المعقولات.**

**وأما عمدتهم فى النظر، والعقليات، فقد اعتمد متأخروهم على كتب المعتزلة، ووافقوهم فى مسائل الصفات، والقدر، والمعتزلة فى الجملة أعقل، وأصدق، وليس فى المعتزلة من يطعن فى خلافة أبى بكر، وعمر، وعثمان (رضوان الله تعالى عليهم أجمعين) ، بل هم متفقون على تثبيت خلافة الثلاثة.**

**وأما التفضيل، فأئمتهم، وجمهورهم كانوا يفضلون أبا بكر، وعمر رضى الله عنهما ، وفى متأخريهم من توقف فى التفصيل، وبعضهم فضل عليا، فصار بينهم وبين الزيدية نسب واشج من جهة المشاركة فى التوحيد، والعدل، والإمامة، والتفضيل** (منهاج السنة النبوية، ج ۱ ص ۷۰، كلام عام عن الرافضة،اعتماد متأخرى الإمامية على المعتزلة فى المعقولات)

ترجمہ: متاخرینِ امامیہ نے معقولات (یعنی عقلی امور) میں ”معتزلہ“ پر اعتماد کیا ہے، امامیہ کے متاخرین کا نظری، اور عقلی امور میں معتزلہ کی کتابوں پر اعتماد کیا ہے، اور صفات، اور تقدیر کے مسائل میں امامیہ نے معتزلہ کی موافقت کی ہے، اور معتزلہ فی الجملہ زیادہ عقل والے، اور زیادہ سچے ہیں، اور معتزلہ میں کوئی حضرت ابو بکر وعمر وعثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر طعن نہیں کرتا، بلکہ وہ سب خلافتِ ثلاثہ کے ثابت کرنے پر متفق ہیں۔

رہا تفضیلی شیعہ کا معاملہ، تو ان کے ائمہ اور ان کے جمہور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر متفق ہیں، اور ان کے متاخرین میں سے بعض لوگ تفصیل (یعنی فضیلت کی تفصیل بیان کرنے) میں توقف اختیار کرتے ہیں، اور بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہیں، پس ان معتزلہ اور زیدیہ کے درمیان نسب، متداخل ومشترک ہو گیا، توحید، اور عدل اور امامت اور تفضیل کے مسائل میں (منہاج السنۃ)

اگر علامہ ابنِ تیمیہ کے بقول متاخرین امامیہ نے صفاتِ باری تعالیٰ کے مسئلہ میں معتزلہ کی پیروی کی ہے، اور خلافتِ ثلاثہ پر طعن کے مسئلہ میں رافضی (شیعہ) کی راہیں، معتزلہ سے جدا ہیں، اور تفضیلی شیعہ اور زیدیہ، علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل وعدمِ تفضیل، اور توحید، عدل اور امامت کے مسئلہ میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔

تو یہ بات واضح ہے کہ جمہور نے مذکورہ عقیدہ کی وجہ سے ''معتزلہ'' کی تکفیر نہیں کی، لہٰذا اس عقیدہ کی وجہ سے اُن کے آخذین ومتبعین کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اسی وجہ سے علامہ ابنِ تیمیہ نے روافض وامامیہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، اور ''تقیہ'' ہونے کے باوجود ان میں مومن، مبتدع ہر طرح کے لوگوں کے موجود ہونے کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر روافض کے تقیہ پر کلام کرتے ہوئے کہا کہ رافضہ کی بدعت کی اصل زندقہ والحاد، اور عمداً جھوٹ بولنا ہے، اس تقیہ کی بنیاد بھی ان منافقین وزنادقہ نے ڈالی تھی، جو غالی تھے، جیسا کہ نصیریہ، اور اسماعیلیہ، اور ان کے مثل، جنھوں نے اپنی جھوٹی نسبت رافضہ کی طرف کی، پھر جاہل رافضہ میں اس کی تبلیغ وتشہیر کردی، اور اس کو مذہبِ شیعہ کا حصہ بنادیا۔

حالانکہ ''تقیہ'' دراصل جھوٹ اور نفاق ہے، جس کی وجہ سے ان کی باتوں میں سچ، اور جھوٹ، اور خطاء وسہو، اور صحیح وضعیف سب ہی قسم کی باتیں خلط ملط ہوگئیں۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] وأما الرافضة، فأصل بدعتهم عن زندقة، وإلحاد، وتعمد الكذب كثير فيهم ، وهم يقرون بذلك حيث يقولون :ديننا التقية، وهو أن يقول أحدهم بلسانه خلاف ما في قلبه، وهذا هو الكذب والنفاق، ويدعون مع هذا أنهم هم المؤمنون دون غيرهم من أهل الملة، ويصفون السابقين الأولين بالردة، والنفاق، فهم في ذلك، كما قيل :رمتني بدائها، وانسلت إذ ليس في المظهرين للإسلام أقرب إلى النفاق والردة منهم، ولا يوجد المرتدون، والمنافقون في طائفة أكثر مما يوجد فيهم، واعتبر ذلك بالغالية من النصيرية، وغيرهم، وبالملاحدة الإسماعيلية، وأمثالهم.

وعمدتهم في الشرعيات ما نقل لهم عن بعض أهل البيت، وذلك النقل منه ما هو صدق، ومنه ما هو كذب عمدا، أو خطأ، وليسوا أهل معرفة بصحيح المنقول وضعيفه كأهل المعرفة بالحديث(منهاج السنة ،ج ا ،ص ٦٨، ٦٩، كلام عام عن الرافضة، الرافضة هم أكذب الطوائف)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ نے ''منھاجُ السنۃ'' میں ایک مقام پر کہا کہ رافضہ میں نفاق اور زندقہ، دوسری جماعتوں کے مقابلہ میں زیادہ پایا جاتا ہے، بلکہ ان میں سے ہر ایک میں نفاق کا کوئی نہ کوئی شعبہ (یعنی جھوٹ، یا وعدہ خلافی، یا بدعہدی وغیرہ) پائی جاتی ہے (جن میں سے ہر ایک گناہ ہے) کیونکہ نفاق کی بنیاد جس چیز پر قائم ہے، وہ جھوٹ ہی ہے، یعنی اپنی زبان سے وہ بات کرتا ہے، جو اس کے دل میں نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں کہ جو ان کے دل میں نہیں، اور رافضہ تقیہ کو اپنے مذہب کا اصول سمجھتا ہے، اور روافض اس کی نسبت، اہلِ بیت کی طرف کرتے ہیں، جو اس سے بری ہیں، بلکہ اہلِ بیت لوگوں میں سب سے سچے، اور ایمان میں ثابت قدم تھے، اور ان کا دین ''تقویٰ'' تھا ''تقیہ'' نہیں تھا۔ انتھیٰ۔ [1]

اورعلامہ ابنِ تیمیہ نے ''منھاجُ السنۃ'' میں ایک مقام پر لکھا کہ ''رافضیت'' یا تو ''زنادقہ، منافقین، ملحدین'' میں ہوتی ہے، یا ایسے جاہل لوگوں میں ہوتی ہے، جن کو منقولات اور معقولات کا علم نہیں ہوتا، وہ لوگ جنگل اور پہاڑوں میں پرورش پاتے ہیں، یا مسلمانوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں، اور اُن کو اہلِ علم اور اہلِ دین کی مجالست حاصل نہیں ہوتی، یا پھر اُن اھل الاھواء میں ہوتی ہے، جن کو اس کے ذریعہ ریاست اور مال حاصل ہوتا ہے، یا اس کا ایسے نسب سے تعلق ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تعصب اختیار کرتا ہے۔

لیکن جو اہلِ علم اور اہلِ دین مسلمانوں کے پاس ہوتے ہیں، تو ان میں ''رافضیت'' نہیں

---

[1] والنفاق والزندقة فی الرافضة أكثر منه فی سائر الطوائف، بل لا بد لكل منهم من شعبة نفاق، فإن أساس النفاق الذی بنی علیه الكذب، وأن یقول الرجل بلسانه ما لیس فی قلبه، كما أخبر الله تعالی عن المنافقین أنهم یقولون بألسنتهم ما لیس فی قلوبهم.
والرافضة تجعل هذا من أصول دینها وتسمیه التقیة، وتحكی هذا عن أئمة أهل البیت الذین برأهم الله عن ذلک، حتی یحكوا . عن جعفر الصادق أنه قال :التقیة دینی ودین آبائی .
وقد نزه الله المؤمنین من أهل البیت وغیرهم عن ذلک، بل كانوا من أعظم الناس صدقا وتحقیقا للإیمان، وكان دینهم التقوی لا التقیة(منهاج السنة، ج٢،ص ٤٦، الفصل الثانی،الرد علی القسم الأول من كلام ابن المطهر فی المقدمة من وجوه)

ہوتی، اور اسی وجہ سے ''رفض'' کا ظہور، سب سے شریر ترین جماعت ''نصیریہ'' اور ''اسماعیلیہ'' اور ''ملاحدہ'' میں ہوتا ہے، جن میں کذب اور خیانت اور وعدہ خلافی بکثرت پائی جاتی ہے، جو نفاق کی علامت ہے، جیسا کہ صحیحین میں حدیث وارد ہے۔

اور یہ تینوں گناہ، اہلِ قبلہ کی ''رافضیوں'' کی جماعت میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

انتہٰی۔ [1]

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة ''میں ایک مقام پر ''تقیہ'' کو جھوٹ کی طرح نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] وأكثر ما تجد الرافضة إما فى الزنادقة المنافقين الملحدين، وإما فى جهال ليس لهم علم لا بالمنقولات ولا بالمعقولات، قد نشأوا بالبوادى والجبال، أو تحيزوا عن المسلمين فلم يجالسوا أهل العلم والدين، وإما فى ذوى الأهواء ممن قد حصل له بذلک رياسة ومال، أو له نسب يتعصب له كفعل أهل الجاهلية.

وأما من هو عند المسلمين من أهل العلم والدين، فليس فى هؤلاء رافضى لظهور الجهل والظلم فى قولهم، وتجد ظهور الرفض فى شر الطوائف كالنصيرية والإسماعيلية والملاحدة الطرقية، وفيهم من الكذب والخيانة وإخلاف الوعد ما يدل على نفاقهم، كما فى الصحيحين عن النبى – صلى الله عليه وسلم – أنه قال: " آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان " زاد مسلم: " وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم "وأكثر ما توجد هذه الثلاث فى طوائف أهل القبلة فى الرافضة(منهاج السنة، ج۲ص ۸۱، ۸۲، الفصل الثانى،الرد على القسم الثانى من المقدمة)

[2] وشعار دينهم "التقية "التى هى أن يقول بلسانه ما ليس فى قلبه، وهذا علامة النفاق...

كما قال الله تعالى :"وما أصابكم يوم التقى الجمعان فبإذن الله وليعلم المؤمنين -وليعلم الذين نافقوا وقيل لهم تعالوا قاتلوا فى سبيل الله أو ادفعوا قالوا لو نعلم قتالا لاتبعناكم هم للكفر يومئذ أقرب منهم للإيمان يقولون بأفواههم ما ليس فى قلوبهم والله أعلم بما يكتمون"

وقال تعالى:"يحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد إسلامهم وهموا بما لم ينالوا"

وقال تعالى:"فى قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ولهم عذاب أليم بما كانوا يكذبون"وفيها قراء تان :يكذبون، ويكذبون . وفى الجملة (فعلامات) النفاق مثل الكذب والخيانة وإخلاف الوعد والغدر لا يوجد فى طائفة أكثر منها فى الرافضة .وهذا من صفاتهم القديمة، حتى إنهم كانوا يغدرون بعلى وبالحسن والحسين.

وفى الصحيحين عن عبد الله بن عمر عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :أربع من كن فيه كان منافقا خالصا، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها :إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف ، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر . وهذا لبسطه موضوع آخر(منهاج السنة ،ج۷،ص ۱۵۱،۱۵۲، الفصل الثالث، المنهج الثانى،فصل البرهان الخامس عشر)

تاہم جملہ شیعہ وروافض کی طرف جھوٹ کی نسبت درست نہیں، محدثین نے بہت سے شیعہ ورافضہ راویوں کو سچا کہا ہے، اوران کی توثیق کی ہے، جو سچ کے بغیر ممکن نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے، ورنہ تو پھر اہل السنۃ کی مستدل بہت سی احادیث سے بھی اعتماد اٹھ جائے گا۔

اورعلامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پرتحریر کیا کہ:

**وأما هؤلاء القرامطة فإنهم فى الباطن كافرون بجميع الكتب والرسل يخفون ذلك ويكتمونه عن غير من يثقون به؛ لا يظهرونه كما يظهر أهل الكتاب دينهم لأنهم لو أظهروه لنفر عنهم جماهير أهل الأرض من المسلمين وغيرهم وهم يفرقون بين مقالتهم ومقالة الجمهور؛ بل الرافضة الذين ليسوا زنادقة كفارا يفرقون بين مقالتها ومقالة الجمهور ويرون كتمان مذهبهم واستعمال التقية.**

**وقد لا يكون من الرافضة من له نسب صحيح مسلما فى الباطن ولا يكون زنديقا؛ لكن يكون جاهلا مبتدعا.**

**وإذا كان هؤلاء مع صحة نسبهم وإسلامهم يكتمون ما هم عليه من البدعة والهوى لكن جمهور الناس يخالفونهم :فكيف بالقرامطة الباطنية الذين يكفرهم أهل الملل كلها من المسلمين واليهود والنصارى (مجموع الفتاوى، ج۳۵،ص ۱۴۱، كتاب قتال أهل البغى، باب حكم المرتد،القرامطة فى الباطن كفار)**

ترجمہ: اور جہاں تک ان قرامطہ کا تعلق ہے، تو وہ باطن میں تمام کتابوں، اور رسولوں کے منکر ہیں، اور وہ اس بات کو، ان لوگوں سے چھپاتے ہیں، جن پر ان کو اعتماد نہیں ہوتا، وہ اس طرح اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہیں کرتے، جس طرح اہلِ کتاب، اپنے دین کا اظہار کرتے ہیں، کیونکہ وہ اگر اس کا اظہار کریں گے، تو ان سے زمین میں رہنے والے جمہور متنفر ہوجائیں گے، خواہ وہ مسلم ہوں، یا غیر مسلم ہوں، اور وہ اپنے اور جمہور مسلمین کے اقوال میں فرق کرتے ہیں، بلکہ رافضہ جو کفار زندیق نہیں ہیں، وہ بھی اپنے اور جمہور مسلمین کے اقوال میں فرق کرتے ہیں، اسی کے ساتھ وہ اپنے مذہب کے کتمان اور تقیہ کے استعمال کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

اور بعض اوقات رافضہ میں سے کسی کا نسب صحیح ہوتا ہے (یعنی وہ اصل رافضی ہوتا ہے) اور وہ باطن میں مسلمان ہوتا ہے، اور وہ زندیق نہیں ہوتا، لیکن وہ جاہل مبتدع ہوتا ہے۔

اور جب یہ (اصل رافضہ) لوگ اپنے نسب، اور اسلام کے صحیح ہونے کے باوجود بدعت، اور ہویٰ کو چھپاتے ہیں، اور جمہور لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں (یعنی جمہور مسلمان اور کافر اس کتمان کو درست نہیں سمجھتے) تو قرامطیہ باطنیہ، جن کی تمام اہلِ مذاہب تکفیر کرتے ہیں، مسلمان بھی، یہود بھی، اور نصاریٰ بھی، ان کے تقیہ کی کیا حالت ہوگی (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ایک مقام پر ”شیوخِ رافضہ“ کو یا جاہل، یا زندیق کہا ہے۔ [1]

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ”مجموعُ الفتاویٰ“ میں ایک مقام پر کہا کہ ”رِفض“ کو سب سے پہلے جس نے گھڑا تھا، وہ ”زندیق“ تھا، جس نے عمداً ”کذبِ صریح“ کو اختیار کیا تھا، پھر بعد میں ایسے لوگ آئے، جنہوں نے اس کے جھوٹ کو سچ گمان کر لیا۔

اسی طرح سے ”جہمیہ“ کی حالت ہے کہ اللہ کی صفات کی نفی کے ابتداء کرنے والے کا قصد، انبیاء کی اتباع نہیں تھا، پھر بعد میں یہ بات پھیل گئی، اور بعد کے لوگوں نے اس کی بنیاد کو نہیں پہچانا۔

بخلاف خوارج کی بدعت کے کہ ان کی بنیاد قرآن کی فہم میں غلطی ہے، جن کا مقصود قرآن کی اتباع کرنا ہے، اور وہ ”زنادقہ“ نہیں تھے۔

اور اسی طرح سے ”قدریہ“ کا مقصود بھی اُس امر ونہی اور وعدہ، وعید کی تعظیم تھی، جس کو رسول لے کر آیا، چنانچہ عمرو بن عبید اور ان کے مثل لوگوں کا مقصود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاندت نہیں تھی، جس طرح ”رفض“ کو ابتداءً گھڑنے والے کا مقصود معاندت تھا۔

---

[1] شیوخ الرافضة إما جاهل وإما زنديق (منهاج السنة، ج۷ص ۲۸۷، الفصل الثالث، المنهج الثالث، فصل البرهان الثامن والثلاثون)

اوراسی طرح سے ''ارجاء'' کواُن لوگوں نے گھڑا تھا، جن کا مقصود، تمام اہلِ قبلہ کو مومن قرار دینا اور ''خوارج'' اور ''معتزلہ'' کا مقابلہ کرنا تھا، پس یہ دوسرے کنارے پر چلے گئے۔
اوراسی طرح سے ''تشیعِ متوسط'' جو حضرت علی کی تفضیل، اوران کی دوسروں پر تقدیم وغیرہ جیسی چیزوں پر شامل ہے، یہ ''زنادقہ'' کی طرف سے احداث نہیں، برخلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نص اور عصمت کے، کہ اس کو ابتداءً منافق، زندیق نے ایجاد کیا تھا۔ [1]
پھراس کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ نے لکھا کہ وہ شیعہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کے قائل ہیں، اور شیعہ میں سے وہ لوگ جو نص اور عصمت کے قائل ہیں، باوجودیکہ وہ باطناً اور ظاہراً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتقاد رکھتے ہیں، اوران کا گمان یہ ہے کہ جس چیز پر وہ

---

[1] وهـذا فـى البدع الكبار مثل الرافضة والجهمية فإن الذى وضع الرفض كان زنديقا ابتدأ تعمد الـكذب الصريح الذى يعلم أنه كذب كالذين ذكرهم الله من اليهود الذين يفترون على الله الكذب وهم يعلمون .
ثـم جـاء مـن بـعـدهم من ظن صدق ما افتراه أولئک وهم فى شک منه كما قال تعالى: ''وإن الذين أورثوا الكتاب من بعدهم لفى شک منه مريب''
وكـذلک الـجهـمية ليـس معهم على نفى الصفات وعلو الله على العرش ونحو ذلک نص أصلا لا آية ولا حـديـث ولا أثـر عـن الـصـحـابة، بل الذى ابتدأ ذلک لم يكن قصده اتباع الأنبياء بل وضع ذلک كما وضعت عبادة الأوثان وغير ذلک من أديان الكفار مع علمهم بأن ذلک مخالف للرسل كما ذكر عن مبدلة اليهود .
ثم فشا ذلک فيمن لم يعرفوا أصل ذلک .
وهـذا بـخـلاف بـدعة الـخوارج؛ فإن أصلها ما فهموه من القرآن فغلطوا فى فهمه ومقصودهم اتباع القرآن باطنا وظاهرا ليسوا زنادقة .
وكـذلک الـقـدرية أصـل مـقـصـودهـم تعظيم الأمر والنهى والوعد والوعيد الذى جائت به الرسل ويتبعـون من القرآن ما دل على ذلک .فـعـمـرو بـن عبيـد وأمثـاله لم يكن أصل مقصودهم معاندة الرسول صلى الله عليه وسلم كالذى ابتدع الرفض .
وكـذلک الإرجـاء إنـمـا أحـدثـه قـوم قـصـدهـم جعل أهل القبلة كلهم مؤمنين ليسوا كفارا قابلوا الخوارج والمعتزلة فصاروا فى طرف آخر.
وكـذلک التشيـع المتوسط – الذى مضمونه تفضيل على وتقديمه على غيره ونحو ذلک لم يكن هـذا مـن إحـداث الـزنـادقة بـخـلاف دعـوى النص فيه والعصمة فإن الذى ابتدع ذلک كان منافقا زنديقا (مـجموع الفتاوىٰ، ج۱۷ ص ۴۴۵، ص ۴۴۶، كتـاب مـقدمة التفسير، فصل فى بيان ان الله ورسول قد بينا اصول التوحيد والإيمان بيانا شافيا)

قائم ہیں، وہی دینِ اسلام ہے، تو یہ اہلِ ضلال اور اہلِ جہل ہیں، جو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج نہیں، بلکہ وہ اُن لوگوں میں داخل ہیں، جنھوں نے دین میں تفریق پیدا کی۔ [1]

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منھاجُ السنة'' میں ایک مقام پر لکھا کہ شیخین پر طعن، دو آدمیوں میں سے ایک شخص ہی کرسکتا ہے، یا تو وہ ''منافق، زندیق، ملحد، اسلام کا دشمن'' ہو، جس کا مقصود رسول اور دینِ اسلام میں طعن کرنا ہو۔

یہ حالت تو ''رافضہ'' کے معلمِ اول کی ہے، جس نے ''رِفض'' کی بدعت کو ایجاد کیا، اور ائمۂ باطنیہ کی حالت بھی یہی ہے۔

یا وہ شخص کرسکتا ہے، جو ''جاہل'' ہو، جہل اور ھویٰ میں مفرِط ہو، جیسا کہ اکثر شیعوں کی یہی حالت غالب ہے، جبکہ وہ باطن میں مسلمان ہوں۔ انتہٰی۔ [2]

اور انسان ظاہر کا مکلّف ہے، اس لیے اس اصول کے پیشِ نظر ظاہر پر ہی حکم لگایا جاتا ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ نے دیگر مقامات پر خود ہی تصریح کردی ہے۔

اور اسی وجہ سے ''جہمیہ'' کی بھی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی گئی، جبکہ اس بدعت کو بھی منافق زنادقہ

---

[1] وكذلك الشيعة المفضلين لعلى ومن كان منهم يقول بالنص والعصمة مع اعتقاده نبوة محمد صلى الله عليه وسلم باطنا وظاهرا وظنه أن ما هو عليه هو دين الإسلام فهؤلاء أهل ضلال وجهل ليسوا خارجين عن أمة محمد صلى الله عليه وسلم بل هم من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا (مجموع الفتاوىٰ، ج۷ ۱ ص۴۴۸، كتاب مقدمة التفسير، فصل فى بيان ان الله ورسول قد بينا اصول التوحيد والإيمان بيانا شافيا)

[2] وما يتمارى فى كمال سيرة عمر وعلمه وعدله وفضله من له أدنى مسكة من عقل وإنصاف، ولا يطعن على أبى بكر وعمر – رضى الله عنهما – إلا أحد رجلين: إما رجل منافق زنديق ملحد عدو للإسلام، يتوصل بالطعن فيهما إلى الطعن فى الرسول ودين الإسلام، وهذا حال المعلم الأول للرافضة، أول من ابتدع الرفض، وحال أئمة الباطنية.

وإما جاهل مفرط فى الجهل والهوى، وهو الغالب على عامة الشيعة، إذا كانوا مسلمين فى الباطن(منهاج السنة ، ج٦ ص۵ ۱ ۱، الفصل الثانى ،فصل كلام الرافضى أن عمر كان يأخذ بالرأى والحدس والظن)

نے گھڑا تھا، اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ بعد کے جہلاء میں یہ بدعت ''جہل وناواقفیت'' کی وجہ سے پھیلی، جس کے احکام علم وقصد سے جدا ہیں، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ نے ''بغیة المرتاد'' میں ذکر کیا ہے۔ [1]

اور علامہ ابنِ تیمیہ ''منهاجُ السنة'' میں لکھتے ہیں:

وأما قوله " :. وأن الأئمة معصومون كالأنبياء فى ذلك "
فهذه خاصة الرافضة الإمامية التى لم يشركهم فيها أحد – لا الزيدية الشيعة ولا سائر طوائف المسلمين – إلا من هو شر منهم كالإسماعيلية الذين يقولون بعصمة بنى عبيد: المنتسبين إلى محمد بن إسماعيل بن جعفر، القائلين بأن الإمامة بعد جعفر [فى محمد بن إسماعيل] .دون موسى بن جعفر، وأولئك ملاحدة [منافقون]
والإمامية الاثنا عشرية . خير منهم بكثير، فإن الإمامية مع (فرط . جهلهم وضلالهم فيهم خلق مسلمون باطنا وظاهرا ليسوا زنادقة منافقين، لكنهم جهلوا وضلوا واتبعوا أهواء هم.
وأما أولئك فأئمتهم الكبار العارفون بحقيقة دعوتهم الباطنية زنادقة منافقون.
وأما عوامهم الذين لم يعرفوا باطن أمرهم فقد يكونون مسلمين.
وأما المسائل المتقدمة فقد شرك غير الإمامية فيها بعض الطوائف، إلا غلوهم فى عصمة الأنبياء فلم يوافقهم عليه أحد أيضا،حيث ادعوا أن النبى

---

[1] وعامة ما يوجد النفاق فى أهل البدع فإن الذى ابتدع الرفض كان منافقا زنديقا .
وكذلك يقال عن الذى ابتدع التجهم وكذلك رؤوس القرامطة والخرمية وأمثالهم لا ريب أنهم من أعظم المنافقين وهؤلاء لا يتنازع المسلمون فى كفرهم .
وأما تكفير من لم يكن منافقا فهذا فيه تفصيل قد بسطناه فى غير هذا الموضع وبينا الفرق بين من قامت عليه الحجة النبوية التى يكفر تاركها وبين المخطىء المجتهد فى اتباع الرسول إذا اقتضى خطؤه نفى بعض ما أثبته أو إثبات بعض ما نفاه حتى نفس المقالة الواحدة يكفر بتكذيبها من قامت عليه الحجة دون من لم تقم كالذى قال: " إذا مت فاسحقونى ثم اذرونى فى اليم فوالله لئن قدر الله على ليعذبنى عذابا ما عذبه أحدا من العالمين."
فإن الإيمان بقدرة الله على كل شىء ومعاد الأبدان من أصول الإيمان ومع هذا فهذا لما كان مؤمنا بالله وأمره ونهيه وكان إيمانه بالقدرة والمعاد مجملا فظن أن تحريقه يمنع ذلك فعل ذلك ومعلوم أنه لو كان قد بلغه من العلم أن الله يعيده وإن حرق كما بلغه أنه يعيد الأبدان لم يفعل ذلك.
وقد بسطنا الكلام فى مقالات الناس فى التكفير وبيان الصواب فى غير هذا الموضع(بغية المرتاد فى الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية ، ص ۳۴۱، ۳۴۲،من المنافقين من يكون كافرا)

– صلى الله عليه وسلم – لا يسهو، فإن هذا لا يوافقهم عليه أحد فيما علمت.

اللهم إلا أن يكون من غلاة جهال النساک، فإن بينهم وبين الرافضة قدرا مشتركا في الغلو وفي الجهل والانقياد لما لا يعلم صحته، والطائفتان تشبهان النصارى في ذلک .وقد يقرب . إليهم بعض المصنفين في الفقه .من الغلاة في مسألة العصمة. .

والكلام في أن هؤلاء أئمة فرض الله الإيمان بهم . وتلقى الدين منهم دون غيرهم، ثم . في عصمتهم عن الخطأ.

فإن كلا من هذين . القولين مما . لا يقوله إلا مفرط في الجهل أو مفرط في اتباع الهوى أو في كليهما . فمن عرف دين الإسلام

وعرف حال هؤلاء ، كان عالمابالاضطرار من دين محمد صلى الله عليه وسلم بطلان هذا القول، لكن الجهل لا حد له (منهاج السنة النبوية، ج۲، ص ۴۵۲ الیٰ ۴۵۴، الفصل الثانی،التعليق على قوله أن الأئمة معصومون كالأنبياء)

ترجمہ: رہا یہ کہنا کہ ''ائمہ اس سلسلے میں انبیاء کی طرح معصوم ہوتے ہیں'' تو یہ رافضی امامیہ کا خاصہ ہے، جن کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں، نہ زیدیہ شیعہ، اور نہ دوسری مسلمانوں کی کوئی جماعت، سوائے اُن لوگوں کے، جو اِن سے زیادہ شر والے ہیں، جیسا کہ اسماعیلیہ، جو بنوعبید کی عصمت کے قائل ہیں، جو محمد بن اسماعیل بن جعفر کی طرف منسوب ہے، اُن کا قول یہ ہے کہ جعفر کے بعد امامت ''محمد بن اسماعیل'' میں ہے ''موسیٰ بن جعفر'' میں نہیں، اور یہ لوگ ملحد منافق ہیں۔

اور شیعہ امامی اثناعشری، اُن (اسماعیلیوں) سے بہت بہتر ہیں، کیونکہ اپنی فرطِ جہالت وگمراہی کے باوجود ''امامیہ اثناعشری'' میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو ظاہر اور باطن کے اعتبار سے مسلمان ہیں، وہ زندیق، منافق نہیں، البتہ وہ جاہل ہیں، اور گمراہ ہیں، اور اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں۔

لیکن ان لوگوں کے بڑے ائمہ جو اپنی باطنی دعوت کی حقیقت سے واقف ہیں، وہ زندیق، منافق ہیں۔

اور جہاں تک ان عوام کا تعلق ہے، جو اُن کے باطنی امر سے واقف نہیں، تو وہ

مسلمان شمار ہوں گے۔

جہاں تک گزشتہ مسائل کا تعلق ہے، تو اس میں ''امامیہ'' کے علاوہ بعض جماعتیں شریک ہیں، سوائے اِن کے عصمتِ انبیاء میں غلو کرنے کے کہ اس پر ان کی کسی نے موافقت نہیں کی، اس طور پر کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو نہیں ہوتا، تو ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ پر ان کی کسی نے موافقت نہیں کی۔

یا اللہ: مگر ان ہی لوگوں نے ان کی موافقت کی ہے، جو غالی جاہل تصوف پرست ہوں، تو ان کے اور رافضہ کے درمیان، قدرِ مشترک پایا جاتا ہے، ''غلو اور جہل، اور انقیاد میں'' بوجہ اس کے کہ اس کی صحت کو معلوم نہیں کیا جاسکتا، اور یہ مذکورہ دونوں جماعتیں اس سلسلہ میں نصاریٰ کے مشابہ ہیں، اور بعض اوقات ان کے قریب فقہ کے بعض مصنفین پہنچ جاتے ہیں، جو عصمت کے مسئلہ میں غلو کے مرتب ہوتے ہیں، اور اہلِ کلام بھی پہنچ جاتے ہیں، اس بارے میں کہ یہ ایسے ائمہ ہیں، جن پر ایمان لانے کو اللہ نے فرض کیا ہے، اور ان سے دین حاصل کرنے کو فرض کیا ہے، نہ کہ ان کے علاوہ سے، پھر ان کو خطاء سے معصوم سمجھ لیا جاتا ہے۔

کیونکہ یہ دونوں قول ایسے ہیں کہ جن کو انتہائی درجہ کا جاہل، یا اتباعِ ہویٰ میں افراط کرنے والا ہی اختیار کرسکتا ہے، یا دونوں چیزوں میں افراط کرنے والا اختیار کرسکتا ہے، پس جو شخص دینِ اسلام کو پہچان لے گا، اور ان لوگوں کی حالت کو پہچان لے گا، تو وہ ضروری طور پر دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے اس قول کے بطلان کو بھی پہچان لے گا، لیکن جہل کی کوئی حد نہیں ہوا کرتی (منہاج السنۃ)

معلوم ہوا کہ علامہ ابنِ تیمیہ کے نزدیک ''امامیہ'' کا عصمتِ انبیاء، وائمہ میں غلو کا عقیدہ گمراہانہ ہے، لیکن یہ عقیدہ بذاتِ خود تکفیر کا باعث نہیں، اگر یہ عقیدہ باعثِ تکفیر ہوتا، تو علامہ ابنِ تیمیہ اس عقیدہ کے جملہ پہلوؤں سے آگاہ ہونے، اور اس عقیدہ کے جملہ امامیہ میں

پائے جانے، بلکہ امامیہ کے اس عقیدہ میں ممتاز ہونے کے حکم لگانے کے باوجود'' امامیہ اثناعشری'' سے وابستہ کسی بھی فرد کو ظاہر اور باطن کے اعتبار سے مسلمان قرار نہ دیتے۔

اور اگر پھر بھی اس بات سے اتفاق نہ ہو، تو ضروری ہوگا کہ فقہائے محققین کی طرف سے'' شیعہ امامیہ'' کے اس عقیدہ کی وجہ سے اُن کی تکفیر کا حکم نقل کیا جائے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ فقہائے محققین نے'' شیعہ وروافض'' کے باعثِ کفر عقائد پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، لیکن انہوں نے اس عقیدہ کو اُن کے کفر کا باعث ہونے میں شامل نہیں فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ، اور'' منهاج السنة ''میں بعض اہلِ کلام، صوفیاء، اور غالیہ کے ایسے اقوال کو نقل کیا ہے، جن میں انہوں نے ولایت کو نبوت سے افضل کہہ دیا ہے، اور اولیاء کے بارے میں اس طرح کے اقوال کئے ہیں، جو رافضہ کے ائمہ کی شان میں کہے گئے اقوال کے مشابہ ہیں۔ [1]

---

[1] وتجد عامة أهل الكلام ومن أعرض عن جادة السلف -إلا من عصم الله -يعظمون أئمة الاتحاد بعد تصريحهم فی كتبهم بعبارات الاتحاد ويتكلفون لها محامل غير ما قصدوه .ولهم فی قلوبهم من الإجلال والتعظيم والشهادة بالإمامة والولاية لهم وأنهم أهل الحقائق :ما الله به عليم. هذا ابن عربی يصرح فی فصوصه :أن الولاية أعظم من النبوة؛ بل أكمل من الرسالة ومن كلامه: مقام النبوة فی برزخ فويق الرسول ودون الولی وبعض أصحابه يتأول ذلک بأن ولاية النبی أفضل من نبوته وكذلک ولاية الرسول أفضل من رسالته أو يجعلون ولايته حاله مع الله ورسالته حاله مع الخلق وهذا من بليغ الجهل (مجموع الفتاوى، ج۴، ص ۱۷۱ ، كتاب مفصل الاعتقاد، عامة اهل الكلام يعظمون ائمة الاتحاد)

ومن لم يمكنه طلب النبوة وادعاؤها -لعلمه بقول الصادق المصدوق :(لا نبی بعدی) أو غير ذلک -كابن عربی وأمثاله طلب ما هو أعلى من النبوة وأن خاتم الأولياء أعظم من خاتم الأنبياء وأن الولی يأخذ عن الله بلا واسطة، والنبی يأخذ بواسطة الملک، وبنى ذلک على أصل متبوعيه الفلاسفة فإن عندهم :ما يتصور فی نفس النبی أو الولی هی الملائكة :من الأشكال النورانية الخيالية (مجموع الفتاوى، ج۷، ص ۵۸۸، ۵۸۹، كتاب الإيمان، المتفلفسة أسوأ من اليهود والنصارىٰ)

اتفقت طوائف السنة والشيعة على أن أفضل هذه الأمة بعد نبيها واحد من الخلفاء ولا يكون من بعد الصحابة أفضل من الصحابة وأفضل أولياء الله تعالى أعظمهم معرفة بما جاء به الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم واتباعا له كالصحابة الذين هم أكمل الأمة فی معرفة دينه واتباعه وأبو بكر الصديق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن محققین اہلُ السنۃ کی طرف سے اس طرح کے اقوال کی تردید و تضلیل، یا تاویل کی گئی ہے، مگر ان اقوال کے حاملین کی تکفیر نہیں کی گئی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أكمل معرفة بما جاء به وعملا به فهو أفضل أولياء الله إذ كانت أمة محمد صلى الله عليه وسلم أفضل الأمم وأفضلها أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم وأفضلهم أبو بكر رضى الله عنه.

وقد ظن طائفة غالطة أن "خاتم الأولياء "أفضل الأولياء قياسا على خاتم الأنبياء ولم يتكلم أحد من المشايخ المتقدمين بخاتم الأولياء إلا محمد بن على الحكيم الترمذى فإنه صنف مصنفا غلط فيه فى مواضع ثم صار طائفة من المتأخرين يزعم كل واحد منهم أنه خاتم الأولياء ومنهم من يدعى أن خاتم الأولياء أفضل من خاتم الأنبياء من جهة العلم بالله وأن الأنبياء يستفيدون العلم بالله من جهته كما يزعم ذلك ابن عربى صاحب "كتاب الفتوحات المكية "و "كتاب الفصوص "فخالف الشرع والعقل مع مخالفة جميع أنبياء الله تعالى وأوليائه كما يقال لمن قال :فخر عليهم السقف من تحتهم لا عقل ولا قرآن(مجموع الفتاوى، ج ١١، ص٢٢٣، كتاب التصوف،فصل :فى أن الأنبياء أفضل من الأولياء الذين ليسوا بأنبياء )

وقد يقول بعضهم -كابن عربى -إن الولى يأخذ من حيث ما يأخذ الملك الذى يوحى إلى النبى صلى الله عليه وسلم .ويقول كثير منهم إن القرآن للعامة وكلامنا للخاصة .فهؤلاء جعلوا القرآن عضين وضربوا له الأمثال (مجموع الفتاوى، ١٢، ص٢٤، كتاب القرآن كلام الله حقيقة،القرآن يوضح حال من لم يقدروا قدره )

قال ابن عربى صاحب "الفصوص "و "الفتوحات المكية :"إنه يأخذ من المعدن الذى يأخذ منه الملك :الذى يوحى به إلى الرسول .وزعم أن مقام "النبوة "دون الولاية وفوق "الرسالة "فإن محمدا -بزعمهم الكاذب -يأخذ عن هذا الخيال النفسانى -الذى سماه ملكا -وهو يأخذ عن العقل المجرد الذى أخذ منه هذا الخيال(مجموع الفتاوى، ١٢، ص ٣٩٩، كتاب القرآن كلام الله حقيقة،معنى قوله تعالىٰ "وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا")

ادعى أنه يأخذ من المعدن الذى يأخذ منه الملك، الذى يوحى به إلى الأنبياء ، والنبى عنده يأخذ من الملك الذى يوحى به إلى الرسل ;لأن النبى عنده يأخذ من الخيالات التى تمثلت فى نفسه لما صورت له المعانى العقلية فى الصور الخيالية، وتلك الصور عنده هى الملائكة، وهى بزعمه تأخذ عن عقله المجرد قبل أن تصير خيالا ;ولهذا يفضل الولاية على النبوة، ويقول :مقام النبوة فى برزخ فويق الرسول ودون الولى والولى على أصله الفاسد يأخذ عن الله بلا واسطة ;لأنه يأخذ عن عقله، وهذا عندهم هو الأخذ عن الله بلا واسطة ; إذ ليس عندهم ملائكة منفصلة تنزل بالوحى ، والرب عندهم ليس هو موجودا مباينا للمخلوقات، بل هو وجود مطلق، أو مشروط بنفى الأمور الثبوتية عن الله، أو نفى الأمور الثبوتية والسلبية، وقد يقولون :هو وجود المخلوقات، أو حال فيها، أو لا هذا ولا هذا.

فهذا عندهم غاية كل رسول ونبى : النبوة عندهم الأخذ عن القوة المتخيلة التى صورت المعانى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس جس طرح صوفیاء وغالیہ کے اس قسم کے اقوال کی تردید، یا تاویل کی جاتی ہے، اور بعض اوقات اس طرح کے اقوال کے قائلین کو بزرگ تک بھی قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح اہل السنۃ کی طرف سے امامیہ کے ائمہ کو معصوم سمجھنے کے قول کی بھی تردید کی جائے گی، لیکن اس عقیدہ کی بنیاد پر ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی، جیسا کہ صدیوں سے یہ سلسلہ جاری ہے، اور اس عقیدہ کی بنا پر بعض متاخرین کی طرف سے تکفیر، اور اس میں تسامح پر کلام پہلے گذر چکا ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة'' میں ایک مقام پر تحریر کیا کہ:

**وهؤلاء طائفة من طوائف المثبتين لخلافة أبى بكر وعمر وعثمان، وقد وافقهم فى ذلك كثير من الشيعة الزيدية والإمامية وغيرهم** (منهاج السنة النبوية، ج٣ص ١٢٨، الفصل الثانى،فصل كلام الرافضى على الأفعال الاختيارية عند أهل السنة والرد عليه)

ترجمہ: اور یہ گروہ، اُن گروہوں سے تعلق رکھتا ہے، جو ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کو ثابت مانتا ہے، اور اس مسئلہ میں اُن کی بہت سے ''شیعہ، زیدیہ اور امامیہ'' وغیرہ نے موافقت کی ہے (منہاج السنۃ)

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

العقلية فى المثل الخيالية، ويسمونها القوة القدسية ;فلهذا جعلوا الولاية فوق النبوة.

وهؤلاء من جنس القرامطة الباطنية الملاحدة، لكن هؤلاء ظهروا فى قالب التصوف والتنسك ودعوى التحقيق والتأله، وأولئك ظهروا فى قالب التشيع والموالاة، فأولئك يعظمون شيوخهم حتى يجعلوهم أفضل من الأنبياء ، وقد يعظمون الولاية حتى يجعلوها أفضل من النبوة، وهؤلاء يعظمون أمر الإمامة، حتى قد يجعلون الأئمة أعظم من الأنبياء ، والإمام أعظم من النبى، كما يقوله الإسماعيلية.

وكلاهما أساطين الفلاسفة الذين يجعلون النبى فيلسوفا، ويقولون :إنه يختص بقوة قدسية، ثم منهم من يفضل النبى على الفيلسوف، ومنهم من يفضل الفيلسوف على النبى .ويزعمون أن النبوة مكتسبة، وهؤلاء يقولون : إن النبوة عبارة عن ثلاث صفات، من حصلت له فهو نبى :أن يكون له قوة قدسية حدسية ينال بها العلم بلا تعلم، وأن تكون نفسه قوية لها تأثير فى هيولى العالم، وأن يكون له قوة يتخيل بها ما يعقله، ومرئيا فى نفسه، ومسموعا فى نفسه.

هذا كلام ابن سينا وأمثاله فى النبوة، وعنه أخذ ذلك الغزالى فى كتبه "المضنون بها على غير أهلها .وهذا القدر الذى ذكروه يحصل لخلق كثير من آحاد الناس ومن المؤمنين، وليس هو من أفضل عموم المؤمنين، فضلا عن كونه نبيا، كما بسط فى موضعه(منهاج السنة النبوية ،ج٨،ص ٢٢ الى ٢٣، الفصل الثانى،المنهج الرابع)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة'' میں ہی ایک مقام پر تحریر کیا کہ:

**وهذا مما يوافق عليه الإمامية، فإنهم لا يقولون بتخليد أهل الكبائر في النار فالفسق عندهم لا يحبط الحسنات [كلها] بخلاف من خالف في ذلك من الزيدية والمعتزلة والخوارج، الذين يقولون: إن الفسق يحبط الحسنات كلها** (منهاج السنة النبوية، ج۳ص ۳۹۶،الفصل الثانی،فصل تابع رد ابن تيمية على كلام ابن المطهر عن الإمامة عند أهل السنة)

ترجمہ: اور یہ اُن مسائل میں سے ہے، جس کی ''امامیہ'' نے موافقت کی ہے، کیونکہ وہ اہلِ کبائر کے، ہمیشہ جہنم میں رہنے کے قائل نہیں، پس ''امامیہ'' کے نزدیک ''فسق'' تمام نیکیوں کو ضائع نہیں کرتا، البتہ اس میں ''زیدیہ'' اور ''معتزلہ'' اور خوارج'' نے مخالفت کی ہے، جن کا کہنا یہ ہے کہ ''فسق'' تمام نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے (منہاج السنۃ)

اہلِ کبائر کے ''مخلد فی النار'' ہونے کا عقیدہ، بنیادی طور پر ''معتزلہ'' کا ہے ''زیدیہ'' وغیرہ نے بھی اس مسئلہ کو ''معتزلہ'' سے اخذ کیا ہے، اور اُن کی پیروی کی ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ ''منهاجُ السنة'' میں ہی ایک مقام پر لکھا کہ:

**وكذلك المعتزلة باينوا جميع الطوائف فيما اختصوا به من المنزلة بين المنزلتين، وقولهم: إن أهل الكبائر يخلدون في النار وليسوا بمؤمنين ولا كفار، فإن هذا قولهم الذي سموا به معتزلة، فمن وافقهم فيه بعد ذلك من الزيدية فعنهم أخذوا** (منهاج السنة النبوية، ج۳ص ۴۶۱،الفصل الثانی،فصل قول الرافضی"الوجه الثانی فی وجوب اتباع مذهب الإمامية أنها الفرقة الناجية"والرد عليه)

ترجمہ: اور اسی طریقہ سے ''معتزلہ'' نے تمام جماعتوں سے اس مسئلہ میں علیٰحدگی اختیار کی ہے کہ انہوں نے دو درجوں کے درمیان ایک درجہ کو مختص کر دیا، اور انہوں نے یہ کہا کہ اہلِ کبائر ''مخلد فی النار'' ہیں، جو نہ مؤمن ہیں، اور نہ کافر ہیں، کیونکہ اسی قول کی وجہ سے اُن کا نام ''معتزلہ'' رکھا گیا ہے، پس اس کے بعد اِن کی ''زیدیہ'' نے موافقت کی، اور ''زیدیہ'' نے ''معتزلہ'' سے ہی اس مسئلہ کو لیا (منہاج السنۃ)

اور فقہائے کرام نے مذکورہ عقیدہ کی وجہ سے ''معتزلہ'' کی تکفیر نہیں کی، لہٰذا اس عقیدہ کی وجہ سے اُن کے آخذین و متبعین کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

علامہ ابنِ تیمیہ ''منهاجُ السنة'' میں ہی ایک مقام پر لکھتے ہیں:

وكانت الشيعة الأولى لا يشكون في تقديم أبي بكر وعمر .وأما عثمان فكثير من الناس يفضل عليه عليا، وهذا قول كثير من الكوفيين وغيرهم، وهو القول الأول للثوري، ثم رجع عنه .وطائفة أخرى لا تفضل أحدهما على صاحبه (منهاج السنة النبوية ، ج٨ص ٢٢٤،الفصل الثالث،المنهج الرابع،فصل الثاني عشر )

ترجمہ: اور ''شیعۂ اولیٰ'' حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی تقدیم میں شک نہیں کرتے، جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، تو ان شیعوں میں سے بہت سے لوگ اُن پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں، یہی قول بہت سے کوفیوں وغیرہ کا ہے، اور امام ثوری کا پہلا قول بھی یہی تھا، پھر انہوں نے اس سے رجوع کرلیا، اور دوسری جماعت اِن دونوں (یعنی حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما) میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتی (منہاج السنۃ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت والے شیعہ سے ابوبکر وعمر کی تنقیص، ظاہر نہ ہونے اور حضرت علی کو ابوبکر وعمر پر مقدم قرار نہ دینے، اور عثمان رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کے عام نہ ہونے کا حکم لگایا ہے۔ [1]

---

[1] وأما (عثمان فأبغضه أو سبه أو كفره أيضا – مع الرافضة – طائفة من الشيعة الزيدية والخوارج .وأما (على فأبغضه وسبه أو كفره الخوارج وكثير من بني أمية وشيعتهم الذين قاتلوه وسبوه .فالخوارج تكفر عثمان وعليا وسائر أهل الجماعة .وأما "شيعة على "الذين شايعوه بعد التحكيم و "شيعة معاوية "التي شايعته بعد التحكيم فكان بينهما من التقابل وتلاعن بعضهم وتكافر بعضهم ما كان ولم تكن الشيعة التي كانت مع على يظهر منها تنقص لأبي بكر وعمر ولا فيها من يقدم عليا على أبي بكر وعمر ولا كان سب عثمان شائعا فيها وإنما كان يتكلم به بعضهم فيرد عليه آخر .وكذلك تفضيل على عليه لم يكن مشهورا فيها بخلاف سب على فإنه كان شائعا في أتباع معاوية؛ ولهذا كان على وأصحابه أولى بالحق وأقرب إلى الحق من معاوية وأصحابه (مجموع الفتاوىٰ ، ج٤ص ٤٣٦،٤٣٧، كتاب مفصل الاعتقاد، فصل في اعداء الخلفاء الراشدين والائمة المهديين)

پھر اس کے بعد ''منهاجُ السنة'' میں علامہ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں:

وشيعة علی المتأخرون أكثرهم يذمونهما ويسبونهما، وأما الرافضة فمتفقة علی بغضهما وذمهما، وكثير منهم يكفرونهما (منهاج السنة النبوية، ج۸ص۲۳۷، الفصل الثالث، المنهج الرابع، فصل الثاني عشر)

ترجمہ: اور متاخرین شیعانِ علی میں سے اکثر لوگ شیخین کی مذمت کرتے ہیں، اوران پر سب وشتم کرتے ہیں۔

جہاں تک رافضہ کا تعلق ہے، تو وہ شیخین کے بغض اوران کی مذمت پر متفق ہیں، اوران میں سے بہت سے لوگ شیخین کو کافر بھی قرار دیتے ہیں (منہاج السنۃ)

مذکورہ عبارت کے مفہومِ مخالف سے معلوم ہوا کہ شیعوں کی دوسری قسم کے بعض لوگ شیخین کی مذمت اوران پر سب وشتم کے قائل نہیں، اور رافضہ، شیخین سے بغض اوران کی مذمت پر متفق ہیں، لیکن وہ تمام، شیخین کی تکفیر پر متفق نہیں۔

اور ''سبّ وتکفیرِ شیخین'' کے متعلق تفصیل پہلے گزر چکی ہے، جس کی روشنی میں ان کی تکفیر مجمع علیہ نہیں، اسی لئے علامہ ابنِ تیمیہ جو رافضہ سے امامیہ کو مراد لیتے ہیں، وہ ان کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کرتے۔

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

ثم مات يزيد وتفرقت الأمة، ابن الزبير بالحجاز وبنو الحكم بالشام ووثب المختار بن أبی عبيد وغيره بالعراق .وذلک فی أواخر عصر الصحابة وقد بقی فيهم مثل عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر وجابر بن عبد الله وأبی سعيد الخدری وغيرهم حدثت "بدعة القدرية والمرجئة "فردها بقايا الصحابة كابن عباس وابن عمر وجابر وواثلة بن الأسقع وغيرهم رضی الله عنهم مع ما كانوا يردونه هم وغيرهم من بدعة الخوارج والروافض (مجموع الفتاوی، ج۱۰، ص۳۵۷، كتاب علم السلوک، بدعة القدريه ورد الصحابة عليها)

ترجمہ: پھر جب یزید فوت ہوگیا، تو امت کے چند گروہ ہوگئے، ابنِ زبیر حجاز میں ہوگئے، اور بنو حکم شام میں ہوگئے، اور مختار بن ابی عبید وغیرہ نے عراق پر تسلط

حاصل کرلیا، اور یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے اواخر میں ہوا، جب لوگوں میں صحابۂ کرام میں سے عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، اور جابر بن عبداللہ، اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم وغیرہ باقی رہ گئے، تو قدریہ اور مرجئہ کی بدعت ایجاد ہوگئی، جس کی بقیہ صحابۂ کرام نے تردید کی، جیسا کہ ابنِ عباس اور ابنِ عمر اور جابر اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم وغیرہ نے، اور یہ اور دیگر حضرات خوارج، اور روافض وغیرہ کی بدعت کی بھی تردید فرمایا کرتے تھے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة'' میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر کیا کہ:

وصار الناس فى قتله ثلاثة أحزاب:

حزب يرون أنه قتل بحق، ويحتجون بما فى الصحيح عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه قال " :من جاء كم وأمركم على رجل واحد يريد أن يفرق بين جماعتكم فاضربوا عنقه بالسيف كائنا من كان . . "قالوا :وهو جاء والناس على رجل واحد، فأراد أن يفرق جماعتهم.

وحزب يرون أن الذين قاتلوه كفار، بل يرون أن من لم يعتقد إمامته كافر.

والحزب الثالث -وهم أهل السنة والجماعة -يرون أنه قتل مظلوما شهيدا، والحديث المذكور لا يتناوله بوجه، فإنه -رضى الله عنه -لما بعث ابن عمه عقيلا إلى الكوفة فبلغه أنه قتل بعد أن بايعه طائفة، فطلب . الرجوع إلى بلده، فخرج إليه السرية التى قتلته، فطلب منهم أن يذهبوا به إلى يزيد، أو يتركوه يرجع إلى مدينته، أو يتركوه يذهب إلى الثغر للجهاد، فامتنعوا من هذا وهذا، وطلبوا أن يستأسر لهم ليأخذوه أسيرا.

ومعلوم باتفاق المسلمين أن هذا لم يكن واجبا عليه، وأنه كان يجب تمكينه مما طلب، فقاتلوه ظالمين له، ولم يكن حينئذ مريدا لتفريق الجماعة، ولا طالبا للخلافة، ولا قاتل على طلب خلافة، بل قاتل دفعا عن نفسه لمن صال عليه وطلب أسره.

وظهر بطلان قول الحزب الأول.

وأما الحزب الثانى فبطلان قوله يعرف من وجوه كثيرة :من أظهرها أن عليا لم يكفر أحدا ممن قاتله، حتى ولا الخوارج، ولا سبى ذرية أحد منهم، ولا غنم ماله، ولا حكم فى أحد ممن قاتله بحكم المرتدين، كما حكم أبو بكر وسائر الصحابة فى بنى حنيفة وأمثالهم من المرتدين، بل على كان يترضى عن طلحة والزبير وغيرهما ممن قاتله، ويحكم فيهم وفى أصحاب معاوية ممن قاتله بحكم المسلمين.

وقد ثبت بالنقل الصحيح أن مناديه نادى يوم الجمل " :لا يتبع مدبر،ولا يجهز على جريح، ولا يغنم مال وهذا مما أنكرته الخوارج عليه، حتى ناظرهم ابن عباس -رضي الله عنه -في ذلك، كما ذكر ذلك في موضعه.

واستفاضت الآثار . عنه أنه كان يقول عن قتلى عسكر معاوية :إنهم جميعا مسلمون، ليسوا كفارا ولا منافقين، كما قد ذكر في غير هذا الموضع . وكذلك عمار وغيره من الصحابة.

وكانت هذه الأحزاب الثلاثة بالعراق، (وكان بالعراق أيضا) . طائفة ناصبة من شيعة عثمان تبغض عليا والحسين، وطائفة . من شيعة علي تبغض عثمان وأقاربه.

وقد ثبت في صحيح مسلم عن أسماء عن النبي -صلى الله عليه وسلم -أنه قال " :سيكون في ثقيف كذاب ومبير . . فكان الكذاب الذي فيها هو المختار بن عبيد، وكان الحجاج هو المبير، وكان هذا يتشيع لعثمان ويبغض شيعة علي، وكان الكذاب يتشيع لعلي، حتى قاتل عبيد الله بن زياد وقتله، ثم ادعى أن جبريل يأتيه ;فظهر كذبه (منهاج السنة النبوية ،ج۸،ص ۱۴۶،۱۴۸ ، الفصل الثالث،المنهج الرابع،فصل قال الرافضي الخامس إخبار علي رضي الله عنه بالغيوب الخ)

ترجمہ: اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین گروہ ہو گئے۔

جن میں ایک گروہ کے لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کو برحق سمجھتے تھے، اور وہ صحیح میں مروی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے دلیل پکڑتے تھے کہ "جو تمہارے پاس آئے، اور تمہارا معاملہ ایک آدمی پر مجتمع ہو، اور وہ آنے والا تمہاری جماعت کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہے، تو تم اس کی گردن ماردو، وہ جو کوئی بھی شخص ہو"

اس گروہ کے لوگوں نے کہا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس حال میں آئے کہ لوگ ایک آدمی کی حکمرانی (یعنی یزید) پر متفق تھے، اور انہوں نے لوگوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہی۔

اور دوسرے گروہ کے لوگوں نے کہا کہ جن لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کیا، وہ کافر ہیں، بلکہ اس گروہ کے لوگوں کا کہنا ہے کہ جو شخص حضرت

حسین رضی اللہ عنہ کی امامت کا عقیدہ نہ رکھے، تو وہ کافر ہے۔

اور تیسرے گروہ کے لوگ اہلُ السنۃ والجماعۃ تھے، جن کا کہنا تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مظلوم اور شہید ہو کر قتل ہوئے تھے، اور جو حدیث ذکر کی گئی، وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کسی طرح بھی شامل نہیں، کیونکہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائی عقیل کو کوفہ میں بھیجا، پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ ان کو قتل کر دیا گیا ہے، باوجودیکہ اُن سے ایک جماعت نے بیعت بھی کر لی تھی، تو اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے شہر کی طرف جانا چاہا، تو آپ کی طرف وہ لشکر نکلا، جس نے آپ کو قتل کیا تھا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے، ان لوگوں سے یزید کے پاس جانے، یا مدینہ منورہ کی طرف لوٹنے کے لیے چھوڑنے، یا کسی سرحد کی طرف جہاد کے لیے جانے کو چھوڑنے کے ارادہ کا اظہار کیا، لیکن اس لشکر کے لوگوں نے ان سب باتوں سے منع کر دیا، اور اس چیز کا مطالبہ کیا کہ وہ ان کے ہاتھوں میں قید ہو جائیں، تاکہ وہ ان کو قیدی کر کے پکڑیں۔

اور یہ بات مسلمانوں کے اتفاق کی رُو سے معلوم ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر یہ چیز واجب نہیں تھی، اور ان کی قدرت میں یہی چیز واجب تھی، جس کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا، پس ان لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ظالم بن کر قتال کیا، اور اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ، مسلمانوں کے درمیان نہ تو تفریق پیدا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، اور نہ خلافت کے طالب تھے، اور نہ ہی انہوں نے خلافت کی طلب کے لیے قتال کیا، بلکہ انہوں نے اپنے اوپر حملہ کرنے اور قید کرنے والے سے دفاع کے طور پر قتال کیا۔

اور اس تفصیل سے پہلے گروہ کے قول کا باطل ہونا ظاہر ہو گیا۔

جہاں تک دوسرے گروہ کا تعلق ہے، تو اس کے قول کا باطل ہونا بھی بہت سی

وجوہات سے ثابت ہے، جن میں سب سے واضح چیز یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ قتال کرنے والوں میں سے کسی کو کافر قرار نہیں دیا، یہاں تک کہ خوارج کو بھی کافر قرار نہیں دیا، اور نہ ہی ان کی اولاد کو قید کیا، اور نہ ان کے مال کو غنیمت بنایا، اور نہ ہی اپنے ساتھ قتال کرنے والوں میں سے کسی پر مرتد ہونے کا حکم لگایا، جیسا کہ حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ نے بنوحنیفہ اور ان جیسے دوسرے مرتدین پر حکم لگایا تھا، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ اور زبیر اور ان کے علاوہ اُن حضرات کے لیے اللہ کی رضاء کی دعاء کرتے تھے، جنہوں نے ان سے قتال کیا، اور ان کے متعلق نیز حضرت معاویہ کے ان ساتھیوں کے متعلق، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا، مسلمانوں کا حکم جاری کرتے تھے۔

اور صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ ''یوم الجمل'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے، اعلان کرنے والے نے یہ اعلان کیا کہ ''پیٹھ پھرانے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا، اور نہ زخمی شخص کو قتل کیا جائے گا، اور نہ کسی کے مال کو ''غنیمت'' بنایا جائے گا، اور یہ بات اُن چیزوں میں سے ہے، جس پر خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نکیر کی، یہاں تک کہ اس سلسلہ میں اُن سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے مناظرہ کیا، جیسا کہ یہ بات اپنے مقام پر ذکر کی جا چکی ہے۔

اور اس طرح کی روایات ''حدِ استفاضہ'' تک پہنچی ہوئی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقتولین کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے کہ ''وہ تمام کے تمام مسلمان ہیں، نہ تو کافر ہیں، اور نہ منافق ہیں'' جیسا کہ دوسرے مقام پر ذکر کیا جا چکا، اور اسی طریقے سے حضرت عمار اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی معاملہ تھا۔

اور یہ تینوں گروہ عراق میں موجود تھے، اور عراق میں ایک جماعت ناصبیوں کی بھی

تھی، جو شیعانِ عثمان کہلاتے تھے، اور وہ حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے تھے، اور شیعانِ علی کی ایک جماعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے اقارب سے بغض رکھتی تھی۔

اور صحیح مسلم میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’عنقریب ثقیف قبیلہ میں کذاب اور مبیر ہوگا‘‘۔

اور ’’کذاب‘‘ سے مراد ’’مختار بن عبید‘‘ تھا، اور ’’مبیر‘‘ سے مراد ’’حجاج بن یوسف‘‘ تھا، جو کہ شیعانِ عثمان سے تعلق رکھتا تھا، اور شیعانِ علی سے بغض رکھتا تھا، اور ’’مختار کذاب‘‘ شیعانِ علی سے تعلق رکھتا تھا، یہاں تک کہ اس نے عبید اللہ بن زیاد سے قتال کیا، یہاں تک کہ اس کو قتل بھی کیا، پھر اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس کے پاس جبریل آتے ہیں، جس سے اس کا جھوٹ ظاہر ہوگیا (منہاج السنۃ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ نے ’’منهاجُ السنة‘‘ میں ہی لکھا:

وأما الشيعة فكثير منهم يعترفون بأنهم إنما . قصدوا بالملك إفساد دين الإسلام ومعاداة النبي -صلى الله عليه وسلم -، كما يعرف ذلك من خطاب الباطنية وأمثالهم من الداخلين في الشيعة، فإنهم يعترفون بأنهم في الحقيقة لا يعتقدون دين الإسلام، وإنما يتظاهرون بالتشيع لقلة عقل الشيعة وجهلهم، ليتوسلوا بهم إلى أغراضهم.

وأول هؤلاء -بل خيارهم -هو المختار بن أبي عبيد الكذاب . فإنه كان أمير الشيعة، وقتل عبيد الله بن زياد، وأظهر الانتصار للحسين حتى قتل قاتله، وتقرب بذلك إلى محمد بن الحنفية وأهل البيت، ثم ادعى النبوة وأن جبريل يأتيه.

وقد ثبت في صحيح مسلم عن النبي -صلى الله عليه وسلم -أنه قال ": سيكون في ثقيف كذاب ومبير " فكان الكذاب هو المختار بن أبي عبيد، وكان المبير هو الحجاج بن يوسف الثقفي.

ومن المعلوم أن عمر بن سعد أمير السرية التي قتلت الحسين، مع ظلمه وتقديمه الدنيا على الدين، لم يصل في المعصية إلى فعل المختار بن أبي عبيد الذي أظهر الانتصار للحسين وقتل قاتله، بل (كان) هذا أكذب وأعظم ذنبا من عمر بن سعد، فهذا الشيعي شر من ذلك الناصبي، بل والحجاج (بن يوسف) خير من المختار (بن أبي عبيد) ، فإن الحجاج كان

**مبيـرا كما سماه النبي -صـلى الله عليه وسلم -يسـفك الدماء بغير حق، والمختار كان كذابا يدعي النبوة وإتيان جبريل إليه، وهذا الذنب أعظم من قتـل الـنفوس، فإن هذا كفر، وإن كان لم يتب منه كان مرتدا، والفتنة أعظم من القتل.**

**وهذا باب مطرد، لا تجد أحدا ممن تذمه الشيعة بحق أو باطل إلا وفيهم من هـو شـر منه، ولا تجد أحدا ممن تمدحه الشيعة إلا وفيمن تمدحه الخوارج مـن هـو خيـر مـنـه، فإن الـروافـض شـر مـن النواصب، والذين تكفرهم أو تفسقهم الروافض هم أفضل من الذين تكفرهم أو تفسقهم النواصب.**

**وأما أهل السنة فيتولون جميع المؤمنين، ويتكلمون بعلم وعدل، ليسوا من أهل الجهل ولا من أهل الأهواء، ويتبرء ون من طريقة الروافض والنواصب (جـميعا ، ويتـولـون السـابـقيـن والأوليـن (كـلهم) ويعرفون قدر الصحابة وفـضـلـهـم ومـنـاقبهم، ويرعون حقوق أهل البيت التي شرعها الله لهم، ولا يـرضون بما فعله المختار ونحوه من الكذابين، ولا ما فعله الحجاج ونحوه مـن الظالمين** (منهـاج السـنة الـنبـوية، ج۲،ص۶۸الیٰ ص ۷۱،الفصل الثانی،الوجه الخامس)

ترجمہ: اور جہاں تک ''شیعہ'' کا تعلق ہے، تو بہت سے شیعہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حکومت کے ذریعہ ان (باطنیہ) کا مقصود دینِ اسلام میں فساد پیدا کرنا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھا، جیسا کہ خطابِ باطنیہ اوران جیسے لوگوں سے یہ بات پہچانی جاتی ہے، جو شیعہ میں گھس گئے ہیں، کیونکہ انہوں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ وہ درحقیقت دینِ اسلام کا عقیدہ ہی نہیں رکھتے، اور وہ تشیع کا اظہار صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ شیعہ کم فہم، اور زیادہ جہل والے ہیں، تاکہ وہ ان کے ذریعہ اپنی اغراض اور مقاصد کو حاصل کرسکیں۔

اوران لوگوں میں سب سے پہلا، بلکہ پسندیدہ شخص ''مختار بن ابی عبید کذاب'' تھا، جوکہ شیعہ کا امیر تھا، اوراس نے عبیداللہ بن زیاد کو قتل کیا تھا، اوراس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدد اور نصرت کا اظہار کیا تھا، یہاں تک کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کو قتل کردیا تھا، اوراس کے ذریعہ محمد بن حنفیہ اوراہلِ بیت کا قرب حاصل کرلیا تھا، پھر جبریل کی اپنے پاس آمد، اوراس کے نتیجہ میں

نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔

اور صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ کی یہ حدیث مروی ہے کہ "عنقریب ثقیف میں ایک "کذاب" اور ایک "مبیر" (یعنی فناء وقتل کرنے والا) ہوگا"۔

پس "کذاب" سے مراد "مختار بن ابی عبید"، اور "مبیر" سے مراد "حجاج بن یوسف ثقفی" ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ عمر بن سعد جو کہ اُس لشکر کا امیر تھا، جس لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، وہ اپنے ظلم اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کے باوجود معصیت اور گناہ میں اس مختار بن ابی عبید کے درجہ تک نہیں پہنچا، جس نے حسین رضی اللہ عنہ کی مدد اور نصرت کا اظہار کیا، اور حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کو قتل کیا، بلکہ یہ مختار بن ابی عبید، دراصل عمر بن سعد کے مقابلہ میں زیادہ بڑا جھوٹا، اور زیادہ بڑا گناہ گار تھا، پس یہ شیعی اس ناصبی سے شر میں زیادہ تھا، بلکہ حجاج بن یوسف، مختار بن ابی عبید سے بہتر تھا، کیونکہ حجاج دراصل "مبیر" تھا، جیسا کہ اس کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "مبیر" رکھا، جو لوگوں کے ناحق خون بہاتا تھا، اور مختار "کذاب" تھا، جو اپنی طرف جبریل کی آمد، اور اس کے نتیجہ میں نبوت کا دعویدار تھا، اور یہ گناہ قتلِ نفوس سے زیادہ بڑا ہے، کیونکہ یہ کفر کے درجہ کا عمل ہے، اور اگر اس نے، اس سے توبہ نہ کی ہو، تو وہ "مرتد" شمار ہوگا، اور فتنہ "قتل" سے زیادہ بڑا ہے۔

اور یہ باب ایک دوسرے کی مخالفت پر مبنی ہے، آپ کسی کو بھی اُن لوگوں میں سے، جن کی شیعہ حق، یا باطل کے ساتھ مذمت کرتے ہیں، نہیں پائیں گے، مگر اُن شیعہ میں اس سے زیادہ شریر لوگ موجود ہوں گے، اور آپ کسی کو بھی اُن لوگوں میں سے، جن کی شیعہ تعریف کرتے ہیں، نہیں پائیں گے، مگر اُن لوگوں میں، جن کی خوارج تعریف کرتے ہیں، ان سے زیادہ بہتر لوگ موجود ہوں گے، کیونکہ

''روافض'' دراصل ''نواصب'' سے زیادہ شریر ہیں، اور وہ لوگ جن کو روافض ''کافر، یا فاسق'' قرار دیتے ہیں، وہ ان لوگوں سے افضل ہیں، جن کو نواصب ''کافر، یا فاسق'' قرار دیتے ہیں۔

اور جہاں تک اہلِ سنت کا تعلق ہے، تو وہ تمام مومنوں سے محبت رکھتے ہیں، اور وہ علم اور عدل کی روشنی میں کلام کرتے ہیں، وہ نہ تو جاہل لوگوں میں سے ہیں، اور نہ اہل الاہواء میں سے ہیں، اور وہ روافض اور نواصب، سب کے طریقہ سے برائت اختیار کرتے ہیں، اور وہ تمام سابقینِ اولین سے محبت رکھتے ہیں، اور وہ صحابۂ کرام کی قدر ومنزلت اور ان کے فضائل ومناقب کو پہچانتے ہیں، اور وہ اہلِ بیت کے ان حقوق کی رعایت کرتے ہیں، جن کو اللہ نے ان کے لیے مقرر فرمایا ہے، اور وہ ان کاموں سے راضی نہیں ہوتے، جو مختار جیسے کذاب لوگوں نے کیے، اور نہ ہی ان کاموں سے راضی ہوتے، جو حجاج جیسے ظالموں نے کیے (منہاج السنۃ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

**وهؤلاء تأتيهم أرواح تخاطبهم وتتمثل لهم وهي جن وشياطين فيظنونها ملائكة كالأرواح التي تخاطب من يعبد الكواكب والأصنام .**

**وكان من أول ما ظهر من هؤلاء في الإسلام :المختار بن أبي عبيد الذي أخبر به النبي صلى الله عليه وسلم في الحديث الصحيح الذي رواه مسلم في صحيحه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال "(سيكون في ثقيف كذاب ومبير) "**

**وكان الكذاب :المختار بن أبي عبيد والمبير :الحجاج بن يوسف .**

**فقيل لابن عمر وابن عباس :إن المختار يزعم أنه ينزل إليه فقالا :صدق قال الله تعالى :(هل أنبئكم على من تنزل الشياطين) (تنزل على كل أفاك أثيم) . وقال الآخر وقيل له إن المختار يزعم أنه يوحى إليه فقال :قال الله تعالى :(وإن الشياطين ليوحون إلى أوليائهم ليجادلوكم) (مجموع الفتاوى، ج ۱۱، ص ۲۳۸، ۲۳۹، كتاب التصوف، مناقضة ابن عربي للرسل)**

ترجمہ: اور ان گمراہ لوگوں کے پاس ارواح آکر ان سے خطاب کرتی ہیں، اور ان کے سامنے کسی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ جن اور شیاطین

ہوتے ہیں، جن کو یہ لوگ فرشتے گمان کر لیتے ہیں، جیسا کہ ستاروں اور بتوں کی عبادت کرنے والوں سے ارواح خطاب کرتی ہیں۔

اور اسلام میں سب سے پہلے جس کے سامنے یہ ظاہر ہوا، وہ ''مختار بن ابی عبید'' تھا، جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں خبر دی ہے، جس کو امام مسلم نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ثقیف میں ایک ''کذاب'' اور ایک ''مبیر'' (یعنی فناء و قتل کرنے والا) ہوگا''

پس ''کذاب'' سے مراد ''مختار بن ابی عبید'' اور ''مبیر'' سے مراد ''حجاج بن یوسف ثقفی'' ہے۔

پس ابنِ عمر اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ مختار بن ابی عبید یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی طرف وحی نازل ہوتی ہے، تو ان دونوں میں سے ایک نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بالکل سچ فرمایا کہ:

**''هل أنبئكم على من تنزل الشياطين. تنزل على كل أفاك أثيم''.**

اور دوسرے سے جب سوال کیا گیا کہ مختار یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ:

**''وإن الشياطين ليوحون إلى أوليائهم ليجادلوكم''.**

(مجموع الفتاویٰ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ نے ہی اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا:

**و "الوحي "وحيان :وحي من الرحمن ووحي من الشيطان قال تعالى: (وإن الشياطين ليوحون إلى أوليائهم ليجادلوكم) وقال تعالى :(وكذلك جعلنا لكل نبي عدوا شياطين الإنس والجن يوح بعضهم إلى بعض زخرف القول غرورا) وقال تعالى :(هل أنبئكم على من تنزل الشياطين) وقد كان المختار بن أبي عبيد من هذا الضرب حتى قيل لابن عمر وابن عباس قيل لأحدهما إنه يقول إنه يوحى إليه فقال :(وإن الشياطين ليوحون إلى أوليائهم ليجادلوكم) وقيل للآخر :إنه يقول إنه ينزل عليه فقال (هل**

أنبئكم على من تنزل الشياطين)(مجموع الفتاوى، ج١٣، ص٧٤، ٧٥، كتاب مقدمة التفسير، الوحي وحيان: وحي من الله ووحي من الشيطان)

ترجمہ: وحی کی دو قسمیں ہیں، ایک وحی رحمٰن کی طرف سے ہے، اور ایک وحی شیطان کی طرف سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''وكذلك جعلنا لكل نبي عدوا شياطين الإنس والجن يوحي بعضهم إلى بعض زخرف القول غرورا''.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''هل أنبئكم على من تنزل الشياطين''.

اور مختار بن ابی عبید کا تعلق اسی قسم سے تھا، یہاں تک حضرت ابنِ عمر اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا گیا کہ یہ اپنی طرف وحی کے آنے، اور جبریل کے نزول کا دعویٰ کرتا ہے؟ تو ان صحابی میں سے ایک نے جواب میں فرمایا:

''وإن الشياطين ليوحون إلى أوليائهم ليجادلوكم''.

اور دوسرے سے جب سوال کیا گیا کہ مختار یہ کہتا ہے کہ اس کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ:

''هل أنبئكم على من تنزل الشياطين''. (مجموع الفتاویٰ)

مندرجہ بالا عبارات سے مختار بن عبید ثقفی کے بارے میں صحابہ کرام کی سیرت معلوم ہوچکی۔

رفاعہ قتبیانی سے روایت ہے کہ:

قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى الْمُخْتَارِ، فَأَلْقَى لِيْ وِسَادَةً، وَقَالَ: لَوْلَا أَنَّ أَخِيْ جِبْرِيْلَ قَامَ عَنْ هٰذِهٖ لَأَلْقَيْتُهَا لَكَ، قَالَ: فَأَرَدْتُ أَنْ أَضْرِبَ عُنُقَهٗ، فَذَكَرْتُ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ أَخِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَمَّنَ مُؤْمِنًا عَلٰى دَمِهٖ فَقَتَلَهٗ، فَأَنَا مِنَ الْقَاتِلِ بَرِيْءٌ (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٩٤٧) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں ایک مرتبہ میں مختار (ثقفی) کے پاس گیا، اس نے میرے لیے تکیہ رکھا، اور کہنے لگا کہ اگر میرے بھائی جبریل اس سے نہ اٹھے ہوتے، تو میں یہ تکیہ تمہارے لیے رکھتا، تو میں نے اس بات کا ارادہ کرلیا کہ اس کی گردن اڑادوں، لیکن پھر مجھے ایک حدیث یاد آ گئی، جو مجھ سے حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کو پہلے اس کی جان کی امان دے دے، پھر بعد میں اسے قتل کر دے، تو میں قاتل سے بری ہوں (مسند احمد)

امام ترمذی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثقیف قبیلہ میں ''کذاب'' اور ''مبیر'' ہوگا۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ ''کذاب'' سے مختار بن عبید ثقفی مراد ہے، اور مبیر سے حجاج بن یوسف مراد ہے۔ [1]

حافظ ذہبی نے ''سیر اعلامُ النبلاء '' میں فرمایا کہ مختار ثقفی کے والد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر کا عامل مقرر فرمایا تھا، جس نے عراق میں جنگ کی، اور اسی کی طرف ''جسر ابی عبید'' منسوب ہے۔ [2]

---

[1] عن ابن عمر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فى ثقيف كذاب ومبير : يقال :الكذاب المختار بن أبى عبيد، والمبير :الحجاج بن يوسف حدثنا أبو داود سليمان بن سلم البلخى قال :أخبرنا النضر بن شميل، عن هشام بن حسان قال :أحصوا ما قتل الحجاج صبرا فبلغ مائة ألف وعشرين ألف قتيل :وفى الباب عن أسماء بنت أبى بكر حدثنا عبد الرحمن بن واقد قال :حدثنا شريک، نحوه بهذا الإسناد وهذا حديث حسن غريب، لا نعرفه إلا من حديث شريک وشريک يقول :عبد الله بن عصم، وإسرائيل يقول :عبد الله بن عصمة(سنن الترمذى،رقم الحديث ٢٢٢٠،باب ما جاء فى ثقيف كذاب ومبير)

[2] المختار بن أبى عبيد الثقفى الكذاب .
كان والده الأمير أبو عبيد بن مسعود بن عمرو بن عمير بن عوف بن عقدة بن عنزة بن عوف بن ثقيف، قد أسلم فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم ولم نعلم له صحبة. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## اورحافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ”الاصــــابة“ میں ”مختار ثقفی“ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

استعمله عمر بن الخطاب على جيش، فغزا العراق، وإليه تنسب وقعة جسر أبى عبيد.
ونشأ المختار، فكان من كبراء ثقيف، وذوى الرأى، والفصاحة، والشجاعة، والدهاء ، وقلة الدين.
وقد قال النبى -صلى الله عليه وسلم :-(يكون فى ثقيف كذاب ومبير)
فكان الكذاب هذا، ادعى أن الوحى يأتيه، وأنه يعلم الغيب، وكان المبير الحجاج -قبحهما الله -.
قال أحمد فى (مسنده) : حدثنا ابن نمير، حدثنا عيسى بن عمر ، حدثنا السدى، عن رفاعة الفتيانى ، قال:دخلت على المختار، فألقى لى وسادة، وقال :لولا أن جبريل قام عن هذه، لألقيتها لك.
فأردت أن أضرب عنقه، فذكرت حديثا حدثنيه عمرو بن الحمق، قال:قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(أيما مؤمن أمن مؤمنا على دمه فقتله، فأنا من القاتل برىء......
وروى :مجالد، عن الشعبى، قال:أقرأنى الأحنف كتاب المختار إليه يزعم أنه نبى، وكان المختار قد سار من الطائف بعد مصرع الحسين إلى مكة، فأتى ابن الزبير، وكان قد طرد لشره إلى الطائف، فأظهر المناصحة،وتردد إلى ابن الحنفية، فكانوا يسمعون ما ينكر.
فلما مات يزيد، استأذن ابن الزبير فى الرواح إلى العراق، فركن إليه، وأذن له، وكتب إلى نائبه بالعراق عبد الله بن مطيع يوصيه به، فكان يختلف إلى ابن مطيع.
ثم أخذ يعيب فى الباطن ابن الزبير، ويثنى على ابن الحنفية، ويدعو إليه، وأخذ يشغب على ابن مطيع، ويمكر، ويكذب، فاستغوى جماعة، والتفت عليه الشيعة، فخافه ابن مطيع، وفر من الكوفة، وتمكن هو، ودعا ابن الزبير إلى مبايعة محمد ابن الحنفية، فأبى، فحصره، وضيق عليه، وتوعده، فتألمت الشيعة له، ورد المختار إلى مكة.
ثم بعث معه ابن الزبير إبراهيم بن محمد بن طلحة على خراج الكوفة، فقدم المختار وقد هاجت الشيعة للطلب بالثأر، وعليهم سليمان بن صرد.
فأخذ المختار يفسدهم، ويقول :إنى جئت من قبل المهدى ابن الوصى -يريد :ابن الحنفية -.
فتبعه خلق، وقال :إن سليمان لا يصنع شيئا، إنما يلقى بالناس إلى التهلكة، ولا خبرة له بالحرب.
وخاف عمر بن سعد بن أبى وقاص، فذهب عبد الله بن يزيد الخطمى نائب ابن الزبير، وإبراهيم بن محمد إلى ابن صرد، فقالا :إنكم أحب أهل بلدنا إلينا، فلا تفجعونا بأنفسكم، ولا تنقصوا عددنا بخروجكم، قفوا حتى نتهيأ.
قال ابن صرد :قد خرجنا لأمر، ولا نرانا إلا شاخصين.فسار، ومعه كل مستميت، ومروا بقبر الحسين، فبكوا، وأقاموا يوما عنده، وقالوا :يا رب، قد خذلناه، فاغفر لنا، وتب علينا.
ثم نزلوا قرقيسيا، فتم المصاف بعين الوردة، وقتل ابن صرد وعامة التوابين، ومرض عبيد الله بالجزيرة، فاشتغل بذلك وبقتال أهلها عن العراق سنة، وحاصر الموصل.
وأما المختار، فسجن مدة، ثم خرج، فحاربه أهل الكوفة، فقتل رفاعة بن شداد، وعبد الله بن سعد، وعدة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شخص شروع میں ’’خارجی‘‘ تھا، پھر ’’زیدی‘‘ ہوگیا، اور پھر ’’رافضی‘‘ ہوگیا۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنی مشہور تالیف ’’الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول‘‘ میں تحریر کیا کہ:

’’روافض میں سے جس کے سب وشتم کے ساتھ یہ دعویٰ بھی شامل ہو کہ علی رضی اللہ عنہ الٰہ تھے، یا اصل نبی وہی تھے، اور جبریل نے رسالت میں غلطی کی، تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ جو ایسے شخص کی تکفیر میں توقف کرے، اس کے کفر میں بھی شک نہیں، اور اسی طرح سے اس شخص کا حکم بھی ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کی کچھ آیات کم کردی گئی ہیں، اور چھپالی گئی ہیں، یا اس طرح کا عقیدہ ہو کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغلب على الكوفة، وهرب منه نائب ابن الزبير، فقتل جماعة ممن قاتل الحسين، وقتل الشمر بن ذى الجوشن، وعمر بن سعد، وقال :إن جبريل ينزل على بالوحى.

واختلق كتابا عن ابن الحنفية إليه يأمره بنصر الشيعة(سير أعلام النبلاء، ج٣،ص ٥٣٨،الىٰ ص ٥٤١، رقم الترجمة ١٤٤)

[1] المختار بن أبى عبيد بن مسعود الثقفى .

يأتى نسبه فى ترجمة والده فى الكنى ذكره .ابن عبد البر، فقال :يكنى أبا إسحاق، ولم يكن بالمختار.

كان أبوه من جلة الصحابة، ويأتى فى الكنى، وولد المختار عام الهجرة، وليست له صحبة ولا رؤية .وأخباره غير مرضية حكاها عنه ثقات مثل الشعبى وغيره، وكان قد طلب الإمارة وغلب على الكوفة حتى قتله مصعب بن الزبير بالكوفة سنة سبع وستين، وكان قبل ذلك معدودا فى أهل الفضل والخير إلى أن فارق ابن الزبير، وكان يتزين بطلب دم الحسين، ويسر طلب الدنيا، فيأتى بالكذب والجنون، وكانت إمارته ستة عشر شهرا.

قال :وروى موسى بن إسماعيل، عن أبى عوانة، عن مغيرة، عن ثابت بن هرمز، قال :حمل المختار مالا من المدائن من عند عمه إلى على، فأخرج كيسا فيه خمسة عشر درهما، فقال :هذا من أجور المومسات .فقال له على :ويلك !ما لى وللمومسات، ثم قام وعليه مقطعة حمراء ، فلما سلم قال على :ما له قاتله الله لو شق عن قلبه الآن لوجد ملآن من حب اللات والعزى.

قال :ويقال إنه كان فى أول أمره خارجيا، ثم صار زيديا، ثم صار رافضيا(الإصابة فى تمييز الصحابة، ج٦،ص ٢٧٥، ٢٧٦، رقم الترجمة ٨٥٦٧،القسم الرابع فيمن ذكر فى الصحابة غلطا ممن أول اسمه ميم،الميم بعدها الخاء )

قرآن کی ایسی خفیہ تاویلات ہیں، جن کی وجہ سے شرعی اعمال ساقط ہو جاتے ہیں، یا اسی طرح کا کوئی اور عقیدہ ہو، یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے، جن کو ''قرامطہ'' اور ''باطنیہ'' کہا جاتا ہے، اور ان ہی میں سے ''تناسخیہ'' بھی ہیں، ان لوگوں کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں۔

لیکن ان لوگوں کا صحابۂ کرام پر اس طرح سے سب وشتم کرنا کہ جو صحابۂ کرام کی عدالت اور دین میں ردوقدح کا باعث نہ ہو، مثلاً بعض صحابۂ کرام کو بخل، یا بزدلی، یا قلتِ علم، یا عدمِ زہد وغیرہ سے متصف کرنا، تو اس طرزِ عمل کی وجہ سے تادیب و تعزیر وغیرہ کا مستحق ہو جاتا ہے، لیکن صرف اس طرزِ عمل کی وجہ سے ہم اس کے کفر کا حکم نہیں لگاتے، اور اہلِ علم حضرات میں سے جنہوں نے تکفیر نہیں کی، ان کا قول اسی صورت (بغضِ صحابہ وطعنِ صحابہ وغیرہ) پر محمول ہے۔

اور جو شخص علی الاطلاق (یعنی کسی سبب کے بغیر) صحابۂ کرام پر لعنت کرے، اور ان کی علی الاطلاق برائی بیان کرے، تو اس کا کفر مختلف فیہ ہے، کیونکہ اس کا حکم لعنتِ غیظ اور لعنتِ اعتقاد کے درمیان متردد ہوتا ہے۔

اور جو شخص اس طرزِ عمل سے تجاوز کرے، یہاں تک کہ یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، صحابۂ کرام ''مرتد'' ہو گئے تھے، سوائے چند افراد کے، جن کی تعداد دس افراد تک بھی نہیں پہنچتی، یا یہ عقیدہ رکھے کہ اکثر صحابۂ کرام فاسق تھے، تو اس کے کفر میں بھی کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس میں قرآن مجید کے متعدد مقامات پر بیان کیے ہوئے حکم کی تکذیب پائی جاتی ہے، جیسا کہ اللہ کے اُن سے راضی ہونے، اور ان کی قرآن میں تعریف کرنے کے، بلکہ جو اس طرح کے شخص کے کفر میں شک کرے، وہ بھی اس کے مثل ہے، کیونکہ اس کا کفر متعین ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس قول کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن اور سنت کو نقل کرنے والے

لوگ، کافر یا فاسق تھے، اور یہ امت، جو کہ خیرِ امت ہے، اور اس کا سب سے بہترین زمانہ ''پہلا زمانہ'' ہے، تو وہ اکثر ''کافر'' یا ''فاسق'' تھے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ امت شر والی امت ہے، اور اس امت کے ابتدائی لوگ ہی شریر ترین لوگ ہیں، اور اس بات کا کفر ہونا، دینِ اسلام سے لازمی طور پر معلوم ہوتا ہے۔

اور خلاصہ یہ کہ سب وشتم کرنے والے بعض لوگ ایسے ہیں، جن کے کفر میں کوئی شک نہیں، اور بعض وہ ہیں، جن کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور بعض وہ ہیں، جن کے کفر میں تردد ہے، اور یہ اس مسئلہ کی تفصیل کا موقع نہیں ہے، ہم نے ان مسائل کو زیرِ بحث مسئلے کی تتمیم کے طور پر ذکر کر دیا ہے''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] فصل:فی تفصیل القول فیهم.

أما من اقترن بسبه دعوى أن عليا إله أو أنه كان هو النبى وإنما غلط جبريل فى الرسالة فهذا لاشک فى كفره بل لاشک فى كفر من توقف فى تكفيره.

وكذلک من زعم منهم أن القرآن نقص منه آيات وكتمت أو زعم أن له تأويلات باطنة تسقط الأعمال المشروعة ونحو ذلک وهؤلاء يسمون القرامطة والباطنية ومنهم التناسخية وهؤلاء لا خلاف فى كفرهم.

وأما من سبهم سبا لا يقدح فى عدالتهم ولا فى دينهم مثل وصف بعضهم بالبخل أو الجبن أو قلة العلم أو عدم الزهد ونحو ذلک فهذا هو الذى يستحق التأديب والتعزير ولا نحكم بكفره بمجرد ذلک وعلى هذا يحمل كلام من لم يكفرهم من أهل العلم.

وأما من لعن وقبح مطلقا فهذا محل الخلاف فيهم لتردد الأمر بين لعن الغيظ ولعن الاعتقاد.

وأما من جاوز ذلک إلى أن زعم أنهم ارتدوا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا نفرا قليلا لا يبلغون بضعة عشر نفسا أو أنهم فسقوا عامتهم فهذا لا ريب أيضا فى كفره فإنه مكذب لما نصه القرآن فى غير موضع :من الرضى عنهم والثناء عليهم بل من يشک فى كفر مثل هذا فإن كفره متعين فإن مضمون هذه المقالة أن نقلة الكتاب والسنة كفار أو فساق وأن هذه الأمة التى هى : (كنتم خير أمة أخرجت للناس) وخيرها هو القرن الأول كان عامتهم كفارا أو فساقا ومضمونها أن هذه الأمة شر الأمم وأن سابقى هذه الأمة هم شرارها وكفر هذا مما يعلم بالاضطرار من دين الإسلام .

ولهذا تجد عامة من ظهر عنه شىء من هذه الأقوال فإنه يتبين أنه زنديق وعامة الزنادقة إنما يستترون بمذهبهم وقد ظهرت لله فيهم مثلات وتواتر النقل بأن وجوههم تمسخ خنازير فى المحيا والممات وجمع العلماء ما بلغهم فى ذلک وممن صنف فيه الحافظ الصالح أبو عبد الله محمد بن عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کسی فرقے کی تعیین کیے بغیر یہ کہنا کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو، وہ کافر ہے، یہ ''تکفیرِ غیر معین'' ہے۔
علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی ''الصارمُ المسلول '' کی عبارت میں ''قرامطہ'' اور ''باطنیہ'' کے علاوہ کسی فرقے کی تعیین کے بغیر کفریہ عقیدہ کی بنیاد پر ''تکفیر'' کا حکم مذکور ہے، جبکہ تمام اہلِ تشیع، یا اہلِ تشیع کے تمام فرقوں، یا اُن کے کسی مخصوص فرقے کی تکفیر کرنا ''معین تکفیر'' میں داخل ہے، اس کو غیر معین کی تکفیر سمجھنا درست نہیں، اسی لیے علامہ موصوف نے بحیثیتِ رافضہ فرقہ کے تکفیر کا حکم نہیں لگایا۔
پھر یہ ملحوظ رہے کہ صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کا قول تمام اہلِ تشیع کا نہیں، اور اس سلسلہ میں علامہ ابنِ تیمیہ کے مقابلہ میں ''ابوالحسن اشعری'' اور ''فخرالدین رازی، علامہ ابنِ عابدین شامی، امام نووی، اور علامہ آلوسی کی عبارات وتصریحات'' پہلے گزر چکی ہیں۔
اور جہاں تکفیر وعدمِ تکفیر کے معاملہ میں علامہ ابنِ تیمیہ کا اشاعرہ وماتریدیہ سے اختلاف ہو، تو وہاں ہم اشاعرہ وماتریدیہ کے موقف کو راجح سمجھتے ہیں۔
اور یہ بات بھی پہلے باحوالہ گزر چکی ہے کہ شیعہ مذہب کی طرف مختلف ادوار میں منافقین وزنادقہ پناہ حاصل کرتے رہے، انہوں نے جس علاقہ میں اپنے فاسد خیالات کو داخل کرنا چاہا، یا جہاں، شیعہ کے جس فرقہ میں قبولیت محسوس کی، اس کی طرف اپنا انتساب کرکے سر چھپایا، اس لئے شیعہ فرقوں کے مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے فرقے وجود میں آتے رہے، اور ان میں التباس واختلاط پیدا ہوتا رہا، اور ہر زمانہ کے مصنفین، ان کے فرقوں کے

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الواحد المقدسی کتابه فی النهی عن سب إلا صحاب وما جاء فيه من الإثم والعقاب.وبالجملة فمن أصناف السابة من لا ريب فی كفره ومنهم من لا يحكم بكفره ومنهم من تردد فيه وليس هذا موضع الاستقصاء فی ذلک وإنما ذكرنا هذه المسائل لأنها فی تمام الكلام فی المسألة التی قصدنا لها .فهذا ما تيسر من الكلام فی هذا الباب ذكرنا ما يسره الله واقتضاه الوقت والله سبحانه يجعله لوجهه خالصا وينفع به ويستعملنا فيما يرضاه منم القول والعمل.والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليما كثيرا كثيرا(الصارم المسلول على شاتم الرسول،ص ۵۸۶، ۵۸۷،المسألة الرابعة:فی بيان السب المذكور والفرق بينه وبين مجرد الكفر،فصل:فی تفصيل القول فيهم)

عقائدوافکار پر روشنی ڈالتے رہے، جس میں باہم مطابقت نہیں پائی جاتی، اور آئندہ بھی اسی روش کے باقی رہنے کے امکانات ہیں، اس لئے مطلق شیعہ پر وثوق کے ساتھ علی الاطلاق تکفیر کا، یکساں حکم لگانا متعذر رہے، اور ایسی صورت میں تمام افراد پر یکساں حکم لگانے کے بجائے، کفریہ عقائد ہونے نہ ہونے کی بنیاد پر حکم لگانا، زیادہ جامع ومانع معلوم ہوا، پھر ''التزامِ کفر'' آگے کا مرحلہ ہے، جیسا کہ اکثر محققین کا یہی طریقہ رہا ہے۔

اور جس نے الگ الگ فرقوں کے عقائدوافکار کی تحقیق کی، اس نے اسی کے مطابق حکم لگادیا، جس میں بعض حضرات کو تحقیق میں تسامح بھی ہوا، جیسا کہ اثناعشریہ کی علی الاطلاق تکفیر کرنے میں ماضی قریب کے بعض علماء سے تسامح ہوا۔

علامہ ابنِ تیمیہ کے ''الفتاویٰ الکبریٰ'' میں شیعوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے تین درجات کا ذکر کیا گیا ہے، جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

والشيعة هم ثلاث درجات.

شرها الغالية الذين يجعلون لعلى شيئا من الإلهية أو يصفونه بالنبوة، وكفر هؤلاء بين لكل مسلم يعرف الإسلام، وكفرهم من جنس كفر النصارى من هذا الوجه، وهم يشبهون اليهود من وجوه أخرى .

والدرجة الثانية :وهم الرافضة المعروفون، كالإمامية وغيرهم، الذين يعتقدون أن عليا هو الإمام الحق بعد النبى -صلى الله عليه وسلم -بنص جلى أو خفى وأنه ظلم ومنع حقه، ويبغضون أبا بكر وعمر ويشتمونهما، وهذا هو عند الأئمة سيما الرافضة وهو بغض أبى بكر وعمر وسبهما.

والدرجة الثالثة :المفضلة من الزيدية وغيرهم، الذين يفضلون عليا على أبى بكر وعمر، ولكن يعتقدون إمامتهما وعدالتهما ويتولونهما.

فهذه الدرجة وإن كانت باطلة، فقد نسب إليها طوائف من أهل الفقه والعبادة، وليس أهلها قريبا ممن قبلهم،بل هم إلى أهل السنة أقرب منهم إلى الرافضة؛ لأنهم ينازعون الرافضة فى إمامة الشيخين وعدلهما وموالاتهما، وينازعون أهل السنة فى فضلهما على على — والنزاع الأول أعظم، ولكن هم المرقاة التى تصعد منه الرافضة فهم لهم باب (الفتاوىٰ الكبرىٰ لابنِ تيمية، ج٦ص ٣٦٩، ٣٧٠، كتاب فى الرد على الطوائف الملحدة والزنادقة،أوجه الرد على المعارضين)

ترجمہ: اور ''شیعہ'' کے تین درجات ہیں، جن میں شریر ترین درجہ اُن غالی لوگوں کا

ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کچھ ''الوہیت'' کو مقرر کرتے ہیں، یا اُن کو نبوت کے ساتھ متصف کرتے ہیں، اور اِن لوگوں کا کفر، ہر مسلمان کے لیے جو اسلام کو پہچانتا ہو، واضح ہے، اور ان کا کفر اس جہت سے، نصاریٰ کے کفر کی جنس سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ لوگ دوسری جہات سے یہود کے مشابہ ہیں۔

اور ''شیعہ'' کا دوسرا درجہ معروف ومشہور روافض کا ہے، جیسا کہ ''امامیہ'' اور دوسرے شیعہ، جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد برحق امام ہیں، نصِ جلی، یا خفی کی رو سے، اور ان پر ظلم کیا گیا، اور ان کے حق کو روکا گیا، اور یہ لوگ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں، اور ان کو سب وشتم کرتے ہیں، اور ائمہ کے نزدیک یہی ''رافضہ'' کی نشانی ہے، یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بغض اور ان پر سب وشتم کرنا۔

اور ''شیعہ'' کا تیسرا درجہ ''زیدیہ وغیر زیدیہ مفضلہ'' کا ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی امامت وعدالت اور ان سے محبت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

پس یہ درجہ، اگرچہ باطل ہے، لیکن اس کی طرف اہلِ فقہ وعبادت کی کچھ جماعتیں منسوب ہیں، اور اس درجہ کے حضرات اپنے سے پہلے درجہ والوں کے قریب نہیں ہیں، بلکہ یہ حضرات ''رافضہ'' کے مقابلہ میں ''اہلُ السنۃ'' کے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ یہ شیخین کی امامت اور ان کے عدل، اور ان سے محبت کے مسئلہ میں ''رافضہ'' سے نزاع کرتے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، شیخین کی فضیلت میں ''اہلُ السنۃ'' سے نزاع کرتے ہیں، اور پہلا نزاع زیادہ بڑا ہے، لیکن یہ لوگ ایسی سیڑھی پر ہیں کہ جس سے ''رافضہ'' چڑھتے ہیں، پس یہ ''رافضہ'' کے لیے دروازہ ہیں (الفتاویٰ الکبریٰ)

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ تیمیہ نے شیعہ کی تین اقسام ذکر فرمائی ہیں، اور ان میں سے صرف پہلی قسم کے لوگوں کو کافر قرار دیا ہے، اور باقی فرقوں کو گمراہی میں ایک دوسرے سے، بڑھا ہوا قرار دیا ہے، لیکن ان کی تکفیر بیان نہیں کی۔

تیسرے درجے کے شیعوں کی عدمِ تکفیر تو واضح ہے، جہاں تک دوسرے درجے کے شیعوں کا تعلق ہے، جمہور کے نزدیک ان کی عدمِ تکفیر راجح ہے، اور جو بعض فقہاء کے کلام میں تکفیر کا ذکر ہے، اس سے ''لزومِ کفر'' مراد ہے ''التزامِ کفر'' مراد نہیں، جس میں احتمال اور تاویل کی نفی ملحوظ ہوا کرتی ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ نے خود دوسرے مقامات پر اس کی تصریح فرمادی ہے۔

البتہ اگر اِن میں سے کوئی شخص پہلے درجہ کی طرف ترقی کر جائے، اور وہ اپنا ظاہری انتساب دوسرے درجہ کے لوگوں کے ساتھ کرتا رہے، یا کوئی زندیق ومنافق اپنا جھوٹا انتساب، اس فرقہ کی طرف کرے، تو اس کا حکم پہلے درجہ والوں کا ہی ہوگا۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں ایک مقام پر فرمایا:

**الرفض أعظم أبواب النفاق والزندقة .فإنه يكون الرجل واقفا ثم يصير مفضلا ثم يصير سبابا ثم يصير غاليا ثم يصير جاحدا معطلا .ولهذا انضمت إلى الرافضة "أئمة الزنادقة" من الإسماعيلية والنصيرية وأنواعهم من القرامطة والباطنية والدرزية وأمثالهم من طوائف الزندقة والنفاق** (مجموع الفتاوى، ج۴، ص۴۲۸، ۴۲۹، کتاب مفصل الاعتقاد، سئل: عن قول الشيخ أبي محمد عبد الله بن أبي زيد وأن خير القرون القرن الذين الخ)

ترجمہ: ''رفض'' نفاق، اور زندقہ کے بڑے دروازوں میں سے ہے، کیونکہ ایک شخص متوقف ہوتا ہے، پھر وہ ''مفضلی'' ہوجاتا ہے، پھر ''سبابی'' ہوجاتا ہے، پھر ''غالی'' ہوجاتا ہے، پھر ''جاحد معطّلی'' ہوجاتا ہے، اور اسی وجہ سے رافضہ کی طرف اسماعیلیہ، اور نصیریہ، اور ان کی دوسری انواع جیسا کہ ''قرامطہ'' اور ''باطنیہ'' اور ''درزیہ'' اور ان کے مثل دوسرے زندقہ، اور نفاق کے ''ائمہ زنادقہ'' نے اپنے آپ کو منضم کرلیا (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں ایک مقام پر فرمایا:

وكذلك "الشيعة "المفضلون لعلي على أبي بكر لا يختلف قوله إنهم لا يكفرون؛ فإن ذلك قول طائفة من الفقهاء أيضا وإن كانوا يبدعون .وأما "القدرية "المقرون بالعلم و "الروافض "الذين ليسوا من الغالية والجهمية والخوارج :فيذكر عنه في تكفيرهم روايتان هذا حقيقة قوله المطلق (مجموع الفتاوى، ج ۱۲، ص ۴۸۶)

ترجمہ: اور اسی طرح شیعہ جو حضرت علی کو ابوبکر پر فضیلت دیتے ہیں، امام احمد کا قول اس سلسلہ میں مختلف نہیں کہ ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی، پس یہی قول فقہاء کی ایک جماعت کا بھی ہے، اگرچہ ان کو بدعتی قرار دیا جائے گا، اور جہاں تک قدریہ کا تعلق ہے، جو علم کا اقرار کرتے ہیں، اور اور ان روافض کا تعلق ہے، جو غالی نہیں ہیں، اور جہمیہ اور خوارج کا تعلق ہے، تو امام احمد سے ان کے کفر کے بارے میں دو روایات مروی ہیں، یہ امام احمد کے مطلق قول کی حقیقت ہے (مجموع الفتاویٰ)

مطلب یہ ہے کہ امام احمد کا مطلق قول اتنا ہے، باقی ''متعین فرد'' یا ''متعین فرقہ'' کی تکفیر اور اختلاف کی صورت میں ترجیح کا معاملہ اس سے جدا ہے، جیسا کہ آگے تصریح آتی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں ایک مقام پر فرمایا:

فطائفة تحكي عن أحمد في تكفير أهل البدع روايتين مطلقا حتى تجعل الخلاف في تكفير المرجئة والشيعة المفضلة لعلي وربما رجحت التكفير والتخليد في النار وليس هذا مذهب أحمد ولا غيره من أئمة الإسلام بل لا يختلف قوله أنه لا يكفر المرجئة الذين يقولون :الإيمان قول بلا عمل ولا يكفر من يفضل عليا على عثمان بل نصوصه صريحة بالامتناع من تكفير الخوارج والقدرية وغيرهم (مجموع الفتاوى، ج ۲۳، ص ۳۴۸، كتاب الفقه، الجزء الثالث: من سجود السهو إلى صلاة أهل الأعذار، باب الامامة)

ترجمہ: پس ایک جماعت نے امام احمد سے اہلِ بدعت کی تکفیر میں دو مطلق روایتوں کو روایت کیا ہے، یہاں تک کہ مرجئہ، اور شیعہ مفضلۂ علی کے بارے میں بھی اختلاف ٹھہرادیا، اور بعض اوقات تکفیر اور تخليد في النار کو راجح بھی قرار دے دیا، حالانکہ یہ نہ تو امام احمد کا مذہب ہے، اور نہ ہی امام احمد کے علاوہ ائمہ اسلام میں سے کسی کا مذہب ہے، بلکہ امام احمد کا قول اس بارے میں مختلف نہیں کہ

ان مرجئہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی، جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے، اور نہ ہی اس کی تکفیر کی جائے گی، جو علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہے، بلکہ امام احمد کی نصوص صریح ہیں کہ خوارج، اور قدریہ، اور دیگر اہلِ بدعت کی تکفیر ممنوع ہے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں ایک مقام پر فرمایا:

وأما تكفيرهم وتخليدهم :ففيه أيضا للعلماء قولان مشهوران :وهما روايتان عن أحمد .والقولان في الخوارج والمارقين من الحرورية والرافضة ونحوهم .والصحيح أن هذه الأقوال التي يقولونها التي يعلم أنها مخالفة لما جاء به الرسول كفر ،وكذلك أفعالهم التي هي من جنس أفعال الكفار بالمسلمين هي كفر أيضا .وقد ذكرت دلائل ذلك في غير هذا الموضع.

لكن تكفير الواحد المعين منهم والحكم بتخليده في النار موقوف على ثبوت شروط التكفير وانتفاء موانعه .

فإنا نطلق القول بنصوص الوعد والوعيد والتكفير والتفسيق ولا نحكم للمعين بدخوله في ذلك العام حتى يقوم فيه المقتضى الذي لا معارض له. وقد بسطت هذه القاعدة في "قاعدة التكفير ."

ولهذا لم يحكم النبي صلى الله عليه وسلم بكفر الذي قال :إذا أنا مت فأحرقوني ثم ذروني في اليم فوالله لأن قدر الله علي ليعذبني عذابا لا يعذبه أحدا من العالمين مع شكه في قدرة الله وإعادته.

ولهذا لا يكفر العلماء من استحل شيئا من المحرمات لقرب عهده بالإسلام أو لنشأته ببادية بعيدة؛ فإن حكم الكفر لا يكون إلا بعد بلوغ الرسالة .

وكثير من هؤلاء قد لا يكون قد بلغته النصوص المخالفة لما يراه ولا يعلم أن الرسول بعث بذلك فيطلق أن هذا القول كفر ويكفر متى قامت عليه الحجة التي يكفر تاركها؛ دون غيره (مجموع الفتاوى، ج۲۸، ص، ۵۰۰، ۵۰۱، كتاب الفقه، الجزء الثامن: الجهاد، السياسة الشرعية، قتل الواحد المقدور عليه من الخوارج؛ كالحرورية والرافضة ونحوهم)

ترجمہ: جہاں تک ان (خوارج وروافض وغیرہ فرقوں کے) لوگوں کی تکفیر اور ان لوگوں کے دائمی جہنم کے مستحق ہونے کا تعلق ہے، تو اس میں علماء کے دو مشہور قول ہیں، امام احمد سے بھی اسی طرح کی خوارج، مارقینِ حروریہ اور روافض وغیرہ کے

بارے میں یہی دوروایتیں اور یہی دوقول مروی ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ اقوال، جن کا وہ قول کرتے ہیں، ان کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف ہے، تو یہ باعثِ کفر ہے اور اسی طرح ان لوگوں کے وہ افعال جو کفار کے افعال کی جنس سے تعلق رکھتے ہیں، وہ بھی باعثِ کفر ہیں، اور میں نے اس کے دلائل دوسرے مقام پر ذکر کردیے ہیں۔

لیکن ان میں سے کسی متعین شخص پر کفر کا حکم لگانا اور اس پر دائمی جہنم (یعنی ’’التزامِ کفر‘‘) کا حکم لگانا، اس بات پر موقوف ہے کہ کفر کا حکم لگانے کی شرائط ثابت ہوں، اور اس کے موانع منتفی ہوں۔

اسی وجہ سے وعدہ، وعید اور تکفیر اور تفسیق کی نصوص کا ہم اطلاق کرتے ہیں، لیکن کسی متعین شخص پر اس عام حکم میں داخل ہونے کا حکم نہیں لگاتے، جب تک کہ کوئی ایسا مقتضی نہ پایا جائے، جس کا کوئی معارض نہ ہو، اور میں نے اس قاعدے کو ’’قاعدة التكفير‘‘ میں تفصیل سے بیان کردیا ہے۔

اور اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر کفر کا حکم نہیں لگایا، جس نے کہا تھا کہ میں جب مرجاؤں، تو مجھے جلادینا، پھر میری راکھ کو دریا میں ڈال دینا، پس اللہ کی قسم! اگر اللہ مجھے ایسے عذاب دینے پر قادر ہوا، جو عذاب عالمین میں سے کسی کو نہیں دیا، تو مجھے عذاب دے دے گا۔

حالانکہ اس کو اللہ کی قدرت اور موت کے بعد اعادہ میں شک تھا۔

اس وجہ سے علماء اس شخص کو کافر نہیں قرار دیتے، جو کسی حرام چیز کو حلال قرار دے، اس کے کفر کے زمانہ کے قریب ہونے کی وجہ سے، یا اس کے کسی دور دراز علاقے میں پرورش پانے کی وجہ سے، کیونکہ کفر کا حکم، رسالت کے پہنچنے کے بعد عائد کیا جاتا ہے۔

اوران میں سے اکثر لوگوں کو اپنی رائے کے مخالف نصوص نہیں پہنچی ہوتیں، اور نہ ان کو اس بات کا علم ہوتا کہ رسول اس حکم کے ساتھ بھیجا گیا ہے، پس اس بات کا اطلاق کر دیا جاتا ہے کہ یہ قول کفر ہے، لیکن اس کے تارک پر کفر کا حکم تب لگایا جائے گا، جب اس پر حجت قائم ہو جائے، اس کے علاوہ پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ’’مجموعُ الفتاویٰ‘‘ میں ایک مقام پر فرمایا:

فأهل البدع فيهم المنافق الزنديق فهذا كافر ويكثر مثل هذا فى الرافضة والجهمية فإن رؤساء هم كانوا منافقين زنادقة .وأول من ابتدع الرفض كان منافقا .وكذلك التجهم فإن أصله زندقة ونفاق .ولهذا كان الزنادقة المنافقون من القرامطة الباطنية المتفلسفة وأمثالهم يميلون إلى الرافضة والجهمية لقربهم منهم .

ومن أهل البدع من يكون فيه إيمان باطنا وظاهرا لكن فيه جهل وظلم حتى أخطأ ما أخطأ من السنة؛ فهذا ليس بكافر ولا منافق ثم قد يكون منه عدوان وظلم يكون به فاسقا أو عاصيا؛ وقد يكون مخطئا متأولا مغفورا له خطؤه؛ وقد يكون مع ذلك معه من الإيمان والتقوى ما يكون معه من ولاية الله بقدر إيمانه وتقواه .

فهذا أحد الأصلين .

والأصل الثانى :أن المقالة تكون كفرا :كجحد وجوب الصلاة والزكاة والصيام والحج وتحليل الزنا والخمر والميسر ونكاح ذوات المحارم .

ثم القائل بها قد يكون بحيث لم يبلغه الخطاب وكذا لا يكفر به جاحده كمن هو حديث عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة لم تبلغه شرائع الإسلام فهذا لا يحكم بكفره بجحد شيء مما أنزل على الرسول إذا لم يعلم أنه أنزل على الرسول.

ومقالات الجهمية هى من هذا النوع فإنها جحد لما هو الرب تعالى عليه ولما أنزل الله على رسوله .

وتغلظ مقالاتهم من ثلاثة أوجه :

أحدها :أن النصوص المخالفة لقولهم فى الكتاب والسنة والإجماع كثيرة جدا مشهورة وإنما يردونها بالتحريف .

الثانى :أن حقيقة قولهم تعطيل الصانع وإن كان منهم من لا يعلم أن قولهم مستلزم تعطيل الصانع، فكما أن أصل الإيمان الإقرار بالله فأصل الكفر الإنكار لله.

**الثالث :أنهم يخالفون ما اتفقت عليه الملل كلها وأهل الفطر السليمة كلها؛ لكن مع هذا قد يخفى كثير من مقالاتهم على كثير من أهل الإيمان حتى يظن أن الحق معهم لما يوردونه من الشبهات.**
**ويكون أولئك المؤمنون مؤمنين بالله ورسوله باطنا وظاهرا؛ وإنما التبس عليهم واشتبه هذا .**
**كما التبس على غيرهم من أصناف المبتدعة.**
**فهؤلاء ليسوا كفارا قطعا بل قد يكون منهم الفاسق والعاصى؛ وقد يكون منهم المخطء المغفور له.**
**وقد يكون معه من الإيمان والتقوى ما يكون معه به من ولاية الله بقدر إيمانه وتقواه** (مجموع الفتاویٰ، ج۳ص ۳۵۳ الٰی ۳۵۵ ،کتاب مجمل اعتقاد السلف ،فصل فی ان العبادة متعلقة بطاعة الله ورسوله)

ترجمہ: جہاں تک اہلِ بدعت کا تعلق ہے، تو ان میں منافق، زندیق بھی موجود ہیں، جو کہ کافر ہیں، اور اس طرح کے لوگ ''رافضہ'' اور ''جہمیہ'' میں بکثرت پائے جاتے ہیں، کیونکہ ان کے سردار اور بانی منافق، زندیق تھے، اور سب سے پہلے جس نے ''رفض'' کی بدعت کو گڑھا تھا، وہ منافق تھا، اور اسی طرح سے ''تجهم'' کی صورت حال بھی ہے، کیونکہ اس کی بنیاد بھی زندقہ اور نفاق پر ہے، اسی وجہ سے زنادقہ منافقین ''قرامطہ، باطنیہ، متفلسفہ'' اور ان کے مثل دوسرے لوگوں سے تھے، جو ''رافضہ وجہمیہ'' کی طرف مائل تھے، کیونکہ وہ ان کے قریب تھے۔

اور ان اہلِ بدعت میں ایسے لوگ بھی ہیں، جن میں ظاہر اور باطن کے اعتبار سے ایمان پایا جاتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ان میں ''جہل وظلم'' بھی پایا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ سنت میں خطاء کا ارتکاب کرتے ہیں۔
پس یہ نہ تو کافر ہیں، نہ منافق ہیں، البتہ بعض اوقات ان کی طرف سے ایسا ''عدوان وظلم'' پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ فاسق، یا عاصی ہوتے ہیں، اور بعض اوقات وہ ''مخطی متأول'' ہوتے ہیں، جن کی خطاء معاف کر دی جاتی

ہے، لیکن اس کے باوجود بعض اوقات ان کے ساتھ ایمان اور تقویٰ بھی ہوتا ہے، جس کی بنیاد پر، ان کو اپنے ایمان اور تقوے کے بقدر، اللہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے۔

پس یہ دو اصولوں میں سے ایک ''اصل وقاعدہ'' ہے۔

اور دوسری ''اصل وقاعدہ'' یہ ہے کہ کوئی قول کفر ہوتا ہے، جیسا کہ نماز اور زکاۃ اور روزے اور حج کی فرضیت کا انکار کرنا، اور زنا اور شراب اور جوئے اور محرم عورتوں سے نکاح کو حلال سمجھنا۔

پھر اس کے قائل کو بعض اوقات خطاب نہیں پہنچتا، اور اس کی وجہ سے اس کے منکر کو کافر قرار نہیں دیا جاتا، جیسا کہ وہ شخص جو کہ جدید اسلام لایا ہو، یا وہ دور دراز علاقے میں پلا بڑھا ہو، جس کو اسلام کے شرعی احکام نہ پہنچے ہوں، پس اس کے کسی ایسی چیز کا انکار کرنے کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، جس کو اللہ نے رسول پر نازل کیا ہے، جب تک اسے یہ بات معلوم نہ ہو کہ یہ بات رسول پر نازل کی گئی ہے۔

اور ''جہمیہ'' کے اقوال اسی نوعیت سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ اُن اقوال میں رب تعالیٰ کی مخصوص صفات اور جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیا، اس کا انکار پایا جاتا ہے۔

اور مذکورہ اہلِ بدعت وجہمیہ کے اقوال کی غلطی، تین طریقوں سے ہوتی ہے:

ایک تو اس طریقہ سے کہ ان کے اقوال کی مخالف نصوص ''کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ، اور اجماع'' میں بکثرت اور بہت زیادہ شہرت کے ساتھ پائی جاتی ہیں، اور اِن کی تردید وہ تحریف کر کے کرتے ہیں۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اُن کے صانع کو معطل قرار دینے کے قول کی حقیقت، اگرچہ اُن کی طرف سے لازم آتی ہے، لیکن اُن کو یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اُن کا قول صانع کی تعطیل کو مستلزم ہے، پس جس طریقہ سے ایمان کی اصل، اللہ کا اقرار کرنا ہے، کفر کی اصل، اللہ کا انکار کرنا ہے۔

اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اُن امور کی مخالفت کرتے ہیں، جن پر تمام مذاہب اور تمام فطرتِ سلیمہ والے متفق ہیں، لیکن اس کے باوجود اُن کے بعض اقوال، بہت سے اہلِ ایمان پر مخفی رہ جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ یہ گمان کر لیتے ہیں کہ حق اُن کے ساتھ ہے، کیونکہ انہیں اس سلسلہ میں شبہات وارد ہوتے ہیں۔

اور یہ لوگ مومن ہوتے ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول پر باطن اور ظاہر کے اعتبار سے ایمان رکھتے ہیں، لیکن اُن پر یہ امور ملتبس اور مشتبہ ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ جہمیہ کے علاوہ دوسری قسم کے اہلِ بدعت پر اس قسم کے امور ملتبس اور مشتبہ ہو جاتے ہیں۔

پس یہ لوگ قطعی طور پر کافر نہیں ہیں، بلکہ بعض اوقات اُن میں سے کچھ لوگ فاسق اور عاصی ہوتے ہیں، اور بعض اوقات اُن میں سے کچھ لوگ ایسے خطاء کار ہوتے ہیں، جن کی خطاء معاف کر دی جاتی ہے۔

اور بعض اوقات ان کے ساتھ ایمان اور تقویٰ ہوتا ہے، جس کی بنیاد پر، ان کو اپنے ایمان اور تقوے کے بقدر، اللہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فمن كان من المؤمنين مجتهدا فى طلب الحق وأخطأ فإن الله يغفر له خطأه كائنا ما كان سواء كان فى المسائل النظرية(أى الاعتقادية) أو العملية.
هذا الذى عليه أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم .وجماهير أئمة الإسلام وما قسموا المسائل إلى مسائل أصول يكفر بإنكارها ومسائل فروع لا يكفر بإنكارها .
فأما التفريق بين نوع وتسميته مسائل الأصول وبين نوع آخر وتسميته مسائل الفروع فهذا الفرق ليس له أصل لا عن الصحابة ولا عن التابعين لهم بإحسان ولا أئمة الإسلام وإنما هو مأخوذ عن المعتزلة وأمثالهم من أهل البدع وعنهم تلقاه من ذكره من الفقهاء فى كتبهم وهو تفريق متناقض فإنه يقال لمن فرق بين النوعين: ما حد مسائل الأصول التى يكفر المخطء فيها؟ وما الفاصل بينها وبين مسائل الفروع؟ فإن قال: مسائل الأصول هى مسائل الاعتقاد ومسائل الفروع هى مسائل العمل .قيل له: فتنازع الناس

فی محمد صلی الله علیه وسلم هل رأی ربه أم لا؟ وفی أن عثمان أفضل من علی أم علی أفضل؟ وفی كثیر من معانی القرآن وتصحیح بعض الأحادیث هی من المسائل الاعتقادیة العلمیة ولا كفر فیها بالاتفاق ووجوب الصلاة والزكاة والصیام والحج وتحریم الفواحش والخمر هی مسائل عملیة والمنكر لها یكفر بالاتفاق .

وإن قال الأصول: هی المسائل القطعیة قیل لا: كثیر من مسائل العمل قطعیة وكثیر من مسائل العلم لیست قطعیة وكون المسألة قطعیة أو ظنیة هو من الأمور الإضافیة وقد تكون المسألة عند رجل قطعیة لظهور الدلیل القاطع له كمن سمع النص من الرسول صلی الله علیه وسلم وتیقن مراده منه .وعند رجل لا تكون ظنیة فضلا عن أن تكون قطعیة لعدم بلوغ النص إیاه أو لعدم ثبوته عنده أو لعدم تمكنه من العلم بدلالته .وقد ثبت فی الصحاح عن النبی صلی الله علیه وسلم حدیث الذی قال لأهله:”إذا أنا مت فأحرقونی ثم اسحقونی ثم ذرونی فی الیم فوالله لئن قدر الله علی لیعذبنی الله عذابا ما عذبه أحدا من العالمین .فأمر الله البر برد ما أخذ منه والبحر برد ما أخذ منه وقال: ما حملك علی ما صنعت؟ قال خشیتك یا رب فغفر الله له“

فهذا شك فی قدرة الله .وفی المعاد بل ظن أنه لا یعود وأنه لا یقدر الله علیه إذا فعل ذلك وغفر الله له .وهذه المسائل مبسوطة فی غیر هذا الموضع (مجموعُ الفتاویٰ، ج۲۳ ص ۳۴۶، ۳۴۷، كتاب الفقه،الجزء الثالث: من سجود السهو إلی صلاة أهل الأعذار، باب الامامة، فصل فی الصلاة خلف أهل الاهواء والبدع واهل الفجور)

ترجمہ: پس مومنین میں سے جو شخص، حق کی طلب میں اجتہاد کرنے والا ہو، اور وہ خطاء میں مبتلا ہو جائے، تو اللہ اس کی خطاء معاف فرمادے گا، جس طرح کی بھی خطاء ہو، خواہ نظری واعتقادی مسائل میں ہو، یا عملی مسائل میں ہو۔

اسی قول پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام اور جمہور ائمۂ اسلام ہیں، جنہوں نے مسائل کی تقسیم اس طرح نہیں کی کہ مسائلِ اصول کے انکار کی وجہ سے تکفیر کی جائے، اور مسائلِ فروع کے انکار کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے۔

پس اس تقسیم اور اس کے نام کے درمیان مسائلِ اصول اور دوسرے نوع کے مسائل کے درمیان اس طرح سے تفریق کرنا، اور اس کی بناء پر دوسرے نوع کے

مسائل کو ''مسائلِ فروع'' کا نام دینا، اس فرق کی کوئی اصل نہ صحابہ سے ملتی، اور نہ ان کی نیکیوں میں اتباع کرنے والے تابعین سے ملتی، اور نہ ائمہ اسلام سے ملتی، یہ مذکورہ تفریق وغیرہ تو معتزلہ اور ان کے مثل بعض اہلِ بدعت سے ماخوذ ہے، جن سے بعد کے بعض فقہاء نے لے کر اپنی کتب میں ذکر کردیا، جبکہ یہ تفریق باہم متناقض بھی ہے، کیونکہ جو مذکورہ دونوں قسموں میں فرق کا قائل ہے، اس سے کہا جائے گا کہ اُن مسائلِ اصول کی حد کیا ہے، جن میں مخطی کو کافر قرار دیا جائے گا؟ اور مسائلِ اصول اور مسائلِ فروع کے درمیان حدِ فاصل کون سی چیز ہے؟

اگر وہ جواب میں کہے کہ ''مسائلِ اصول'' دراصل ''مسائلِ اعتقاد'' ہیں، اور ''مسائلِ فروع'' دراصل ''مسائلِ عمل'' ہیں، تو اس کو جواب میں کہا جائے گا کہ لوگوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب کو دیکھنے نہ دیکھنے میں اختلاف ہوا، اور حضرت عثمان کے، حضرت علی سے افضل، یا حضرت علی کے، حضرت عثمان سے افضل ہونے میں اختلاف ہوا، اور بہت سے قرآن کے ایسے معانی اور بعض اُن احادیث کی تصحیح میں اختلاف ہوا، جو کہ مسائلِ اعتقادیہ علمیہ سے تعلق رکھتی ہیں، اور اُن میں بالاتفاق کفر کا حکم نہیں لگایا گیا، اور نماز، اور زکاۃ، اور روزے، اور حج کی فرضیت، اور فواحش اور شراب کی حرمت ''مسائلِ عملیہ'' سے تعلق رکھتی ہے، جن کا منکِر بالاتفاق کافر ہے (پھر مذکورہ فرق کہاں گیا، اور یہ تناقض کیوں پیدا ہوا)

اور اگر وہ (یعنی مذکورہ دونوں قسموں کے درمیان مبحوث فیہ فرق کرنے والا) جواب میں کہے کہ ''اصول'' سے مراد ''مسائلِ قطعیہ'' ہیں، تو اس کو جواب میں کہا جائے گا کہ ایسی بات نہیں! کیونکہ بہت سے ''مسائلِ عملیہ'' اور بہت سے ''مسائلِ علمیہ''، قطعی نہیں ہیں (جب دونوں قسم کے درمیان قطعی وغیر قطعی ہونے کی حدِ فاصل نہیں، بلکہ بعض مسائلِ اصول اور مسائلِ علمیہ واعتقادیہ، ظنی، اور بعض

مسائلِ عملیہ وفقہیہ قطعی ہیں، تو پھر اس تقسیم پر تکفیر وتفسیق کا مدار رکھنا کیسے درست ہوا؟) علاوہ ازیں کسی مسئلہ کا قطعی، یا ظنی ہونا ہی خود امورِ اضافیہ میں سے ہے، بعض اوقات ایک مسئلہ، کسی شخص کے نزدیک قطعی ہوتا ہے، کیونکہ اس کے نزدیک دلیل واضح اور قطعی ہوتی ہے، جیسا کہ وہ شخص، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست کسی بات کو سن لیا، اور اس کی مراد پر بھی یقین کرلیا (تو وہ بات اس کے نزدیک قطعی ہوگئی، خواہ اس کا تعلق علمی مسئلہ سے ہو، یا عملی مسئلہ سے ہو) اور دوسرے شخص کے نزدیک وہ بات ظنی بھی نہیں ہوتی، چہ جائیکہ قطعی ہو، کیونکہ اس کو وہ نص نہیں پہنچتی، یا اس کے نزدیک اس نص کا ثبوت نہیں ہوتا، یا وہ اپنے علم کی روشنی میں اس کی دلالت اور مراد پر قادر نہیں ہوتا (یعنی اس کے نزدیک وہ نص، یا تو قطعی الثبوت نہیں ہوتی، یا قطعی الدلالۃ نہیں ہوتی، بلکہ دونوں، یا کسی ایک جہت سے ظنی، یا اس سے بھی کم درجہ کی ہوتی ہے) چنانچہ صحاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے متعلق یہ حدیث ثابت ہے ”جس نے اپنے گھر والوں سے کہا تھا کہ جب میں فوت ہوجاؤں، تو تم مجھے جلا دینا، پھر مجھے راکھ اور ذرہ ذرہ کرکے سمندر میں بہا دینا، کیونکہ اللہ کی قسم! اگر اللہ مجھ پر قادر ہوگیا، تو اللہ (میرے سخت عاصی ہونے کی وجہ سے) مجھے ایسا عذاب دے گا کہ ایسا عذاب عالمین میں سے کسی کو بھی نہیں دیا، پھر اللہ نے خشکی کو اُن ذرات کے لوٹانے کا حکم فرمایا، جو اس میں پائے جاتے تھے، اور سمندر کو ان ذرات کے لوٹانے کا حکم فرمایا، جو اُس میں پائے جاتے تھے (اور اس کو جمع فرما دیا) اور پھر اللہ نے اس شخص کو فرمایا کہ تجھے اس طرزِ عمل پر کس چیز نے ابھارا تھا؟ اس نے کہا کہ اے میرے رب! آپ کے خوف نے، پس اللہ نے اس شخص کی مغفرت فرمادی“

حالانکہ اس واقعہ میں اللہ کی قدرت اور قیامت میں شک کرنا پایا جاتا ہے، بلکہ اس

شخص نے یہ گمان کیا تھا کہ اس کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، اور اللہ اس پر قادر نہیں ہوسکے گا، اس نے اس عقیدے کے ساتھ یہ عمل کیا (اور اس کا تعلق، مسائلِ اعتقادیہ میں سے ہے، لیکن اس شخص کے علم کے مطابق یہ مسئلہ ظنی، یا اس سے بھی کم درجہ کا تھا، دوسروں کی طرح قطعی نہ تھا) اور اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی (جس سے معلوم ہوا کہ بعض مسائلِ اعتقادیہ، ایک شخص کے حق میں قطعی اور دوسرے کے حق میں غیر قطعی ہو سکتے ہیں) اور یہ مسائل دوسرے مقام پر تفصیل سے ذکر کردیئے گئے ہیں (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

**فإذا رأيت إماما قد غلظ على قائل مقالته أو كفره فيها فلا يعتبر هذا حكما عاما فى كل من قالها إلا إذا حصل فيه الشرط الذى يستحق به التغليظ عليه والتكفير له؛ فإن من جحد شيئا من الشرائع الظاهرة وكان حديث العهد بالإسلام أو ناشئا ببلد جهل لا يكفر حتى تبلغه الحجة النبوية .وكذلك العكس إذا رأيت المقالة المخطئة قد صدرت من إمام قديم فاغتفرت؛ لعدم بلوغ الحجة له؛ فلا يغتفر لمن بلغته الحجة ما اغتفر للأول فلهذا يبدع من بلغته أحاديث عذاب القبر ونحوها إذا أنكر ذلك ولا تبدع عائشة ونحوها ممن لم يعرف بأن الموتى يسمعون فى قبورهم.**

**فهذا أصل عظيم فتدبره فإنه نافع .وهو أن ينظر فى "شيئين فى المقالة" هل هى حق؟ أم باطل؟ أم تقبل التقسيم فتكون حقا باعتبار. باطلا باعتبار؟ وهو كثير وغالب؟ .ثم النظر الثانى فى حكمه إثباتا أو نفيا أو تفصيلا واختلاف أحوال الناس فيه فمن سلك هذا المسلك أصاب الحق قولا وعملا وعرف إبطال القول وإحقاقه وحمده فهذا هذا والله يهدينا ويرشدنا إنه ولى ذلك والقادر عليه** (مجموع الفتاوى، ج٦،ص ٦١،كتاب مفصل الاعتقاد،الجزء الثانى من كتاب الأسماء والصفات، جمهور الفقهاء والصوفية يرون العمل اهم من التنازع فى الاقوال)

ترجمہ: پس جب آپ کسی امام کو دیکھیں کہ جس نے کسی قول کے قائل پر سخت حکم لگایا ہے، یا اس قول کے متعلق کفر کا حکم لگایا ہے، تو یہ حکم ہر اس شخص کے حق میں عام نہیں ہوگا، جو بھی اس کا قول کرے، مگر اسی صورت میں، جب کہ وہ شرط پائی

جائے کہ جس کی وجہ سے وہ اس سخت حکم کا، یا تکفیر کا مستحق شمار ہوتا ہے، پس جس شخص نے ظاہرِ شریعت کی کسی چیز کا انکار کیا، لیکن وہ اسلام میں نووارد ہے، یا جہالت والے علاقہ میں پلا بڑھا ہے، اس کی اس وقت تک تکفیر نہیں کی جائے گی، جب تک کہ اس کو حجتِ نبویہ نہ پہنچ جائے، اور اسی طریقہ سے اس کے برعکس جب آپ خطاء والے قول کو کسی قدیم امام سے صادر ہوتا ہوا دیکھیں، تو آپ ان کو معذور سمجھیں، کیونکہ ان کو حجت نہیں پہنچی، پس جس کو حجت پہنچ گئی، وہ پہلے کی طرح معذور شمار نہیں ہوگا، اور اسی وجہ سے جس کو عذابِ قبر اور ان جیسی چیزوں کی احادیث پہنچ گئیں، تو جب وہ ان کا انکار کرے گا، تو وہ مبتدع شمار ہوگا، اور حضرت عائشہ اور ان کے مثل وہ حضرات جو اس بات کو نہیں پہچانتے کہ مُردے اپنی قبروں میں سنتے ہیں، ان کو مبتدع قرار نہیں دیا جائے گا۔

پس یہ بہت بڑا اصول ہے، جس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، کیونکہ یہ نافع ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی بھی قول میں دو چیزوں پر نظر کی جائے گی، ایک تو اس میں کہ کیا وہ قول حق ہے، یا باطل ہے؟ یا تقسیم کو قبول کرتا ہے کہ ایک اعتبار سے حق ہو، اور دوسرے اعتبار سے باطل ہو؟ اور وہ کثیر اور غالب ہے؟

پھر دوسرے اس کے حکم میں اثبات، یا نفی، یا تفصیل اور لوگوں کے اس بارے احوال کے مختلف ہونے میں نظر کی جائے گی، پس جو شخص اس راستہ پر چلے گا، تو وہ قولاً وعملاً حق کو پالے گا، اور قول کے باطل ہونے، اور اس کے حق پر مبنی ہونے، اور اس کے اچھا ہونے کو پہچان لے گا، پس اس کو یاد کر لینا چاہیے، اور اللہ ہمیں رشد و ہدایت عطا فرمائے، وہی اس کا مالک ہے، اور وہی اس پر قادر ہے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

أني من أعظم الناس نهيا عن أن ينسب معين إلى تكفير وتفسيق ومعصية، إلا إذا علم أنه قد قامت عليه الحجة الرسالية التي من خالفها كان كافرا

تارة وفاسقا أخرى وعاصيا أخرى.
وإنى أقرر أن الله قد غفر لهذه الأمة خطأها :وذلك يعم الخطأ فى المسائل الخبرية القولية والمسائل العملية .وما زال السلف يتنازعون فى كثير من هذه المسائل ولم يشهد أحد منهم على أحد لا بكفر ولا بفسق ولا معصية .
كما أنكر شريح قراء ة من قرأ (بل عجبت ويسخرون) وقال :إن الله لا يعجب، فبلغ ذلك إبراهيم النخعى،فقال إنما شريح شاعر يعجبه علمه،كان عبد الله أعلم منه وكان يقرأ (بل عجبت)
وكما نازعت عائشة وغيرها من الصحابة فى رؤية محمد ربه وقالت :من زعم أن محمدا رأى ربه فقد أعظم على الله الفرية. ومع هذا لا نقول لابن عباس ونحوه من المنازعين لها :إنه مفتر على الله.
وكما نازعت فى سماع الميت كلام الحى. وفى تعذيب الميت ببكاء أهله وغير ذلك.
وقد آل الشر بين السلف إلى الاقتتال ، مع اتفاق أهل السنة على أن الطائفتين جميعا مؤمنتان، وأن الاقتتال لا يمنع العدالة الثابتة لهم، لأن المقاتل وإن كان باغيا فهو متأول والتأويل يمنع الفسوق.
وكنت أبين لهم أن ما نقل لهم عن السلف والأئمة من إطلاق القول بتكفير من يقول كذا وكذا فهو أيضا حق، لكن يجب التفريق بين الإطلاق والتعيين.
وهذه أول مسألة تنازعت فيها الأمة من مسائل الأصول الكبار وهى مسألة "الوعيد"فإن نصوص القرآن فى الوعيد مطلقة .كقوله (إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما) الآية وكذلك سائر ما ورد:من فعل كذا فله كذا.فإن هذه مطلقة عامة.وهى بمنزلة قول من قال من السلف من قال كذا: فهو كذا.
ثم الشخص المعين يلتغى حكم الوعيد فيه :بتوبة أو حسنات ماحية أو مصائب مكفرة أو شفاعة مقبولة.
والتكفير هو من الوعيد فإنه وإن كان القول تكذيبا لما قاله الرسول، لكن قد يكون الرجل حديث عهد بإسلام أو نشأ ببادية بعيدة .ومثل هذا لا يكفر بجحد ما يجحده حتى تقوم عليه الحجة.
وقد يكون الرجل لا يسمع تلك النصوص أو سمعها ولم تثبت عنده أو عارضها عنده معارض آخر أوجب تأويلها، وإن كان مخطئا.
وكنت دائما أذكر الحديث الذى فى الصحيحين فى الرجل الذى قال: (إذا أنا مت فأحرقونى ثم اسحقونى، ثم ذرونى فى اليم فوالله لئن قدر الله على ليعذبنى عذابا ما عذبه أحدا من العالمين، ففعلوا به ذلك فقال الله

له:ما حملک علی ما فعلت قال خشيتک: فغفر له)
فهذا رجل شک فی قدرة الله وفی إعادته إذا ذری، بل اعتقد أنه لا يعاد، وهذا كفر باتفاق المسلمين، لكن كان جاهلا لا يعلم ذلک وكان مؤمنا يخاف الله أن يعاقبه فغفر له بذلک.
والمتأول من أهل الاجتهاد الحريص علی متابعة الرسول أولی بالمغفرة من مثل هذا (مجموع الفتاوی، ج۳،ص ۲۲۹،الٰی ص ۲۳۱،کتاب مجمل اعتقاد السلف، النهی عن تكفير او تفسيق المعين الذی لم تقم عليه الحجة)

ترجمہ: بے شک میں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ اس بات سے منع کرتا ہوں کہ کسی معین شخص کی طرف تکفیر اور تفسیق اور معصیت کی نسبت کی جائے، مگر اسی صورت میں جبکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس پر رسالت کی وہ حجت قائم ہو چکی ہے، جس کی اس نے مخالفت کی ہے، اور اس کی وجہ سے بعض اوقات انسان کافر شمار ہوتا ہے، اور بعض اوقات فاسق شمار ہوتا ہے۔

اور میں اس بات کو ثابت کرتا ہوں کہ بے شک اللہ نے اس امت کی خطاء کو معاف فرمادیا ہے، اور یہ خطاء عام ہے، مسائلِ خبریہ قولیہ کی خطاء کو بھی شامل ہے، اور مسائلِ عملیہ کی خطاء کو بھی شامل ہے، اور سلف کا برابر ان مسائل میں تنازعہ و اختلاف رہا، اور سلف میں سے کسی نے کسی پر نہ تو کفر کی شہادت دی، اور نہ فسق کی شہادت دی، اور نہ معصیت کی شہادت دی۔

جیسا کہ شریح نے اس شخص کی قرائت کا انکار کیا جو ''بل عجبت ويسخرون'' پڑھتا ہو، اور یہ کہا کہ اللہ خوش نہیں ہوتا، پھر یہ بات ابراہیم نخعی کو پہنچی، جنہوں نے جواب میں فرمایا کہ بس شریح تو شاعر ہے، جس کو اس کا علم ہی خوش کرتا ہے، اور عبداللہ بن مسعود ان سے زیادہ بڑے عالم تھے، اور وہ ''بل عجبت'' کی قرائت کیا کرتے تھے (اس سے زیادہ شریح پر کوئی حکم نہیں لگایا)

اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیتِ باری تعالیٰ کے مسئلہ میں نزاع کیا، اور فرمایا کہ جس شخص کا

یہ گمان ہو کہ محمد نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا۔
لیکن اس کے باوجود ہم ابنِ عباس وغیرہ کو جو حضرت عائشہ وغیرہ سے اختلاف کرنے والے ہیں، یہ نہیں کہیں گے کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ہیں۔
اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میت کے زندہ شخص کے کلام کو سننے میں نزاع واختلاف کیا، اور میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیے جانے کے مسئلہ میں اور اس کے علاوہ دوسرے مسائل میں نزاع واختلاف کیا۔
اور سلف کے درمیان شر کی نوبت قتال تک پہنچ گئی، باوجودیکہ اہلُ السنۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتال کرنے والی سلف کی دونوں جماعتیں مومن ہیں، اور قتال اُن کے لیے ثابت شدہ عدالت کے لیے مانع نہیں، اور اگر کوئی جماعت باغی ہو، تو وہ متأول ہے، اور تاویل فسق کے لیے مانع ہے۔
اور میں لوگوں کے لیے یہ بات بیان کرتا رہتا ہوں کہ سلف اور ائمہ سے جو اِس طرح اور اُس طرح کے قول پر تکفیر کے قول کا اطلاق کیا گیا ہے تو وہ بھی حق ہے، لیکن اطلاق اور تعیین کے درمیان فرق کرنا واجب ہے۔
اور یہ بڑے اصولی مسائل میں سے سب سے پہلا مسئلہ ہے، جس میں امت کے درمیان نزاع واختلاف پیدا ہوا، اور وہ مسئلہ ''وعید'' کا ہے، کیونکہ قرآن کی نصوص ''وعید'' کے متعلق ''مطلق'' وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما'' اور اسی طریقہ سے وہ تمام نصوص جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں کہ جس نے اس سلسلہ میں ایسا کیا، تو اس کے لیے ایسی وعید ہے، تو یہ وعید بھی مطلق اور عام ہے، اور یہ وعید سلف کے اس قول کے درجہ میں ہے کہ جو شخص ایسا کہے تو وہ ایسا ہے (یعنی جس طرح نصوص کی وعید ''مطلق'' ہے، لیکن متعین شخص کے حق میں اس وعید کا اطلاق ضروری نہیں،

اسی طرح سلف سے مروی اس طرح کی کفر، یا فسق کی وعید کا بھی معاملہ ہے)

پھر متعین شخص کے حق میں وعید کا حکم لغو ہو جاتا ہے، یا تو توبہ کی وجہ سے، یا ایسی نیکیوں کی وجہ سے جو ایسی وعید کو مٹانے والی ہوتی ہیں، یا گناہوں کا کفارہ کرنے والے مصائب کی وجہ سے، یا قبول کی جانے والی شفاعت کی وجہ سے (یا کسی شبہ وتاویل کی وجہ سے، جیسا کہ آگے آتا ہے)

اور تکفیر بھی ''وعید'' کے قبیل سے تعلق رکھتا ہے، کیونکہ اس میں رسول کے فرمان کی تکذیب کا قول پایا جاتا ہے، لیکن ایک شخص اسلام میں نو وارد ہوتا ہے، یا دور دراز جنگل کے علاقہ میں پلا بڑھا ہوتا ہے، اور اس طرح کے شخص کی کسی چیز کا انکار کرنے کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی، جب تک کہ اس پر حجت قائم نہ ہو جائے، اور بعض اوقات ایک شخص نے ان نصوص کو سنا نہیں ہوتا، یا اس نے ان نصوص کو سنا ہوا تو ہوتا ہے، لیکن اس کے نزدیک یہ نصوص ثابت نہیں ہوتیں، یا ان نصوص کے مقابلے میں کوئی دوسرا ایسا عارض ہوتا ہے، جس کی تاویل واجب ہوتی ہے، اگرچہ وہ خطاء کار (یعنی ''مصیب'' کی بجائے ''مخطی'' یا ''عاصی'') کیوں نہ ہو۔

اور میں ہمیشہ ''صحیحین'' میں مذکور اس حدیث کا ذکر کرتا رہتا ہوں، جو اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے، جس نے اپنے گھر والوں سے یہ کہا تھا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو تم مجھے جلا دینا، پھر میری راکھ بنا کر دریا برد کر دینا، پس اللہ کی قسم! اگر اللہ مجھ پر قادر ہو گیا، تو وہ مجھے ضرور بالضرور ایسا عذاب دے گا کہ جو عذاب، عالمین میں سے کسی کو بھی نہیں دیا، پھر اُن لوگوں نے اس کے ساتھ یہی طرزِ عمل اختیار کیا، جس کے بعد اللہ نے اس کو فرمایا کہ تجھے اس طرزِ عمل پر کس چیز نے ابھارا تھا؟ اس نے جواب میں کہا کہ آپ کی خشیت نے، پس اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

پس اس شخص نے اللہ کی قدرت میں اور ذرہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے میں شک کیا، بلکہ اُس نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ اس کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، حالانکہ یہ باتفاقِ مسلمین کفر ہے، لیکن وہ جاہل شخص تھا، جس کو اس کا علم نہیں تھا، اور وہ حقیقت میں مومن تھا، جو اللہ کی سزا سے ڈرتا تھا، پس اللہ نے اس وجہ سے اُس کی مغفرت فرمادی۔

اور اہلِ اجتہاد میں سے تاویل کرنے والا شخص اس مذکورہ شخص کے مقابلہ میں مغفرت کا زیادہ مستحق ہے، کیونکہ وہ رسول کی اتباع میں حریص ہوتا ہے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ ''منهاجُ السنة'' میں لکھتے ہیں کہ:

أما مسائل العقائد فكثير من الناس كفر المخطئين فيها.
وهذا القول لا يعرف عن أحد من الصحابة والتابعين لهم بإحسان، ولا عن أحد من أئمة المسلمين، وإنما هو فی الأصل من أقوال أهل البدع، الذين يبتدعون بدعة ويكفرون من خالفهم، كالخوارج والمعتزلة والجهمية، ووقع ذلک فی كثير من أتباع الأئمة، كبعض أصحاب مالک والشافعی وأحمد وغيرهم.
وقد يسلكون فی التكفير ذلک ;فمنهم من يكفر أهل البدع مطلقا، ثم يجعل كل من خرج عما هو عليه من أهل البدع .وهذا بعينه قول الخوارج والمعتزلة الجهمية .وهذا القول أيضا يوجد فی طائفة من أصحاب الأئمة الأربعة، وليس هو قول الأئمة الأربعة ولا غيرهم ، وليس فيهم من كفر كل مبتدع، بل المنقولات الصريحة عنهم تناقض ذلک، ولكن قد ينقل عن أحدهم أنه كفر من قال بعض الأقوال، ويكون مقصوده أن هذا القول كفر ليحذر، ولا يلزم إذا كان القول كفرا أن يكفر كل من قاله مع الجهل والتأويل ;فإن ثبوت الكفر فی حق الشخص المعين، كثبوت الوعيد فی الآخرة فی حقه، وذلک له شروط وموانع، كما بسطناه فی موضعه.
وإذا لم يكونوا فی نفس الأمر كفارا لم يكونوا منافقين، فيكونون من المؤمنين، فيستغفر لهم ويترحم عليهم .وإذا قال المؤمن:''ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان''يقصد كل من سبقه من قرون الأمة بالإيمان، وإن كان قد أخطأ فی تأويل تأوله فخالف السنة، أو أذنب ذنبا، فإنه من إخوانه الذين سبقوه بالإيمان، فيدخل فی العموم، وإن كان من الثنتين والسبعين فرقة، فإنه ما من فرقة إلا وفيها خلق كثير ليسوا كفارا، بل مؤمنين فيهم ضلال وذنب يستحقون به الوعيد، كما يستحقه عصاة

المؤمنين (منهاج السنة النبوية ،ج۵،ص ۲۳۹ الیٰ ۲۴۱، الفصل الثانی ،فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمدالخ)

ترجمہ: جہاں تک عقائد کے مسائل کا تعلق ہے، تو بہت سے لوگ، عقائد کے مسائل میں خطاء کار مجتہدین کو کافر قرار دیتے ہیں، لیکن یہ قول نہ تو صحابۂ کرام سے معروف ہے، اور نہ ہی ان کی نیک عمل میں اتباع کرنے والے تابعین سے معروف ہے، اور نہ ہی ائمۂ مسلمین میں سے کسی سے معروف ہے، بلکہ یہ بنیادی طور پر ان اہلِ بدعت کے اقوال میں سے ہے، جو بدعت کو ایجاد کرتے ہیں، اور پھر وہ اپنی مخالفت کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ، اور یہی بات، ائمہ کرام کے بہت سے متبعین کی طرف سے کی گئی ہے، جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کے بعض اصحاب کی طرف سے، جو اس سلسلہ میں تکفیر کے قائل ہیں، پس ان میں سے بعض تو مطلقاً اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں، پھر ان اہلِ بدعت میں سے، جو اس باعثِ کفر بدعت سے خارج ہو جائے، اس کو اہلِ بدعت میں شمار کرتے ہیں، اور یہ بعینہٖ خوارج اور معتزلۂ جہمیہ کا قول ہے، جو کہ ائمہ اربعہ کے اصحاب کی ایک جماعت میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ نہ تو ائمہ اربعہ کا قول ہے، اور نہ ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا قول ہے، کیونکہ ان میں سے کسی نے ہر بدعتی کو کافر قرار نہیں دیا، بلکہ ان ائمہ کرام کی تصریحات اس کے برخلاف منقول ہیں، لیکن بعض اوقات ان کی طرف سے بعض اس طرح کے اقوال کو نقل کیا جاتا ہے، جن کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ قول کفر ہے، تا کہ اس سے بچا جائے، اور کسی قول کے کفر ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس نے جہالت اور تاویل کے ساتھ یہ قول کیا ہو، تو اس کو کافر قرار دیا جائے، کیونکہ کسی متعین شخص کے حق میں کفر کا ثبوت ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس کے حق میں آخرت کی وعید کو ثابت کیا جائے، جس کے لیے کچھ شرائط اور موانع ہیں، جن کی

ہم نے اپنے مقام پر تفصیل ذکر کردی ہے۔

اور جب یہ اہلِ بدعت، حقیقت میں کافر نہیں ہیں، تو یہ منافق بھی نہیں ہوں گے، بلکہ مومنین میں شمار ہوں گے، جن کے لیے استغفار بھی کیا جائے گا، اور ان کے لیے رحم کی دعاء بھی کی جائے گی، اور جب مومن یہ دعاء کرتا ہے کہ:

''رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ ''

تو وہ ہر زمانہ میں گزرے ہوئے مومن امتی کا ارادہ کرتا ہے، اگرچہ اس مومن نے کسی تاویل میں خطاء کی ہو، اور سنت کی مخالفت کی ہو، یا کوئی گناہ کیا ہو، کیونکہ وہ سب لوگ اس کے ان بھائیوں میں شامل ہوتے ہیں، جو ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اس لیے وہ اس عموم میں داخل ہوتے ہیں، اگرچہ وہ (غیر ناجی) بہتّر 72 فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں، اس لیے کہ ان فرقوں میں سے کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے، جس میں خلقِ کثیر نہ ہو، اور وہ کفار نہیں ہیں، بلکہ مومن ہیں، جن میں گمراہ لوگ بھی ہیں، اور گناہ گار بھی ہیں، جو اسی طرح کی وعید کے مستحق ہیں، جس طرح کی وعید کے دوسرے عام گناہ گار مومنین مستحق ہوتے ہیں (منهاجُ السنة)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں ایک مقام پر فرمایا:

والخوارج جوزوا على الرسول نفسه أن يجور ويضل فى سنته ولم يوجبوا طاعته ومتابعته وإنما صدقوه فيما بلغه من القرآن دون ما شرعه من السنة التى تخالف -بزعمهم -ظاهر القرآن .

وغالب أهل البدع غير الخوارج يتابعونهم فى الحقيقة على هذا؛ فإنهم يرون أن الرسول لو قال بخلاف مقالتهم لما اتبعوه كما يحكى عن عمرو بن عبيد فى حديث الصادق المصدوق وإنما يدفعون عن نفوسهم الحجة : إما برد النقل؛ وإما بتأويل المنقول .فيطعنون تارة فى الإسناد وتارة فى المتن .وإلا فهم ليسوا متبعين ولا مؤتمين بحقيقة السنة التى جاء بها الرسول بل ولا بحقيقة القرآن .

الفرق الثانى فى الخوارج وأهل البدع :أنهم يكفرون بالذنوب والسيئات . ويترتب على تكفيرهم بالذنوب استحلال دماء المسلمين وأموالهم وأن دار الإسلام دار حرب ودارهم هى دار الإيمان.

وكذلك يقول جمهور الرافضة؛ وجمهور المعتزلة؛ والجهمية؛ وطائفة من غلاة المنتسبة إلى أهل الحديث والفقه ومتكلميهم .
فهذا أصل البدع التى ثبت بنص سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وإجماع السلف أنها بدعة وهو جعل العفو سيئة وجعل السيئة كفرا.
فينبغى للمسلم أن يحذر من هذين الأصلين الخبيثين وما يتولد عنهما من بعض المسلمين وذمهم ولعنهم واستحلال دمائهم وأموالهم .
وهذان الأصلان هما خلاف السنة والجماعة فمن خالف السنة فيما أتت به أو شرعته فهو مبتدع خارج عن السنة.
ومن كفر المسلمين بما رآه ذنبا سواء كان دينا أو لم يكن دينا وعاملهم معاملة الكفار فهو مفارق للجماعة .
وعامة البدع والأهواء إنما تنشأ من هذين الأصلين .
أما الأول فشبه التأويل الفاسد أو القياس الفاسد،إما حديث بلغه عن الرسول لا يكون صحيحا أو أثر عن غير الرسول قلده فيه ولم يكن ذلك القائل مصيبا.
أو تأويل تأوله من آية من كتاب الله أو حديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم صحيح أو ضعيف أو أثر مقبول أو مردود ولم يكن التأويل صحيحا .
وإما قياس فاسد أو رأى رآه اعتقده صوابا وهو خطأ .
فالقياس والرأى والذوق هو عامة خطأ المتكلمة والمتصوفة وطائفة من المتفقهة .
وتأويل النصوص الصحيحة أو الضعيفة عامة خطأ طوائف المتكلمة والمحدثة والمقلدة والمتصوفة والمتفقهة.
وأما التكفير بذنب أو اعتقاد سنى فهو مذهب الخوارج .
والتكفير باعتقاد سنى مذهب الرافضة والمعتزلة وكثير من غيرهم .
وأما التكفير باعتقاد بدعى فقد بينته فى غير هذا الموضع .
ودون التكفير قد يقع من البغض والذم والعقوبة -وهو العدوان -أو من ترك المحبة والدعاء والإحسان وهو التفريط ببعض هذه التأويلات ما لا يسوغ وجماع ذلك ظلم فى حق الله تعالى أو فى حق المخلوق كما بينته فى غير هذا الموضع .
ولهذا قال أحمد بن حنبل لبعض أصحابه :أكثر ما يخطىء الناس من جهة التأويل والقياس (مجموع الفتاوى،ج١٩،ص٧٣ الى ٧٥،كتاب أصول الفقه،الجزء الأول: الاتباع،فصل فى بدعة الحرورية المارقة)

ترجمہ: اور خوارج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنفسِ نفیس ظلم کرنے کو جائز

قرار دیا (جیسا کہ ایک خارجی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مالِ غنیمت کے تقسیم کے وقت میں انصاف نہ کرنے کا الزام عائد کرنے کا حدیث میں ذکر ہے) اور خوارج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تضلیل کو بھی جائز قرار دیا، اور انہوں نے رسول کی اطاعت اور اتباع کو واجب قرار نہیں دیا، ان خوارج نے اسی چیز کی تصدیق کی، جو ان کو قرآن سے پہنچی، اس چیز کی تصدیق نہیں کی، جو رسول نے سنت کے ذریعہ مشروع فرمایا، جو ان کے زعم میں ظاہرِ قرآن کے مخالف تھا۔

اور خوارج کے علاوہ دوسرے اہلِ بدعت، درحقیقت خوارج کی اسی اصول پر اتباع کرتے ہیں، کیونکہ وہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ رسول اگر ان کے قول کے خلاف کوئی بات کہے گا، تو وہ ان کی اتباع نہیں کریں گے، جیسا کہ عمرو بن عبید سے ''**الصادق والمصدوق**'' کی حدیث میں مروی ہے، اور وہ اپنے آپ سے حجت کو دور کرتے ہیں، یا تو نقل کو رَد کر کے، یا منقول کی تاویل کر کے، چنانچہ بعض اوقات وہ اسناد میں طعن کرتے ہیں، اور بعض اوقات متن میں طعن کرتے ہیں، ورنہ تو وہ اس حقیقی سنت کی نہ تو اتباع کرنے والے ہوتے ہیں، اور نہ اس پر یقین رکھنے والے ہوتے ہیں، جس کو رسول لایا ہے، بلکہ نہ ہی حقیقتِ قرآن کی اتباع کرنے، اور اس پر یقین رکھنے والے ہوتے۔

دوسرا فرق خوارج اور اہلِ بدعت میں یہ ہے کہ وہ گناہوں اور برائیوں کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں، اور اُن کے گناہوں کی تکفیر کرنے پر مسلمانوں کے خونوں اور مالوں کو حلال سمجھنے، اور دارُ الاسلام کے دارُ الحرب، اور ان کو اپنے ''دار'' کو دارُ الایمان سمجھنے کا ترتب ہوتا ہے۔

اور اسی طریقے جمہور رافضہ اور جمہور معتزلہ اور جہمیہ اور حدیث وفقہ والوں اور ان کے متکلمین کی طرف نسبت کرنے والوں کی ایک غالی جماعت کا بھی قول ہے۔

پس یہ اس بدعت کی اصل ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منصوص سنت اور اجماعِ سلف سے ثابت ہے کہ یہ بدعت ہے، جس میں معافی کو سیئہ، اور سیئہ کو کفر قرار دیا جاتا ہے۔

پس مسلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان دو خبیث اصلوں اور ان سے پیدا ہونے والے مفاسد سے بچے، جو بعض مسلمانوں کی طرف سے، اور ان کی مذمت اور ان پر لعنت، اور ان کے خونوں اور مالوں کو حلال سمجھنے کی جہت سے واقع ہوتے ہیں۔

اور یہ دو اصلیں ہی وہ ہیں، جو ''السنة والجماعة'' کے خلاف ہیں، پس جس نے سنت کی مخالفت کی، جو اُس کو پہنچ گئی، یا شریعت کی مخالفت کی، تو وہ بدعتی ہے ''السنة'' سے خارج ہے۔

اور جس نے مسلمین کی اُس گناہ کی وجہ سے تکفیر کی، جس کو وہ گناہ سمجھتا ہے، خواہ وہ دین کی بات ہو، یا غیر دین کی بات ہو، اور مسلمانوں کے ساتھ کافروں والا معاملہ کیا، تو وہ ''الجماعة'' سے علیٰحدگی اختیار کرنے والا ہے۔

اور اکثر ''اھلُ البدعة واھلُ الاھواء'' ان دو اصولوں سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔

جہاں تک پہلی اصل کا تعلق ہے، تو وہ تاویلِ فاسد، یا قیاسِ فاسد کے مشابہ ہے کہ یا تو اس کو رسول کی جو حدیث پہنچی، وہ صحیح نہیں ہوتی، یا وہ رسول کے علاوہ کسی اور کی بات کی تقلید کرتا ہے، اور وہ قائل ''مصیب'' نہیں ہوتا۔

یا وہ کتابُ اللہ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح، یا ضعیف حدیث، یا مقبول، یا مردود روایت کی وجہ سے، اس کی ایسی تاویل کرتا ہے کہ جو تاویل صحیح نہیں ہوتی۔

یا وہ قیاسِ فاسد کو اختیار کرتا ہے، یا وہ ایسی رائے کو اختیار کرتا ہے، جس کے بارے میں اس کا اعتقاد ''صواب'' ہونے کا ہوتا ہے، حالانکہ وہ قیاس اور رائے فاسد ہوتی ہے۔

پس قیاس اور رائے اور ذوق کی رُو سے صادر ہونے والی، عام طور پر خطائیں متکلمہ اور متصوفہ کی طرف سے اور متفقہہ کی ایک جماعت کی طرف سے پائی جاتی ہیں۔

اور نصوصِ صحیحہ، یا ضعیفہ کی رو سے صادر ہونے والی فاسد تاویلات عام طور پر خطائیں متکلمہ اور محدثہ اور مقلدہ اور متصوفہ اور متفقہہ کی بعض جماعتوں کی طرف سے پائی جاتی ہیں۔

اور جہاں تک کسی گناہ، یا کسی سنی کے اعتقاد کی وجہ سے تکفیر کا تعلق ہے، تو یہ خوارج کا مذہب ہے۔

اور جہاں تک سنی کے اعتقاد کی وجہ سے کافر قرار دینے کا تعلق ہے، تو یہ رافضہ اور معتزلہ اور ان کے علاوہ دوسرے بہت سے اہلِ بدعت کا مذہب ہے۔

اور جہاں تک بدعت کے اعتقاد کی وجہ سے تکفیر کا تعلق ہے، تو اُس کی تفصیل میں نے اس مقام کے علاوہ میں بیان کردی ہے۔

اور تکفیر سے نچلے درجہ میں بعض اوقات بغض اور ذم اور عقوبت واقع ہوتی ہے، جو کہ ”عدوان وظلم“ میں داخل ہے، یا محبت اور دعاء اور نیک سلوک کو ترک کرنا واقع ہوتا ہے، جو اس قسم کی بعض تاویلات کی وجہ سے واقع ہوتا ہے، جو تاویلات صحیح نہیں ہوتیں، اور مذکورہ امور کا ترک کرنا ”تفریط“ میں داخل ہے، اور ان تمام چیزوں کا مجموعہ، اللہ تعالیٰ کے حق میں، یا مخلوق کے حق میں ظلم ہے، جیسا کہ میں نے اس کی تفصیل اس مقام کے علاوہ میں بیان کردی ہے۔

اور اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا کہ لوگوں کی اکثر خطائیں، تاویل اور قیاس کی جہت سے ہیں (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ”مجموع الفتاویٰ“ میں ایک مقام پر فرمایا:

**كان أبو حنيفة والشافعي وغيرهما يقبلون شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية ويصححون الصلاة خلفهم .والكافر لا تقبل شهادته على المسلمين ولا**

يصلى خلفه (مجموع الفتاوى،لا بن تيمية،ج١٩،ص٢٠٧،كتاب أصول الفقه،الجزء الأول: الاتباع،هل يمكن كل واحد ان يعرف باجتهاده الحق فى مسئلة فيها نزاع)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ، اہلِ اھواء کی گواہی کو قبول فرماتے ہیں، سوائے ''خطابیہ'' کے، اور ان کے پیچھے نماز کو صحیح قرار دیتے ہیں، جبکہ کافر کی نہ تو مسلمانوں کے خلاف گواہی قبول کی جاتی، اور نہ اس کے پیچھے نماز اداء کرنا درست ہوتا (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاویٰ جات وتحریرات میں مختلف مقامات پر رافضیت کو ابتداء میں گھڑنے والے بعض لوگوں کے منافق وزندیق ہونے، اور اب بھی اُن کی طرف بہت سے منافق وزنادقہ کے اپنے آپ کو منتسب کرنے کا ذکر آیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ منافق زندیق کے بارے میں علامہ ابنِ تیمیہ نے جو تحقیق بیان فرمائی ہے، اس کو بھی ملاحظہ کرلیا جائے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں فرماتے ہیں کہ:

الإيمان الظاهر الذى تجرى عليه الأحكام فى الدنيا لا يستلزم الإيمان فى الباطن الذى يكون صاحبه من أهل السعادة فى الآخرة. فإن المنافقين الذين قالوا :( آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين ) هم فى الظاهر مؤمنون يصلون مع الناس .ويصومون ويحجون ويغزون والمسلمون يناكحونهم ويوارثونهم كما كان المنافقون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يحكم النبى صلى الله عليه وسلم فى المنافقين بحكم الكفار المظهرين للكفر لا فى مناكحتهم ولا موارثتهم ولا نحو ذلک ؛ بل لما مات عبد الله بن أبى ابن سلول -وهو من أشهر الناس بالنفاق -ورثه ابنه عبد الله وهو من خيار المؤمنين. وكذلک سائر من كان يموت منهم يرثه ورثته المؤمنون ؛ وإذا مات لأحدهم .وارث ورثوه مع المسلمين .

وقد تنازع الفقهاء فى المنافق الزنديق الذى يكتم زندقته، هل يرث ويورث؟ على قولين .والصحيح أنه يرث ويورث وإن علم فى الباطن أنه منافق كما كان الصحابة على عهد النبى صلى الله عليه وسلم لأن الميراث مبناه على الموالاة الظاهرة لا على المحبة التى فى القلوب فإنه لو علق بذلک لم تمكن معرفته. والحكمة إذا كانت خفية أو منتشرة علق الحكم بمظنتها وهو ما أظهره من موالاة المسلمين ؛ فقول النبى صلى الله عليه وسلم ''لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم'' لم يدخل فيه المنافقون وإن كانوا فى الآخرة فى الدرک الأسفل من النار ؛ بل كانوا يورثون

ويرثون ؛ وكذلك كانوا فى الحقوق والحدود كسائر المسلمين وقد أخبر الله عنهم أنهم يصلون ويزكون ومع هذا لم يقبل ذلك منهم. فقال : "وما منعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله وبرسوله ولا يأتون الصلاة إلا وهم كسالى ولا ينفقون إلا وهم كارهون" وقال "إن المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى يراء ون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا" . وفى "صحيح مسلم "عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:" تلك صلاة المنافق تلك صلاة المنافق تلك صلاة المنافق يرقب الشمس حتى إذا كانت بين قرنى شيطان قام فنقر أربعا لا يذكر الله فيها إلا قليلا"

وكانوا يخرجون مع النبى صلى الله عليه وسلم فى المغازى كما خرج ابن أبى فى غزوة بنى المصطلق وقال فيها :" لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل". وفى الصحيحين "عن زيد بن أرقم قال :خرجنا مع النبى صلى الله عليه وسلم فى سفر أصاب الناس فيها شدة ؛ فقال عبد الله بن أبى لأصحابه :لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا من حوله . وقال :(لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل" فأتيت النبى صلى الله عليه وسلم فأخبرته فأرسل إلى عبد الله بن أبى ؛ فسأله فاجتهد يمينه ما فعل وقالوا :كذب زيد يا رسول الله فوقع فى نفسى مما قالوا شدة حتى أنزل الله تصديقى فى " إذا جاءك المنافقون" فدعاهم النبى صلى الله عليه وسلم ليستغفر لهم فلووا رء وسهم.

وفى غزوة تبوك استنفرهم النبى صلى الله عليه وسلم كما استنفر غيرهم فخرج بعضهم معه وبعضهم تخلفوا وكان فى الذين خرجوا معه من هم بقتله فى الطريق هموا بحل حزام ناقته ليقع فى واد هناك فجاء ه الوحى فأسر إلى حذيفة أسماء هم ولذلك يقال :هو صاحب السر الذى لا يعلمه غيره ،كما ثبت ذلك فى "الصحيح "ومع هذا ففى الظاهر تجرى عليهم أحكام أهل الإيمان.

وبهذا يظهر الجواب عن شبهات كثيرة تورد فى هذا المقام ؛ فإن كثيرا من المتأخرين ما بقى فى المظهرين للإسلام عندهم إلا عدل أو فاسق . وأعرضوا عن حكم المنافقين والمنافقون ما زالوا ولا يزالون إلى يوم القيامة.

والنفاق شعب كثيرة وقد كان الصحابة يخافون النفاق على أنفسهم .ففى "الصحيحين "عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :" آية المنافق ثلاث إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا ائتمن خان" وفى لفظ مسلم :" وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم" .وفى "الصحيحين "عن عبد الله بن عمرو عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال"أربع من كن فيه كان منافقا خالصا

ومن كانت فيه شعبة منهن كانت فيه شعبة من النفاق حتى يدعها :إذا حدث كذب وإذا ائتمن خان وإذا عاهد غدر وإذا خاصم فجر "
وكان النبي صلى الله عليه وسلم أولا يصلي عليهم ويستغفر لهم حتى نهاه الله عن ذلك فقال :" ولا تصل على أحد منهم مات أبدا ولا تقم على قبره" وقال :"استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم " فلم يكن يصلي عليهم ولا يستغفر لهم. ولكن دماؤهم وأموالهم معصومة لا يستحل منهم ما يستحله من الكفار الذين لا يظهرون أنهم مؤمنون بل يظهرون الكفر دون الإيمان ،فإنه صلى الله عليه وسلم قال :"أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأني رسول الله فإذا قالوها عصموا مني دماء هم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله"،"ولما قال لأسامة بن زيد :أقتلته بعد ما قال :لا إله إلا الله ؟ قال :إنما قالها تعوذا .قال :هلا شققت عن قلبه ؟ وقال .إني لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس ولا أشق بطونهم "،"وكان إذا استؤذن في قتل رجل يقول :أليس يصلي أليس يتشهد ؟ فإذا قيل له :إنه منافق .قال :ذاك "فكان حكمه صلى الله عليه وسلم في دمائهم وأموالهم كحكمه في دماء غيرهم لا يستحل منها شيئا إلا بأمر ظاهر. مع أنه كان يعلم نفاق كثير منهم ؛ وفيهم من لم يكن يعلم نفاقه .قال تعالى :" وممن حولكم من الأعراب منافقون ومن أهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون إلى عذاب عظيم"
وكان من مات منهم صلى عليه المسلمون الذين لا يعلمون أنه منافق ومن علم أنه منافق لم يصل عليه .وكان عمر إذا مات ميت لم يصل عليه .حتى يصلي عليه حذيفة لأن حذيفة كان قد علم أعيانهم .وقد قال الله تعالى : "يا أيها الذين آمنوا إذا جاء كم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن. الله أعلم بإيمانهن فإن علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن إلى الكفار" فأمر بامتحانهن هنا وقال :" الله أعلم بإيمانهن"
والله تعالى لما أمر في الكفارة بعتق رقبة مؤمنة لم يكن على الناس ألا يعتقوا إلا من يعلموا أن الإيمان في قلبه ؛ فإن هذا كما لو قيل لهم :اقتلوا إلا من علمتم أن الإيمان في قلبه .وهم لم يؤمروا أن ينقبوا عن قلوب الناس ولا يشقوا بطونهم ؛ فإذا رأوا رجلا يظهر الإيمان جاز لهم عتقه .وصاحب الجارية لما سأل النبي صلى الله عليه وسلم هل هي مؤمنة ؟ إنما أراد الإيمان الظاهر الذي يفرق به بين المسلم والكافر.
وكذلك من عليه نذر لم يلزمه أن يعتق إلا من علم أن الإيمان في قلبه ؛ فإنه لا يعلم ذلك مطلقا ؛ بل ولا أحد من الخلق يعلم ذلك مطلقا .
وهذا رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم الخلق والله يقول له :" وممن

حولكم من الأعراب منافقون ومن أهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين " . فأولئك إنما كان النبى صلى الله عليه وسلم يحكم فيهم كحكمه فى سائر المؤمنين ؛ ولو حضرت جنازة أحدهم صلى عليها ولم يكن منهيا عن الصلاة إلا على من علم نفاقه ؛ وإلا لزم أن ينقب عن قلوب الناس. ويعلم سرائرهم وهذا لا يقدر عليه بشر.

ولهذا لما كشفهم الله بسورة براءة بقوله :( ومنهم ) ( ومنهم ) صار يعرف نفاق ناس منهم لم يكن يعرف نفاقهم قبل ذلك فإن الله وصفهم بصفات علمها الناس منهم ؛ وما كان الناس يجزمون بأنها مستلزمة لنفاقهم وإن كان بعضهم يظن ذلك وبعضهم يعلمه ؛ فلم يكن نفاقهم معلوما عند الجماعة ،بخلاف حالهم لما نزل القرآن ؛ ولهذا لما نزلت سورة براءة كتموا النفاق وما بقي يمكنهم من إظهاره أحيانا ما كان يمكنهم قبل ذلك وأنزل الله تعالى :" لئن لم ينته المنافقون والذين فى قلوبهم مرض والمرجفون فى المدينة لنغرينك بهم ثم لا يجاورونك فيها إلا قليلا. ملعونين أينما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتيلا. سنة الله فى الذين خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا" فلما توعدوا بالقتل إذا أظهروا النفاق كتموه .

ولهذا تنازع الفقهاء فى استتابة الزنديق .فقيل :يستتاب .واستدل من قال ذلك بالمنافقين الذين كان النبى صلى الله عليه وسلم يقبل علانيتهم ويكل أمرهم إلى الله ؛ فيقال له :هذا كان فى أول الأمر وبعد هذا أنزل الله: "ملعونين أينما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتيلا" فعلموا أنهم إن أظهروه كما كانوا يظهرونه قتلوا فكتموه .والزنديق :هو المنافق وإنما يقتله من يقتله إذا ظهر منه أنه يكتم النفاق. قالوا :ولا تعلم توبته لأن غاية ما عنده أنه يظهر ما كان يظهر ؛ وقد كان يظهر الإيمان وهو منافق ؛ ولو قبلت توبة الزنادقة لم يكن سبيل إلى تقتيلهم والقرآن قد توعدهم بالتقتيل.

والمقصود أن النبى صلى الله عليه وسلم إنما أخبر عن تلك الأمة بالإيمان الظاهر الذى علقت به الأحكام الظاهرة. وإلا فقد ثبت عنه أن سعدا لما شهد لرجل أنه مؤمن قال " :أو مسلم "وكان يظهر من الإيمان ما تظهره الأمة وزيادة.

فيجب أن يفرق بين أحكام المؤمنين الظاهرة التى يحكم فيها الناس فى الدنيا وبين حكمهم فى الآخرة بالثواب والعقاب ؛ فالمؤمن المستحق للجنة لا بد أن يكون مؤمنا فى الباطن باتفاق جميع أهل القبلة حتى الكرامية الذين يسمون المنافق مؤمنا ويقولون :الإيمان هو الكلمة يقولون :إنه لا ينفع فى الآخرة إلا الإيمان الباطن .وقد حكى بعضهم عنهم أنهم يجعلون المنافقين من أهل الجنة وهو غلط عليهم ؛ إنما نازعوا فى الاسم لا فى الحكم بسبب شبهة المرجئة فى أن الإيمان لا يتبعض ولا

يتفاضل؛ ولهذا أكثر ما اشترط الفقهاء فى الرقبة التى تجزء فى الكفارة العمل الظاهر. فتنازعوا هل يجزء الصغير ؟ على قولين معروفين للسلف. هما روايتان عن أحمد ؛ فقيل :لا يجزء عتقه لأن الإيمان قول وعمل والصغير لم يؤمن بنفسه .إنما إيمانه تبع لأبويه فى أحكام الدنيا، ولم يشترط أحد أن يعلم أنه مؤمن فى الباطن .

وقيل :بل يجزء عتقه لأن العتق من الأحكام الظاهرة وهو تبع لأبويه ؛ فكما أنه يرث منهما ويصلى عليه ولا يصلى إلا على مؤمن، فإنه يعتق.

وكذلك المنافقون الذين لم يظهروا نفاقهم يصلى عليهم إذا ماتوا ويدفنون فى مقابر المسلمين من عهد النبى صلى الله عليه وسلم والمقبرة التى كانت للمسلمين فى حياته وحياة خلفائه وأصحابه يدفن فيها كل من أظهر الإيمان وإن كان منافقا فى الباطن ولم يكن للمنافقين مقبرة يتميزون بها عن المسلمين فى شىء من ديار الإسلام كما تكون لليهود والنصارى مقبرة يتميزون بها.

ومن دفن فى مقابر المسلمين صلى عليه المسلمون والصلاة لا تجوز على من علم نفاقه بنص القرآن.

فعلم أن ذلك بناء على الإيمان الظاهر والله يتولى السرائر وقد كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى عليهم ويستغفر لهم حتى نهى عن ذلك . وعلل ذلك بالكفر .فكان ذلك دليلا على أن كل من لم يعلم أنه كافر بالباطن جازت الصلاة عليه والاستغفار له، وإن كانت فيه بدعة ،وإن كان له ذنوب.

وإذا ترك الإمام أو أهل العلم والدين "الصلاة "على بعض المتظاهرين ببدعة أو فجور زجرا عنها. لم يكن ذلك محرما للصلاة عليه والاستغفار له .بل قال النبى صلى الله عليه وسلم فيمن كان يمتنع عن الصلاة عليه وهو الغال وقاتل نفسه والمدين الذى لا وفاء له " صلوا على صاحبكم "وروى أنه كان يستغفر للرجل فى الباطن وإن كان فى الظاهر يدع ذلك زجرا عن مثل مذهبه ،كما روى فى حديث محلم بن جثامة .

وليس فى الكتاب والسنة المظهرون للإسلام إلا قسمان :مؤمن أو منافق، فالمنافق فى الدرك الأسفل من النار، والآخر مؤمن، ثم قد يكون ناقص الإيمان فلا يتناوله الاسم المطلق وقد يكون تام الإيمان وهذا يأتى الكلام عليه إن شاء الله فى مسألة الإسلام والإيمان ،وأسماء الفساق من أهل الملة.

لكن المقصود هنا أنه لا يجعل أحد بمجرد ذنب يذنبه ولا ببدعة ابتدعها - ولو دعا الناس إليها -كافرا فى الباطن إلا إذا كان منافقا .فأما من كان فى قلبه الإيمان بالرسول وما جاء به وقد غلط فى بعض ما تأوله من البدع فهذا

**ليس بكافر أصلا والخوارج كانوا من أظهر الناس بدعة وقتالا للأمة وتكفيرا لها ولم يكن فى الصحابة من يكفرهم لا على بن أبى طالب ولا غيره بل حكموا فيهم بحكمهم فى المسلمين الظالمين المعتدين كما ذكرت الآثار عنهم بذلك فى غير هذا الموضع .وكذلك سائر الثنتين والسبعين فرقة من كان منهم منافقا فهو كافر فى الباطن ومن لم يكن منافقا بل كان مؤمنا بالله ورسوله فى الباطن لم يكن كافرا فى الباطن ،وإن أخطأ فى التأويل كائنا ما كان خطؤه . وقد يكون فى بعضهم شعبة من شعب النفاق ولا يكون فيه النفاق الذى يكون صاحبه فى الدرك الأسفل من النار.**

**ومن قال :إن الثنتين والسبعين فرقة كل واحد منهم يكفر كفرا ينقل عن الملة فقد خالف الكتاب والسنة وإجماع الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين بل وإجماع الأئمة الأربعة وغير الأربعة فليس فيهم من كفر كل واحد من الثنتين وسبعين فرقة وإنما يكفر بعضهم بعضا ببعض المقالات كما قد بسط الكلام عليهم فى غير هذا الموضع(مجموع الفتاوى، ج۷،ص ۲۱۰ ،الیٰ ص۲۱۸ ، كتاب الإيمان الكبير،الأحكام انما تكون على الاعمال الظاهرة )**

ترجمہ: ایمانِ ظاہری، جس پر دنیا کے اندر احکام جاری ہوتے ہیں، وہ اس ایمانِ باطنی کو مستلزم نہیں، جس کا حامل آخرت میں اہلِ سعادت میں سے ہوتا ہے۔ [1]

کیونکہ وہ منافقین، جنہوں نے یہ کہا کہ'' **آمنا باللّٰہِ وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين** ''وہ ظاہر میں مومن تھے، لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، اور روزے رکھتے تھے، اور حج کرتے تھے، اور جہاد کرتے تھے، اور مسلمان، ان سے نکاح کرتے تھے، اور ان کو میراث فراہم کرتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین پر، ان کفار کا

[1] مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر دنیا کے اندر ظاہری ایمان کے احکام جاری کیے جائیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کو آخرت کے اعتبار سے اور باطن کے لحاظ سے مومن قرار دیا جا رہا ہے کہ وہ آخرت میں بھی نجات کا مستحق ہوگا، بلکہ عین ممکن ہے کہ جس کو دنیا کے ظاہری احکام کے اعتبار سے مومن قرار دیا گیا، وہ آخرت میں اور باطن کے اعتبار سے عنداللہ مومن نہ ہو، جس کی دلیل آگے عبارت میں بیان کی گئی ہے۔ محمد رضوان۔

حکم نہیں لگایا، جو کفار، کفر کو ظاہر کرنے والے تھے، نہ تو ان سے نکاح کرنے کے متعلق، اور نہ ان کی وراثت کے متعلق، اور نہ ہی اس جیسی کسی اور چیز کے متعلق، بلکہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مر گیا، جو کہ نفاق میں سب لوگوں سے زیادہ مشہور تھا، تو اس کے بیٹے عبداللہ، اس کے وارث ہوئے، جو کہ نیک مومنوں میں سے تھے، اور اسی طریقے سے منافقین میں سے وہ تمام لوگ جو فوت ہوتے تھے، ان کے مومن رشتہ دار، وارث ہوا کرتے تھے، اور جب ان منافقین کا کوئی (مومن) رشتہ دار فوت ہو جاتا تھا، تو وہ منافقین، مسلمانوں کے ساتھ میراث میں شریک ہوا کرتے تھے۔

اور فقہاء کا اس منافق زندیق کے بارے میں اختلاف ہے، جو اپنے ''زندقہ'' کو چھپائے کہ کیا وہ میراث پائے گا، یا اس کی میراث جاری ہوگی؟ اس میں دونوں قول ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وہ میراث بھی پائے گا، اور اس کی میراث بھی جاری ہوگی، اگرچہ اس کا باطن میں منافق ہونا، معلوم ہو، جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں معاملہ تھا، کیونکہ میراث کا دارومدار، ظاہری تعلق و رشتہ داری پر ہے، قلبی محبت و تعلق پر نہیں ہے، اگر اس کا دارومدار قلبی محبت و تعلق پر ہوتا، تو اس کی پہچان ممکن نہیں تھی، اور حکمت، جب خفیہ یا منتشر ہوتی ہے، تو حکم کو اس کے مظنہ پر متعلق کیا جاتا ہے، اور وہ مظنہ مسلمانوں سے تعلق کا اظہار ہے (اور وہ تعلق ظاہر میں مومن ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''**لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم**'' اس میں منافقین داخل نہیں ہیں، اگرچہ وہ آخرت میں جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے، بلکہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے زمانے میں) منافقین کی میراث بھی جاری ہوتی تھی، اور وہ میراث بھی پاتے تھے، اور اسی طریقے سے حقوق اور حدود میں بھی وہ تمام مسلمانوں کی طرح سمجھے جاتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان

کے متعلق اس بات سے خبردار کر دیا تھا کہ وہ بے شک نماز بھی پڑھتے ہیں، اور زکاۃ بھی دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اُن کے یہ اعمال (اللہ کی بارگاہ میں) قبول نہیں کیے جاتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ '' وما منعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله وبرسوله ولا يأتون الصلاة إلا وهم كسالٰى ولا ينفقون إلا وهم كارهون '' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''إن المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالٰى يراء ون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا '' اور صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ ''تلك صلاة المنافق، يجلس يرقب الشمس حتى إذا كانت بين قرني الشيطان، قام فنقرها أربعا لايذكر الله فيها الا قليلا ''

اور وہ (منافق) لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں بھی نکلا کرتے تھے، جیسا کہ ابنِ اُبَی ''غزوہ بنی مصطلق'' میں نکلا، اور اس نے اس موقع پر یہ کہا کہ ''لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل '' اور صحیحین میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے، جس میں لوگوں کو شدید تکلیف پیش آئی، تو عبداللہ بن اُبَی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ''لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا'' اور یہ کہا ''لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل '' تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور آپ کو اس کی خبر دی، تو آپ نے عبداللہ بن اُبَی کی طرف پیغام بھیج کر اس کے متعلق سوال کیا، تو اس نے زبردست قسم اٹھا کر کہا کہ اس نے ایسا نہیں کیا، اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! زید نے جھوٹ بولا ہے، ان کی اس بات سے میرے دل کو سخت ٹھیس پہنچی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں میرے متعلق یہ آیت نازل فرمائی کہ ''إذا جاء ک

**المنافقون** “پھران (منافقین) کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، تاکہ آپ ان کے لیے استغفار کریں، تو انہوں نے اپنے منہ موڑ لیے۔

اور غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو دوسرے لوگوں کی طرح ساتھ لے جانا چاہا، جس پر بعض منافقین تو آپ کے ساتھ نکلے، اور بعض پیچھے رہ گئے، اور جو لوگ آپ کے ساتھ نکلے تھے، ان میں وہ لوگ بھی تھے، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے کجاوے کو کھولنے کا ارادہ کیا، تاکہ آپ وہاں کسی وادی میں گر پڑیں، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آئی، تو آپ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اُن منافقین کے رازداری سے نام بتلا دیے، اور اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ حذیفہ ایسے رازدار ہیں، جس کا علم ان کے علاوہ کسی کو نہیں، جیسا کہ یہ بات صحیح حدیث میں ثابت ہے، لیکن اس سب کے باوجود، ظاہر میں ان (منافقین) پر اہلِ ایمان کے احکام جاری ہوئے۔

اور اس تفصیل سے بہت سے ان شبہات کا جواب ظاہر ہو جاتا ہے، جو اس مقام پر پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ بہت سے متاخرین کے نزدیک باقی رہ جانے والے اور اسلام کو ظاہر کرنے والے، یا تو فاسق تھے، یا عادل تھے، اور انہوں نے منافقین کے (مستقل) حکم سے اعراض کیا، حالانکہ منافقین برابر باقی رہے، اور قیامت تک باقی رہیں گے۔ [1]

اور نفاق کے بہت سارے شعبے ہیں، اور صحابۂ کرام اپنے اوپر نفاق سے ڈرا

---

[1] مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام وتابعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہری عدل اور فسق کی بنیاد پر تقسیم کی، منافق کو کوئی مستقل حکم نہیں دیا، بلکہ اس کو ظاہر کے مطابق مسلمان، یا کافر قرار دیا (جبکہ منافق ایسی قسم ہے، جو دنیاوی ظاہری احکام کے لحاظ سے مسلمان اور آخرت کے اعتبار سے کافر ہے) اور ایسے منافق اس وقت بھی موجود تھے، اور تا قیامت موجود رہیں گے، اور آج بھی ان کا وجود ہے۔ محمد رضوان۔

کرتے تھے، صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ’’ منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب وہ بات کرے، تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے، اور جب اس کو امانت سپرد کی جائے، تو اس میں خیانت کرے‘‘ اور’’مسلم‘‘ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ’’ اگرچہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے، اور اپنے آپ کے مسلم ہونے کا گمان کرے‘‘ اور صحیحین میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ’’ چار چیزیں جس میں ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا، اور جس میں ان میں سے کوئی چیز ہوگی، تو اس میں نفاق کا شعبہ ہوگا، جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے، جب وہ بات کرے، تو جھوٹ بولے، اور جب امانت سپرد کی جائے، تو خیانت کرے، اور جب عہد معاہدہ کرے، تو دھوکہ دے، اور جب کسی سے مخاصمت کرے، تو فسق و فجور اختیار کرے‘‘ [1]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، پہلے ان (منافقین) کی نمازِ جنازہ بھی پڑھتے تھے، اور ان کے لیے استغفار بھی کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا، اور یہ ارشاد فرمایا کہ:

**”ولا تصل على أحد منهم مات أبدا ولا تقم على قبره“**

اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

**”استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم“**

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ان کی نمازِ جنازہ پڑھتے تھے، اور نہ ان کے لیے

---

[1] لیکن ان صریح احادیث کے ہوتے ہوئے بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ جس میں یہ سب نشانیاں ہوں، اور وہ احادیث کی رو سے خالص منافق ہو، مگر وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہو، تو اس کے ساتھ صریح کافروں اور مشرکوں والا برتاؤ کیا جائے۔ پھر کسی پر تقیہ، یا جھوٹ بولنے کا حکم لگا کر اس کو مرتد و کافر قرار دینے کی کیسے اجازت ہوسکتی ہے، جبکہ اللہ نے’’ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ‘‘فرما کر، ان کے تقیہ اور جھوٹ کا پول کھول دیا تھا۔ محمد رضوان۔

استغفار کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود ان (منافقین) کے (دوسرے مسلمانوں کی طرح) خون اور مال محفوظ تھے، اور وہ ان (منافقین) کی کوئی ایسی چیز حلال نہیں سمجھتے تھے، جواُن کفار کی حلال سمجھتے تھے، جو اپنے آپ کا مومن ہونا ظاہر نہیں کرتے تھے، بلکہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو ظاہر کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمادیا تھا کہ ''مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں، جب تک وہ ''لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ '' کی گواہی نہ دے دیں، پس جب وہ یہ بات کہہ دیں گے، تو مجھ سے اپنے خونوں کو اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے، سوائے اس کے حق کے، اور (آخرت میں) ان کا حساب، اللہ کے ذمے ہوگا''

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ ''کیا تو نے اس شخص کو''لا الٰــــہ الا اللہ'' کہنے کے بعد بھی قتل کردیا، تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اس نے یہ کلمہ ڈر کی وجہ سے کہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کے دل کو پھاڑ کر دیکھا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دل پھاڑ کر دیکھنے اور ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی آدمی کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی جاتی تھی، تو آپ یہ فرماتے تھے کہ کیا یہ نماز نہیں پڑھتا، کیا یہ کلمۂ شہادت کی گواہی نہیں دیتا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہا جاتا کہ یہ تو منافق ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی بات فرماتے تھے (یعنی ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے، قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، اور ظاہری طور پر ان کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ کیا کرتے تھے) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے خونوں اور مالوں کے بارے میں حکم اسی طرح کا تھا، جس طرح کا دوسرے مسلمانوں کے بارے میں تھا، جس کی کوئی چیز

بھی حلال نہیں، مگر ظاہرِ امر کی وجہ سے، باوجودیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، منافقین میں سے اکثر کے نفاق کو جانتے تھے، البتہ ان منافقین میں ایسے لوگ بھی تھے، جن کا نفاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

**''ومن حولكم من الأعراب منافقون ، ومن أهل المدينة مردوا على النفاق، لاتعلمهم، نحن نعلمهم، سنعذبهم مرتين ، ثم يردون الى عذاب عظيم''**

اور منافقین میں سے جب کوئی مرجاتا تھا، تو اس کی وہ مسلمان نمازِ جنازہ پڑھا کرتے تھے، جنہیں اس کے منافق ہونے کا علم نہیں ہوتا تھا، اور جس کو اس کے منافق ہونے کا علم ہوتا تھا، وہ اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھا کرتا تھا (لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے متعلق عام صحابۂ کرام کو متعین طور پر مطلع نہیں کیا تھا، اور جن کو مطلع کیا تھا، وہ بھی نہ تو ان منافقین پر کفر کا حکم لگاتے تھے، اور نہ ہی اس کا دوسروں کے سامنے اظہار واعلان کیا کرتے تھے، صرف نمازِ جنازہ پڑھنے اور استغفار سے رکتے تھے، جس کا تعلق آخرت سے ہے ) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ تھا کہ جب کوئی فوت ہوجاتا تھا، تو اس کی نمازِ جنازہ میں اس وقت تک شریک نہیں ہوتے تھے، جب تک حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک نہیں ہوتے تھے، کیونکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو منافقین کا متعین طور پر علم تھا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

**'' یاأیها الذین آمنوا إذا جاء کم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن اللّٰه أعلم بإيمانهن فإن علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن إلى الكفار ''**

تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اُن عورتوں کے امتحان کا حکم فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ :

’’اللّٰہ أعلم بإیمانهن‘‘

اور اللہ تعالیٰ نے کفارہ ادا کرنے کے لیے جب مومن غلام کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا، تو لوگوں پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی کہ وہ اسی غلام کو آزاد کریں، جس کے بارے میں یہ جان لیں کہ اس کے دل میں ایمان ہے، اس لیے کہ یہ حکم تو اسی طرح کا ہوتا، جیسا کہ ان کو کہا جاتا کہ تم قتال کرو، سوائے اس شخص کے، جس کے بارے میں تم جان لو کہ اس کے دل میں ایمان ہے، لیکن لوگوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ دوسرے لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھیں، اور نہ یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان کے پیٹوں کو چاک کر کے دیکھیں، پس جب کسی غلام کی طرف سے ایمان کا اظہار ہو، تو لوگوں کے لیے اس کو آزاد کرنا جائز ہے، اور باندی کے مالک سے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال کیا کہ کیا وہ مومن ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظاہری ایمان ہی کو مراد لیا، جس کے ذریعے سے مسلم اور کافر میں فرق ہوتا ہے۔

اور اسی طریقے سے وہ شخص جس پر کوئی نذر واجب ہو، تو اس کو یہ بات لازم نہیں کہ وہ ایسے غلام ہی کو آزاد کرے، جس کے دل میں ایمان ہونے کا علم ہو جائے، کیونکہ یہ بات تو مطلقاً معلوم نہیں ہوسکتی، بلکہ اس بات کو مطلقاً مخلوق میں سے کوئی بھی معلوم نہیں کرسکتا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو کہ مخلوق میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

’’ومن حولكم من الأعراب منافقون ومن أهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ‘‘۔

پس ان منافقین کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہی حکم فرماتے تھے، جو حکم تمام مومنوں کے متعلق فرماتے تھے، اور جب منافقین میں سے کسی کا جنازہ حاضر

ہو جاتا، تو اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھا کرتے، اور آپ کو نمازِ جنازہ کی ممانعت نہیں تھی، سوائے اس شخص کے، جس کے نفاق کا آپ کو علم دے دیا گیا تھا، ورنہ تو لازم آتا کہ آپ لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھیں، اور ان کے رازوں کا علم حاصل کریں، جس پر کوئی بشر، قادِر نہیں۔

اور اسی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ نے سورہ برائت میں ان (منافقین) کے راز کو ''ومنھم ، ومنھم'' فرما کر فاش کیا، تو ان میں سے بعض اُن لوگوں کے نفاق کی پہچان ہوگئی، جن کے نفاق کی اس سے پہلے پہچان نہیں ہوئی، پس اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی صفات کا ذکر فرمادیا، جن کے ذریعے سے بعض منافقین کا علم ہوگیا، لیکن لوگ اس بات کا یقین نہیں کرتے تھے کہ یہ صفات کسی کے (حقیقی) نفاق کو مستلزم ہیں، اور بعض اس کا گمان کرتے تھے، اور بعض کو اس کا علم بھی تھا، پس منافقین کا نفاق صحابۂ کرام کی ایک بڑی جماعت کو ان کی حالت کے خلاف معلوم نہیں تھا، جبکہ قرآن نازل ہوتا تھا، اسی وجہ سے جب سورہ برائت نازل ہوئی، تو منافقین نے اپنے نفاق کو چھپایا، اور ان کی طرف سے پھر ان باتوں کا اظہار نہ ہوا جن کا پہلے کبھی کبھار ہو جایا کرتا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ''لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا إلا قلیلا .ملعونین أینما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتیلا .سنۃ اللّٰہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا'' پس جب ان کو قتل سے ڈرایا گیا، جب انہوں نے نفاق کو ظاہر کیا تھا، تو پھر اس کے بعد انہوں نے اس نفاق کو چھپالیا۔

اور اسی وجہ سے فقہاء کا ''زندیق'' کی توبہ قبول کرنے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اس قول کے قائلین نے ان منافقین سے

استدلال کیا ہے، جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ظاہری چیزوں کو قبول کیا جاتا تھا، اور ان کے امرِ واقعی کو اللہ کے سپرد کیا جاتا تھا، اس پر کہا گیا کہ یہ حکم تو شروع میں تھا، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی تھی کہ:

**''ملعونین أینما ثقفوا أخذوا و قتلوا تقتیلا''**

جس پر منافقین کو یہ علم ہو گیا تھا کہ اگر وہ نفاق کو ظاہر کریں گے، جیسا کہ پہلے ظاہر کرتے تھے، تو وہ قتل کر دیے جائیں گے، اس لیے انہوں نے نفاق کو چھپالیا، اور ''زندیق'' دراصل منافق ہوتا ہے، اور اس کو اسی وقت قتل کیا جاتا ہے، جب اس کی طرف سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ وہ نفاق کو چھپاتا ہے، اس پر لوگوں نے کہا کہ اس کی توبہ کا تو علم نہیں ہو سکتا، اس لیے زیادہ سے زیادہ یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ وہ جو کچھ ظاہر کر رہا ہے، وہی ظاہر ہے، اور وہ ایمان کو ظاہر کرتا ہے، حالانکہ وہ منافق ہے، اور اگر زنادقہ کی توبہ قبول کی جائے، تو ان کے قتل کرنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہوگا، حالانکہ قرآن نے ان کو قتل کرنے کی وعید سنائی ہے۔

اور اصل مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو صرف اس ایمانِ ظاہری پر خبردار کیا، جس کے ساتھ ظاہری احکام متعلق ہوتے ہیں، ورنہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جب حضرت سعد نے ایک آدمی کے مومن ہونے کی گواہی دی، تو نبی صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا مسلم ہے؟'' اور وہ اس ایمان کا اظہار کرتا تھا، جس کا امت اظہار کرتی ہے، اور کچھ زیادہ ہی اظہار کرتا تھا۔

پس یہ بات واجب ہے کہ مومنوں کے اس ظاہری احکام میں، جس کا لوگوں کو دنیا میں حکم دیا جاتا ہے، اور جو آخرت میں جزا اور سزا کا حکم دیا جائے گا، ان دونوں کے درمیان فرق کیا جائے، پس مومن، جو جنت کا مستحق ہوگا، اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ باطن میں بھی مومن ہو، اس پر تمام اہلِ قبلہ کا اتفاق ہے، یہاں

تک کہ ان ''کـرامیة'' کا بھی، جو منافق کا مومن نام رکھتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ ایمان درحقیقت ''کلمہ'' کا نام ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ آخرت میں صرف ایمانِ باطنی ہی نفع دے گا، اور بعض نے ان ''کـرامیة'' کے بارے میں یہ قول روایت کیا ہے کہ وہ منافقین کو اہلِ جنت میں سے قرار دیتے ہیں، لیکن یہ ''کــرامیة'' کے متعلق غلط روایت ہے، ''کـرامیة'' نے تو صرف نام میں اختلاف کیا ہے، حکم میں اختلاف نہیں کیا ''مـرجئة'' کے اس شبہ کی وجہ سے کہ ایمان کی تبعیض نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس میں اضافہ ہوتا۔

اور اسی وجہ سے فقہاء نے کفارہ میں غلام آزاد کرنے کے متعلق زیادہ سے زیادہ عملِ ظاہر کی شرط لگائی ہے، پھر ان کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ کیا چھوٹا بچہ بھی کفارہ میں جائز ہے؟ اس میں سلف کے دونوں مشہور قول ہیں، امام احمد سے بھی اس سلسلے میں دونوں روایتیں مروی ہیں، ایک قول کے مطابق اس کو آزاد کرنا جائز نہیں، کیونکہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، اور چھوٹا بچہ خود سے ایمان نہیں لاتا، اس کا ایمان تو دنیوی احکام میں اس کے والدین کے تابع ہے، لیکن کسی نے یہ شرط نہیں لگائی کہ اس کا باطن میں مومن ہونا معلوم ہو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ چھوٹے بچے کو آزاد کرنا جائز ہے، کیونکہ آزادی کا تعلق احکامِ ظاہری سے ہے، اور وہ اپنے والدین کے تابع ہے، پس جس طرح وہ اپنے والدین کا وارث ہوتا ہے، اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، دراں حالیکہ نمازِ جنازہ مومن کی ہی پڑھی جاتی ہے، تو اس کو آزاد کرنا جائز ہوا۔

اور اسی طریقے سے وہ منافقین جنہوں نے اپنے نفاق کو ظاہر نہیں کیا (یعنی کھلم کھلا کفر کا اظہار نہیں کیا) ان کی بھی مرنے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاتا ہے، اور یہ سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانے سے چلا آ رہا ہے، اور وہ قبرستان جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور آپ کے خلفائے کرام اور صحابۂ عظام کی حیات میں مسلمانوں کے لیے تھا، اس میں ہر اس شخص کو دفن کیا جاتا تھا، جو ایمان کا اظہار کرتا تھا، اگرچہ وہ باطن میں منافق ہی کیوں نہ ہو، اور منافقوں کے لیے کوئی قبرستان ایسا نہیں تھا، جس کے ذریعے وہ دیارِ اسلام میں کسی طرح کا امتیاز حاصل کریں، جیسا کہ یہود اور نصاریٰ کا قبرستان ہوتا ہے، جس کے ذریعے سے وہ (مسلمانوں سے) ممتاز ہوتے ہیں۔

اور جس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاتا ہے، اس پر مسلمان نمازِ جنازہ بھی پڑھتے ہیں، دراں حالیکہ قرآن مجید کی رُو سے اس شخص پر نمازِ جنازہ جائز نہیں، جس کا نفاق معلوم ہو۔

پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ ظاہرِ ایمان پر مبنی ہے، اور پوشیدہ رازوں کا اللہ ہی مالک ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، منافقین کی نمازِ جنازہ بھی پڑھا کرتے تھے، اور ان کے لیے استغفار بھی کرتے تھے، یہاں تک کہ (من جانب اللہ) اس سے منع کر دیا گیا، جس کی علت کفر کا ہونا بیان کی گئی، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ باطن میں کافر ہے، اس کی نمازِ جنازہ بھی جائز ہے، اور اس کے لیے استغفار کرنا بھی جائز ہے، اگرچہ وہ بدعت کا ارتکاب کرتا ہو، اور اگرچہ وہ گناہ گار ہو۔

اور جب امامُ المسلمین، یا اہلِ علم اور دین دار لوگ، بعض ان لوگوں کی نمازِ جنازہ کو زجراً ترک کر دیں، جو بدعت، یا فجور کا اظہار کرتے ہوں، تو ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور ان کے لیے استغفار کرنا حرام نہیں ہوگا (کیونکہ یہ تو زجراً اور تنبیہاً ہے، ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی بناء پر نہیں ہے) بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس شخص کے بارے میں، جس کی نمازِ جنازہ سے آپ رک جایا کرتے تھے، اور وہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والا، اور اپنے آپ کو قتل کرنے والا، اور ایسا مقروض ہوتا تھا، جس کے قرض کی ادائیگی کا انتظام نہیں ہوتا تھا، یہ فرمادیا کرتے تھے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو (یعنی دوسروں کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم فرمادیا کرتے تھے، خود زجراً نہیں پڑھا کرتے تھے، سوائے اس منافق کے، جس کا آپ کو علم دیا گیا، اور جنازہ سے منع کیا گیا) اور یہ بات مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے لیے خفیہ طور پر استغفار کیا کرتے تھے، اگرچہ ظاہر میں اس کے مذہب سے زجر وتنبیہ کرنے کے طور پر استغفار نہیں کیا کرتے تھے، جیسا کہ ’’محلم بن جثامة‘‘ کی حدیث میں مروی ہے۔

اور کتابُ اللہ اور سنتِ رسولُ اللہ میں اسلام کو ظاہر کرنے والوں کی دو ہی قسمیں ہیں، مومن، یا منافق، پس منافق تو جہنم کے نچلے طبقے میں ہوگا، اور دوسرا مومن ہے، جس کا بعض اوقات، ایمان ناقص ہوتا ہے، تو اس کو مطلق نام شامل نہیں ہوگا، اور کبھی اس کا ایمان کامل ہوتا ہے، جس پر ان شاء اللہ تعالیٰ کلام، اسلام اور ایمان کے مسئلے میں آئے گا، اور فسّاق کے نام، ملتِ اسلام والوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

لیکن یہاں پر مقصود یہ ہے کہ کسی کو صرف اس کے گناہ کرنے، یا اس کے بدعت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے، اگرچہ وہ شخص، اس (گناہ یا بدعت) کی طرف دعوت دے، باطن میں کافر قرار نہیں دیا جائے گا، مگر اسی صورت میں، جب کہ وہ منافق ہو (جس کا حال، یقینی بہر حال، اللہ ہی بہتر جانتا ہے، ہم تو ظاہر کے مکلّف ہیں) لیکن جس کے دل میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کی لائی ہوئی باتوں پر ایمان ہو، مگر اس نے بدعت کی بعض تاویلات میں غلطی کی ہو، تو وہ بالکل بھی کافر نہیں۔

اور خوارج، بدعت کے اظہار کرنے میں اور امت کو قتل کرنے میں، اور امت کی تکفیر کرنے میں (دوسرے فرقوں کی بہ نسبت) بہت زیادہ ظاہر ہیں، لیکن صحابۂ کرام میں سے کسی نے ان کی تکفیر نہیں کی، نہ تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے، اور نہ ہی آپ کے علاوہ کسی اور نے، بلکہ ان کے متعلق وہی حکم لگایا، جو ظالم اور حد سے تجاوز کرنے والے مسلمانوں پر حکم لگاتے تھے، جیسا کہ ان کے متعلق دوسرے مقام پر آثار، ذکر کیے جا چکے ہیں۔

اور اسی طریقے سے تمام بہتّر (72) فرقوں کا بھی حال ہے، ان میں جو منافق ہو، وہ باطن میں کافر ہوگا (ظاہر میں اگرچہ مومن شمار ہوگا) اور جو منافق نہیں ہوگا، بلکہ باطن میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والا ہوگا، تو وہ باطن میں بھی کافر نہیں ہوگا، اگرچہ وہ تاویل کرنے میں خطاء کرے، اس کی خطاء جس طرح کی بھی ہو (فقہی ہو، یا اعتقادی، جب تک تاویل ممکن ہو، اگرچہ دور دراز کی ہی ہو) اور ان فرقوں میں سے بعض میں نفاق کے شعبوں میں سے کوئی شعبہ ہوتا ہے، لیکن وہ ایسا نفاق نہیں ہوتا، جس کا مرتکب، جہنم کے نچلے طبقے میں جاتا ہے۔

اور جس نے یہ بات کہی کہ بہتّر (72) فرقوں میں سے ہر ایک کو ایسا کافر قرار دیا جائے گا، جو مذہبِ اسلام سے منتقل ہو جاتا ہے، تو اس نے کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کی مخالفت کی، بلکہ ائمۂ اربعہ اور غیر ائمۂ اربعہ کے اجماع کی مخالفت کی، کیونکہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں، جس نے ان بہتّر (72) فرقوں کی تکفیر کی ہو، البتہ ان بہتّر (72) فرقوں میں سے بعض نے، بعض کی کچھ باتوں کی وجہ سے تکفیر کی، جیسا کہ ان کے متعلق دوسری جگہ تفصیل سے کلام کر دیا گیا ہے (مجموعُ الفتاوی)

اس قسم کی چیزیں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اسی انصاف واعتدال اور حق پرستی پر مبنی ہونے، اور

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مذہب کے دوسرے تمام اہل الاھواء کے مقابلہ میں معتدل ہونے کی نشانی ہیں، جن کا مندرجہ بالا عبارات میں ذکر گزرا کہ وہ ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کا اہتمام کرتے ہیں، اس کی ناحق اور غلط باتوں کی تردید بھی کرتے ہیں، اور اس کے اچھے اوصاف اور خدمات کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔

یہ بات پہلے بھی مختصر انداز میں ذکر کی جا چکی ہے کہ متکلمین کی دو جماعتیں ہیں، اشعریہ، اور ماتریدیہ، اور ان کے درمیان چند مسائل میں اختلاف ہے، جس کو بعض نے لفظی اختلاف کہا ہے، اور ''اشاعرہ'' کا لفظ مذکورہ دونوں جماعتوں پر بولا جاتا ہے، ان کے متبعین میں حنفیہ اور شافعیہ کو شمار کیا جاتا ہے، اور حنابلہ ان کی طرف انتساب نہیں کرتے۔

اور حافظ ابنِ تیمیہ کا شمار حنابلہ کے متبعین میں ہوتا ہے، جس طرح حافظ ذہبی کا بھی اصول وعقائد میں یہی ذوق ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور موجودہ زمانہ کے بہت سے اہلِ حدیث اور سلفی کہلائے جانے والے حضرات بھی، عقائد واصول کے باب میں اکثر وبیشتر، حنابلہ وابنِ تیمیہ کے پیروکار ہیں، جن سے ''اشعریہ وماتریدیہ'' کا ذوق، متعدد مسائل میں مختلف ہے۔ [1]

---

[1] والمتكلمون طائفتان :الأشعرية هم المنسوبون إلى أبى الحسن الأشعرى وتوابعه الشافعية والمالكية والطائفة الثانية الماتريدية :هم المنسوبون إلى أبى منصور الماتريدى وتوابعه الأحناف، وأبو الحسن وأبو منصور معاصران وأبو منصور أصغر سنا، وأما الحنابلة فلا ينتسبون إلى الماتريدى والأشعرى.

واعلم أن لفظ الأشاعرة يطلق على جميع من الأشعريين والماتريديين(العرف الشذى شرح سنن الترمذى، ج ا ،ص ۴۱۶،ابواب الطهارة، باب ما جاء فى نزول الرب تبارك وتعالى إلى سماء الدنيا كل ليلة)

قوله :(فجعلوها على المؤمنين) وهذا كحال المدعين العمل بالحديث فى ديارنا، فإن كل آيات نزلت فى حق الكفار، فإنهم يجعلونها فى حق المقلدين، سيما الحنفية، كثر الله تعالى حزبهم، وقد رأينا بعضع هذا فى كلام الحافظ ابن تيمية أيضا، وليس أحد يتجاوز عن حد الاعتدال إلا يضطر إلى الاقتحام فى مثله، فليحترز عن الإفراط والتفريط( فيض البارى ، ج٦ ص ۴۰۴، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور علامہ ابنِ تیمیہ کا تکفیر کے باب میں موقف اشاعرہ وماتریدیہ وحنفیہ سے سخت ہے، لیکن اس کے باوجود علامہ ابنِ تیمیہ بھی ''شیعہ ورافضہ اور امامیہ'' کی علی الاطلاق تکفیر کے قائل نہیں، بلکہ وہ علامہ آلوسی کے مطابق ''اثناعشریہ'' کو مسلم اور ''امامیہ'' کی طرف منتسب دوسرے فرقوں سے بہتر قرار دیتے ہیں، اور جو دل میں نفاق کو چھپائیں، اور اسلام کا اظہار کریں، ان پر بھی دنیا میں اسلام کے احکام جاری ہونے کا حکم فرماتے ہیں، اور فقہی واعتقادی اختلاف کو تکفیر کا باعث قرار نہیں دیتے، اور عمومی تکفیر کے مقابلہ میں متعین فرقہ، یا فرد کی تکفیر کی شرائط زیادہ سخت ہونے کا حکم بھی لگاتے ہیں۔

اس سے ان حضرات کا تسامح معلوم ہوگیا، جو علامہ ابنِ تیمیہ کی طرف دوسرے موقف کی نسبت کرتے ہیں، جیسا کہ ہم نے متعدد عربی واردو زبان کے بعض حضرات کے مضامین میں اس تسامح کو ملاحظہ کیا، بالخصوص بعض سلفی، یا وہابی ونجدی کہلائے جانے والے حضرات کے مضامین میں یہ تسامح نمایاں طور پر محسوس ہوا۔

خلاصہ یہ کہ علامہ ابنِ تیمیہ کے مفصل کلام کی رو سے روافض وامامیہ پر علی الاطلاق کفر کا حکم لگانا، اور تقیہ کی بنیاد پر منافق وزندیق کہنا، اور اس وجہ سے ان پر کفر وارتداد کے احکام جاری کرنا درست نہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والشيخ أبو منصور تلميذ لمحمد رحمهما الله تعالى بثلاث وسائط، ومعاصر للأشعرى، ولعل الأشعرى أسن منه، وقد جرى بينهما فى بعض المسائل خلاف أيضا، وعده شيخ الإسلام فى حاشية البيضاوى فى اثنين وعشرين موضعا، وبعد الإمعان يشبه النزاع اللفظى، وأصحابنا المتقدمون ينسبونهم إلى الماتريدى مع حسن الأدب بشأن الأشعرى، وليسوا كالحنابلة، فإنهم يسيئون بشأنه، والحافظ ابن تيمية رحمه الله تعالى إذا مر بشيء من أشياء يسقط له فى الكلام ولا يحاشى، كذا فى تقرير الفاضل عبد العزيز(حاشية فيض البارى ،لمحمد بدر عالم الميرتهى،ج۲ص۱٦ ، كتاب الصلاة، باب كراهية التعرى فى الصلاة وغيرها)

قال ابن تيمية فى المنتقى۔ وهو من أكابر الحنابلة(شرح النقاية، ج ا ص ۲۸۸، كتاب الصلاة،فصل فى صلاة الجماعة، الناشر: شركة دارالارقم بن ابى الارقم، بيروت، لبنان، الطبعة الاولىٰ: ۱۴۱۸ھ، 1997م)

## (فصل نمبر 2)

# حافظ ذہبی کی عبارات وحوالہ جات

حافظ شمس الدین ذہبی (المتوفیٰ: 748ھ) اگرچہ **اسماء الرجال** کے باب میں امام شمار ہوتے ہیں، لیکن وہ فرعاً **شافعیُ المذہب** ہیں، اسی کے ساتھ وہ علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد ہیں، اور عقائد واصول میں اشاعرہ وماتریدیہ کے بجائے **حنبلیُ الاعتقاد** شمار کیے جاتے ہیں، اور ''اشاعرہ، ماتریدیہ واصحابِ تاویل'' کے شدید مخالف ہیں، جو بعض محققین کے مطابق حدِ تعصب کو پہنچا ہوا ہے، مبحوث فیہ مسئلہ میں بھی ان پر، بعض جگہ یہی رنگ غالب نظر آتا ہے، البتہ بعض جگہ ایسا نہیں، جیسا کہ آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا۔ [1]

اس لئے ہم عقائد کے باب میں ان کے حوالہ جات ''حنابلہ'' کے باب میں مستقل فصل کے تحت ذکر ونقل کرنے پر مجبور ہوئے، جس پر کچھ تبصرہ، اس فصل کے آخر میں آتا ہے۔

حافظ ذہبی نے علامہ ابنِ تیمیہ کی تالیف ''**منهاجُ السنة**'' کی تلخیص کی ہے، اور اس کا نام ''**المنتقى من منهاج الاعتدال في نقض كلام أهل الرفض والاعتزال**'' رکھا ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کے حوالہ جات تو پہلے الگ فصل میں گزر چکے ہیں، یہاں حافظ ذہبی کی مذکورہ

---

[1] وذهب شيخنا ابن تيمية، وهو من أهل الاجتهاد (تاريخ الاسلام للذهبى، ج۷ص۱۶۵، تحت ترجمة ''محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب، أبو جعفر الطبرى'' رقم الترجمة ۴۸۳)

الذهبى وهو حنبلى الاعتقاد وشافعى المذهب (فيض البارى على صحيح البخارى، ج۱، ص۲۵۱، كتاب العلم، باب ما كان النبى -صلى الله عليه وسلم- يتخولهم بالموعظة والعلم كى لا ينفروا)

الذهبى (673-748 هـ) هو محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز أبو عبد الله، شمس الدين الذهبى . تركمانى الأصل من أهل دمشق شافعى . إمام حافظ مؤرخ، كان محدث عصره . سمع عن كثير بن بدمشق وبعلبك ومكة ونابلس . برع فى الحديث وعلومه . كان يرحل إليه من سائر البلاد . وكان فيه ميل إلى آراء الحنابلة، ويمتاز بأنه كان لا يتعدى حديثا يورده حتى يبين ما فيه من ضعف متن، أو ظلام إسناد، أو طعن فى روايته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱، ص۳۵۱، مادة ''تراجم الفقهاء'')

تالیف اوران کی دیگر تالیفات کے چند حوالہ جات ذکر کئے جاتے ہیں۔

حافظ ذہبی ''المنتقٰی'' میں فرماتے ہیں:

**والرافضة فيهم من هو متعبد متورع زاهد لكن ليسوا فى ذلك مثل غيرهم من أهل الأهواء فالمعتزلة أعقل منهم وأعلم وأدين والكذب والفجور فيهم أقل منه فى الرافضة.**
**والزيدية من الشيعة خير منهم وأقرب إلى الصدق والعدل والعلم.**
**وليس فى أهل الأهواء أصدق ولا أعبد من الخوارج.**
**ومع هذا فأهل السنة يستعملون معهم العدل والإنصاف ولا يظلمونهم فإن الظلم حرام مطلقا كما تقدم.**
**بل أهل السنة لكل طائفة من هؤلاء خير من بعضهم لبعض بل هم للرافضة خير وأعدل من بعض الرافضة لبعض.**
**وهذا مما يعترفون هم به ويقولون أنتم تنصفوننا ما لا ينصف بعضنا بعضا.**
**وهذا لأن الأصل الذى اشتركوا فيه أصل فاسد مبنى على جهل وظلم.**
**وهم مشتركون فى ظلم سائر المسلمين فصاروا بمنزلة قطاع الطريق المشتركين فى ظلم الناس.**
**ولا ريب أن المسلم العالم العادل أعدل عليهم وعلى بعضهم من بعض.**
**والخوارج تكفر أهل الجماعة وكذلك أكثر المعتزلة يكفرون من خالفهم وكذلك أكثر الرافضة.**
**ومن لم يكفر فسق وكذلك أكثر أهل الأهواء يبتدعون رأيا ويكفرون من خالفهم فيه.**
**وأهل السنة يتبعون الحق من ربهم الذى جاء به الرسول ولا يكفرون من خالفهم فيه بل هم أعلم بالحق وأرحم بالخلق** (المنتقٰى من منهاج الاعتدال، ص۳۲۸، الفصل الثالث فى إمامة على رضى الله عنه)

ترجمہ: اور رافضیوں میں عبادت گزار و پرہیز گار اور عابد وزاہد لوگ بھی ہیں، لیکن وہ اس سلسلہ میں دوسرے **اھل الاھواء** کے مثل نہیں ہیں، پس معتزلہ اُن سے زیادہ عقل منداور زیادہ علم والے، اور زیادہ دین دار ہیں، اور اُن میں کذب اور فجور ''رافضہ'' کے مقابلہ میں کم ہے۔

اور ''شیعہ'' کا ''زیدیہ'' فرقہ ''رافضہ'' سے بہتر ہے، اور وہ صدق اور عدل اور علم کے زیادہ قریب ہے۔

اور **اهل الاهواء** میں کوئی فرقہ بھی ''خوارج'' سے زیادہ سچا اور عبادت گزار نہیں ہے۔

اور اس کے باوجود اہلُ السنۃ، ان سب کے ساتھ عدل وانصاف کو اختیار کرتے ہیں، اُن پر ظلم نہیں کرتے، کیونکہ ظلم مطلقاً حرام ہے (جو اپنے مخالفین پر بھی جائز نہیں) جیسا کہ گزرا۔

بلکہ اہلُ السنۃ، ان اہل الاھواء کی ہر جماعت کے لیے، بہتر ہیں، جتنے وہ ایک دوسرے کے لیے نہیں ہیں، بلکہ اہلُ السنۃ ''رافضہ'' کے لیے بھی خیر اور عدل کا معاملہ کرتے ہیں، اس سے بھی زیادہ جتنا ''رافضہ'' ایک دوسرے کے لیے کرتے ہیں۔

اور اس چیز کا روافض بھی اعتراف کرتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ اس طرح کا انصاف کرتے ہو کہ جس طرح کا انصاف ہمارے بعض، بعض کے ساتھ نہیں کرتے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس بنیاد میں وہ ''روافض'' شریک ہیں، وہ فاسد ہے، جو جہل اور ظلم پر مبنی ہے۔

اور وہ تمام مسلمانوں پر ظلم کرنے میں شریک ہیں، پس وہ لوگوں کے اوپر ظلم کرنے میں شرکت کرنے والے ''**قطاعُ الطريق**'' کے درجہ میں ہو گئے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم، عالم عادل اُن پر زیادہ عدل کرنے والا ہے، اور ان کے بعض کے بعض پر برتاؤ کرنے کے مقابلہ میں بھی زیادہ عدل کرنے والا ہے۔

اور خوارج ''**اهـلُ الـجـمـاعة**'' کی تکفیر کرتے ہیں، اور اسی طریقے سے اکثر معتزلہ اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے ہیں، اور اسی طریقہ سے اکثر رافضہ بھی اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے ہیں۔

اور جو تکفیر نہیں کرتے، وہ تفسیق کرتے ہیں، اور اسی طریقہ سے دیگر اکثر اہلِ اھواء

ایک بدعت پر مشتمل پر رائے کو ایجاد کرتے ہیں، اور اس میں مخالفت کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

لیکن اہل السنۃ، اپنے رب کی طرف سے اس حق کی اتباع کرتے ہیں، جس کو اللہ کے رسول لے کر آئے، اور وہ اس میں اپنی مخالفت کرنے والوں کی تکفیر نہیں کرتے، بلکہ وہ جس طرح حق کا زیادہ علم رکھنے والے ہیں، اسی طرح (اہلِ اھواء کے مقابلہ میں) مخلوق پر سب سے زیادہ رحم بھی کرنے والے ہیں (المنتقٰی)

اور حافظ ذہبی مذکورہ تالیف میں ہی آگے فرماتے ہیں:

**الرافضة بأصنافها غاليها وإماميها وزيديها،والله يعلم وكفى بالله عليما ليس فى جميع الطوائف المنتسبة إلى الإسلام مع بدعة وضلالة شر منهم لا أجهل ولا أكذب ولا أظلم ولا أقرب إلى الكفر والفسوق والعصيان وأبعد عن حقائق الإيمان منهم** (المنتقٰى من منهاج الاعتدال، ص ۳۳۲،الفصل الثالث فى إمامة على رضى الله عنه)

ترجمہ: رافضہ اپنی اقسام کے ساتھ، یعنی ان کے غالی، اور ان کے امامی، اور ان کے زیدی، واللہ اعلم اور اللہ ہی کافی ہے، علیم ہونے کے اعتبار سے، جتنی بھی جماعتیں اسلام کی طرف اپنی نسبت کرتی ہیں، ان سب میں کوئی بھی بدعت اور شر کے اعتبار سے ان رافضہ سے زیادہ نہیں، نہ تو اجھل ہونے کے اعتبار سے، نہ ہی اکذب ہونے کے اعتبار سے، اور نہ ہی اظلم ہونے کے اعتبار سے، اور نہ ہی کفر اور فسوق اور عصیان کے قریب تر، اور حقائقِ ایمان سے بعید تر ہونے کے اعتبار سے (المنتقٰی)

اور اسی تالیف میں آگے چل کر حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

**وهؤلاء الرافضة إما منافق وإما جاهل فلا يكون رافضى ولا جهمى إلا منافقا أو جاهلا بما جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم لا يكون فيهم أحد عالما بما جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم مع الإيمان به فإن مخالفتهم لما جاء به الرسول وكذبهم عليه لا يخفى قط إلا على مفرط فى الجهل والهوى.**

وشيوخهم المصنفون فيهم طوائف يعلمون أن كثيرا مما يقولونه كذب ولكن يصنفون لهم رياستهم عليهم.
وهذا المصنف يتهمه الناس بهذا ولكن صنف لأجل أتباعه.
فإن كان أحدهم يعلم أن ما يقوله باطل ويظهره ويقول إنه حق من عند الله فهو من جنس علماء اليهود الذين "يكتبون الكتاب بأيديهم ثم يقولون هذا من عند الله ليشتروا به ثمنا قليلا فويل لهم مما كتبت أيديهم وويل لهم مما يكسبون" وإن كان يعتقد أنه حق دل ذلك على نهاية جهله وضلاله
(المنتقٰى من منهاج الاعتدال، ص ۳۳۳، الفصل الثالث فی إمامة علی رضی الله عنه)

ترجمہ: اور یہ ''رافضہ'' یا تو منافق ہیں، اور یا جاہل ہیں، پس ''رافضی'' اور ''جہمی'' یا منافق ہوتا ہے، یا اُن احکام سے جاہل ہوتا ہے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، اُن میں کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان اور علم کا حامل نہیں ہوتا، کیونکہ اِن لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی مخالفت، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا، ایسا امر ہے، جو کبھی بھی مخفی نہیں رہ سکتا، سوائے جہل اور خواہش پرستی میں، افراط کرنے والے کے۔

اوران کے شیوخ جو تصنیف کرنے والے ہیں، ان میں ایسی جماعتیں ہیں، جو اس بات کو جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں، اس کا بیشتر حصہ جھوٹ ہے، لیکن وہ روافض پر ریاست حاصل کرنے کے لیے تصنیف کرتے ہیں۔

اور یہ مصنف (جس کی تردید ''منهاجُ السنة'' میں تحریر کی گئی) لوگوں کو اس بات کی تہمت لگاتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ اپنے متبعین کے لیے تصنیف کرتا ہے۔

پس ان میں سے کوئی اس بات کو جانتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے، وہ باطل ہے، اور وہ اس بات کا اظہار کرتا ہے، اور اس کا اللہ کے نزدیک حق ہونے کا قول کرتا ہے، تو یہ طرزِ عمل علمائے یہود کی جنس سے تعلق رکھتا ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''يكتبون الكتاب بأيديهم ثم يقولون هذا من عند الله

**ليشتروا به ثمنا قليلا فويل لهم مما كتبت أيديهم وويل لهم مما يكسبون''**

**اور اگر وہ اس کے حق ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، تو یہ اس کی غایتِ جہالت و ضلالت کی دلیل ہے** (المنتقیٰ)

**اور حافظ ذہبی مذکورہ تالیف میں اہل السنۃ کے اعتدال کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

**وإذا قال المسلم ''ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان'' يقصد كل من سبقه من قرون الأمة بالإيمان وإن كان قد أخطأ فى تأويل تأوله فخالف السنة أو أذنب ذنبا فإنه من إخوانه الذين سبقوه بالإيمان فيدخل فى العموم وإن كان من الثنتين والسبعين فرقة.**

**فإنه ما من فرقة إلا وفيها خلق كثير ليسوا كفارا بل مؤمنين فيهم ضلال وذنب يستحقون به الوعيد كما يستحقه عصاة المؤمنين.**

**والنبى صلى الله عليه وسلم لم يخرجهم من الإسلام بل جعلهم من أمته ولم يقل أنهم يخلدون فى النار.**

**فهذا أصل عظيم ينبغى مراعاته فإن كثيرا من المنتسبين إلى السنة فيهم بدعة من جنس بدع الرافضة والخوارج.**

**وأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على بن أبى طالب وغيره لم يكفروا الخوارج الذين قاتلوهم بل أول ما خرجوا عليه وتحيزوا بحروراء وخرجوا عن الطاعة والجماعة قال لهم على بن أبى طالب رضى الله عنه إن لكم علينا أن لا نمنعكم من مساجدنا ولا حقكم من الفيء.**

**ثم أرسل إليهم ابن عباس فناظرهم فرجع نحو نصفهم ثم قاتل الباقى وغلبهم ومع هذا لم يسب لهم ذرية ولا غنم لهم مالا ولا سار فيهم سيرة الصحابة فى المرتدين كمسيلمة وأمثاله.**

**وعن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب قال كنت عند على حين فرغ من قتال أهل النهروان فقيل له أمشركون هم قال من الشرك فروا،فقيل أمنافقون قال المنافقون لا يذكرون الله إلا قليلا،قيل فما هم قال قوم بغوا علينا فقاتلناهم فقد صرح على رضى الله عنه بأنهم مؤمنون ليسوا كفارا ولا منافقين** (المنتقیٰ، ص ۳۳۴،و ۳۳۵،الفصل الثالث فى إمامة على رضى الله عنه)

**ترجمہ: اور جب مسلم یہ دعاء کرتا ہے کہ ''رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ ''تو وہ ہر زمانہ میں گزرے ہوئے مومن امتی کا ارادہ کرتا ہے، اگرچہ اس مومن نے کسی تاویل میں خطاء کی ہو، اور سنت کی مخالفت کی ہو، یا کوئی**

گناہ کیا ہو، کیونکہ وہ سب لوگ اس کے ان بھائیوں میں شامل ہوتے ہیں، جو ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اس لیے وہ اس عموم میں داخل ہوتے ہیں، اگرچہ وہ (غیر ناجی) بہتّر (72) فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں۔

اس لیے کہ ان فرقوں میں سے کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے، جس میں خلقِ کثیر نہ ہو، اور وہ (بہتّر فرقے) کفار نہیں ہیں، بلکہ مومن ہیں، جن میں گمراہ لوگ بھی ہیں، اور گناہ گار بھی ہیں، جو اسی طرح کی وعید کے مستحق ہیں، جس طرح کی وعید کے گناہ گار مومنین مستحق ہوتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا، بلکہ ان کو اپنے امتیوں میں شمار کیا، اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

پس یہ شریعت کا بہت بڑا قاعدہ ہے، جس کی رعایت ضروری ہے، کیونکہ بہت سے سنت کی طرف نسبت کرنے والے لوگوں میں ایسی بدعت کا وجود پایا جاتا ہے، جو کہ رافضیہ اور خوارج کی بدعت کی جنس سے تعلق رکھتی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام، مثلاً حضرت علی بن ابی طالب اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان خوارج کو کافر قرار نہیں دیا، جنہوں نے ان سے قتال کیا، بلکہ شروع میں جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ (جن کا شمار خلفائے راشدین، اور عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے) کے خلاف خروج کیا، اور حروراء میں قبضہ کیا اور وہ (خلیفۂ راشد کی) اطاعت اور جماعت سے خارج ہو گئے، تو ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم تمہیں اپنی مساجد سے منع نہ کریں، اور نہ تمہارے مالِ فیء کے حق سے منع کریں۔

پھر ان کی طرف ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا، جنہوں نے ان سے مناظرہ کیا،

جس کی بناء پر ان کے آدھے کے قریب لوگوں نے رجوع کرلیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقی لوگوں سے قتال کیا، اوران پر غلبہ حاصل کیا، لیکن اس کے باوجود ان کی اولاد کو قید نہیں کیا، اورنہ ان کے مال کو مالِ غنیمت بنایا، اورنہ ہی ان کے متعلق صحابہ کے اس طریقہ کو اختیار کیا، جو طریقہ صحابۂ کرام نے مرتدین کے بارے میں اختیار کیا، جیسا کہ مسیلمہ کذاب اوران کے مثل کے بارے میں۔

اورقیس بن مسلم، طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، جب وہ اہلِ نہروان کے قتال سے فارغ ہوئے، آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ وہ شرک سے بھاگ چکے ہیں، پھر آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ منافق ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ منافق تو اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، پھر آپ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ وہ باغی لوگ ہیں، جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے، جس کے نتیجے میں ہم نے ان سے قتال کیا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ خوارج مؤمن ہیں، کفار نہیں ہیں، اورنہ ہی منافقین ہیں (المنتقیٰ)

مذکورہ عبارات سے روافض کی علی الاطلاق عدمِ تکفیر معلوم ہوئی۔

حافظ ذہبی نے مذکورہ کتاب، علامہ ابنِ تیمیہ کی ''منہاجُ السنة'' کی تلخیص کے طور پر تالیف فرمائی ہے، اورعلامہ ابنِ تیمیہ نے ''منہاجُ السنة'' دراصل ''ابن المطهر'' کی کتاب کی تردید میں تالیف فرمائی تھی۔

''ابن المطهر'' کا پورا نام ''حسن بن یوسف بن مطہر حلّی (المتوفیٰ: 726ھ) ہے، ان کو اثنا عشری سلسلہ کا فقیہ، مجتہد اور مرجع و متکلم شمار کیا جاتا ہے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''لسانُ المیزان'' میں ان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

''عالم الشيعة وإمامهم ومصنفهم وكان آية في الذكاء''

اور فرمایا کہ انہوں نے ''مختصر ابن الحاجب'' کی ایک عمدہ شرح لکھی ہے، جو نہایت سہل مآخذ اور انتہائی توضیح پر مشتمل ہے، اور ان کی تصانیف، ان کی زندگی میں ہی شہرت حاصل کر چکی تھیں، اور جب ان کو اپنی کتاب کی تردید پر مشتمل، علامہ ابنِ تیمیہ کی تالیف پہنچی، تو انہوں نے یہ کہا:

'' لو كان يفهم ما أقول لأجبته'' [1]

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة'' میں بھی ابن المطہر کے حالات پر روشنی ڈالی ہے، اور ان کو ''معتزلی'' اور ''شیعی'' کہا ہے، اور نصیر الدین طوسی کے شاگردوں میں شمار کیا ہے، اور فرمایا:

''وله كتاب في الإمامة رد عليه فيه ابن تيمية بالكتاب المشهور المسمى بالرد على الرافضي وقد أطنب فيه وأسهب وأجاد في الرد إلا أنه تحامل في مواضع عديدة ورد أحاديث موجودة وإن كانت ضعيفة بأنها مختلفة'' [2]

---

[1] (ز): الحسين بن يوسف بن المطهر الحلي [وقيل اسمه يوسف بن الحسن بن المطهر] عالم الشيعة وإمامهم ومصنفهم وكان آية في الذكاء. شرح مختصر ابن الحاجب شرحا جيدا سهل المأخذ غاية في الإيضاح واشتهرت تصانيفه في حياته. وهو الذي رد عليه الشيخ تقي الدين ابن تيمية في كتابه المعروف بـ "الرد على الرافضي" وكان ابن المطهر مشتهر الذكر ريض الأخلاق. ولما بلغه بعض كتاب ابن تيمية قال لو كان يفهم ما أقول لأجبته. ومات في المحرم سنة ست وعشرين وسبع مئة عن ثمانين سنة وكان في آخر عمره انقطع في الحلة إلى أن مات (لسان الميزان لابنِ حجر، ج٣ص ٢١٥، ٢١٦، تحت رقم الترجمة ٢٦١٩، حرف الحاء)

[2] الحسين بن يوسف بن المطهر الحلي المعتزلي جمال الدين الشيعي ولد في سنة بضع وأربعين وستمائة ولازم النصير الطوسي مدة واشتغل في العلوم العقلية فمهر فيها وصنف في الأصول والحكمة وكان صاحب أموال وغلمان وحفدة وكان رأس الشيعة بالحلة واشتهرت تصانيفه وتخرج به جماعة وشرحه على مختصر ابن الحاجب في غاية الحسن في حل ألفاظه وتقريب معانيه وصنف في فقه الأمامية وكان قيما بذلك داعية إليه وله كتاب في الإمامة رد عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ علامہ صلاح الدین صفدی نے ''أعیان العصر وأعوان النصر'' میں ابن المطہر کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ:

''الشیخ الإمام العلامة ذو الفنون، جمال الدین بن المطهر الأسدی الحلی المعتزلی .عالم الشیعه، والقائم بنصرة تلک الأقاویل الشنیعه'' [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فيه ابن تيمية بالكتاب المشهور المسمى بالرد على الرافضى وقد أطنب فيه وأسهب وأجاد فى الرد إلا أنه تحامل فى مواضع عديدة ورد أحاديث موجودة وإن كانت ضعيفة بأنها مختلفة وإياه عنى الشيخ تقى الدين السبكى بقوله:(وابن المطهر لم تطهر خلائقه ...دا ع إلى الرفض غال فى تعصبه) (ولابن تيمية رد عليه له ...أجاد فى الرد واستيفاء أضربه) الأبيات.

وله كتاب الأسرار الخفية فى العلوم العقلية وغير ذلک وبلغت تصانيفه مائة وعشرين مجلدة فيما يقال ولما وصل إليه كتاب ابن تيمية فى الرد عليه كتب أبياتا أولها:

(لو كنت تعلم كل ما علم الورى ...طرا لصرت صديق كل العالم) الأبيات.

وقد أجابه الشمس الموصلى على لسان ابن تيمية ويقال أنه تقدم فى دولة خربندا وكثرت أمواله وكان مع ذلک فى غاية الشح وحج فى أواخر عمره وتخرج به جماعة فى عدة فنون وكانت وفاته فى شهر المحرم سنة 726أو فى آخر سنة 725وقيل اسمه الحسن بفتحتين وقد تقدم التنبيه عليه(الدرر الكامنة فى أعيان المائة الثامنة لابنِ حجر، ج۲ص۱۸۸، ۱۸۹، تحت رقم الترجمة ''۱۶۱۸'')

[1] الحسين بن يوسف بن المطهر:الشيخ الإمام العلامة ذو الفنون، جمال الدين بن المطهر الأسدى الحلى المعتزلى .عالم الشيعه، والقائم بنصرة تلک الأقاويل الشنيعه، صاحب التصانيف التى اشتهرت فى حياته، ودلت على كثرة أدواته، وكان ريض الأخلاق حليما، قائماً بالعلوم العقلية حكيما، طار ذكره فى الأقطار، واقتحم الناس إليه المخاوف والأخطار، وتخرج به أقوام، ومرت عليه السنون والأعوام، وصنف فى الحكمه، وخلط فى الأصول النور بالظلمه، وتقدم فى آخر أيام حزابندا تقدماً زاد حده، وفاض على الفرات مده .وكان له إدارات عظيمه وأملاک لها فى تلک البلاد قدر جليل وقيمة، ومماليک أتراک، وحفدة يقع الشر معهم فى أشراک.

وكان يصنف وهو راكب، ويزاحم بعظمته الكواكب .ثم إنه حج وانزوى، وحمل بعد ذلک الرهج وانطوى.ولم يزل بالحلة على حاله إلى أن قطع الموت دليله، ولم يجد حوله من حوله حيله.

وتوفى رحمه الله تعالى فى شهر الله المحرم سنة خمس وعشرين وسبع مئة، وقيل: سنة ست وعشرين وسبع مئة، وقد ناهز الثمانين .ومن تصانيفه شرح مختصر ابن الحاجب، وهو مشهور فى حياته وإلى الآن، وله كتاب فى الإمامة رد عليه العلامة تقى الدين بن تيمية فى ثلاث مجلدات كبار، وكان يسميه: ابن المنجس، وله كتاب الأسرار الحفية فى العلوم العقلية(أعيان العصر وأعوان النصر للصفدى، ج۲ص۲۹۲، ۲۹۳، تحت ترجمة ''الحسين بن يوسف بن المطهر'' حرف الحاء)

حافظ ذہبی ''میزانُ الاعتدال'' میں فرماتے ہیں:

**قلت: قد اختلف الناس فی الاحتجاج برواية الرافضة على ثلاثة أقوال:**
**أحدها – المنع مطلقا.**
**الثانی – الترخص مطلقا إلا فيمن يكذب ويضع.**
**الثالث – التفصيل، فتقبل رواية الرافضی الصدوق العارف بما يحدث، وترد رواية الرافضی الداعية ولو كان صدوقا** (ميزان الاعتدال، ج ا ص ۲۷، تحت ترجمة ''إبراهيم بن الحكم بن ظهير الكوفی'' رقم الترجمة ۷۳، حرف الالف)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ لوگوں (یعنی محدثین) کا ''رافضہ'' کی روایت سے حجت پکڑنے میں اختلاف ہے، جس میں تین اقوال پائے جاتے ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ ''رافضہ'' کی روایت سے حجت پکڑنا مطلقاً ممنوع ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ''رافضہ'' کی روایت سے حجت پکڑنے کی مطلقاً گنجائش ہے، سوائے اس کے جو جھوٹ بولے، اور حدیث کو گھڑے۔

تیسرا قول تفصیل کا ہے، جس کے مطابق سچے اور اپنی بیان کردہ حدیث کی معرفت رکھنے والے رافضی کی روایت قبول کر لی جائے گی، اور جو رِفض کی دعوت دینے والا ہو، اس کی رَد کر دی جائے گی، اگرچہ وہ سچا ہو (میزانُ الاعتدال)

حافظ ذہبی نے جو اقوال ذکر کئے، ان کے علاوہ بھی اقوال ہیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے، جن سے روافض کی علی الاطلاق تکفیر کا مرجوح ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حافظ ذہبی ''میزانُ الاعتدال'' میں ہی فرماتے ہیں:

**البدعة على ضربين: فبدعة صغرى كغلو التشيع، أو كالتشيع بلا غلو ولا تحرف، فهذا كثير فی التابعين وتابعيهم مع الدين والورع والصدق.**
**فلو رد حديث هؤلاء لذهب جملة من الآثار النبوية، وهذه مفسدة بينة.**
**ثم بدعة كبرى، كالرفض الكامل والغلو فيه، والحط على أبی بكر وعمر رضی الله عنهما، والدعاء إلى ذلك، فهذا النوع لا يحتج بهم ولا كرامة.**
**وأيضا فما أستحضر الآن فی هذا الضرب رجلا صادقا ولا مأمونا، بل الكذب شعارهم، والتقية والنفاق دثارهم، فكيف يقبل نقل من هذا حاله! حاشا وكلا.**
**فالشيعی الغالی فی زمان السلف وعرفهم هو من تكلم فی عثمان والزبير وطلحة ومعاوية وطائفة ممن حارب عليا رضی الله عنه، وتعرض لسبهم.**

**والغالي في زماننا وعرفنا هو الذي يكفر هؤلاء السادة، ويتبرأ من الشيخين أيضا، فهذا ضال معثر "ولم يكن أبان بن تغلب يعرض للشيخين أصلا، بل قد يعتقد عليا أفضل منهما"** (ميزان الاعتدال للذهبي، ج ا ص ۵،و ٦، تحت ترجمة "ابان بن تغلب" رقم الترجمه ٢، حرف الالف)

**ترجمہ:** بدعت کی دو قسمیں ہیں:

ایک بدعتِ صغریٰ، جیسا کہ تشیع کا غلو، اور تشیع بلا غلو اور بلا تحرف، پس یہ دین اور ورع اور صدق کے ساتھ بہت سے تابعین اور تبع تابعین میں پایا جاتا ہے۔

پس اگر ان لوگوں کی حدیث کو رَد کر دیا جائے، تو احادیثِ نبوی کا بہت بڑا حصہ ضائع چلا جائے گا، اور یہ واضح مفسدہ ہے۔

پھر بدعتِ کبریٰ ہے، جیسا کہ ”رفضِ کامل اور اس میں غلو“ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر جرح کرنا، اور اس کی طرف دعوت دینا، پس اس نوع کے لوگوں کو حجت نہیں سمجھا جائے گا، اور نہ ان کا ”اکرام“ کیا جائے گا۔

اور نیز مجھے اس وقت، اس قسم میں کوئی سچا اور مامون آدمی مستحضر نہیں، بلکہ جھوٹ ان کا شعار ہے، اور تقیہ اور نفاق ان کی چادر ہے، پس ایسے شخص کی روایت کو کیسے قبول کر لیا جائے گا، جس کی حالت یہ ہو ”ہرگز اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا“

پس زمانۂ سلف اور ان کے عرف میں ”شیعہ غالی“ وہ تھا، جو حضرت عثمان اور زبیر اور طلحہ اور معاویہ اور ایک اُس جماعت کے حق میں کلام کرے، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کیا ہے، اور ان پر سب وشتم کرے۔

اور ہمارے زمانہ اور عرف میں ”شیعہ غالی“ وہ ہے، جو ان سادات کی تکفیر کرے، اور شیخین رضی اللہ عنہما سے تبریٰ بھی کرے، پس یہ شخص گمراہ اور زلّت میں مبتلا ہے، اور ”ابان بن تغلب“ شیخین رضی اللہ عنہما سے بالکل تعرض نہیں فرماتے تھے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیخین سے افضل ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے“ (میزانُ الاعتدال)

عزالدین محمد بن اسماعیل صنعانی، المعروف کاسلافہ بالامیر (المتوفیٰ:1182ھ) فرماتے ہیں:

**قول الذهبی إن أهل البدعة الكبرى الحاطين على الشيخين الدعاة إلى ذلک لا يقبلون ولا كرامة غير صحيح فقد خرجوا الجماعة من أهل هذا القبيل كعدی بن ثابت وتقدم لک أنه قال الدارقطنی رافضی غال. وأخرج الستة لأبی معاوية الضرير قال الذهبی إنه غال فی التشيع ووثقه العجلی ولا يخفی من وثقوه من أهل هذه الصفة. ولا تراهم يعولون إلا على الصدق كما قال البخاری فی أيوب ابن عائذ بن مدلج كان يری الإرجاء إلا أنه صدوق وقد وثقه من سلف** (ثمرات النظر فی علم الأثر، ص ۱۲۲، و۱۲۳، نتائج البحث)

ترجمہ: ذہبی کا یہ فرمانا کہ اہلِ بدعتِ کبریٰ، جو شیخین کی شان کو گرانے والے ہوں، اس کے داعی ہوں ان کی روایت قبول نہیں کی جائے گی،، اور کوئی کرامت نہ ہوگی، یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ محدثین کی ایک جماعت نے اس قبیل کے راویوں کی احادیث کو روایت کیا ہے، جیسا کہ عدی بن ثابت، اور یہ بات آپ کے سامنے پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ دارقطنی نے ان کو غالی رافضی کہا ہے۔

اور صحاحِ ستہ نے ابومعاویہ ضریر کی حدیث کی تخریج کی ہے، حافظ ذہبی نے فرمایا کہ یہ تشیع میں غالی تھے، اور ان کی عجلی نے توثیق کی ہے، اور وہ لوگ مخفی نہیں، جنہوں نے اس صفت کے راویوں کی توثیق کی ہے۔

اور کیا آپ نہیں دیکھتے کہ محدثین ''صدق'' کو بنیاد بناتے ہیں، جیسا کہ بخاری نے ایوب بن عائذ بن مدلج کے بارے میں فرمایا کہ وہ ''مرجئہ'' تھے، لیکن وہ سچے ہیں، اور بعض سلف نے بھی ان کی توثیق کی ہے (ثمرات النظر)

عزالدین صنعانی کے مزید حوالہ جات آگے آتے ہیں۔

اور حافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں فرمایا:

''جو شخص شیخین سے محبت کرے، تو وہ تشیع میں غالی نہیں، اور جو شخص شیخین کے بارے میں کلام (یعنی زبان درازی) کرے، تو وہ غالی رافضی ہے''۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] قلت: كل من أحب الشيخين فليس بغال فی التشيع، ومن تكلم فيهما فهو غال رافضی (تاريخ الإسلام، ج۷، ص ۳۳۹، رقم الترجمة ۱۳۶۱، تحت ترجمة "الحسين بن محمد بن مودود، أبو عروبة بن أبی معشر الحرانی السلمی الحافظ" حرف الحاء)

اورحافظ ذہبی نے''تذکرۃ الحفاظ''میں فرمایا کہ:

''جو شخص شیخین سے محبت کرے، وہ غالی نہیں کہلاتا، البتہ جو شخص شیخین کے بارے میں کلام (یعنی زبان درازی) کرے، تو وہ غالی دھوکہ باز ہے، اور اگر وہ العیاذ باللہ شیخین کی تکفیر کرے، تو اس پر تکفیر اور لعنت جائز ہے''۔انتہٰی۔ [1]

حافظ ذہبی نے مذکورہ عبارت میں اپنا رجحان ظاہر فرمایا ہے، جس کے متعلق دیگر اقوال بھی ہیں، جیسا کہ پہلے گزرا، اور یہ بھی گزرا کہ جب تک کسی کی تکفیر متفق علیہ طریقہ پر نہ ہو، اس وقت تک تکفیر صریح کا حکم نہ لگایا جائے گا، مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

اورحافظ ذہبی جس بنیاد پر تکفیر کے قائل ہیں، دیگر محدثین اس کی روایت قبول ہونے کے قائل ہیں۔

چنانچہ حافظ ابنِ حجر کے تلمیذ شمس الدین، محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (المتوفیٰ:902ھ) کی''فتح المغیث''کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ حافظ ذہبی نے متاخرین کے عرف میں متشیع ورفضِ کامل کی روایت قبول نہ ہونے کا جو قول کیا ہے، اس کے مقابلہ میں اکثر محدثین کا قول''اپنی بدعت کا داعی نہ ہونے کی صورت میں قبول ہونے''کا ہے۔ [2]

نیز حافظ ذہبی''میزانُ الاعتدال''میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

قلت :حاشا عتاة الرفض من أن يقولوا :علی هو الله، فمن وصل إلى هذا فهو كافر لعين من إخوان النصارى، وهذه هى نحلة النصيرية (ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، ج١،ص١٩٧،رقم الترجمة ٧٨٣، تحت ترجمة "إسحاق بن محمد النخعى الأحمر"حرف الالف)

---

[1] وقد ذكره ابن عساكر فى ترجمة معاوية فقال كان أبو عروبة غاليا فى التشيع شديد الميل على بنى أمية قلت :كل من أحب الشيخين فليس بغال بلى من تكلم فيهما فهو غال مغتر فإن كفرهما والعياذ بالله جاز عليه التفكير واللعنة(تذكرة الحفاظ، ج٢،ص ٢٣٠، تحت ترجمة "أبو عروبة الحافظ الإمام محدث حران الحسين بن محمد" رقم الترجمة 770-116\10، الطبقة العاشرة )

[2] وأما التشيع فى عرف المتأخرين فهو الرفض المحض، فلا يقبل رواية الرافضى الغالى ولا كرامة. (والأكثرون) من العلماء (ورآه) ابن الصلاح (الأعدلا) والأولى من الأقوال (ردوا دعاتهم فقط)(فتح المغيث بشرح الفية الحديث، ج٢،ص٦٧،معرفة من تقبل روايته ومن ترد،رواية المبتدع)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ گناہ گار روافض، ہرگز اس (زندقہ پر مشتمل) بات کے قائل نہیں کہ وہ اللہ پر ایسا جھوٹ باندھیں، پس جو اس حد تک پہنچ جائے، وہ کافر ملعون ہے، نصاریٰ کے اخوان میں سے ہے، اور یہ دراصل ''نصیریہ'' کا عقیدہ ہے (میزانُ الاعتدال)

مطلب یہ ہے کہ اصل روافض کا عقیدہ زندقہ والا نہیں، بلکہ جو نصیریہ وغیرہ ہیں، ان کا عقیدہ اس طرح کا ہوتا ہے۔

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ اپنی تالیف ''سیر اعلام النبلاء'' میں فرماتے ہیں:

قلت :هذه مسألة كبيرة، وهى :القدرى، والمعتزلى، والجهمى، والرافضى، إذا علم صدقه فى الحديث وتقواه، ولم يكن داعيا إلى بدعته، فالذى عليه أكثر العلماء قبول روايته، والعمل بحديثه. وترددوا فى الداعية، هل يؤخذ عنه؟

فذهب كثير من الحفاظ إلى تجنب حديثه، وهجرانه.

وقال بعضهم :إذا علمنا صدقه، وكان داعية، ووجدنا عنده سنة تفرد بها، فكيف يسوغ لنا ترك تلك السنة؟

فجميع تصرفات أئمة الحديث، تؤذن بأن المبتدع إذا لم تبح بدعته خروجه من دائرة الإسلام، ولم تبح دمه، فإن قبول ما رواه سائغ .

وهذه المسألة لم تتبرهن لى كما ينبغى، والذى اتضح لى منها: أن من دخل فى بدعة، ولم يعد من رؤوسها، ولا أمعن فيها، يقبل حديثه، كما مثل الحافظ أبو زكريا بأولئك المذكورين، وحديثهم فى كتب الإسلام لصدقهم وحفظهم (سير أعلام النبلاء، ج۷، ص ۱۵۴، رقم الترجمة ۵۱، تحت ترجمة "هشام الدستوائى أبو بكر بن سنبر البصرى")

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ ''قدری، اور معتزلی، اور جہمی، اور رافضی'' کا جب حدیث میں سچا ہونا، اور اس کا تقویٰ معلوم ہو جائے، اور وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو، تو اکثر علماء اس کی روایت کو قبول کرتے ہیں، اور اس کی حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

اور جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو، اس میں تردد اختیار کرتے ہیں کہ کیا اس کی روایت کو لیا جائے گا، یا نہیں؟

پس بہت سے حفاظ اس کی حدیث سے اجتناب اختیار کرنے، اور اس کے ہجران کی طرف گئے ہیں۔

اور بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ جب ہمیں اس (بدعتی قدری، اور معتزلی، اور جہمی، اور رافضی) کا سچا ہونا معلوم ہوجائے، اور وہ بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو، اور ہم ایسی سنت کو پائیں، جس میں اس نے تفرد اختیار کیا ہو، تو ہمارے لئے اس سنت کو ترک کرنے کی کیسے گنجائش ہوسکتی ہے؟

پس ائمۂ حدیث کے جملہ تصرفات اس بات سے خبردار کرتے ہیں کہ بدعتی کی بدعت، جب اس کے دائرہ اسلام سے خروج کو مباح نہ کرے، اور اس کو مباحُ الدم قرار نہ دے، تو اس کی روایت قبول کرنے کی گنجائش ہے۔

اور یہ مسئلہ مجھے مبرہن نہیں ہوا، جیسا کہ اس کی شان تھی، اور جو بات مجھے واضح ہوئی، اس میں سے یہ ہے کہ جو شخص بدعت کا ارتکاب کرے، اور وہ بدعت کے رؤوس میں شمار نہ ہو، اور نہ ہی وہ اس میں گہرائی کے ساتھ مبتلا ہو، تو اس کی حدیث کو قبول کیا جائے گا، جیسا کہ حافظ ابوزکریا نے اِن مذکورہ لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے، اور ان کی حدیث اسلامی کتب میں موجود ہیں، ان کے سچا ہونے، اور ان کے حافظہ کی وجہ سے (سیر اعلام النبلاء)

اس عبارت کے آخری حصہ سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی کو، بدعتی کی روایت کے قبول ہونے کے مسئلہ کے مبرہن ہونے پر اطمینان نہیں تھا، اسی وجہ سے حافظ ذہبی کی تالیفات میں اس مسئلہ کی تنقیح پر کچھ اختلاف وانتشار پایا جاتا ہے۔

اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ اپنی تالیف ''سیر اعلام النبلاء'' میں فرماتے ہیں:

قلت :غلاة المعتزلة، وغلاة الشيعة، وغلاة الحنابلة، وغلاة الأشاعرة، وغلاة المرجئة، وغلاة الجهمية، وغلاة الكرامية قد ماجت بهم الدنيا، وكثروا، وفيهم أذكياء وعباد وعلماء ، نسأل الله العفو والمغفرة،لأهل التوحيد، ونبرأ إلى الله من الهوى والبدع، ونحب السنة وأهلها، ونحب

العالم على ما فيه من الاتباع والصفات الحميدة، ولا نحب ما ابتدع فيه بتأويل سائغ، وإنما العبرة بكثرة المحاسن (سير أعلام النبلاء، ج٢٠، ص٤٥، ٤٦، رقم الترجمة ٢٠، تحت ترجمة"العثمانى أبو عبد الله محمد بن أحمد بن يحيى")

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ ''غالی معتزلہ'' اور ''غالی شیعہ'' اور ''غالی حنابلہ'' اور غالی اشاعرہ'' اور ''غالی مرجئہ'' اور ''غالی جہمیہ'' اور ''غالی کرامیہ'' پر دنیا غالب آ گئی، اور یہ لوگ بہت زیادہ ہوگئے، اور ان میں ''ذہین، عبادت گذار، اور علماء'' سب طرح کے لوگ ہیں، ہم اللہ سے اہلِ توحید کے لئے عفو ومغفرت کی دعاء کرتے ہیں، اور اللہ کی طرف ''ھویٰ وبدعت'' سے برائت طلب کرتے ہیں، اور ہم سنت اور اہلِ سنت سے محبت رکھتے ہیں، اور ہم ایسے عالم سے محبت رکھتے ہیں، جس میں اتباع، اور اوصافِ حمیدہ ہوں، اور ہم اس چیز سے محبت نہیں رکھتے، جس میں تاویلِ سائغ کے ذریعہ بدعت کو اختیار کیا جائے، اور اعتبار تو محاسن کی کثرت کا ہوا کرتا ہے (سیر اعلام النبلاء)

حافظ ذہبی نے مذکورہ عبارت میں غالی شیعہ، اور دوسرے غالی اہلِ ھویٰ کی ''علی الاطلاق'' تکفیر نہیں کی، بلکہ ان میں ''ذہین، عبادت گذار، اور علماء'' سب طرح کے لوگ ہونے کا حکم لگا دیا، ساتھ ہی اعتدال کا راستہ بھی بتلا دیا۔

حافظ ذہبی نے ''العبر فی خبر من غبر'' میں اپنے ائمہ کو معصوم سمجھنے کا عقیدہ رکھنے والوں کو غالی شیعہ کہا ہے۔ [1]

اور اسی تالیف میں مذکورہ فرقہ کو ''رافضہ'' بھی کہا ہے۔ [2]

---

[1] وهو أحد الاثنى عشر .الذين يعتقد الشيعة الغلاة عصمتهم(العبر فى خبر من غبر، ج١، ص٣٦٤، سنة أربع وخمسين ومئتين)

[2] وفيها الحسن بن على الجواد بن محمد بن على بن على الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق العلوى الحسينى، أحد الأئمة الاثنى عشر، الذين تعتقد الرافضة فيهم العصمة، وهو والد المنتظر محمد، صاحب السرداب(العبر فى خبر من غبر، ج١، ص٣٧٣، سنة ستين ومئتين)

یہی بات حافظ ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء''اور''تاریخ الاسلام''میں بھی فرمائی ہے۔ [1]

اور حافظ ذہبی دوسرے مقام پر ائمہ کو معصوم قرار دینے والوں کو امامیہ کہا ہے۔ [2]

جس سے ظاہر ہوا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک رافضہ سے امامیہ مراد ہیں، جو ائمہ کی عصمت کے قائل ہیں۔

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ اپنی تالیف''الموقظة''میں فرماتے ہیں:

فإن كان كلامُهم فيه مِن جهةِ مُعتَقَدِه، فهو على مراتب :
فمنهم -:مَن بِدْعَتُه غليظة .
ومنهم -:مَن بِدْعَتُه دون ذلك.
ومنهم -:الداعي إلى بدعتِه .
ومنهم -:الكافُّ، وما بينَ ذلك.
فمتى جَمَع الغِلَظَ والدعوةَ، تُجُنِّبَ الأخذُ عنه .
ومتى جَمَع الخِفَّةَ والكفَّ، أَخذوا عنه وقَبِلُوه.
فالغِلَظُ كـ :غُلاةِ الخوارج، والجهمية، والرافضة .
والخِفَّةُ كـ :التشيُّع، والإرجاء .
وأمَّا مَن استَحلَّ الكذبَ نَصْراً لِرَأْيِه كالخطَّابيَّة. فبالأولى رَدُّ حديثِه.
قال شيخنا ابنُ وَهْب :العقائدُ أَوجبَتْ تكفيرَ البعضِ للبعض، أو التبديعَ، وأَوجبَتْ العَصَبيَّةَ .ونشأ من ذلك الطعنُ بالتكفيرِ والتبديع، وهو كثيرٌ في الطبقة المتوسِّطَةِ من المتقدمين .
والذي تَقرَّرَ عندنا :أنه لا تُعتَبرُ المذاهبُ في الرواية، ولا نُكفِّرُ أهلَ القِبلة، إلا بإنكارِ مُتواترٍ من الشريعة (الموقظة فى علم مصطلح الحديث،ص ۸۵،۸۶، آداب المحدث،فصل ومن الثقات الذين لم يخرج لهم فى "الصحيحين "خلق)

---

[1] وفيها مات عبد الرحمن بن بشر بن الحكم، وعبيد الله بن سعد الزهرى، وأحمد بن عثمان بن حكيم، وأيوب بن سافرى، ومالك بن طوق منشء الرحبة، والحسن بن على بن محمد بن الرضا العلوى -أحد الاثنى عشر الذين تدعى الرافضة عصمتهم(سير اعلام النبلاء،ج۹،ص ۵۸۰،تحت ترجمة،الزعفرانى )

وهو أحد الاثنى عشر الذين تعتقد الرافضة عصمتهم(تاريخ الإسلام ،ج۳،ص۳۰۸،رقم الترجمة ۱۴۱، تحت ترجمة "محمد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب الهاشمى العلوى، أبو جعفر الباقر")

[2] خاتمة الاثنى عشر سيدا، الذين تدعى الإمامية عصمتهم (سير اعلام النبلاء،ج۱۳،ص ۱۲۰، رقم الترجمة ۶۰،تحت ترجمة"المنتظر أبو القاسم محمد بن الحسن العسكرى")

ترجمہ: پھر اگر محدثین کا کلام راوی کے متعلق اس کے عقیدہ کی جہت سے ہو، تو اس کے چند درجات ومراتب ہیں:

ان میں ایک درجہ ومرتبہ یہ ہے کہ اس کی بدعت ''غلیظہ'' ہو۔

اور دوسرا درجہ ومرتبہ یہ ہے کہ اس کی بدعت ''غلیظہ'' سے نیچے کی ہو۔

اور تیسرا درجہ ومرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی بدعت کا ''داعی'' ہو۔

اور چوتھا درجہ ومرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی بدعت کو ''اپنے تک محدود رکھنے والا'' ہو۔

پس جب بدعتِ غلیظہ، اور بدعت کی دعوت کو جمع کرنے والا ہو، تو اس کی روایت لینے سے اجتناب کیا جائے گا۔

اور جب بدعتِ خفیفہ، اور بدعت کی دعوت سے رکنے کو جمع کرنے والا ہو، تو محدثین اس کی روایت کو لیتے اور قبول کرتے ہیں۔

اور بدعتِ غلیظہ، جیسا کہ غالی خوارج، اور غالی جہمیہ، اور غالی رافضہ کی بدعت ہے۔

اور بدعتِ خفیفہ، جیسا کہ تشیع اور ارجاء کی بدعت ہے۔

اور رہا وہ کہ جو اپنی رائے کی نصرت کے لئے کذب کو حلال سمجھے، جیسا کہ (رافضہ کا) خطابیہ فرقہ، تو اس کی حدیث بدرجہ اولیٰ رد کر دی جائے گی۔

ہمارے شیخ ابنِ وہب نے فرمایا کہ ''عقائد'' بعض کی بعض کے لئے تکفیر، یا تبدیع کا موجب ہیں، اور ''عصبیت'' کا بھی موجب ہیں، اور اس کے نتیجہ میں تکفیر، اور تبدیع کی طعن وتشنیع پیدا ہوتی ہے، اور یہ متقدمین کے متوسط طبقہ میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔

اور ہمارے نزدیک جو بات طے پائی ہے، وہ یہ ہے کہ روایت میں مذاہب کا اعتبار نہیں کیا جاتا، اور ہم اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے، سوائے شریعت کے متواتر امر کے انکار کے (الموقظہ)

اورمحمود بن محمد بن مصطفیٰ بن عبداللطیف منیاوی ’’شرح الموقظة‘‘ میں لکھتے ہیں:

وأخرج الستة للفضل بن دكين وهو شيعي وأخرج الستة لأبي معاوية الضرير قال الحاكم احتجا به وقد اشتهر عنه الغلو قال الإمام الذهبي غلو التشيع وقد وثقه العجلي وأخرجوا أيضا لعدي بن ثابت وقد قال فيه ابن معين شيعي مفرط وقال الدارقطني رافضي غال (شرح الموقظة، ص ۱۴، الشرط الاول: العدالة، إخراج الشيخان لبعض المبتدعة)

ترجمہ: اور صحاحِ ستہ نے فضل بن دکین کی احادیث کی تخریج کی ہے، دراں حالیکہ وہ شیعہ ہیں، نیز صحاحِ ستہ نے ابو معاویہ ضریر کی احادیث کی تخریج کی ہے، جن کے بارے میں حاکم نے فرمایا کہ ان سے امام بخاری، اور امام مسلم نے حجت پکڑی ہے، اور ان کے بارے میں ’’غلو‘‘ مشہور ہے، حافظ ذہبی نے فرمایا کہ ’’تشیع میں غلو‘‘ مراد ہے، اور ان کی عجلی نے توثیق کی ہے، نیز محدثین نے عدی بن ثابت کی احادیث کی تخریج کی ہے، دراں حالیکہ ابنِ معین نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ’’مفرط شیعہ‘‘ ہیں، اور دار قطنی نے فرمایا کہ ’’غالی رافضی‘‘ ہیں (شرح الموقظہ)

مذکورہ عبارات سے جمہور سلف محدثین ومحققین اہلُ السنۃ کی طرف سے ’’اهلُ الاهواء واهلُ البدعة‘‘ کے عقائد سے متعلق، تکفیر اور تبدیع کے بارے میں احتیاط کا حکم معلوم ہوگیا۔

اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مذکورہ سلف ’’اهلُ الاهواء واهلُ البدعة‘‘ کی جملہ بدعاتِ غلیظہ وخفیفہ سے متعارف اور واقف تھے۔

اور حافظ ذہبی نے یہ تمام باتیں اہلِ تشیع اور ان کے جملہ فرقوں ’’غالیہ، رافضہ، زیدیہ‘‘ کے عقائد پر مطلع ہونے کے بعد تحریر فرمائی ہیں، اور پیچھے حافظ ذہبی کے حوالہ سے رافضہ کے ائمہ کو معصوم سمجھنے کے عقیدہ کا ذکر گزر چکا ہے۔ [1]

---

[1] محمد بن الحسن العسكري بن علي الهادي بن محمد الجواد بن علي الرضا بن موسى الكاظم أبو القاسم العلوي الحسيني (الوفاة 261-270هـ)

خاتم الاثني عشر إماما للشيعة. وهو منتظر الرافضة الذي يزعمون أنه المهدي. وأنه صاحب الزمان، وأنه الخلف الحجة. وهو صاحب السرداب بسامراء، ولهم أربعمائة وخمسون سنة وهم ينتظرون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ امر ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ کسی شخص، یا فرقہ وطبقہ کے متعلق، جرح وتعدیل کے باب میں ایک اہم اصول یہ ہے کہ جرح وتعدیل کرنے والا افراط وتفریط اور تعصب فی المذہب وغیرہ سے پاک ہو، اسی لیے محدثین نے جرح وتعدیل کے جلیل القدر ائمہ کے متعلق بھی اس امر کو ملحوظ رکھا ہے۔

تاج الدین سبکی (المتوفیٰ: 771ھ) ''طبقات الشافعية الكبرىٰ'' میں اس مسئلہ کی تفصیل وتمثیل بیان کرتے ہوئے حافظ ذہبی کے متعلق فرماتے ہیں:

وأمثلة هذا تكثر وهذا شيخنا الذهبى رحمه الله من هذا القبيل له علم وديانة وعنده على أهل السنة تحمل مفرط فلا يجوز أن يعتمد عليه.
ونقلت من خط الحافظ صلاح الدين خليل بن كيكلدى العلائى رحمه الله ما نصه الشيخ الحافظ شمس الدين الذهبى لا أشك فى دينه وورعه وتحريه فيما يقوله الناس ولكنه غلب عليه مذهب الإثبات ومنافرة التأويل

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ظهوره .ويدعون أنه دخل سردابا فى البيت الذى لوالده وأمه تنظر إليه، فلم يخرج منه وإلى الآن. فدخل السرداب وعدم وهو ابن تسع سنين.

وأما أبو محمد بن حزم فقال :إن أباه الحسن مات عن غير عقب .وثبت جمهور الرافضة على أن للحسن ابنا أخفاه .وقيل :بل ولد بعد موته من جارية اسمها نرجس أو سوسن والأظهر عندهم أنها صقيل، لأنها ادعت الحمل بعد سيدها فوقف ميراثه لذلك سبع سنين، ونازعها فى ذلك أخوه جعفر بن على، وتعصب لها جماعة، وله آخرون ثم انفش ذلك الحمل وبطل وأخذ الميراث جعفر وأخ له.وكان موت الحسن سنة ستين ومائتين.قال :وزادت فتنة الرافضة بصقيل هذه، وبدعواها، إلى أن حبسها المعتضد بعد نيف وعشرين سنة من موت سيدها وبقيت فى قصره إلى أن ماتت فى زمن المقتدر .وذكره القاضى شمس الدين ابن خلكان فقال :وقيل :بل دخل السرداب وله سبع عشرة سنة فى سنة خمس وسبعين ومائتين والأصح الأول، وأن ذلك كان فى سنة خمس وستين.

قلت :وفى الجملة جهل الرافضة ما عليه مزيد .اللهم أمتنا على حب محمد وآل محمد صلى الله عليه وسلم، والذى يعتقده الرافضة فى هذا المنتظر لو اعتقده المسلم فى على بل فى النبى صلى الله عليه وسلم، لما جاز له ذلك ولا أقر عليه .قال النبى صلى الله عليه وسلم " :لا تطرونى كما أطرت النصارى عيسى فإنما أنا عبد، فقولوا :عبد الله ورسوله "صلوات الله عليه وسلامه.

فإنهم يعتقدون فيه وفى آبائه أن كل واحد منهم يعلم علم الأولين والآخرين، وما كان وما يكون، ولا يقع منه خطأ قط، وأنه معصوم من الخطأ والسهو .نسأل الله العفو والعافية، ونعوذ بالله من الاحتجاج بالكذب ورد الصدق، كما هو دأب الشيعة(تاريخ الإسلام،للذهبى، ج٦،ص ٣٩٨ الٰى ٤٠٠، رقم الترجمة ٤٠١،حرف الميم)

والغفلة عن التنزيه حتى أثر ذلک فی طبعه انحرافا شديدا عن أهل التنزيه وميلا قويا إلى أهل الإثبات فإذا ترجم واحدا منهم يطنب فی وصفه بجميع ما قيل فيه من المحاسن ويبالغ فی وصفه ويتغافل عن غلطاته ويتأول له ما أمكن وإذا ذكر أحدا من الطرف الآخر كإمام الحرمين والغزالی ونحوهما لا يبالغ فی وصفه ويكثر من قول من طعن فيه ويعيد ذلک ويبديه ويعتقده دينا وهو لا يشعر ويعرض عن محاسنهم الطافحة فلا يستوعبها وإذا ظفر لأحد منهم بغلطة ذكرها وكذلک فعله فی أهل عصرنا إذا لم يقدر على أحد منهم بتصريح يقول فی ترجمته والله يصلحه ونحو ذلک وسببه المخالفة فی العقائد انتهى.

والحال فی حق شيخنا الذهبی أزيد مما وصف وهو شيخنا ومعلمنا غير أن الحق أحق أن يتبع وقد وصل من التعصب المفرط إلى حد يسخر منه،وأنا أخشى عليه يوم القيامة من غالب علماء المسلمين وأئمتهم الذين حملوا لنا الشريعة النبوية فإن غالبهم أشاعرة وهو إذا وقع بأشعری لا يبقی ولا يذر.

والذی أعتقده أنهم خصماؤه يوم القيامة عند من لعل أدناهم عنده أوجه منه فالله المسئول أن يخفف عنه وأن يلهمهم العفو عنه وأن يشفعهم فيه (طبقات الشافعية الكبرىٰ ، ج ۲ ص ۱۳ ، ۱۴ ، الطبقة الاولىٰ ،قاعدة فی الجرح والتعديل)

ترجمہ: اوراس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں، اور ہمارے شیخ ذہبی رحمہ اللہ بھی اس قبیل سے ہیں، جن کو علم ودیانت حاصل ہے، لیکن اسی کے ساتھ اُن کو بعض اہلُ السنۃ پر تحملِ مفرِط بھی ہے، لہٰذا اس قسم کی چیزوں میں اُن پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔

اور میں نے حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی رحمہ اللہ کے خط سے یہ بات نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں کہ شیخ حافظ شمس الدین ذہبی کے دین اور ان کے ورع اور لوگ جو کچھ ان کے بارے میں کہتے ہیں، اس میں تأمل ہونے میں مجھے کسی قسم کا شک نہیں، لیکن حافظ ذہبی پر مذہبِ اثبات کے ثبوت، اور تاویل کی منافرت، اور تنزیہ سے غفلت کا غلبہ ہے، یہاں تک کہ اُن کی طبیعت میں اس کا اثر، اہلِ تنزیہ سے انحرافِ شدید اور اہلِ اثبات کی طرف میلانِ قلب کی شکل میں ظاہر ہوا، پس جب وہ ان میں سے کسی کا ''ترجمہ'' کرتے ہیں، تو اس کی خوبی بیان کرنے میں طوالت سے کام لیتے ہیں، اُن تمام اقوال کو جمع کرتے ہیں،

جوان کے بارے میں محاسن سے متعلق کہے گئے ہیں، اوران کی خوبی میں مبالغہ کرتے ہیں، اوران کی غلطیوں سے تغافل اختیار کرتے ہیں، اور جس قدر بھی ممکن ہو، اس کی تاویل کرتے ہیں، لیکن جب دوسری طرف کے لوگوں کا ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ امامِ حرمین (جوینی) اور غزالی اوران کے مثل (وہ حضرات جواہلِ تاویل وغیرہ ہیں) تو اُن کی خوبی بیان کرنے میں مبالغہ نہیں کرتے، اوران پر طعن والے بکثرت اقوال ذکر کرتے ہیں، اوراس کا بار باراعادہ کرتے ہیں، اوراس کا اظہار کرتے ہیں، اوراس کو دین سمجھتے ہیں، جس کا انہیں احساس نہیں ہوتا، اوران کے جلیل القدر محاسن سے اعراض کرتے ہیں، جن کا استیعاب نہیں کرتے، اور جب اِن میں سے کسی کی غلطی پر کامیابی حاصل ہوجاتی ہے، تو اس کا ذکر کرتے ہیں، اوراسی طریقے سے اس فعل کا ارتکاب ہمارے زمانے کے لوگ بھی کرتے ہیں، جب وہ ان میں سے کسی پر اُن کے ''ترجمہ'' میں، کسی صریح قول پر قدرت حاصل نہیں کرتے، تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہی ان کی اصلاح کرنے والا ہے، اوراس کے مثل دوسری باتیں کہتے ہیں، جس کا سبب عقائد میں مخالفت ہے، علائی کی بات ختم ہوئی۔

اور ہمارے شیخ ذہبی کی حالت اس سے بھی زیادہ ہے، جس کا علائی نے ذکر کیا، حالانکہ یہ ہمارے شیخ اور معلم ہیں، لیکن حق اس بات کا زیادہ حقدار ہوتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، اوروہ تعصبِ مفرِط میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں، جو قابلِ سُخر ہے، اور مجھے قیامت کے دن اکثر علمائے مسلمین اوران کے ان ائمہ پر، جنہوں نے شریعتِ نبویہ کو ہم تک پہنچایا، اس قسم کا کلام کرنے کی وجہ سے خوف ہے، کیونکہ اِن میں سے اکثر حضرات ''اشاعرہ'' ہیں، اورذہبی جب کسی ''اشعری'' پر کلام کرتے ہیں، تواس کو کسی کام کا نہیں چھوڑتے۔

اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ وہ علماء، قیامت کے دن اُن کے سامنے ہوں گے، جن کے سامنے یہ ادنیٰ درجہ کے شمار ہوں گے، اور اس کی توجیہ، ان ہی کی طرف سے پیش کی جائے گی، پس اللہ اُن سے سوال میں تخفیف فرمائے، اور ان سے درگزر فرمانے کا دل میں تقاضا پیدا فرمائے، اور وہ علمائے مسلمین، اُن کی شفاعت فرمائیں (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ)

پھر اسی کتاب میں تاج الدین سبکی مزید فرماتے ہیں:

**والذى أفتى به أنه لا يجوز الاعتماد على كلام شيخنا الذهبى فى ذم أشعرى ولا شكر حنبلى** (طبقات الشافعية الكبرىٰ، ج ۲ ص ۲۵، الطبقة الاولىٰ، قاعدة فى المؤرخين)

ترجمہ: اور میں یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ اشعری کی مذمت، اور حنبلی کی تعریف میں ہمارے شیخ ذہبی کے کلام پر اعتماد کرنا جائز نہیں (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ)

ہم نے پیچھے شافعیہ وغیرہ کی عبارات وحوالہ جات کے ضمن میں یہ بات واضح کردی ہے کہ بعض محدثین کی طرف سے تکفیر کے باب میں تذبذب، اور ایک دوسرے کے متضاد اقوال کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ''تکفیر وعدمِ تکفیر'' کے باب کا اصل تعلق مجتہدین و متکلمین حضرات سے ہے، جنہوں نے اس سلسلہ میں نہایت احتیاط پر مبنی قواعد وضوابط کو منضبط فرمادیا ہے، جن محدثین کو ان حضرات کی تحقیق کی طرف توجہ ومیلان ہوا، انہوں نے ان کے مطابق قول کیا، اور ''بدعتِ مکفرۃ'' کو ''کفرِ تاویلی'' قرار دے کر ''تکفیر'' سے اجتناب کیا، اور جو محدثین مذکورہ مجتہدین و متکلمین کے قول کی طرف متوجہ، یا ان کے قول سے متفق نہ ہوئے، انہوں نے تکفیر کا قول کیا۔

اور ''لکل فن رجال'' کے مطابق احادیث کے فنِ جرح وتعدیل میں محدثین کے اقوال کے حجت ہونے کے باوجود ''بابِ تکفیر'' میں ہم نے اپنے رجحان کے ''مجتہدین و متکلمین'' کی طرف ہونے کی تصریح کردی ہے۔

اور فقہ حنفی کی ''ردالمحتار'' کی مندرجہ ذیل تصریح بھی نقل کردی ہے:

الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضي نقل إجماع الفقهاء .وذكر في المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين.

نعم يقع في كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا (ردالمحتار، ج۴ص ۲۳۷،کتاب الجهاد، باب المرتد،مطلب مهم في حكم سب الشيخين)

ترجمہ: جو خوارج مسلمانوں کے خون اور ان کے مالوں کو حلال سمجھتے ہیں، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں، تو جمہور فقہاء اور جمہور محدثین کے نزدیک ان کا حکم باغیوں کا ہے، اور بعض اہلِ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ وہ مرتد ہیں، ابنِ منذر نے فرمایا کہ میرے علم میں نہیں کہ کسی نے ان بعض اہلِ حدیث کی، ان کو کافر قرار دینے کے قول میں موافقت کی ہو، اور یہ فقہاء کے اجماع کے نقل ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اور ''المحیط'' میں یہ بات مذکور ہے کہ بعض فقہاء نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی، البتہ بعض نے بعض اہلِ بدعت کی تکفیر کی ہے، اور وہ، وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی بدعت کے ذریعہ سے دلیلِ قطعی کی مخالفت کی ہو، پھر اس کی اکثر اہلِ سنت کی طرف نسبت کردی، لیکن پہلی نقل زیادہ ثابت ہے، اور ابنِ منذر مجتہدین کے کلام کی نقل سے زیادہ واقف ہیں۔

ہاں البتہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا قول بہت زیادہ واقع ہوا ہے، لیکن ان فقہاء کے کلام سے اس کا تعلق نہیں، جو کہ مجتہدین ہیں، بلکہ اس قول کا غیر مجتہدین

کے کلام سے تعلق ہے، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں، اور مجتہدین سے وہی منقول ہے، جو ہم نے ذکر کیا (ردالمحتار)

اور حنفیہ کے علامہ ابنِ عابدین شامی کی مندرجہ ذیل تصریح بھی نقل کردی ہے:

**وإذا كان هذا فيمن يظهر سب جميع السلف فكيف من يسب الشيخين فقط ، فعلم أن ذلك ليس قولا لأحد من المجتهدين وإنما هو قول لمن حدث بعدهم ، وقد مر في عبارة الفتح أنه لا عبرة بغير كلام الفقهاء المجتهدين ، اللّٰهم إلا أن يكون المراد بما في الخلاصة أنه كافر إذا كان سبه لهما لأجل الصحبة ،أو كان مستحلا لذلك بلا شبهة، تأويل أو كان من غلاة الروافض ممن يعتقد كفر جميع الصحابة ، أو ممن يعتقد التناسخ وألوهية علي ، ونحو ذٰلک، أو المراد أنه كافر أي إعتقد ما هو كفر ،وإن لم نحكم بكفره إحتياطا ، أو هو مبني على قول البعض بتكفير أهل البدع**

(كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۱۳۳ ، ۱۳۴ ، الباب الاول فى حكم ساب احد الصحابة رضى الله عنهم ، ضابط تكفير اهل البدع من روافض ونحوهم ، مطبوعة: دار الآثار ، القاهرة، المصر ، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: اور جب یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے، جو تمام سلف کو سبّ وشتم کرتا ہو، تو جو شخص صرف شیخین رضی اللہ عنہما کو سبّ وشتم کرتا ہو، اس کے بارے میں یہ حکم کیونکر نہیں ہوگا، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ قول مجتہدین میں سے کسی کا نہیں ہے، بلکہ یہ مجتہدین کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کا قول ہے، اور ’’فتح القدیر‘‘ کی عبارت میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ فقہائے مجتہدین کے علاوہ کے کلام کا اعتبار نہیں، الّا یہ کہ ’’خلاصۃ‘‘ کی مراد یہ ہو کہ وہ اس وقت کافر ہوگا کہ جب شیخین رضی اللہ عنہما کو ’’صحابی‘‘ ہونے کی وجہ سے سبّ وشتم کرے، کسی شبہ وغیرہ کے بغیر اس کو حلال سمجھے، یا غالی رافضیوں میں سے اس شخص کی تاویل کی جائے، جو تمام صحابہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھے، یا تناسخ اور علی رضی اللہ عنہ کی الوھیت کا عقیدہ رکھے، یا اسی طرح کا کوئی اور عقیدہ رکھے، یا کافر ہونے کی مراد یہ ہو کہ اس نے اس چیز کا عقیدہ رکھا، جو کہ کفر ہے، اگرچہ ہم احتیاطاً اس کے کفر کا

حکم نہیں لگائیں گے، یا پھر یہ بعض حضرات کے اس قول پر مبنی ہو، جو اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں (مگر یہ قول ائمۂ متبوعین اور جمہور کے خلاف اور مرجوح ہے)

(تنبیہ الولاۃ)

ہم یہ بات کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ ماضی قریب، اور حال میں ہمارے بعض علمائے حنفیہ نے تکفیرِ شیعہ کے سلسلہ میں جمہور فقہاء ومجتہدین کی تصریحات وحوالہ جات کو نظر انداز کر کے بعض اہلُ الحدیث اور اہلِ ظاہر، یا سلفی کہلائے جانے والے حضرات کے طرزِ عمل کو اختیار کیا، اور یہ نہ دیکھا کہ ان حضرات کے متشددانہ طرز وروش کی رو سے تو وہ اور ان کے اکابر بھی تکفیر سے محفوظ نہ رہ سکیں گے، جیسا کہ ان حضرات کے بہت سے صوفیائے کرام کی تکفیر سے واضح ہے، جن کے یہاں تاویل کے باب کی خاطر خواہ کوئی اہمیت ہی نہیں۔

اس کے باوجود بھی کوئی شخص تکفیر کے اس اہم باب میں مجتہدین ومتکلمین کی تصریحات وفیصلہ کو نظر انداز کر کے حافظ ذہبی، یا بعض محدثین کی چند عبارات کی بنیاد پر تکفیر کا قول کرے، اور ان ہی حضرات کی دوسری تصریحات کو نظر انداز کردے، تو وہ اس کا فعل ہے۔

ہم اس طرز وطریقہ سے اپنے آپ کو بریٔ کرتے ہیں، خواہ اس پر ہمیں کوئی اپنے مسلک سے خارج سمجھے، فقہائے مجتہدین سے اس مسئلہ کی سند ہوتے ہوئے، ہمیں ان جامدین وناواقفین کے الزامات واتہامات سے فرق نہیں پڑتا۔

ایسی صورت میں ان علماء کو اپنی تکفیری روِش پر غور کرنا چاہیے، جو اپنے آپ کو اشعری، ماتریدی، حنفی وغیرہ قرار دیتے ہیں، لیکن تکفیر کے معاملہ میں ان ہی حضرات کے اصول وقواعد کو نظر انداز کر کے، جہاں کہیں سے بھی تکفیرِ مطلق کا حکم دستیاب ہو، خواہ وہ ''لزومِ کفر'' کے قبیل سے کیوں نہ ہو، اس کو اختیار کر لیتے ہیں، اور جمہور محققین کی جملہ تصریحات اور ''تکفیر'' اور ''التزامِ کفر'' کے ضوابط کو نظر انداز کردیتے ہیں۔

## (فصل نمبر 3)

# علامہ ابنِ قیم کی عبارات وحوالہ جات

شمس الدین علامہ ابنِ قیم جوزی (المتوفیٰ: 751ھ) کا شمار علامہ ابنِ تیمیہ کے مخصوص تلامذہ میں ہوتا ہے، ان کے معتقدین کی بھی بڑی تعداد عرب وعجم میں پائی جاتی ہے، اس لئے مبحوث فیہ مسئلہ سے متعلق ان کی عبارات وحوالہ جات کا بھی مستقل فصل کے تحت ذکر کرنا مناسب معلوم ہوا۔

علامہ ابنِ قیم اپنی تالیف ''الصلاۃ واحکام تارکھا'' میں فرماتے ہیں:

وقد أعلن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما قلناہ فی قولہ فی الحدیث الصحیح " :سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر ."ففرق بین قتالہ وسبابہ وجعل أحدھما فسوقا لا یکفر بہ والآخر کفر ,ومعلوم أنہ إنما أراد الکفر العلمی لا الاعتقادی ,وھذا الکفر لا یخرجہ من الدائرۃ الإسلامیۃ والملۃ بالکلیۃ کما لا یخرج الزانی والسارق والشارب من الملۃ وإن زال عنہ اسم الإیمان.

وھذا التفصیل ھو قول الصحابۃ الذین ھم أعلم الأمۃ بکتاب اللہ وبالإسلام والکفر ولوازمھما فلا تتلقی ھذہ المسائل إلا عنھم فإن المتأخرین لم یفھموا مرادھم فانقسموا فریقین فریقا أخرجوا من الملۃ بالکبائر ,وقضوا علی أصحابھا بالخلود فی النار ,وفریقا جعلوھم مؤمنین کاملی الإیمان فھؤلاء غلوا وھؤلاء جفوا وھدی اللہ أھل السنۃ للطریقۃ المثلی والقول الوسط الذی ھو فی إذنہ کالإسلام فی الملل فھا ھنا کفر دون کفر ونفاق دون نفاق وشرک دون شرک وفسوق دون فسوق وظلم دون ظلم

(الصلاۃ وأحکام تارکھا،ص۵۸، "فصل:المسألۃ الثالثۃ :بماذا یقتل ھل بترک صلاۃ أو صلاتین أو ثلاث صلوات)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اعلان فرمایا جو ہم نے قول کیا، اپنے اس ارشاد میں، جو صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس سے قتال کرنا کفر ہے'' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم سے قتال، اور سباب میں

فرق کردیا، جن میں سے ایک کو ایسا فسق قرار دے دیا، جس کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، اور دوسرے کو کفر قرار دے دیا، اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کفرِ عملی'' کو مراد لیا ہے، نہ کہ ''کفرِ اعتقادی'' کو، اور یہ کفر دائرۂ اسلام اور دائرۂ ملت سے بالکلیہ خارج نہیں کرتا، جیسا کہ زانی اور سارق اور شرابی کو ملتِ اسلام سے خارج نہیں کرتا، اگرچہ اس سے ایمان کا نام زائل ہوجاتا ہو (ورنہ تو صحابۂ کرام کی تکفیر کرنے والے خوارج کی بھی تکفیر لازم آئے گی)

اور اس تفصیل پر مشتمل ہی ان صحابۂ کرام کا قول ہے، جو امت میں سب سے زیادہ کتابُ اللہ اور اسلام اور کفر اور اس کے لوازم کو جانتے تھے، پس ان مسائل کو اُن ہی سے لیا جائے گا، کیونکہ متاخرین نے ان کی مراد کو نہیں سمجھا، جس کی وجہ سے وہ دو فریقوں میں منقسم ہوگئے، ایک فریق نے کبائر (وکفرِ عملی) کی وجہ سے ملت سے خارج قرار دے دیا، اور کبائر کے مرتکبین کے خلود فی النار کا فیصلہ کردیا، اور ایک فریق نے ان کو کامل مومن قرار دے دیا، پس انہوں نے غلو کیا، اور انہوں نے کوتاہی کی، اور اللہ کی ہدایت ''اہلُ السنۃ'' کے طریقہ میں ہے، اور معتدل قول وہ ہے جو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی طرح معتدل ہے، پس یہاں پر کفر کے بھی اوپر نیچے درجات ہیں، اور نفاق اور شرک اور فسوق اور ظلم کے بھی اسی طرح اوپر نیچے درجات ہیں (الصلاۃ واحکام تارکہا)

علامہ ابنِ قیم نے مذکورہ عبارت میں کفرِ اعتقادی وعملی کی تقسیم فرما کر واضح فرمادیا کہ دونوں میں فرق ہے، اور کسی نص، یا عبارت میں کفر کے لفظ کو پکڑ کر کسی مسلم فرد، یا طبقہ کی تکفیر کردینا درست نہیں، بلکہ اصولِ شریعت سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

اور علامہ ابنِ قیم اپنی تالیف ''الطرقُ الحکمیۃ'' میں فرماتے ہیں:

**كأهل البدع والأهواء الذين لا نكفرهم، كالرافضة والخوارج والمعتزلة، ونحوهم، هذا منصوص الأئمة (الطرق الحكمية، ص ١٤٦، فصل في الطرق التي**

یحکم بھا الحاکم،فصل الطریق السادس عشر فی الحکم بشھادۃ الفساق وذلک فی صور)

ترجمہ: جیسا کہ وہ اہلِ بدعت واہلِ اھواء، جن کی ہم تکفیر نہیں کرتے، جیسا کہ روافض اور خوارج اور معتزلہ اور ان کے مثل، ائمۂ مجتہدین سے یہی منصوص ہے (الطرق الحکمیۃ)

علامہ ابنِ قیم نے مذکورہ عبارت میں روافض وغیرہ کی تکفیر کی صاف نفی فرمادی ہے۔

علامہ ابنِ قیم نے "الطرقُ الحکمیۃ" میں ہی اہلِ بدعت کی تین قسمیں اوران کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے پر کلام کیا ہے، اور روافض کو اہلِ بدعت میں شمار کیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے مذکورہ تالیف میں پہلے فرمایا کہ:

الفاسق باعتقادہ، إذا کان متحفظا فی دینہ، فإن شھادتہ مقبولۃ وإن حکمنا بفسقہ، کأھل البدع والأھواء الذین لا نکفرھم، کالرافضۃ والخوارج والمعتزلۃ، ونحوھم، ھذا منصوص الأئمۃ.

قال الشافعی: أقبل شھادۃ أھل الأھواء بعضھم علی بعض، إلا الخطابیۃ فإنھم یتدینون بالشھادۃ لموافقیھم علی مخالفیھم............

ولم یزل السلف والخلف علی قبول شھادۃ ھؤلاء وروایتھم.

وإنما منع الأئمۃ – کالإمام أحمد بن حنبل وأمثالہ – قبول روایۃ الداعی المعلن ببدعتہ وشھادتہ، والصلاۃ خلفہ: ھجرا لہ، وزجرا لینکف ضرر بدعتہ عن المسلمین، ففی قبول شھادتہ وروایتہ، والصلاۃ خلفہ، واستقضائہ وتنفیذ أحکامہ: رضی ببدعتہ، وإقرار لہ علیھا، وتعریض لقبولھا منہ (الطرق الحکمیۃ،ص ۱۴۵، ۱۴۶،فصل فی الطرق التی یحکم بھا الحاکم،فصل الطریق السادس عشر)

ترجمہ: جو اپنے اعتقاد کی وجہ سے فاسق ہو، جب وہ دین کی حفاظت کرنے والا ہو، تو اس کی شہادت، مقبول ہے، اگرچہ ہم اس کے فسق کا حکم کیوں نہ لگائیں، جیسا کہ وہ اہلِ بدعت واہل الاھواء، جن کی ہم تکفیر نہیں کرتے، مثلاً روافض اور خوارج اور معتزلہ وغیرہ، ائمہ سے یہی منصوص ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اہل الاھواء کی ایک دوسرے پر گواہی کو قبول کرتا ہوں، سوائے "خطابیہ" کے، کیونکہ وہ اپنے موافق کے لیے، اپنے مخالف پر

شہادت کو دین سمجھتے ہیں۔............

اور سلف وخلف برابران کی شہادت وروایت کو قبول کرتے رہے۔

اور ائمہ، جیسا کہ امام احمد بن حنبل اور ان کے مثل دیگر حضرات نے اپنی بدعت کا اعلان کرنے والے داعی کی روایت اور اس کی شہادت قبول ہونے، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے جو منع کیا ہے، وہ اس سے ہجران کے لیے، اور تنبیہ کے لیے کیا ہے، تا کہ اس کی بدعت کا ضرر مسلمانوں سے رُک جائے، پس اس کی شہادت اور روایت کو قبول کرنے، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے، اور اس کی گواہی پر فیصلہ کرنے، اور اس کے احکام کو نافذ کرنے میں، اس کی بدعت سے راضی ہونا، اور اس پر اسے برقرار رکھنا، اور اس کی طرف سے اس بدعت کو قبول کرنے پر اقدام پایا جاتا ہے (الطرق الحکمیۃ)

پھر اس کے بعد علامہ ابنِ قیم نے فرمایا:

فأما أهل البدع الموافقون لأهل الإسلام، ولكنهم مخالفون فى بعض الأصول -كالرافضة والقدرية والجهمية وغلاة المرجئة ونحوهم.

فهؤلاء أقسام:

أحدها :الجاهل المقلد الذى لا بصيرة له، فهذا لا يكفر ولا يفسق، ولا ترد شهادته، إذا لم يكن قادرا على تعلم الهدى، وحكمه حكم المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا، فأولئك عسى الله أن يعفو عنهم، وكان الله عفوا غفورا.

القسم الثانى :المتمكن من السؤال وطلب الهداية، ومعرفة الحق، ولكن يترك ذلك اشتغالا بدنياه ورياسته، ولذته ومعاشه وغير ذلك، فهذا مفرط مستحق للوعيد، آثم بترك ما وجب عليه من تقوى الله بحسب استطاعته، فهذا حكمه حكم أمثاله من تاركى بعض الواجبات، فإن غلب ما فيه من البدعة والهوى على ما فيه من السنة والهدى :ردت شهادته، وإن غلب ما فيه من السنة والهدى :قبلت شهادته.

القسم الثالث :أن يسأل ويطلب، ويتبين له الهدى، ويتركه تقليدا وتعصبا، أو بغضا أو معاداة لأصحابه، فهذا أقل درجاته :أن يكون فاسقا، وتكفيره محل اجتهاد وتفصيل، فإن كان معلنا داعية :ردت شهادته وفتاويه وأحكامه، مع القدرة على ذلك، ولم تقبل له شهادة، ولا فتوى ولا حكم،

إلا عند الضرورة، كحال غلبة هؤلاء واستيلائهم، وكون القضاة والمفتين والشهود منهم، ففي رد شهادتهم وأحكامهم إذ ذاك فساد كثير، ولا يمكن ذلك، فتقبل للضرورة.
وقد نص مالک -رحمه الله -على أن شهادة أهل البدع -كالقدرية والرافضة ونحوهم -لا تقبل، وإن صلوا صلاتنا، واستقبلوا قبلتنا.
قال اللخمي :وذلک لفسقهم، قال :ولو كان ذلک عن تأويل غلطوا فيه .
فإذا كان هذا ردهم لشهادة القدرية -وغلطهم إنما هو من تأويل القرآن كالخوارج -فما الظن بالجهمية الذين أخرجهم كثير من السلف من الثنتين والسبعين فرقة؟ وعلى هذا، فإذا كان الناس فساقا كلهم إلا القليل النادر: قبلت شهادة بعضهم على بعض، ويحكم بشهادة الأمثل من الفساق فالأمثل، هذا هو الصواب الذى عليه العمل، وإن أنكره كثير من الفقهاء بألسنتهم، كما أن العمل على صحة ولاية الفاسق، ونفوذ أحكامه، وإن أنكروه بألسنتهم (الطرق الحكمية،ص ۱۴۶، ۱۴۷،فصل فی الطرق التی یحکم بها الحاکم،فصل الطریق السادس عشر)

ترجمہ: جہاں تک اُن اہلِ بدعت کا تعلق ہے، جو مسلمانوں کے موافق ہیں، لیکن بعض اصول میں مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں، جیسا کہ رافضہ، قدریہ اور جہمیہ، اور غالی مرجئہ وغیرہ۔
تو ان کی چند قسمیں ہیں:
پہلی قسم اس جاہل مقلد کی ہے، جس کو بصیرت حاصل نہ ہو۔
تو اس کو نہ کافر قرار دیا جائے گا، اور نہ فاسق قرار دیا جائے گا، اور نہ اس کی گواہی کو رَد کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ ہدایت کی تعلیم حاصل کرنے پر قادر نہ ہو۔
اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا مصداق ہے''**المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا، فأولئک عسى الله أن يعفو عنهم، وكان الله عفوا غفورا**''۔
اور دوسری قسم اس شخص کی ہے، جو سوال اور ہدایت کو طلب کرنے، اور حق کی معرفت پر قادر ہو، لیکن وہ اپنی دنیا اور اپنے عہدے اور اس کی لذت، اور معاش وغیرہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے، اس کو ترک کردے۔

تو یہ زیادتی کرنے والا ہے، وعید کا مستحق ہے، جو اس کی حسبِ استطاعت اللہ کا تقویٰ واجب ہے، وہ اس کو ترک کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہے۔

پس اس کا حکم، اس جیسے لوگوں کا حکم ہے، جو بعض واجبات کو ترک کرنے والے ہوتے ہیں، تو اگر اس میں بدعت اور ھویٰ کا غلبہ ہو، اور سنت وہدایت سے دوری ہو، تو اس کی شہادت کو رَد کردیا جائے گا، اور اگر اس میں سنت وہدایت کا غلبہ ہو، تو اس کی شہادت کو قبول کرلیا جائے گا۔

تیسری قسم اس شخص کی ہے، جو سوال کرے، اور طلب رکھے، اور اس کے لیے ہدایت واضح ہوجائے، لیکن وہ اس ہدایت والے لوگوں سے تقلید اور تعصب، یا بغض وعداوت کی وجہ سے اس کو ترک کردے، پس یہ کم ازکم درجہ میں فاسق ہے، اور اس کو کافر قرار دینا، اجتہاد اور تفصیل کا محتاج ہے، پس اگر یہ واضح طور پر دعوت دینے والا ہو، تو اس کی شہادت کو رَد کردیا جائے گا، اور اس کے فتاویٰ اور فیصلوں کو قادر ہونے کی صورت میں رَد کردیا جائے گا، اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور نہ ہی اس کا کوئی فتویٰ اور فیصلہ قبول کیا جائے گا، سوائے ضرورت کے، جیسا کہ ان لوگوں کے غلبے اور تسلط حاصل کرنے کی حالت میں، اور قاضی اور مفتی اور گواہ ان میں سے ہونے کی حالت میں، کیونکہ ایسی صورت میں ان کی گواہی اور ان کے فیصلے رَد کرنے میں بہت بڑا فساد لازم آتا ہے، لیکن خود سے اس کی قدرت نہیں دی جائے گی، لہٰذا ضرورت کے وقت اس کے مذکورہ امور کو قبول کرلیا جائے گا۔

اور امام مالک رحمہ اللہ نے اہلِ بدعت، مثلاً قدریہ اور رافضہ وغیرہ کی شہادت کے قبول نہ ہونے کی تصریح کی ہے، اگرچہ وہ ہماری طرح نماز پڑھیں، اور ہمارے قبلے کا استقبال کریں۔

لخمی نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ان کے فسق کی بنا پر ہے،

اگرچہ وہ غلط تاویل کی وجہ سے ہو، پس جب یہ صورتِ حال ہے، تو امام مالک نے قدریہ کی شہادت کو رَد کردیا ہے، اور خوارج کی طرح قرآن کی تاویل کی وجہ سے ان کی تغلیط کی ہے، تو وہ جہمیہ جن کو بہت سے سلف نے بہتر فرقوں سے خارج قرار دے دیا ہے، ان کے بارے میں کیا گمان کیا جاسکتا ہے؟

اوراس بنا پر جب لوگ تمام کے تمام، یا اقلِ قلیل کے علاوہ اکثر، فاسق ہیں، تو ان کی گواہی ایک دوسرے کے لیے قبول کرلی جائے گی، اور ایک دوسرے، جیسے فساق کی شہادت پر فیصلہ کردیا جائے گا، یہی درست بات ہے، جس پر عمل جاری ہے، اگرچہ اکثر فقہاء نے اپنی زبان سے اس کا انکار کیا ہے، جیسا کہ فاسق کی ولایت اوراس کے احکام نافذ ہونے کی صحت پر عمل جاری ہے، اگرچہ فقہاء نے اپنی زبان سے اس کا انکار کیا ہے(الطرق الحكمية)

پھراس بحث کے آخر میں علامہ ابنِ قیم نے فرمایا:

ولرد خبر الفاسق وشهادته مأخذان:
أحدهما :عـدم الوثوق به، إذ تحمله قلة مبالاته بدينه، ونقصان وقار الله فى قلبه -على تعمد الكذب.
الثانى :هـجره على إعلانه بفسقه ومجاهرته به فقبول -شهادته إبطال لهذا الغرض المطلوب شرعا .
فـإذا علم صدق لهجة الفاسق، وأنه من أصدق الناس -وإن كان فسقه بغير الكذب -فلا وجه لرد شهادته، وقد استأجر النبى -صلى الله عليه وسلم -هـاديا يدله على طريق المدينة، وهو مشرك على دين قومه، ولكن لما وثق بقوله أمنه، ودفع إليه راحلته، وقبل دلالته .
وقد قال أصبغ بن الفرج :إذا شهد الفاسق عند الحاكم وجب عليه التوقف فى القضية، وقد يحتج له بقوله تعالى''إن جاء كم فاسق بنبإ فتبينوا''
وحـرف المسألة :أن مـدار قبـول الشهـادة، وردها، على غلبة ظن الصدق وعدمه .والـصواب المقطوع به أن العدالة تتبعض، فيكون الرجل عدلا فى شـىء، فـاسـقـا فـى شـىء، فـإذا تبيـن لـلحاكم أنه عدل فيما شهد به :قبل شهـادتـه ولـم يضره فسقه فى غيره .ومـن عـرف شروط العدالة، وعرف ما عـليـه الـنـاس تبيـن له الصواب فى هذه المسألة (الطرق الحكمية،ص۱۴۷، ۱۴۸، فصل فى الطرق التى يحكم بها الحاكم،فصل الطريق السادس عشر)

ترجمہ: اور فاسق کی خبر اور اس کی شہادت کو رَد کرنے کے دو مآ خذ ہیں۔

ایک مآ خذ اُس فاسق پر عدمِ اطمینان ہے، اس لیے کہ اُس کا فسق کا ارتکاب کرنا، اُس کے دین میں قلتِ توجہ اور اس کے دل میں اللہ کا وقار کم ہونے کا نتیجہ ہے، جو قصداً جھوٹ بولنے کی نشانی ہے۔

اور دوسرا مآ خذ اس کے فسق کا اعلان اور اس کا اظہار کرنے کی وجہ سے اس کا ہجران (یعنی چھوڑنا اور ترکِ تعلق کرنا) ہے، تو اس کی شہادت کو قبول کرنا، اس مطلوبِ شرعی کے مقصود کو باطل کرنا ہے۔

پس جب فاسق کے طرزِ عمل سے اس کا صدق معلوم ہو جائے، اور اس کا لوگوں میں سچا ہونا معلوم ہو جائے، اور اس کا فسق، کذب کے بغیر ہو، تو اس کی شہادت کو رَد کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مدینہ کے راستے کی رہنمائی کرنے کے لیے اجرت پر رکھا، جو کہ مشرک تھا، اپنی قوم کے مذہب پر تھا، لیکن جب اس کی بات پر اعتماد ہوا، تو اس کو امن فراہم کر دیا، اور سواری کو اسے سونپ دیا، اور اس کی طرف سے راستہ کی رہنمائی کو قبول کیا۔

اور اصبغ بن فرج نے فرمایا کہ جب فاسق، حاکم کے پاس گواہی دے، تو متعلقہ قضیہ میں توقف کرنا واجب ہے، اور بعض اوقات اس کی دلیل، اللہ تعالیٰ کے (سورہ حجرات میں مذکور) اس ارشاد سے پکڑی جاتی ہے کہ ''إن جاء کم فاسق بنبإ فتبینوا''

اور مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ شہادت کے قبول، اور رَد ہونے کا مدار صدق اور عدمِ صدق کے غالب گمان پر ہے، اور درست بات جس پر یقین کرنا چاہیے، وہ یہ ہے کہ ''عدالۃ'' کی تبعیض ہوتی ہے، چنانچہ ایک آدمی کسی چیز میں عادل ہوتا ہے، اور دوسری چیز میں فاسق ہوتا ہے، پس جب حاکم کے سامنے یہ بات ظاہر

ہو جائے کہ وہ شخص جس چیز کی گواہی دے رہا ہے، وہ عادل ہے، تو اس کی شہادت کو قبول کرلیا جائے گا، اور دوسری چیز میں اس کا فسق، مُضِر نہیں ہوگا، اور جو شخص ”عدالۃ“ کی شرائط کو پہچانتا ہو، اور لوگوں کے عرف وعادت سے بھی واقف ہو، تو اس مسئلہ میں اس کے سامنے صواب قول ظاہر ہو جائے گا (الطرق الحکمیۃ)

علامہ ابنِ قیم نے مذکورہ عبارات میں روافض کی تین قسمیں بیان کی ہیں، جن میں سے انہوں نے جاہل مقلد کو، جسے بصیرت حاصل نہ ہو، اور وہ ہدایت کی تعلیم حاصل کرنے پر قادر نہ ہو، اسے نہ فاسق قرار دیا اور نہ کافر۔

اور دوسری قسم میں سے ایک کو فاسق اور دوسرے کو غیر فاسق قرار دیا۔

اور تیسری قسم کو کم از فاسق قرار دیا اور اس کے کافر ہونے کو محلِ اجتہاد و تفصیل قرار دیا۔

قطعی واتفاقی کافر کسی کو بھی قرار نہیں دیا۔

اور علامہ ابنِ قیم نے ”مدارجُ السالکین“ میں فرمایا:

وفسق الاعتقاد كفسق أهل البدع الذين يؤمنون بالله ورسوله واليوم الآخر ويحرمون ما حرم الله، ويوجبون ما أوجب الله.
ولكن ينفون كثيرا مما أثبت الله ورسوله، جهلا وتأويلا، وتقليدا للشيوخ، ويثبتون ما لم يثبته الله ورسوله كذلك.
وهؤلاء كالخوارج المارقة، وكثير من الروافض، والقدرية، والمعتزلة، وكثير من الجهمية الذين ليسوا غلاة في التجهم.
وأما غالية الجهمية فكغلاة الرافضة، ليس للطائفتين في الإسلام نصيب
(مدارج السالكين، ج ا، ص ٣٦٩، فصل فی أجناس ما يتاب منه، فصل الفسوق)

ترجمہ: اور اعتقادی فسق، جیسا کہ اُن اہلِ بدعت کا فسق، جو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، اور اللہ کی واجب کردہ چیزوں کو واجب سمجھتے ہیں۔

لیکن وہ بہت سی ان چیزوں کی جہل اور تاویل، اور اپنے شیوخ کی تقلید کی بنیاد پر، نفی کرتے ہیں، جن کو اللہ اور اس کے رسول نے ثابت کیا ہے، اور مذکورہ بنیاد پر

ہی بہت سی ایسی چیزوں کو ثابت قرار دیتے ہیں، جن کو اللہ اور اس کے رسول نے ثابت نہیں فرمایا۔

اور یہ ان لوگوں کی طرح ہیں، جیسا کہ ''خوارج مارقہ'' اور بہت سے ''روافض'' اور ''قدریہ'' اور ''معتزلہ'' اور بہت سے ''جہمیہ'' جو تجہم میں غالی نہیں ہیں۔

جہاں تک ''غالی جہمیہ'' کا تعلق ہے، تو وہ ''غالی رافضیوں'' کی طرح ہیں، ان دونوں جماعتوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں (مدارج السالکین)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حافظ ابنِ قیم بھی علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ وتکفیرِ روافض کے قائل نہیں، بلکہ وہ علی الاطلاق تکفیر کرنے والوں کی برملا تردید فرماتے ہیں۔

پس بعض ابنائے زمانہ کا کسی جگہ سے مجمل ومبہم عبارت کو لے کر روافض کی علی الاطلاق تکفیر کرنا درست نہیں۔

اور مذکورہ تصریحات سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ روافض کا اصل حکم ''عدمِ تکفیر'' کا ہے، تکفیر کا حکم عارض ہے، جو کسی مخصوص طبقہ، یا فرد میں ''التزامِ کفر'' کی جملہ شرائط پائے جانے اور موانع کے منتفی ہونے پر ہی لگایا جائے گا، جیسا کہ اس موضوع کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری تالیف ''تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم'' میں بیان کردی ہے۔

پس کسی مسلم کی تکفیر کے معاملہ میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے، اور کسی کفریہ فکر وقول پر، تکفیر کا حکم لگانے سے قبل فقہائے محققین کے بیان کردہ تکفیر کے اصول وضوابط کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

(باب نمبر 7)

# عزُ الدین صنعانی کی عبارات وحوالہ جات

عزالدین محمد بن اسماعیل صنعانی، المعروف کا سلافہ بالامیر (المتوفیٰ: 1182ھ) نے اہل الاہواء، اور بالخصوص شیعہ ورافضہ کی مرویات اور ان کی تکفیر کے مسئلہ کی کافی حد تک تحقیق وتوضیح اور تنقیح وتفصیل فرمائی ہے، اور اس مسئلہ کے متعدد تشنہ طلب پہلوؤں پر کلام فرمایا ہے، جس کے ضمن میں حافظ ذہبی اور علامہ ابنِ حجر کے کلام پر بھی ناقدانہ روشنی ڈالی ہے، اس لئے ذیل میں ان کی چند عبارات وتصریحات ذکر کی جاتی ہیں۔

عزالدین محمد بن اسماعیل صنعانی نے اپنی تالیف ''**ثمرات النظر فی علم الاثر**'' میں فرمایا:

''حافظ ذہبی نے شیعہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

پہلی قسم ''**تشیع بلا غلو**'' کی ہے، جس کی حقیقت حضرت علی رضی اللہ سے محبت ہے، اور اس پر بدعت کا اطلاق کرنا، اور اسے روایتِ حدیث میں باعثِ قدح سمجھنا، درست نہیں، جب تک کہ اس کی طرف ''رفضِ کامل، اور سبِ شیخین وغیرہ کی آمیزش نہ ہو جائے، پس اس صورت میں ہی وہ سبِ صحابی کی وجہ سے قدح کا باعث ہوگا، محض شیعہ ہونے کی وجہ سے نہ ہوگا۔

شیعہ کی دوسری قسم ''**غلو فی التشیع**'' کی ہے، اور ہم آپ کے سامنے پیچھے یہ واضح کر چکے ہیں کہ ''**غلو فی التشیع**'' میں ایک واجب کو اداء کرنا، اور اس میں بدعت کو ایجاد کرنا ہے، اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ ''**مجرد غلو**'' بدعت ہے، لیکن یہ بدعت کفر تک پہنچانے والی نہیں ہے، اور نہ ہی فسق کی طرف پہنچانے والی ہے، لہٰذا یہ بالاتفاق مردود نہیں ہے۔

شیعہ کی تیسری قسم ''غلو اور شیخین پر زبان درازی'' کی ہے، پس یہ بسا اوقات قطعی حرام تک پہنچانے والی ہے، اور وہ مسلمان کو گالی دینا ہے، جو کہ حدیث کی رو سے باعثِ فسق ہے، ایسا شخص واجب کا تارک، اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، ایسی صورت میں بھی اس پر قدح مطلق شیعیت، یعنی ''حبِ علی'' کی وجہ سے نہیں۔

پس اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ''تشیعِ مطلق'' ردوقدح کا باعث نہیں، جب تک اس کا باعثِ قدح ہونا معلوم نہ ہو''۔انتہٰی۔ [1]

پھر اس کے بعد عزالدین کا سلافہ بالامیر نے مذکورہ تالیف میں فرمایا:

---

[1] وقد اتضح لک أن الحافظ الذهبی قسم التشیع ثلاثة أقسام:

الأول تشیع بلا غلو وهذا لا کلام فیه کما أفاده قوله أو کان التشیع بلا غلو ولا تحرق ولا یخفى أنه صفة لازمة لکل مؤمن وإلا فما تم إیمانه إذ منه موالاة المؤمنین سیما رأسهم وسابقهم إلیه فکیف یقول فول ذهب حدیث هؤلاء یرید الذین والوا علیا رضی الله عنه بلا غلو وما الذی یذهبه بعد وصفه لهم بالدین والصدق والورع لیت شعری أیذهبه فعلهم لما وجب من موالاة أمیر المؤمنین الذی لو أخلوا به لأخلوا بواجب وکان قادحا فیهم ولله در کثیر من التابعین وتابعیهم فقد أتوا بالواجب ودخلوا تحت قوله تعالى (والذین جاؤوا من بعدهم یقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذین سبقونا بالإیمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا) وتحت قوله تعالى (والسابقون الأولون من المهاجرین والأنصار والذین اتبعوهم بإحسان)

ومن ها هنا تعلم أن القول بأن مطلق التشیع بدعة لیس بصحیح والقدح به باطل ولا قدح به حتى یضاف إلیه الرفض الکامل وسب الشیخین رضی الله عنهما وحینئذ فالقدح فیه بسب الصحابی لا بمجرد التشیع.

والقسم الثانی من غلا فی التشیع وأسلفنا لک أنه أتى بواجب وابتدع فیه إن سلم أن مجرد الغلو بدعة إلا أنها بدعة لم تفض بصاحبها إلى کفر ولا فسق فهو غیر مردود اتفاقا إذ قد قیل عند الجماهیر من أفضت به بدعته إلى أحدهما کما سلف آنفا.

الثالث من أقسام التشیع من غلا وحط على الشیخین فهذا قد أفضى به غلوه إلى محرم قطعا وهو سباب المسلم وقد ثبت عنه صلى الله علیه وسلم أن سباب المؤمن فسوق فهذا فاعل المحرم قطعا خارج عن حد العدالة فاسق تصریحا فاعل لکبیرة کما یأتی وتارک أیضا لواجب وحینئذ فرده والقدح فیه لیس لأجل مطلق تشیعه وهو موالاته لعلی رضی الله عنه بل لسبه المسلم وفعله المحرم فعرفت أن التشیع المطلق لیس بصفة قدح وجرح من حیث هو بل هو صفة تزکیة لأنه لا بد للمؤمن من موالاة أهل الإیمان فإذا عرف بها صارت تزکیة فإذا وقع فی عباراتهم القدح بقولهم فلان شیعی فهو من القدح المبهم لا یقبل حتى یتبین أنه من النوع القادح وهو غلو الرفض(ثمرات النظر فی علم الأثر، ص ۳۳، الیٰ ص ۳۶، أقسام التشیع)

وقال الحافظ ابن حجر فی مقدمة الفتح:
التشيع محبة على عليه السلام وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبى بكر وعمر رضى الله عنهما فهو غال فى التشيع ويطلق عليه رافضى وإلا فشيعى فإن انضاف إلى ذلك السب والتصريح بالبغض فغال فى الرفض انتهى كلامه.
فقسم التشيع أيضا ثلاثة أقسام رفض وغلو فى الرفض وتشيع.
فالأول انضاف إلى محبته لعلى رضى الله عنه تقديمه على الشيخين ، والثانى انضاف إليها بغض الشيخين والسب لهما،والثالث المحب فقط.
وهذا التقسيم وقع فى ذكره لبدعة التشيع.
وأقول أما محبته مطلقا وهو القسم الثالث فإنه شرط فى إيمان كل مؤمن وليس من البدعة فى دبير ولا قبيل،وهل الإيمان إلا الحب فى الله وحينئذ عرفت أن كل مؤمن شيعى.
وأما الساب فسب المؤمن فسوق صحابيا كان أو غيره إلا أن سباب الصحابة أعظم جرما لسوء أدبه مع مصحوبه صلى الله عليه وسلم ولسابقتهم فى الإسلام،وقد عدوا سب الصحابة من الكبائر كما يأتى عن الفريقين الزيدية ومن يخالف مذهبهم.
وقد عرفت أنه دل كلام الذهبى وكلام الحافظ ابن حجر على أن التشيع بكل أقسامه بدعة ولا يخفى أن مطلق التشيع الذى هو موالاة على واجب وفاعل الواجب لا يكون مبتدعا (ثمرات النظر فى علم الأثر،ص ۳۹،الٰی ص ۴۱، اقسام التشيع،تعريف النصب)

ترجمہ: حافظ ابنِ حجر نے ''فتح البارى '' کے مقدمہ میں فرمایا کہ تشیع، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کو صحابہ پر مقدم کرنے کا نام ہے، پس جس نے حضرت علی کو، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر مقدم کیا، تو وہ تشیع میں غالی ہے، اور اس پر ''رافضی'' کا اطلاق آتا ہے، ورنہ وہ شیعہ ہے، پھر اگر وہ اس کی طرف سب وشتم کو شامل کرے، اور بغض کی تصریح کرے، تو وہ رفض میں غالی ہے، حافظ ابنِ حجر کا کلام ختم ہوا۔
پس حافظ ابنِ حجر نے ''تشیع'' کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ایک ''رفض'' اور دوسرے ''غلو فى الرفض ''اور تیسرے ''تشیع''
پہلی قسم (یعنی رفض) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کی طرف متوجہ ہونا، اور ان کو شیخین پر مقدم کرنا ہے، اور دوسری قسم (یعنی غلو فی الرفض) اس میں شیخین کے بغض

اوران پر سب وشتم کوشامل کرنا ہے،اور تیسری قسم (یعنی تشیع )فقط محبتِ علی ہے۔
اور حافظ ابنِ حجر کی یہ تقسیم تشیع کی بدعت کے ذکر کرنے کے موقع پر واقع ہوئی ہے۔
اور میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مطلق محبت، جو کہ تیسری قسم ہے، یہ تو ہر مومن کے ایمان کی شرط ہے، اور یہ کسی جہت سے آگے اور پیچھے سے بدعت میں داخل نہیں، ایمان تو صرف اللہ کے لیے محبت کا نام ہے، اوراس صورت میں آپ یہ بات جان چکے کہ ہر مومن، اس طرح کا شیعہ ہے۔
جہاں تک سب وشتم کرنے والے کا تعلق ہے، تو مومن کو سب وشتم کرنا فسق ہے، خواہ صحابی کو سب وشتم کرے، یا غیر صحابی کو، البتہ صحابہ کو سب وشتم کرنا، زیادہ بڑا جرم ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے ساتھ، سوءِ ادب کی وجہ سے، اور صحابۂ کرام کے اسلام میں سبقت کرنے کی وجہ سے، اور اہلِ علم حضرات نے سبِ صحابہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، جیسا کہ فریقین، یعنی زیدیہ اوران کے مذہب کے مخالفین کے حوالے سے آتا ہے۔
اور آپ یہ بات جان چکے کہ ذہبی اور حافظ ابنِ حجر کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تشیع اپنی تمام اقسام کے ساتھ بدعت ہے، لیکن یہ بات مخفی نہیں کہ مطلق تشیع جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا نام ہے، وہ واجب ہے، اور واجب کا فاعل، بدعتی شمار نہیں ہوا کرتا (ثمرات النظر)

اس کے بعد عزالدین کا سلافہ بالا میر نے بعض شبہات کا جواب دیا ہے۔ [1]

---

[1] فإن قلت هذا كله مبنى على أن قول الحافظ وتقديمه على الصحابة ليس من جملة رسم التشيع وأى مانع عن جعله قيدا فيقيد أن التشيع محبة على رضى الله عنه مع تقديمه على الصحابة فلا يتم أن مجرد محبته تشيع .
قلت يمنع عنه أنه إن حمل لفظ الصحابة فى كلامه فى الرسم على من عدا الشيخين لزم أن من قدمه على أى صحابى ولو من الطلقاء أو ممن ثبت له مجرد اللقاء يكون شيعيا لأن لفظ الصحابة للجنس فهو فى قوة من قدمه على أى صحابى وهذا لا يقوله أحد فإنه من السابقين الأولين من العشرة المشهود لهم بالجنة وهم مقدمون على غيرهم بالنصوص . ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کے بعد مصنف مذکور نے فرمایا کہ:

**فهذان الحافظان يوافقان أن التشيع أقسام ثلاثة تشيع مطلق هو محبته رضى الله عنه فقط.**

**ومحبته مع تقديمه على الشيخين ،ومحبته مع التقديم والسب.**

**الأول شيعى والثانى غال فى التشيع ويطلق عليه رافضى الثالث غال فى الرفض .هذا مفاد كلام الحافظين وهما إماما الفن وعلى كلامهما وقع البحث فى هذه الرسالة** (ثمرات النظر،ص ۴۳،ص ۴۴،أقسام التشيع، تعريف النصب)

ترجمہ: پس یہ دونوں حافظ (حافظ ذہبی اور حافظ ابنِ حجر) اس بات میں ایک دوسرے کے موافق ہیں کہ تشیع کی تین قسمیں ہیں، ایک ’’تشیع مطلق‘‘ جو کہ فقط حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا نام ہے، اور دوسری قسم حضرت علی سے محبت اور ان کو شیخین پر مقدم رکھنا ہے، اور تیسری قسم حضرت علی سے محبت رکھنا ہے، تقدیم اور سب وشتم کے ساتھ۔

اور پہلی قسم کا نام ’’شیعہ‘‘ ہے، اور دوسری قسم کا نام ’’غلو فی التشیع‘‘ ہے، جس پر ’’رافضی‘‘ کا اطلاق بھی آتا ہے، اور تیسری قسم کا نام ’’رفض میں غلو‘‘ ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولأنه بالاتفاق ليس يسمى الشيعى من قدم عليا على أى فرد من أفراد الصحابة أو حمل على الشيخين فقط فيكون التشيع محبة على رضى الله عنه وتقديمه على الشيخين فهذا بعينه هو الذى أفاده بقوله فمن قدمه على أبى بكر وعمر فهو غال فحينئذ تداخل الأقسام ولا يشمل كلامه وضابطه رسم التشيع المطلق أو حمل على المشايخ الثلاثة فهذا الإشكال باق إذ من قدمه على الثلاثة فقد قدمه على الشيخين مع الخلل الذى عرفته أيضا.

وإنما بلغت عبارته إلى هذا الخلل على التقادير الأربعة بسبب جعل قوله تقديمه على الصحابة قيدا تعين حملها على ما تصح به وتفيد وأن قوله وتقديمه استئنافية والواو للاستئناف قدمها إرهاصا لقوله فمن قدمه على أبى بكر وعمر وأن المراد من الصحابة الشيخان ذكرهما ألا إجمالا ثم ثانيا تفصيلا وأن قوله محبة على فقط هو رسم مطلق التشيع وأيد هذا قوله وإلا فشيعى فإن مراده وألا يقدمه على الشيخين لدى بل يحبه فقط وهذا هو المطلق.

وأيده أيضا بما عرفناه من تصرفاتهم فى كتب الرجال وتسمع من كلامنا الآتى كثيرا من عباراتهم فى ذلك وأيده قول الحافظ الذهبى فى ضابطه أو كان التشيع بلا غلو(ثمرات النظر فى علم الأثر،ص ۳۱،الٰی ص ۴۳، اقسام التشيع،تعريف النصب)

یہ مذکورہ دونوں حافظوں کا کلام ہے، اور یہ دونوں فن کے امام ہیں، اور ان ہی کے کلام پر اس رسالہ میں بحث واقع ہوئی ہے (ثمرات النظر)

اسی تالیف میں عزالدین کا سلافہ بالا میر نے فرمایا:

من البعد عن الإنصاف قول ابن القطان إن فی رجال الصحیحین من لا یعلم إسلامه فضلا عن عدالته و کم بین هذا وبین قول الحافظ السابق آنفا.
و کلام ابن القطان وإن تلقاه بعض محققی المتأخرین بالقبول فلیس بمقبول إذ من المعلوم أنه لا یروی أحد من أهل العلم کلام رسول الله صلی الله علیه وسلم عن غیر مسلم فلا بالإفراط ولا بالتفریط و کلا طرفی قسط الأمور ذمیم (ثمرات النظر فی علم الأثر، ص ۱۲۲، نتائج البحث)

ترجمہ: ابنِ قطان کا یہ قول، انصاف سے بعید ہے کہ صحیحین کے راویوں میں ایسے راوی بھی ہیں، جن کے اسلام کا علم نہیں، چہ جائیکہ ان کی عدالت کا علم ہو، اور کتنا بڑا فرق ہے، اس بات کے درمیان، اور حافظ سابق (ابنِ حجر) کے قول کے درمیان، جو ابھی ذکر کیا گیا۔

اور ابنِ قطان کے کلام کو اگرچہ بعض محقق متاخرین نے قبول کیا ہے، لیکن یہ مقبول نہیں، کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ اہلِ علم میں سے کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو غیر مسلم سے روایت نہیں کیا، پس نہ تو اس سلسلہ میں افراط کو اختیار کرنا چاہیے، اور نہ تفریط کو، اور امور کے درمیان کی دونوں طرفیں بری ہوا کرتی ہیں (ثمرات النظر)

پھر آگے چل کر اپنے مذکورہ کلام کی تشریح کرتے ہوئے کا سلافہ بالا میر نے فرمایا:

وإنما قلنا إنه تفریط لما علم من أنه لا یروی أحد من أئمة المسلمین عن غیر مسلم أحادیث رسول الله صلی الله علیه وسلم کما أن دعوی عدالة کل من فیهما إفراط وإذا کان کذلک فمن أین یتلقی بالقبول (ثمرات النظر فی علم الأثر، ص ۱۳۴، نتائج البحث)

ترجمہ: اور ہم نے اس کو تفریط اس لیے قرار دیا کہ ائمۂ مسلمین میں سے کسی نے بھی، کسی غیر مسلم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو روایت نہیں کیا،

جیسا کہ بخاری ومسلم کے ہر راوی میں عدالت کا دعویٰ افراط ہے، اور جب صورتِ حال یہ ہے، تو اس کو تلقی بالقبول کیسے حاصل ہوگی (ثمرات النظر)

مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پر عزالدین کا سلافہ بالامیر نے فرمایا:

أهل الحديث اتفق لهم فى مخالفة فروعهم لأصولهم مثل ما اتفق لأهل سائر الفنون أصلوا أنه لا يقبل الداعية وسمعت قبولهم له وأصلوا أنه لا يقبل غلاة الروافض وسمعت قبولهم لهم وأصلوا أنه لا يقبل غلاة أهل الإرجاء ونراهم يقبلونهم وأصلوا أنه لا يقبل أهل القدر ونراهم يقبلون من اتصف به وهذا كله يرشدك إلى صحة ما قررناه من أنه لا يلاحظ إلا ظن الصدق وأنه مدار الرواية.

ولقد كرر فى العواصم أن المعتبر فى الراوى ظن الصدق (ثمرات النظر فى علم الأثر، ص ١٢٥ ،نتائج البحث)

ترجمہ: اہلِ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کی فروع میں اصول کی مخالفت کی حیثیت ایسی ہے، جیسا کہ تمام اہلِ فنون کا اتفاق ہو، جس کے لیے انہوں نے یہ اصل قائم کی ہے کہ دعوت دینے والے بدعتی کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا، حالانکہ آپ یہ بات سن چکے ہیں کہ وہ (مذکورہ دعویٰ کے باوجود، عملی طور پر) ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں، اور انہوں نے یہ اصل بھی قائم کی ہے کہ غالی روافض کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، حالانکہ آپ یہ بات سن چکے ہیں کہ وہ (مذکورہ دعویٰ کے باوجود، عملی طور پر) ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں، اور انہوں نے یہ اصل بھی قائم کی کہ غالی مرجئہ کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، لیکن ہم انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں، اور انہوں نے یہ اصل بھی قائم کی ہے کہ اہلِ قدر کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اہلِ قدر کے ساتھ متصف شیخ کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔

اس تمام تفصیل سے آپ کے سامنے ہماری بیان کردہ اس تقریر کی صحت ثابت ہوجاتی ہے کہ اس چیز میں اصل دارومدار صرف صدق کے گمان پر ہے، اور یہی

روایت کا مدار ہے۔

اور ''العواصم'' میں بار بار اس بات کو ذکر کیا گیا ہے کہ راوی میں اصل معتبر چیز صدق کا گمان ہے (ثمرات النظر)

پھر اس کے بعد عزالدین کا سلافہ بالا میر نے مذکورہ تالیف میں ''متضادین فی المذاهب والعقائد'' کے ایک دوسرے کے خلاف عیب کے قبول نہ ہونے پر کلام کیا ہے، جس کی تائید میں ذہبی اور ابنِ سبکی اور حافظ صلاح الدین علائی وغیرہ کے حوالہ جات ذکر کیے ہیں، اور ابنِ سبکی کے حوالہ سے حافظ صلاح الدین علائی کا، حافظ ذہبی کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''شیخ شمس الدین ذہبی کے دین اور ورع اور ان کے قول میں کوئی شک نہیں، لیکن ان پر تاویل کی منافرت کا غلبہ ہے، اور تنزیہ سے غفلت کا غلبہ ہے، یہاں تک کہ ان کی طبیعت میں اہلِ تنزیہ سے شدید انحراف، اور اہلِ اثبات کی طرف قوی میلان پایا جاتا ہے، پس جب وہ اہلِ اثبات میں سے کسی کا ذکر کرتے ہیں، تو اس کے محاسن میں اطناب سے کام لیتے، اور اس کی غلطیوں سے تغافل اختیار کرتے ہیں، اور جب وہ دوسری طرف کے لوگوں، یعنی اہلِ تاویل اور اہلِ تنزیہ میں سے کسی کا ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ غزالی اور جوینی وغیرہ کا، تو ان کی صفات میں مبالغہ نہیں کرتے، اور ان پر طعن کرنے والے کے اقوال کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں، اور جب ان میں سے کسی کی غلطی پر کامیابی حاصل کر لیتے ہیں، تو اس کا ذکر کرتے ہیں۔

اور اسی طریقے سے ہمارے زمانے میں بھی بعض لوگوں کا طرزِ عمل ہے، جس کا سبب، عقیدہ میں مخالفت ہے۔

ابنِ سبکی نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے شیخ ذہبی اس قسم کے تعصب کے رویہ میں حدِ سُخر تک پہنچ چکے ہیں، جس کی وجہ سے مجھے اس تعصب کی وجہ سے قیامت کے دن، علمائے مسلمین کی شان میں اس طرح کے کلام کے متعلق خوف ہے، اور میں یہ

فتویٰ دیتا ہوں کہ ہمارے شیخ ذہبی کی طرف سے اشاعرہ وغیرہ کی مذمت اور حنبلی کی مدح میں اعتماد کرنا، جائز نہیں''۔ [1]

---

[1] كلام الأقران والمتضادين فى المذاهب والعقائد لا ينبغى قبوله فقد فتح باب التمذهب عداوات وتعصبات قل من سلم منها إلا من عصمة الله قال الحافظ الذهبى فى ترجمة أحمدابن عبد الله بن أبى نعيم ما لفظه كلام الأقران بعضهم فى بعض لا يعبأ به لا سيما إذا لاح لك أنه لعداوة أو لمذهب أو لحسد لا ينجو منه إلا من عصمه الله وما علمت أن عصرا من الأعصار سلم أهله من ذلك سوى النبيين والصديقين فلو شئت لسردت لك من ذلك كراريس انتهى.

وهذا كلام الذهبى ونصه وقد عيب عليه ما عابه عليه غيره قال ابن السبكى فى الطبقات نقلا عن الحافظ صلاح الدين العلائى ما لفظه الشيخ شمس الدين الذهبى لا شك فى دينه وورعه وتحريه فيما يقول ولكنه غلب عليه منافرة التأويل والغفلة عن التنزيه حتى أثر ذلك فى طبعه انحرافا شديدا عن أهل التنزيه وميلا قويا إلى أهل الإثبات فإذا ترجم لأحد منهم أطنب فى محاسنه وتغافل عن غلطاته وإذا ذكر أحدا من أهل الطرف الآخر كالغزالى وإمامه الجوينى لا يبالغ فى وصفه ويكثر من أقوال من طعن فيه وإذا ظفر لأحدهم بغلطة ذكرها.

وكذا فى أهل عصرنا إذا لم يقدر على التصريح يقول فى ترجمته والله يصلحه ونحو ذلك.

وسببه المخالفة فى العقيدة انتهى.

قال ابن السبكى وقد وصل يريد الذهبى من التعصب وهو شيخنا إلى حد يسخر منه وأنا أخشى عليه يوم القيامة من غالب علماء المسلمين والذى أفتى به أنه لا يجوز الاعتماد على شيخنا الذهبى فى ذم أشعرى ولا مدح حنبلى.

وأقول الصلاح العلائى وابن السبكى شافعيان إمامان كبيران والذهبى إمام كبير الشأن حنبلى المذهب وبين هاتين الطائفتين فى العقائد وفى الصفات وغيرها تنافر كلى فلا يقبلان عليه تعين ما قالاه.

وقال ابن السبكى قد عقد ابن عبد البر بابا فى حكم قول العلماء بعضهم فى بعض بدأ فيه بحديث الزبير دب إليكم داء الأمم قبلكم الحسد والبغضاء .

قال ابن السبكى وقد عيب على ابن معين كلامه فى الشافعى وتكلمه فى مالك بن أبى ذئب وغيره.

قلت إذا كان الأمر كما سمعت فكيف حال الناظر فى كتب الجرح والتعديل وقد غلب التمذهب والمخالفة فى العقائد حتى إنه يوصف الرجل بأنه حجة أو يوصف بأنه دجال باعتبار اختلاف حال الاعتقادات والأهواء .

فمن هنا كان أصعب شىء فى علوم الحديث الجرح والتعديل فلم يبق للباحث طمأنينة إلى قول أحد ثم ما بعد قول ابن السبكى إنه لا يقبل قول الذهبى فى مدح حنبلى ولا ذم أشعرى.

وقد صار الناس عالة على الذهبى وكتبه ولكن الحق أنه لا يقبل على الذهبى بما ذكره هو وبما ذكره الذهبى أنهم لا يقبلون الأقران بعضهم على بعض.

ثم إن كان مرادهم بالأقران المتعاصرون فى قرن واحد والمتساوون فى العلوم فهو مشكل لأنه لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جب حافظ ذہبی کا ''اشاعریہ'' اور ''اہلِ تاویل'' سے شدید انحراف معلوم ہوگیا، تو ان کی طرف سے ''کفارِ تاویل'' کے بارے میں شدید جرح بھی مؤثر نہیں ہوگی، جیسا کہ حافظ ذہبی کا بعض صحابہ کی تکفیر کی بناء پر تکفیر کا قول، جبکہ جمیع صحابہ کی تکفیر نہ کرے۔

پھر عزالدین کا سلافہ بالامیر نے مذکورہ تالیف کے آخر میں فرمایا کہ:

ہم نے جو آپ کے سامنے دلائل ذکر کیے، ان سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ روایت کے قبول ہونے میں راوی کے ''صدق'' اور اس کے ''ضبط'' کی صفت ہی شرط ہے، اور اس کے ہوتے ہوئے محض ''قدریہ'' یا ''مرجئہ'' یا ''تشیع کے غلو'' وغیرہ کی جرح، جو عقائد اور مذاہب کی طرف لوٹتی ہے، وہ معتبر نہیں، جس کے مختلف دلائل ونظائر موجود ہیں''۔ [1]

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

يعرف حال الرجل إلا من عاصره ولا يعرف حاله من بعده إلا بأخبار من قارنه.

إن أريد الأول وإن أريد الثانى فأهل العلم هم الذين يعرفون أمثالهم ولا يعرف أولى الفضل إلا ذوو الفضل فالأولى إناطة ذلك لمن يعلم أن بينهما تنافسا أو تحاسدا أو شيئا يكون سببا لعدم الثقة لقبول بعضهم فى بعض لا لكونه من الأقران فإنه لا يعرف عدالته ولا جرحه إلا من أقرانه وأعظم ما فرق بين الناس هذه العقائد والاختلاف فيها فليحذر عن قبول المختلفين فيها بعضهم فى بعض قبل البحث عن سبب القدح والتثبت فى صحة نسبته إليه وأعون شىء على معرفة ذلك فى هذه الأعصار البحث فى كتب الرجال المتعددة المختلف مؤلفوها وسنقرر آخرا ما يكشف هذه الغمة(ثمرات النظر فى علم الأثر، ص ١٢٥ الىٰ ص ١٣٠، نتائج البحث)

[1] إن شددت يديك على ما أسلفناه لك من الأدلة أنه ليس الشرط فى قبول الرواية إلا صدق الراوى وضبطه هان عليك هذا الخطب الجليل وحصل لك فى أصل الرواية أصل أصيل وذلك أن غالب الجرح والتضعيف بمثل القول بالقدر والرؤية وبالإرجاء وبغلو التشيع وغيرها مما يعود إلى العقائد والمذاهب كخلق القرآن ومسألة الأفعال.

وليست عندنا هذه قوادح فى الراوى من حيث الرواية وإن كان بعضها قادحا من حيث الديانة فباب الرواية غير باب الديانة وإذا كان قد تحقق الإجماع عل قبول رواية من سفك دم أهل الإسلام كسفك دماء عبدة الأوثان وأقدم عليهم بالسيف والسنان وأخاف إخوانه من أعيان أهل الإيمان لظن صدقه فى الرواية وتأويله فى الجنان وإن كان تأويله ترده العقول ولا تقبله الفحول كتأويل معاوية أن قاتل عمار رضى الله عنه هو على عليه السلام لأنه الذى جاء به إلى رماحهم وألقاه بين

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اورعزالدین کا سلافہ بالامیر نے، اپنی تالیف’’ارشاد النقاد إلى تيسير الاجتهاد‘‘ میں فرمایا:

وهذه مسألة قبول فساق التأويل وكفار التأويل وقد نقل في العواصم إجماع الصحابة على قبول فساق التأويل من عشر طرق ومثله في كفار التأويل من أربع طرق.

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سيوفهم وكفاحهم وقد ألزمه عبد الله بن عمر بأن قال حمزة رضى الله عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم فأفحمه.

فالأولى قبول من يرى الإرجاء والقدر ونحوهما فإنه لم يعتقد ذلك ويدعو إليه إلا لاعتقاده أنه دين الله تعالى الذى قامت عليه الأدلة فلم يبق القدح عندنا إلا بالكذب أو سوء الحفظ أو الوضع وما لاقاه فى معناه مع أن الكذب عنه رادع طبيعي فى الجبلة ولذا قيل يطبع المؤمن على كل خلق ليس الخيانة والكذب وليس بحديث كما قد توهم.

وقد كان يتنزه عنه أشر خلق الله كالتسعة الرهط الذين يفسدون فى الأرض ولا يصلحون فإنهم قالوا (لنبيتنه وأهله ثم لنقولن لوليه ما شهدنا مهلك أهله وإنا لصادقون) فإنه كما قال جار الله رحمه الله وفى هذا دليل قاطع على أن الكذب قبيح عند الكفرة الذين لا يعرفون الشرع ونواهيه ولا يخطر ببالهم.

ألا ترى أنهم قصدوا قتل نبى الله ولم يرضوا لأنفسهم أن يكونوا كاذبين حتى سووا للصدق فى خبرهم حيلة يتصونون بها عن الكذب انتهى.

وفى خبر أبى سفيان مع هرقل الذى ساقه البخارى أوائل صحيحه أنه ترك الكذب لئلا يؤثر عنه هذا فكيف لا يتنزه عنه المسلمون بل أعيانهم وهم رواة كلامه صلى الله عليه وسلم فإن الراوى قد يلابس بعض ما ينكر عليه ولا يصدر عنه الكذب فى روايته.

وهذا الزهرى كان يخالط خلفاء الأموية ويلبس زى الأجناد ويفعل ما عابه عليه نظراؤه من أهل العلم فى عصره وعدوه قبيحا عليه ولما ذكر له بعض خلفائهم كلاما فى قوله تعالى (والذى تولى كبره منهم) الآية وكذب الزهرى لما ذكر له الحق قال ما معناه والله لو كان إباحة الكذب بين دفتى المصحف أو نادى مناد من السماء بإباحته لما فعلته انتهى.

فتحرز عن الكذب وبالغ فى التنزه عنه مع غشيانه لما عيب عليه.

وأما حديث ثم يفشو الكذب فلا ينافى أن تكون طائفة من الأمة متحرزة عنه فقد ثبت أنها لا تزال طائفة من الأمة على الحق ظاهرين لا يضرهم من خالفهم وأى طائفة أعظم من رواة حديثه صلى الله عليه وسلم ويؤيد ذلك حديث (إنه يحمل هذا العلم عن كل خلف عدوله) صححه ابن عبد البر وروى عن أحمد بن حنبل أنه حديث صحيح.

واعلم أنه ليس مرادنا من هذا نفى وقوع الكذب من الرواة بل قد تحقق وقوعه بلا ريب بل مرادنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وإذا عرفت ورأيت أئمة الجرح والتعديل يقولون فلان ثقة حجة إلا أنه قدرى أو يرى الإرجاء أو يقول بخلق القرآن أو نحو ذلک أخذت بقولهم ثقة وعملت به وأطرحت قولهم قدرى ولا يقدح به فى الرواية غاية ذلک أنه مبتدع ولا يضر الثقة بدعته من قبول روايته لما عرفت من كلام ابن حجر ومن كلام مالک.

فإن قولهم ثقة قد أفاد الإخبار بأنه صدوق وقولهم يقول بخلق القرآن مثلا إخبار بأنه مبتدع ولا تضرنا بدعته فى قبول خبره (ارشاد النقاد إلى تيسير الاجتهاد،ص١٢٨ و ١٢٩ ،فصل فى أن القوادح المذهبية لا يتلفت إليها)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أنه لا يقبل القدح بالكذب والوضع إلا فيمن علم خلاعته وتساهله فى الدين وارتكابه للعظائم فإنه لا يقدم على الكذب عليه صلى الله عليه وسلم إلا من كان لا ديانة له محققة.

فلا يقال يعارض ما ذكرت من الورع عنه الداعى إليه وهو ما فى النفوس من محبة الرئاسة بالتسمى بالمحدث والترفع والدعوى الباطلة بأنه حافظ للأحاديث راولها صاحب الروايات حافظ العصر ونحو ذلک من الألقاب القاطعة للأعناق الحاملة على تحلى الإنسان بغير ما هو أهله .

لأنا نقول هذا لا يكون إلا لمن له إلمام بمخافة الله وتقواه السامع للوعيد فيمن تقول عليه صلى الله عليه وسلم ما لم يقله ولا يصدر هذا إلا عن خليع تفضحه خلاعته وتنفر عنه وعن الرواية عنه وعن قبوله.

ولا يخفى على ناقد حقيقة حاله ومثل هذا لا يكون بحمد الله مقبولا عن أحد من طوائف الرواة ولا يقبل ترويجه بل هو أقرب شىء إلى الافتضاح فهو مأمون دخوله فى الرواة الذين قبلهم أساطين الحفاظ المفتشين عن كل ذرة والمتتبعين كل لفظة .

ولا يكون الكذب إلا لخليع لا يبالى بالهتک كما قال بعض الخلفاء وقد عوتب على الكذب لو غرغرت به لهواتک ما فارقته كما قيل لكذاب هل صدقت قط فقال لولا أنى صادق فى قول لا لقلتها. وأمثال هؤلاء قد صان الله أحاديث رسول صلى الله عليه وسلم أن يكونوا من رواتها وقد جعل الله لكلامه صلى الله عليه وسلم رونقا وطلاوة وحلاوة يكاد يعرف الممارسين لأحاديثه كلامه صلى الله عليه وسلم من كلام غيره فإنه قد أوتى صلى الله عليه وسلم جوامع الكلم وأتاه الله من البلاغة ما لم يؤت أحدا من العالمين ولمعانى كلامه ومقاصده ما يعرف به كلامه من كلام غيره فى الأغلب.

وقد أخرج أحمد وأبو يعلى عن أبى أسيد وأبى حميد مرفوعا إذا سمعتم الحديث عنى تعرفه قلوبكم وتلين له أشعاركم وأبشاركم وترون أنه منكم قريب فأنا أولاكم به وإذا سمعتم الحديث عنى تنكره قلوبكم وتنفر منه أشعاركم وأبشاركم وترون أنه بعيد عنكم فأنا أبعدكم منه وإن كان قد ضعف فمعناه حسن فإن قلت إذا كانت أئمة الجرح والتعديل قد قيل فيهم ما قيل فكيف يأمن الناظر لديه أن يقولوا فيمن خالف مذهبهم كاذب أو وضاع وليس كذلک فكيف الثقة بهم قلت قد عرفنا من تتبع أحوالهم الإنصاف فيما يقولونه ألا تراهم يقولون ثقة إلا أنه كان يتشيع كان حجة إلا أنه كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اور یہ ''فساقِ تاویل'' اور ''کفارِ تاویل'' کی روایت قبول ہونے کا مسئلہ ہے، اور ''العواصم'' میں صحابہ کا ''فساقِ تاویل'' کی روایت قبول ہونے کا اجماع، دس طریقوں سے نقل کیا گیا ہے، اور اسی طرح ''کفارِ تاویل'' کی روایت قبول ہونے کا اجماع، چار طریقوں سے نقل کیا گیا ہے۔

اور جب آپ یہ بات پہچان چکے، اور دیکھ چکے کہ ائمۂ جرح وتعدیل یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص ثقہ، حجت ہے، مگر یہ کہ وہ ''قدری'' ہے، یا ''مرجئہ'' ہے، یا ''خلقِ قرآن'' کا قائل ہے، یا اسی طرح کی کوئی اور بات کہتے ہیں، تو آپ کو اُن کے ثقہ ہونے کے قول کو لے لینا چاہیے، اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے، اور ان کے قول ''قدری'' وغیرہ ہونے کو نظر انداز کر دینا چاہیے، اور یہ چیز اس کی روایت میں

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يرى القدر كان ثقة إلا أنه كان مرجئا كان مائلا عن الحق ولم يكذب فى الحديث كان يرى القدر وهو مستقيم الحديث فهذا دليل أن القوم كانوا يذكرون فى الشخص ما هو عليه.

واتصف به من خير وشر ولا يتقولون عليه إذ لو كانوا يتقولون لرموا من خالفهم فى المذاهب بالكذب ولما وثقوا شيعيا ولا قدريا ولا مرجئا.

وهب أنهم يتفق لهم شيء من ذلک فلا تأخذ بأول قول يطرق سمعک من إمام جرح وتعديل بل تتبع ما قاله فيه غيره واستقراء القرائن فلا بد وأن يحصل لک ظن تعمل به أو تقف على العمل به وصدق من درج من قبلنا وحسن حاله أو قبحه لا يعرف إلا بقرائن تؤخذ مما يسرده عنه الرواة والمؤرخون وأهل المعرفة بأحوال الناس وأيامهم وهذه قرائن دلت على إنصاف أئمة هذا الشأن وإن كانت لهم هفوات فإنه لم يثبت إلا عصمة الأنبياء من نوع الإنسان.

فإن قلت ما أردت من جمع هذه الكلمات قلت فوائد جمة وأمور مهمة يعرف قدرها من هو فى هذا الشأن من الأئمة فقد اشتملت على نفائس الأنظار وعلى عيون مسائل يظمأ إلى معينها حملة الآثار وبيت قصيدها وعمدة مقصودها بيان أنه لا يشترط فى قبول الرواة إلا ظن صدق الراوى وضبطه ولا يرد إلا بكذبه وسوء حفظه ونحوهما وأن هذا شرط متفق عليه بين كل طائفة.

والخلاف فى القدح وما عداه قد أقمنا الأدلة على أنه لا قدح به فى الرواية والله سبحانه ولى كل توفيق وهداية.

نسأله أن يرزقنا معرفة الحق واتباعه ويجعلنا أهله وأتباعه وصلى الله على من نرجو بجاهه الشفاعة فى يوم الحشر والنشر وقيام الساعة وعلى آله وأزواجه أصحاب المؤمنين والحمد لله رب العالمين انتهى بحمد الله(ثمرات النظر فى علم الأثر،ص ۱۴۰ الیٰ ص ۱۵۱ ،نتائج البحث)

ردوقدح کا باعث نہیں، زیادہ سے زیادہ اس بارے میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ بدعتی ہے، لیکن ثقہ کواس کی بدعت، اس کی روایت کے قبول ہونے میں مضر نہیں، جیسا کہ آپ ابنِ حجر اور امام مالک کے کلام سے پہچان چکے ہیں۔

کیونکہ محدثین کا یہ فرمانا کہ وہ ’’ثقہ‘‘ ہے، تو یہ اس کے سچا ہونے کی خبر دینا ہے، اور ان کا مثلاً ’’خلقِ قرآن‘‘ کا قول، اس بات کی خبر دینا ہے کہ وہ بدعتی ہے، اور ہمیں اس کی بدعت، اس کی روایت کے قبول ہونے میں مضر نہیں (ارشاد النقاد)

عزالدین کا سلافہ بالامیر نے، اپنی تالیف ’’**توضیح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار**‘‘ میں متأولین کی روایت قبول ہونے کے بیان میں ’’کفارِ تاویل‘‘ کی روایت قبول ہونے کے اجماع کے چار طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] مسألة":وأما كفار التأويل "أى وأما الحكم فى قبول رواية كفار التأويل وردها "فالمدعون للإجماع على قبولهم أقل من أولئك "أى الذين ادعوه فى فساق التأويل "فى معرفتي فالذى عرفت من طرق دعوى الإجماع على قبولهم أربع طرق عن أربعة من ثقات العلماء وكبرائهم وهم الإمام يحيى بن حمزة فى "كتاب "الانتصار "فى باب الأذان نصا صريحا قال المصنف فى العواصم إنه قال وأما كفار التأويل وهم المجبرة والمشبهة والروافض والخوارج فهؤلاء اختلف أهل القبلة فى كفرهمة والمختار أنهم ليسوا بكفار لأن الأدلة بكفرهم تحتمل احتمالات كثيرة وعلى الجملة فمن حكم بإسلامهم أو كفرهم قضى بصحة أذانهم وقبول أخبارهم وشهادتهم وقد تقدم هذا.

"و "الثانى "المنصور بالله "عبد الله بن حمزة "فى "كتاب "المهذب عموما ظاهرا "وقد قدمنا لفظه وبيان عمومه " .و"الثالث "الفقيه عبد الله بن زيد فى الدور نصا صريحا "تقدم أيضا نصه بلفظه.

"و "الرابع "القاضى زيد فى الشرح والتقرير نصا صريحا "تقدم أيضا لفظه لأن التقرير ليس القاضى زيد بل للأمير الحسين وإنما نقل عنه الأمير فى التقرير ذلك كما تقدم للمصنف قريبا فالمراد أنه نص عليه فى الشرح نصا صريحا ونقله عنه فى التقرير.

"وقد تقدم قول المؤيد بالله رضى الله عنه أن ذلك مذهب أصحابنا هكذا على العموم من غير استثناء "الكلام فى الناقلين من طرق الإجماع على قبول كفار التأويل لا فى القائلين لذلك فهو الذى تقدم وكأنه يريد أنه لا يقول مذهب أصحابنا إلا استنادا إلى إجماع أصحابه "ولكن قاضى القضاة"عبد الجبار بن أحمد"ذكر أن كفار التأويل لا يقبلون بالإجماع "فهذا خلاف ما رواه غيره.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کے بعد عزالدین کا سلافہ بالامیر نے اپنی تالیف ''توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الأنظار'' میں فرمایا:

**وإذا ثبت أن الأمة غير مجمعة على التكفير فقد تعذر الإجماع** (توضیح الأفكار، ج۲،ص ۱۳۵،رقم المسألة ۴۹ ،فی قبول رواية الفساق المتأولين)

ترجمہ: اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ امت ''تکفیر'' پر جمع نہیں، تو اجماع متعذر ہوگیا (توضیح الافکار)

پھراس کے بعد عزالدین کا سلافہ بالامیر نے امام سخاوی اور ابنِ دقیق العید کے حوالہ جات بھی مذکورہ موقف کی تائید میں ذکر کیے ہیں، جن میں متقدمین کے اہلِ قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا بھی ذکر ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"وقال الشيخ أحمد "بن محمد الرصاص "إنه روى عن أبى طالب قريب من الإجماع يعنى على ردهم والجواب "عن التعارض فى النقلين "أن تلك الدعوى "أى دعوى الإجماع على قبولهم "أرجح بالكثرة "فإن رواتها خمسة قال فى العواصم والترجيح يحصل بزيادة واحد فكيف أربعة وهذا الترجيح بكثرة العدد "و "تترجح أيضا "الزيادة "فى رواتها "فى الفضل والعلم وعدم الإبتداع عند من يوافقهم فى المذهب "فإنهم غير مبتدعين عنده للقول بعدم قبول المتأول(توضيح الأفكار لمعانى تنقيح الأنظار،للصنعانى،ج۲،ص ۱۳۳ و ۱۳۴ ،رقم المسألة ۴۹ ،فى قبول رواية الفساق المتأولين)

[1] "وأما كفار التأويل فلم يذكرهم كثير منهم "أى من أئمة الحديث "لأنهم لا يقولون بتكفير أحد من أهل القبلة إلا من علم كفره بالضرورة من الذين كالباطية ومنهم من ذكرهم فحكى الخلاف فيهم ممن ذكرهم زين الدين بن العراقى فحكى عن إمام المحدثين بلا مدافعة الحافظ الثبت الخطيب البغدادى الشافعى أنه حكى عن جماعة من أهل النقل ولامتكلمين أنهم يقبلون أهل التأويل وإن كانوا كفارا أو فساقا قال زين الدين واختاره يصاحب المحصول قلت :الجمهور منهم على رد الكافر قال زين الدين ونقله السيف الآمدى عن الأكثرين وبه جزم أبو عمرو بن الحاجب "فإنه قال فى مختصر المنتهى ولامبتدع بما يتضمن التكفير كالكافر عند المكفر وأما غير المكفر فكالبدع الواضحة ثم اختار رد أهل البدع الواضحة.

قال السخاوى :وحكى الخطيب فى الكفاية عن جماعة من أهل النقل والمتكلمين أن أخبار أهل الأهواء كلها مقبولة وإن كانوا كفارا أو فساق التأويل.

"وقال :صاحب المحصول :الحق أنه إن اعتقد حرمة الكذب قبلنا روايته وإلا فلا لأن اعتقاد حرمة الكذب يمنعه منه."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کا حاصل وہی ہے، جو حافظ ابنِ حجر کے حوالہ سے پہلے گذرا، اور یہ بات خاص طور پر حنفیہ کے مذہب کے موافق ہے، جس پر اس تالیف کے ابتدائی باب میں مفصل کلام گزر چکا ہے۔

عز الدین کا سلافہ بالا میر کی مندرجہ بالا تصریحات وعبارات سے معلوم ہوگیا کہ رافضہ کی روایات کی علی الاطلاق نہ تو تردید کا قول صواب پر مبنی ہے، اور نہ ہی ان کی تکفیر کا قول صواب پر مبنی ہے۔

ہم اس سے اتفاق کرتے ہیں، جس کی تائید ہمارے اس مضمون کے آخری باب میں آنے والی تصریحات سے ہوتی ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب ''بدعتِ مکفرۃ'' کا ذکر کیا جاتا ہے، تو اس سے ''کفرِ تاویلی'' مراد ہوا کرتا ہے، نہ کہ ''کفرِ صریح'' لہٰذا اس ''کفرِ لزومی'' پر ''کفرِ التزامی'' کا حکم عائد کر کے ''تکفیر'' کرنا درست نہیں ہوا کرتا۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال السخاوی قال شیخنا والتحقیق أنه لا یرد کل مکفر ببدعة لأن کل طائفة تدعی أن مخالیفها مبتدعة وقد تبالغ فتکفرها فلو أخذ ذلک علی الإطلاق لاستلزم تکفیر جمیع الطوائف فالمعتمد أن الذی ترد روایته من أنکر أمرا متواترا معلوما من الدین بالضرورة أی إثباتا ونفیا فأما من لم یکن بهذه الصفة وانضم إلی ذلک ضبطه لما یرویه مع ورعه وتقواه فلا مانع من قبوله أصلا وقال أیضا ولاذی یظهر أن نحکم بالکفر علی من کان الکفر صریح قوله وکذا من کان لازم قوله وعرض علیه فالتزمه أما من لم یلتزمه وناضل عنه فإنه لا یکون کافرا ولو کان اللازم کفرا قال وینبغی حمله علی غیر القطعی لیوافق کلامه الأول.

وسبقه ابن دقیق العید فقال الذی تقرر عندنا أن لا تعتبر المذاهب فی الروایة إذ لا نکفر أحدا من أهل القبلة إلا بإنکار قطعی من الشریعة فإذا اعتبرنا ذلک وانضم إلیه التقوی والورع فقد حصل معتمدالروایة وهذا مذهب الشافعی حیث قال تقبل روایة أهل الأهواء قال وأعراض الناس حفرة من حفر النار وقف علی شفیرها طائفتان من الناس المحدثون والحکام قال الشافعی فی الأم ذهب الناس فی تأویل القرآن الأحادیث إلی أمور تباینوا فیها ثباینا ششدیدا واستحل بعضهم من بعض بما تطول حکایته وکان ذلک متقادما منه ما کان فی عهد السلف وإلی الیوم فلم نعلم من سلف الأمة ممن یقتدی به ولا من بعدهم من التابعین رد شهادة أحد بتأویل وإن خطأه وضلله ورآه استحل ما حرم الله علیه ولا یرد أحد بشیء من التأویل کان له وجه یحتمل وإن بلغ فیه استحلال الدم والمال انتهی نقله السخاوی فی شرحه(توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الأنظار، ج۲،ص ۱۴۶ و۱۴۷ ،رقم المسألة۴۹ ،فی قبول روایة الفساق المتأولین)

## (باب نمبر 8)

# علامہ ابنِ حزم ظاہری کی عبارات وحوالہ جات

علامہ ابنِ حزم (المتوفی: 456ھ) چونکہ ظاہری ہیں، اور جمہور اہلُ السنۃ ومجتہدینِ عظام، اور ان کے متبعین سے کئی مسائل میں الگ موقف رکھتے ہیں، وہ فقہی مسائل میں مجتہدین کی تقلید کو بھی حرام قرار دیتے ہیں، اس لئے مسئلہ ھٰذا کی تحقیق میں، ان کے موقف کو مستقل طور پر ذکر کرنے کی خاطر خواہ ضرورت نہ تھی، لیکن ماضی قریب میں بعض اصحابِ علم کی طرف سے، اس مسئلہ میں جمہور فقہائے محققین کی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے، علامہ ابنِ حزم کی بعض عبارات کو بنیاد بنا کر شیعہ، اور بالخصوص جملہ رافضہ وامامیہ کی ’’تحریفِ قرآن‘‘ کی بنیاد پر علی الاطلاق تکفیر کا بہت غوغہ کیا گیا، جس کا سلسلہ تا حال جارہے، اس لئے علامہ ابنِ حزم کے حوالہ سے اس موضوع پر مستقل کلام کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

علامہ ابنِ حزم نے اپنی تالیف ’’**الفصل فی الملل والاھواء والنحل**‘‘ میں فرمایا:

> ’’ملتِ اسلام کا اقرار کرنے والے فرقے، پانچ ہیں، ایک اہلُ السنۃ، دوسرے معتزلہ، تیسرے مرجئہ، چوتھے شیعہ، پانچویں خوارج۔
>
> پھر ان فرقوں میں سے ہر فرقہ میں سے کئی کئی فرقے برآمد ہوگئے۔
>
> پھر جن چار فرقوں کا ہم نے ذکر کیا، ان میں بعض کا اہلُ السنۃ سے بعیدی اختلاف ہے، اور بعض کا قریبی اختلاف ہے۔
>
> پس مرجئہ کا اہلِ سنت کے سب سے زیادہ قریب وہ فرقہ ہے، جو امام ابوحنیفہ کے اس مذہب کو اختیار کرتا ہے کہ ایمان ’’**تصدیق باللسان و اقرار بالقلب**‘‘ کے مجموعہ کا نام ہے، اور اعمال، صرف شرائعِ ایمان اور فرائض کا نام ہے۔

اورمرجئہ کا اہلِ سنت سے سب سے زیادہ بعید وہ فرقہ ہے، جو جہم بن صفوان کے اصحاب ہیں، اوراشعری اورمحمد بن کرام سجستانی بھی ان میں داخل ہیں۔

اورمعتزلہ کا اہلِ سنت کے سب سے زیادہ قریب حسین بن محمد کے اصحاب اوربشر بن غیاث مریسی وغیرہ کے اصحاب کا فرقہ ہے۔

اورمعتزلہ کا اہلِ سنت سے سب سے زیادہ بعید ابوالہذیل کے اصحاب کا فرقہ ہے۔

اورشیعہ مذاہب میں اہلِ سنت کے سب سے زیادہ حسن بن صالح کے اصحاب کا فرقہ ہے، جو تمام صحابۂ کرام سے محبت رکھتا ہے، لیکن وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام صحابہ پر فضیلت دیتا ہے۔

اورشیعہ مذاہب میں اہلِ سنت سے سب سے زیادہ بعید امامیہ کا فرقہ ہے۔

اورخوارج میں اہلِ سنت کے سب سے زیادہ قریب عبداللہ بن یزید اباضی کے اصحاب کا فرقہ ہے۔

اورخوارج میں اہلِ سنت سے سب سے زیادہ بعید ازراقہ فرقہ ہے۔

اورروافض کا غالیہ فرقہ اورمتصوفہ اوراسماعیل بطیحی کے اصحاب کا فرقہ، اورعجاردہ وغیرہ میں سے، جنہوں نے اجماع کی مخالفت کی، تو وہ اہلِ اسلام میں سے نہیں ہے، بلکہ وہ باجماعِ امت کافر ہیں'' ۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] قال أبو محمد فرق المقرين بملة الإسلام خمسة وهم أهل السنة والمعتزلة والمرجئة والشيعة والخوارج ثم افترقت كل فرقة من هذه على فرق وأكثر افتراق أهل السنة فى الفتيا ونبذ يسيرة من الاعتقادات سننبه عليها إن شاء الله تعالى .

ثم سائر الفرق الأربعة التى ذكرنا ففيها ما يخالف أهل السنة الخلاف البعيد وفيهم ما يخالفهم الخلاف القريب فأقرب فرق المرجئة إلى أهل السنة من ذهب مذهب أبى حنيفة الفقيه إلى أن الإيمان هو التصديق باللسان والقلب معا وأن الأعمال إنما هى شرائع الإيمان وفرائضه فقط وأبعدهم أصحاب جهم بن صفوان والأشعرى ومحمد بن كرام السجستانى فإن جهما والأشعرى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ حزم نے روافض کے امامیہ فرقہ کو اہلِ بدعت کا فرقہ قرار دیا ہے، اور روافض کے صرف غالیہ فرقہ کی ہی تکفیر کی ہے۔

اسی ضمن میں علامہ ابنِ حزم نے فرمایا:

**وأما الشيعة فعمدة كلامهم فى الإمامة والمفاضلة بين أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم** (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۲،ص ۸۹، الكلام فى بين النحل وذكر فرق اهل الإسلام)

ترجمہ: اور جہاں تک شیعہ کا تعلق ہے، تو ان کا عمدہ کلام امامت، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان مفاضلت میں ہے (الفصل فی الملل)

پھر علامہ ابنِ حزم نے آگے فرمایا:

**ومن وافق الشيعة فى أن عليا رضى الله عنه أفضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأحقهم بالإمامة وولده من بعده فهو شيعى** (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۲،ص ۸۹،و۹۰، الكلام فى المرجئة وما يتمسكون به فى الايمان والكفر)

ترجمہ: اور جس نے شیعہ کی اس چیز میں موافقت کی کہ علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقولون أن الإيمان عقد بالقلب فقط وإن أظهر الكفر والتثليث بلسانه وعبد الصليب فى دار الإسلام بلا تقية ومحمد بن كرام يقول هو القول باللسان وإن اعتقد الكفر بقلبه.

وأقرب فرق المعتزلة إلى أهل السنة أصحاب الحسين بن محمد النجار وبشر ابن غياث المريسى ثم أصحاب ضرار بن عمرو وأبعدهم أصحاب أبى الهزيل.

وأقرب مذاهب الشيعة إلى أهل السنة المنتمون إلى أصحاب الحسن بن صالح بن حى الهمزانى الفقيه القائلون بأن الإمامة فى ولد على رضى الله عنه والثابت عن الحسن بن صالح رحمه الله هو قولنا أن الإمامة فى جميع قريش وتولى جميع الصحابة رضى الله عنهم إلا أنه كان يفضل عليا على جميعهم.

وأبعدهم الإمامية.

وأقرب فرق الخوارج إلى أهل السنة أصحاب عبد الله بن يزيد الأباضى الفزازى الكوفى وأبعدهم الأزارقة وأما أصحاب أحمد بن حابط وأحمد بن مالوس والفضل الحرانى .

والغالية من الروافض والمتصوفة والبيطحية أصحاب أبى إسماعيل البطيحى ومن فارق الإجماع من العجاردة وغيرهم فليسوا من أهل الإسلام بل كفار بإجماع الأمة( الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ۲،ص۸۸، ۸۹، الكلام فى بين النحل وذكر فرق اهل الإسلام)

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل، اور امامت کے زیادہ حق دار ہیں، اور ان کے بعد ان کی اولاد کو یہی مقام حاصل ہے، تو وہ ''شیعہ'' کہلاتا ہے (الفصل فی الملل)

پھر مذکورہ عبارت کے بعد علامہ ابنِ حزم نے خوارج کے بعض غالی ہوجانے والے، اور معتزلہ کے بعض غالی ہوجانے والے، اور مرجئہ کے بعض غالی ہوجانے والے، اور شیعہ کے بعض غالی ہوجانے والے فرقوں کا ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] قال أبو محمد وقد تسمى باسم الإسلام من أجمع جميع فرق الإسلام على أنه ليس مسلما مثل طوائف من الخوارج غلوا فقالوا إن الصلاة ركعة بالغداة وركعة بالعشى فقط.
وآخرون استحلوا نكاح بنات البنين وبنات البنات وبنات بنى الإخوة وبنات بنى الأخوات وقالوا إن سورة يوسف ليست من القرآن وآخرون.
منهم قالوا يحد الزانى والسارق ثم يستتابون من الكفر فإن تابوا وإلا قتلوا.
وطوائف كانوا من المعتزلة ثم غلوا فقالوا بتناسم الأرواح وآخرون .
منهم قالوا إن شحم الخنزير ودماغه حلال.
وطوائف من المرجئية قالوا إن إبليس لم يسأل الله قط النظرة ولا أقر بأن خلقه من نار وخلق آدم من تراب وآخرون قالوا إن النبوة تكتسب بالعمل الصالح وآخرون كانوا من أهل السنة فغلوا فقالوا قد يكون فى الصالحين من هو أفضل من الأنبياء ومن الملائكة عليهم السلام وأن من عرف الله حق معرفته فقد سقطت عنهم الأعمال والشرائع وقال بعضهم بحلول البارى تعالى فى أجسام خلقه كالحلاج وغيره.
وطوائف كانوا من الشيعة ثم غلوا فقال بعضهم بحلول البارى تعالى فى أجسام خلقه كالحلاج وغيره .وطوائف كانوا من الشيعة ثم غلوا فقال بعضهم بالآلهية على بن أبى طالب عليه السلام والأئمة بعده ومنهم من قال بنبوته وبتناسخ الأرواح كالسيد الحميرى الشاعر وغيره وقالت طائفة منهم بآلهية أبى الخطاب محمد بن أبى زينب مولى بنى أسد وقالت طائفة بنبوة المغيرة بن أبى سعيد مولى نبى بجلة وبنبوة أبى منصور العجلى وبزيع الحايك وبيان ابن سمعان التميمى وغيرهم وقال آخرون منهم برجعة على إلى الدنيا وامتنعوا من القول بظاهر القرآن وقالوا إن لظاهره تأويلات فمنها أن قالوا السماء محمد والأرض أصحابه وأن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة أنها هى فلانة يعنى أم المؤمنين رضى الله عنها وقالوا العدل والإحسان هو على والخبث والطاغوت فلان وفلان يعنون أبا بكر وعمر رضى الله عنهما وقالوا الصلاة هى دعاء الإمام والزكاة هى ما يعطى الإمام والحج القصد إلى الإمام وفيهم خناقون ورضاخون وكل هذه الفرق لا تتعلق بحجة أصلا وليس بأيديهم إلا دعوى الإلهام والقحة والمجاهرة بالكذب(الفصل فى الملل والأهواء والنحل،ج۲،ص ۹۰، ۹۱ ، الكلام فى المرجئة وما يتمسكون به فى الايمان والكفر)

علامہ ابنِ حزم مذکورہ تالیف میں انبیاء کی عصمت ومعصیت کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**وذهبت جميع أهل الإسلام من أهل السنة والمعتزلة والنجارية والخوارج والشيعة إلى أنه لا يجوز البتة أن يقع من نبی أصلا معصية بعمد لا صغيرة ولا كبيرة وهو قول ابن مجاهد الأشعری شيخ ابن فورک والباقلانی المذكورين قال أبو محمد وهذا القول الذی ندين الله تعالی به ولا يحل لأحد أن يدين بسواه ونقول أنه يقع من الأنبياء السهو عن غير قصد ويقع منهم أيضا قصد الشیء يريدون به وجه الله تعالی والتقرب منه فيوافق خلاف مراد الله تعالی إلا أنه تعالی لا يقرهم علی شیء من هذين الوجهين أصلا بل ينبههم علی ذلک** (الفصل فی الملل والأهواء والنحل، ج۴، ص ۲، هل تعصی الأنبياء عليهم الصلاة والسلام)

ترجمہ: اور تمام اہلِ اسلام، یعنی اہلُ السنۃ، اور معتزلہ اور نجاریہ اور خوارج، اور شیعہ، اس طرف گئے ہیں کہ نبی سے ہرگز کوئی معصیت عمداً صادر نہیں ہوسکتی، نہ تو صغیرہ درجہ کی، اور نہ ہی کبیرہ درجہ کی، اور یہی ابنِ مجاہد اشعری کا قول ہے، جو کہ ابنِ فورک اور باقلانی کے شیخ ہیں، جن کا ذکر کیا گیا۔

ابومحمد بن حزم کہتے ہیں کہ اسی قول پر ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے اختیار کرتے ہیں، اور کسی کے لئے بھی حلال نہیں کہ وہ اس کے علاوہ کو دین سمجھے، اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ انبیاء سے بغیر قصد کے سہو کا صدور ہوسکتا ہے، اور ان کی طرف سے قصد کے ساتھ بھی ایسی چیز صادر ہوسکتی ہے، جس سے وہ اللہ کی رضا، اور اس کے تقرب کا ارادہ کرتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی مراد کے خلاف ہوتی ہے، لیکن اللہ ان کو ان دو وجہوں میں سے کسی چیز پر باقی نہیں رکھتا، بلکہ ان کو اس پر متنبہ فرمادیتا ہے (الفصل)

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ حزم نے اہلُ السنۃ، اور معتزلہ اور نجاریہ اور خوارج، اور شیعہ، سب کو ہی اہلِ اسلام کا نام دیا ہے۔

علامہ ابنِ حزم نے مذکورہ تالیف میں ہی آگے چل کر صحابۂ کرام کے درمیان فضیلت کے

بیان کے ضمن میں فرمایا کہ:

''انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل الناس میں مسلمانوں کا اختلاف ہے۔

بعض اہلُ السنۃ، اور بعض معتزلہ، اور بعض مرجئہ اور تمام شیعہ اس طرف گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے افضل ''علی بن ابی طالب ہیں، اور یہی قول صاف طور پر بعض صحابہ وتابعین اور فقہاء سے بھی مروی ہے۔

اور تمام خوارج، اور بعض اہلُ السنۃ، اور بعض معتزلہ، اور بعض مرجئہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر وعمر دونوں کے افضل ہونے کی طرف گئے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل جعفر بن ابی طالب ہیں، اور یہی قول عاصم نبیل ضحاک بن مخلد، اور عیسیٰ بن حاضر کا ہے۔

اور تقریباً دس صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام کا سب لوگوں میں اکرم ہونا مروی ہے۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، اور عباد بن بشیر کی فضیلت مروی ہے۔

اور امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ابو سلمہ کی فضیلت مروی ہے۔

اور مسروق بن اجدع، اور ابراہیم نخعی وغیرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت مروی ہے۔

اور بعض صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت مروی ہے۔

اور اس سلسلہ میں دوسرے اقوال بھی مروی ہیں۔

ابو حزم کہتے ہیں کہ میرے نزدیک جس پر میرا اللہ پر ایمان ہے، اور میرے

نزدیک وہی یقینی طور پر اللہ عزوجل کے نزدیک حق ہے، وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات افضل ہیں، پھر اس کے بعد ابوبکر افضل ہیں''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] (قال أبو محمد) اختلف المسلمون فيمن هو أفضل الناس بعد الأنبياء عليهم السلام فذهب بعض أهل السنة وبعض أهل المعتزلة وبعض المرجئة وجميع الشيعة إلى أن أفضل الأمة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم على بن أبى طالب وقد روينا هذا القول نصا عن بعض الصحابة رضى الله عنهم وعن جماعة من التابعين والفقهاء.

وذهبت الخوارج كلها وبعض أهل السنة وبعض المعتزلة وبعض المرجئة إلى أن أفضل الصحابة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر وعمر.

وروينا عن أبى هريرة رضى الله عنه أن أفضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم جعفر بن أبى طالب وبهذا قال عاصم النبيل وهو الضحاک بن مخلد وعيسى بن حاضر قال عيسى وبعد جعفر حمزة رضى الله عنه.

وروينا عن نحو عشرين من الصحابة أن أكرم الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم على بن أبى طالب والزبير بن العوام.

وروينا عن أم المؤمنين عائشة رضى الله عنها مات رسول الله صلى الله عليه وسلم وثلاث رجال لا يعد أحد عليهم بفضل سعد بن معاذ وأسيد بن حضير وعباد بن بشر.

وروينا عن أم سلمة أم المؤمنين رضى الله عنها أنها تذكرت الفضل ومن هو خير فقالت ومن هو خير من أبى سلمة أول بيت هاجر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وروينا عن مسروق بن الأجدع أو تميم بن حذلم وإبراهيم النخعى وغيرهم أن أفضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم عبد الله بن مسعود قال تميم وهو من كبار التابعين رأيت أبا بكر وعمر فلما رأيت مثل عبد الله بن مسعود .

وروينا عن بعض من أدرک النبى صلى الله عليه وسلم أن أفضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم عمر بن الخطاب وأنه أفضل من أبى بكر رضى الله عنهما وبلغنى عن محمد بن عبد الله الحاكم النيسابورى أنه كان يذهب إلى هذا القول قال داود بن على الفقيه رضى الله عنه أفضل الناس بعد الأنبياء أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأفضل الصحابة الأولون من المهاجرين ثم الأولون من الأنصار ثم من بعدهم منهم ولا نقطع على إنسان منهم بعينه أنه أفضل من آخر من طبقته ولقد رأينا من متقدمى أهل العلم ممن يذهب إلى هذا القول وقال لى يوسف بن عبد الله بن عبد البر النميرى غير ما مرة أن هذا هو قوله ومعتقده.

قال أبو محمد والذى نقول به وندين الله تعالى عليه ونقطع على أنه الحق عند الله عز وجل أن أفضل الناس بعد الأنبياء عليهم السلام نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم أبو بكر (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۴، ص۹۰، ۹۱، الكلام فى وجوه الفضل والمفاضلة بين الصحابة)

پھر علامہ ابنِ حزم نے جن فرقوں کی تکفیر نہیں کی، ان کی اقتداء میں نماز صحیح ہونے کو راجح بھی کہا ہے، اور اس کی دلیل افسقُ الفساق "مختار بن عبید ثقفی" جو دین میں متہم تھا، اور اس کے کفر کا گمان تھا، اور اسی طرح حجاج بن یوسف، عبیداللہ بن زیاد، اور حبیش بن دلجہ کی اقتداء میں صحابۂ کرام کے نماز پڑھنے کی ذکر کی ہے۔ [1]

جبکہ اسی تالیف میں آگے علامہ ابنِ حزم نے مختار ثقفی کے اپنے لئے نبوت کے دعوے کے قریب ہونے، اور بعض دوسرے ضلالت پر مشتمل اقوال کا بھی ذکر کیا ہے، اور شیعہ کی ایک جماعت کے اس کی اتباع کرنے کا حکم لگایا ہے۔ [2]

علامہ ابنِ حزم ظاہری نے اپنی تالیف "الفصل فی الملل والاھواء والنحل" میں ایک مقام پر فرمایا:

> أهل الشنع من هذه الفرقة ثلاث طوائف أولها الجارودية من الزيدية ثم الإمامية من الرافضة ثم الغالية (الفصل فی الملل والأھواء والنحل، ج۴ص۱۳۷، ذکر شنع الشیعة)

ترجمہ: اس فرقہ کے شنیع لوگ تین قسم کی جماعتیں ہیں، پہلی زیدیہ کی جارودیہ جماعت ہے، پھر رافضہ کی امامیہ جماعت ہے، پھر غالیہ کی جماعت ہے (الفصل فی الملل)

اور علامہ ابنِ حزم نے "الفصل فی الملل" میں ایک مقام پر فرمایا:

> وعمدة ما احتجت به الإمامية أن قالوا لا بد من ان يكون إمام معصوم عنده جميع علم الشريعة ترجع الناس إليه فی أحكام الدين ليكونوا مما تعبدوا به علی يقين (الفصل فی الملل والأھواء والنحل، ج۴ص۷۸، الکلام فی الإمامة والمفاضلة بی الصحابة)

---

[1] وذهب طائفة الصحابة كلهم دون خلاف من أحد منهم وجميع فقهاء التابعين كلهم دون خلاف من أحد منهم وأكثر من بعدهم وجمهور اصحاب الحديث وهو قول أحمد والشافعی وأبی حنيفة وداود وغيرهم إلی جواز الصلاة خلف الفاسق الجمعة وغيرها وبهذا نقول وخلاف هذا القول بدعة محدثة فما تأخر قط أحد من الصحابة الذين أدركوا المختار بن عبيد والحجاج وعبيد الله بن زياد وحبيش بن دلجة وغيرهم عن الصلاة خلفهم وهؤلاء أفسق الفساق وأما المختار فكان متهما فی دينه مظنونا به الكفر (الفصل فی الملل والأھواء والنحل، ج۴، ص۱۳۵، الکلام فی الصلاة خلف الفاسق)

[2] وقد حام المختار حول أن يدعی النبوة لنفسه وسجع اسجاعا وانذر بالعيوب عن الله وأتبعه علی ذلک طوائف من الشيعة (الفصل فی الملل والأھواء والنحل، ج۴، ص۱۴۱، ذکر شنع الشیعة)

ترجمہ: امامیہ نے جن چیزوں سے حجت پکڑی ہے، ان میں عمدہ بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ ضروری ہے کہ وہ معصوم امام ہو، جس کے پاس پورا علمِ شریعت ہو، تاکہ اس کی طرف لوگ احکامِ دین کے لیے رجوع کریں، اور وہ اپنی عبادت یقینی طور پر ادا کرنے والے شمار ہوں (الفصل فی الملل)

اور علامہ ابنِ حزم نے ''الفصل فی الملل'' میں ایک مقام پر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام کے حضرت علی کی طرف بھیجنے کے بعد غلطی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے کی قضیہ کی نسبت صرف احمق غالی رافضہ نے کی ہے''۔انتہٰی۔ [1]

علامہ ابنِ حزم ظاہری نے مذکورہ تالیف میں ہی فرمایا:

**وأما القائلون بأن الإمامة لا تكون إلا في ولد علي رضي الله عنه فإنهم انقسموا قسمين فطائفة قالت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نص على علي بن أبي طالب أنه الخليفة وأن الصحابة بعده عليه السلام اتفقوا على ظلمه وعلى كتمان نص النبي صلى الله عليه وسلم وهؤلاء المسلمون الروافض.**

**وطائفة قالت لم ينص النبي صلى الله عليه وسلم على علي لكنه كان أفضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأحقهم بالأمر وهؤلاء هم الزيدية نسبوا إلي زيد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب ثم اختلف الزيدية فرقا فقالت طائفة إن الصحابة ظلموه وكفروا من خالفه،من الصحابة وهم الجارودية وقالت أخرى أن الصحابة رضي الله عنهم لم يظلموه لكنه طربت نفسه بتسليم حقه إلي أبي بكر وعمر رضي الله عنهما وأنه إماما وهدى ووقف بعضهم في عثمان رضي الله عنه وتولاه بعضهم**

(الفصل في الملل والأهواء والنحل، ج۴ص ۷۶،۷۷،الكلام في الإمامة والمفاضلة بي الصحابة)

ترجمہ: اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ امامت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ساتھ خاص ہے، تو وہ دو قسموں میں منقسم ہوگئے۔

ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی

---

[1] وما أشبه هذه القضية إلا بحمق الغالية من الرافضة القائلين أن الله تعالى بعث جبريل إلى علي فأخطأ جبريل وأتى إلى محمد( الفصل في الملل والأهواء والنحل، ج ۱ ص ۱۰۸ ،فصل:ثم ذكر أن رفقة بنت بتوئيل بن تارخ زوجة إسحاق عليه السلام كانت عاقرا ،الخ)

طالب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی تصریح فرمائی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ ان کے ظلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تصریح کو چھپانے پر متفق ہوگئے، اور یہ ''مسلمان روافض'' ہیں۔

اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تصریح نہیں فرمائی تھی، لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ہیں، اور لوگوں کے معاملات کے سب سے زیادہ حق دار ہیں، اور یہ لوگ زیدیہ کہلاتے ہیں، جن کی نسبت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف ہے، پھر زیدیہ کا اختلاف ہوگیا، اور وہ چند فرقوں میں تقسیم ہوگئے، ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ صحابہ نے حضرت علی پر ظلم کیا، اور اس جماعت نے حضرت علی کی مخالفت کرنے والے صحابۂ کرام کی تکفیر کی، یہ جارودیہ کہلاتے ہیں، اور ایک دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی پر ظلم نہیں کیا، لیکن انہوں نے خود سے اپنے حق کو بخوشی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی طرف سپرد کردیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ امام ہیں، اور ہدایت پر ہیں، اور بعضوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں توقف اختیار کیا، اور بعض نے ان سے مودت کو اختیار کیا (الفصل فی الملل)

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ حزم نے ''زیدیہ'' کے مقابلہ میں ''امامیہ روافض'' کو صاف طور پر ''هؤلاء المسلمون الروافض'' فرمایا ہے۔

اور علامہ ابنِ حزم اپنی تالیف ''ألإحكام فى أصول الأحكام'' میں فرماتے ہیں:

**جميع أهل الإسلام كانوا على قبول خبر الواحد الثقة عن النبى صلى الله عليه وسلم يجزى على ذلك كل فرقة فى علمها كأهل السنة والخوارج والشيعة والقدرية حتى حدث متكلمو المعتزلة بعد المائة من التاريخ فخالفوا الإجماع فى ذلك** (الإحكام فى أصول الأحكام، ج ا ص ۱۱۳، ۱۱۴، الباب الحادى عشر، فصل فيه أقسام الإخبار عن الله تعالى)

ترجمہ: تمام اہلِ اسلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ثقہ کی بیان کردہ خبرِ واحد کو قبول کرنے پر تھے، ہر فرقہ اپنے علم کے مطابق اس کو جائز قرار دیتا تھا، جیسا کہ اہل السنۃ، اور خوارج، اور شیعہ اور قدریہ، یہاں تک کہ تاریخ میں ایک صدی کے بعد متکلمینِ معتزلہ پیدا ہوگئے، جنہوں نے اس سلسلہ میں اجماع کی مخالفت کی (الاحکام فی اصول الاحکام)

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ حزم نے شیعہ کو اہلِ اسلام کہا ہے، اور متکلمینِ معتزلہ کو سب سے پہلے اجماع کی مخالفت کرنے والا قرار دیا۔

اور علامہ ابنِ حزم اپنی تالیف ''ألإحكام فی أصول الأحكام'' میں ہی فرماتے ہیں:

ولا خلاف بين أحد من الفرق المنتمية إلى المسلمين من أهل السنة والمعتزلة والخوارج والمرجئة والزيدية فی وجوب الأخذ بما فی القرآن وأنه هو المتلو عندنا نفسه وإنما خالف فی ذلک قوم من غلاة الروافض هم كفار بذلک مشركون عند جميع أهل الإسلام وليس كلامنا مع هؤلاء

(الإحكام فی أصول الأحكام، ج ا ص ٩٦، الباب العاشر فی الأخذ بموجب القرآن)

ترجمہ: اور وہ فرقے جو مسلمانوں کی طرف منتسب ہیں، اہلِ سنت اور معتزلہ اور خوارج اور مرجئہ اور زیدیہ، ان میں اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور حکم کو لینا واجب ہے، اور یہی جو ہمارے سامنے تلاوت کیا جاتا ہے، وہی قرآن ہے، اس کی مخالفت غالی روافض کے کچھ لوگوں نے کی ہے، اور وہ اس کی وجہ سے کافر و مشرک ہیں، تمام اہلِ اسلام کے نزدیک، اور ہمارا کلام ان لوگوں سے نہیں ہے (الاحکام فی اصول الاحکام)

علامہ ابنِ حزم نے مذکورہ عبارت میں قرآن پر عقیدے کے مسئلہ میں خلاف ورزی کی نسبت غالی روافض کے کچھ لوگوں کی طرف ہی فرمائی ہے، تمام شیعہ، یا تمام روافض کی طرف اس کی نسبت نہیں فرمائی۔

نیز علامہ ابنِ حزم نے ''ألاحكام فی أصول الأحكام'' میں ایک اور مقام پر تحریفِ

قرآن کے عقیدہ کو غالی روافض ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ [1]

اور علامہ ابنِ حزم نے ”المحلٰی بالآثار“ میں فرمایا کہ:

قوم من الروافض ادعوا أنه نقص منه (المحلى بالآثار، ج ۱۲، ص ۴۳۵، مسائل التعزير وما لا حد فيه، مسألة سب نبيا أو رسولا أو الله تعالى أو ملكا)

ترجمہ: روافض میں سے بعض لوگوں نے یہ دعوٰی کیا ہے کہ قرآن مجید میں کمی کردی گئی (المحلی)

اس عبارت میں بھی علامہ ابنِ حزم نے تنقیصِ قرآن کے دعوے کی نسبت بعض روافض کی طرف کی ہے۔

علامہ ابنِ حزم نے ”الفصل فی الملل والاھواء والنحل“ میں عیسائیوں وغیرہ کی طرف سے مسلمانوں کے مذہب پر متعدد اعتراضات کو نقل کیا ہے۔ [2]

جن میں ان کے ایک اعتراض کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ:

” وأيضا فإن الروافض يزعمون أن أصحاب نبيكم بدلوا القرآن وأسقطوا منه وزادوا فيه“.

”نیز روافض یہ گمان کرتے ہیں کہ تمہارے نبی کے اصحاب نے قرآن کو تبدیل کردیا، اور اس میں کمی اور زیادتی کردی“۔ انتہٰی۔ [3]

---

[1] لأنه تكذيب لله تعالى فى قوله الصادق لنا "إنا نحن نزلنا لذكر وإنا له لحافظون" وفى قوله الصادق "إن علينا جمعه وقرآنه . فإذا قرأناه فتبع قرآنه . ثم إن علينا بيانه" فالكل مأمورون باتباع قرآنه الذى أنزله الله تعالى عليه وجمعه فمن أجاز خلاف ذلك فقد أجاز خلاف الله تعالى وهذه ردة صحيحة لا مرية فيها وما رامت غلاة الروافض وأهل الإلحاد الكائدون للإسلام إلا بعض هذا (الإحكام فى أصول الأحكام لابنِ حزم، ج۴ص ۱۶۲، الباب الثانى والعشرون فى الإجماع وعن أى شىء يكون الإجماع وكيف ينقل الإجماع، فصل قول واما من قال إن افترق أهل عصر على أقوال كثيرة)

[2] قال أبو محمد وبقى لهما اعتراضان نذكرهما إن شاء الله تعالى أحدهما إن قالوا (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۲ص۶۳، ذكر بعض ما فى كتبهم غير الأناجيل من الكذب والكفر والهوس)

[3] قال أبو محمد واعترضوا أيضا بأن قالوا كيف تحققون نقلكم لكتابكم وأنتم مختلفون أشد الاختلاف فى قرائتكم له وبعضكم يزيد حروفا كثيرة وبعضكم يسقطها فهذا باب وأيضا فإنكم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابنِ حزم نے فرمایا کہ:

**وأما قولهم فى دعوى الروافض تبديل القراء ات فإن الروافض ليسوا من المسلمين إنما هى فرق حدث أولها بعد موت النبى صلى الله عليه وسلم بخمس وعشرين سنة وكان مبدؤها إجابة من خذله الله تعالى لدعوة من كاد الإسلام .**

**وهى طائفة تجرى مجرى اليهود والنصارى فى الكذب والكفر وهى طوائف أشدهم غلوا يقولون بإلهية على بن أبى طالب والآلهية جماعة معه وأقلهم غلوا يقولون إن الشمس ردت على على بن أبى طالب مرتين فقوم هذا أقل مراتبهم فى الكذب** (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج ٢ ص ٦٥، ذكر بعض ما فى كتبهم غير الأناجيل من الكذب والكفر والهوس)

ترجمہ: اور جہاں تک ان کے روافض کے دعوے میں تبدیلِ قرائات کے اعتراض کا تعلق ہے، تو (یہ دعویٰ کرنے والے روافض) مسلمانوں سے تعلق نہیں رکھتے، یہ ایسے فرقے ہیں، جن کا ابتدائی آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچیس (25) سال بعد ہوا تھا، اور اس کی ابتداء اس شخص کی بات قبول کرنے پر ہوئی تھی، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی دعوت کے لیے رسوا کر دیا تھا، جس نے اسلام کے خلاف سازش کی۔

اور یہ ایسی جماعت ہے، جو جھوٹ اور کفر میں یہود ونصاریٰ کے راستہ پر چلتی ہے، اور یہ ایسی جماعتیں ہیں، جو شدید غلو میں مبتلا ہیں، جو حضرت علی بن ابی طالب کی الوہیت اور ان کے ساتھ ایک جماعت کی الوہیت کی قائل ہیں، جن میں غلو کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تروون بأسانيد عندكم فى غاية الصحة أن طوائف من أصحاب نبيكم عليه السلام ومن تابعيهم الذين تعظمون وتأخذون دينكم عنهم قرؤا القرآن بألفاظ زائدة ومبدلة لا تستحلون أنتم القرائة بها وإن مصحف عبد الله بن مسعود خلاف مصحفكم وأيضا فإن طوائف من علمائكم الذين تعظمون وتأخذون عنهم دينكم يقولون إن عثمان بن عفان أبطل قرائات كثيرة صحيحة وأسقطها إذ كتب المصحف الذى جمعكم عليه وعلى حرف واحد من الأحرف السبعة التى أنزل بها القرآن عندكم وأيضا فإن الروافض يزعمون أن أصحاب نبيكم بدلوا القرآن وأسقطوا منه وزادوا فيه (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج ٢ ص ٦٤، ذكر بعض ما فى كتبهم غير الأناجيل من الكذب والكفر والهوس)

اعتبار سے قلیل ترین وہ لوگ ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ سورج کو علی بن طالب پر دو مرتبہ دہرایا گیا، تو یہ لوگ جھوٹ میں قلیل مرتبہ پر ہیں (الفصل فی الملل)

اس قسم کی عبارات سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ تمام روافض اس تحریفِ قرآن کے عقیدے کے حامل ہیں۔

حالانکہ اولاً تو اس عبارت میں جن غالیہ روافض کے دیگر عقائد کا ذکر ہے، تحریف کا عقیدہ بھی انہی غالیہ کی طرف منسوب ہوگا۔

ثانیاً تمام روافض کی طرف اس عقیدہ کی نسبت خود علامہ ابنِ حزم کی دوسری عبارات اور تصریحات کے بھی موافق نہیں، ورنہ تو وہ ''روافض امامیہ'' کو مسلمان قرار نہ دیتے، جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس قسم کی عبارات میں روافض سے ان کا وہی فرقہ، یا افراد مراد ہیں، جو تحریفِ قرآن کے قائل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابنِ حزم نے اپنی تالیف ''**جمهرة أنساب العرب**'' میں شریف مرتضیٰ کو ''**رئيس الامامية**'' کہا ہے، چنانچہ فرمایا:

> **وكان المرتضى رئيس الإماميّة، ويقول مع ذلك بالاعتزال؛ وكان متكلّما. وكانا جميعاً شاعرين؛ مات المرتضى سنة 437** (جمهرة أنساب العرب، ص ٦٣، وهؤلاء ولد إبراهيم بن موسى بن جعفر)

> ترجمہ: اور شریف مرتضیٰ ''امامیہ'' کے رئیس تھے، اور اس کے باوجود وہ اعتزال کے قائل تھے، اور متکلم تھے، اور یہ اور ان کے بھائی دونوں شاعر تھے، مرتضیٰ کی وفات چار سو سینتیس ہجری میں ہوئی (جمہرۃ الانساب)

اور ''شریف مرتضیٰ'' نے تحریفِ قرآن کا انکار کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ حزم نے ''**الفصل فی الملل والاهواء والنحل**'' میں ایک مقام پر تحریفِ قرآن کے قول کو جملہ قدیم وجدید امامیہ کی طرف منسوب کیا ہے، اور ساتھ ہی ''امامیہ کے رئیس شریف مرتضیٰ'' اور ان کے دو اصحاب ''ابویعلیٰ طوسی'' اور ''ابوالقاسم رازی''

کے تحریفِ قرآن کے قول کا انکار کرنے، اور ان کی طرف سے اس قول کے قائل کی تکفیر کرنے کا حکم لگایا ہے۔ [1]

علامہ ابنِ حزم کی اس سلسلہ میں عبارت یہ ہے:

**ومن قول الإمامية كلها قديما وحديثا أن القرآن مبدل زيد فيه ما ليس منه ونقص منه كثير وبدل منه كثير، حاشا على ابن الحسن ابن موسى بن محمد بن إبراهيم بن موسى بن جعفر بن محمد بن على بن الحسن ابن على بن أبى طالب وكان إماميا يظاهر بالاعتزال مع ذلك فإنه كان ينكر هذا القول ويكفر من قاله وكذلك صاحباه أبو يعلى ميلاد الطوسى وأبو القاسم الرازى.**

**قال أبو محمد القول بأن بين اللوحين تبديلا كفر صحيح وتكذيب لرسول الله صلى الله عليه وسلم** (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج٤ص ١٣٩، ذكر شنع الشيعة)

ترجمہ: اور تمام قدیم وجدید امامیہ کا قول یہ ہے کہ قرآن کو تبدیل کردیا گیا ہے، اس میں زیادتی کردی گئی، اور اس میں کثیر کمی کردی گئی، اور اس میں بہت تبدیلی کردی گئی، لیکن علی بن حسن بن موسی بن محمد بن ابراہیم بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب، جو کہ امامی تھے، اور اعتزال کا اظہار کرتے تھے، وہ امامی ہونے کے باوجود اس قول کا انکار کرتے تھے، اور تحریف کے اس قول کے قائل کی تکفیر کرتے تھے، اور اسی طرح سے ان کے دو اصحاب، ابویعلی میلاد طوسی، اور ابوالقاسم رازی بھی اس تحریفِ قرآن کے منکر تھے۔

ابو محمد بن حزم کہتے ہیں کہ دو لوحوں کے درمیان میں تبدیلی کا قول کرنا کفر صریح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے (الفصل)

پھر مذکورہ عبارت کے بعد علامہ ابنِ حزم نے روافض کے مختلف فرقوں کے کئی دیگر عقائد کا

---

[1] قال: ومن قول الإمامية كلها قديما وحديثا: إن القرآن مبدل، زيد فيه، ونقص منه كثيرا، إلا على بن الحسين، يعنى الشريف المرتضى، وصاحبيه (تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام للذهبى، ج٥، ص٧١٧، رقم الترجمة ٤٥٦، تحت ترجمة ”هشام بن الحكم الكوفى، الرافضى الخزاز الضال المشبه“ حرف الهاء)

ذکر کیا ہے، جن میں سے بعض عقائد پر کفر کا حکم لگایا ہے، اور امامیہ کی طرف بعض ایسے عقائد کی بھی نسبت کی ہے، جن پر دوسرے حضرات کی تصریح کے مطابق امامیہ کا اتفاق نہیں۔ [1]

[1] وقالت طائفة من الكيسانية بتناسخ الأرواح وبهذا يقول السيد الحميرى الشاعر لعنه الله ويبلغ الأمر بمن يذهب إلى هذا إلى أن يأخذ أحدهم البغل أو الحمار فيعذبه ويضربه ويعطشه ويجيعه على أن روح أبى بكر وعمر رضى الله عنهما فيه فاعجبوا لهذا الحمق الذى لا نظير له وما الذى خص هذا البغل الشقى أو الحمار المسكين بنقله الروح اليه سائر البغال والحمير وكذلك يفعلون بالعنز على أن روح أم المؤمنين رضى الله عنها فيها وجمهور متكلميهم كهشام ابن الحكم الكوفى وتلميذه أبى على الصكاك وغيرهما يقول أن علم الله تعالى محدث وأنه لم يكن يعلم شيئا حتى أحدث لنفسه علما وهذا كفر صحيح وقد قال هشام هذا فى حين مناظرته لأبى الهذيل العلاف أن ربه سبعة أشبار بشبر نفسه وهذا كفر صحيح وكان داود الجوازى من كبار متكلميهم يزعم أن ربه لحم ودم على صورة الإنسان ولا يختلفون فى إن الشمس ردت على على بن أبى طالب مرتين أفيكون فى صفاقة الوجه وصلابة الخد وعدم الحياء والجرأة على الكذب أكثر من هذا على قرب العهد وكثرة الخلق وطائفة منهم تقول أن الله تعالى يريد الشىء ويعزم عليه ثم يبدوا له فلا يفعله وهذا مشهور للكيسانية .

ومن الإمامية من يجيز نكاح تسع نسوة ومنهم من يحرم الكرنب لأنه إنما نبت على دم الحسين ولم يكن قبل ذلك وهذا فى قلة الحياء قريب مما قبله وكما يزعم كثير منهم أن عليا لم يكن له سمى قبله.

وهذا جهل عظيم بل كان فى العرب كثير يسمون هذا الاسم كعلى بن بكر بن وائل إليه يرجع كل بكرى فى العالم فى نسبه وفى الأزد على وفى بجيله على وغيرها كل ذلك فى الجاهلية مشهور وأقرب من ذلك عامر بن الطفيل يكنى أبا على ومجاهراتهم أكثر مما ذكرنا.

ومنهم طائفة تقول بفناء الجنة والنار.

وفى الكيسانية من يقول أن الدنيا لا تفنى أبدا .

ومنهم طائفة تسمى النحلية نسبوا إلى الحسن بن على بن ورصند النحلى كان من أهل نفطة من عمل قفصة وقسطيلية من كور أفريقية ثم نهض هذا الكافر إلى السوس فى أقاصى بلاد المصامدة فأضلهم وأضل أمير السوس أحمد بن إدريس بن يحيى ابن عبد الله بن الحسين بن الحسن بن على بن أبى طالب فهم هنالك كثير سكان فى ربض مدينة السوس معلنون بكفرهم وصلاتهم خلاف صلاة المسلمين لا يأكلون شيئا من الثمار زبل أصله ويقولون أن الإمامة فى ولد الحسن دون ولد الحسين .

ومنهم أصحاب أبى كامل ومن قولهم أن جميع الصحابة رضى الله عنهم كفروا بعد موت النبى صلى الله عليه وسلم إذ جحدوا إمامة على وأن عليا كفر إذا سلم الأمر إلى أبى بكر ثم عمر بن عثمان ثم قال جمهورهم أن عليا ومن اتبعه رجعوا إلى الإسلام إذ دعى إلى نفسه بعد قتل عثمان وإذ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعقائد کے باب میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ترجمان ''ابوالحسن اشعری'' نے تحریفِ قرآن کے عقیدہ میں روافض میں اختلاف کا حکم لگایا ہے۔

چنانچہ ابوالحسن اشعری (المتوفیٰ: 324ھ) نے ''مقالاتُ الاسلامیین ''میں قرآن مجید میں زیادتی ونقص کے بارے میں روافض کے تین فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

اس کے علاوہ علامہ ابنِ حزم سے پہلے ایک اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے متکلم اور اشاعرہ کے امام کا لقب پانے اور عراق میں مالکیہ کی ریاست کی انتہاء کو پہنچنے والے'' قاضی ابو بکر باقلانی مالکی'' (المتوفیٰ: 403ھ) نے روافض کی تردید پر اور ''تحریفِ قرآن'' کے عقیدہ کے بطلان پر ایک نہایت عمدہ کتاب ''الانتصار للقرآن'' کے نام سے تالیف فرمائی ہے۔ [1]

اورانہوں نے مذکورہ تالیف میں تحریفِ قرآن کے عقیدہ کو تمام شیعوں، یا تمام امامیہ کی طرف منسوب نہیں کیا، بلکہ جا بجا، جمہور شیعوں کے اس عقیدہ کے خلاف ہونے کا ذکر فرمایا ہے، بطورِ خاص جمہور اسلافِ شیعہ تحریفِ قرآن کے عقیدہ نہ ہونے کی تصریح کی ہے، جس کی

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

كشف وجهه وسل سيفه وأنه وإياهم كانوا قبل ذلك مرتدين عن الإسلام كفارا مشركين ومنهم من يرد الذنب فى ذلك إلى النبى صلى الله عليه وسلم إذ لم يبين الأمر بيانا رافعا للأشكال.

قال أبو محمد وكل هذا كفر صريح لا خفاء به.

فهذه مذاهب الإمامية وهى المتوسطة فى الغلو من فرق الشيعة .

واما الغالبة من الشيعة فهم قسمان قسم أوجبت النبوة بعد النبى صلى الله عليه وسلم لغيره والقسم الثانى أوجبوا الإلهية لغير الله عز وجل فلحقوا بالنصارى واليهود وكفروا أشنع الكفر( الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۴ص ۱۳۹، ۱۴۰ذكر شنع الشيعة )

[1] الباقلانى :أبو بكر محمَّد بن الطيب بن محمَّد بن جعفر بن قاسم :مقدم الأصوليين، كان إمامًا بارعًا، صنَّف فى الرّد على الرافضة والمعتزلة وغيرهما من الطوائف، إليه انتهت رئاسة المالكية فى وقته، سمع من القطيعى وابن ماشا وغيرهما، حدَّث عنه أبو ذر، وأخذ عنه القاضى عبد الوهاب كثيرًا فى فن الأصول وعلم الكلام -وهو الذى فتح أفواههم وجعلهم يتكلمون كما قال القاضى عبد الوهاب (ت 403 هـ)(المعونة على مذهب عالم المدينة،ص ۲۷، الفصل الأول، المبحث الثانى)

تفصیل ہم نے دوسرے مقام پر ذکر کردی ہے۔ [1]

اور ہم نے جمہور اثناء عشریہ کے تحریفِ قرآن کا قائل نہ ہونے کا قول باحوالہ طریقہ پر علامہ آلوسی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا شمس الحق افغانی وغیرہ سے دوسری مقامات پر ذکر کردیا ہے۔

ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں علامہ ابنِ حزم ظاہری (المتوفیٰ:456ھ) کے مقابلہ میں، ابوالحسن اشعری (المتوفیٰ:324ھ) اور'' قاضی ابوبکر باقلانی مالکی'' (المتوفیٰ:403ھ) اور اس کے بعد علامہ آلوسی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا شمس الحق افغانی وغیرہ کا بیان کردہ حکم راجح ہے۔

کیونکہ ایک تو عقائد کے باب میں ابوالحسن اشعری کا قول زیادہ مستند شمار ہوتا ہے۔

اور ہم پیچھے ابوالحسن اشعری، اور علامہ ابنِ تیمیہ، اور علامہ آلوسی وغیرہ کی عبارات کے ضمن میں مستند حوالہ جات کی روشنی میں ثابت کرچکے ہیں کہ عقائد وصفات کے باب میں موجودہ اثنا عشری، معتزلہ وغیرہ کے ہم خیال ہیں۔

دوسرے جب ابوالحسن اشعری (المتوفیٰ:324ھ) اور قاضی ابوبکر باقلانی مالکی'' (المتوفیٰ: 403ھ) کو اپنے زمانہ میں روافض میں یہ اختلاف نظر آ گیا، جبکہ علامہ ابنِ حزم کے بقول امامیہ کے منکرینِ تحریفِ قرآن'' شریف مرتضیٰ (المتوفیٰ:437ھ) اور ان کے دونوں

---

[1] فإن قالوا: قد نقلت الشيعة، وبعضهم تثبت الحجة عن مثلهم عن على عليه السلام أنه أنكر على القوم وخالفهم وعرفهم أن القرآن ناقص مغير محرف.

قيل لهم: هذا بهت منكم وشىء وضعه قوم من غلاتكم، والقادحين فى الشريعة، وإلا فما نقل أحد من أسلاف الشيعة فى ذلك حرفا واحدا، بل نقل أنه كان داخلا فى الجماعة ومقرا بما اتفقوا عليه ومصوبا له، وأنه كان يقرىء به ويعلمه، وعلى ذلک الدهماء من الشيعة والسواد الأعظم إلى اليوم، وبعد فما الذى قاله لهم لما وقفهم على تبديل القوم وتغييرهم وما الذى عرفهم به مما غيره، وما الذى لقنهم مما أسقطوه وكيف يمكنه أن يقول لهم: إن القوم حرفوا كتاب الله وغيروه، ولم يمكنه أن يوقفهم على موضع التغيير(الانتصار للقرآن للباقلانى، ج ٢ ص ٤٦٤، باب ما روى من الآى المنسوخة ووجه القول فيها،فصل مما يدل على كذب الرافضة فى هذه الدعوى)

اصحاب‘‘ بھی پیدا نہ ہوئے تھے، تو اس کے ایک صدی بعد علامہ ابنِ حزم ظاہری (المتوفیٰ: 456ھ) کا قدیم وجدید امامیہ کی طرف یہ نسبت کیسے درست قرار پا سکتی ہے۔

تیسرے علامہ ابنِ حزم نے خود بھی اپنی متعدد عبارات میں تحریفِ قرآن کے عقیدہ کو بعض غالیہ، یا بعض امامیہ کی طرف منسوب کیا ہے، اور روافض امامیہ کو مسلم بھی کہا ہے، جبکہ وہ تحریفِ قرآن کے عقیدہ کو باعثِ کفر سمجھتے ہیں، اس لئے اگر قدیم وجدید امامیہ سے وہ امامیہ مراد لئے جائیں، جو اعتزال کے قائل نہیں، تو پھر ابوالحسن اشعری کے قول سے ان کا معارضہ ختم ہو سکتا ہے۔

اور اگر یہ بات مسلّم نہ ہو، تو پھر علامہ ابنِ حزم ظاہری نے اور بھی اس طرح کے کئی اقوال کیے ہیں، جو اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف، یا حدِ اعتدال سے خارج ہیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ حزم ظاہری نے مذکورہ کتاب ’’الفصل فی الملل والاھواء والنحل ‘‘اور اپنی دوسری تالیفات میں ’’حنفیہ‘‘ اور ’’اشعریۃ‘‘ اور بعض دیگر اہل السنۃ کی طرف بھی کچھ ایسے عقائد وافکار کی نسبت کر دی ہے، جن سے ان کی تبدیع، یا تکفیر لازم آتی ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ حزم مطلق تقلید کو بھی حرام وبدعت کہتے ہیں، جس کی پے در پے علماء نے تردید کی ہے، کیونکہ اس کے نتیجہ میں جمہور اہل السنۃ کو بھی بدعتی قرار دینا لازم آتا ہے، خواہ وہ حنفی ہوں، یا مالکی ہو، یا شافعی ہوں، یا حنبلی ہوں۔ [1]

---

[1] سنن رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث كانت والعاملين بها والمتفقهين فى القرآن الذين لا يقلدون أحدا هم على منهاج الصحابة والتابعين والأعصار المحمودة وأنهم أهل الحق فى كل عصر والأكثرون عند الله تعالى بلا شك وإن قل عددهم وبالله تعالى التوفيق وليعلم من قرأ كتابنا أن هذه البدعة العظيمة نعنى التقليد إنما حدثت فى الناس وابتدىء بها بعد الأربعين ومائة من تاريخ الهجرة وبعد أزيد من مائة عام وثلاثين عاما بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنه لم يكن قط فى الأسلام قبل الوقت الذى ذكرنا مسلم واحد فصاعدا على هذه البدعة ولا وجد فيهم رجل يقلد عالما بعينه فيتبع أقواله فى الفتيا فيأخذ بها ولا يخالف شيئا منها ثم ابتدأت هذه البدعة من حين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ علامہ ابنِ حزم نے ’’الفصل فی الملل والاھواء والنحل ‘‘میں کئی مقامات پر ابوالحسن اشعری، اور حنفیہ کی طرف بدعتی، بلکہ بعض جگہ ان کی طرف کفر کے قول کی بھی نسبت کردی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذكرنا فى العصر الرابع فى القرن المذموم ثم لم تزل تزيد حتى عمت بعد المائتين من الهجرة عموما طبق الأرض إلا من عصم الله عز وجل وتمسك بالأمر الأول الذى كان عليه الصحابة والتابعون وتابعو التابعين بلا خلاف من أحد منهم(الإحكام فى أصول الأحكام، ج٦، ص ١٤٦، الباب السادس والثلاثون فى إبطال التقليد، فصل فى ذكره قول الله تعالٰى فى ابطال التقليد)

[1] قال أبو محمد رضى الله عنه حديث فرقة مبتدعة تزعم أن محمد بن عبد الله بن عبد المطلب صلى الله عليه وسلم ليس هو الآن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا قول ذهب إليه الأشعرية( الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج ١ ص ٧٥، الرد على من زعم ان الأنبياء عليهم السلام ليسوا أنبياء اليوم ولا الرسل اليوم رسلا)

ووجدنا المتأخرين من الأشعرية كالباقلانى وابن فورك وغيرهما قالوا إن هذه الأسماء ليست لله تعالى ولكنها تسميات له وأنه ليس لله إلا اسم واحد لكنه قول إلحاد ومعارضة لله عز وجل بالتكذيب بالآيات التى تلونا ومخالفة لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيما نص عليه من عدد الأسماء وهتك لإجماع أهل الإسلام عامهم( الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج٢ص ١١٧، الكلام فى سميع بصير وفى قديم،فمعنى هذا الخبر لو كشف تعالى الستر الذى جعل دون سطوته لأحرقت عظمته الخ)

(قال أبو محمد) وقالت الأشعرية كلها أن الله لم يزل قائلا لكل ما خلق أو يخلق فى المستأنف كن إلا أن الأشياء لم تكن إلا حين كونها وهذا تكذيب منهم مكشوف لله عز وجل(الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج٤، ص ١٦٠، شنع المرجئة)

قال أبو محمد اختلف الناس فى ماهية الإيمان فذهب قوم إلى أن الإيمان إنما هو معرفة الله تعالى بالقلب فقط وإن أظهر اليهودية والنصرانية وسائر أنواع الكفر بلسانه وعبادته فإذا عرف الله تعالى بقلبه فهو مسلم من أهل الجنة وهذا قول أبى محرز الجهم بن صفوان وأبى الحسن الأشعرى البصرى وأصحابهما( الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج٣، ص ١٠٦، كتاب الإيمان، والكفر والطاعات والمعاصى والوعد والوعيد)

وكان لشيخهم الأشعرى فى إعجاز القرآن قولان أحدهما كما يقول المسلمون أنه معجز النظم والآخر إنما هو المعجز الذى لم يفارق الله عز وجل قط والذى لم يزل غير مخلوق ولا نزل إلينا ولا سمعناه قط ولا سمعه جبريل ولا محمد عليهما السلام قط وأما الذى يقرأ فى المصاحف ونسمعه فليس معجزا بل مقدور على مثله وهذا كفر صحيح وخلاف لله تعالى ولجميع أهل الإسلام وقال كبيرهم وهو محمد بن الطيب الباقلانى أن لله تعالى خمسة عشر صفة كلها قديمة لم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور علامہ ابنِ حزم نے امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہونے، اور تمام فرقوں کے ناری، اور ایک ''ما انا علیه و اصحابی'' کے معیار پر پورے اترنے والے فرقے کے ناجی ہونے کی حدیث کی بھی تردید کی ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾تزل مع الله تعالى وكلها غير الله وخلاف لله تعالى وكل واحدة منهن غير الأخرى منهن وخلاف لسائرها وإن الله تعالى غيرهن وخلافهن.

(قال أبو محمد) هذا والله أعظم من قول النصارى وأدخل فى الكفر والشرك لأن النصارى لم يجعلوا مع الله تعالى إلا اثنين هو ثالثهما وهؤلاء جعلوا معه تعالى خمسة عشر هو السادس عشر لهم وقد صرح الأشعرى فى كتابه المعروف بالمجالس بأن مع الله تعالى أشياء سواه لم تزل كما يزل.

(قال أبو محمد) وهذا إبطال التوحيد علانية وإنما حملهم على هذا الضلال ظنهم أن إثبات علم الله تعالى وقدرته وعزته وكلامه لا يثبت إلا بهذه الطريقة الملعونة ومعاذ الله (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۴ص۱۵۶، ۱۵۷،شنع المرجئة)

وقال الأشعرى شيخهم ولاله على الكفار نعمة دنيوية أصلا وهذا تكذيب منه ومن أتباعه الضلال لله عز وجل(الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۴ص۱۶۷،شنع المرجئة)

وأما سب الله تعالى – فما على ظهر الأرض مسلم يخالف فى أنه كفر مجرد، إلا أن الجهمية، والأشعرية – وهما طائفتان لا يعتد بهما – يصرحون بأن سب الله تعالى، وإعلان الكفر، ليس كفرا، قال بعضهم: ولكنه دليل على أنه يعتقد الكفر، لا أنه كافر بيقين بسبه الله تعالى – وأصلهم فى هذا أصل سوء خارج عن إجماع أهل الإسلام – وهو أنهم يقولون: الإيمان هو التصديق بالقلب فقط – وإن أعلن بالكفر – وعبادة الأوثان بغير تقية ولا حكاية، لكن مختارا فى ذلك الإسلام .قال أبو محمد – رحمه الله –: وهذا كفر مجرد؛ لأنه خلاف لإجماع الأمة، ولحكم الله تعالى ورسوله – صلى الله عليه وسلم – وجميع الصحابة ومن بعدهم؛ لأنه لا يختلف أحد – لا كافر ولا مؤمن – فى أن هذا القرآن هو الذى جاء به محمد – صلى الله عليه وآله وسلم – وذكر أنه وحى من الله تعالى، وإن كان قوم من الروافض ادعوا أنه نقص منه، وحرف، فلم يختلفوا أن جملته – كما ذكرنا(المحلىٰ بالآثار، ج۱۲ ص۴۳۵،مسائل التعزير وما لا حد فيه، مسألة سب نبيا أو رسولا أو الله تعالى أو ملكا)

[1] قال أبو محمد ذكروا حديثا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أن القدرية والمرجئية مجوس بهذه الأمة وحديثا آخر تفترق هذه الأمة على بضع وسبعين فرقة كلها فى النار حاشى واحدة فهى فى الجنة.

قال أبو محمد هذان حديثان لا يصحان أصلا من طريق الإسناد وما كان هكذا فليس حجة عند من يقول بخبر الواحد فكيف من لا يقول به (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۳ص۱۳۸،الكلام فى تسمية المؤمن بالمسلم والمسلم بالمؤمن ،الخ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قاضی ابوبکر بن عربی (المتوفی:543ھ) نے ’’العواصم من القواصم ‘‘میں ابنِ حزم ظاہری کے متعلق فرمایا کہ یہ اشبیلیہ کے دیہاتی تھے، پہلے مذہبِ شافعی سے وابستہ ہوئے، پھر داؤد ظاہری کی طرف منتسب ہوئے، اوراس کے بعد سب کو چھوڑ دیا، اوراپنے آپ کو مستقل بالذات بنالیا، اوراپنے آپ کوامت کا امام گمان کرلیا، اور یہ اللہ کے دین کی طرف بعض ایسی باتیں منسوب کردیتے ہیں، جو اس میں نہیں ہوتیں، اسی طرح علماء کی طرف بھی غیر واقعی باتوں کی نسبت کردیتے ہیں، جو انہوں نے نہیں کہی ہوئی ہوتیں، جس کی بناء پر لوگوں کے قلوب میں علماء سے نفرت، اوران کی طرف سے شناعت پیدا ہوتی ہے۔ [1]

علامہ ابنِ حزم نے جو بعض عقائد میں ابوالحسن اشعری کی تردید کی ہے، اس کے متعلق علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں ابنِ حزم، اوران جیسے حضرات کے مقابلہ میں، اشعری اورآپ کے اصحاب کا مذہب اہل السنۃ اوراہل الحدیث کے زیادہ قریب ہے۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأما الحديث الذى ذكرت عن النبى، صلى الله عليه وسلم، تفرقت الألسن علـى اثنتين وسبعين فرقة، وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة، كلها فى النار إلا الناجية، قالوا : يا رسول الله، ما الناجية قال :ما أنا عليه أنا وأصحابى؛ فليس هكذا الحديث، وأعلى ما فى الحديث حـدى حدثنيه أبو عمر، قال :حـدثنا احمد بن قاسم قال :حـدثـنا أبى قاسم بن محمد بن قاسم قال: أخبرنا جدى قاسم بن أصبغ البيانى قال :أخبـرنا محمد بن إسماعيل الترمذى، أخبرنا نعيم -هو ابن حماد -أخبـرنا ابن المبارک، أخبرنا عيسى عن جرير -هو ابن عثمان -عن عبد الرحمن بن جبير بن نفير عن أبيه عن عوف بن مالک الأشجعى قال، قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم : تفترق أمتى علـى بضع وسبعين فرقة، أعظمها فتنة على أمتى قوم يقيسون الأمور برأيهم فيحلون الحرام، ويحرمون الحلال؛ فهذا أصح ما فى هذا الباب وأنقاها سنداً(رسائل ابن حزم، ج۳،ص ۲۱۳،رسالة فى الإمامة)

[1] وجدت القول بالظاهر قد ملأ المغرب بسخيف كان من بادية إشبيلية يعرف بابن حزم نشأ وتـعلق بمذهب الشافعى ثم انتسب إلـى داود، ثـم خلع الكل، واستقل بنفسه، وزعم أنه إمام الأمة يـضـع ويـرفع، ويحكم لنفسه، ويشرع، وينسب إلى دين الله ما ليس فيه، ويقول على العلماء ما لم يقولوا، تنفيرا للقلوب عنهم وتشنيعا عليهم ، وخرج عـن طريق الشبهة فى ذات الله وصفاته فجاء بطوام قد بيناها فى رسالة "الغرة "واتفق له أن يكون بين أقوام لا نظر لهم إلا المسائل، فإذا طالبهم بالدليل، كاعوا فتضاحک مع أصحابه منهم(النص الكامل لكتاب العواصم من القواصم،ص ۲۵۰، الموقف الرابع، المدرک الثالث،الطريق الثانية، الناشر: مكتبة دارالتراث، القاهرة)

[2] ومـن المعلوم الذى لا يمكن مدافعته أن مذهب الأشعرى وأصحابه فى مسائل الصفات أقرب إلـى مـذهـب أهـل السـنة والـحـديـث مـن مـذهـب ابـن حزم وأمثالـه فى ذلک(درء تعارض العقل والنقل،ج۵،ص ۲۵۰،الوجه الثامن والعشرون)

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ایک مقام پر فرمایا کہ ابنِ حزم اور ان جیسے حضرات اگرچہ اپنے آپ کو حدیث وسنت کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن انہوں نے بعض عقائد میں جہمیہ کی موافقت کی ہے۔ [1]

نیز علامہ ابنِ تیمیہ نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ ابنِ حزم وغیرہ نے اہلُ السنۃ کے بھی بعض غیر اجماعی مسائل کو اجماعی، اور بعض اجماعی مسائل کو غیر اجماعی کہہ دیا ہے، جو کہ درست نہیں۔ [2]

اس کے علاوہ جامعہ طہران کے استاذ ''دکتور فتح اللہ المحمدی (نجارزادکان) نے

---

[1] وهذا قول ابن حزم وأمثاله ممن وافقوا الجهمية على نفي الصفات وإن كانوا منتسبين إلى الحديث والسنة(درء تعارض العقل والنقل،ج۷،ص ۲۶۳، كلام أحمد بن حنبل في الرد على الجهمية عن القرآن)

[2] والنظام نفسه المخالف في كون الإجماع حجة لا يكفره ابن حزم والناس أيضا .فمن كفَّر مخالفَ الإجماع إنما يكفره إذا بلغه الإجماع المعلوم، وكثير من الإجماعات لم تبلغ كثيرا من الناس، وكثير من موارد النزاع بين المتأخرين يَدَّعي أحدهما الإجماع في ذلك، إما أنه ظني ليس بقطعي، وإما أنه لم يبلغ الآخر، وإما لاعتقاده انتفاء شروط الإجماع.

وأيضا :فقد تنازع الناس في كثير من الأنواع :هل هي إجماع يُحتج به؟ كالإجماع الإقراري، وإجماعِ الخلفاء الأربعة، وإجماعِ العصر الثاني على أحد القولين للعصر الأول، والإجماعِ الذي خالف فيه بعضُ أهله قبل انقراض عصرهم، فإنه مبني على انقراض العصر، بل هو شرط في الإجماع، وغيرِ ذلك.

فتنازعُهم في بعض الأنواع، هل هو من الإجماع الذي يجب اتباعهم فيه، كتنازعهم في بعض أنواع(نقد مراتب الإجماع،ج ۱،ص ۲۸۶،الناشر:دار ابن حزم ، بيروت،الطبعة الأولى:1419هـ)

ولأهل الكلام والرأي من دعوى (الإجماعات)التي ليست صحيحة، بل قد يكون فيها نزاعٌ معروفٌ، وقد يكون إجماع السلف على خلاف ما ادّعوا فيه الإجماع ما يطول ذكره هنا.

وقد ذكرنا قطعة من الإجماعات الفروعيّة التي حكاها طائفة من أعيان العلماء العالمين بالاختلاف، مع أنّها منتقضة، وفيها نزاع ثابت لم يعرفوه .وقد يكون غيرهم حكى الإجماع على نقيض قولهم.

وربّما كان من السلف؛ كقول الشافعيّ :ما أعلم أحداً قَبِل شهادة العبد.

وقبله من الصحابة :أنس بن مالك؛ يقول :ما أعلم أحداً ردّ شهادة العبد.

وكدعوى ابن حزم الإجماع (على إبطال) القياس.

وأكثر الأصوليّين يذكرون الإجماع على إثبات القياس .وبسط هذا له موضع آخر(النبوات،ج ۱،ص ۴۷۹، الباب الثاني، فصل عدل الله وحكمته وتعليل أفعاله)

عربی زبان میں ایک مفصل کتاب ''سلامةُ القرآن من التحریف، وتفنید الافتراء ات علی الشیعة الامامیة'' کے نام سے تحریر کی ہے، جو کتاب خانہ ملی ایران سے شائع ہوئی ہے، جس میں علامہ ابنِ حزم کے مجوث فیہ موقف کی بھی تردید کی گئی ہے۔

افسوس ہے کہ ماضی قریب میں بعض علماء نے علامہ ابنِ حزم کی مندرجہ بالا ایک عبارت کو جملہ امامیہ کے تحریفِ قرآن کا حامل ہونے کا مؤید بنایا، اور علامہ ابنِ حزم کی اس عبارت کی بناء پر انہوں نے جملہ امامیہ کی تکفیر کردی، اور پھر اس کو ترقی دے کر امامیہ کی قید کو نظر انداز کر کے جملہ شیعہ پر تکفیر کا حکم لگا دیا گیا، جس میں وقت گذرنے کے ساتھ ایک طبقہ کی طرف سے شدت آتی چلی گئی، اور اب اس طبقہ کو اس کے خلاف کسی بات کا سننا سمجھنا تک گوارا نہیں۔

اس کے باوجود بھی کوئی ہماری مذکورہ تقریر سے متفق نہ ہو، اور وہ دیگر مجتہدین محققین اور خود علامہ ابنِ حزم کی متعدد تصریحات کو نظر انداز کر کے علامہ ابنِ حزم کی صرف ایک مقام کی عبارت کو لینے پر اصرار کرے، اور جملہ روافض و امامیہ کو تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی وجہ سے کافر قرار دے، تو اس ناانصافی اور بے اعتدالی کا کسی کے پاس کیا علاج ہے؟

ہم اس موقع پر علامہ ابنِ حزم ظاہری کے مقابلہ میں جمہور فقہاء اور بالخصوص محققینِ حنفیہ کے تکفیر کے باب میں بیان و اختیار کردہ، ان اصول وضوابط کو ہی راجح اور صواب سمجھتے ہیں، جن میں ''لزومِ کفر و التزامِ کفر، اور احتمالِ کفر و تاویلِ کفر'' وغیرہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور کسی فرد، یا فرقہ وطبقہ کی طرف ''التزامِ کفر'' کا اس طرح کا حکم عائد کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے، جو اہلِ ظاہر کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

## (باب نمبر 9)

# ''امامیہ'' کی طرف منتسب مختلف فرقوں کا ذکر

ہر دور کے محققین نے تھوڑے بہت اختلاف کے باوجود امامیہ کے مختلف فرقوں کا بھی ذکر کیا ہے، جن میں بیشتر نے ''اسماعیلیہ، اور اثنا عشریہ'' کو بھی داخل مانا ہے، اور ان فرقوں کے باہم مختلف افکار کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے ظاہر ہوا کہ ''امامیہ'' اور ''اثنا عشریہ'' میں ''عام خاص مطلق'' کی نسبت ہے۔

البتہ جب امامیہ، بلکہ جمہور اہلِ تشیع کی تعداد ''اثنا عشریہ'' فرقہ کے ساتھ منسلک ہوگئی، اور اس کے علاوہ دوسرے امامیہ کے نام سے پیدا ہونے والے بعض فرقے، ختم، یا بعض کم ہوتے چلے گئے، تو ''امامیہ'' کے ساتھ ''اثنا عشریہ'' کی شہرت ہوگئی، اور اس کو ''امامیہ'' کا فردِ کامل سمجھا جانے لگا۔

اور متعدد محققین نے، امامیہ اور بالخصوص، اثنا عشریہ کو رافضہ کے غالیہ فرقوں سے الگ کر کے ہی بیان کیا ہے، البتہ بعض ادوار میں ایسا بھی ہوا کہ بعض ''غالی افکار'' کے حامل لوگوں نے بھی اپنا جھوٹا انتساب ''اثنا عشریہ'' کی طرف کیا۔

اس سے بعض لوگوں کو یہ تسامح پیدا ہوا کہ انہوں نے، امامیہ کے عنوان سے جس عقیدہ کو بھی کسی قدیم، یا جدید کتاب میں ملاحظہ کیا، اس کو ''اثنا عشریہ'' کی طرف منسوب کر دیا، جبکہ ایک طبقہ متعصبین ومتشددین کا وہ ہے، جو اس بات کا علم رکھتا ہے، اور اس بات کا اعتراف بھی کرتا ہے کہ امامیہ کے متفرق فرقے ہوئے ہیں، اور اب بھی ہیں، لیکن اس کے باوجود جب یہ طبقہ ''اثنا عشریہ'' کی تکفیر کرتا ہے، تو امامیہ کے عنوان سے جو بھی رطب ویابس عقیدہ وفکر اسے کہیں ملتی ہے، یا ''اثنا عشریہ'' کی طرف جھوٹی نسبت کے حامل گروہ کا کوئی ایسا عقیدہ ملتا

ہے، تو وہ، اسے فوراً ''اثنا عشریہ'' کی طرف منسوب کر کے اس پورے فرقہ کی تکفیر کے در پے ہوجاتا ہے، اور جب ''اثنا عشریہ'' کی طرف سے مستند ماخذ کے ساتھ اس عقیدہ وفکر کی تردید کی جاتی ہے، تو وہ متشدد و متعصب طبقہ فوراً اس کو ''تقیہ'' پر محمول کرنے کی تاویل کرتا ہے۔

حالانکہ یہ طرز وطریقہ علمی ودینی، بلکہ ایمانی خیانت میں داخل ہے، محققین اور سلفِ صالحین کا یہ طریقہ ہرگز نہ تھا، وہ حضرات اہلِ تشیع کے جس فرقہ وطبقہ کی طرف سے جو عقیدہ سامنے آیا کرتا تھا، اس کی اسی فرقہ کی طرف نسبت کیا کرتے تھے، جس کے نتیجہ میں ان حضرات نے ہر فرقہ کو ذرا ذرا سے فرق کی وجہ سے الگ الگ کر کے بیان کیا۔

اس لئے علمی وتحقیقی دیانت دارانہ اصول وقواعد کا تقاضا یہ ہے کہ ''امامیہ کے فرقوں، اور ''امامیہ واثنا عشریہ'' کے درمیان فرق کا علم حاصل کیا جائے۔

اس کے بعد وہ الگ مرحلہ ہے کہ امامیہ کے کون کون سے فرقے اب موجود ہیں، اور کونسے ختم، یا کم ہو چکے ہیں، اصل سوال یہ ہے کہ امامیہ کے نام اور حوالہ سے، جس گمراہ اور باعثِ کفر عقیدہ کا جہاں بھی، اور جس زمانہ کی کتاب میں بھی ذکر ملتا ہے، اس کو اثنا عشریہ کی طرف منسوب کرنا کس حد تک درست ہوسکتا ہے، جبکہ وہ اثنا عشریہ کے علاوہ کسی دوسرے امامیہ کہلائے جانے والے فرقہ، یا فرد کا عقیدہ ہو، لیکن اس کی بناء پر امامیہ سے اثنا عشریہ کو مراد لے کر جملہ اثنا عشری کی علی الاطلاق تکفیر کردی جائے؟

اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ ہے کہ یہ ہرگز مبنی بر انصاف طریقہ نہیں۔

اور ہم نے بعض ابنائے زمانہ علماء کی تحریرات وتقریرات میں مشاہدہ کیا کہ انہوں نے رافضہ، یا امامیہ کے نام سے جن افکار کو بھی جس کتاب میں ملاحظہ کیا، خواہ وہ کتاب عقائد وافکار کے بجائے احادیث واخبار سے متعلق ہی کیوں نہ ہو، جن میں معتبر وغیر معتبر، اور ماول وغیر ماول، اور مرجح وغیر مرجح، اور منسوخ وغیر منسوخ ہر طرح کی چیزیں واقوال موجود ہوا کرتے ہیں، جیسا کہ اہل السنۃ کی کتب میں بھی موجود ہیں، انہوں نے ان افکار کی جملہ امامیہ، یا جملہ

اثنا عشریہ کی طرف نسبت کردی، اور ''امامیہ اثنا عشریہ'' کہلائے جانے والے اہلِ تشیع کے عقائد کی مستند کتب ومراجع کو ملاحظہ کرنے کی زحمت تک گوارا نہ فرمائی۔

ہم لاکھوں افراد کی تکفیر جیسے پر خطر مسئلہ میں اس طرز وطریقہ کو راجح نہیں سمجھتے، اور اس طریقہ کے حوصلہ کی اپنے اندر جرأت نہیں پاتے۔

اس بناء پر ضرورت محسوس ہوئی کہ متقدمین ومتاخرین اہلُ السنۃ کی کتب میں ''رافضہ'' اور بالخصوص ''امامیہ'' کا جو ذکر ملتا ہے، اس پر روشنی ڈال دی جائے۔

وہ الگ بات ہے کہ ''اثنا عشریہ'' اپنے آپ کو ''اصل امامیہ'' قرار دیتے ہوں، یا کسی دوسرے فرقہ، مثلاً ''اسماعیلیہ'' وغیرہ کے لوگ اپنے متعلق اصل امامیہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں، جیسا کہ دوسرے فرقوں میں بھی ہر ایک مکتبِ فکر، اور طبقہ اپنے آپ کو ہی اس فرقہ کا صحیح ترجمان، بلکہ تنِ تنہا ''اصل مصداق'' سمجھتا ہے، اس سے ہماری اس بحث پر فرق نہیں پڑتا۔

چنانچہ اسی زیرِ بحث مسئلہ میں شیعہ وروافض اور بالخصوص امامیہ واثنا عشریہ کی علی الاطلاق تکفیر اور اس میں تشدید کرنے والا طبقہ اپنے آپ کو اہل السنۃ کا صحیح ترجمان سمجھتا ہے، جبکہ اس سے اختلاف کرنے والے اپنے آپ کو صحیح ترجمان سمجھتے ہیں، اور اس کے دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔

پس اس طرح کے یہ دعوے، واختلافات تو ہر دور میں ہوتے رہے، اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے، اس سلسلہ میں دنیا کے اندر اصل فیصلہ کُن چیز دلائل وبراہین ہوا کرتے ہیں، اور آخرت کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

اب ہم اس بارے میں چند حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

## ابوالحسن اشعری کا حوالہ

عقائد واصول کے باب میں اہل السنۃ کے ایک عظیم ترجمان ابوالحسن اشعری (المتوفیٰ:

324ھ) نے اپنی معرکۃ الآ راء تالیف ”مقالاتُ الاسلاميين واختلاف المصلين“ میں فرقِ باطلہ اور ”اهل الاهواء واهل البدعة“ روافض، خوارج، مرجئۃ، مجسمۃ، معتزلۃ وجہمیۃ اوران کے نظریات وافکار پر مفصل کلام کیا ہے، اوراس میں شیعہ کے فرقوں کو ”زیدیہ، امامیہ، اورغالیہ“ کی طرف تقسیم فرمایا ہے۔

اس تالیف میں ابوالحسن اشعری نے ”امامیہ“ کا ذکرکرتے ہوئے فرمایا:

”رافضہ جوکہ دراصل امامیہ ہیں، ان کے سوائے ”کاملیہ“ کے چوبیس فرقے ہیں“ [1]

ابوالحسن اشعری نے امامیہ کے ان چوبیس فرقوں میں پہلافرقہ ”قطعیہ“ کا ذکرکیا ہے، جو ”موسیٰ بن جعفر“ کی موت کا قائل، اور ”امامِ منتظر“ کا قائل ہے، اوراس فرقہ کو ”جمہورشیعہ“ کہا ہے۔

اورامامیہ کا دوسرا فرقہ ”کیسانیہ“ کا ذکرکیا ہے، جس کے گیارہ ذیلی فرقے بیان کئے ہیں۔ [2]

---

[1] الرافضة الإمامية أربع وعشرون فرقة:
والصنف الثانى من الأصناف الثلاثة التى ذكرنا بأن الشيعة يجمعها ثلاثة أصناف وهم الرافضة.
وإنما سموا رافضة لرفضهم إمامة أبى بكر وعمر.
وهم مجمعون على أن النبى صلى الله عليه وسلم نص على استخلاف على بن أبى طالب باسمه وأظهر ذلک وأعلنه وأن أكثر الصحابة ضلوا بتركهم الاقتداء به بعد وفاة النبى صلى الله عليه وسلم وأن الإمامة لا تكون إلا بنص وتوقيف وأنها قرابة وأنه جائز للإمام فى حال التقية أن يقول :أنه ليس بإمام وأبطلوا جميعا الاجتهاد فى الأحكام وزعموا أن الإمام لا يكون إلا أفضل الناس وزعموا أن عليا -رضوان الله عليه -كان مصيبا فى جميع أحواله وأنه لم يخطء فى شيء من أمور الدين إلا الكاملية أصحاب أبى كامل فإنهم أكفروا الناس بترک الاقتداء به وأكفروا عليا بترک الطلب وأنكروا الخروج على أئمة الجور وقالوا :ليس يجوز ذلک دون الإمام المنصوص على إمامته .
وهم سوى الكاملية أربع وعشرون فرقة وهم يدعون الإمامية لقولهم بالنص على إمامة على بن أبى طالب(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ۱ ،ص ۳۳، ۳۴،ذكر الاختلاف أمهات الفرق)

[2] فالفرقة الأولى منهم وهم القطعية وإنما سموا قطعية لأنهم قطعوا على موت موسى بن جعفر بن محمد بن على وهم جمهور الشيعة.
يزعمون أن النبى صلى الله عليه وسلم نص على إمامة على بن أبى طالب واستخلفه بعده بعينه واسمه وأن عليا نص على إمامة ابنه الحسن بن على وأن الحسن بن على نص على إمامة أخيه الحسين بن على وأن الحسين بن على نص على إمامة ابنه على بن الحسين وأن على بن الحسين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض دوسرے حضرات نے ''فرقہ قطعیہ'' کو ''اثنا عشریہ'' سے الگ فرقہ کہا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

## امام فخرالدین رازی کا حوالہ

''خطیبِ ری'' امام فخرالدین رازی (المتوفی: 606ھ) جو اشاعرہ کے عظیم ترجمان شمار ہوتے ہیں، وہ اپنی تالیف ''اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین'' میں فرماتے ہیں:

**وهم أربع طوائف الزيدية الإمامية، الغلاة الكيسانية** (اعتقادات فرق المسلمين والمشركين، ص ۵۲، الباب الثالث، الروافض)

ترجمہ: اور ان (اہلِ تشیع) کی چار جماعتیں ہیں، ایک زیدیہ، دوسرے امامیہ، تیسرے غلاۃ، چوتھے کیسانیہ (اعتقادات فرق المسلمین)

امام رازی نے ''کیسانیہ'' کو شیعہ کا ''امامیہ'' سے الگ فرقہ قرار دیا۔

پھر ''زیدیہ'' کے مختلف فرقوں کا ذکر کرنے کے بعد، امام رازی فرماتے ہیں:

**وأما الأمامية فهم فرق** (اعتقادات فرق المسلمين والمشركين، ص ۵۳، الباب الثالث، الروافض)

ترجمہ: اور جہاں تک ''امامیہ'' کا تعلق ہے، تو ان کے مختلف فرقے ہیں (اعتقادات فرق المسلمین)

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

نص على إمامة ابنه محمد بن على وأن محمد بن على نص على إمامة ابنه جعفر بن محمد وأن جعفر بن محمد نص على إمامة ابنه موسى بن جعفر وأن موسى بن جعفر نص على إمامة ابنه على بن موسى وأن على بن موسى نص على إمامة ابنه محمد بن على بن موسى وأن محمد بن على نص على إمامة ابنه على بن محمد بن على بن موسى وأن على بن محمد بن على بن موسى نص على إمامة ابنه الحسن بن على بن محمد بن على بن موسى وهو الذى كان بسامرا وأن الحسن بن على نص على إمامة ابنه محمد بن الحسن بن على وهو الغائب المنتظر عندهم الذى يدعون أنه يظهر فيملأ الأرض عدلا بعد أن ملئت ظلما وجورا.

والفرقة الثانية منهم وهم الكيسانية وهى إحدى عشرة فرقة (مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ۱، ص ۳۴، و ۳۵، ذكر الاختلاف أمهات الفرق)

پھر امام رازی نے ''امامیہ'' کے تیرہ فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں ''اسماعیلیہ'' کو بھی شامل فرمایا ہے، اور تیرہواں فرقہ ''اصحابِ انتظار'' کا ذکر کیا ہے، جس کے بعد امام رازی نے فرمایا:

وهـذا الذى ذكرناه فى الإمامية قطرة من بحر لأن بعض الروافض قد صنف كتابا وذكر فيه ثلثا وسبعين فرقة من الإمامية (اعتقادات فرق المسلمين والمشركين، ص ٥٦، الباب الثالث، الروافض)

ترجمہ: اور امامیہ کے بارے میں جو ہم نے ذکر کیا، یہ سمندر کا ایک قطرہ ہے، کیونکہ بعض روافض نے کتاب تصنیف کی ہے، جس میں انہوں نے ''امامیہ'' کے تہتر (73) فرقوں کا ذکر کیا ہے (اعتقادات فرق المسلمین)

## شیخ مجدی محمد سرور باسلوم کا حوالہ

شیخ مجدی محمد سرور باسلوم نے ''اہلِ سنت کے اصول وعقائد کے ترجمان ''ابو منصور ماتریدی'' کی تفسیر کے مقدمہ میں بھی امامیہ کے مختلف فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں اسماعیلیہ اور اثنا عشریہ کو بھی شامل کیا ہے۔ [1]

---

[1] الإمامية: وهم يجعلون الإمام بعد على زين العابدين مُحَمَّد الباقر لا زيد بن على، وأهم فرقهم الاثنا عشرية والإسماعيلية.

والاثنا عشرية هى الفرقة التى تقول باثنى عشر إمامًا، هم: على المرتضى، والحسن المجتبى، والحسين الشهيد، وعلى زين العابدين السجاد، ومُحَمَّد الباقر، وجعفر الصادق، وموسى الكاظم، وعلى الرضا، ومُحَمَّد النقى، وعلى التقى، والحسن العسكرى الزكى، ومُحَمَّد المهدى الذى اختبأ واختفى سنة 260هـ وما يزال مستورًا حتى يظهر فى آخر الزمان؛ ليملأ الأرض عدلاً بعد أن ملئت جورًا.

أما الإسماعيلية فساقوا الإمامة إلى جعفر الصادق، وزعموا أن الإمام بعده ابنه إسماعيل، وإليه تنسب هذه الفرقة.

وافترقت الإسماعيلية فرقتين:

-فرقة منتظرة لإسماعيل بن جعفر، مع اتفاق أصحاب التواريخ على موت إسماعيل فى حياة أبيه.

-وفرقة قال: كان الإمام بعد جعفر سبطه مُحَمَّد بن إسماعيل بن جعفر، حيث إن جعفرًا نصب ابنه إسماعيل للإمامة بعده، فلما مات إسماعيل فى حياة أبيه علمنا أنه إنما نصب ابنه إسماعيل للدلالة على إمامة ابنه مُحَمَّد بن إسماعيل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی کا حوالہ

**ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی (المتوفٰی: 429ھ) ''الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية'' میں فرماتے ہیں:**

**واما الامامية المفارقة للزيدية والكسائية والغلاة فانها خمس عشرة فرقة وهن المحمدية والباقرية والناوسية والشميطية، والعمارية والاسماعيلية والمباركية والموسوية والقطعية والاثنى عشرية والهشامية من اتباع هشام**

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقد نشأ ذلک المذهب بالعراق كغيره من مذاهب الشيعة، واضطهد كما اضطهد غيره، وقد فر المعتنقون له بتأثير الاضطهاد إلى فارس وخراسان، وما وراء ذلک من الأقاليم الإسلامية كالهند والتركستان، وهناک خالط مذهبهم بعض آراء من عقائد الفرس القديمة، والأفكار الهندية، وتحت تأثير ذلک انحرف كثيرون منهم فقام فيهم ذوو أهواء ؛ ولذلک حمل اسم الإسماعيلية طوائف كثيرة، بعضهم لم يخرجوا عن دائرة الإسلام، وبعضهم انحرفوا بما انتحلوا من نحل لا يتفق ما اشتملت عليه مع المقرر الثابت من الأحكام الإسلامية، وقد سموا الباطنية أو الباطنيين؛ وذلک لاتجاههم إلى الاستخفاء عن الناس، الذى كان وليد الاضطهاد أولًا، ثم صار حالة نفسية عند طوائف منهم.

ومن الآراء الشاذة التى قال بها الإسماعيلية الباطنية:

-زعمهم أن الأنبياء قوم أحبوا الزعامة فساسوا العامة بالنواميس والحيل طلبًا للزعامة بدعوة النبوة والإمامة.

-تأولوا لكل ركن من أركان الشريعة تأويلًا يورث تضليلًا، فزعموا أن معنى الصلاة موالاة إمامهم، والحج زيارته وإدمان خدمته، والمراد بالصوم الإمساک عن إفشاء سر الإمام دون الإمساک عن الطعام، والزنى عندهم إفشاء سرهم بغير عهد وميثاق.

وزعموا أن من عرف معنى العبادة سقط عنه فرضها، وتأولوا فى ذلک قوله :(وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتَّى يَأْتِيَکَ الْيَقِينُ)، وحملوا اليقين على معرفة التأويل.

كما زعموا أن تكاليف الدِّين وشعائره ليست إلا للعامة ولا يلزم الخاصة أن يعملوا بها.

ويقول البغدادى موضحًا خطر الباطنية " :اعلموا -أسعدكم اللّٰه -أن ضرر الباطنية على فرق المسلمين أعظم من ضرر اليهود والنصارى والمجوس، بل أعظم من مضرة الدهرية وسائر أصناف الكفرة عليهم، بل أعظم من ضرر الدجال الذى يظهر فى آخر الزمان؛ لأن الذين ضلوا عن الدِّين بدعوة الباطنية من وقت ظهور دعوتهم إلى يومنا أكثر من الذين يضلون بالدجال فى وقت ظهوره؛ لأن فتنة الدجال لا تزيد مدتها على أربعين يومًا، وفضائح الباطنية أكثر من عدد الرمل والقطر(مقدمة تفسير الماتريدى، ج ا ،ص١١٦ الٰى ١١٨ ، الباب الثالث، الفصل الاول)

بن الحكم او من اتباع هشام بن سالم الجواليقي والزرارية من اتباع زرارة بن أعين واليونسية من اتباع يونس القمي والشيطانية من اتباع شيطان الطاق والكاملية من اتباع أبي كامل وهو أفحشهم قولا في علي وفي سائر الصحابة رضي الله عنهم فهذه عشرون فرقة من فرق الروافض منها ثلاث زيدية وفرقتان من الكيسانية وخمس عشرة فرقة من الإمامية فاما غلاتهم الذين قالوا بإلهية الائمة واباحوا محرمات الشريعة واسقطوا وجوب فرائض الشريعة كالبيانية والمغيرية والجناحية والمنصورية والخطابية والحلولية ومن جرى مجراهم فما هم من فرق الاسلام وان كانوا منتسبين اليه وسنذكرها في باب مفرد بعد هذا الباب (الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية، ص۱۷، الباب الثاني، الفصل الثاني في بيان كيفية اختلاف الامة وتحصيل عدد فرقها الثلاث والسبعين)

ترجمہ: اور جہاں تک ''امامیہ'' کا تعلق ہے، تو یہ ''زیدیہ'' اور ''کیسانیہ'' اور ''غلاۃ'' سے جدا ہیں، پس ان ''امامیہ'' کے پندرہ فرقے ہیں ''محمدیہ، باقریہ، ناوسیہ، شمیطیہ، عماریہ، اسماعیلیہ، مبارکیہ، موسویہ، قطعیہ، اثنیٰ عشریہ، ہشامیہ'' جوکہ ہشام بن حکم، یا ہشام بن سالم جوالیقی کے متبعین ہیں'' اور زراریہ'' جوکہ زرارہ بن اعین کے متبعین ہیں'' یونسیہ، شیطانیہ'' جوکہ شیطان الطاق کے متبعین ہیں'' کاملیہ'' جوکہ حضرت علی اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں سب سے افحش قول رکھتا ہے، پس یہ بیس فرقے ''روافض'' کے فرقے ہیں، تین فرقے زیدیہ کے ہیں، اور دو فرقے کیسانیہ کے ہیں، اور پندرہ فرقے امامیہ کے ہیں۔

جہاں تک ان کے غلاۃ کا تعلق ہے، جو ائمہ کی الوہیت کے قائل ہیں، اور محرماتِ شرعیہ کو حلال سمجھتے ہیں، اور فرائضِ شریعت کی وجوبیت کا انکار کرتے ہیں، جیسا کہ ''بیانیہ، اور مغیریہ اور جناحیہ، اور منصوریہ، اور خطابیہ، اور حلولیہ، اور جو ان کے قائم مقام ہیں، تو وہ اسلامی فرقے نہیں ہیں، اگرچہ وہ اسلام کی طرف انتساب کرتے ہیں، اور ہم ان کا الگ باب میں اس باب کے بعد ذکر کریں گے

(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية)

اس عبارت میں غلاۃ کو ''اثنا عشریہ'' سے جدا فرقہ بتلایا گیا ہے، اور غلاۃ کی تکفیر کے مقابلہ

میں ان کی عدمِ تکفیر سے ان کا مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہے۔

## ابو المظفر اسفرایینی کا حوالہ

**ابو المظفر طاهر بن محمد اسفرايينی (المتوفیٰ: 471ھ) ''التبصير فی الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين'' میں فرماتے ہیں:**

**وَمن جملَة الروافض الإمامية وهم خمس عشرَة فرقة المحمدية والباقرية والناووسية والشميطية والعمارية والإسماعيلية والمباركية والموسوية والقطعية والإثنا عشرِيَّة والهشامية والزرارية واليونسية والشيطانية والكاملية فَهَذِهِ جملَة فرق الروافض الَّذين يعدون فِي زمرة الْمُسلمين.**
**فَأَما البيانية والمغيرية والمنصورية والجناحية والخطابية والحلولية مِنْهُم فلا يعدون فِي زمرة الْمُسلمين لأَنهم كلهم يَقُولُونَ بآلهية الْأَئِمَّة كَمَا نفصله فِيمَا بعد إِن شَاءَ الله تَعَالَى** (التبصير فی الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين، ص ۲۳، الباب الثانی فی بيان فرق الأمة على الجملة)

ترجمہ: اور روافض میں سے ہی ''امامیہ'' بھی ہیں، اور ان امامیہ'' کے پندرہ فرقے ہیں ''محمدیہ، اور باقریہ، اور ناووسیہ اور شمطیہ، اور عماریہ اور اسماعیلیہ اور مبارکیہ اور موسویہ اور قطعیہ اور اثنا عشریہ اور ہشامیہ اور زراریہ اور یونسیہ اور شیطانیہ اور کاملیہ، پس یہ ان روافض کے فرقے ہیں، جو مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہیں۔

جہاں تک بیانیہ اور مغیرہ اور منصوریہ اور جناحیہ اور خطابیہ اور ان کے حلولیہ فرقوں کا تعلق ہے، تو وہ مسلمانوں کے زمرہ میں داخل نہیں، کیونکہ وہ سب ائمہ کی الوہیت کے قائل ہیں، جیسا کہ ہم ان شاءاللہ تعالیٰ بعد میں تفصیل بیان کریں گے (التبصیر)

اس عبارت میں اثنا عشریہ کو ''غالیہ'' سے الگ، اور صاف طور پر مسلمانوں کے زمرہ میں شمار کیا گیا ہے۔

## محمد بن عبدالکریم شہرستانی کا حوالہ

محمد بن عبدالکریم شہرستانی (المتوفیٰ: 548ھ) ''الملل والنحل'' میں فرماتے ہیں:

ثم إن الإمامية لم يثبتوا فى تعيين الأئمة بعد :الحسن، والحسين، وعلى بن الحسين رضى الله عنهم على رأى واحد، بل اختلافاتهم أكثر من اختلافات الفرق كلها، حتى قال بعضهم :إن نيفا وسبعين فرق من الفرق المذكورة فى الخبر هو فى الشيعة خاصة، ومن عداهم فهم خارجون عن الأمة .
وهم متفقون فى الإمامة وسوقها إلى جعفر بن محمد الصادق رضى الله عنه، ومختلفون فى المنصوص عليه بعده من أولاده، إذ كانت له خمسة أولاد، وقيل ستة :محمد، وإسحاق، وعبد الله، وموسى، وإسماعيل . وعلى .ومن ادعى منهم النص والتعيين :محمد، وعبد الله، وموسى، وإسماعيل .ثم منهم من مات ولم يعقب، ومنهم من مات وأعقب، ومنهم من قال بالتوقف، والانتظار، والرجعة، ومنهم من قال بالسوق والتعدية كما سيأتى ذكر اختلافاتهم عند ذكر طائفة طائفة.
وكانوا فى الأول على مذهب أئمتهم فى الأصول، ثم لما اختلفت الروايات عن أئمتهم، وتمادى الزمان :اختارت كل فرقة منهم طريقة، فصارت الإمامية بعضها معتزلة :إما وعيدية، وإما تفضيلية، وبعضها إخبارية :إما مشبهة وإما سلفية، ومن ضل الطريق وتاه لم يبال الله به فى أى واد هلك
(الملل والنحل، ج ا ،ص ۱۶۵ ،الفصل السادس: الشيعة،الإمامية)

ترجمہ: پھر ”امامیہ“ حضرت حسن، حضرت حسین اور علی بن حسین رضی اللہ عنہم کے بعد ائمہ کی تعیین میں کسی ایک رائے پر قائم نہیں رہے، بلکہ ان کے اختلافات، دوسرے تمام فرقوں کے اختلافات سے زیادہ ہیں، یہاں تک کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ حدیث میں ستّر (70) سے زیادہ، جن فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ شیعہ کے اندر خاص ہیں، اور ان کے علاوہ جو فرقے ہیں، وہ امت سے خارج ہیں (صرف وہ شیعہ فرقے ہی امت میں داخل ہیں)

اور وہ سب ”امامت“ میں، اور امامت کو جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ تک چلانے میں متفق ہیں (اسی لیے اُن سب کو امامیہ کہا جاتا ہے) اور پھر جعفر صادق کے بعد اُن کی اولاد میں امامت کے منصوص ہونے پر ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں، کیونکہ جعفر بن محمد صادق کے پانچ بیٹے تھے، اور ایک قول چھ بیٹوں کا ہے، ایک محمد، دوسرے اسحاق، تیسرے عبداللہ، چوتھے موسیٰ، پانچویں علی، اور امامیہ

میں سے جنہوں نے ان بیٹوں میں امامت کی نص اور تعیین کا دعویٰ کیا، وہ محمد، اور عبداللہ، اور موسیٰ، اور اسماعیل ہیں، پھر ان میں سے بعض فوت ہوگئے، اور انہوں نے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، اور بعض نے فوت ہونے کے بعد اولاد چھوڑی، اور اُن امامیہ میں سے بعض ’’توقف و انتظار و رجعت‘‘ کے قائل ہیں، اور اُن امامیہ میں سے بعض امامت کو جاری رکھنے اور دوسرے کی طرف متعدی کرنے کے قائل ہیں، جیسا کہ اُن کے اختلاف کا ذکر، ہر جماعت کے ذکر کے موقع پر آئے گا۔

اور یہ ’’امامیہ‘‘ ابتدائی طور پر اصول میں اپنے ائمہ کے مذہب پر تھے، پھر جب اُن کے ائمہ سے روایات مختلف سامنے آئیں، اور زمانہ دراز ہوگیا، تو اُن امامیہ میں سے ہر فرقہ نے الگ طریقے کو اختیار کیا، جس کے نتیجے میں بعض امامیہ معتزلہ ہو گئے، یا وعیدیہ ہوگئے، یا تفضیلیہ ہوگئے، اور بعض اخباری ہوگئے، یا مشبہ ہوگئے، یا سلفیہ ہوگئے، اور جو راستے سے بھٹک اور بہک گیا، تو اللہ نے اُس کی پرواہ نہیں کی وہ کس وادی میں ہلاک ہوا (الملل والنحل)

پھر محمد بن عبدالکریم شہرستانی اسی ضمن میں ’’امامیہ‘‘ کے ایک فرقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**الاثنا عشرية:**

**إن الذين قطعوا بموت موسى الكاظم بن جعفر الصادق وسموا قطعية، ساقوا الإمامة بعده فى أولاده، فقالوا :الإمام بعد موسى الكاظم :ولده على الرضا، ومشهده بطوس .ثم بعده :محمد التقى الجواد أيضا، وهو فى مقابر قريش ببغداد .ثم بعده :على بن محمد النقي؛ ومشهده بقم .وبعده: الحسن العسكرى الزكى .وبعده :ابنه محمد القائم المنتظر الذى هو بسر من رأى، وهو الثاني عشر .هذا هو طريق الاثنا عشرية فى زماننا،إلا أن الاختلافات التى وقعت فى حال كل واحد من هؤلاء الاثنا عشر، والمنازعات التى جرت بينهم وبين إخوتهم وبنى أعمامهم وجب ذكرها لئلا يشذ عنا مذهب لم نذكره ومقالة لم نوردها** (الملل والنحل،ج ا ،ص ١٦٩ ،الفصل السادس: الشيعة ،الاثناعشرية )

ترجمہ: اثنا عشریہ وہ ہیں جو موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کی موت کا یقین رکھتے ہیں، اوران کا نام ''قطعیہ'' ہے، جو موسیٰ کاظم کے بعد امامت کواُن کی اولاد میں چلاتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ موسیٰ کاظم کے بعد امام اُن کے بیٹے علی رضا ہیں، جن کا مشہد ''طوس'' میں ہے، پھران کے بعد محمد تقی جواد ہیں، اوروہ بغداد میں قریش کے قبرستان میں مدفون ہیں، پھران کے بعد علی بن محمد نقی ہیں، جن کا مشہد ''قُم'' میں واقع ہے، اوران کے بعد حسن عسکری زکی ہیں، اوران کے بعدان کے بیٹے محمد قائم منتظر ہیں، اوروہ ان کی رائے کے مطابق خفیہ ہیں، جوکہ بارہویں امام ہیں، اور ہمارے زمانے میں (امامیہ کے فرقے) اثنا عشریہ کا یہی طریقہ ہے۔

لیکن ان اثنا عشریہ میں سے ہرایک کی طرف سے جو اختلافات کسی حالت میں واقع ہوتے ہیں، اور جو منازعات ان کے درمیان، اور ان کے بھائیوں اور چچاؤں کے درمیان واقع ہوئے، ان کا ذکر کرنا ضروری ہے، تاکہ ہم سے ان کے مذہب کی کوئی بات رہ نہ جائے، اور کوئی قول چھوٹ نہ جائے، جس کو ہم نہ لائیں (الملل والنحل)

پھر علامہ شہرستانی نے شیعہ کی امامت میں اختلافات کا ذکر کیا ہے، جس کے ضمن میں حسن کی امامت کا قول کرنے والوں کے گیارہ فرقوں کا ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] فاعلم أن من الشيعة من قال بإمامة :أحمد بن موسى بن جعفر دون أخيه على الرضا .ومن قال بعلى :شک أولا فی محمد بن علی، إذ مات أبوه وهو صغير غير مستحق للإمامة، ولا علم عنده بمناهجها، وثبت قوم على إمامته واختلفوا بعد موته أيضا، فقال قوم بإمامة موسى بن محمد .وقال قوم آخرون بإمامة علی بن محمد، ويقولون هو العسكرى .واختلفوا بعد موته أيضا .فقال قوم بإمامة جعفر بن علی، وقال قوم بإمامة محمد بن علی .وقال قوم بإمامة الحسن بن علی .وكان لهم رئيس يقال له علی بن فلان الطاحن، وكان من أهل الكلام، قوى أسباب جعفر بن علی، وأمال الناس إليه؛ وأعانه فارس بن حاتم بن ماهويه، وذلک أن عليا قد مات، وخلف الحسن العسكرى .قالوا: امتحنا الحسن فلم نجد عنده علما.

ولقبوا من قال بإمامة الحسن الحمارية، وقووا أمر جعفر بعد موت الحسن، واحتجوا بأن الحسن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور پھر محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے اسی ''امامیہ'' کی بحث میں فرمایا کہ:

**فلهذا صارت الإمامية متمسكين بالعدلية فى الأصول، وبالمشبهة فى الصفات، متحيرين تائهين.**

**وبين الإخبارية منهم والكلامية سيف وتكفير . وكذلک بين التفضيلية والوعيدية قتال وتضليل** (الملل والنحل،ج ا،ص ۱۷۲،الفصل السادس: الشيعة،الإمامية)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مات بلا خلف فبطلت إمامته، ولأنه لم يعقب، والإمام لا يموت إلا ويكون له خلف وعقب .وحاز جعفر ميراث الحسن بعد دعاوى ادعاها عليه أنه فعل ذلک من حبل فى جواريه وغيرهم. وانكشف أمره عند السلطان والرعية وخواص الناس وعوامهم، وتشتت كلمة من قال بإمامة الحسن وتفرقوا أصنافا كثيرة .فثبتت هذه الفرقة على إمامة جعفر، ورجع إليهم كثير ممن قال بإمامة الحسن، منهم :الحسن بن على بن فضال؛ وهو من أجل أصحابهم وفقهائهم؛ كثير الفقه والحديث .ثم قالوا بعد جعفر بعلى بن جعفر وفاطمة بنت على أخت جعفر .وقال قوم بإمامة على بن جعفر دون فاطمة السيدة .ثم اختلفوا بعد موت على وفاطمة اختلافا كثيرا .وغلا بعضهم فى الإمامة غلوا كأبى الخطاب الأسدى.

وأما الذين قالوا بإمامة الحسن فافترقوا بعد موته إحدى عشرة فرقة، وليست لهم ألقاب مشهورة، ولكنا نذكر أقاويلهم.

الفرقة الأولى :قالت إن الحسن لم يمت، وهو القائم ولا يجوز أن يموت ولا ولد له ظاهرا، لأن الأرض لا تخلو من إمام، وقد ثبت عندنا أن القائم له غيبتان، وهذه إحدى الغيبتين، وسيظهر ويعرف ثم يغيب غيبة أخرى.

الثانية :قالت إن الحسن مات ولكنه يحيى وهو القائم، لأن رأينا أن معنى القائم هو القيام بعد الموت .فنقطع بموت الحسن ولا نشک فيه، ولا ولد له، فيجب أن يحيا بعد الموت.

الثالثة :قالت إن الحسن قد مات، وأوصى إلى جعفر أخيه، ورجعت الإمامة إلى جعفر.

الرابعة :قالت إن الحسن قد مات، والإمام جعفر .وإنا كنا مخطئين فى الائتمام به؛ إذ لم يكن إماما. فلما مات ولا عقب له تبينا أن جعفر كان محقا فى دعواه، والحسن مبطلا.

الخامسة :قالت إن الحسن قد مات، وكنا مخطئين فى القول به .وإن الإمام كان محمد بن على أخا الحسن وجعفر؛ ولما ظهر لنا فسق جعفر وإعلانه به؛ وعلمنا أن الحسن كان على مثل حاله إلا أنه كان يتستر، عرفنا أنهما لم يكونا إمامين، فرجعنا إلى محمد، ووجدنا له عقبا، وعرفنا أنه كان هو الإمام دون أخويه.

السادسة :قالت إن الحسن كان له ابن، وليس الأمر على ما ذكروا أنه مات ولم يعقب، بل ولد له ولد قبل وفاة أبيه بسنتين فاستتر خوفا من جعفر وغيره من الأعداء ، واسمه محمد وهو الإمام، القائم، الحجة، المنتظر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: پس اس وجہ سے (بعد میں) ''امامیہ'' اصول میں ''عدلیہ'' کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والے ہوگئے، اور صفات میں مشبہ (فرقہ) کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والے ہوگئے، جو ایک دوسرے کو حیرت میں ڈالنے والے، ایک دوسرے پر تکبر و تفاخر اختیار کرنے والے ہوگئے، اور ان میں سے اخباریہ اور کلامیہ (یعنی متکلمین) کے درمیان تلوار بازی اور تکفیر بازی کا سلسلہ بھی جاری ہوا، اور اسی

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

السابعة :قالت إن له ابنا، ولكنه ولد بعد موته بثمانية أشهر .وقول من ادعى أنه مات وله ابن باطل، لأن ذلک لو كان لم يخف، ولا يجوز مكابرة العيان.

الثامنة :قالت صحت وفاة الحسن، وصح أن لا ولد له، وبطل ما ادعى من الحبل فى سرية له، فثبت أن الإمام بعد الحسن غير موجود، وهو جائز فى المعقولات أن يرفع الله الحجة عن أهل الأرض لمعاصيهم، وهى فترة وزمان لا إمام فيه، والأرض اليوم بلا حجة كما كانت الفترة قبل مبعث النبى صلى الله عليه وسلم.

التاسعة :قالت إن الحسن قد مات، وصح موته .وقد اختلف الناس هذه الاختلافات ولا ندرى كيف هو؟ ولا نشک أنه قد ولد له ابن .ولا ندرى قبل موته أو بعد موته؟ إلا أنا نعلم يقينا أن الأرض لا تخلو من حجة، وهو الخلف الغائب، فنحن نتولاه ونتمسک به باسمه حتى يظهر بصورته.

العاشرة :قالت نعلم أن الحسن قد مات، ولا بد للناس من إمام؛ فلا تخلو الأرض من حجة، ولا ندرى :من ولده؟ أم من ولد غيره؟

الحادية عشرة :فرقة توقفت فى هذا التخابط وقالت :لا ندرى على القطع حقيقة الحال، لكنا نقطع فى الرضا ونقول بإمامته .وفى كل موضع اختلفت الشيعة فيه، فنحن من الواقفة فى ذلک إلى أن يظهر الله الحجة، ويظهر بصورته، فلا يشک فى إمامته من أبصره، ولا يحتاج إلى معجزة وكرامة وبينة، بل معجزته اتباع الناس بأسرهم إياه من غير منازعة ولا مدافعة.

فهذه جملة الفرق الإحدى عشرة قطعوا على كل واحدة واحد؛ ثم قطعوا على الكل بأسرهم.

ومن العجب أنهم قالوا :الغيبة قد امتدت مائتين ونيفا وخمسين سنة، وصاحبنا قال إن خرج القائم وقد طعن فى الأربعين فليس بصاحبكم، ولسنا ندرى كيف تنقضى مائتان ونيف وخمسون سنة فى أربعين سنة؟ وإذا سئل القوم عن مدة الغيبة كيف تتصور؟ قالوا :أليس الخضر وإلياس عليهما السلام يعيشان فى الدنيا من آلاف سنين، لا يحتاجان إلى طعام وشراب؟ فلم لا يجوز ذلک فى واحد من آل البيت؟ قيل لهم :ومع اختلافكم هذا كيف يصح لكم دعوى الغيبة؟ ثم الخضر عليه السلام ليس مكلفا بضمان جماعة، والإمام عندكم ضامن، مكلف بالهداية والعدل .والجماعة مكلفون بالاقتداء به والاستنان بسنته، ومن لا يرى كيف يقتدى به؟(الملل والنحل، ج ١، ص ١٦٩ الٰى ١٧٢، الفصل السادس :الشيعة، الإمامية)

طرح تفضیلیہ اور وعیدیہ کے مابین قتال اور ایک دوسرے کی تضلیل کا سلسلہ جاری ہوا (الملل والنحل)

اور پھر امامیہ کی بحث کے بعد شہرستانی نے ''اسماعیلیہ'' کا الگ سے ذکر کیا ہے۔ [1]

اور شہرستانی کے بعض تسامحات کا ذکر ابتدائی ابواب میں محققین کے حوالہ سے گذر چکا ہے۔

## ابوسعد سمعانی کا حوالہ

ابوسعد سمعانی (المتوفیٰ: 562ھ) نے ''الانساب'' میں امامیہ کے متعدد فرقوں، جیسا کہ ''محمدیہ، موسویہ، ناووسیہ'' وغیرہ کا ذکر کیا ہے، اور ان کو ''غالی شیعہ'' کہا ہے۔ [2]

اسی کے ساتھ سمعانی نے ''الانساب'' میں ایک مقام پر جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''شیعہ کا ''امامِ منتظر'' کے بارے میں اختلاف ہے، کیسانیہ ان کا نام ''محمد بن حنفیہ'' بتاتے ہیں، اور ان کے بارے میں اپنے مخصوص خیالات رکھتے ہیں، اور امامیہ کی ایک جماعت ان کی وفات، اور بعد میں دنیا کی طرف عود کرنے، اور ان

---

[1] الإسماعيلية: قد ذكرنا أن الإسماعيلية امتازت عن الموسوية وعن الاثنى عشرية بإثبات الإمامة لإسماعيل بن جعفر. وهو ابنه الأكبر المنصوص عليه فى بدء الأمر (الملل والنحل، ج ا، ص ١٩١، الفصل السادس: الشيعة، الاسماعيلية)

[2] وطائفة من الإمامية -وهم من غلاة الشيعة- يقال لهم المحمدية، وإنما قيل لهم المحمدية لأنهم ينتظرون خروج محمد بن عبد الله بن الحسن ابن الحسن بن علی بن أبی طالب، فهم على انتظاره من عهد أبی جعفر المنصور إلى يومنا هذا مع تواتر الخبر بقتله (الأنساب، ج ١٢، ص ١٢٣، باب الميم والحاء، تحت ترجمة "المحمّدی")

وفرقة من غلاة الشيعة من الطائفة الإمامية يقال لهم الموسوية لأنهم على انتظار موسى بن جعفر الصادق وهم يشكون فی وفاته، ومشهده ببغداد مشهور يزار يقال له مشهد باب البر ويقال له مقابر قريش أيضا زرته غير مرة مع ابن ابنه محمد بن الرضا علی بن موسى (الأنساب، ج ١٢، ص ٤٧٩، باب الميم والواو، تحت ترجمة "الموسوی")

الناووسی: بفتح النون والواوين بعد الألف وفی آخرها السين المهملة، هذه النسبة لطائفة من الإمامية، وهم من غلاة الشيعة، يقال لهم الناووسية، وهم شكوا فی موت الباقر محمد بن علی بن الحسين ابن علی بن أبی طالب رضوان الله عليهم، فهم على انتظاره، وهم ينتظرون أيضا جعفر بن محمد الصادق والأمة كلها تزور قبره بالبقيع من المدينة (الأنساب، ج ١٣، ص ١٩، تحت الترجمة: الناووسی)

کے ساتھ مخصوص اموات کی حیات اور پھر موت کی، اور پھر قیامت کے دن دوبارہ مبعوث ہونے کی قائل ہے، اور ان امامیہ کی ایک جماعت، اس امام کا نام ''موسیٰ بن جعفر'' بتلاتی ہے۔

اور ان امامیہ کی ایک جماعت ان کا نام ''اسماعیل بتلاتی ہے، اور ان امامیہ کی ایک جماعت ان کا نام ''محمد بن حسن'' بتلاتی ہے، اور امامیہ کی اس جماعت پر ہی اس وقت امامیہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود ''امامِ منتظر'' کے بارے میں ان کا اختلاف بہت زیادہ ہے۔

اور امامیہ میں بعض فرقے ''اصحابِ حلول'' یا ''اہلِ تشبیہ'' کی طرف مائل ہیں، جن کا حکم ''حلولیہ'' والا، یا ''مشبہہ'' والا ہے'' ۔انتہیٰ۔ [1]

## عزالدین ابنِ اثیر کا حوالہ

عزالدین ابن الاثیر (المتوفی: 630ھ) بھی امامیہ کے مختلف فرقوں کے قائل ہیں۔ [2]

---

[1] فأما الفرقة الإمامية -جماعة من غلاة الشيعة -فإنما لقبوا بهذا اللقب لأنهم يرون الإمامة لعلى رضى الله عنه ولأولاده من بعده (ويعتقدون ان لا بد للناس من الإمام وينتظرون الإمام الّذى يخرج فى آخر الزمان يملأ الأرض عدلا كما ملئت جوراوقد اختلفت الشيعة فى الإمام المنتظر فالكيسانية تزعم انه محمد بن الحنفية ،وأنه بحبل رضوى، وقال طائفة منهم :انه توفى ويعود الى الدنيا ويبعث معه الأموات ثم يموتون ثم يبعثون يوم القيامة، قال شاعرهم:

الى يوم يؤب الناس فيه ...الى دنياهم قبل الحساب

وطائفة تقول :انه موسى بن جعفر، وطائفة تقول :انه إسماعيل اخوه، وأخرى تقول :انه محمد بن الحسن بن على الّذى بمشهد سامرا، وعلى هذه الطائفة يطلق الآن الإمامية، واختلاف المنتظرية فى المنتظر كثير.

وفى الإمامية فرق منهم من يميل الى قول أصحاب الحلول أو إلى التشبيه، فحكمه حكم الحلولية والمشبهة (الأنساب للسمعانى، ج ا ص ٣٢٢ ، باب الألف والميم،الإمامى)

[2] الإمامى بفتح الميم بين الألفين وألف بين الميمين -هذه النسبة إلى الإمام وأما الفرقة الإمامية من الشيعة فإنما لقبوا بهذا اللقب لأنهم يرون الإمامة لعلى رضى الله عنه ولأولاده من بعده رضى الله عنهم وينتظرون الإمام الذى يخرج آخر الزمان وقد اختلفت الشيعة فى الإمام المنتظر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# ابنِ خلدون کا حوالہ

ابنِ خلدون (المتوفی: 808ھ) نے بھی امامیہ کے اثنا عشریہ میں محصور ہونے کا حکم نہیں لگایا، انہوں نے پہلے تو یہ فرمایا کہ:

**وأما الإمامية فساقوا الإمامة من علی الرضی إلی ابنه الحسن بالوصية ثم إلی أخيه الحسين ثم إلی ابنه علی زين العابدين ثم إلی ابنه محمد الباقر ثم إلی ابنه جعفر الصادق.**

**ومن هنا افترقوا فرقتين فرقة ساقوها إلی ولده إسماعيل ويعرفونه بينهم بالإمام وهم الإسماعيلية وفرقة ساقوها إلی ابنه موسی الكاظم وهم الاثنا عشرية لوقوفهم عند الثانی عشر من الأئمة** (تاريخ ابن خلدون، ج ۱،ص ۲۵۱،الفصل السابع والعشرون فی مذاهب الشيعة فی حكم الإمامة)

ترجمہ: اور جہاں تک امامیہ کا تعلق ہے، تو انہوں نے امامت کو علی رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے حسن کی طرف چلایا ہے، وصیت کے ذریعہ، پھر ان کے بھائی حسین کی طرف، پھر ان کے بیٹے علی زین العابدین کی طرف، پھر ان کے بیٹے محمد باقر کی طرف، پھر ان کے بیٹے جعفر صادق کی طرف۔

اور یہاں سے ان کے دو فرقے ہو گئے، ایک فرقہ نے امامت کو ان کے بیٹے اسماعیل کی طرف چلایا، اور وہ ان کو ہی اپنا معروف امام سمجھتے ہیں، اور وہ اسماعیلیہ ہیں، اور ایک فرقہ نے امامت کو ان کے بیٹے موسیٰ کاظم کی طرف چلایا، اور وہ اثنا عشریہ ہیں، کیونکہ وہ بارہ ائمہ پر توقف اختیار کرتے ہیں (تاریخ ابنِ خلدون)

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والكيسانية تزعم أنه محمد بن الحنفية وأنه بجبل رضوی وقالت طائفة منهم إنه توفی ويعود إلی الدنيا ويبعث معه الأموات ثم يموتون ثم يبعثون يوم القيامة قال شاعرهم:

إلی يوم يؤوب الناس فيه ...إلی دنياهم قبل الحساب

وطائفة تقول إنه موسی بن جعفر وطائفة تقول إنه إسماعيل أخوه وأخری تقول إنه محمد بن الحسن بن علی الذی بمشهد سامرا وعلی هذه الطائفة يطلق الآن الإمامية واختلاف المنتظرية فی المنتظر كثير (اللباب فی تهذيب الأنساب، ج ۱،ص ۸۳ و ۸۴،باب الالف والميم)

اس کے بعد ابنِ خلدون نے فرمایا کہ:

**وأما الاثنا عشرية فربما خصوا باسم الإمامية عند المتأخرين منهم فقالوا بإمامة موسى الكاظم**(تاريخ ابن خلدون، ج ۱، ص ۲۵۲، الفصل السابع والعشرون في مذاهب الشيعة في حكم الإمامة)

ترجمہ: اور جہاں تک اثنا عشریہ کا تعلق ہے، تو بسا اوقات ان کو ان امامیہ کے متاخرین کی طرف سے ’’امامیہ‘‘ کے نام سے مختص کیا جاتا ہے، جو موسیٰ کاظم کی امامت کے قائل ہیں (تاریخ ابنِ خلدون)

علاوہ ازیں ابنِ خلدون نے اپنی مذکورہ تالیف میں یہ بھی فرمایا ہے کہ شیعہ تفضیلیہ، رافضہ وامامیہ میں بعد کے زمانوں میں اور بھی چیزیں پیدا ہوگئیں، اور بکثرت تالیفات ہوئیں، اور پھر اسماعیلیہ پیدا ہوئے، جنہوں نے حلولیت کی ایک نوعیت کی بنیاد پر امام کی الوہیت کا دعویٰ کیا، اور بعض نے تناسخ کی بنیاد پر فوت شدہ ائمہ کی رجعت کا قول کیا، اور بعض نے فوت شدہ کا انتظار کیا، اور بعض نے کسی اور چیز کا دعویٰ کیا، پھر بعض صوفیہ میں مخصوص کشف، اور قطب وابدال کا رواج ہوا، جنہوں نے اس قسم کے افکار کی امامیہ رافضہ کے ساتھ شرکت کردی، اور انہوں نے رافضہ کے اقوال کو لے کر دین میں غلو کیا، اور اس طرح کے خیالات وافکار سے اسماعیلیہ اور متاخرین صوفیہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ [1]

---

[1] وكان كلام الإمامية والرافضة من الشيعة في تفضيل علي رضي الله عنه والقول بإمامته وادعاء الوصية له بذلك من النبي صلى الله عليه وسلم، والتبري من الشيخين كما ذكرناه في مذاهبهم ثم حدث فيهم بعد ذلك القول بالإمام المعصوم وكثرت التآليف في مذاهبهم .وجاء الإسماعيلية منهم يدعون الوهية الإمام بنوع من الحلول وآخرون يدعون رجعة من مات من الأئمة بنوع التناسخ، وآخرون منتظرون مجيء من يقطع بموته منهم وآخرون منتظرون عود الأمر في أهل البيت مستدلين على ذلك بما قدمناه من الأحاديث في المهدي وغيرها .ثم حدث أيضا عند المتأخرين من الصوفية الكلام في الكشف وفيما وراء الحس وظهر من كثير منهم القول على الإطلاق بالحلول والوحدة فشاركوا فيها الإمامية والرافضة لقولهم بألوهية الأئمة وحلول الإله فيهم. وظهر منهم أيضا القول بالقطب والإبدال وكأنه يحاكي مذهب الرافضة في الإمام والنقباء . وأشربوا أقوال الشيعة وتوغلوا في الديانة بمذاهبهم، حتى جعلوا مستند طريقهم في لبس الخرقة أن عليا رضي الله عنه ألبسها الحسن البصري وأخذ عليه العهد بالتزام الطريقة .واتصل ذلك عنهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ ملحوظ رہے کہ اثنا عشریہ تناسخ کی بنیاد پر رجعت کے قائل نہیں۔

چنانچہ شیخ صدوق (المتوفیٰ: 381ھ) ''الاعتقادات فی دین الامامیة'' میں لکھتے ہیں:

**والقول بالتناسخ باطل ومن دان بالتناسخ فهو كافر، لأن فى التناسخ إبطال الجنة والنار** (الاعتقادات فى دين الامامية،ص۶۳،باب الاعتقاد فى الرجعة، ، الناشر: المؤتمر العالمى لألفية الشيخ المفيد، قم ، ايران، الطبعة الأولىٰ :۱۴۱۳ھ)

ترجمہ: اور تناسخ کا قول باطل ہے، اور جو شخص تناسخ کا عقیدہ رکھے، تو وہ کافر ہے، کیونکہ تناسخ میں، جنت اور جہنم کو باطل کرنا پایا جاتا ہے (الاعتقادات)

اور ابنِ خلدون نے اپنی اسی مندرجہ بالا تالیف میں ایک مقام پر یہ بھی فرمایا کہ:

''پھر شیعہ کا اختلاف ہوگیا، اور ان کے مذاہب میں افتراق ہوگیا، جن میں سابیہ ہیں، اور زیدیہ بھی ہیں، جو کہ جمہور شیعہ ہیں، اور یہ انحراف، اور غلو سے بعید تر ہیں''۔انتہیٰ۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالجنيد من شيوخهم .ولا يعلم هذا عن على من وجه صحيح .ولم تكن هذه الطريقة خاصة بعلى كرم الله وجهه بل الصحابة كلهم أسوة فى طريق الهدى وفى تخصيص هذا بعلى دونهم رائحة من التشيع قوية يفهم منها ومن غيرها من القوم دخلهم فى التشيع وانخراطهم فى سلكه .وظهر منهم أيضا القول بالقطب وامتلأت كتب الإسماعيلية من الرافضة وكتب المتأخرين من المتصوفة بمثل ذلك فى الفاطمى المنتظر .وكان بعضهم يمليه على بعض ويلقنه بعضهم عن بعض وكأنه مبنى على أصول واهية من الفريقين وربما يستدل بعضهم بكلام المنجمين فى القرانات وهو من نوع الكلام فى الملاحم ويأتى الكلام عليها فى الباب الذى يلى هذا(تاريخ ابن خلدون،ج ا ،ص ۴۰۲،۴۰۳،الفصل الثالث والخمسون فى أمر الفاطمى وما يذهب إليه الناس فى شأنه وكشف الغطاء عن ذلك)

[1] ثم اختلف الشيعة وافترقت مذاهبهم فى مصير الإمامة إلى العلوية وذهبوا طرائق قددا، فمنهم الإمامية القائلون بوصية النبى صلى الله عليه وسلم لعلى بالإمامة، ويسمونه الوصى بذلك، ويتبرء ون من الشيخين لما منعوه حقه بزعمهم، وخاصموا زيدا بذلك حين دعا بالكوفة .ومن لم يتبرأ من الشيخين رفضوه فسموا بذلك رافضة .ومنهم الزيدية القائلون بإمامة بنى فاطمة لفضل على وبنيه على سائر الصحابة، وعلى شروط يشترطونها، وإمامة الشيخين عندهم صحيحة وإن كان على أفضل، وهذا مذهب زيد واتباعه، وهم جمهور الشيعة وأبعدهم عن الانحراف والغلو(تاريخ ابن خلدون،ج۴،ص ۶ ،تتمة الكتاب الثانى ،أخبار الدولة العلوية المزاحمة لدولة بنى العباس)

# جلال الدین سیوطی کا حوالہ

جلال الدین سیوطی (المتوفیٰ: 911ھ) نے اپنی تالیف ''لب اللباب'' میں ''اثنا عشریہ'' کو شیعوں کا ایک گروہ کہا ہے، انہوں نے بھی تمام شیعوں کو اس میں محصور نہیں کیا۔ [1]

اور علامہ سیوطی نے اسی تالیف میں ایک مقام پر ''امامیہ'' کو شیعہ کی ایک جماعت کہا ہے، اور اس کو امامِ منتظر کا گمان کرنے والا کہا ہے۔ [2]

نیز علامہ سیوطی نے اپنی تالیف ''مفتاح الجنة'' میں فرمایا کہ:

رأيت بعض من صنف في الملل والنحل قسم فرق الرافضة إلى اثنى عشرة فرقة (مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة، ص ۷۴، خاتمة)

ترجمہ: میں نے ''الملل والنحل'' کے موضوع پر تصنیف کرنے والے بعض مصنفین کو دیکھا، انہوں نے ''رافضہ'' کے بارہ فرقوں کی تقسیم کی ہے (مفتاح الجنۃ)

پھر ایک صفحہ بعد علامہ سیوطی نے اپنی تالیف ''مفتاح الجنة'' میں فرمایا کہ:

والسادسة الإمامية، قالوا لا تخلو الأرض من إمام من ولد الحسين، إما ظاهر مكشوف أو باطن موصوف (مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة، ص ۷۵، خاتمة)

ترجمہ: اور رافضہ کا چھٹا فرقہ ''امامیہ'' کا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ زمین حضرت حسین کی نسل کے امام سے خالی نہیں ہوتی، یا تو وہ امام ظاہر ہوتا ہے، یا باطن موصوف ہوتا ہے (مفتاح الجنۃ)

اس عبارت میں علامہ سیوطی نے ''امامِ ظاہر، اور امامِ غائب'' کے قائلین، یعنی اثنا عشریہ، اسماعیلی اور آغا خانی، سب کو ''امامیہ'' کہا ہے، یعنی اسماعیلیہ وغیرہ کو بھی امامیہ میں شامل کیا، اور ساتھ ہی امامیہ کو رافضہ کا چھٹا فرقہ بھی کہا ہے۔

---

[1] الاثنا عشرى: إلى الاثنا عشرية طائفة من الشيعة يعتقدون اثنى عشر إماماً قلت هذه النسبة لحن انتهى (لب اللباب فی تحریر الأنساب، ص۷، حرف الألف، باب الألف والثاء)

[2] الإمامى: واحد الإمامية طائفة من الشيعة ينتظرون بزعمهم إماماً يخرج آخر الزمان (لب اللباب فی تحریر الأنساب، ص۱۹، حرف الألف، باب الألف والميم)

# علاءُالدین مغلطائی کا حوالہ

ابوعبداللہ، علاء الدین مغلطائی حنفی (المتوفیٰ:762ھ) ''سنن ابنِ ماجہ'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

**قال المسعودی وفراق الإمامية يعنى الشيعة كانوا على ما ذكر من السلف من أصحاب الكتب ثلاثًا وثلاثين فرقة ثم يتنازعوا ويتباينوا حتى بلغوا ثلاثًا وسبعين فرقة.**

**وفى كتاب الشهرستانى ثم أن الإمامية لم يثبتوا فى تعيين الأئمة بعد الحسن والحسين على رأى واحد، بل اختلافاتهم أكثر من اختلافات الفرق كلها حتى قال بعضهم: إنَّ نيفًا وسبعين فرقة من الفرق المذكورين فى الخبر هو من الإمامية خاصة، ومن عداهم فخارجون عن الملّة، والإمامية بعضها معتزلة أما وعيدية وإما تفضيلية وبَعْضها إخبارية** (شرح سنن ابن ماجه، ج ۱ ص ۳۶۰، كتاب الطهارة، باب ما جاء فى غسل القدمين)

ترجمہ: مسعودی نے فرمایا کہ ''امامیہ'' شیعہ کے فرقے سلف کی اصحابِ کتب میں جو ذکر کیے گئے ہیں، وہ تینتیس فرقے تھے، پھر ان کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف اور ایک دوسرے کے بالمقابل (عقائد وافکار میں) ٹکراؤ ہوا، جس کے نتیجے میں وہ تہتر فرقوں تک پہنچ گئے۔

اور شہرستانی کی کتاب میں ہے کہ پھر ''امامیہ'' حضرت حسن، حضرت حسین اور علی بن حسین رضی اللہ عنہم کے بعد ائمہ کی تعیین میں کسی ایک رائے پر قائم نہیں رہے، بلکہ ان کے اختلافات، دوسرے تمام فرقوں کے اختلافات سے زیادہ ہیں، یہاں تک کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ حدیث میں ستّر (70) سے زیادہ جن فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ''امامیہ'' کے اندر خاص ہیں، اوران کے علاوہ جو فرقے ہیں، وہ ملتِ اسلام سے خارج ہیں (صرف وہ شیعہ فرقے ہی امت میں داخل ہیں) اور بعض ''امامیہ'' معتزلہ ہیں، یا وعیدیہ ہیں، یا تفضیلیہ ہیں، اور بعض اخباریہ ہیں (شرح ابنِ ماجہ)

''عدلیہ'' سے مراد ''معتزلہ'' ہیں، اور ''وعیدیہ'' سے مراد ''خوارج'' ہیں، اور ''اخباریہ'' سے مراد، امامیہ کا ایک فرقہ ہے، جو ائمہ شیعہ کی احادیث وروایات کو معتبر قرار دیتا ہے۔ [1]

''امامیہ'' کے ''اخباریہ'' کے مقابلہ میں ''اصولیہ وکلامیہ'' مکتبِ فکر کہلاتا ہے، جو اُن کے ائمہ کی طرف منسوب جملہ روایات کی علی الاطلاق حجیت کا قائل نہیں، بلکہ وہ، اجتہاد کے جاری رہنے، اور اُس کے نتیجہ میں اُن روایات میں اجتہاد وعقل سے ترجیح دینے کا قائل ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

## علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ (المتوفیٰ: 728ھ) نے ''جامعُ الرسائل'' میں فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے امام ومعصوم ہونے کا عقیدہ سامنے آیا، اور امام کو معصوم قرار دینے والے فرقوں کا بعد میں امامت کے مسئلہ میں کئی امور میں اختلاف ہوا، جن میں اثنا عشریہ بھی داخل ہیں۔ انتہیٰ۔ [2]

---

[1] وكل من عدل إلى جانب فهو معتزل ومنه سميت الفرقة العدلية معتزلة(فيض القدير شرح الجامع الصغير،للمناوى،ج ا،ص ۵ ا ۴، تحت رقم الحديث ا ۹ ۷،حرف الهمزة)

والمعتزلة الذين ظهروا فى الصدر الأول .والمعتزلة كانوا يلقبون كل من خالفهم فى القدر مرجئا، وكذلك الوعيدية من الخوارج .فلا يبعد أن اللقب إنما لزمه من فريقى المعتزلة والخوارج، والله أعلم(الملل والنحل،ج ا،ص ا ۴ ا، الباب الأول : المسلمون،الفصل الخامس:المرجئة، الغسانية )

[2] وحينئذ ابتدع القول بأن عليا إمام منصوص على إمامته وابتدع أيضا القول بأنه معصوم أعظم مما يعتقده المؤمنون فى عصمة الأنبياء بل ابتدع القول بنبوته .

وحدث بإزاء هؤلاء من اعتقد كفره وردته واستحل قتله على ذلك من الخوارج ومن اعتقد فسقه أو ظلمه من الأموية وبعض أهل الكلام من المعتزلة وغيرهم ومن لم يعتقد إمامته ولا إمامة غيره فى زمانه أو جعل إمامته وإمامة غيره سواء مع اعتقاده فضله وسابقته فهؤلاء الثلاثة حدثت بإزاء تلك الثلاثة فالغالية والرافضة والمفضلة بإزاء المكفرة والمفسقة والمتوقفة عن اختصاصه بالإمامة إذ ذاك.

ثم القائلون بأنه إمام منصوص عليه معصوم تفرقوا فى الإمامة بعده تفرقا كثيرا مشهورا فى كتب المقالات منهم الإثنا عشرية (جامع الرسائل،لابنِ تيمية،ج ا،ص ۲ ۶ ۲،وص ۲۶۳، رسالة فى التوبة، غلو الشيعة فى دعوى العصمة)

علامہ ابنِ تیمیہ کی ''الفتاویٰ الکبریٰ'' میں ہے:

**والدرجة الثانية :وهم الرافضة المعروفون، كالإمامية وغيرهم، الذين يعتقدون أن عليا هو الإمام الحق بعد النبي -صلى الله عليه وسلم -بنص جلي أو خفي وأنه ظلم ومنع حقه، ويبغضون أبا بكر وعمر ويشتمونهما، وهذا هو عند الأئمة سيما الرافضة وهو بغض أبي بكر وعمر وسبهما** (الفتاویٰ الکبریٰ، ج۶ ص ۳۶۹، کتاب فی الرد علی الطوائف الملحدة والزنادقة،أوجه الرد على المعارضين)

ترجمہ: اور ''شیعہ'' کا دوسرا درجہ معروف ومشہور روافض کا ہے، جیسا کہ ''امامیہ'' اور دوسرے شیعہ، جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد برحق امام ہے، نصِ جلی، یا خفی کی رو سے، اور ان پر ظلم کیا گیا، اور ان کے حق کو روکا گیا، اور یہ لوگ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں، اور ان کو سب وشتم کرتے ہیں، اور ائمہ کے نزدیک یہی ''رافضہ'' کی نشانی ہے، یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بغض اور ان پر سب وشتم کرنا (الفتاویٰ الکبریٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ ''منهاجُ السنة'' میں لکھتے ہیں:

**وكانت الشيعة أصحاب علي يقدمون عليه أبا بكر وعمر، وإنما كان النزاع في تقدمه على عثمان .ولم يكن حينئذ يسمى أحد لا إماميا ولا رافضيا ، وإنما سموا رافضة وصاروا رافضة لما خرج زيد بن علي بن الحسين بالكوفة في خلافة هشام، فسألته الشيعة عن أبي بكر وعمر، فترحم عليهما، فرفضه قوم، فقال :رفضتموني رفضتموني فسموا رافضة، وتولاه قوم فسموا زيدية لانتسابهم إليه ومن حينئذ انقسمت الشيعة إلى رافضة إمامية وزيدية** (منهاج السنة النبوية، ج۲،ص ۹۶،الفصل الثانی،الرد على القسم الأخير من المقدمة)

ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحابِ شیعہ، ان پر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو مقدم سمجھتے تھے، اور نزاع صرف ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کرنے میں تھا، اور اس وقت میں کسی کا نام نہ تو ''امامیہ'' رکھا جاتا تھا، اور نہ ہی ''رافضی'' رکھا جاتا تھا، اور ان کا اس وقت نام رافضہ رکھا گیا، اور وہ رافضہ اس وقت ہوئے، جب زید بن علی بن حسین (المتوفیٰ: 122ھ) کوفہ میں ہشام کی

خلافت میں نکلے، تو ان سے شیعہ نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے ان دونوں شیخین پر رحمت کی دعاء کی، تو ان کو ایک قوم نے چھوڑ دیا، جس پر زید بن علی نے فرمایا کہ ''رفضتمونی رفضتمونی ''(تم نے مجھے چھوڑ دیا، تم نے مجھے چھوڑ دیا) پس اس وقت ان کا نام ''رافضہ'' رکھا گیا، اوراس وقت زید بن علی سے ایک قوم نے محبت کی، جس پر ان کا نام ''زیدیہ'' رکھا گیا، کیونکہ انہوں نے زید بن علی کے ساتھ اپنی نسبت جوڑ لی، اوراسی وقت سے ''شیعہ'' کی ''رافضہ امامیہ'' اور ''زیدیہ'' کی طرف تقسیم ہوگئی (منہاج السنہ)

''ہشام بن عبدالملک'' کی خلافت کا زمانہ 105ھ اور 106ھ ہے۔ [1]

اورعلامہ ابنِ تیمیہ ''منهاجُ السنة'' میں ہی لکھتے ہیں:

**قد علم أهل العلم أن أول ما ظهرت الشيعة الإمامية المدعية للنص فى أواخر أيام الخلفاء الراشدين** (منهاج السنة النبوية ، ج٨ص ٢٥١، باب الفصل الرابع من منهاج الكرامة فى طرق إثبات إمامة الأئمة الاثنى عشر،الأول من طرق إثبات إمامة الأئمة الاثنى عشر النص)

ترجمہ: اہلِ علم یہ بات جانتے ہیں کہ شیعہ امامیہ، جو نص کے ذریعہ امامت کے مدعی ہیں، وہ سب سے پہلے خلفائے راشدین کے آخری دور میں ظاہر ہوئے (منہاج السنۃ)

علامہ ابنِ تیمیہ کے بعد، حافظ ذہبی نے ان کی مذکورہ تالیف کی تلخیص ''المنتقٰی '' میں بھی

---

[1] خلافة هشام بن عبد الملك بن مروان:

بويع له بالخلافة يوم الجمعة بعد موت أخيه لخمس بقين من شعبان من هذه السنة – أعنى سنة خمس ومائة – وله من العمر أربع وثلاثون سنة وأشهر، لأنه ولد لما قتل أبوه عبد الملك مصعب بن الزبير فى سنة ثنتين وسبعين، فسماه منصورا تفاؤلا، ثم قدم فوجد أمه قد أسمته باسم أبيها هشام، فأقره.

قال الواقدى: أتته الخلافة وهو بالديثونة فى منزل له، فجائه البريد بالعصا والخاتم، فسلم عليه بالخلافة فركب من الرصافة حتى أتى دمشق، فقام بأمر الخلافة أتم القيام، فعزل فى شوال منها عن إمرة العراق وخراسان عمر بن هبيرة، وولى عليها خالد بن عبد الله القسرى، وقيل إنه استعمله على العراق فى سنة ست ومائة، والمشهور الأول(البداية والنهاية لابنِ كثير، ج٩ص ٢٦١،ثم دخلت سنة خمس ومائة، خلافة هشام بن عبد الملك بن مروان)

اس بات کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اس قسم کی عبارات سے معلوم ہوا کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اعتراف کے مطابق ''رافضہ امامیہ'' کا مخصوص سلسلہ، پہلی صدی میں شروع ہو چکا تھا۔

لہٰذا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ ''امامیہ'' یا ''اثنا عشریہ'' فرقہ کا وجود، چوتھی صدی ہجری سے پہلے نہیں تھا، یہ بات درست نہیں۔

لیکن ''امامیہ اثنا عشریہ'' کے بارہویں امام کی وفات دوسو پچپن ہجری میں ہوئی، اس کے بعد ان کی طرف منتسب فرقہ ''اثنا عشریہ'' کہلایا، جو ''امامِ منتظر'' کا قائل ہے۔ [2]

تاہم ظاہر ہے کہ امامیہ کا وجود اس وقت سے ہے، جب سے اہل السنۃ کے مقابلہ میں امامیہ کے پہلے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا اختلاف سامنے آیا۔

اور امام کے متعلق مخصوص افکار کا وجود بھی، امامت کے تصور کے ساتھ ہی قائم ہوا۔

جب تک امامیہ کے عقیدہ کے مطابق بارہویں امام کی تقرری نہیں ہوئی تھی، اس وقت تک ان کا نام ''اثنا عشریہ'' کیونکر ہوسکتا تھا۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منہاجُ السنۃ'' میں روافض وامامیہ کے ''کاملیہ'' کے علاوہ چوبیس فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں ایک فرقہ ''امامِ منتظر'' کے قائلین کا ذکر کیا ہے، اور ان کو ''جمہور شیعہ'' قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] إن أول ما ظهرت الشيعة الإمامية المدعية النص فى أواخر أيام الخلفاء الراشدين إفترى ذلك عبد الله بن سبأ وطائفته(المنتقى من منهاج الاعتدال فى نقض كلام أهل الرفض والاعتزال، ص ٥٣٢، ٥٣٣، الفصل الرابع فى إمامة باقى الإثنى عشر)

[2] وقبل موت الحسن بن على العسكرى لم يكن أحد يقول بإمامة هذا المنتظر، ولا عرف من زمن على ودولة بنى أمية أحد ادعى إمامة الاثنى عشر(منهاج السنة النبوية، ج٨ص ٢٤٩، باب الفصل الرابع من منهاج الكرامة فى طرق إثبات إمامة الأئمة الاثنى عشر، الأول من طرق إثبات إمامة الأئمة الاثنى عشر النص)

[3] وهم سوى الكاملية أربع وعشرون فرقة، وهم يدعون الإمامية لقولهم بالنص على إمامة على، فالفرقة الأولى وهم القطعية . وإنما سموا القطعية ; . لأنهم قطعوا على موت موسى بن جعفر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی کے ساتھ علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ تالیف میں ''امامیہ اثنا عشریہ'' کے متعلق یہ بھی لکھا کہ:

**والإمامية الاثنا عشرية . خير منهم بكثير، فإن الإمامية مع (فرط . جهلهم وضلالهم فيهم خلق مسلمون باطنا وظاهرا ليسوا زنادقة منافقين، لكنهم جهلوا وضلوا واتبعوا أهواء هم** (منهاج السنة، ج۲، ص۴۵۲، الفصل الثانی، التعليق على قوله أن الأئمة معصومون كالأنبياء)

ترجمہ: اور شیعہ امامی اثنا عشری، اُن (اسماعیلیوں) سے بہت بہتر ہیں، کیونکہ اپنی فرطِ جہالت وگمراہی کے باوجود ''امامیہ اثنا عشری'' میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو ظاہر اور باطن کے اعتبار سے مسلمان ہیں، وہ زندیق، منافق نہیں، البتہ وہ جاہل ہیں، اور گمراہ ہیں، اور اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں (منہاج السنۃ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پر لکھا:

**وإذا لم يكونوا في نفس الأمر كفارا لم يكونوا منافقين، فيكونون من المؤمنين، فيستغفر لهم ويترحم عليهم .وإذا قال المؤمن : (ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان) (سورة الحشر) يقصد كل من سبقه من قرون الأمة بالإيمان، وإن كان قد أخطأ في تأويل تأوله فخالف السنة، أو أذنب ذنبا، فإنه من إخوانه الذين سبقوه بالإيمان، فيدخل في العموم، وإن كان من الثنتين والسبعين فرقة، فإنه ما من فرقة إلا وفيها خلق كثير ليسوا كفارا، بل مؤمنين فيهم ضلال وذنب يستحقون به الوعيد، كما يستحقه عصاة المؤمنين** (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية،لابن تيمية، ج۵،ص ۲۴۰، ۲۴۱،الفصل الثاني، فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بن محمد، وهم وجمهور الشيعة يزعمون . أن النبي -صلى الله عليه وسلم -نص على إمامة علي).، وأن عليا نص على إمامة الحسن . ، وأن الحسن نص على إمامة الحسين ، والحسين . نص على إمامة ابنه علي بن الحسين، وعلي . بن الحسين نص على إمامة ابنه أبي جعفر محمد . ، ومحمد نص على إمامة جعفر بن محمد . ، وجعفر نص على إمامة ابنه موسى، وموسى نص على إمامة ابنه علي، وعلي نص على إمامة ابنه محمد بن علي ، ومحمد نص على إمامة ابنه علي بن محمد. ، وعلي بن محمد . نص على إمامة ابنه الحسن، والحسن نص على إمامة ابنه محمد بن الحسن، وهو الغائب ) . المنتظر عندهم الذين يدعون أنه يظهر فيملأ الأرض عدلا كما ملئت جورا . .والفرقة الثانية منهم الكيسانية "المقالات وهم إحدى عشرة فرقة(منهاج السنة النبوية، ج۳، ص۴۷۳، و۴۷۴، الفصل الثاني، فصل قول الرافضي "الوجه الثاني في وجوب اتباع مذهب الإمامية أنها الفرقة الناجية "والرد عليه)

ترجمہ: اور جب یہ اہلِ بدعت، حقیقت میں کافر نہیں ہیں، تو یہ منافق بھی نہیں ہوں گے، بلکہ مومنین میں شمار ہوں گے، جن کے لیے استغفار بھی کیا جائے گا، اور ان کے لیے رحم کی دعاء بھی کی جائے گی، اور جب مومن یہ دعاء کرتا ہے کہ:

''رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ ''

تو وہ ہر زمانہ میں گزرے ہوئے مومن امتی کا ارادہ کرتا ہے، اگرچہ اس مومن نے کسی تاویل میں خطاء کی ہو، اور سنت کی مخالفت کی ہو، یا کوئی گناہ کیا ہو، کیونکہ وہ سب لوگ اس کے ان بھائیوں میں شامل ہوتے ہیں، جو ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اس لیے وہ اس عموم میں داخل ہوتے ہیں، اگرچہ وہ (غیر ناجی) بہتّر 72 فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں، اس لیے کہ ان (72) فرقوں میں سے کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے، جس میں خلقِ کثیر نہ ہو، اور وہ کفار نہیں ہیں، بلکہ مومن ہیں، جن میں گمراہ لوگ بھی ہیں، اور گناہ گار بھی ہیں، جو اسی طرح کی وعید کے مستحق ہیں، جس طرح کی وعید کے دوسرے عام گناہ گار مومنین مستحق ہوتے ہیں (منہاجُ السنة)

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منہاجُ السنة'' میں ہی لکھا:

جميع المسلمين -الذين هم مؤمنون -فی طوائف الشيعة يتبرأون منهم، فالزيدية والإمامية تكفرهم وتتبرأ منهم، وإنما ينتسب إليهم الإسماعيلية الملاحدة، الذين فيهم من الكفر (منهاج السنة، ج۶، ص ۳۴۳، الفصل الثانی، قال الرافضی الخلاف الرابع فی الإمامة)

ترجمہ: تمام مسلمین، جو مومن ہیں، شیعہ کی جماعتوں میں، وہ بھی ان (اسماعیل بن جعفر کی طرف نسبت کرنے والے عبیدیین) سے برائت ظاہر کرتے ہیں، پس زیدیہ اور امامیہ ان کی تکفیر کرتے ہیں، اور ان سے برائت ظاہر کرتے ہیں، اور ان کی طرف اسماعیلی ملاحدہ ہی اپنا انتساب کرتے ہیں، جن میں کفر پایا جاتا ہے (منہاج السنة)

علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ عبارت میں ''جمیع المسلمین الذین هم مؤمنون فی طوائف الشیعة '' کے بعد ''فالزیدیة والامامیة '' فرمایا ہے، اور ''اس کے بعد ''اسماعیلیہ'' کو ''الملاحدة الذین فیهم من الکفر '' فرمایا ہے۔

## عبدُ الملک بن حسین عصامی کا حوالہ

عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی مکی (المتوفی: 1111ھ) نے اپنی تالیف ''سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی '' میں فرمایا:

''پھر شیعہ میں اختلاف ہوگیا، اوران کے مذاہب ''علویة'' کی طرف ''امامت'' کو پھیرنے میں منقسم ہوگئے، جس میں انہوں نے مختلف طریقوں کو اختیار کیا، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر فضیلت میں وہ متفق رہے۔

ایک مذہب ''زیدیہ'' کا کہلایا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل سمجھنے کے باوجود، ان کی امامت کو صحیح قرار دیتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک ''افضل'' کی موجودگی میں ''مفضول'' کی امامت جائز ہے۔

اورایک مذہب ''رافضہ'' کا کہلایا، ان کا نام ''رافضہ'' اس وقت رکھا گیا، جب حضرت زید، کوفہ کی طرف نکلے، اورانہوں نے شیخین سے برائت سے اختلاف کیا۔

پھر ''رافضہ'' نے ''امامت'' کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر اگلے اماموں تک چلایا، اور چھ ائمہ تک اُن کا اختلاف نہ ہوا، پھر اس کے بعد دو فرقے ہوگئے، ایک فرقہ ''اثنا عشریہ'' کہلایا، جو اس زمانہ میں ''امامیہ'' کے نام کے ساتھ اپنے آپ کو مختص قرار دیتے ہیں''۔ [1]

---

[1] ثم اختلف الشیعة، وانقسمت مذاهبهم فی مصیر الإمامة إلی العلویة، وذهبوا طرائق مع اتفاقهم علی تفضیل علی کرم الله وجهه علی جمیع الصحابة :
إلی الزیدیة القائلین لإمامة بنی فاطمة لفضل علی وبنیه علی سائر الصحابة علی شروط یشترطونها،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''اور ایک مذہب ''اسماعیلیہ'' کا کہلایا، اور ایک مذہب ''کیسانیہ'' کا کہلایا''۔ ؎1

## قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ

**قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنی تالیف ''السیف المسلول ''میں ''امامیہ'' کے مختلف فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، اور اس ضمن میں ''اسماعیلیہ'' اور ''اثنا عشری'' کا بھی ذکر کیا ہے۔ ؎2**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وإمامة الشيخين عندهم صحيحة وإن كان على أفضل منهما لأنهم يجوزون إمامة المفضول مع وجود الأفضل، وهو مذهب زيد وأتباعه المسمين بالزيدية، وهم جمهور الشيعة وأبعدهم عن الانحراف والغلو.

وإلى الرافضة :وسموا رافضة قالوا :لأنه لما خرج زيد الشهيد بالكوفة، واختلفت عليه فرقة من الشيعة، وناظروه فى أمر الشيخين، ودعوه إلى البراء ة منهما، وأنهما ظلما علياً أنكر ذلك عليهم وامتنع عن البراء ة منهما.

فقالوا له :وأنت أيضاً لم يظلمك أحد ولا حق لك فى الأمر فنحن نرفضك .فقال :اذهبوا فأنتم الرافضة .فانصرفوا عنه فسموا الرافضة.وأقام معه أتباعه الاخرون فسموا زيدية.

ثم ساق الرافضة الإمامة من على كرم الله وجهه -إلى ابنه الحسن ثم إلى الحسين ثم إلى ابنه زين العابدين ثم إلى ابنه محمد الباقر ثم إلى ابنه جعفر الصادق، كل هؤلاء بالوصية، وهم ستة أئمة لم يخالف فيهم أحد من الرافضة المذكورين.

ثم افترقوا من ههنا إلى فرقتين :إلى الاثنى عشرية، واختصوا باسم الإمامية إلى هذا العهد(سمط النجوم العوالى فى أنباء الأوائل والتوالى،للعصامى، ج۴،ص ۱۵۴، ۱۵۵،الباب الثانى فى ذكر من دعا منهم إلى المبايعة)

؎1 وإلى الإسماعيلية :وهم الذين نقلوا الخلافة من جعفر الصادق إلى ابنه إسماعيل ثم ساقوها فى عقبه .......وانتشرت هذه المذاهب وهى :مذهب الزيدية، ومذهب الرافضة المنقسمين إلى الإمامية الأثنى عشرية والى الإسماعيلية، ومذهب الكيسانية(سمط النجوم العوالى فى أنباء الأوائل والتوالى،للعصامى، ج۴،ص۱۵۷ ،وص۱۵۸ ملخصاً،الباب الثانى فى ذكر من دعا منهم إلى المبايعة )

؎2 جن کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(1) حسینیہ (2) نفسیہ (3) حکمیہ (4) سالمیہ (5) شیطانیہ (6) مسمیہ (7) زراریہ (8) یونسیہ (9) بدائیہ (10) مفوضیہ (11) باقریہ (12) حاضریہ (13) مادسیہ (14) عماریہ (15) اسماعیلیہ (16) مبارکیہ (17) باطنیہ (18) قرمطیہ (19) نمطیہ (20) میمونیہ (21) حلفیہ (22) رافعیہ (23) جنابیہ (24) سبعیہ (25) مہدویہ (26) نزاریہ (27) مسقطیہ (28) مستعلیہ (29) فطحیہ (30) اسحاقیہ (31) یعفوریہ (32) قطعیہ (33) موسویہ (34) ممطوریہ (35) رجعیہ (36) احمدیہ (37) جعفریہ (38) اثنا عشریہ (ملاحظہ ہو: السیف المسلول، ص۲۳ تا ۲۸، مقدمہ ''فرقہ ہائے روافض کا بیان'' ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخ اشاعت: 1979ء)

معلوم ہوا کہ ''شیعہ وروافض'' کے مختلف فرقے ہیں، اور ''امامیہ'' کے بھی مختلف فرقے ہیں، اوراسی طرح ''اسماعیلیہ'' کے بھی، البتہ اختصار کے پیشِ نظر ''اسماعیلیہ'' کو ''امامیہ'' کے ساتھ ذکر کیا گیا، ورنہ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔

## شاہ عبدالعزیز دہلوی کی ''تحفۂ اثنا عشریہ'' کا حوالہ

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں روافض سے ''امامیہ'' کو مراد لیا ہے، اوران کے مختلف فرقوں ومذاہب کا ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ ''تحفہ اثناعشری'' میں ہے:

وغلاۃ وکیسانیہ وزیدیہ وروافض یعنی امامیہ، نیز مفترق اند بفرق بسیار کہ تعداد اسامی ومذاہب آنہا در ''ملل ونحل'' ودیگر کتب مبسوط می شود (تحفہ اثنا عشری فارسی ،ص ۱۷، باب اول درکیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آن بفرقہ مختلفہ، ناشر: مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ)

ترجمہ: اور ''غلاۃ، کیسانیہ، زیدیہ'' اور ''روافض یعنی امامیہ'' بھی مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں کہ جن کے ناموں اور مذہبوں کی تعداد ''الملل والنحل'' اور دیگر کتب میں مفصلاً مذکور ہے (تحفۂ اثناءعشری)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (المتوفی 1239ھ) ''تحفہ اثناعشری'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

واما امامیہ پس مدار مذہب ایشان وقدرِ مشترک درعقائد جمیع فرق ایشان است کہ زمانِ تکلیف خالی نمی باشد از امام فاطمی، ومجموع اینہاں سی ونہ فرقہ اند (تحفہ اثناعشری فارسی، ص۲۲، باب اول: درکیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آن بفرقِ مختلفہ، ناشر: مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ)

ترجمہ: اور جہاں تک امامیہ کا تعلق ہے، توان کے مذہب کا مدار اوران کے تمام فرقوں کے عقائد میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ مکلّف ہونے کا زمانہ ''فاطمی امام'' سے خالی نہیں ہوتا، اوران امامیہ کے انتالیس فرقے ہیں (تحفہ اثناعشری)

پھر شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے امامیہ کے ان فرقوں کے بیان کے آخر میں فرماتے ہیں:

فرقۂ سی ویکم از امامیہ کہ گویا فرد کامل آنہا است، وعندالاطلاق از لفظ امامیہ متبادر میشوند، اثناعشریہ اند، قائل اند بامامتِ علی ابن موسیٰ الرضا بعداز و بامامتِ پسر او محمد تقی معروف بجواد بعداز و بامامتِ پسر او علی نقی معروف بہادی بعداز و بامامتِ پسر او حسن عسکری بعداز و بامامت پسر او محمد مہدی، واورا قائم ومنتظر میدانند ومتوقع خروج او باشند، وباہم دروقت غیبت او وسن وسال او اختلاف کردہ، چند فرقہ شدہ اند، بلکہ بعضی بموت ورجعت او نیز قائل اند۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# ''مختصر التحفة الا ثنی عشرية'' کا حوالہ

تحفۂ اثنا عشریہ کی مذکورہ عبارت کے بعد عربی زبان کی ''مختصر التحفة الا ثنی عشرية'' میں علامۃُ العراق ''محمود شکری آلوسی'' نے فرمایا:

**وبذلک تتم فرق الإمامية تسعا وثلاثين، فليراجع وليتأمل.**

**قال الجد ( ای صاحب تفسير روح المعانی)روّح الله روحَه فی كتابه (نهج السلامة) بعد عدِّه فرق الإمامية :ثم اعلم أن الاثنی عشرية المعروفين اليوم على علاتهم فی الاعتقادات أهون شرا بكثير من كثير من فرق الإمامية وسائر الشيعة، فهم فی معظم الاعتقاديات متطفلون على المعتزلة وقول الخواجة نصير الدين الطوسی المتكلم -على ما نقله عنه تلميذه ابن المطهر الحلی - أنهم مخالفون لجميع الفرق فی ذلک مما يتعجب منه المطلع على اعتقاداتهم** (مختصر التحفة الاثنی عشرية،ص ۲۱،۲۲،الباب الأول فی ذكر فرق الشيعة وبيان أحوالهم وكيفية حدوثهم وتعداد مكائدهم،فرق الشيعة الإمامية ، الجعفرية )

ترجمہ: اوراس کے ساتھ ''امامیہ'' کے انتالیس فرقے پورے ہوگئے، پس چاہیے کہ مراجعت کرلی جائے، اورتامل کرلیا جائے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بایں حساب عدد فرقہای امامیہ تاسی ونہ میرسد۔

فرقہ سی ودوم جعفریہ اند بعد از حسن عسکری بامامتِ جعفر ابن علی کہ برادر او بود قائل اند، گویند کہ حسن عسکری اولاد نگذاشت ومنکر تولدِ مہدی اند (تحفہ اثنا عشری فارسی، ص۲۷، باب اول : درکیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آن بفرقِ مختلفہ، ناشر: مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ)

ترجمہ: اکتیسواں فرقہ امامیہ کا گویا کہ فردِ کامل ان کا ہے، اور ''لفظِ امامیہ'' کے اطلاق متبادر یہی ہوتا ہے، جو کہ ''اثنا عشریہ'' ہیں، یہ (موسیٰ کاظم کے بعد) قائل امامت علی بن موسیٰ رضا کے بعد، اُن سے اُن کے بیٹے محمد تقی المشہور بجواد، اُن سے بعد اُن کے بیٹے علی نقی معروف بہ ہادی، پھر ان کے بیٹے حسن عسکری، پھر اُن کے بیٹے محمد مہدی قائم منتظر، جن کے خروج کے امیدوار رہتے ہیں، اور اُن کی غیبت اور سن وسال میں باہم اختلاف کرکے چند فرقے ہوگئے ہیں، بلکہ بعضے اُن کی موت ورجعت کے بھی قائل ہوئے ہیں۔

اس حساب سے شمار امامیہ فرقوں کا انتالیس تک پہنچتا ہے۔

بتیسواں ''فرقہ جعفریہ'' بعد حسن عسکری امامت جعفر بن علی کے ''کہ حسن عسکری کے بھائی تھے'' قائل ہیں، اور کہتے ہیں کہ حسن عسکری نے اولاد نہیں چھوڑی، اور یہ تولدِ مہدی کے منکر ہیں (تحفہ اثنا عشری)

میرے دادا صاحبِ تفسیر روح المعانی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی کتاب ''نھج السلامة'' میں ''امامیہ'' کے چند فرقوں کا شمار کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر یہ بات جان لینی چاہیے کہ موجودہ دور میں جو ''اثنا عشریہ'' معروف ہیں، وہ علاتی اعتقاد میں بہت سے ''امامیہ'' فرقوں اور تمام ''شیعوں'' سے شر کے اعتبار سے اھوَن ، یعنی ہلکے ہیں، پس یہ اپنے بڑے اعتقادات میں معتزلہ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور متکلم خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول پر بھروسہ کرتے ہیں، جیسا کہ اس بات کو ان کے تلمیذ ابنِ مطہر حلی نے نقل کیا ہے، کہ وہ اس سلسلے میں دوسرے تمام فرقوں کے مخالف ہیں، جن کے اعتقادات پر مطلع ہونے والے کو تعجب ہوتا ہے (مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ)

پھر اس کے بعد ''مختصر التحفة الا ثنی عشرية'' میں علامۃُ العراق ''محمود شکری آلوسی'' نے فرمایا:

ثم قال العلامة الجد عليه الرحمة :قد ظهرت فى هذه الأعصار من الاثنى عشرية طائفة يقال لهم الشيخية، وقد يقال لهم الأحمدية، وهم أصحاب الشيخ أحمد الأحسائى، ترشح كلماتهم بأنهم يعتقدون فى الأمير كرم الله تعالى وجهه نحو ما يعتقد الفلاسفة فى العقل الأول، بل أدهى وأمر (مختصر التحفة الاثنى عشرية،ص ۲۲،الباب الأول فى ذكر فرق الشيعة وبيان أحوالهم وكيفية حدوثهم وتعداد مكائدهم،فرق الشيعة الإمامية ، الشيخية أو الأحمدية)

ترجمہ: پھر میرے دادا (صاحبِ تفسیر روح المعانی) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان ہی زمانوں میں اثنیٰ عشریہ میں ایک جماعت ظاہر ہوئی، جن کو ''شیخية'' کہا جاتا ہے، اور ان کو ''احمدية'' بھی کہا جاتا ہے، اور یہ شیخ احمد احسائی کے اصحاب ہیں، ان کی باتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ گویا کہ وہ امیر علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے متعلق اس طرح کا اعتقاد رکھتے ہیں، جو فلاسفہ عقلِ اول کے بارے میں رکھتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ عظیم بلیہ، اور بہت کڑوا اعتقاد ہے (مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ)

پھر اس کے بعد ''مختصر التحفة الا ثنی عشرية'' میں علامۃُ العراق ''محمود شکری آلوسی'' نے فرمایا کہ:

’’اثنا عشریہ‘‘ میں ایک جماعت اور بھی ہے، جس کو ’’رشتیہ‘‘ کہا جاتا ہے، اور بسا اوقات اس کو ’’کشفیہ‘‘ بھی کہا جاتا ہے، اور یہ ’’سید کاظم حسینی رشتی‘‘ کے اصحاب ہیں، جوکہ ’’احسائی‘‘ (یعنی فرقہ شیخیہ، واحمدیہ کے صاحب) کا شاگرد ہے، لیکن یہ اپنے استاذ سے بعض مسائل میں اختلاف رکھتا ہے، اور اس کی باتیں اپنے استاذ سے بھی زیادہ عظیم بلیہ پر مشتمل، اور زیادہ کڑوی ہونا مترشح ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس جماعت کو ’’اثنا عشریہ‘‘ بھی ’’غلاۃ‘‘ میں شمار کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی نے فرمایا کہ میرا اس جماعت کے قریب بہت رہنا سہنا ہوا۔

پھر علامہ آلوسی نے فرمایا کہ ایک اور جماعت بھی ظاہر ہوئی، جس کو ’’بابیہ‘‘ کہا جاتا ہے، اس کی طرف سے کئی شناعتیں ظاہر ہوئیں، جن میں پانچ نمازوں کی فرضیت کا سقوط بھی ہے، علامہ آلوسی نے اس کے ساتھ علمائے اہل السنۃ اور علمائے اثنا عشریہ کی بحث کے لئے مجلس منعقد ہونے کا بھی ذکر کیا ہے، جس میں علامہ آلوسی خود بھی شریک تھے، جس کے بعد علمائے اہل السنۃ اور علمائے اثنا عشریہ کا اس کی تکفیر پر اتفاق ہونے کا ذکر کیا ہے۔

اور علامہ آلوسی نے ایک اور جماعت کا بھی ذکر کیا ہے، جسے ’’قرتیہ‘‘ کہا جاتا ہے، اور بابیہ اور قرتیہ کو کفریہ عقائد میں یکساں قرار دیا ہے، جن کا ائمہ کے متعلق عقیدہ ’’کشفیہ‘‘ کے مثل ہے۔

اور پھر علامہ آلوسی نے فرمایا کہ مجھے یہ بات محقق ہوچکی ہے کہ ’’اثنا عشریہ‘‘ ان کی تکفیر کرتے ہیں، اور ان سے برائت کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ یہ تفصیل آپ کو کسی دوسری کتاب میں دستیاب نہ ہوسکے گی‘‘ [1]

---

[1] وطائفة أخرى يقال له الرشتية، وكثيرا ما يقال لها الكشفية، وهو لقب لقبهم به بعض وزراء الزوراء أعلى الله تعالى درجته فى أعلى عليين، وهم أصحاب السيد كاظم الحسينى الرشتى، وهو تلميذ الأحسائى وخريجه، لكن خالفه فى بعض المسائل، وكلماته ترشح بما هو أدهى وأمر مما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ احمد احسائی کے متبعین کو ''شیخیہ'' کے علاوہ ''مفوضہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ترشح به كلمات شيخه، حتى إن الاثنى عشرية يعدونه من الغلاة، وهو يبرأ مما تشعر به ظواهر كلماته .قال عليه الرحمة :وقد عاشرته كثيرا فلم أدرك فيه ما يقول فيه مكفروه من علماء الاثنى عشرية .نعم عنده على التحقيق غير ما عندهم في الأئمة وغيرهم مما يتعلق بالمبدأ والمعاد .ولقد وجدت أكثر ما يقرره ويحرره مما لا برهان له سوى سراب شُبه يحسبه الظمآن ماء ، ولا أظن أن مخالفاته لشيخه تجعله وأصحابه القائلين بقوله فرقة غير الشيخية.

ثم قال عليه الرحمة :وقد ظهرت أيضا طائفة أخرى يقال لها البابية، وهم أصحاب ميرزا على محمد الملقب بالباب، والباب واحد الأبواب، وهم أحد الأقسام السبعة لمن لا بد منه في بناء المذهب :الأول (الإمام) الذى يصل إليه علم الغيب بلا واسطة، والثانى (الحجة) الذى يقرر علم الإمام على وفق مذاق المخاطبين وقدر عقولهم وفهومهم بالبرهان والخطابة، الثالث (ذو المصة) الذى يمتص العلم من ثدى الحجة، الرابع الأبواب ويقال لهم الدعاة ولهم مراتب، وأكبرهم من يرفع درجات المؤمنين عند الإمام والحجة، وهذا الأكبر هو رابع السبعة، الخامس (الداعى المأذون) الذى يأخذ العهود والمواثيق من الناس ويفتح للطالب باب العلم والمعرفة، السادس (المكلّب) الذى شأنه البحث والاحتجاج والترغيب في صحبة الداعى وليس له الإذن بالدعوة، وسمى بذلك على التشبيه بالكلب المعلّم .السابع (المؤمن المتبع) الذى يؤمن بالإمام بمساعى المكلّب والداعى.

ثم قال عليه الرحمة :وقد أظهر هذا الباب شنائع كثيرة، منها زعمه ارتفاع فرضية الصلوات الخمس، وأنه سترفع فرضية الحج، وأنه يوحى إليه .وألف كتابا زعم أنه تفسير سورة يوسف، مع أنه ليس فيه تفسير شيء من آياتها، وقد حشاه هذيانات، وحرّف فيه آيات، وزعم التحدى به، وذكر فيه أنه تحرم كتابته بالحبر الأسود المعروف، وأنه يحرم مسه لغير متظهر، إلى أمور أخرى شنيعة ينكرها عليه سائر الشيعة.

وقد أرسل بعض دعاته بكتابه إلى قصبة كربلاء فزمر فيها بنغم شنائع تؤد أذن المؤمن من لو كانت عنها صماء ، فرقص على زمره في المقام الحسينى جملة من جهلة شيعة العراق، وصبا إليه غير واحد من ذوى الشقاء والشقاق.

فلما سمعت عرضت ذلك لوزير الزوراء ، فانتهض لإطفاء تلك الثائرة بهمته الشمّاء ، وعَقدَ لحل ما عُقِدَ من المحنة مجلسا عظيما فيه علماء الاثنى عشرية وعلماء أهل السنة، فكنت أنا والحمد لله تعالى المباحث ذلك الداعى إلى مهاوى الحَيُن، فلم يتفرق ذلك الجمع حتى أجمع على كفر تلك الفرقة علماء الفرقتين، فكتبوا بذلك محضرا للدولة العلية العثمانية، فبعد أيام حضر الأمر بنفى ذلك الداعى إلى الديار الرومية، فنفى وأثبت محبوسا في تكرلى طاغ، وأرغم بموته هناك أنف كل طاغ.

وأما الباب ففتح باب البغي والخروج على شاه إيران، وأمر بعض مردته بقتله غيلة ليتم له ما أضمره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ بھی ملحوظ رہے کہ صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی نے اپنی تالیف ''نهج السلامة الیٰ مبحث الامامة'' کے مقدمہ میں یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنی اس تالیف میں بڑا حصہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' سے اخذ کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من الإضلال والعدوان، فلم يتيسر له ما أراد، وقتل فى تبريز مع جملة من أتباعه ذوى الفساد، ولم يزل الشاه يتتبع قتل أتباع الباب بعد تعذيبهم بأنواع العذاب، والعجب أنهم يرون العذاب عذبا، فترى أحدهم يضحک والعذاب يصب على رأسه صبا.

وقال عليه الرحمة أيضا :وطائفة أخرى يقال لها القرتية :أصحاب امرأة اسمها هند، وكنيتها أم سلمة، ولقبها قرة العين، لقبها بذلک السيد كاظم الرشتى فى مراسلاته لها إذ كانت من أصحابه، وهى ممن قلدت الباب بعد موت الرشتى، ثم خالفته فى عدة أشياء منها التكاليف، فقيل أنها كانت تقول بحل الفروج ورفع التكاليف بالكلية، وأنا لم أحس منها بشىء من ذلک مع أنها حبست فى بيتى نحو شهرين، وكم بحث جرى بينى وبينها رفعت فيه التقية من البين.

والذى تحقق عندى أن البابية والقرتية طائفة واحدة، يعتقدون فى الأئمة نحو اعتقاد الكشفية فيهم، ويزعمون انتهاء زمن التكليف بالصلوات الخمس، وأن الوحى غير منقطع فقد يوحى للكامل لكن لا وحى تشريع، بل وحى تعليم لما شرع قبل ولنحو ذلک، وهو رأى لبعض المتصوفة.

وأخبرنى بعض من خالطهم أنهم يوجبون على من نظر أجنبية من غير قصد التصدق بمثقال من الذهب، وعلى من نظرها بقصد التصدق بمثقالين منه، وأن منهم من يحيى الليل بكاءً وتضرعا، وأنهم يخالفون الاثنى عشرية فى كثير من الفروع.

وأنا حققت أن الاثنى عشرية يكفرونهم ويبرؤن منهم، ثم إنى أرى أنهم شرارة من نيران الكشفية والأحسائية، وأعظم أسباب ضلالتهم النظر فى كلام الرشتى وشيخه الأحسائى مع عدم فهم مقاصدهما منه، وحمله على ما هو بعيد عن الدين المحمدى بمراحل، ولذا أكفرهم أصحاب هذين الرجلين أيضا على ما سمعته بأذنى من كبارهم.

وقد قتلت هذه المرأة أيضا بعد أن بغت وخرجت على الشاه ناصر الدين فى طهران،وتتبع أصحابها بالقتل، فقتلوا إلا قليلا منهم تحصن بالتقية، والانسلاک ظاهرا فى سلک الاثنى عشرية، وفى قرى العراق بقية يسيرة منهم، وكم من شنيعة تروى عنهم؟ ثم إنه لا يبعد أن تظهر فرق أخرى من الإمامية بعد، نسأل الله تعالى العافية فى الدين والدنيا والآخرة.

انتهى كلامه الشريف ولفظه الظريف، وهذا التفصيل مما لا تجده فى كتاب، ولا تراه فى باب من الأبواب، فتوجه بهمه إليه، وأقبل بجميع شراشرک عليه(مختصر التحفة الاثنى عشرية،ص ۲۲ الیٰ ص ۲۵ ،الباب الأول فى ذكر فرق الشيعة وبيان أحوالهم وكيفية حدوثهم وتعداد مكائدهم،فرق الشيعة الإمامية )

[1] وقد أخذت معظم ما ذكر من الترجمة العبقرية والصولة الحيدرية للتحفة الاثنى عشرية(نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،،مقدمة المؤلف)

اور پھر یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ ''امامیہ'' دراصل ''شیعہ'' کا ایک فرقہ ہے، لیکن یہ فرقہ کثیر فرقوں میں منقسم ہے، جن کے درمیان بڑی اہم باتوں میں فرق ہے۔ [1]

علامہ آلوسی نے امامیہ کے مختلف فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے ''اثنا عشریہ'' میں مختلف جماعتوں کے ظہور کا ذکر کیا ہے، جس کا ان کے پوتے علامہ محمود شکری آلوسی نے ذکر فرمایا۔ [2]

---

[1] اعلم أنّ الإمامية إحدى فرق الشيعة، لكنها تنقسم إلى فرق كثيرة، بينها فروق فى أمور خطيرة (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،مقدمة المؤلف)

[2] ثم اعلم أن الاثنى عشرية المعروفين اليوم على علاتهم فى الاعتقاديات أهون شرا بكثير من كثير من فرق الإمامية وسائر الشيعة، فهم فى معظم الاعتقادات متطفلون على المعتزلة، وقول الخواجة نصير الدين الطوسى المتكلم على ما نقله عنه تلميذه ابن المطهر الحلى انهم مخالفون لجميع الفرق فى ذلک، مما يتعجب منه المطلع على اعتقاداتهم، وأعجب من ذلک جعله تلک المخالفة دليلا على أنهم الفرقة الناجية.

وإنه قد ظهرت فى هذه الاعصار من الاثنى عشرية طائفة يقال لهم الشيخية، وقد يقال لهم الأحمدية، وهم أصحاب الشيخ أحمد الأحسائى ترشح كلماتهم بأنهم يعتقدون فى الأمير كرم الله تعالى وجهه نحو ما يعتقد الفلاسفة فى العقل الأول بل أدهى وأمر.

وطائفة أخرى يقال لها الرشتية، وكثيرا ما يقال لها الكشفية، وهو لقب لقبهم به بعض وزراء الزوراء أعلى الله تعالى درجته إلى أعلى عليين، وهم أصحاب السيد كاظم الحسينى الرشتى وهو تلميذ الأحسائى وخريجه لكن خالفه فى بعض المسائل، وكلماته ترشح بما هو أدهى وأمر مما ترشح به كلمات شيخه، حتى ان الاثنى عشرية يعدونه من الغلاة، وهو يبرأ مما تشعر به ظواهر كلماته، وقد عاشرته كثيرا فلم أدرک منه ما يقوله فيه مكفروه من علماء الاثنى عشرية، نعم عنده على التحقيق غير ما عندهم فى الأئمة وغيرهم مما يتعلق بالمبدأ والمعاد، ولقد وجدت أكثر ما يقرره ويحرره مما لا برهان له سوى سراب شبه يحسبه الظمآن ماء ، ولا أظن ان مخالفاته لشيخه تجعله وأصحابه القائلين بقوله فرقة غير الشيخية.

وطائفة أخرى يقال لها البابية :وهم أصحاب ميرزا الملقب بالباب، والباب واحد الأبواب، وهم أحد الأقسام السبعة لمن لا بد منه فى بناء المذهب، الأول الإمام الذى يصل إليه علم الغيب بلا واسطة، والثانى الحجة الذى يقرر علم الإمام على وفق مذاق المخاطبين وقدر عقولهم وفهومهم بالبرهان والخطابة، الثالث ذو المصة الذى يمتص العلم من ثدى الحجة، الرابع الأبواب، ويقال لهم الدعاة، ولهم مراتب وأكبرهم من يرفع درجات المؤمنين عند الإمام، والحجة وهذا الأكبر هو رابع السبعة، الخامس الداعى المأذون الذى يأخذ العهود والمواثيق من الناس ويفتح للطالب باب العلم والمعرفة، السادس المكلّب الذى شأنه البحث والاحتجاج والترغيب فى صحبة الداعى وليس له الأذن بالدعوة، وسمى بذلک على التشبيه بالمكلب المعلّم السابع المؤمن المتبع الذى يؤمن بالإمام بمساعى المكلّب والداعى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو ''اثنا عشریہ'' کی طرف منسوب کرنے والی بعض جماعتیں اور گروہ ایسے بھی ہیں، جو انتہائی غالی ہیں، اور ان کی ''اثنا عشریہ'' بھی تکفیر کرتے ہیں۔

لہٰذا ان غالیین کے اختیار کردہ عقائد کی نسبت ''جمہور اثنا عشریہ'' کی طرف کرنا، انصاف واعتدال پر مبنی نہ کہلائے گا۔

اور اس میں شبہ نہیں کہ ''غلاۃ'' اور ''متشددین'' کا طبقہ ہر مسلک اور فرقہ کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے، جو دیوبندی، اور اہلُ الحدیث میں بھی موجود ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد أظهر هذا الباب شنائع كثيرة، منها زعم ارتفاع فرضية الصلوات الخمس، وان سترفع فرضية الحج، وانه يوحى إليه، وألف كتابا زعم أنه تفسير سورة يوسف مع انه ليس فيه تفسير شيء من آياتها، وقد حشاه هذيانات وحرّف فيه آيات وزعم التحدى به، وذكر فيه انه تحرم كتابته بالحبر الأسود المعروف، وانه يحرم مسه لغير متطهر، إلى أمور أخرى شنيعة، ينكرها عليه سائر الشيعة، وقد أرسل بعض دعاته بكتابه إلى قصبة كربلاء ، فزمر فيها بنغم شنائع تودّ أذن المؤمن لو كانت عنها صماء ، فرقص على زمره فى المقام الحسينى جملة من جهلة شيعة العراق، وصبا إليه غير واحد من ذوى الشقاء والشقاق.

فلما سمعت عرضت ذلك لوزير الزوراء ، فانتهض لإطفاء تلك الثائرة بهمته الشمّاء ، وعَقدَ لحل ما عُقِدَ من المحنة مجلسا عظيما فيه علماء الاثنى عشرية وعلماء أهل السنة، فكنت أنا والحمد لله تعالى المباحث ذلك الداعى إلى مهاوى الحَيُن، فلم يتفرق ذلك الجمع حتى أجمع على كفر تلك الفرقة علماء الفرقتين، فكتبوا بذلك محضر للدولة العلية العثمانية، فبعد أيام حضر الأمر بنفى ذلك الداعى إلى الديار الرومية، فنفى واثبت محبوسا فى تكرلى طاغ، وأرغم بموته هناك أنف كل طاغ.

وأما الباب ففتح باب البغى والخروج على شاه إيران، وأمر بعض مردته بقتله غيلة ليتم له ما أضمره من الإضلال والعدوان، فلم يتيسر له ما أراد، وقتل فى تبريز مع جملة من اتباعه ذوى الفساد، ولم يزل الشاه يتتبع قتل أتباع الباب بعد تعذيبهم بأنواع العذاب، والعجب انهم يرون العذاب عذبا، فترى أحدهم يضحك والعذاب يصب على رأسه صبا، والإنصاف ان الشاه كان فيما فعل ناصر الدين، وحافظا له من فساد أولئك المفسدين، والله تعالى يجزى المحسنين،وطائفة أخرى يقال لها القرتية :أصحاب امرأة اسمها هند، وكنيتها أم سلمة، ولقبها قرة العين، لقبها بذلك السيد كاظم الرشتى فى مراسلاته لها إذ كانت من أصحابه، وهى ممن قلدت الباب بعد موت الرشتى، ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# سید محمد رشید بن علی رضا مصری کا حوالہ

”تفسیرُ المنار“ کے مصنف، سید محمد رشید بن علی رضا مصری (المتوفیٰ:1354ھ-1935ء) ”رسائلُ السنة والشيعة“ میں فرماتے ہیں:

**والشيعة الإمامية منهم معتدلون قريبون من الزيدية. ومنهم غلاة قريبون من الباطنية، وهم الذين لقحوا ببعض تعاليمهم الإلحادية، كالقول بتحريف القرآن وكتمان بعض آياته، وأغربها فى زعمهم سورة خاصة بأهل البيت يتناقلونها بينهم حتى كتب إلينا سائح سنى مرة أنه سمع بعض خطبائهم فى بلد من بلاد إيران يقرؤها يوم الجمعة على المنبر وقد نقلها عنهم بعض دعاة النصرانية (المبشرين)**

**فهؤلاء الإمامية الاثنى عشرية ويلقبون بالجعفرية درجات.**

**وينقسم جمهورهم إلى أصوليين وإخباريين:**

**فالأصوليون :هم الذين يعرضون ما يروى من أخبار الأئمة على أصول وضعها المتقدمون فينقلون منها ما وافقها ويردون ما خالفها.**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خالفته فى عدة أشياء منها التكاليف، فقيل أنها كانت تقول بحل الفروج ورفع التكاليف بالكلية، وأنا لم أحس منها بشىء من ذلك مع أنها حبست فى بيتى نحو شهرين، وكم بحث جرى بينى وبينها رفعت فيه التقية من البين.

والذى تحقق عندى أن البابية والقرتية طائفة واحدة، يعتقدون فى الأئمة نحو اعتقاد الكشفية فيهم، ويزعمون انتهاء زمن التكليف بالصلوات الخمس، وان الوحى غير منقطع فقد يوحى للكامل لكن لا وحى تشريع، بل وحى تعليم لما شرع قبل ولنحو ذلك، وهو رأى لبعض المتصوفة.

وأخبرنى بعض من خالطهم انهم يوجبون على من نظر أجنبية من غير قصد التصدق بمثقال من الذهب، وعلى من نظرها بقصد التصدق بمثقالين منه، وأن منهم من يحيى الليل بكاءً وتضرعا، وأنهم يخالفون الاثنى عشرية فى كثير من الفروع، وأنا حققت أن الاثنى عشرية يكفرونهم ويبرؤن منهم، ثم إنى أرى أنهم شرارة من نيران الكشفية والأحسائية، وأعظم أسباب ضلالتهم النظر فى كلام الرشتى وشيخه الأحسائى مع عدم فهم مقاصدهما منه، وحمله على ما هو بعيد عن الدين المحمدى بمراحل، ولذا أكفرهم أصحاب هذين الرجلين أيضا على ما سمعته بأذنى من كبارهم.

وقد قتلت هذه المرأة أيضا بعد أن بغت وخرجت على الشاه فى طهران، وتتبع أصحابها بالقتل، فقتلوا إلا قليلا منهم تحصّن بالتقية، والانسلاک ظاهرا فى سلک الاثنى عشرية، وفى قرى العراق بقية باقية منهم، وكم وكم من شنيعة تروى عنهم؟ ثم انه لا يبعد أن تظهر فرق أخرى من الإمامية بعد، نسأل الله تعالى العافية فى الدين والدنيا والآخرة، هذا والله تعالى أعلم(نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،المبحث الأول فى بيان فرق الشيعة،فى بيان فرق الاثنى عشرية)

**والإخباريون :هـم الـذين يتلقون جميع تلك الأخبار بالقبول، وإن خالفت الـمعقول، وما عند أهل السنة والجماعة من المنقول، وهدمت الفروع مع الأصول.**
**وحـدث فـى الـمتـأخـريـن منهم مذاهب أخرى كالكشفية ، ولهم فى الدين فلسفة غريبة، ويرد عليهم الشهاب الآلوسى فى تفسيره** (روح المعانى).
**ولهـذا الاستعداد فى الإمامية للغلو وقرب الكثيرين منهم من زندقة الباطنية ظهـرت مـنهـم وراجـت فيهـم بدعة البابية ثم البهائية الذين يقولون بألوهية البهـاء ونسـخـه لـديـن الإسلام وإبطاله لجميع مذاهبه** (رسـائل السنة والشيعة لرشيد رضا، ج ۱، ص ۱۱، الىٰ ص ۱۳، مقدمة)

ترجمہ: اور شیعہ امامیہ میں سے بعض معتدل ہیں، جو ”زیدیہ“ کے قریب ہیں، اور بعض غالی ہیں، جو ”باطنیہ“ کے قریب ہیں، اور وہ اپنی بعض تعلیمات میں ”الحادیہ“ کے ساتھ لاحق ہوگئے ہیں، جیسا کہ تحریفِ قرآن کا قول، اور بعض آیات کا کتمان، اور ان کے گمان میں زیادہ عجیب چیز اہلِ بیت کے ساتھ مخصوص سورت ہے، جس کو وہ آپس میں منتقل کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہمیں ایک سیاح سنی نے ایک مرتبہ لکھا کہ اس نے ایران کے شہروں میں سے ایک شہر میں ان کے کسی خطیب سے سنا، جو جمعہ کے دن منبر پر قرائت کررہا تھا، اور اس کو ان کی طرف بعض نصرانیت کے داعیوں نے منتقل کیا تھا (جو مبشرین کہلاتے ہیں)

پس یہ امامیہ اثنیٰ عشریہ ہیں، اور ان کا لقب ”جعفریہ“ ہے، جن کے چند درجات ہیں۔

اور ان امامیہ کے جمہور ”اصولیین“ اور ”اخباریین“ کی طرف منقسم ہوتے ہیں۔

پس ”اصولیین“ تو وہ ہیں، جو ائمہ سے مروی اخبار سے اعراض کرتے ہیں، ان اصولوں کے مطابق، جن کو متقدمین نے وضع کیا ہے، جس کے نتیجے میں وہ ان اخبار اور مرویات کو نقل کرتے ہیں، جو اُن اصولوں کے مطابق ہوتی ہیں، اور جو اُن اصولوں کے خلاف ہوتی ہیں، ان کی تردید کردیتے ہیں۔

اور ”اخباریین“ وہ ہیں، جو اُن تمام اخبار کو قبول کرتے ہیں، اگرچہ وہ عقل کے خلاف ہوں، اور اُن کے بھی خلاف ہوں، جو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے پاس منقول

احادیث وروایات ہیں، اوراگرچہ وہ اصول کے ساتھ فروع کوبھی منہدم کردیں۔

اوران امامیہ کے متاخرین میں دوسرے مذاہب بھی پیدا ہوئے، جیسا کہ ''کشفیہ'' اوران کا دین میں عجیب وغریب فلسفہ ہے، جن کی علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر ''روح المعانی'' میں تردید کی ہے۔

اورامامت میں اس غلو کی صلاحیت ہونے اوراُن میں سے اکثر کے زندقۂ باطنیہ کے قریب ہونے کی وجہ سے، ان کی طرف سے ''بابیہ'' پھراُن ''بہائیہ'' کی بدعت ظاہر ورائج ہوئی، جو ''بہاء'' کی الوہیت اوراس کے دینِ اسلام کومنسوخ کرنے، اورتمام مذاہب کو باطل کرنے کے قائل ہیں (رسائل السنۃ والشیعۃ)

## چندعربی لغات کا حوالہ

اب چنداہلِ لغات کی تصریحات بھی ملاحظہ کرلی جائیں۔

لغتِ عربی کی کتاب ''المعجمُ الوسیط'' میں ہے:

( الإمامية ) نسبة إلى الإمام أو الإمامة و فرقة من الشيعة تقول بإمامة على وأولاده دون غيرهم (المعجم الوسيط، ج ا ،ص٢٧ ،باب الهمزة)

ترجمہ: ''امامیہ'' امام، یا امامت کی طرف منسوب ہے، اورشیعہ کے ایک فرقہ کا نام ہے، جوحضرت علی، اوران کی اولاد میں امامت کا قائل ہے، کسی اور میں امامت کا قائل نہیں (المعجم الوسیط)

اسی کتاب میں ایک مقام پر ہے:

( الاثنا عشرية ) فرقة من الشيعة الإمامية يقولون باثنى عشر إماما أولهم على بن أبى طالب و آخرهم الإمام المنتظر (المعجم الوسيط، ج ا ،ص ١٠١ ،باب الثاء)

ترجمہ: ''اثنا عشریہ'' شیعہ امامیہ کے ایک فرقہ کا نام ہے، جو بارہ اماموں کے قائل ہیں، جن میں پہلے امام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، اوران کے

آخری امام ''امامِ منتظر'' ہیں (المعجم الوسیط)

اور مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر ہے:

( الجعفرية ) فرقة من الشيعة الإمامية و هم الباقرية أتباع جعفر الصادق بن محمد الباقر و فرقة من فرق المعتزلة أتباع الجعفرين جعفر بن حرب و جعفر بن مبشر (المعجم الوسيط، ج ۱، ص ۱۲۵، باب الجيم)

ترجمہ: ''جعفریہ'' ایک فرقہ ہے شیعہ امامیہ کا، اور وہ باقریہ ہیں، جو جعفر صادق بن محمد باقر کے متبعین ہیں، جو بارہ اماموں کے قائل ہیں، اور ایک فرقہ معتزلہ کا بھی ہے، جو جعفر بن جعفر بن حرب، اوراور جعفر بن مبشر دونوں کے متبعین ہیں (المعجم الوسيط)

اور عربی لغت کی کتاب ''معجم اللغة العربية المعاصرة'' میں ہے:

الإسماعيليَّة :(سف) فرقة من الشِّيعة الإماميَّة تنتسب إلى إسماعيل بن جعفر الصَّادق، وهي منتشرة بصورة خاصَّة في إيران والهند (معجم اللغة العربية المعاصرة، ج ۱، ص ۹۶، مادة "إ س م ا ع ی ل")

ترجمہ: ''اسماعیلیہ'' شیعہ امامیہ کا ایک فرقہ ہے، جو اسماعیل بن جعفر صادق کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور یہ مخصوص صورت میں ایران، اور ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں (معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ)

اور مذکورہ کتاب ہی میں دوسرے مقام پر ہے:

الاثنا عشَريَّة :(سف) فرقة من الشِّيعة الإماميَّة يقولون باثني عشر إمامًا أولهم عليّ بن أبي طالب وآخرهم الإمام المنتظر (معجم اللغة العربية المعاصرة، ج ۱، ص ۳۳۱، مادة "ث ن ی")

ترجمہ: ''اثنا عشریہ'' ایک فرقہ ہے ''شیعہ امامیہ'' کا، جو بارہ اماموں کے قائل ہیں،، جن میں پہلے امام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، اور ان کے آخری امام ''امامِ منتظر'' ہیں (معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ)

اور عربی لغت کی ایک اور کتاب ''معجم متن اللغة'' میں ہے:

وهم فرق متعددة أشهرها وأكثرها عدداً الإمامية الأثنا عشرية، وليسوا هم

من الغلاة، كما زعم صاحب التاج، بل يكفرون الغلاة، كما يعرفه كل من اطلع على مذهبهم وفتاوى فقهائهم (معجم متن اللغة ،ج٣،ص٤٠٠،مادة''ش ي ع'')

ترجمہ: اور شیعہ کے متعدد فرقے ہیں، جن میں مشہور، اور تعداد کے اعتبار سے زیادہ ''امامیہ اثنا عشریہ'' ہیں، اور یہ ''غلاۃ'' میں سے نہیں ہیں، جیسا کہ ''صاحبُ التاج'' کا گمان ہے، بلکہ یہ ''غلاۃ'' کی تکفیر کرتے ہیں، جیسا کہ ہر وہ شخص پہچانتا ہے، جو ان کے مذہب، اور ان کے فقہاء کے فتاویٰ پر مطلع ہے (معجم متن اللغۃ)

اور پیچھے ہم شیعہ اثنا عشریہ کے عالم شرف الدین الموسوی (المتوفیٰ 1377 ہجری) کی تالیف ''الفصولُ المهمة فی تالیف الا مة'' کے حوالہ سے یہ بات نقل کر چکے ہیں کہ:

طائفة قد التبس الأمر عليهم ، لأن اسم الشيعة غير خاص بالامامية بل مشترك بينها وبين فرق كثيرة ، كالآغا خانية، والكيسانية ،والناووسية، والخطابية ،والفطحية ،والواقفية وغيرها ، فربما وجدوا أقوالاً منكرة ومذاهب مكفرة لاحدى تلك الفرق الضالة التي يطلق عليه لفظ الشيعة فظنوا أنه مذهب الجميع (الفصول المهمة فی تأليف الأمة،ص١٥٠، ١٥١، الفصل العاشر،القسم الثالث،الناشر: دارالكتاب العربى، بغداد، الطبعة الأولىٰ : ١٤٢٩ هـ ، 2008م)

ترجمہ: ایک جماعت پر معاملہ ملتبس ہوگیا، کیونکہ ''شیعہ'' کا نام ''امامیہ'' کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ یہ نام ''امامیہ'' اور بہت سے دوسرے فرقوں کے درمیان مشترک ہے، جیسا کہ ''آغاخانیہ، کیسانیہ، ناووسیہ، خطابیہ، فطحیہ، اور واقفیہ وغیرہ، پس بسا اوقات وہ حضرات '' کچھ اقوالِ منکرہ'' اور ''مذاہبِ مکفرہ'' کو ان گمراہ فرقوں میں سے کسی فرقہ میں پاتے ہیں، جن پر لفظِ شیعہ، بولا جاتا ہے، تو یہ حضرات یہ گمان کر لیتے ہیں کہ یہ تمام شیعہ کہلائے جانے والوں کا مذہب ہے (الفصول المہمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ آغاخانی، کیسانی، ناووسی، خطابی، فطحی، اور واقفی وغیرہ، جیسے فرقے، شیعہ کی طرف منسوب ہیں، لیکن ''امامیہ اثنا عشریہ'' ان سب کو اپنے سے جدا قرار دیتے ہیں، لہٰذا

جو عقائد ان دوسرے فرقوں کے ہیں، ان کو بلا تحقیق ''امامیہ اثنا عشریہ'' کی طرف منسوب کرنا درست نہیں، جبکہ بعض حضرات نے اس طرح کے بعض فرقوں کو بھی ''امامیہ'' میں ذکر کر دیا ہے، یہ فرق ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

## شیخ حسن محمد ایوب کا حوالہ

جامعۃ الملک عبد العزیز سعودی عرب کے سابق استاذ'' شیخ حسن محمد ایوب'' (المتوفی: 1429ھ) عقائد سے متعلق اپنی تالیف ''تبسیط العقائد الإسلامیة'' میں لکھتے ہیں:

ولم يكن الشيعة على درجة واحدة، بل منهم المغالى والمقتصد وقد اقتصر المعتدلون على تفضيله على بقية الصحابة من غير تكفير أو تفسيق لأحد. واعترفوا بصحة إمامة المفضول مع وجود الفاضل، وقالوا ليس بين النبى صلى الله عليه وسلم وبين على إلا مرتبة النبوة وأعطينا علياً ما عداها من الفضل المشترك .أما المغالون المتطرفون فلم يكتفوا بتفضيله على الخلفاء وعصمته بل رفعوه إلى مرتبة النبوة، ومنهم من ألهه .أى زعم حلول الإله فيه، ومنهم من قال كل روح إمام حلت فى الألوهية تنتقل إلى الإمام الذى يليه.

وقد كان التشيع مباءة خصبة لظهور القول بالرجعة والحلول والتناسخ والتجسيم والتشبيه وعدم ختم النبوة .والحق الذى لا مراء فيه أن التشيع كان مأوى يلجأ إليه كل من يريد هدم الإسلام لعداوة أو حقد .ومن يريد إدخال تعاليم آبائه من يهودية ونصرانية ومجوسية وغيرها فى الإسلام، ومن يريد استقلال بلاده والخروج على الدولة الإسلامية.

كل هؤلاء كانوا يتخذون حب آل البيت ستاراً يضعون وراء ه كل ما شاء ت أهواؤهم.

الزيدية:

من أشهر فرق الشيعة وتنسب إلى إمامها زيد بن على بن الحسين بن على ابن أبى طالب وكان تلميذاً إلى مذهب أهل السنة والجماعة .فهى لم تغل فى عقائدها ولم يكفر الأكثرون منها أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولم ترفع الائمة إلى مرتبة الألوهية ولا إلى مرتبة النبوة، وقد خرج إمامهم على هشام بن عبد الملك فقتله وصلبه سنة 121 هوخرج بعده ابنه يحيى فقتل سنة 125هولا يزال مذهب الزيدية فى

اليمن.
أصول مذهبهم:
1: ــ إن الإمام منصوص عليه بالوصف لا بالاسم وأوصاف الإمام أن يكون فاطمياً ورعاً تقياً سخياً شجاعاً يخرج داعياً الناس لنفسه ...ولا يقولون بالتقية.
2: ــ يجوز إمامة المفضول مع وجود الفاضل، لأن هذه الصفات للإمام الأمثل فهو بها أولى من غيره فإن اختار أهل الحل والعقد إماماً لم يستوف الشروط وبايعوه صحت بيعته، وبنى على هذا صحة بيعة أبي بكر وعمر رضي الله عنهما، وعدم تكفير الصحابة ببيعتهما .وقد خذل زيداً أكثر الشيعة لقوله بهذا الأصل.
3: ــ يجوز خروج إمامين في قطرين مختلفين، ولا يجوز خروج إمامين في قطر واحد.
4: ــ تخليد مرتكب الكبيرة في النار ما لم يتب توبة نصوحاً، وهذا من أثر تلمذة إمامهم لواصل بن عطاء (تبسيط العقائد الإسلامية،ص ٣٠٠ الىٰ ٣٠٢،تكملة ذات أهمية -أهم الفرق الإسلامية،الإمامية -الإثنا عشرية -الإسماعيلية)

ترجمہ: اور شیعہ ایک درجہ پر نہیں ہیں، بلکہ ان میں غالی اور معتدل ہر طرح کے ہیں، اور معتدل شیعہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بقیہ صحابہ پر تفضیل پر اختصار کرتے ہیں، دوسرے صحابہ کی تکفیر، یا کسی کی تفسیق کیے بغیر، اور وہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کی صحت کا اعتراف کرتے ہیں، اور اس بات کے قائل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف نبوت کے درجہ کا فرق ہے، اور حضرت علی کو اس نبوت کے علاوہ فضیلت میں مشترک مانتے ہیں۔

جہاں تک غالی اور تفریط کرنے والے شیعہ کا تعلق ہے، تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے راشدین کے مقابلے میں فضیلت اور عصمت پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبوت کے درجہ پر چڑھا دیا، اور ان میں سے بعض نے الوہیت کا درجہ دے دیا، یعنی اللہ کے حلول کرنے کا گمان کرلیا، اور ان میں سے بعض نے یہ قول کیا کہ ہر امام کی روح الوہیت میں حلول کر لیتی ہے، جو اپنے سے بعد والے امام کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

اور تشیع رجعت اور حلول اور تناسخ اور تجسیم اور تشبیہ اور عدمِ ختمِ نبوت جیسے اقوال کے ظہور کا مبدأ ہیں، اور حق بات جس میں کوئی شک نہیں، وہ یہ ہے کہ تشیع ایسا ماً ویٰ ہے، جس کی طرف ہر وہ شخص پناہ حاصل کرتا ہے، جو عداوت، یا حسد کی وجہ سے اسلام کو منہدم کرنا چاہتا ہے، اور جو شخص اپنے یہودی اور نصرانی اور مجوسی وغیرہ کے آباء کی تعلیمات کو اسلام میں داخل کرنا چاہتا ہے، اور جو شخص اپنے شہروں کو مستقل بنانا چاہتا ہے، اور دولتِ اسلامیہ کے خلاف خروج اختیار کرنا چاہتا ہے۔

یہ تمام لوگ اہلِ بیت کی محبت کو پردہ اور آڑ بناتے ہیں، جس کے پیچھے ہر وہ کچھ کرتے ہیں، جس کی ان کی خواہشات تقاضا کرتی ہیں۔

''زیدیہ'' شیعہ کا مشہور فرقہ ہے، جو اپنے امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف منسوب ہے، اور یہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مذہب کی طرف تلمذ اختیار کرتا ہے، پس یہ فرقہ اپنے عقائد میں غلو نہیں کرتا، اور ان میں سے اکثر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی تکفیر نہیں کی، اور ائمہ کو الوہیت کے مرتبہ، یا نبوت کے مرتبہ تک نہیں چڑھایا، اور ان کے امام نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا، اور اس کو ایک سو اکیس ہجری میں قتل کردیا، اور سولی دے دی، جس کے بعد اُس کے بیٹے یحیٰی نے خروج کیا، وہ ایک سو پچیس ہجری میں قتل کردیا گیا، اور یمن میں زیدیہ کا مذہب تا حال برابر قائم ہے۔

زیدیہ کے مذہب کے اصول یہ ہیں:

(۱)......''امام'' وصف کے ساتھ منصوص ہوتا ہے، نام کے ساتھ منصوص نہیں ہوتا، اور امام کے اوصاف یہ ہیں کہ وہ فاطمی ہو، متورع ومتقی ہو، سخی ہو، بہادر ہو، لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینے کے لیے نکلے، اور یہ ''زیدیہ'' تقیہ کے قائل نہیں۔

(۲)......فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز ہے، کیونکہ یہ مذکورہ

صفات بہتر امام کے لیے ہیں، تو وہ دوسرے کے مقابلے میں امامت کے زیادہ لائق ہے، لیکن اگر اہلِ حل وعقد ایسے امام کو اختیار کریں، جس میں شرائط مکمل نہ ہوں، اور اس سے بیعت کرلیں، تو اس کی بیعت صحیح ہو جاتی ہے، اور اس اصول پر وہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی صحت کو مبنی کرتے ہیں، اور ان دونوں سے صحابہ کی بیعت کرنے کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے، اور زیدیہ کو اکثر شیعہ نے اس اصولی قول کی وجہ سے رسوا، وملامت کیا ہے۔

(۳)......دو اماموں کا دو مختلف علاقوں میں خروج جائز ہے، اور دو اماموں کا ایک علاقے میں خروج جائز نہیں۔

(۴)......کبیرہ گناہ کا مرتکب مخلد فی النار ہے، جب تک سچی توبہ نہ کرے، اور یہ دراصل اُن کے امام واصل بن عطاء معتزلی کی شاگردی کا اثر ہے (جو اس عقیدہ کا قائل تھا) (تبسیطُ العقائدالاسلامیہ)

''شیخ حسن محمد ایوب'' مذکورہ تالیف ''تبسیط العقائد الإسلامية'' میں آگے لکھتے ہیں:

واختلفوا بعد ذلك في تسلسل الأئمة إلى فرق متعددة أشهرها:

1: ۔ الإثنا عشرية.

2: ۔ الإسماعيلية (تبسيط العقائد الإسلامية، ص۳۰۳، تكملة ذات أهمية -أهم الفرق الإسلامية، الإمامية -الإثنا عشرية -الإسماعيلية)

ترجمہ: اس کے بعد ''امامیہ'' کا ائمہ کے تسلسل میں متعدد فرقوں کی طرف اختلاف ہوا، جن کے مشہور فرقے یہ ہیں:

(۱)......اثنا عشریہ (۲)......اسماعیلیہ (تبسیط العقائدالاسلامیہ)

''شیخ حسن محمد ایوب'' مذکورہ تالیف ''تبسیط العقائد الإسلامية'' میں آگے لکھتے ہیں:

الإثنا عشرية: وهي تعيش في كثير من البلدان الإسلامية، وخصوصاً في إيران والعراق. وسموا "الإثنا عشرية "لأنهم يؤمنون باثني عشر إماماً متتابعين هم: علي بن أبي طالب، ثم ابناه الحسن فالحسين، ثم علي زين العابدين بن الحسين، ثم محمد بن علي، ثم جعفر بن محمد، ثم موسى بن جعفر، ثم علي بن موسى، ثم محمد بن علي، ثم علي بن محمد، ثم الحسن

**بن علی، ثم محمد بن الحسن، وهذه الفرقة تسمى بالجعفرية حيناً، والإثني عشرية حيناً آخر، والإمامية حيناً ثالثاً .ولعلها أبعد الفرق الإمامية عموماً عن الاتصاف بالغلو وأقربها إلى التعقل في أمور دينها، ومن أقرب فرق الشيعة عامة إلى جمهور أهل السنة** (تبسيط العقائد الإسلامية،ص ٣٠٣،،تكملة ذات أهمية -أهم الفرق الإسلامية،الإمامية -الإثنا عشرية -الإسماعيلية)

ترجمہ: اثناعشریہ بہت سے اسلامی ملکوں میں آباد ہیں، خاص طور پر ایران اور عراق میں، اور ان کا نام اثناعشریہ اس لیے ہے، کیونکہ وہ پے در پے بارہ اماموں پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی علی بن ابی طالب، پھر اُن کے بیٹے حسن اور حسین، پھر علی زین العابدین بن حسین، پھر محمد بن علی، پھر جعفر بن محمد، پھر موسیٰ بن جعفر، پھر علی بن موسیٰ، پھر محمد بن علی، پھر علی بن محمد، پھر حسن بن علی، پھر محمد بن حسن۔
اور اس فرقہ کا نام بعض اوقات جعفریہ رکھا جاتا ہے، اور بعض اوقات اثناعشریہ رکھا جاتا ہے، اور بعض اوقات ”امامیہ“ رکھا جاتا ہے، اور غالبًا یہ فرقہ امامیہ کے دوسرے فرقوں کے مقابلے میں عام طور پر غلو کے ساتھ متصف ہونے سے بعید تر ہے، اور اپنے دینی امور میں معقولیات کے قریب تر ہے، اور یہ (اثناعشریہ، زیدیہ کے بعد) شیعہ فرقوں میں سے جمہور اہلِ سنت کی طرف قریب ترین فرقہ ہے

(تبسیطُ العقائدالاسلامیہ)

”شیخ حسن محمد ایوب“ نے مذکورہ تالیف ”**تبسيط العقائد الإسلامية**“ میں ”اثناعشریہ“ کے اصولی عقائد کا بھی ذکر کیا ہے، جن میں توحیدِ محض اور اجتہاد کا مشروع ہونا، اور امامت کا عقیدہ رکھنا اور بارہ اماموں پر مسلسل عقیدہ رکھنا، اور امام کا نبی کی طرح خطاء سے معصوم ہونا، اور امام کا نبی سے نیچے اور عام بشر سے اوپر ہونا، اور جو اُن کے عقیدۂ امامت کے ساتھ شریک ہو، اُس کا مومن ہونا، اور جو معروف ارکانِ خمسہ پر ایمان رکھتا ہو، لیکن امامت پر ایمان نہ رکھتا ہو، اُس کا عام معنیٰ کے اعتبار سے مومن ہونا، اور اس کا اسلام سے خارج نہ ہونا، اور اہلِ بیت کے طریقے سے مروی احادیث کو قبول کرنا، اور دوسرے طریقوں سے قبول نہ کرنا، اور امامِ

منتظر کی رجعت کا قائل ہونا داخل ہیں۔ لے

اجتہاد کی مشروعیت پر کلام دوسرے مقام پر گذر چکا ہے، جہاں یہ وضاحت بھی کردی گئی ہے کہ تیسری صدی کے بعد رفتہ رفتہ اثنا عشریہ میں ''اخباریین'' کے مقابلہ میں ''اصولیین'' نے غلبہ اختیار کرلیا تھا، جو اجتہاد کی مشروعیت، اوراس کے نتیجہ میں اپنے ائمہ سے منقول ہر روایت کو قبول نہیں کرتے، بلکہ اس میں قوی، ضعیف، راجح، مرجوح، اور مؤول وغیر مؤول، اور جمع وتطبیق وغیرہ کے اعتبار سے فرق کرتے ہیں، اور آج کے دور میں جمہور اثنا عشریہ ''اصولیین'' ہی کہلاتے ہیں۔

---

لے والإثنا عشرية فى حقيقة أمرها وروح عقيدتها تتميز بالآتى:

1:۔ دينهم التوحيد المحض بالنسبة لصفات الله، وتنزيه الخالق عن كل مشابهة للمخلوقين أو ملابسة لهم فى صفة النقص والإمكان والتغير والحدوث وما ينافي وجوب الوجود والقدم والأزلية إلى غير ذلک من التنزيه والتقديس، وبطلان التناسخ والاتحاد والحلول والتجسيم وغير ذلک مما تورّطت فيه فرق كثيرة من فرق الشيعة.

2:۔ باب الاجتهاد عند "الإثنا عشرية "لا يزال مفتوحاً، وللمجتهد أن يبدى رأيه، وأن يؤخذ به ما دام متفقاً مع الكتاب والسنة متمشياً مع المعقول، وإلا فلا قيمة له.

3:۔ والاثنا عشرية يزيدون على أركان الإسلام ركناً سادساً هو الاعتقاد بالإمامة على ما مر، ويتمسكون بهذا الركن تمسكاً شديداً لا سبيل إلى التهاون فيه.

4:۔ يعتقدون فى اثنى عشر إماماً متسلسلين، وهم الذين مر ذكرهم، وكل إمام سابق لا بد أن ينص على اللاحق ويوصيه فالنبى أوصى علياً، وعلى أوصى الحسن، والحسن أوصى الحسين، وهكذا.

5:۔ يرون أن الإمام معصوم كالنبى عن الخطأ، وأن الإمام دون النبى وفوق البشر.

6:۔ يرون أن من يشاركهم من المسلمين هذا الاعتقاد فى الإمامة فهو مؤمن، وأما من يؤمن بالأركان الخمسة المعروفة فقط دون الركن السادس الخاص بالإمامة فإنه مؤمن بالمعنى العام ولا يخرج عن الإسلام .ولكن درجته بعد درجة الشيعة.

7:۔ لا يقبلون الأحاديث إلا إذا رويت عن طريق أهل البيت، وأما الأحاديث المروية عن غير طريق أهل البيت فإنها عندهم لا تساوى مقدار بعوضة -على حد تعبير السيد كاشف الغطاء -وهذا سبب كبير من أسباب الخلاف بين الشيعة وأهل السنة.

مع العلم بأن "الاثنا عشرية "يقولون برجعة الإمام محمد القائم بالحجة الثانى عشر، هو المعروف عندهم باسم المهدى المنتظر(تبسيط العقائد الإسلامية،ص۳۰۳،۳۰۴،تكملة ذات أهمية -أهم الفرق الإسلامية،الإمامية -الإثنا عشرية -الإسماعيلية)

# شیخ یوسف قرضاوی کا حوالہ

علمائے مسلمین کے عالمی اتحاد کے سابق رئیس، اور عالمِ اسلام کے مشہور و معروف جید معمر عالم ''شیخ یوسف القرضاوی'' (المتوفیٰ: 26، ستمبر 2022ء) اپنے مضمون ''مبادء فی الاحوار والتقریب بین المذاهب والفرق الإسلامية'' میں لکھتے ہیں:

واذاكانٍ فی المسلمين اليوم اناس متخصصون فی تكفير المسلمين جميعاً: سنيهم وشيعيهم ، عربيهم وعجميهم، أحيائهم وأمواتهم، فهناك فئة متخصصة فی تكفير الشيعة دون غيرهم، وربما أضافت إليهم بعض طوائف أخرى من المسلمين.

1 ــ هؤلاء يقولون: إن الشيعة يؤمنون بتحريف القرآن، وأنه ناقص ، وهذه العقيدة تكفی لتكفيرهم، لإنكارهم معلوما من الدين بالضرورة.

2 ــ ويقولون أيضا: إن الشيعة ينكرون السنة مصدرا ثانيا للشريعة الإسلامية، ولا يعترفون بكتب السنة المشهورة لدى الأمة: البخاری، ومسلم وغيرهما، ومثل هذا كاف لتكفيرهم، ولذلک ينكرون رؤية الله فی الآخرة، مماثبت بصريح السنة.

3 ــ ويقولون كذلک: إن الشيعة يسبون الصحابة ، بل يكفرونهم ، مخالفين بذلک القرآن والسنة وإجماع الأمة ، وخصوصا سب الشيخين أبی بكر وعمر رضی الله عنهما.

4 ـ ويقولون أيضا: الشيعة يدعون العصمة لأئمتهم ، ولا عصمة لغير رسول الله صلى الله عليه وسلم، بل يدعون أنهم أفضل من الأنبياء ، وأنهم يعلمون الغيب.

5 ــ ويقولون: إن الشيعة لايعرفون توحيد الإلهية،ولذا يدعون أئمتهم وأولياء هم عند الشدائد، ويستغيثون بهم من الكروب،وينذرون لهم النذور، وإذا زاروا مشاهدهم وأضرحتهم: خروا من بعيد سجدا، لايصلون إليها إلا زاحفين على ركبهم، وهذه كلهاضروب من الشرک الذی ينافی حقيقة التوحيد الذی جاء ت به الرسل،ويوافق ما كان عليه مشركو العرب الذين قالوا عن آلهتهم وأصنامهم ”هؤلاء شفعاؤنا عند الله “ (يونس: 18) وقالوا : ”مانعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى“ (الزمر: 3)

ونستطيع أن نرد على هذه الاتهامات كلها بأنها لا تؤدی إلى الكفر المخرج من الملة:

1 ــ فقد بينا أن الشيعة جميعا يؤمنون بأن ما بين دفتی المصحف كلام الله المحفوظ المعجز الملزم للأمة، ولهذا يحفظون هذا القرآن،ويتعبدون

بتلاوته، ويحتجون به فى مسائل العقيدة، وفروع الأحكام،وهذا مجمع عليه عندهم، ولم نجد لهم مصحفا يخالف مصحفنا، والمصحف الذى يطبع فى إيران وهو نفس المصحف الذى يطبع فى مصر والسعودية.
وأما دعوى أن هناك أجزاء ناقصة من القرآن ، فليسوا متفقين عليها،بل ينكرها محققوهم، على أن هذه الزيادات المزعومة لا يترتب عليها أى أمر عملى.
2 ـ وأما السنة: فهم يؤمنون بها مصدرا ثانيا للأحكام، ولكنهم لا يأخذونها إلا من طريق رواتهم خاصة، وهذه لا تقتضى تكفيرا مخرجا من الملة، قد تقتضى الحكم بالبدعة،لا بالكفر.
3 ـ وأما سب الصحابة ، وإن كان أمرا جللا، فلهم فيه شبهة وتأويل، يبعدهم عن الكفر الكامل، وقد يدخلون فى فسق التأويل.
4 ـ وأما دعوى "عصمة الأئمة": فنحن نخطئهم فى ذلك، ولا نرى فى هذا "كفرا بواحا" فإن ما جاء عن أئمتهم من أقوال: إما أنها عندنا أحاديث نبوية، وإما أنها "آراء اجتهادية" ككثير ما روى عن فقهاء المدينة السبعة، وأمثالهم من فقهاء الحجاز والعراق واليمن والشام ومصر وغيرها، وما جاء عن الأئمة الأربعة وغيرهم، ولذا كانت ثمرة هذا كله: الفقه الجعفرى، بما فيه استنباط واختلاف ، وهو لا يفترق فى مجموعه عن الفقه السنى، إلا كما تختلف مذاهب السنة بعضها مع بعض.
5 ـ وأما مسألة التوحيد والشرك، وما وقع فيه الشيعة من شرك العوام، فهو أشبه بما وقع فيه غالب أصحاب الطرق الصوفية عند أهل السنة ، فما عند الشيعة من دعاء واستغاثة بأئمتهم: موجود عند السنة بالنسبة للأولياء المقربين عندهم ، وبعضهم من آل البيت مثل: الحسين ،والسيدة زينب، وغيرها، وبعضهم من غيرهم.
ومن رأى ما يفعله عوام أهل السنة عند قبور الأولياء والمشاهير ، مثل : عبدالقادر الجيلانى، واحمد البدوى، وأحمد الرفاعى، وإبراهيم الدسوقى، وغيرهؤلاء: علم أن الداء مشترك بين الجميع ، مع اختلاف الدرجة فى بعض الأحيان.
وإن كان هناك ميزة للسنة على الشيعة فى هذا الجانب ، وهو أن كثيرا من أهل العلم ينكرون هذه البدع ويشنعون عليها، ويدعون الناس إلى التوحيد الخالص، ولا نجد مثل هذا واضحا عند الشيعة.
وينبغى لنا فى حوارنا الإسلامى لكى يؤتى ثمرته فى التقريب بين أبناء الأمة: أن نشيع أقوال المعتدلين من الفريقين، كما نغض الطرف عن أقوال الغلاة والمهيجين، الذين يريدون أن يؤججوها نارا حامية، لا تبقى ولا تذر، كأنما هى سقر، اللواحة للبشر.

وعلى هذا المنوال أنقل هنا ما ذكره العلامة الشيخ رحمة الهندى الكيرانوى من أقوال عن أئمة الاثنى عشرية فى عصمة القرآن من التحريف والتبديل، ذكرها ليرد بها على المبشرين من دعاة التنصير، الذين شككوا فى القرآن بدعوى أن الشيعة يقولون بنقصانه وتحريفه، فنقل عنهم ما نقل لرد هذه الدعوى ، بشهادة شهود من أهلها.
قال رحمة الله(الكيرانوى) :
وأما الجواب عنه تحقيقاً :فلأن القرآن المجيد عند جمهور علماء الشيعة الإمامية الاثنى عشرية: محفوظ عن التغير والتبديل، ومن قال منهم بوقوع النقصان فيه فقوله مردود غير مقبول عندهم.
[1]قال الشيخ الصدوق أبو جعفر محمد بن على بن بابويه الذى هو من أعظم علماء الإمامية الاثنى عشرية فى رسالته الاعتقادية:"اعتقادنا فى القرآن أن القرآن الذى أنزل الله تعالى على نبيه هو ما بين الدفتين ،وهو ما فى أيدى الناس ،ليس بأكثر من ذلک ،ومبلغ سوره عند الناس مائة وأربع عشرة سورة، وعندنا الضحى وألم نشرح سورة واحدة ،ولإيلاف وألم تر كيف سورة واحدة ،ومن نسب إلينا أنا نقول :أنه أكثر من ذلک فهو كاذب" انتهى.
[2]وفى تفسير "مجمع البيان "الذى هو تفسير معتبر عند الشيعة:"ذكر السيد الأجل المرتضى علم الهدى ذو المجد ،أبو القاسم على بن الحسين الموسوى :أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مجموعاً مؤلفاً على ما هو الآن ،واستدل على ذلک بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلک الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة فى حفظهم وأنه كان يعرض على النبى صلى الله عليه وسلم ويتلى عليه ،وأن جماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله عليه وسلم عدة ختمات، وكل ذلک بأدنى تأمل يدل على أنه كان مجموعاً مرتباً غير منشور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم ،فإن الخلاف مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخباراً ضعيفة ظنوا صحتها ،لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته" انتهى.
[3]وقال السيد المرتضى أيضاً: "إن العلم بصحة القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والوقائع العظام المشهورة وأشعار العرب المسطورة، فإن العناية اشتدت ،والدواعى توفرت على نقله ،وبلغت حداً لم تبلغ إليه فيما ذكرناه ،لأن القرآن معجزة النبوة ،ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وعنايته الغاية حتى عرفوا كل شيء فيه ،من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته ،فكيف يجوز أن يكون مغيراً أو

منقوصاً مع العناية الصادقة والضبط الشديد" انتهى.

[4]وقال القاضى نور الله الشوسترى ،الذى هو من علمائهم المشهورين ، فى كتابه المسمى بـ "مصائب النواصب": "ما نسب إليه الشيعة الإمامية بوقوع التغير فى القرآن ليس مما قال به جمهور الإمامية ،إنما قال به شرذمة قليلة منهم لا اعتداد بهم فيما بينهم" انتهى.

[5]وقال الملا صادق فى شرح "الكلينى": "يظهر القرآن بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر ويشهر به" انتهى.

[6]وقال محمد بن الحسن الحر العاملى، الذى هو من كبار المحدثين فى الفرقة الإمامية ،فى رسالة كتبها فى رد بعض معاصريه: "هر كسيكه تتبع أخبار وتفحص تواريخ وآثار نموده بعلم يقينى ميداندكه قرآن درغايه وأعلى درجة تواتر بود وآلاف صحابة حفظ ونقل ميكردندآن راودر عهد رسول خدا صلى الله عليه وسلم مجموع ومؤلف بود" انتهى .

فظهر أن المذهب المحقق عند علماء الفرقة الإمامية الاثنى عشرية :أن القرآن الذى أنزله الله على نبيه هو ما بين الدفتين، وهو ما فى أيدى الناس، ليس بأكثر من ذلک، وأنه كان مجموعاً مؤلفاً فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وحفظه ونقله ألوف من الصحابة ،وجماعة من الصحابة ، كعبد الله بن مسعود ،وأبى بن كعب ،وغيرهما ختموا القرآن على النبى عدة ختمات ،ويظهر القرآن ويشهر بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر رضى الله عنه.

والشرذمة القليلة التى قالت بوقوع التغير،فقولهم مردود ولا اعتداد بهم فيما بينهم.

وبعض الأخبار الضعيفة التى رويت فى مذهبهم لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته .

وهو حق ،لأن خبر الواحد إذا اقتضى علماً ولم يوجد فى الأدلة القاطعة ما يدل عليه :وجب رده، وعلى ما صرح ابن المطهر الحلى فى كتابه المسمى بـ "مبادء الوصول إلى علم الأصول"، وقد قال الله تعالى: "إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون" فى "تفسير الصراط المستقيم" الذى هو تفسير معتبر عند علماء الشيعة "أى إنا لحافظون له من التحريف والتبديل والزيادة والنقصان" .انتهى (مبادء فى الاحوار والتقريب بين المذاهب والفرق الاسلامى،ص ٦٦ ،الىٰ ص ٧٢ "البعد عن شطط الغلاة)

ترجمہ: اور آج کے دور میں جبکہ مسلمانوں میں کچھ ایسے خاص لوگ ہیں، جو تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے سنیوں کی بھی، اور شیعوں کی بھی، اور عربیوں کی بھی، اور عجمیوں کی بھی، اوران کے زندوں کی بھی، اوران کے مُردوں کی بھی، تو

اسی کے ساتھ ایک جماعت خاص شیعوں کی تکفیر کرنے والی بھی موجود ہے، جو ان کے علاوہ دوسروں کی تکفیر نہیں کرتی (ان کا خاص مشن شیعوں کی تکفیر ہے) اور بعض اوقات اِن کے ساتھ مسلمانوں کی دوسری جماعتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں (جو خود تکفیری نہیں، لیکن دوسروں کی باتوں، یا فضاء سے متاثر ہو جاتی ہیں)

1-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے یہ لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ، تحریفِ قرآن، اور قرآن کے ناقص ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، اور یہ عقیدہ ان کو کافر قرار دینے کے لیے کافی ہے، کیونکہ ان کا یہ انکار، دین کے ضروری طور پر معلوم حکم کا انکار ہے۔

2-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ، سنت کا بھی انکار کرتے ہیں، جو شریعتِ اسلامیہ کا دوسرا مرجَع ہے، اور وہ امت کے نزدیک ''سنتِ مشہورہ'' پر مشتمل کتابوں کو تسلیم نہیں کرتے، جیسا کہ بخاری، اور مسلم وغیرہما، اور اس طرح کی بات اُن کو کافر قرار دینے کے لیے کافی ہے، اور اسی وجہ سے وہ آخرت میں اللہ کی رؤیت کا انکار کرتے ہیں، جو کہ صریح سنت سے ثابت ہے۔

3-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ، صحابہ کو سب وشتم کرتے ہیں، بلکہ ان کی تکفیر کرتے ہیں، جس میں وہ قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی مخالفت کرنے والے شمار ہوتے ہیں، خاص طور پر شیخین، یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرتے ہیں۔

4-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ اپنے ائمہ کے لیے عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں، دراں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو عصمت حاصل نہیں، بلکہ یہ ان کے نبیوں سے افضل ہونے کا، اور ان کے علمِ غیب کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔

5-: تکفیرِ شیعہ کرنے والے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ، اللہ کی توحید کی معرفت

نہیں رکھتے، اسی لیے وہ اپنے ائمہ اور اولیاء کو مصائب کے وقت پکارتے ہیں، اور پریشانیوں کے وقت ان سے استغاثہ کرتے ہیں، اور اُن کے لیے نذریں مانتے ہیں، اور جب وہ ان ائمہ واولیاء کے مزارات اور قبروں کی زیارت کرتے ہیں، تو دور سے ہی سجدہ میں گر پڑتے ہیں، وہاں تک اپنے گھٹنوں کے بَل ہی گھسٹ کر پہنچتے ہیں، اور یہ تمام چیزیں اس شرک کی انواع میں سے ہیں، جو اس توحید کی حقیقت کے منافی ہیں، جس کو رسول، لے کر آئے، اور اس طرز کے موافق ہیں، جس پر مشرکینِ عرب تھے، جو اپنے معبودوں اور بتوں کے لیے یہ کہتے تھے کہ ''**ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللّٰہ**'' اور یہ کہتے تھے کہ ''**مانعبدھم إلا لیقربونا إلی اللّٰہ زلفٰی**''

اور ہم چاہتے ہیں کہ ان تمام اتہامات کی تردید کریں کہ یہ اس کفر تک پہنچانے والی چیزیں نہیں، جو ملت سے خارج کرنے کا باعث بنتی ہیں۔

**1-:** چنانچہ ہم یہ بات واضح کر چکے کہ تمام شیعہ، مصحف کے گتوں کے درمیان والی چیز کو، اللہ کا محفوظ اور معجز اور امت کے لیے ملزِم کلام سمجھ کر ایمان رکھتے ہیں، اور اسی وجہ سے وہ اسی قرآن کو حفظ کرتے ہیں۔ [1]

---

[1] دنیا میں بہت سے شیعہ حافظِ قرآن آج بھی ہیں، اور جو یہ مشہور ہے کہ شیعہ میں کوئی حافظِ قرآن نہیں ہوسکتا، یہ بات خلافِ واقعہ ہے۔

حول عدم حفظ علماء الشيعة للقران. نص الشبهة :(المسألة العشرون) تتعلق بحفظ القرآن العظيم وقراء ته قال عفا الله عنه :لم أر بين علماء الشيعة، ولا بين أولاد الشيعة لا في العراق، ولا في الايران من يحفظ القرآن، ولا من يقيمه بعض الإقامة بلسانه، ولا من يعرف وجوه القرآن اللغوية والادائية " .قال "ما السبب في ذلك، إلى آخر ما شط به قلمه، فضل ضلالا مبينا.

الجواب :اني على بعد الدار عن العراق اعرف فيها امام القراء والحفاظ السيد حسين ابن السيد علي رضا الحسيني الهندي المدراسي المولود والمتوطن في مشهد الكاظميين عليهما السلام، فان له في حفظ القرآن وتجويد قراء ته مكانة الامام في ذلك، لا ينازعه فيها من الخاصة والعامة احد، ونعم القارئان اخواه المتخرجان في ذلك على يده السيد موسى والسيد كاظم، وحال شيعة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراسی کی عبادت سمجھ کر تلاوت کرتے ہیں، اور عقیدہ کے مسائل، اور فروعی احکام میں اسی سے حجت پکڑتے ہیں، اور یہ بات ان کے نزدیک مجمع علیہ ہے، اور ہم ان کے پاس کوئی ایسا مصحف نہیں پاتے، جو ہمارے مصحف کے خلاف ہو، اور وہ مصحف جو ''ایران'' میں شائع ہوتا ہے، وہ وہی مصحف ہے، جو مصر اور سعودیہ میں شائع ہوتا ہے۔

اور جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ کچھ اجزاء، قرآن کے ناقص ہیں، تو شیعہ اس بات پر متفق نہیں، بلکہ ان کے محققین اس کا انکار کرتے ہیں، اسی کے ساتھ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ جس زیادتی کا گمان کیا جاتا ہے، اس پر کوئی عملی حکم مرتب نہیں ہوتا۔

2-: اور جہاں تک سنت کا تعلق ہے، تو وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور احکام کے لیے دوسرا مرجع شمار کرتے ہیں، لیکن یہ سنت کو اپنے خاص راویوں کے طریقے سے لیتے ہیں، اور یہ بات اس تکفیر کا تقاضا نہیں کرتی، جو مذہب سے خارج کرنے کا باعث ہو، بعض اوقات، بدعت کے حکم کا تقاضا کرتی ہے، کفر کے حکم کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ العراق فی حفظ القرآن وقراء ته حال السنيين فيها لا يقلون عنهم، اما شيعة ايران فحالهم كحال السنيين من اهل البلاد الأعجمية وعندنا فی جبل عامل قراء وحفاظ لا يقلون عن قراء غيرنا ولا عن حفاظهم ولو شئنا لذكرنا منهم عدة وافرة، نعم لا يشق للمصريين۔ فی هذا الشأن۔ غبار ولا يلحقهم فيه لاحق، فلهم السبق فی هذه الفضيلة من حيث انهم مصريون، لا من حيث انهم سنيون، وإلا فالشيعة والسنة سيان فی سائر البلدان، ولعل السر فی عدم اشتهار الشيعة فی هذه الفضيلة رأيهم فی الحان الغناء فانها حرام عندهم مطلقا، بل هی فی القرآن اشد حرمة منها فی غيره، فيا حضرة الأخ موسى جار الله الفاضل، هذا هو السبب الوحيد لا ما ذكرتموه، هداكم الله إذ جعلتموه من آثار انتظار الشيعة مصحف علی الذی غاب بيد قائم آل محمد بغيبته، إلی آخر ارجافكم بالمؤمنين، وبهتكم اياهم بالقول بنقصان القرآن العظيم، وقد بينا لكم فی المسألة الرابعة رأی الشيعة فی القرآن الحكيم، ووفينا المقام حقه من كل النواحی فلا حاجة بنا إلی الاعادة، وما كان لنا أن نأتيكم بسلطان إلا بإذن الله وعلى الله فليتوكل المؤمنون. وما لنا ألا نتوكل على الله وقد هدانا سبلنا ولنصبرن على ما آذيتمونا وعلى الله فليتوكل المتوكلون(مركز الاشعاع الاسلامی،للدراسات والبحوث الاسلامية،تحت اشراف،سماحة الشيخ صالح الكرباسی)

تقاضا نہیں کرتی۔

3-: اور جہاں تک صحابۂ کرام کو سب و شتم کرنے کا تعلق ہے، تو یہ اگرچہ بہت بڑی بات ہے، لیکن شیعوں کی طرف اس میں شبہ اور تاویل پائی جاتی ہے، جو اُن کو کامل کفر سے دور کر دیتی ہے، اور وہ فسقِ تاویل میں داخل ہو جاتے ہیں۔

4-: اور جہاں تک ائمہ کی عصمت کا تعلق ہے، تو اس بارے میں ہم ان کو خاطی قرار دیتے ہیں، لیکن ہم اس میں واضح کفر کی رائے نہیں رکھتے، کیونکہ ان کے ائمہ سے جو اقوال آئے ہیں، یا تو وہ ہمارے نزدیک احادیثِ نبویہ کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں، یا وہ اجتہادی آراء کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی نوعیت ایسی ہے، جیسا کہ مدینہ کے سات فقہاء کی بہت سی مرویات ہیں، اور ان ہی کے مثل حجاز اور عراق اور یمن اور شام اور مصر وغیرہ کے فقہاء کی مرویات ہیں، اور جیسا کہ ائمۂ اربعہ وغیرہ کی مرویات ہیں، اور مرویات کی اس پوری صورتِ حال کے نتیجہ میں ”فقہ جعفری“ وجود میں آیا ہے، جس میں استنباط اور اختلاف ہے، جو سارا مجموعی طور پر ”سنی فقہ“ سے جدا نہیں ہے، مگر اسی طور پر جیسا کہ اہلُ السنۃ کے مذاہب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

5-: اور جہاں تک توحید اور شرک اور ان چیزوں کا تعلق ہے، جو شیعہ میں عوامی نوعیت، یا عوامی سطح پر شرک کی صورت میں پائی جاتی ہیں، تو یہ اُن چیزوں کے مشابہ ہیں، جن میں اہلُ السنۃ کے نزدیک صوفیاء کے سلسلوں سے نسبت رکھنے والے عوام کا بہت بڑا طبقہ مبتلا ہے، پس شیعوں کے نزدیک اپنے ائمہ کو پکارنا اور استغاثہ کرنا، اہلُ السنۃ کے نزدیک اولیائے مقربین کی نسبت، اور حوالہ سے بھی موجود ہے، جن میں سے بعض، اولیاء آلِ بیت سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ حسین اور سیدہ زینب وغیرہ، اور بعض ان کے علاوہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اور جو شخص ان منکرات کو دیکھتا ہے، جو اہلُ السنۃ کے عوام، اولیاء کی قبروں اور مزارات پر کرتے ہیں، جیسا کہ عبدالقادر جیلانی، اور احمد بدوی اور احمد رفاعی اور ابراہیم دسوقی وغیرہ، تو یہ بات جان لیتا ہے کہ یہ مرض سب فرقوں کی طرف منسوب لوگوں میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے، جن میں بعض اوقات، درجات کا کچھ فرق واختلاف ہوتا ہے۔

اگر چہ اس موقع پر ان منکراتِ شیعہ کے خلاف یہ امتیاز بھی موجود ہے، کہ شیعوں کے اہلِ علم میں سے بہت سے حضرات، ان عوامی بدعات ومنکرات پر نکیر کرتے ہیں، اور ان کی برائی بیان کرتے ہیں، اور لوگوں کو توحیدِ خالص کی طرف بلاتے ہیں، اور ہم ان جیسی چیزیں شیعہ کے نزدیک واضح نہیں دیکھتے (یعنی ان کے خواص کی یہ نکیر ہمارے سامنے واضح اور نمایاں طور پر نہیں آتی)

اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے حواری بنیں، تاکہ امت کے درمیان قربت کا ثمرہ حاصل ہو، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم دونوں فریقوں کے معتدل حضرات کے اقوال کی اشاعت کریں، اور غلو وہیجان پیدا کرنے والے حضرات کے اقوال سے کنارہ کشی اختیار کریں، جو یہ چاہتے ہیں کہ گرم آگ کو مزید دہکا دیں، جس میں کوئی (سنی اور شیعہ) بچ نہ پائے، گویا کہ وہ ''سقر'' بن جائے، جو جلد کو جلا کر رکھ دے۔

اور اسی اعتدال کے طریقہ پر ہم یہاں وہ بات نقل کرتے ہیں، جو علامہ شیخ رحمت اللہ ہندی کیرانوی نے اثنا عشریہ کے ائمہ کی طرف سے قرآن مجید کے تحریف اور تبدیل سے محفوظ ہونے کے متعلق ذکر کی ہے، اس کو انہوں نے اس لیے ذکر کیا ہے، تاکہ اس کے ذریعے عیسائیت کے داعی مبلغین، ومبشرین کی تردید کریں، جو قرآن میں شیعہ کے اس دعویٰ کو لے کر شک پیدا کرتے ہیں کہ شیعہ

قرآن کے نقصان اور تحریف کے قائل ہیں، تو شیخ کیرانوی نے شیعہ اثنا عشریہ کی طرف سے ہی اس دعویٰ کی تردید میں یہ بات نقل کی ہے، تاکہ گواہوں کی گواہی، ان کے گھر والوں سے ہی ثابت ہوجائے۔

شیخ رحمت اللہ کیرانوی فرماتے ہیں کہ:

''اور جہاں تک اس تحریف کے متعلق تحقیقی جواب کا تعلق ہے، تو وہ یہ ہے کہ قرآن مجید، جمہور علمائے امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک تغیر و تبدل سے محفوظ ہے، اور اگر ان میں سے کوئی شخص قرآن میں کمی اور نقصان کا دعویٰ کرتا ہے، تو اس کا قول ان جمہور علمائے امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک مردود اور نا قابلِ قبول ہے۔

[1] شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ، جو علمائے امامیہ اثنا عشریہ میں بڑے پایہ کے علماء میں سے ہیں، اپنے رسالہ ''**الاعتقادیۃ**'' میں کہتے ہیں کہ:

ہمارا عقیدہ قرآن کے بارے میں یہ ہے کہ وہ قرآن، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل کیا تھا، وہ یہی موجودہ قرآن ہے، جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے، البتہ اس کی سورتوں کی تعداد، لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ہے، مگر ہمارے نزدیک سورۃ ''**والضحیٰ**'' اور ''**الم نشرح**'' مجموعی طور پر ایک سورۃ ہے، اسی طرح ''**لایلاف**'' اور ''**الم تر کیف**'' دونوں مل کر ایک سورۃ ہے، اور جو شخص ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے، وہ جھوٹا ہے''۔انتھٰی۔

[2] تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر ہے، اس میں سید مرتضیٰ **ذو المجدد علم الھدیٰ** ابوالقاسم علی بن حسین موسوی نے ذکر کیا ہے کہ:

''قرآن مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بالکل اسی طرح، جیسا کہ آج ہے، مجموعے کی صورت میں موجود تھا''۔

اپنے اس دعوے پر موصوف نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن اس زمانے میں پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا، اور پورا زبانی یاد کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے حفاظ صحابہ کی ایک پوری جماعت کی نشان دہی کی ہے، نیز یہ کہ قرآن مجید، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرایا جاتا تھا، اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے، جن میں عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب وغیرہ ہیں، متعدد مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافی قرآن ختم کیے، یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآن مجید، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں باقاعدہ طور پر مجموعے کی شکل میں موجود اور مرتب تھا، متفرق اور منتشر ہرگز نہیں تھا۔

موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ فرقۂ امامیہ، یا حشویہ، میں سے جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرتا ہے، وہ قطعی قابلِ اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس خلاف کی نسبت بعض محدثین کی ضعیف روایتیں ہیں، جن کو انہوں نے صحیح سمجھ کر نقل کر دیا ہے، اس قسم کی روایتوں کی ان روایتوں کے مقابلے میں اہمیت نہیں، جن کی صحت قطعی اور یقینی ہے۔ انتھیٰ۔

[3] اور سید مرتضٰی نے بھی کہا ہے کہ ''قرآن کی صحت کا علم ویقین اس درجے کا ہے، جس طرح دنیا کے بڑے بڑے شہروں، یا عظیم الشان حوادث اور مشہور واقعات، یا اہلِ عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین ہے، کیونکہ قرآن کی نقل و روایت کی جانب شدید توجہ کی گئی ہے، اور اس کی حفاظت کے بکثرت اسباب موجود تھے، کیونکہ قرآن، نبوت کا معجزہ اور علومِ شرعیہ، احکامِ دینیہ کا مآخذ ہے، اور مسلمان علماء نے اس کے حفظ کرنے میں اور اس کی جانب توجہ کرنے میں انتہاء کر دی ہے۔

یہاں تک کہ قرآن کی ہر ہر چیز، مثلاً اس کے اعراب اور قرائتوں، حروف و آیتوں

تک کی پوری پوری معرفت حاصل کی، پھر اس قدر شدید اہتمام وتوجہِ تام کے بعد، کیونکر یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ اس میں تغیر وتبدل ہو، یا کمی بیشی ہو“۔انتھیٰ۔

[4] اور قاضی نور اللہ شوستری، جو شیعہ علماء کے مشہور حضرات میں سے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ”مصائبُ النواصب“ میں لکھا ہے کہ:

”شیعہ امامیہ کی طرف جو یہ نسبت کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر واقع ہونے کے قائل ہیں، تو اس کے جمہور امامیہ قائل نہیں، یہ بات ایسے قلیلُ التعداد، نا قابلِ اعتبار لوگوں کی ہے، جن کی شیعہ امامیہ میں کوئی وقعت نہیں ہے“۔انتھیٰ۔

[5] (شیعہ کے مشہور عالم اور ”الکافی“ کے مصنف) ملا صادق نے ”کلینی“ کی شرح میں لکھا ہے کہ ”قرآن اُسی موجودہ ترتیب کے ساتھ بارہویں امام کے ظہور کے وقت، ظاہر اور مشہور ہوگا“۔انتھیٰ۔

[6] اور محمد بن حسن حر عاملی، جو فرقۂ امامیہ کے جلیلُ القدر محدث ہیں، انہوں نے اپنے ایک رسالے میں، اپنے بعض معاصرین کا رَد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جو شخص واقعات اور تواریخ کی چھان بین کرے گا، تو وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ قرآن تواتر کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا ہوا ہے، ہزاروں صحابہ، اس کو حفظ کرتے اور نقل کرتے تھے، اور وہ عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ومدون ہوچکا تھا“۔انتھیٰ۔

پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ فرقۂ امامیہ کے علماء کا تحقیق شدہ مذہب یہی ہے کہ وہ قرآن، جس کو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا تھا، وہ بالکل وہی ہے، جو اس زمانے میں دفتین کے درمیان لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اس سے زائد نہیں ہے، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جمع اور مدون ہوچکا تھا، اور ہزاروں صحابہ ، اور صحابہ کی اہم جماعت نے اس کو محفوظ اور نقل کیا، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود، اور ابی بن کعب وغیرہ، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے متعدد مرتبہ قرآن

کے ختم کئے ، اور بارہویں امام رضی اللہ عنہ کے ظہور کے وقت بھی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر اور مشہور ہوگا۔

اور جو نہایت قلیل جماعت ،قرآن میں تغیر واقع ہونے کی قائل ہے، اس کا قول مردود ہے، وہ شیعہ امامیہ کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

اور جو بعض ضعیف روایتیں، ان کے مذہب میں ملتی ہیں، ان جیسی روایتوں کی طرف، قطعی ویقینی صحت درجہ کی روایات کے مقابلہ میں رجوع نہیں کیا جائے گا۔

اور یہی بات حق ہے، کیونکہ خبرِ واحد اگر کسی علم کا تقاضا کرے، لیکن قطعی ویقینی دلائل میں کوئی چیز اس خبرِ واحد پر دلالت کرنے والی نہ ہو، تو اس کی تردید کرنا واجب ہوا کرتا ہے، اور اس کی تصریح ابنِ مطہر الحلی نے اپنی کتاب ''مبادئ الوصول الی علم الاصول ''میں کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ'' إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ''اس آیت کی تفسیر میں علمائے شیعہ کے نزدیک معتبر شمار کئے جانے والی تفسیر ''صراطِ مستقیم'' میں ہے کہ ''یعنی ہم قرآن کی حفاظت کریں گے، تحریف اور تبدیل سے، اور زیادتی اور نقصان سے'' انتھٰی

(مبادء فی الاحوار)

اور امام نووی رحمہ اللہ کی صحیح مسلم کی شرح کے حوالہ سے یہ بات گذر چکی ہے کہ امامیہ، تکفیرِ صحابہ کے قائل نہیں، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت میں تصریح ہے:

**فأما الإمامية وبعض المعتزلة فيقولون هم مخطئون فى تقديم غيره لا كفار وبعض المعتزلة لا يقول بالتخطئة لجواز تقديم المفضول عندهم** (شرح النووی علیٰ مسلم، ج۱۵، ص ۱۷۴، کتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب من فضائل على بن أبى طالب رضى الله عنه)

ترجمہ: پس جہاں تک ''امامیہ'' اور بعض ''معتزلہ'' کا تعلق ہے، تو انہوں نے اُن (صحابہ) کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کی تقدیم کرنے میں) خطاء وار قرار دیا ہے (کافر قرار نہیں دیا)

اور جہاں تک بعض معتزلہ (اور بعض تفضیلیہ) کا تعلق ہے، تو ان کا یہ قول نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک امامت میں ''مفضول'' کو ''فاضل'' پر مقدم کرنا جائز ہے، جیسا کہ اس سلسلہ میں اختلاف پہلے ذکر کیا جا چکا ہے (النووی)

شیخ یوسف القرضاوی رحمہ اللہ اپنے مضمون ''حول موقفی من الشیعة'' میں لکھتے ہیں:

وأودُّ هنا قبل أن أردَّ على ما قاله هؤلاء جميعا، أن أبيِّن موقفي من قضية الشيعة الإمامية ومذهبهم ومواقفهم، متحرِّيا الحق، ومبتغيا وجه الله، مؤمنا بأن الله أخذ الميثاق على العلماء ليبيِّنن للناس الحقَّ ولا يكتمونه .وقد بينته من قبل في كتابي (مبادء في الحوار والتقريب بين المذاهب والفرق الإسلامية)، وأصله بحث قدمته لمؤتمر التقريب الذي عُقد في ،مملكة البحرين،وما أقوله اليوم تأكيد له .

أنا أؤمن أولا بوحدة الأمة الإسلامية بكلِّ فِرَقها وطوائفها ومذاهبها، فهي تؤمن بكتاب واحد، وبرسول واحد، وتتَّجه إلى قِبلة واحدة .وما بين فِرَقها من خلاف لا يُخرِج فرقة منها عن كونها جزء ا من الأمة، والحديث الذي يُعتمد عليه في تقسيم الفرق يجعل الجميع من الأمة، "ستفترق أمتي ."... إلا مَن انشقَّ من هذه الفرق عن الإسلام تماما، وبصورة قطعية .

هناک فرقة واحدة من الفرق الثلاث والسبعين التي جاء بها الحديث هي وحدها (الناجية) وكلُّ الفرق هالكة أو ضالة، وكلُّ فرقة تعتقد في نفسها أنها هي الناجية، والباقي على ضلال .ونحن أهل السنة نوقن بأننا وحدنا الفرقة الناجية، وكلُّ الفرق الأخرى وقعت في البدع والضلالات، وعلى هذا الأساس قلتُ عن الشيعة :إنهم مبتدعون لا كفار، وهذا مُجمَع عليه بين أهل السنة، ولو لم أقل هذا لكنتُ متناقضا، لأن الحقَّ لا يتعدَّد، والحمد لله، فحوالي تسعة أعشار الأمة الإسلامية من أهل السنة، ومن حقهم أن يقولوا عنا ما يعتقدون فينا .

إن موقفي هذا هو موقف كلِّ عالم سنيٍّ معتدل بالنسبة إلى الشيعة الإمامية الاثنا عشرية، أما غير المعتدلين فهم يصرِّحون بتكفيرهم؛ لموقفهم من القرآن، ومن السنة، ومن الصحابة، ومن تقديس الأئمة، والقول بعصمتهم، وأنهم يعلمون من الغيب ما لا يعلمه الأنبياء .وقد رددت على الذين كفروهم، في كتابي (مبادء في الحوار والتقريب)

ولكني أخالفهم في أصل مذهبهم وأرى أنه غير صحيح، وهو :أن النبي صلى الله عليه وسلم أوصى لعلي بالخلافة من بعده، وأن الصحابة كتموا هذا، وخانوا رسولهم، وجحدوا عليا حقَّه، وأنهم تآمروا جميعا على ذلک. والعجب أن عليًّا لم يعلن ذلک على الملأ ويقاتل عن حقِّه .بل بايع أبا بكر

وعمر وعثمان، وكان لهم معينا ومشيرا .فكيف لم يواجههم بالحقيقة؟ وكيف لم يجاهر بحقه؟ وكيف تنازل ابنه الحسن عن خلافته المنصوص عليها لمعاوية؟ وكيف يمدحه النبى صلى الله عليه وسلم بفعله ذلک، وأن الله أصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين؟
وللشيعة بدع عملية مثل :تجديد مأساة الحسين كل عام بلطم الوجوه، وضرب الصدور إلى حدِّ سفک الدم، وقد مضى على المصيبة أكثر من ثلاثة عشر قرنا؟ ولماذا لم يعمل ذلک فى قتل والده، وهو أفضل منه؟
ومن ذلک الشركيات عند المزارات والمقابر التى دُفن فيها آل البيت، والاستعانة بهم ودعاؤهم من دون الله .وهو ما قد يوجد لدى بعض أهل السنة، ولكن علماء هم ينكرون عليهم ويشددون النكير.
من أجل ذلک نصفهم بالابتداع، ولا نحكم عليهم بالكفر البواح، أو الكفر الأكبر، المُخرِج من الملَّة.
وأنا من الذين يقاومون موجة التكفير من قديم، وقد نشرتُ رسالتي (ظاهرة الغلو فى التكفير)، مشدِّدا النكير على هذا الغلو، ونؤكِّد أن كلَّ مَن نطق بالشهادتين والتزم بمقتضاهما :دخل فى الإسلام بيقين، ولا يخرج منه إلا بيقين .أى بما يقطع بأنه كفر لا شک فيه (حول موقفى من الشيعة وما قالته وكالة أنباء مهر الإيرانية،والرد على الشيخين فضل الله والتسخيرى،موقع الشيخ يوسف قرضاوى، الموقع الرسمى،بيان للقرضاوى حول موقفه من الشيعة ، تاريخ النشر: 2008-09-17)

ترجمہ: اور میں یہاں پر اس سے پہلے کہ ان حضرات کے قول کی تردید کروں، میں یہ چاہتا ہوں کہ شیعہ امامیہ کے قضیہ، اور ان کے مذہب، اور ان کے مواقف کے بارے میں اپنا موقف بیان کردوں، حق کو طلب کرتے، اور اللہ کی رضا کو تلاش کرتے ہوئے، اور اس بات پر ایمان رکھتے ہوئے کہ اللہ نے علماء سے یہ پختہ عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے حق کو بیان کریں، اور اس کو نہ چھپائیں، اور میں اس سے پہلے بھی اپنی کتاب ''مبادء فى الاحوار والتقريب بين المذاهب والفرق الاسلامية ''میں بیان کر چکا ہوں، جس کی اصل ایک بحث ہے، جس کو میں نے موتمر کی ایک تقریب میں پیش کیا تھا، جو ملکِ بحرین میں منعقد ہوئی تھی، اور میں آج پھر اس کی تاکید کرتا ہوں۔

میں پہلے تو امتِ اسلامیہ کی، ہر فرقہ، اور ہر جماعت، اور تمام اسلامی مذاہب کے ساتھ، وحدت پر یقین رکھتا ہوں، جو اللہ کی ایک کتاب، اور ایک رسول پر ایمان رکھتے ہیں، اور ایک قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں، اور ان فرقوں کے درمیان، جو اختلاف بھی ہے، وہ ان میں سے کسی فرقہ کو امت کا جزء ہونے سے خارج نہیں کرتا، اور وہ حدیث جس پر فرقوں کی تقسیم میں اعتماد کیا جاتا ہے، وہ سب فرقوں کو امت میں داخل کرتی ہے، جو کہ یہ ہے کہ میری امت میں فرقے پیدا ہوجائیں گے، البتہ ان فرقوں میں سے جو اسلام سے پوری طرح الگ ہوجائے، اور قطعیت کے ساتھ اس کی الگ شکل سامنے آجائے، اس کا معاملہ الگ ہے۔

یہاں ان تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ، جس کے بارے میں حدیث آئی ہے، وہ تنہا ناجی فرقہ ہے، اور باقی ہر فرقہ ہلاک ہونے والا، یا گمراہ فرقہ ہے، اور ہر فرقہ اپنے آپ کو ناجی فرقہ، اور اپنے علاوہ کو گمراہی پر سمجھتا ہے، اور ہم اهلُ السنة یقین رکھتے ہیں کہ تنہا ہم ہی ناجی فرقہ ہیں، اور دوسرا ہر فرقہ بدعت اور گمراہیوں میں مبتلاء ہے، اور اس بنیاد پر میں شیعہ کے بارے میں کہتا ہوں کہ وہ بدعتی ہیں، کافر نہیں ہیں، اور یہ بات اہل السنۃ کے درمیان مجمع علیہ ہے، اور اگر میں اس سے کمتر بات بھی نہ کہوں، تو پھر یقیناً میں تناقض اختیار کرنے والا شمار ہوں گا، کیونکہ حق متعدد نہیں ہوتے، اور الحمد للہ، امتِ اسلامیہ کے نوے فیصد لوگ اہل السنۃ سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی طرف سے ہمیں وہ بات کہنے کا حق حاصل ہے، جس کا ہم اپنے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں۔

بے شک میرا یہ موقف ہر سنی معتدل عالم کا موقف ہے، شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے حوالہ سے، جہاں تک غیر معتدل حضرات کا تعلق ہے، تو وہ ان امامیہ اثنا عشریہ کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے قرآن وسنت اور صحابہ کے متعلق، اور ائمہ کی تقدیس، اور

ان کو معصوم سمجھنے، اوران کے غیب کی وہ باتیں جاننے کے موقف کی وجہ سے، جس کا انبیاء کو بھی علم نہیں ہوتا، اور جن لوگوں نے ان کی تکفیر کی، ان کی تردید میں نے اپنی کتاب ”مباديء فی الحوار والتقريب“ میں کردی ہے۔

البتہ میں شیعہ امامیہ کے مذہب کی اصل کا مخالف ہوں، اوراس مذہب کو صحیح نہیں سمجھتا، اوروہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلافت کے لیے حضرت علی کے لیے وصیت کی تھی، اور صحابہ نے اس بات کو چھپا لیا تھا، اوراس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارتکاب کیا تھا، اور حضرت علی کے حق کا انکار کیا تھا، اوران کے خلاف دوسروں کو حکمران بنانے پر جمع ہو گئے تھے۔

لیکن یہ بات عجیب ہے کہ حضرت علی نے اس بات کا جماعت کے سامنے اعلان نہیں کیا، اور نہ ہی اپنے حق کے لیے قتال کیا، بلکہ ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کر لی، اوراس طرح وہ ان کے معین اور مشیر بن گئے، پس حضرت علی نے اُن حضرات کے سامنے حقیقت کیوں نہیں رکھی؟ اور اپنے حق کا برملا اظہار کیوں نہیں کیا؟ اوران کے بیٹے حضرت حسن نے اپنی منصوص خلافت سے، معاویہ کے لیے کیسے دستبرداری اختیار کی؟ اور حضرت حسن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر کیوں تعریف فرمائی کہ اللہ، مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان، ان کے ذریعے صلح کرائے گا؟

اور شیعہ کی متعدد عملی بدعات بھی ہیں، جیسا کہ ہر سال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے غم کی تجدید کرنا، منہ پر طمانچے مار کر، اور خون بہنے کی حد تک سینہ کوبی کر کے، حالانکہ اس مصیبت کو تیرہ صدیوں سے زیادہ گزر چکے ہیں؟ اورانہوں نے خود یہ عمل اپنے والد رضی اللہ عنہ کے قتل پر کیوں نہیں انجام دیا، جبکہ اُن کے والد اُن سے افضل تھے؟

اوران ہی بدعات میں سے مزارات اور مقابر، جن میں آلِ بیت کو دفن کیا گیا، ان کے قریب شرکیہ حرکات ہیں، اوران سے استعانت کرنا، اور اللہ کے مقابلہ میں اُن کو پکارنا ہے، اوراس طرح کی چیزیں بعض اہلُ السنۃ میں بھی پائی جاتی ہیں، تاہم ان کے علماء ان چیزوں پر نکیر کرتے ہیں، اور سخت نکیر کرتے ہیں۔

ان وجوہات کی بناء میں اُن مذکورہ شیعوں کو بدعت کے ساتھ متصف کرتا ہوں، لیکن میں ان پر ''کفرِ بواح ''یا''کفرِ اکبر '' کا حکم نہیں لگاتا، جوملت سے خارج کرنے کا سبب ہے۔

اور میں اُن لوگوں میں سے ہوں، جو قدیم عرصہ سے تکفیر کی نفی کرتا ہوں، اور میں نے اپنا رسالہ ''ظاهرة الغلو فی التکفیر ''اس غلو پر شدید نکیر کرنے کے لیے نشر کیا ہے، اور ہم اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ جو شخص شہادتین کو اختیار کرے، اوران کے مقتضیات کا التزام کرے، تو وہ اسلام میں یقینی طور پر داخل ہوجاتا ہے، اوراس سے یقین کی بنیاد پر ہی خارج ہوسکتا ہے، یعنی اس چیز کی قطعیت حاصل ہوجائے کہ اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے، جس میں کوئی شک نہ ہو (حول موقفی من الشیعة)

ہم نے اپنی تالیف ''محمد بن عبد الوہاب نجدی کے عقائد وافکار'' میں ''متأول کی تکفیر'' پر باحوالہ، علامہ ابنِ تیمیہ اور مشائخِ دیوبند کے موقف کو مفصل انداز میں نقل کردیا ہے، جو علمی وتحقیقی رسائل کی تیرہویں جلد میں شائع ہوچکا ہے۔

اوراس کی مزید تفصیل ''تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم'' میں بیان کردی ہے، جو علمی وتحقیقی رسائل کی اٹھارہویں جلد میں شائع ہوچکا ہے، جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ محققین نے ہر دور میں مبتدعہ فرقوں کی تکفیر میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے، اور تکفیر کا قول بعض غیر مجتہد حضرات، یا اہلِ ظاہر کا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متقدمین سے لے کر، متاخرین تک محققین نے ''شیعہ اوران کے

دیگر فرقوں“ کو ایک درجہ میں نہیں رکھا، بلکہ ہر محقق نے اپنی حسبِ استطاعت، ان کے فرقوں کی تحقیق و تنقیح کا اہتمام کیا، خواہ وہ اُن کا بڑا اور چھوٹا فرقہ ہو، یا قدیم و جدید فرقہ ہو، اور اُن کے نظریات و افکار کی بھی الگ الگ نشان دہی فرمائی، پھر جس کے علم میں ناقابلِ تردید طریقہ پر کسی فرقہ کی تکفیر کا حکم ظاہر ہوا، اس نے اس کے مطابق حکم لگادیا، لیکن محققین کی طرف سے علی الاطلاق سب پر تکفیر کا حکم نہیں لگایا گیا۔

البتہ بعض محققین نے تو صریح طور پر علی الاطلاق عدمِ تکفیر کا حکم لگایا، اور بعض محققین نے ”امامیہ“ پر صریح ”عدمِ تکفیر“ کا حکم لگایا، اور ان کو مسلمان قرار دیا، اور بعض نے ”اثنا عشریہ“ کے نام سے تصریح کر کے عدمِ تکفیر کا حکم لگایا، لیکن جملہ فقہائے کرام اور ان کے متبعینِ محققین اس بات پر متفق رہے کہ ”امامیہ“ کا تعلق ”غالیہ“ فرقوں سے نہیں، البتہ جن حضرات نے ”اسماعیلیہ“ کو ”امامیہ“ کا فرقہ سمجھا، اور اس میں غلو کا مشاہدہ کیا، انہوں نے اس پر تکفیر کا حکم لگایا۔

اور متعدد محققین نے اپنے اپنے زمانہ میں ”اثنا عشریہ“ کے نام، یا کسی اور عنوان سے اس فرقہ کی جمہور شیعہ سے تعبیر کی ہے۔

متقدمین کے زمانے میں عام طور پر ”اثنا عشریہ“ کے نام سے امامیہ کا نام معروف نہیں تھا، اسی لئے ان ادوار کی اہل السنۃ کی تالیفات و مقالات میں عام طور پر اس نام سے شیعہ کا ذکر نہیں ملتا، بعد میں امامیہ کے اس فرقہ نے دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں اپنے مخصوص افکار کی بنیاد پر امتیاز اور شہرت حاصل کی، اور بعض محققین کے بقول اس نے اپنا لقب ”اثنا عشریہ“ کے ساتھ دراصل ”اسماعیلیہ“ اور دوسرے غالیہ سے اختلاف کی وجہ سے مختص کیا، اور بعد میں یہ نام اتنی شہرت پکڑ گیا کہ ”امامیہ“ کا گویا فردِ کامل سمجھا جانے لگا۔

لیکن ظاہر ہے کہ بارہ ائمہ، اور امامِ منتظر پر اتفاق کرنے کے باوجود ان میں دوسرے باہمی اختلافات کا انکار نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ امامیہ میں ”اخباریہ و اصولیہ“ کے اختلاف کا معاملہ ہے۔

اور نہ ہی جملہ زمانوں میں قدیم وجدید امامیہ کے نام سے معروف رہنے والے فرقوں کے عقائد وافکار کی کسی ایک فرقہ کی طرف نسبت کرنا ،اور موجودہ زمانہ میں دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں پائے جانے والے کروڑوں شیعوں کو ایک طرح کے عقائد وافکار کا حامل قرار دینا درست کہلایا جاسکتا۔

اسی وجہ سے بعض محققین نے جملہ اثناعشریہ کو بھی ایک درجہ میں نہیں رکھا،اور حکم کا اصل مدار عقائد پر ہی رکھا،جیسا کہ علامہ ابنِ عابدین شامی وغیرہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔

ہمارے موجودہ زمانہ میں امامت کی طرف منسوب شیعہ کے تین بڑے فرقہ پائے جاتے ہیں،ایک ''اثناعشریہ'' دوسرے ''زیدیہ'' تیسرے ''اسماعیلیہ''

محمد مرتضی نے ''الإمامة عند الفرق الشيعية،الإثنى عشرية، والزيدية، والإسماعيلية '' میں ''اثناعشریہ،زیدیہ،اوراسماعیلیہ'' تینوں فرقوں کے امامت سے متعلق عقائدوافکار میں تفصیل کے ساتھ فروق بیان کیے ہیں۔

اور ہم افسوس کے ساتھ یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ موجودہ دور میں ''اثناعشریہ'' کہلائے جانے والے جمہور شیعہ، جو شیعہ کے دوسرے ''غالی فرقوں'' اور ''امامیہ'' کے دوسرے فرقوں سے عقائدوافکار میں ہلکے اور اہلُ السنۃ کے زیادہ قریب ہیں، زمانۂ قریب میں ان ہی پر بعض علمائے مخلصین کی طرف سے علی الاطلاق تکفیر کا حکم لگادیا گیا، جس میں جمہور مجتہدین وفقہائے محققین کے موقف،اور تکفیر کے محتاط اصولوں کی اتباع وپیروی نہیں کی گئی،اور بعض دوسرے ایسے تسامحات بھی صادر ہوئے کہ جن پر بعد کے حضرات کی توجہ کم ہی ہوسکی،اور جمہور محققین کے احتیاط پر مبنی موقف کی عام نشر واشاعت نہیں ہوسکی ،اور علی الاطلاق تکفیر کے موقف کی اشاعت کی جاتی رہی، جس کی زَد میں کروڑوں ایسے افراد کو ''تکفیر'' کا حکم دیا جاتا رہا، جو جمہور مجتہدین وفقہائے محققین کے اصول وقواعد، بلکہ ان کی صریح جزوی وفروعی تفریعات کی روشنی میں ''تکفیر'' کی زَد میں نہیں آتے ،البتہ ''لزومِ کفر'' کی حد تک، حکم میں عموم پایا جاتا ہے، جس

کا مصداق بہت سے شرک وبدعات کا ارتکاب کرنے والے اہلُ السنۃ بھی شمار ہوتے ہیں، لیکن ان پر ’’التزامِ کفر‘‘ کا حکم عائد نہیں کیا جاتا۔

اس لیے ہم جمہور مجتہدین وفقہائے محققین کی اتباع کرتے ہوئے، علی الاطلاق ’’شیعہ‘‘ اور بالخصوص ’’جمہور شیعہ اثناعشریہ‘‘ اور بالاخص ’’زیدیہ‘‘ کی تکفیر سے برملا اختلاف کرتے ہیں، اور جمہور مجتہدین وفقہائے محققین کے مقابلہ میں، اس ’’تکفیر‘‘ کے قول کو مرجوح شمار کرتے ہیں، اگرچہ یہ تکفیر کا قول، ماضی قریب کے بعض جید علمائے کرام نے کیوں نہ اختیار کیا ہو، اور ان کی تائید میں معتدبہ علماء کی تعداد کیوں نہ شریک ہوئی ہو’’ لأن الحق، أحق أن يتبع ، حيث ما كان‘‘

چنانچہ علامہ ابنِ ہمام ایک مسئلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

**ولا علينا أن نذهب إلى ذلك فإن المقصود اتباع الحق حيث كان**(فتح القدير، ج ۱، ص ۳۵۴، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

ترجمہ: اور ہمارے اوپر اس قول کی طرف جانا لازم نہیں، کیونکہ اصل مقصود ’’حق کی اتباع‘‘ ہے، جہاں بھی حق ہو (فتح القدیر)

آج کل اکابر وبزرگ اور پیر پرستوں میں حق کے بجائے اپنی اپنی پسندیدہ شخصیات کے موقف کی اتباع ہی کو ’’معیارِ حق‘‘ سمجھا جانے لگا ہے، جس سے ہم برائت ظاہر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تعصب وعناد اور بغض وعداوت سے بچ کر اعتدال کو اختیار کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

## (باب نمبر 10)

# امامیہ کے ''اخباریہ و اصولیہ'' میں فرق و اختلاف

یہ بات اصحابِ علم سے مخفی نہیں کہ مختلف فرقوں میں ایک سے زیادہ مکاتبِ فکر کا پایا جانا ممکن ہے، جن کے مابین عقائد و افکار اور اعمال و افعال میں متعدد اختلافات پائے جاتے ہیں، اور یہ بات اہل السنہ والجماعۃ کی طرف منسوب فرقوں کے ساتھ خاص نہیں، اہلِ اھویٰ و اہلِ بدعت فرقوں میں بھی یہ سلسلہ ہر دور میں جاری رہا ہے، بلکہ ان میں یہ سلسلہ زیادہ برق رفتاری کے ساتھ جاری رہا۔

چنانچہ برِ صغیر میں حنفیت کی طرف منسوب ایک مکتبِ فکر ''دیوبندی'' کہلاتا ہے، اور دوسرا مکتبِ فکر ''بریلوی'' کہلاتا ہے، اور دونوں کے اپنے آپ کو حنفی قرار دینے کے باوجود، افکار میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، جو سنت و بدعت اور عقائد و افکار میں اصولیات تک جا پہنچا ہے، جن کی بنیاد پر بعض نے بعض کی تکفیر تک کردی ہے، یا کم از کم تضلیل کی ہے۔

لیکن اس کے باوجود دونوں اپنے آپ کو ''حنفی'' قرار دینے پر متفق ہیں۔

پھر اہلِ دیوبند کی طرف منسوب مکتبِ فکر میں بھی بعض فکری و جزئی نوعیت کے اختلافات پائے جاتے ہیں، اور وہ سب اپنے آپ کو دیوبندی قرار دینے کے باوجود ایک دوسرے سے بعض فکری مسائل میں شدید نوعیت کا اختلاف رکھتے ہیں۔

اسی طرح اہلُ السنۃ کی طرف منسوب بعض لوگ ظاہریہ کہلاتے ہیں، جو ظاہری نصوص پر عمل کرتے ہیں، اور ان کے مقابلہ میں دوسرے اہلُ السنۃ کا عمل اہلِ ظاہر سے مختلف ہے۔

شیعہ کے بھی مختلف ذیلی فرقے ہیں، جن میں زیدیہ و مفضلہ تک کو شمار کیا جاتا ہے، اور روافض کے بھی مختلف فرقے ہیں۔

اسی طرح امامیہ میں بھی مختلف مکاتبِ فکر پائے جاتے ہیں، جن میں ایک تقسیم ''اصولیہ'' اور ''اخباریہ'' کی ہے، جن کی فکر میں کچھ اس نوعیت کا اختلاف ہے، جس پر کئی مسائل متفرع ہوتے ہیں، جن کی بنیاد پر ایک کی دوسرے پر تضلیل میں خفت، وشدت کے اعتبار سے فرق پیدا ہوسکتا ہے، اور بعض مسائل میں تکفیر وعدمِ تکفیر کے اعتبار سے بھی فرق پیدا ہوسکتا ہے، جس کی وجہ سے ایک مکتبِ فکر کے اصول پر متفرع ہونے، اور دوسرے کے اصول پر متفرع نہ ہونے والے مسائل کی دونوں مکاتبِ فکر کی طرف نسبت کرنا درست نہیں ہوا کرتا۔

اور ہم تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ موجودہ ''جمہور اثنا عشریہ'' جو مستقل ''فقہ جعفریہ'' کے قائل ہیں، وہ دراصل ''اصولیہ'' فکر کے حامل ہیں۔

اس سلسلہ میں چند عبارات وحوالہ جات ملاحظہ فرمایئے۔

## علامہ شہرستانی کا حوالہ

علامہ شہرستانی نے ''الملل و النحل'' میں فرمایا:

**وكانوا فى الأول على مذهب أئمتهم فى الأصول، ثم لما اختلفت الروايات عن أئمتهم، وتمادى الزمان: اختارت كل فرقة منهم طريقة، فصارت الإمامية بعضها معتزلة: إما وعيدية، وإما تفضيلية، وبعضها إخبارية: إما مشبهة وإما سلفية** (الملل والنحل، ج ا ص ١٦٥، الفصل السادس: الشيعة، الإمامية)

ترجمہ: اور ابتداء میں شیعہ اصولوں میں اپنے ائمہ کے مذہب پر تھے، اور پھر جب ان کے ائمہ سے روایات مختلف ہوگئیں، اور زمانہ دراز ہوگیا، تو ان میں سے ہر فرقہ نے الگ طریقہ کو اختیار کرلیا، بعض امامیہ معتزلہ ہوگئے، یا تو بعض وعیدیہ ہوگئے، یا بعض تفضیلیہ ہوگئے، اور بعض اخباریہ ہوگئے، جو کہ یا تو مشبہ ہوگئے، یا سلفیہ ہوگئے (الملل والنحل)

نیز علامہ شہرستانی نے ''الملل و النحل'' میں فرمایا:

**صارت الإمامية متمسكين بالعدلية فى الأصول، وبالمشبهة فى الصفات،**

متحيرين تائهين.
وبين الإخبارية منهم والكلامية سيف وتكفير .وكذلك بين التفضيلية والوعيدية قتال وتضليل (الملل والنحل، ج ا ص ۱۷۲، الفصل السادس: الشيعة،الإمامية)

ترجمہ: امامیہ اصول میں عدلیہ سے تمسک کرتے ہیں، اور صفات میں مشبہ سے تمسک کرتے ہیں، جو ایک دوسرے کو حیرانگی میں ڈالنے والے اور ایک دوسرے کے خلاف تکبر وتفاخر اختیار کرنے والے ہیں۔

اور ان میں سے اخباریہ اور کلامیہ (یعنی اصولیہ) کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف ’’قتال اور تکفیر‘‘ کا تبادلہ پایا جاتا ہے، اور اسی طرح تفضیلیہ اور وعیدیہ کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف ’’قتال اور تضلیل‘‘ کا تبادلہ پایا جاتا ہے (الملل والنحل)

امامیہ کے ’’فرقہ اخباریہ‘‘ اور اس کے مقابلہ میں ’’فرقہ کلامیہ، یا اصولیہ‘‘ کی تائید بعض دیگر محققین اور خود امامیہ سے بھی ملتی ہے۔

## فخرالدین رازی کا حوالہ

امام فخرالدین رازی ’’المحصول‘‘ میں فرماتے ہیں:

وأما الإمامية فالأخباريون له منهم مع أن كثرة الشيعة فى قديم الزمان ما كانت إلا منهم فهم لا يعولون فى أصول الدين فضلا عن فروعه إلا على الأخبار التى يروونها عن أئمتهم.
وأما الأصوليون فأبو جعفر الطوسى وافقنا على ذلك فلم يبق ممن ينكر العلم هذا إلا المرتضى مع قليل من أتباعه (المحصول،لفخر الدين الرازى، ج۴،ص ۳۸۴، الكلام فى الأخبار،القسم الثانى فى الخبر الذى لا يقطع بكونه صدقا أو كذبا،الباب الأول)

ترجمہ: اور جہاں تک امامیہ کا تعلق ہے، تو ان امامیہ میں سے ’’اخباریون‘‘ قدیم زمانہ میں بکثرت شیعہ تھے، جو انہی لوگوں میں سے پائے جاتے تھے، اور وہ اصولِ دین میں اور فروعِ دین میں اعتماد صرف ان روایات پر کرتے تھے، جن کو وہ اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور جہاں تک امامیہ کے ''اصولیون'' کا تعلق ہے، تو ابو جعفر طوسی اس میں ہمارے موافق ہیں، اس علم کا انکار کرنے والے سوائے مرتضٰی اور اپنے قلیل تبعین کے باقی نہیں رہے (المحصول)

## قاضی محمد بن علی فاروقی حنفی تھانوی کا حوالہ

قاضی محمد بن علی فاروقی حنفی تھانوی (المتوفی:1158ہجری) ''کشاف اصطلاحات الفنون'' میں فرماتے ہیں:

ثم متأخرو الإمامية اختلفوا وتشيعوا إلى معتزلة إما وعيدية أو تفضيلية وإلى إخبارية يعتقدون ظاهر ما ورد به الأخبار المتشابهة، وهؤلاء ينقسمون إلى مشبهة يجرون المتشابهات على أن المراد بهاظواهرها، وسلفية يعتقدون أن ما أراد الله بها حق بلا شبهة كما عليه السلف وإلى ملتحقة بالفرق الضالة (كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ج ا، ص ۲٦١، ۲٦۲، حرف الالف، مادة ''الامامية'')

ترجمہ: پھر متاخرینِ امامیہ کا اختلاف ہوگیا، اور ان کے مختلف گروہ ہوگئے، بعض معتزلہ ہوگئے، یا وعیدیہ ہوگئے، یا تفضیلیہ ہوگئے، اور بعض اخباریہ ہوگئے، جو وارد ہونے والی متشابہ روایات کے ظاہر پر عقیدہ رکھتے ہیں، اور یہ مشبہ کی طرف منقسم ہوگئے، جو متشابہات کو اپنی ظاہری مراد پر جاری کرتے ہیں، اور جو سلفیہ ہیں، وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ نے ان کے ساتھ جو ارادہ کیا، وہ بلا شبہ حق ہے، جیسا کہ سلف کا عقیدہ ہے، اور بعض دوسرے فرقہ ضالہ سے ملحق ہوگئے (کشاف)

## علامہ عبدالحیئ بن فخر الدین حسنی لکھنوی کا حوالہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد علامہ عبدالحیئ بن فخر الدین حسنی طالبی لکھنوی رحمہ اللہ (المتوفی:1341ہجری) نے ''نزهةُ الخواطر'' میں بعض ایسے علمائے شیعہ کا ذکر کیا ہے، جن کا ''اصولیہ'' یا ''اخباریہ'' سے تعلق تھا، اور انہوں نے ایک

دوسرے کی تردید کی ہے۔

ان میں ایک نام فاضل احمد علی بن عنایت لکھنوی (المتوفیٰ 1295 ہجری) کا ہے، جنہوں نے ''اخباریہ'' کے رَد پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے۔ [1]

اسی طرح علامہ عبدالحیٔ بن فخر الدین حسنی طالبی لکھنوی نے ''نزهةُ الخواطر'' میں ایک نام ''فاضل علی بن دلدار لکھنوی'' (المتوفیٰ: 1259 ہجری) کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے ''اخباریہ'' کے رَد پر ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔ [2]

---

[1] الشيخ الفاضل أحمد على بن عنايت حيدر بن السيد على بن غلام حامد الحسينى المحمد آبادى أحد علماء الشيعة، يرجع نسبه إلى عبيد الله بن الحسين بن على بن الحسين السبط -عليه وعلى آبائه السلام -، ولد فى رمضان سنة ست ومائتين وألف بمدينة محمد آباد واشتغل بالعلم زمانا فى بلدته،ثم دخل فيض آباد وأخذ عن أساتذتها، ثم دخل لكهنؤ، وقرأ الكتب الدرسية على المفتى ظهور الله الأنصارى اللكهنوى، ثم تفقه على السيد دلدار على بن محمد معين النصير آبادى مجتهد الشيعة،ولازمه مدة من الزمان، وأخذ منه الحديث والفقه والأصولين، ففاق أقرانه من أصحاب السيد دلدارعلى المذكور وصار أجلهم قدرا، وأوثقهم فقها، وأكثرهم علما، وأضبطهم كلاما، وأسبقهم منزلة وصحبة ورتبة ومكانا.

له مصنفات عديدة منها كتابه فى الرد على الأخبارية ومنها شرح على رسالة الإمام على الرضا إلى المأمون العباسى فى ما يجب على الإنسان من الاعتقاد، ومنها ترجمة الإثنى عشرية الصلواتية للعاملى، ومنها رسالة فى جواز الإمامة فى الصلاة لمن يعترف بفسقه، ومنها رسالة فى جواز المسح على الخفين تقية والمسح على الجبيرة فى المرض وبقاء الوضوء بعد زوال العذر، ورسالة فى سجود التلاوة وله غير ذلك من الرسائل، كما فى تذكرة العلماء للفيض آبادى.

مات فى سنة خمس وتسعين ومائتين وألف، كما فى تكملة نجوم السماء (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج۷، ص۹۰۷، ۹۰۸،الطبقة الثالثة عشرة،فى أعيان القرن الثالث عشر)

[2] الشيخ الفاضل على بن دلدار على بن محمد معين الشيعى النقوى اللكهنوى أحد العلماء الشيعة، ولد

لثمان عشرة خلون من شوال سنة مائتين وألف بمدينة لكهنؤ، وقرأ العلم على والده وتفقه عليه، فدرس وأفاد زمانا بلكهنؤ، ثم سافر إلى العراق سنة خمس وأربعين فدخل كربلاء وأدرك بها علماء العراق، فأجازه السيد كاظم الرشتى ورجع إلى الهند سنة ست وأربعين ومكث ببلدة لكهنؤ مدة، ثم سافر إلى العراق سنة ست وخمسين وزار مشهد الرضا بخراسان، ثم رحل إلى كربلاء ومات بها.

ومن مصنفاته :ترجمة القرآن بالهندية فى مجلدين وقد طبع فى عهد أمجد على شاه، وله رسالة فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراسی طرح علامہ عبدالحیٔ بن فخرالدین حسنی طالبی لکھنوی نے ''نزھۃُ الخواطر'' میں ایک نام ''فاضل علی اظہر حسینی نظام آبادی'' کا ذکر کیا ہے، انہوں نے بھی ''فرقۂ اخباریہ'' کے رَد پر ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔ [1]

اوراسی طرح علامہ عبدالحیٔ بن فخرالدین حسنی طالبی لکھنوی نے ''نزھۃُ الخواطر'' میں ایک نام ''فاضل مرتضی اخباری لکھنوی'' کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے شیخ دلدار کے ''اساسِ اصول'' پر ایک رسالہ تحریر کیا ہے، پھر اس کی تردید محمد بن دلدار نے اپنی کتاب ''اصلُ الاصول'' میں کی ہے۔ [2]

## علامہ سید رشید رضا مصری کا حوالہ

انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور عربی ادب کے عالم، اور ''تفسیر المنار'' کے مصنف، سید محمد رشید بن علی رضا مصری (المتوفی: 1354ھ-1935ء)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ مبحث فدک وفی إثبات المتعة فی الرد علی الأخبارية، ورسالة فی جواز العزاء علی الوجه المرسوم من اتخاذ الضرائح من القضبان والثياب، وله رسالة فی القراء ة.
مات لثمان عشرة خلون من رمضان سنة تسع وخمسين ومائتين وألف وله ثمان وخمسون سنة، كمافی تذكرة العلماء (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج۷، ص ۱۰۴۰، الطبقة الثالثة عشرة، فی أعيان القرن الثالث عشر)

[1] الشيخ الفاضل علی أظهر الحسينی الشيعی النظام آبادی أحد كبار العلماء ، قرأ العلم علی السيد دلدار علی بن محمد معين النقوی النصير آبادی، وتفقه عليه، له مصنفات عديدة منها : رسالة فی الرد علی الفرقة الأخبارية كما فی تذكرة العلماء (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج۷، ص ۱۰۴۲، الطبقة الثالثة عشرة، فی أعيان القرن الثالث عشر)

[2] الشيخ الفاضل مرتضی الشيعی الأخباری اللكهنوی أحد العلماء المشهورين، له رسالة فی أسرار الصلاة ورسالة فی تأييد مذهبه من الأخبارية، تفقه علی السيد دلدار علی بن محمد معين النصير بادی المجتهد وأخذ عنه، ثم سافر إلی الحجاز للحج والزيارة، فمات بمخا، كما فی تذكرة العلماء للفيض آبادی.
ومن مصنفاته كتابه فی الرد علی أساس الأصول لشيخه دلدار علی المذكور، ورد عليه السيد محمد بن دلدار علی فی كتابه أصل الأصول (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، ج۷، ص ۱۱۱۳، الطبقة الثالثة عشرة، فی أعيان القرن الثالث عشر)

’’رسائل السنة والشيعة‘‘ میں فرماتے ہیں:

**وينقسم جمهورهم إلى أصوليين وإخباريين:**
**فالأصوليون :هم الذين يعرضون ما يروى من أخبار الأئمة على أصول وضعها المتقدمون فينقلون منها ما وافقها ويردون ما خالفها.**
**والإخباريون :هم الذين يتلقون جميع تلك الأخبار بالقبول، وإن خالفت المعقول، وما عند أهل السنة والجماعة من المنقول، وهدمت الفروع مع الأصول** (رسائل السنة والشيعة، ج ا ،ص ۱۲، مقدمة)

ترجمہ: اور ان امامیہ کے جمہور ’’اصولیین‘‘ اور ’’اخباریین‘‘ کی طرف منقسم ہوتے ہیں۔
پس ’’اصولیین‘‘ تو وہ ہیں، جو ائمہ سے مروی اخبار سے اعراض کرتے ہیں، ان اصولوں کے مطابق، جن کو متقدمین نے وضع کیا ہے، جس کے نتیجے میں وہ ان اخبار اور مرویات کو نقل کرتے ہیں، جو اُن اصولوں کے مطابق ہوتی ہیں، اور جو اُن اصولوں کے خلاف ہوتی ہیں، ان کی تردید کر دیتے ہیں۔
اور ’’اخباریین‘‘ وہ ہیں، جو اُن تمام اخبار کو قبول کرتے ہیں، اگرچہ وہ عقل کے خلاف ہوں، اور اُن کے بھی خلاف ہوں، جو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے پاس منقول احادیث وروایات ہیں، اور اگرچہ وہ اصول کے ساتھ فروع کو بھی منہدم کر دیں

(رسائل السنة والشيعة)

## احمد قوشتی عبدالرحیم کا حوالہ

احمد قوشتی عبدالرحیم (**أستاذ : كلية الدعوة وأصول الدين ، جامعة أم القرى مكة المكرمة ،السعودية** ) نے اپنی تالیف ’’**الصراع بين الأخباريين والأصوليين داخل المذهب الشيعي الإثني عشري** ‘‘میں ’’اصولیین‘‘ اور ’’اخباریین‘‘ کے درمیان جو بنیادی اختلافات ہیں، ان پر باحوالہ مفصل کلام کیا ہے، اس تالیف کے ’’مقدمۃ‘‘ میں مؤلف مذکور فرماتے ہیں:

**وليس الخلاف الأخباري الأصولي ۔فيما يبدو لي۔ مجرد خلاف جزئي أو**

ثانوی محدود الآثار ، وانما هو خلاف جوهری داخل بنية المذهب الامامی الإثنی عشری وأركانه ورجاله ، كما أنه لم يكن مجرد نزاع بين أصحاب المسلكين على نطاق المحافل العلمية ، بل تسرب الى أوساط العامة فأريقت دماء ، وهتكت أعراض ، وأزهقت أنفس ، كما ترتب على هذا الخلاف آثار عديدة لم تقتصر على الجانب العقدی أو الفقهی ، بل امتدت للجانب السياسی وربما ساعد على ذالک المكانة الجوهرية التی شغلتها عقيدة الامامة فی الفكر الشيعی ، حيث اعتبرت ركن المذهب وأساسه الذی انبثقت عنه سائر العقائد الأخرى (الصراع بين الأخباريين والأصوليين داخل المذهب الشيعی الإثنی عشری، ص۷، و۸،المقدمة ، الناشر: تكوين للدراسات والأبحاث، لندن، الطبعة الثانية : ۱۴۳۶ھ ، 2015م)

ترجمہ: اور (بحث وتمحیص کے نتیجہ میں) میرے لیے جو بات ظاہر ہوئی، وہ یہ ہے کہ ''اخباری، اصولی'' کا اختلاف محض جزوی، یا ثانوی درجہ کا اختلاف نہیں ہے، جس کے آثار محدود ہوں، بلکہ یہ جوہری اور بنیادی اختلاف ہے، جو امامی اثناء عشری کے مذہب کی بنیادوں، اور اس کے ارکان اور رِجال میں داخل ہے، جیسا کہ دونوں اصحابِ مسلک کے مابین یہ اختلاف محض مجالسِ علمیہ کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ یہ درمیانی درجہ کے عام لوگوں تک سرایت کیے ہوئے ہے، جس کی وجہ سے ان کے مابین، خونریزی کی نوبت آئی، اور ایک دوسرے کے ہتکِ عزت کی گئی، اور جانوں کو ہلاک کیا گیا، جس طرح اس اختلاف پر متعدد آثار مرتب ہوتے ہیں، جن کو عقدی، یا فقہی پہلو تک محدود نہیں رکھا جاسکتا، بلکہ یہ اختلاف سیاسی پہلو تک بھی ممتد ہوتا ہے، اور بسا اوقات اس جوہری بنیاد پر بھی تجاوز کر جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں فکرِ شیعی میں عقیدۂ امامت وجود پذیر ہوا، اس طور پر کہ مذہب کے رکن، اور اس کی وہ اساسی بنیاد معتبر ہوتی ہے، جس پر دوسرے تمام عقود متفرع ہوتے ہیں (الصراع)

اور مذکورہ تالیف کے ''خاتمہ'' میں مؤلف مذکور فرماتے ہیں:

الخاتمة: وفی نهاية هذا البحث يحسن بنا أن نذكر أبرز النتائج التی انتهينا اليها ، وتتخلص فيما يلی:

١ـ تعددت الانقسامات والانشقاقات داخل المذهب الشيعى ، ومن مظاهر ذالک انقسام التشيع الإثنى عشرى الى مدرستين رئيستين وهما : الأخبارية والأصولية.
ويقصد بالأخبارية تلک المدرسة التى عولت كلية على الأخبار المنقولة عن الأئمة ، ومنعت من العمل بالاجتهاد ، وقالت بصحة كل ما فى الكتب الأربعة .
أما الأصولية فقد نادت بمشروعية الاجتهاد ، وعنيت عناية كبيرة بأصول الفقه ورأت أن أدلة الأحكام أربعة ، وهى الكتاب والسنة والإجماع ودليل العقل .
كما أنها لا تحكم بصحة كل ما فى الكتب الحديثية عند الشيعة ، بما فى ذالک الكتاب الأربعة الأساسية .
٢ـ يرجع الانقسام بين الأخباريين والأصوليين الى جذور قديمة فى المذهب الاثنى عشرى ، لكن جذوة هذا الانقسام قد تأججت مع ظهور مجدد الأخبارية الأسترابادى(محمد أمين بن محمد شريف،المتوفىٰ ١٠٢٣ هـ)من جهة ، ثم تصدى الوحيد البهبانى(محمد باقر بن محمد أكمل الوحيد،المتوفى١١١٨ هـ) الأصولى لفكر الأخباريين من جهة أخرى ، وبعدها أخذ الصراع بين المدرستين أشكالا وأطوارا شتى ، وجمع بين الردود العلمية وتأليف الكتب ، وتبادل التهم كما أنه لم يقتصر على نطاق المحافل العلمية ، بل تسرب الى الأوساط العامة ، فسفكت دماء وأوذى أناس كثيرون .
٣ـ يعتبر الإختلاف بين الأخباريين والأصوليين خلافا منهجيّا، متعلقا بأصول أساسية فى الاستدلال والتلقى والتعامل مع مصادر الدين وكيفية الاستنباط منها لكنه مع ذالک لا يخرج المدرستين عن الاندراج فى عداد الاثنى عشرية ، نظرا لا تفاقهما على الثابت الأهم والأساسى الذى قام عليه بنيان الاثنى عشرية ، وهو نظرية الامامة وما دار فى فلكها من معتقدات .
٤ـ اختلف الأخباريون والأصوليون فى الموقف من تحريف القرآن على قولين .
أحدهما : قول جل الأخباريين وعدد من علماء الأصوليين ، وهم يثبتون وقوع التحريف فى القرآن الكريم ، سواء أكان تحريفا بالزيادة أو النقصان.
والقول الثانى : قول جماهير الأصوليين ، وهم ينفون وقوع التحريف ، وان كان من الملاحظ أن جماعة من الأصوليين قديما و حديثا قالوا بالتحريف ، كما أن رد فعلهم على مخالفيهم فى هذه المسألة لم يكن بالحسم المطلوب ، حيث اعتبر بعضهم المسألة برمتها من قبيل الخلاف

العادی ، ولم یتناولوها علی أنها قضیة أساسیة من أصول الدین وثوابت المعتقد .

٥ ـ ثار نزاع بین الأصولیین والأخباریین فی الموقف من حجیة ظواهر القرآن الکریم ، فبینما احتج بها الأصولیون وعولوا علیها ، فقد شکک فی حجیتها کثیر من الأخباریین ، ورأوا أن معانیها متوقفة علی ورود التفسیر والتأویل من کلام الأئمة ، الذین انفردوا بفهم القرآن وتأویل آیاته (الصراع بین الأخباریین والأصولیین داخل المذهب الشیعی الإثنی عشری، ص۱۲۵ الٰی ۱۲۷، الخاتمة ، الناشر: تکوین للدراسات والأبحاث، لندن، الطبعة الثانیة : ۱۴۳۶ھ ، 2015م)

ترجمہ: خاتمہ: اور اس بحث کے اختتام پر ہمیں اچھا معلوم ہوا کہ ہم اُن نتائج کا اظہار اور ان کا ذکر کریں، جن کی طرف ہماری رسائی حاصل ہوئی ہے، ان نتائج کا خلاصہ درجِ ذیل امور ہیں:

ا......: مذہبِ شیعہ کے اندر مختلف تقسیمات اور اختلافات ہیں، ان تقسیمات اور اختلافات کے مظاہر میں سے ایک مظہر، شیعہ اثناء عشری کا دو مرکزی مکاتبِ فکر کی طرف تقسیم ہونا ہے، جن میں سے ایک مکتبِ فکر ''اخباریۃ'' کا کہلاتا ہے، اور دوسرا مکتبِ فکر ''اصولیۃ'' کا کہلاتا ہے۔

اور ''اخباریۃ'' کے اس مکتبِ فکر کا مقصد ائمہ سے منقول ، پوری طرح اخبار وروایات پر متوجہ ہونا ہے، اور عملِ اجتہاد سے منع کرنا ہے، اس مکتبِ فکر کا قول یہ ہے کہ کتبِ اربعہ میں جو چیزیں مذکور ہیں، وہ سب صحیح ہیں۔

جہاں تک ''اصولیۃ'' مکتبِ فکر کا تعلق ہے، تو یہ بابانگِ دہل اجتہاد کی مشروعیت کا قائل ہے، اور اس نے اصولِ فقہ کو بڑی اہمیت دی ہے، اس مکتبِ فکر کی رائے یہ ہے کہ احکام کے دلائل چار ہیں، پہلا ''کتاب، یعنی قرآن مجید'' دوسرے ''سنت'' تیسرے ''اجماع'' اور چوتھے ''عقلی دلیل'' (جس کے بالمقابل اہلُ السنۃ کے نزدیک ''قیاس'' ہے، یہ فقہ جعفری کا قائل ہے)

اسی طرح ''اصولیۃ'' کا مکتبِ فکر، شیعہ کی کتبِ حدیث میں ہر اس بات کی صحت کا

حکم نہیں لگاتا، جو بھی بنیادی چار کتابوں میں موجود ہے۔

۲......: ''اخباریین'' اور ''اصولیین'' کے درمیان تقسیم، مذہبِ اثناء عشری کی قدیم جڑوں اور بنیادوں کی طرف لوٹتی ہے، لیکن اس تقسیم کی آگ اس وقت بھڑکی، جب ''اخباریۃ'' کے مجدد (محمد امین بن محمد شریف) استرابادی (المتوفی: 1023ھ) کا ایک خاص جہت سے ظہور ہوا، پھر (محمد باقر بن محمد اکمل) الوحید البہبانی (المتوفی: 1118ھ) اصولی نے ''اخباریین'' فکر کا دوسری جہت سے مقابلہ کیا، اور اس کے بعد دونوں مکاتبِ فکر کے درمیان مختلف شکلوں اور مختلف مرحلوں میں رسہ کشی شروع ہوگئی، اور علمی اور کتابوں کی تالیف کے طور پر ردوقدح کا اجتماع ہوگیا، اور ایک دوسرے کی طرف تہمتوں کا تبادلہ ہوا، اور یہ معاملہ علمی محافل کی حدوں تک منحصر نہیں رہا، بلکہ اوساطِ عامہ تک بھی سرایت کرگیا، جس کے نتیجہ میں خونریزی اور بہت سے لوگوں کی ایذاء رسانی کا ارتکاب ہوا۔

۳......''اخباریین'' اور ''اصولیین'' کے درمیان اختلاف کو منہجی اختلاف شمار کیا جاتا ہے، جو دین کے مصادر اور دین کے استنباط کی کیفیت کے استدلال اور تلقی اور تعامل میں بنیادی اصول سے تعلق رکھتا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ دونوں مکاتبِ فکر ''اثناء عشریۃ'' شمار کیے جانے میں اندارج سے خارج نہیں ہوتے، کیونکہ ان کا اس اہم اور اساسی چیز کے ثبوت پر اتفاق ہے، جس پر ''اثناعشریہ'' کی بنیاد قائم ہے، اور وہ ''نظریۂ امامت'' اور اس کے ارد گرد دائر ہونے والے اعتقادات ہیں۔

۴......اخباریون اور اصولیون کا تحریفِ قرآن کے موقف کے متعلق اختلاف ہے، جس میں دو قول ہیں۔

پہلا قول اخباریون کی بڑی تعداد، اور چند علمائے اصولیین کا ہے، جو قرآن کریم

میں تحریف واقع ہونے کے قائل ہیں، خواہ تحریف زیادتی کی شکل میں ہو، یا نقصان کی شکل میں ہو۔

اور دوسرا قول جماہیر اصولیین کا ہے، جو کہ وقوعِ تحریف کی نفی کرتے ہیں، اگر چہ یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ قدیم وجدید اصولین کی ایک جماعت تحریف کی قائل ہے، جیسا کہ ان کے مخالفین کا فعل اس مسئلہ میں حتمی مطلوب کی تردید کرتا ہے، اس طور پر کہ ان میں سے بعض نے اس مسئلہ کو خلافِ عادی کے قبیل سے معتبر سمجھا ہے، اور انہوں نے اس کو اصولِ دین اور مضبوط عقائد کے اساسی قضیہ میں شامل نہیں کیا۔

۵......: اصولیین اور اخباریین کے درمیان ظواہرِ قرآن کریم کی حجیت کے بارے میں موقف کا نزاع بھی مشہور ہے، پس جن چیزوں سے اصولیین نے دلیل پکڑی ہے، اور جن امور پر انہوں نے بھروسہ کیا ہے، اس کی حجیت میں بہت سے اخباریین نے تشکیک پیدا کی ہے، اور ان کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کے معانی ائمہ کے کلام سے وارد ہونے والی تفسیر اور تاویل پر موقوف ہیں، کیونکہ وہ قرآن فہمی، اور اس کی آیات کی تاویل میں منفرد (ومتخصص) حیثیت رکھتے ہیں (الصراع)

**اس کے علاوہ محمد عبدالحسن محسن الغراوی نے اپنی تالیف ''مصادر الاستنباط بین الاصولیین والاخباریین ''میں بھی ''اصولیین'' اور ''اخباریین'' کے بنیادی اختلافات پر مفصل باحوالہ کلام کیا ہے، جس کے خاتمہ میں انہوں نے اپنی تالیف کا خلاصہ پیش کیا ہے۔** [1]

---

[1] خاتمة البحث ونتائجه: وخلاصة ما انتهينا إليه فى هذه الرسالة تتلخص فى النقاط التالية:
أولاً:...... اتضح لنا من موقف الأصوليين و الأخباريين من العمل بظواهر الكتاب، ان الأصوليين و بعض الأخباريين أجازوا العمل بظاهر الكتاب، فى حين منع من ذلك بعض الأخباريين، لان مستند الحكم الشرعى الأخبارى المنتزع من الكتاب و السنة بتوسط الإمام قطعى ويتميز بالعلم واليقين والبصيرة.
فى حين اعتبر الأصوليون ظاهر الكلام بيان ودليل يوجب العمل لا فرق فى ذلك بين الكتاب و غيره.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# سید مصطفیٰ عبدالمتعال کا حوالہ

سید مصطفیٰ عبدالمتعال اخباریہ سے متعلق تفصیل کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''اثنا عشریہ کے اصولیین اصولِ دین کے احکامِ اعتقادیہ، اور فروعِ عملی کے احکامِ فقہیہ کے استنباط میں کتاب وسنت اور اجماع اور قیاس پر اعتماد کرتے ہیں، اور احکام کے لئے اصول قائم کرتے ہیں، جن پر بہت سے مسائل متفرع کرتے ہیں، اور احادیث میں درجات کی تقسیم کرتے ہیں، اور تعارض کے وقت ترجیح کے لئے غور وفکر پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثانیاً:...... أن دعوى الظنية بل والإطمئنان بما ورد فى الكتب الأربعة جديرة بالإعتبار اما ما ذكرهٔ الأخباريون من قرائن لاثبات قطعية صدور ما جاء فى الكتب فانها لا تنهض لاثبات ذلك.

ثالثاً:...... اما بالنسبة إلى تقسيم الخبر إلى الصحيح، والحسن، والموثق ،والضعيف، حيث شجبه الأخباريون باعتباره اصطلاحاً حادثاً لم يكن معروفاً لدى فقهاء الامامية وان الحجة لديهم انما هو الخبر المحفوف بقرائن الصحة.

فقد أثبتنا صحة هذا التقسيم لدى القدماء وانهم تكلموا عن حال الراوى وصفاته مدحاً، وذماً، وتوثيقاً، واستقامةً فى العقيدة وانحرافاً فيها، فلا يستحق كل ما أثير حولهٔ من مناقشات وردود.

رابعاً:...... ان الإجماع اعتبره الأصوليون بشرائط خاصه ونطاق محدود بعد الكتاب، والسنة، وقد التزم بعض الأخباريين بحجيته فى موارد خاصة ودائرة الحجية عندهم أضيق منها لدى الأصوليين، وناقش بعضهم فى حجتيه. اما ما يصلح أن يشكل خلافاً بين الأصوليين والأخباريين فانه منحصر فى موردين:

أحدهما: فى وجه كشفه عن قول الإمام عليه السلام.

ثانيهما: فى حصول اتفاق الفقهاء فى المسألة حيث ادعى الإجماع أحياناً مع وجود المخالفين فيها، وقد تقدم ذلک بما أثبتناه من الإعتذار عنه.

اما بعد قول الإمام عليه السلام لفقيه من الإجماع القائم لديه، فلا بحث فى حجيته فى حقه ولزوم العمل عليه عند الطرفين، ويؤول أمر الإجماع إلى السنة التى عمل بها جميع المسلمين.

واختلافهم فى هذا على غرار الخلاف فى بعض قواعد استنباط الحكم و أدلته.

خامساً:...... وفى خصوص دليل العقل لاحظنا ان الأخباريين وسعوا فى الأدلة المعتمدة على النصوص، وضيقوا حكم العقل، لأن الأدلة الشرعية أكثر منه كشفاً عن حكم الشرع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورظاہر یہ ہے کہ یہ اصولیین ہی اصولِ دین میں متکلمین ہیں، اور فقہ میں مجتہدین ہیں، ان کو شیخ مفید (المتوفی 413ھ) سے لے کر تا زمانہ حال ''جمہور اثنا عشری'' شمار کیا جاتا ہے، جو ایران اور عراق، اور لبنان میں اکثریت کے ساتھ، اور خلیجِ عرب کے مناطق میں بکثرت اور ہندوستان، اور پاکستان، اور وسطِ ایشیا وغیرہ کے دوسرے شہروں میں دوسرے مسلم فرقوں کے مقابلہ میں قلیل تعداد میں آباد ہیں۔

اور اثنا عشریہ کی طرف اپنی نسبت ظاہر کرنے والا دوسرا فرقہ ''شیخیہ'' کہلاتا ہے، جو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما الأصوليون فقد ضيقوا الأدلة المعتمدة على النصوص مباشرة ليوسعوا حكم العقل.

كما اتضح لنا عدم صحة ما نسب إلى الأخباريين من أن القطع بعد حصوله لا يكون حجة.

وفي مجال الإتفاق فانهم اتفقوا على منع أن يكون للعقل على نحو الإستقلال رتبة في تحريم شيء أو تحليله بناء على ما يدركه فيه من حسن أو قبح.

اما بالنسبة إلى الملازمة، فقد أثبت الأخباريون والأصوليون الملازمة بين العلم الحاصل للعقل بالضرورة وبين حكم الشارع دون ما يكتسبه العقل بطريق النظر والإكتساب. و ما يؤدى إلى الظن به فانه مرفوض لدى الطرفين لاحتمال تطرق الخطأ إليه والمستفاد من كلام الأخباريين إنما هو التفكيك بين حكم العقل وحكم الشرع، وان أقصى ما يحكم به العقل هو استحقاق المدح والذم على وجه لا يترتب عليه ثواب ولا عقاب منه الشارع الحكيم.

سادساً:...... ان الأخباريين أنكروا جريان الإستصحاب في الشبهة وخصوه بالشبهة الموضوعية، اما ما يصلح أن يشكل نزاعاً بين الأصوليين والأخباريين فانما هو بين القائلين بحجية مطلقاً و هم بعض الأصوليين وقد اعتمدوا في أدلتهم على السنة، والإجماع، والعقل، والسيرة العقلائية، والظن.

إلا ان الذى توصلنا إليه بعد التحقيق أن كلا من الأخبار والسيرة العقلائية دليل على حجية الإستصحاب مطلقاً، وانها محكمة ولا رافع لها رفعاً كلياً عن تمام المصاديق، وهذا يقتضي حجية الإستصحاب في الموضوع والحكم والمنفي المثبت.

سابعاً:...... وخلاصة القول في النزاع الدائر بين الأصوليين والأخباريين في البراء ة هو أن الفريقين قد اتفقوا على جريان البراء ة في الشبهات الوجوبية الموضوعية والحكمية.

واما الشبهات التحريمية فالموضوعية منها اتفقوا أيضاً على جريان البراء ة فيها وقد وقع الإختلاف في الشبهة التحريمية الحكمية فالأصوليون قائلون بالبراء ة والأخباريون أوجبوا الإحتياط، كل هذا في مقام فقد النص أو اجماله أما عند تعارض النصين فالتخيير عند الطرفين (مصادر الاستنباط بين الاصوليين والا خباريين، ص۲۸۷ الٰی ۲۹۰، خاتمة البحث ونتائجه، الناشر: دارالهادى للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت ،لبنان،الطبعة الاولٰى: ۱۴۱۲ھ، 1992م)

شیخ احمد بن زین الدین احسائی (المتوفٰی: 1241ھ) کے ذریعہ ظاہر ہوا، جو بعد میں مختلف شاخوں میں منقسم ہوگیا، اور یہ لوگ مختلف علاقوں میں آباد ہیں، جو متعدد عقائد میں جمہور اثنا عشریہ سے جداگانہ گمراہ کن عقائد رکھتے ہیں''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] إن الكلام عن "الأخبارية "من الشيعة الإمامية الاثنا عشرية يستلزم الإشارة ابتداء إلى طائفتين أخريين اقتسمتا مع الأخباريين طريق الاثنا عشرية فى بيان الأحكام الاعتقادية فى أصول الدين، والأحكام الفقهية فى فروعه العملية.

هما: "الاصولية " و "الشيخية "

أما" الأصولية "فهم الذين اعتمدوا فى استنباط الأحكام على الكتاب والسنة والإجماع والعقل، وأقاموا أصولا للأحكام فرعوا عليها الكثير من المسائل، واتفقوا على ثبوت العلم والعمل بما كان متواترا من الأخبار المنتهية إلى المعصومين، وكان لهم فى الآحاد تفصيل واختلاف نظر، ورفضوا القطع بصحة جميع ما اشتملت عليه مجاميعهم الحديثية؛ فنظروا فى تنويع أخبار السنة عند الاحتجاج بها على الأقسام الأربعة المشهورة لديهم؛ فعملوا بالصحيح والحسن وتكلموا فى العمل بالموثق وأجمعوا على ترك الاحتجاج بالضعيف، ورجحوا عند التعارض قطعي العقل على ما كان ظنيا من النقل، وجروا فى أحكام طهارة الأشياء وإباحتها على "قاعدة البراء ة "المستمدة لديهم من حكم النقل والعقل بقبح العقاب بلا بيان، والمفيدة فى التطبيق أن الأصل فى الأشياء الطهارة والإباحة حتى يثبت ما يغير هذا الأصل فى بعض الأشياء على وجه التعيين .ولما أثبتوا دور الفقهاء المجتهدين خلال غيبة الإمام وعرفوا أثرَ الزمانِ واختلاف الأحوال فى كثير من الأحكام ؛ اشتهر لديهم المنع من تقليدِ الأمواتِ ابتداء واختلفوا فى جواز بقاء التقليد بعد موت الفقيه، وقد رَبَطَ كثيرٌ منهم المُقَلِّدِينَ بمراجع من المجتهدين الأحياء ، ومنهم من اقتصر على إيجاب تقليد الأعلم منهم.

والظاهر أن الأصوليين ـ وهم المتكلمون فى أصول الدين والمجتهدون فى الفقه ـ يمثلون جمهور علماء الشيعة الاثنا عشرية من زمان الشيخ المفيد محمد بن محمد بن النعمان (تـ413هـ) وتلاميذه خاصة الشريف المرتضى على بن الحسين الموسوى البغدادى (تـ 436هـ) وشيخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسى (تـ460هـ)، ومرورا بالشيخ فخر الدين محمد بن منصور بن أحمد بن إدريس الحلى (تـ598هـ)، ثم المحقق الحلى نجم الدين أبى القاسم جعفر بن الحسن بن يحيى الهذلى (تـ 676هـ) وابن أخته وتلميذه العلامة الحلى الحسن بن يوسف بن المطهر الأسدى (تـ726هـ)، ثم الشهيد الأول الشيخ محمد بن مكى العاملى (تـ776هـ)، ثم الشهيد الثانى زين الدين بن على بن أحمد العاملى الجبعى (تـ 966هـ) فنجله الحسن بن زين الدين (تـ1011هـ)، ثم الفاضل التونى عبد الله بن محمد البشروى (تـ1071هـ)، ثم الوحيد البهبهانى المولى محمد باقر بن محمد أكمل (تـ 1208هـ) صاحب الدور الكبير فى مناهضة الحركة الأخبارية، وتلاميذه العلامة السيد مهدى بحر العلوم (تـ1212هـ) والسيد على الطباطبائى (تـ1221هـ) والشيخ جعفر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اس کے بعد سید مصطفیٰ عبدالمتعال نے ''اخباریہ'' کی تاریخ اور حالات وافکار پر مفصل کلام کیا ہے۔

اور اخباریہ کا مخصوص شکل میں مؤسس اور اول داعی ''شیخ محمد امین بن محمد شریف استرآبادی اخباری (المتوفیٰ: 1033ھ) کو قرار دیا ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كاشف الغطاء (تـ 1227هـ)، ثم المولى أحمد النراقى (تـ 1245هـ) وشريف العلماء محمد شريف بـن حسن على (تـ1245هـ) والشيـخ مـحمد تقى عبد الرحيم الأصفهانى (تـ 1248هـ)، ثم الشيخ الأصولى المجدد مرتضى بن محمد أمين الأنصارى (تـ1281هـ)

الـذى لـم يـزل الأصـوليـون يـعيشـون مـرحـلة تـجديده إلى زماننا الجارى فى إيران والعراق ولبنان ومـنـطقة الخليج العربى، وفى الهند وباكستان ووسط آسيا وغير ذلک من البلاد التى تضم أقليات شيعية اثنا عشرية.

وأما ''الشيـخية ''فهـم طـائفة عرفانية اشراقية ظهرت فى مطلع القرن الثالث عشر الهجرى على يد الشيـخ أحـمـد بن زين الدين الأحسائى (تـ1241هـ)(مـقـدمات النظر ودقيق الكلام،ص ۴۲۵ الیٰ ۴۲۷،أخبـارية الشيعة الإمـامية الاثـنـا عشـرية،تـاريـخهـم وأصـل مـنـهـجهـم فى استنباط الأحكام ''دراسات فى التشيع الإمامى فى ضوء دعوى التقريب بين الفرق والمذاهب الإسلامية: ۲'' الناشر: المكتبة القدوسية، لاهور، الباكستان، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۲۸ هـ، 2007م)

[1] وبـعـد هذه الإشارة العجلى غير المفصلة نشرع فى بسط الكلام عن ''الأخبارية ''التى ظهرت فـى مـطـلـع الـقـرن الـحادى عشر الهجرى فى ساحة الشيعة الاثنا عشرية حركة مستقلة لها دعوى خـاصة تـقام لها الحجج، ومنهج محدد فى استنباط الأحكام الاعتقادية والفقهية العملية يتبنى فكرة أحـادية الـدليـل النقلى عن الأئمة المعصومين فى ثبوت الأحكام، وإقصاء العقل والإجماع وظواهر الكتاب والسنة النبوية عن دائرة الاستنباط، وترک الاجتهاد الذى تعارف عليه الأصوليون، ورفض جـواز الـعـمـل بـالـظـن، مـع الـقـطـع بثبوت الأخبار الواردة عن الأئمة فى كتب الحديث الأربعة ، واعتـمـاد حـجيتهـا جميعا، وأن لكل واقعة حكما معينا عليه دليل قطعى عند الأئمة، ويجب التوقف والأخذ بالاحتياط عند عدم الوقوع عليه .

قـال الشيـخ محمد البيابانى :فـلا حـجية عـنـدهم للمفاهيم ولا لقياس الأولوية، بل لا يرى بعضهم الحجية لقياس منصوص العلة أيضا .ولم يقتصر البعض منهم على إقصاء العقل عن دائرة الشرعيات فـحسـب، بل ذهب إلى إقصائه عن دائرة غير الضروريات من علم الكلام، فالمعيار عندهم هو دلالة النص فى كلا المجالين.

وقـد يـسـمى الأخباريون بين الشيعة أيضا باسم ''أصحاب الحديث '' وقـد قال آية الله السيد شهاب الدين الحسينى المرعشى النجفى (تـ1411هـ)''أصحاب الحديث :يطلق تارة على جماعة قصروا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ ”اخباریین“ اور ”اصولیین“ کے فرق کا لحاظ کئے بغیر امامیہ، اثناعشریہ کی طرف منسوب روایات و کتب میں مذکور ہر بات کو من وعن جملہ اثناعشریہ کی طرف منسوب کردینا، اور علی الاطلاق تکفیر کا حکم لگا دینا، بطور خاص جمہور اثناعشریہ، جو کہ اصولیین ہیں، اور وہ اجتہاد کی مشروعیت کے قائل ہیں، ان کے اصول کو نظر انداز کردینا، درست نہیں، اگرچہ بعض بزرگوں نے، اس فرق کا لحاظ کئے بغیر علی الاطلاق تکفیر کا حکم کیوں نہ لگا دیا ہو، تب بھی اپنے علم وتحقیق کے مطابق پوری صورتِ حال کو سامنے رکھنا، اور اپنے آپ کو جامد تقلید سے بچانا ضروری ہے، اور اگر پھر بھی تقلید کرنا ضروری ہو، تو ”غیر مجتہدین“ کے مقابلہ میں ”مجتہدین“ کی کرنا چاہیے، اور مجتہدین کی تصریحات پہلے مفصل طور پر نقل کی جاچکی ہیں، جن میں رافضہ وامامیہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی گئی، بلکہ ان کو مسلم فرقوں میں شمار کیا گیا، اور تکفیر کے قول کو غیر جمہور اور غیر مجتہدین کا قول قرار دیا گیا۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النظر على الأحاديث، ونبذوا حكم العقل والإجماع، وجعلوا نصوص الكتاب وظواهره من المتشابهات، ويقال لهم الأخبارية أيضا، وهم عدة كثيرة فى أصحابنا، كالأمين الاسترآبادى، والشيخ خلف وغيره من علماء البحرين ...، وتارة يطلق أصحاب الحديث على من كان همه وتخصصه فى الحديث، بحيث توغل فى جمعه وضبطه وتنقيح أسانيده“

.أهم رجالات الحركة الأخبارية.

1:ــ مؤسسها وأول دعاتها الشيخ محمد أمين بن محمد شريف الاسترآبادى الأخبارى (تـ1033هـ) .صاحب الفوائد المدنية(مقدمات النظر ودقيق الكلام،ص ۴۳۱ الٰى ۴۳۳،أخبارية الشيعة الإمامية الاثنا عشرية،تاريخهم وأصل منهجهم فى استنباط الأحكام ”دراسات فى التشيع الإمامى فى ضوء دعوى التقريب بين الفرق والمذاهب الإسلامية: ۲“ الناشر: المكتبة القدوسية، لاهور، الباكستان، الطبعة الأولٰى: ۱۴۲۸هـ ، 2007م)

## (باب نمبر 11)

# ’’لازمِ مذہب‘‘ کے ’’مذہب‘‘ نہ ہونے کی تحقیق

شیعہ وروافض کی علی الاطلاق تکفیر کرنے والے حضرات کی طرف سے بعض اوقات ایسے اسبابِ تکفیر کو ذکر کیا جاتا ہے، جو عموماً ’’لازمِ مذہب‘‘ کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

جیسا کہ زمانہ قریب میں بعض اصحابِ علم نے چند لوازمِ مذہب کی وجہ سے جملہ شیعہ، اور بالخصوص ’’شیعہ اثنا عشریہ‘‘ کی علی الاطلاق پُر زور انداز میں تکفیر کردی۔

حالانکہ جمہور محققین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ’’لازمِ مذہب، مذہب نہیں ہوا کرتا‘‘

لوازمِ مذہب کی بناء پر تکفیر کرنے والے علماء کی نظر سے ممکن ہے کہ جمہور محققین کا یہ قول نہ گذرا ہو، اور انہوں نے نیک نیتی کے ساتھ اس قول کو راجح سمجھ کر اختیار کرلیا ہو، اور اگر بالفرض ان کی نظر سے جمہور محققین کا یہ قول گذرا ہو، اور انہوں نے اپنے اجتہاد کی روشنی میں باخلاصِ نیت اس کو ترجیح نہ دی ہو، جس پر وہ عنداللہ ماجور ہوں گے۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ ’’علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ‘‘ کے مقدمہ میں ’’ایک ضروری وضاحت‘‘ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ’’اس مرحلہ پر اپنے ناظرین کو یہ بتلا دینا بھی یہ عاجز مناسب سمجھتا ہے کہ استفتاء میں شیعہ اثنا عشریہ کے جن تین عقیدوں کو پیش کیا گیا ہے جو ہمارے نزدیک قطعی طور پر موجبِ کفر ہیں، ان میں سے پہلا عقیدہ یعنی شیخین کا ایمان سے محروم اور منافق ہونے کی بنیاد پر (یا کم از کم ظالم وغاصب) اور فاسق ہونے کی وجہ سے، مخلد فی النار ہونا، ایسا عقیدہ ہے، جس پر ہمارے زمانے کے بھی شیعہ علماء اور مجتہدین کا اتفاق ہے، ان میں سے کسی کا انکار ہمارے علم میں نہیں۔
>
> (بعض ’’اثنا عشری‘‘ علماء نے شیخین کے بارے میں اپنا عقیدہ یہی لکھا ہے کہ ’’وہ ظالم، غاصب اور فاسق تھے‘‘ لیکن ساتھ ہی انہوں نے تصریح کی ہے کہ ان کے نزدیک فاسق بھی کافروں کی طرح مخلد فی النار، یعنی نجات اور جنت سے محروم، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ حاشیہ)
>
> اسی طرح تیسرے عقیدے امامت پر (جو بلاشبہ عقیدۂ ختمِ نبوت کی نفی کرتا ہے، جیسا کہ استفتاء میں تفصیل سے لکھا جاچکا ہے) سب کا اتفاق ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال جو کچھ بھی ہو ”جلیل القدر مجتہدین ومحققین کے مقابلہ میں زمانہ قریب کے ان علمائے مخلصین کے قول کو راجح قرار دینے سے ہمیں اتفاق نہیں، اور ہمارے نزدیک ان علماء کے مقابلہ میں جمہور محققین کا قول ہی راجح ہے، جس کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ بعض اصحابِ علم نے جس قسم کے ”لوازمِ مذہب“ پر مشتمل اسباب وعوامل کی بنیاد پر جملہ شیعہ، اور بالخصوص

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ہاں عقیدۂ تحریفِ قرآن سے ہمارے اس زمانہ کے اکثر شیعہ علماء انکار کرتے ہیں، لیکن چونکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ قرآن کو مرتب اور جمع کرنے والے حضرات خلفائے ثلاثہ کے بارے میں ان کا جو عقیدہ ہے اس کے ہوتے ہوئے قرآن مجید پر ایمان، بلکہ کسی درجہ کا اعتماد واعتبار ہونا بھی از روئے عقل ممکن نہیں، اس لیے ہم مجبور ہیں کہ اس انکار کو تقیہ پر محمول کریں۔

(پھر آگے اسی ضمن میں لکھتے ہیں کہ) شیعوں کے بہت سے فرقے تھے، ان کی تعداد قریباً ستر تک ذکر کی گئی ہے، ان میں سے اب بھی بہت سے ہیں، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں افراط وغلو اور حضرات خلفائے ثلاثہ سے بغض وعداوت اور لعن طعن ان سب فرقوں میں قدرِ مشترک ہے۔

ان میں بعض وہ بھی تھے، جن کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی انسانی شکل میں خدا ہیں، اور وہ بھی تھے جن کا عقیدہ تھا کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کو نبی بنانا چاہا تھا اور جبرئیل کو وحی لے کر انہی کے پاس بھیجا تھا، لیکن وہ غلطی سے محمد بن عبداللہ کے پاس پہنچ گئے۔

ہمارے بعض فقہاء اور اصحابِ فتاویٰ نے شیعوں کے ان عقیدوں کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسے عقیدے رکھنے والے فرقے ہمارے علم میں اب دنیا میں کہیں نہیں ہیں۔

اب شیعہ عام طور سے اثناعشریہ ہی کو کہا جاتا ہے، جن کا دوسرا معروف نام ”امامیہ“ بھی ہے، ان کے عقائد و نظریات راقم سطور کی کتاب ”ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت“ میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں، ہمارے استفتاء اور فتاویٰ کا تعلق خاص اسی فرقہ سے ہے، شیعوں کے دوسرے فرقے اب اپنے مستقل ناموں سے معروف ہوگئے ہیں، مثلاً ”اسماعیلیہ، نُصیریہ، زیدیہ“ وغیرہ“ (خصوصی اشاعت، ماہنامہ ”بینات“ کراچی، حصہ دوم، ص ۳۲ تا ۳۴، طباعتِ سوم، ناشر: مکتبہ بینات، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی)

مذکورہ عبارات میں ”شیعہ اثناعشریہ“ کے جن تین عقیدوں کا اپنے نزدیک قطعی طور پر موجبِ کفر ہونا بیان فرمایا ہے، اس کی ذمہ داری ان حضرات پر ہی پر عائد ہوتی ہے، ہمیں نہ تو ان تین عقیدوں کے اثناعشریہ کے اصل مذہب میں ہونے سے اتفاق ہے، اور نہ ہی ہمارے نزدیک مولانا نعمانی کی بیان کردہ مذکورہ عقائد کی تفصیل اور تشریح کے مطابق موجبِ کفر ہونا قطعی ہے، بلکہ، ظالم وغاصب، یا فاسق ہونے کی بناء پر مخلد فی النار قرار دینے، اور عقیدۂ امامت کو عقیدۂ ختمِ نبوت کی نفی کا موجب قرار دینے، اور اپنے زمانہ کے اکثر علمائے شیعہ کے تحریفِ قرآن کا انکار کرنے کے باوجود، عقل کی رو سے ان کے قرآن پر عقیدہ کا انکار کرنے، اور اس کو تقیہ پر محمول کرنے کی حیثیت ”التزامِ کفر“ کے بجائے ”لزومِ کفر“ اور ”لازمِ مذہب“

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''شیعہ اثنا عشریہ'' کی علی الاطلاق تکفیر کی، اس قسم کے، بلکہ بعض ان سے بھی زیادہ شدید درجہ کے ''لوازمِ مذہب'' پر مشتمل اسباب وعوامل، دوسرے فرقوں، مثلاً معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، اور خوارج وغیرہ میں بھی پائے جاتے ہیں، جیسا کہ ان فرقوں کے عقائد وافکار کو ملاحظہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں، جس کے نتیجہ میں ان سب فرقوں کی تکفیر کا حکم بھی صادر کرنا چاہیے، اور اس میں شیعہ، یا اثنا عشریہ کی تخصیص نہیں کرنی چاہیے۔

اس سلسلہ میں مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے چند محققین کی عبارات وتصریحات نقل کی جاتی ہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کو ''مذہب'' قرار دینے سے زیادہ نہیں، جو کہ جمہور محققین کے نزدیک ضعیف ومرجوح قول پر مبنی ہے۔

ورنہ تو اس بنیاد پر خوارج، معتزلہ اور بعض دوسرے ایسے فرقوں کی تکفیر بھی لازم آنی چاہیے، جن کے مذہب کے مطابق مذکورہ نتائج لازم آتے ہیں، چنانچہ معتزلہ ''اصحابِ کبائر'' کے مخلد فی النار ہونے کے قائل ہیں، اور اس کے مصداق میں وہ صحابہ کی بڑی تعداد کو بھی شامل کرتے ہیں، اور خوارج نے اپنے علاوہ جمہور صحابہ وتابعین کی تکفیر کی، جبکہ شیعہ اور امامیہ اثنا عشریہ کے عقائد جمہور فقہاء کے سامنے بھی تھے، جس کی تفصیل ہم ماقبل میں ذکر کر چکے ہیں، اور امامیہ اثنا عشریہ کے عقائد کی کتب سے بھی اس کے برخلاف تصریحات نقل کر چکے، جن میں فاسق اور ظالم کے مخلد فی النار ہونے کی صاف طور پر نفی کا بھی ذکر ہے، امامت اور ائمہ کی معصومیت کا عقیدہ بھی کوئی جدید عقیدہ نہیں، یہ عقیدہ سلف محققین کے سامنے بھی تھا، جنہوں نے اس سے اختلاف کیا، لیکن اس کو ختمِ نبوت کے منافی قرار دے کر باعث تکفیر نہیں سمجھا۔

اور جملہ شیعہ وروافض تمام صحابہ کی تکفیر کے قائل نہیں، اور جو شیخین، اور ان کے متبعین کو حضرت علی کی امامت ترک کرنے کی وجہ سے مخطی قرار دیتے ہیں، وہ سب یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ موجودہ قرآن ان حضرات کا محرف شدہ ہے، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی جمع ومحفوظ ہو گیا تھا، اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے اٹھائی ہے۔

علاوہ ازیں مذکورہ عبارت میں اور بھی متعدد تسامحات ہیں، مثلاً ظاہر کو نظر انداز کر کے تقیہ پر محمول کرنا احادیث ونصوص کے موافق نہیں، اسی طرح شیعہ کے جملہ فرقوں کی طرف افراط وغلو کی مجہول نسبت سے بھی سب کی تکفیر لازم نہیں آتی ''تضلیل'' کا معاملہ ''تکفیر'' سے جدا ہے، پھر بعض غالی فرقوں کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ فرقے ہمارے علم میں اب دنیا میں کہیں نہیں، یہ بھی درست نہیں، نصیری، اسماعیلی، آغا خانی وغیرہ جیسے غالی فرقے اب بھی موجود ہیں، اور وہ اپنے آپ کو شیعہ کی طرف منتسب کرتے ہیں، نیز ''زیدیہ'' فرقہ کو جو کہ اصل کے اعتبار سے طعن وتشنیع کا قائل نہیں، شیعہ سے الگ قرار دینا بھی راجح نہیں، اگر ہم مولانا نعمانی رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا عبارت کا فقہائے محققین کی تصریحات وعبارات کی روشنی میں مفصل جائزہ لینا شروع کر دیں، تو بات بہت طویل ہو جائے گی، اور ہم پہلے مندرجہ بالا مختصر تبصرہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، لیکن ہمارے بعض کرم فرما متعصبین ومتشددین کی زبان درازی نے ہمیں اس کے اظہار پر مجبور کیا، البتہ اگر ان متعصبین کی طرف سے اس سلسلہ میں زبان کو مزید طول دیا گیا، تو شاید ہم مزید تبصرہ کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ محمد رضوان۔

## ملا علی قاری کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی ''مشكاةُ المصابيح'' کی شرح ''مرقاةُ المفاتيح'' میں فرماتے ہیں:

**الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح لا استلزامي؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم، ومن ثم لم يزل العلماء يعاملونهم معاملة المسلمين في نكاحهم، وإنكاحهم، والصلاة على موتاهم، ودفنهم في مقابرهم؛ لأنهم وإن كانوا مخطئين غير معذورين حقت عليهم كلمة الفسق والضلال إلا أنهم لم يقصدوا بما قالوه اختيار الكفر** (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ۱ ،ص ۱۸۰ ، كتاب الايمان،باب الإيمان بالقدر)

ترجمہ: درست بات اکثر علمائے سلف وخلف کے نزدیک یہ ہے کہ ہم ''اہلِ بدعت واہلِ اہواء'' کی تکفیر نہ کریں گے،سوائے اس کے کہ وہ صریح کفریہ بات کو اختیار کریں ''کفرِ استلزامی'' کا اعتبار نہیں، کیونکہ صحیح تر قول کے مطابق ''مذہب کا لازم، لازم نہیں ہوا کرتا'' اور اسی وجہ سے،علماء ان ''اہلِ بدعت واہلِ اہواء'' کے ساتھ، ہمیشہ مسلمانوں والا معاملہ کرتے رہے،ان سے نکاح کرنے میں بھی، اور ان کے نکاح کرانے میں بھی، اور ان کے فوت شدہ لوگوں کے نمازِ جنازہ پڑھنے میں بھی، اور ان کو اپنے قبرستانوں میں دفن کرنے میں بھی، کیونکہ وہ ''اہلِ بدعت واہلِ اہواء'' ایسے خطاء کار ہیں، جو معذور نہیں ہیں، جن کے اوپر ''فسق وضلالت'' ثابت ہو چکی ہے، لیکن انہوں نے اپنے اقوال سے کفر کو اختیار کرنے کا قصد نہیں کیا (مرقاۃ)

## ابوالحسن مبارک پوری کا حوالہ

ابوالحسن عبیداللہ بن محمد عبدالسلام مبارک پوری (المتوفی: 1414ھ) نے بھی ''مشكاةُ المصابيح'' کی شرح ''مرعاةُ المفاتيح'' میں ابنِ حجر مکی شافعی سے

یہی بات نقل کی ہے۔ [1]

## علامہ ابنِ عابدین شامی کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی نے فقہ حنفی کی کتاب ''ردُّ المحتار'' میں فرمایا کہ:

وإن وقع إلزاما فی المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فی رد مذهبهم بأنه كفر أی يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضی ذلک كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم

(ردالمحتار، ج۳ص۴۶، کتاب النكاح، فصل فی المحرمات)

ترجمہ: ''اگرچہ اُن کے متعلق مباحث کے موقع پر، کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہو''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ معتزلہ اور ان جیسے فرقوں کے مذہب کی تردید کرتے وقت، اُن کے کفر کی تصریح واقع ہوئی ہو کہ یہ کفر ہے (تب بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے گی) کیونکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے اس طرح کے قول سے کفر لازم آجاتا ہے، لیکن یہ بات ان کے کافر ہونے کا تقاضا نہیں کرتی، کیونکہ ''مذہب کا لازم، ان کا مذہب نہیں کہلاتا (ردُّ المحتار)

جن حضرات نے عقیدہ امامت کو ختمِ نبوت کے انکار کو مستلزم کہا، ان کی مراد بھی کفرِ استلزامی

---

[1] قال ابن حجر المكی الهيثمی الشافعی :من أطلق تكفير الفريقين أخذا بظاهر الحديث فقد استروح، بل الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بكفر صريح لا استلزامی؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم، ومن ثم لم يزل العلماء يعاملونهم معاملة المسلمين فی نكاحهم وإنكاحهم والصلاة على موتاهم ودفنهم فی مقابرهم؛ لأنهم وإن كانوا مخطئين غير معذورين حقت عليهم كلمة الفسق والضلال، إلا أنهم لم يقصدوا بما قالوه اختيار الكفر، وإنما بذلوا وسعهم فی إصابة الحق فلم يحصل لهم، لكن لتقصيرهم بتحكيم عقولهم وأهويتهم وإعراضهم عن صريح السنة والآيات من غير تأويل سائغ، وبهذا فارقوا مجتهدی الفروع، فإن خطأهم إنما هو لعذرهم بقيام دليل آخر عندهم مقاوم لدليل غيرهم من جنسه فلم يقصروا، ومن ثم أثيبوا على اجتهادهم -انتهى .قال التوربشتی :وهذا أی عدم تكفيرهم قول المحققين من علماء الأمة احتياطا فيجرى قوله " :ليس لهما فی الإسلام نصيب "مجرى الاتساع فی بيان سوء حظهم وقلة نصيبهم من الإسلام، نحو قولک :ليس للبخيل من ماله نصيب -انتهى(مرعاة المفاتيح ،ج ۱،ص ۱۹۳، ۱۹۴،كتاب الايمان،باب الإيمان بالقدر)

ہے، جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

اور اس طرح کی تاویل ہمارے نزدیک واجب ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ امامیہ کی طرف سے، اہل السنۃ کے مقابلہ میں ''امامت کا مخصوص تصور پہلی صدی سے شروع ہوکر تا حال موجود ہے، جس پر ہمیشہ متکلمین ومجتہدین، اور محدثین کلام فرماتے رہے، اور احادیث کی روایت کا سلسلہ بھی قائم رہا، اور امامیہ کو اپنے علاوہ دوسرے فرقوں سے امتیاز اس مسئلہ امامت کی بنا پر ہے، لیکن اس امامت کے تصور پر جمہور مجتہدین، متکلمین، ومحدثین نے تکفیر نہیں کی، جس کی تفصیلات پہلے ذکر کی جا چکی ہیں۔

ورنہ تو پھر احادیث کے بڑے ذخیرہ کا منہدم ہونا بھی لازم آئے گا۔

## شہابُ الدین احمد بن محمد مکی حموی کا حوالہ

شہابُ الدین احمد بن محمد مکی حموی حنفی نے فرمایا:

**فالصحيح أنها لا تكفر لأن الجهل عذر فى باب المكفرات وإن كانت العامة على التكفير.**

**بقى أن يقال فى كون هذا موجبا للكفر نظر لأن غاية ما يلزم عليه إثبات الجهة ومثبتها مبتدع لا كافر وإن لزم منه الجسم لما تقرر أن لازم المذهب ليس بمذهب** (غمز عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر، ج۲ص۲۰۰، الفن الثانى من الأشباه والنظائر وهو فن الفوائد، كتاب السير، باب الردة)

ترجمہ: پس صحیح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ ''بابِ مکفرات'' میں جہل، عذر ہوتا ہے، اگرچہ عام اس کو کفر قرار دینے کے قول پر ہیں (لیکن یہ قول صحیح نہیں، جیسا کہ گذرا) البتہ یہ کہا جانا باقی رہ گیا کہ اس کے موجبِ کفر ہونے میں نظر ہے، کیونکہ حد سے حد، اس سے جہت کا اثبات لازم آتا ہے، اور اس کا مثبت ''بدعتی'' ہے، کافر نہیں، اگرچہ اس سے جسم کا ہونا لازم کیوں نہ آ رہا ہو، کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ ''مذہب کا لازم مذہب نہیں ہوا کرتا (غمز عیون البصائر)

## سلطانُ العلماء عزالدین شافعی کا حوالہ

سلطانُ العلماء عزالدین بن عبدالسلام دمشقی شافعی (المتوفیٰ:660ھ) نے ''قواعدُ الأحکام'' میں فرمایا:

**فإن قيل :يلزم من الاختلاف في كونه سبحانه في جهة أن يكون حادثا؟ قلنا: لازم المذهب ليس بمذهب، لأن المجسمة جازمون بأنه في جهة وجازمون بأنه قديم أزلي ليس بمحدث فلا يجوز أن ينسب إلى مذهب من يصرح بخلافه وإن كان لازما من قوله** (قواعد الأحكام في مصالح الأنام، ج ١، ص ٢٠٣، فصل في بيان متعلقات حقوق الله عز وجل ومحالها، قاعدة في بيان متعلقات الأحكام)

ترجمہ: پھر اگر کہا جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جہت میں ہونے کے اختلاف سے، اللہ کا حادث ہونا لازم آتا ہے؟ (اس لئے یہ قول کفر ہونا چاہیے) ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ ''مذہب کا لازم مذہب نہیں ہوا کرتا، اس لئے کہ ''مجسمہ فرقہ کے لوگ'' یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ جہت میں ہے، اور یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ اللہ قدیم اور ازلی ہے، حادث نہیں، لہٰذا اس شخص کے مذہب کی طرف ایسی چیز منسوب کرنا جائز نہیں، جس کے خلاف کی وہ تصریح کر رہا ہو، اگرچہ اس کے قول سے وہ بات لازم کیوں نہ آ رہی ہو (قواعد الاحکام)

## سلیمان بن محمد بجیرمی شافعی کا حوالہ

اور سلیمان بن محمد بن عمر بجیرمی شافعی (المتوفیٰ:1221ھ) نے ''تحفة الحبيب على شرح الخطيب'' میں فرمایا:

**الأصح عند الأصوليين أن لازم المذهب ليس بمذهب .وقوله :ليس بمذهب وإن كان كفراً ما لم يلتزمه صاحبه** (تحفة الحبيب على شرح الخطيب، ج ٢، ص ١٣٨، كتاب الصلاة، فصل في صلاة الجماعة)

ترجمہ: اصولیین کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ''مذہب'' کا لازم ''مذہب'' نہیں ہوتا،

اور ''مذہب'' نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ''اگر چہ وہ کفر ہو'' جب تک اس قول کا قائل، خود سے اس کفر کا التزام نہ کرے (تحفۃ الحبیب)

## ابنِ حجر عسقلانی کا حوالہ

علامہ ابنِ حجر عسقلانی صحیح بخاری کی شرح ''فتحُ الباری'' میں فرماتے ہیں:

**لازم المذهب ليس بمذهب** (فتح البارى، ج ۱۲، ص ۳۳۷، کتاب الحيل، باب ما ينهى من الخداع)

ترجمہ: مذہب کا لازم، مذہب نہیں ہوتا (فتح الباری)

## تقی الدین سبکی کا حوالہ

امام تقی الدین سُبکی رحمہ اللہ (المتوفی: 756ھ) نے روافض کے مسئلہ پر مختلف اقوال نقل کئے ہیں، اورانہوں نے ''فتاویٰ سُبکی'' میں ''روافض کی ''علی الاطلاق عدمِ تکفیر'' کے راجح ہونے کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**ولا شک أن الروافض ينكرون ما علم بالضرورة ويفترون على من علمنا بالضرورة براء تهم مما افتروا عليهم به ولكن السر فى تكفير منكر ما علم بالضرورة تضمنه لتكذيب النبى -صلى الله عليه وسلم -والروافض هنا لا يقولون ولا هو مضمون قولهم ولكنهم يدعون أن الذين يقولون هم :هو الذى أتى به النبى -صلى الله عليه وسلم -ونحن نكذبهم فى ذلک ونعلم مباهتتهم ولكن التكفير فوق ذلک** (فتاوى السبكى، ج ۲، ص ۵۷۹، كتاب العتق، باب جامع، فصل سب النبى)

ترجمہ: اوراس میں شک نہیں کہ روافض ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں، جوضروری طور پر معلوم ہیں، اور وہ ایسے افراد پر جھوٹ گھڑتے ہیں، جن کا اِن گھڑی ہوئی باتوں سے بریٔ ہونا، ہمیں ضروری طور پر معلوم ہے۔

لیکن جو چیز ضروری طور پر معلوم ہو، اس کے منکر کی تکفیر کی بنیاد یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کو متضمن ہوتی ہے۔

مگر روافض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے قائل نہیں ہیں، اور نہ ہی ان کا قول، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کو متضمن ہے، البتہ وہ اپنے (یا ائمہ کے) قول کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے، اور ہم اس سلسلہ میں ان کی تکذیب کرتے ہیں، اور ہم ان کے اقوال کی حقیقت کو جانتے ہیں، لیکن کسی کو کافر قرار دینے کا معاملہ اس سے اوپر کی چیز ہے (فتاویٰ سبکی)

امام تقی الدین سُبکی ''قضاء الأرب في أسئلة حلب'' میں ایک سوال کے جواب میں اہلِ ہواء اور خوارج و روافض کے ذبیحے اور ان کی تکفیر کے متعلق تفصیلی کلام کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

وأصحابنا وغيرهم يطلقون الخلاف في التكفير ويختارون عدمه، ونحن نوافقهم على ذلك، وعلى الإطلاق المذكور، ونستعظم القول بالتكفير، لأنه يحتاج إلى أمرين عزيزين.
أحدهما :تحرير المعتقد وهو صعب من جهة الاطلاع، على ما في القلب، وتخليصه عما يشبهه وتحريره، ويكاد الشخص يصعب عليه تحرير اعتقاد نفسه، فضلا عن غيره.
الأمر الثاني :الحكم بأن ذلك كفر وهو صعب من جهة صعوبة علم الكلام، ومأخذه، وتمييز الحق فيه من غيره، وإنما يحصل ذلك لرجل جمع صحة الذهن ورياضة النفس واعتدال المزاج، والتهذب بعلوم النظر، والامتلاء من العلوم الشرعية، وعدم الميل والهوى.
وبعد هذين الأمرين يمكن القول بالتكفير أو عدمه، ثم ذلك إما في شخص خاص وشرطه مع ذلك اعتراف الشخص به، وهيهات يحصل ذلك وأما البينة في ذلك فصعب قبولها لأنها تحتاج في الفهم إلى ما قدمناه فإن حصل ذلك أو حصل إقرار عمل بمقتضاه، وإما في فرقة، فإنما يقال ذلك من حيث العلم الحملي، وإما على ناس بأعيانهم فلا سبيل إلى ذلك الا بإقرار أو بينة، ولا يكفي أن يقال هذا من تلك الفرقة، لأنه مع الصعوبة من جهة ما قدمناه يتطرق إليه شيء آخر، وهو أن غالب الفرق عوام لا يعرفون الاعتقاد وإنما يحبون مذهبا، فينتمون إليه، من غير إحاطة بكنهه، فلو أقدمنا على تكفيرهم جر ذلك فسادا عظيما باطلا، وبهذا يجاب عن قول النووي.
لو كان المراد الكفر المخرج عن الملة لقتلوا أو قوتلوا فيجاب بأن ذلك .إنما لم يقطع به، لعدم تعينه، وإن كنا نحكم من حيث الجملة على

من اعتقد ذلک الاعتقاد أنه کافر، والشأن فی تشخیصه علی أن التکفیر صعب بکل حال، ولا ینکر إذا حصل شرطه.
ولقد رأیت تصانیف لجماعة یظن بهم أنهم من أهل العلم ویتعلقون بشیء من روایة الحدیث، وربما یکون لهم نسک وعبادة وشهرة بالعلم قالوا بأشیاء وردوا أشیاء تبین عن جهلهم العظیم، وتساهلهم فی نقل الکذب الصریح ویقدمون علی تکفیر من لا یستحق التکفیر وما سبب ذلک إلا ما هم علیه من فرط الجهل والتعصب (والنشأة علی) شیء لم یعرفوا سواه وهو باطل، ولم یشتغلوا بشیء من العلم حتی یفهموا، بل هم فی غایة الغباوة، فالأولی الإعراض عمن هذا شأنه، وإن وجدت أحدا یقبل الهدی هدیته، وترک عموم الناس موکولین إلی خالقهم العالم سرائرهم، یجادلهم یوم یبعثهم وتنکشف ضمائرهم، والضابط فی هذا أنه ما دام مقرا بالنبی صلی الله علیه وسلم منقادا بباطنه، للاتباع له وابتداعه لشبهة عنده، أما من جانب (هذا النبی) الکریم فالعلم الضروری حاصل بکفره، وإن السیف قائم علیه إلا من أدی الجزیة بشرطها. وأکثر أصحابنا فی الفقه لم یتکلموا فی أهل البدع، إلا فی کتاب الشهادة لأجل قبول الشهادة (قضاء الأرب فی أسئلة حلب، ص ۵۲۳، الیٰ ۵۲۶، المسألة الثالثة والستون)

ترجمہ: اور ہمارے فقہاء اوران کے علاوہ دیگر فقہاء، اِن (غالی مبتدعہ فرقوں) کی تکفیر میں، اختلاف کو نقل کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی ان کے کافر نہ ہونے کو مختار قرار دیتے ہیں، اور ہم بھی اس سلسلے میں ان (کے مذکورہ موقف) کی موافقت کرتے ہیں، اور ہم تکفیر کے قول کو بہت بڑی چیز سمجھتے ہیں، کیونکہ تکفیر کا یہ حکم دو ، اہم ترین امور کا محتاج ہے۔

ایک تو یہ کہ اس کے عقیدے کی پوری طرح وضاحت ہوجائے، جبکہ دل کی حالت پر مطلع ہونا اوراس کے شبہ اوراس کی توضیح مشکل ہے، بعض اوقات انسان کو خود اپنے اعتقاد کی توضیح مشکل ہوتی ہے، چہ جائیکہ دوسرے کے عقیدے کی توضیح مشکل نہ ہو۔

دوسراامر یہ ہے کہ اس بات کا حکم لگانا کہ یہ کفر ہے، علمِ کلام کی صعوبت اوراس کے مآخذ، اورحق کو غیرحق سے ممتاز کرنے کی وجہ سے یہ بھی دشوار ہے، یہ بات صرف

اس شخص کو حاصل ہوسکتی ہے، جس کا ذہن صحیح ہو، اور نفس کی ریاضت ہوچکی ہو، اور مزاج میں اعتدال ہو، اور علوم پر نظر اور غور وفکر کی تہذیب ہوچکی ہو، اور شرعی علوم سے وہ بھرا ہوا ہو، اور بے اعتدالی اور خواہش پرستی سے محفوظ ہو۔

ان دونوں امور کے بعد ہی تکفیر، یا عدمِ تکفیر کا حکم لگانا ممکن ہے، پھر یہ حکم کسی خاص شخص کے متعلق لگانا، جبکہ اس کی شرائط بھی پائی جائیں، اور وہ شخص اس کا اعتراف بھی کررہا ہو، یہ بات کیسے حاصل ہوسکتی ہے، اور اس پر ''بیّنہ'' قائم کرنا، اور اس کا قبول کرنا بھی مشکل ہے، کیونکہ وہ اس فہم کا محتاج ہے، جو ذکر کی گئی۔

اور اگر ان امور کی توضیح حاصل بھی ہوجائے، یا اس کی طرف سے اس کا اقرار پایا جائے، تو کسی خاص فرقہ کے متعلق، یہ بات ''علمِ حملی'' کی جہت سے ہی کہی جاسکتی ہے (یعنی اس طور پر کہ اگر اس کا یہ عقیدہ ہو)

جہاں تک مخصوص اشخاص پر اس حکم کو قائم کرنے (یا ''التزامِ کفر'') کا تعلق ہے، تو اس کا راستہ یا تو ''اقرار'' ہے، یا ''بیّنہ'' ہے۔

اور یہ بات کافی نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اس شخص کا تعلق اس فرقے سے ہے، کیونکہ ہم نے جن مشکلات کا پہلے ذکر کیا، اُن کے ساتھ ایک دوسری بات یہ بھی پائی جاتی ہے کہ تمام فرقوں میں اکثریت عوام کی ہوتی ہے، جو اعتقاد کو نہیں پہچانتے، وہ صرف کسی مذہب سے محبت رکھتے ہیں، اور اس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، لیکن اس مذہب کی پوری حقیقت کا احاطہ نہیں کرپاتے، پس اگر ہم اُن فرقوں کے عوام کی تکفیر کا اقدام کریں گے، تو اس سے بڑا عظیم باطل فساد لازم آجائے گا، اور اسی بات سے نووی کے قول کا جواب بھی دیا جاسکتا ہے۔

اس وجہ سے ہر فرقے کی علی الاطلاق، یا اس فرقے سے منسوب ہر شخص کی تکفیر بہرحال مشکل ہے، البتہ جب اس کی تمام شرائط پائی جائیں، پھر اس کا

انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اور میں نے کچھ لوگوں کی تصانیف کو دیکھا، جن کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اہلِ علم حضرات میں سے ہیں، جو بعض اوقات حدیث کی روایت سے بھی تعلق رکھتے ہیں، اور عبادت گزار بھی ہیں، اور علم میں مشہور بھی ہیں، لیکن انہوں نے ایسی باتوں کا قول کیا، یا ایسی باتوں کی تردید کی، جن سے اُن کی بڑی لاعلمی اور صریح کذب کو نقل کرنے میں تساہل ظاہر ہوگیا، اور انہوں نے ایسے لوگوں کی تکفیر کا اقدام کیا، جو تکفیر کے مستحق نہیں تھے، اس کی وجہ لاعلمی اور تعصب کی زیادتی اور ایسی چیز پر اُن کا پرورش پانا ہے کہ جن کو ان چیزوں کے علاوہ سے واقفیت نہیں، حالانکہ وہ صحیح نہیں، اور انہوں نے اس شعبے کے علم سے مشغولی اختیار نہیں کی، تا کہ اس کی حقیقت کو سمجھ جاتے، اس طرح کے لوگوں سے اعراض کرنے میں ہی بھلائی ہے، جہاں اس قسم کی صورتِ حال پیش آئے، وہاں اگر آپ کو کوئی شخص ایسا ملے، جو ہدایت کو قبول کرے، تو اس کے لیے ہدایت کا سامان کرنا چاہیے، اور عامۃُ الناس کو اُن کے اس خالق کے حوالے کر دینا چاہیے، جو ان کے بھیدوں سے واقف ہے، وہ قیامت کے دن اُن سے حساب لے لے گا، اور اُن کے خفیہ رازوں سے پردہ ہٹا دے گا۔

اور ہمارے اکثر فقہاء نے اہلِ بدعت کے متعلق، فقہ کی ’’کتابُ الشھادۃ‘‘ میں ہی کلام کیا ہے، ان کی گواہی قبول ہونے کی وجہ سے (قضاء الارب)

## ابنِ حجر ہیتمی شافعی کا حوالہ

اور علامہ ابنِ حجر ہیتمی شافعی (المتوفیٰ: 974ھ) کے فتاویٰ میں ہے:

(وسئل) بما صورته لو نسب شخص نفسه إلى مذهب من مذاهب المبتدعة هل يعطى حكم ما يقتضيه المذهب المنسوب إليه حتى لو كان المذهب مكفرا كفرا لمنتسب أم لا بد من صدور المكفر بعينه من

المنتسب وكذا هل بمجرد الانتساب يصير غير كفء للسنية أم لا؟
(فأجاب) بقوله أما السؤال الأول فينبني على أن لازم المذهب مذهب والأصح أنه غير مذهب وإذا لم نكفر المجسمة أو الجهمية أو المنكرين للكلام النفسي بمجرد ذلك وإن لزم عليهم مكفرات كما هو مقرر في محله لجواز أنهم لا يعتقدون تلك اللوازم .
وقال جماعة من الأئمة بكفرهم بناء على القول المقابل للأصح أن مقابل المذهب مذهب .
إذا تقرر ذلك فمن اعتقد مذهبا من مذاهب أهل البدعة فإن كان ذلك المذهب كفرا صريحا كالقول بقدم العالم أو بإنكار الحشر أو العلم بالجزئيات كان اعتقاده بمجرده كفرا إجماعا ولا يتأتى فيه ذلك الخلاف.
وإن كان ذلك المذهب ليس كذلك وإنما يلزم أهله مكفر أو مكفرات فمجرد اعتقاد المذهب لا يكون كفرا على الأصح السابق وإنما يكفر إن صرح باعتقاد لازم من تلك اللوازم المكفرة.
وأما السؤال الثاني فجوابه أنهم صرحوا بأن المبتدع ليس كفؤا للسنية
(الفتاوى الفقهية الكبرى، ج۴، ص ۱۰۰، وص ۱۰۱، كتاب النكاح)

ترجمہ: اور اس صورت کے متعلق سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اہلِ بدعت کے مذاہب میں سے کسی مذہب کی طرف منسوب کرے، تو کیا اس پر ان چیزوں کا حکم لگایا جائے گا، جن چیزوں کا وہ مذہب تقاضا کرتا ہے، جس کی طرف وہ شخص منسوب ہے، یہاں تک کہ اگر اس مذہب کی، کسی کفر کی وجہ سے تکفیر کی گئی ہو، تو اس مذہب کی طرف انتساب کرنے والے پر بھی یہ حکم عائد ہوگا، یا متعین طور پر اس منتسب شخص سے کفر کا صدور ضروری ہوگا؟

اور اسی طرح کیا محض انتساب کرنے کی وجہ سے وہ، سنی عورت کے کفو ہونے سے خارج ہوجائے گا، یا نہیں؟

ابنِ حجر نے اس کا جواب یہ دیا کہ پہلے سوال کا جواب اس بات پر مبنی ہے کہ ''مذہب'' کا لازم ''مذہب'' ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور اصح قول یہ ہے کہ ''مذہب'' کا لازم ''مذہب'' نہیں ہوا کرتا، اور اسی وجہ سے ہم ''مجسمہ'' یا ''جہمیہ'' یا ''کلامِ نفسی

کے منکرین‘‘ کی محض ان چیزوں کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے، اگرچہ اُن پر باعثِ کفر چیزیں لازم آجاتی ہیں، جیسا کہ اپنے مقام پر ہم پر طے ہو چکا ہے، کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ وہ ان لوازمات کا عقیدہ نہ رکھتے ہوں۔

اور ائمہ میں سے ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ اُن کے کفر کا حکم لگایا جائے گا، جن کا قول اصح قول کے مقابلہ میں یہ ہے کہ ’’مذہب‘‘ کا مقابل ’’مذہب‘‘ ہوا کرتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی، تو جس شخص نے اہلِ بدعت کے مذاہب میں سے کسی مذہب کا عقیدہ رکھا، تو اگر وہ مذہب صریح کفر ہو، جیسا کہ عالَم کو قدیم سمجھنے، یا حشر کے انکار کرنے، یا اللہ کے جزئیات کا علم ہونے کی نفی کرنے کا قول، تو اس کا اعتقاد محض ان چیزوں کی وجہ سے بالاجماع کفر شمار ہوگا، اور یہ چیز اختلاف میں شمار نہیں ہوگی۔

اور اگر وہ مذہب اس طرح کا نہیں ہے، البتہ اس مذہب والے کو باعثِ کفر قول، یا باعثِ کفر اقوال لازم آجاتے ہیں، تو محض اس مذہب کا اعتقاد رکھنے سے گزشتہ اصح قول کے مطابق وہ کفر شمار نہیں ہوگا، کفر اس صورت میں ہی شمار ہوگا، جبکہ وہ ان باعثِ کفر لوازمات میں سے کسی لازم کے اعتقاد کی تصریح کرے۔

اور جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ بدعتی، سنی عورت کا کفو نہیں ہوتا (الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ)

علامہ ابنِ حجر ہیتمی شافعی نے اپنی تالیف ’’**الإعلام بقواطع الإسلام**‘‘ میں فرمایا:

**المذهب الصحيح أنهم وسائر المبتدعة لا يكفرون** (الإعلام بقواطع الإسلام، ص ۱۵۵، مقدمة المؤلف)

ترجمہ: مذہبِ صحیح یہ ہے کہ وہ (یعنی معتزلہ) اور دوسرے تمام اہلِ بدعت کی تکفیر نہیں کی جائے گی (الاعلام)

پھر علامہ ابنِ حجر ہیتمی نے فرمایا کہ معتزلہ کے نزدیک گناہ گار مخلد فی النار ہے، لیکن اس کے

باوجود معتزلہ کی تکفیر نہیں کی گئی، حالانکہ اہل السنۃ کے نزدیک دائمی معذب ہونا کافر کے ساتھ مختص ہے۔ [1]

## احمد سلامۃ قلیوبی شافعی کا حوالہ

احمد سلامۃ قلیوبی شافعی (المتوفیٰ: 1069ھ) فرماتے ہیں:

ومنه يعلم التكفير بتكذيب الله تعالى بالأولى كأن ينفي صحبة أبي بكر رضي الله عنه أو ينفي رمي بنته عائشة مما برأها الله منه .
وخرج بذلک من سبه أو غيره من الصحابة كعمر بن الخطاب والحسن والحسين أو نفي وجود أبي بكر أو غيره من الصحابة ,وإن لزم عليه نفي صحبة أبي بكر لأن لازم المذهب ليس بمذهب فلا يكفر بشيء من ذلک على الأصح المعتمد (حاشية قليوبى علىٰ شرح جلال الدين المحلى، ج۴، ص۱۷۶، كتاب الردة)

ترجمہ: اور اس سے معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنا، باعثِ کفر ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار کرنا (جس کا ذکر، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُس تہمت کی نفی کرنا، جس سے اللہ نے اُن کو بریٔ قرار دے دیا ہے۔
اور اس سے وہ شخص خارج ہوگیا، جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، یا صحابہ میں سے کسی اور کو سب وشتم کرے، جیسا کہ عمر بن خطاب، اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو، یا ابوبکر یا کسی دوسرے صحابی کے وجود کی نفی کرے، اگرچہ اس کے نتیجہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت کی نفی لازم آجائے، کیونکہ ’’مذہب‘‘ کا لازم ’’مذہب‘‘ نہیں ہوا کرتا، اس لیے ان میں سے کسی چیز کی وجہ سے اصح ومعتمد قول کے مطابق تکفیر نہیں کی جائے گی (حاشیہ قلیوبی)

---

[1] وزعم أنه لا يضر المذنب ذنب أو أنه مخلد فى النار لا كفر به؛ لأن الأول مذهب المرجئة، والثانى مذهب المعتزلة، وقد مرّ أنهم لا يكفرون(الإعلام بقواطع الإسلام،ص۱۵۵، مقدمة المؤلف)

# امام قرافی مالکی کا حوالہ

اور امام قرافی مالکی (المتوفیٰ: 684ھ) نے ''شرح تنقیح الفصول'' میں فرمایا کہ:

**وأهل البدع اختلف العلماء فی تكفيرهم نظراً لما يلزم من مذهبهم من الكفر الصريح، فمن اعتبر ذلک وجعل لازم المذهب مذهباً كفّرهم.**
**ومن لم يجعل لازم المذهب مذهباً لم يكفرهم .وهذه القاعدة لمالک والشافعی وأبی حنيفة والأشعری.**
**وللقاضی فی تكفيرهم قولان.**
**فحيث بنينا على أنهم كفار ينبغی أن يثبت ذلک بدليل غير إجماعنا، فإن إجماعنا لا يكون حجة على تكفيرهم، إلاّ إذا كنا نحن كلّ الأمة، ولا نكون نحن كلّ الأمة حتى يكون غيرنا كافراً، فيتوقف كون إجماعنا حجة على كونهم كفاراً، ويتوقف كونهم كفاراً على إجماعنا، فتوقف كلّ واحد منهما على الآخر فيلزم الدور** (شرح تنقيح الفصول، ص ۳۳۶، الباب الخامس عشر فی الإجماع، الفصل الثانی فی حكمه)

ترجمہ: اور اہلِ بدعت کی تکفیر کے متعلق، علماء کا اختلاف ہے، یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ ان کے مذہب کا لازم ''کفرِ صریح'' کو مستلزم ہے، پس جس نے اس کا اعتبار کیا ہے، اور لازمِ مذہب کو ''مذہب'' قرار دے دیا، تو اس نے ان اہلِ بدعت کی تکفیر کردی۔

اور جس نے لازمِ مذہب کو ''مذہب'' قرار نہیں دیا، تو اس نے ان کی تکفیر نہیں کی، اور یہ ''لازمِ مذہب کے مذہب نہ ہونے کا'' قاعدہ امام مالک اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور امام اشعری کا ہے۔

اور قاضی (ابوبکر باقلانی) کے ان کو کافر قرار دینے کے بارے میں دو قول ہیں۔

پس جب ہم اُن کے کافر ہونے کی بنیاد رکھیں گے، تو ضروری ہوگا کہ ان کے کافر ہونے کو ہمارے اجماع کے علاوہ کسی اور دلیل سے ثابت کیا جائے، کیونکہ ہمارا اجماع اُن کو کافر قرار دینے کے لیے حجت نہیں ہوگا، مگر اسی صورت میں ہوگا، جبکہ ہم پوری امت ہوں، اور ہم پوری امت اس وقت تک شمار نہیں ہوسکتے، جب تک

ہمارے علاوہ دوسرے کافر نہ ہوں (یعنی امت کے جو حضرات اُن کی تکفیر نہیں کرتے، ان کو کافر قرار دینا ضروری ہوگا، تاکہ تکفیر کرنے والوں کا اجماع معتبر ہوسکے ) پس ہمارے اجماع کا حجت ہونا، ان (عدمِ تکفیر کے قائلین ) کے کافر ہونے پر موقوف ہوگا، اور ان (عدمِ تکفیر کے قائلین ) کا کافر ہونا بھی ہمارے اجماع پر موقوف ہوگا، تو اس طرح ان میں سے ہر ایک دوسرے پر موقوف ہوگا، جس کے نتیجہ میں ''دور'' لازم آئے گا (جوکہ ناجائز ہے، لہٰذا اُن کی تکفیر کا قول، اور اس پر اجماع ہونا، دونوں بھی درست نہ ہوں گے ) (شرح تنقیح الفصول)

## علامہ شاطبی مالکی کا حوالہ

ابراہیم بن موسی شاطبی مالکی (المتوفیٰ: 790ھ) ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں:

**والذی کان یقول بہ شیوخنا البجائیون والمغربیون ویرون أنہ رأی المحققین أیضا :أن لازم المذھب لیس بمذھب** (الاعتِصَام، ج۲، ص ۵۴۹، الباب السادس،فی أحکام البدع وأنھا لیست علی رتبۃ واحدۃ،فصل ھل فی البدع صغائر و کبائر)

ترجمہ: اور جو ہمارے بجائی، اور مغربی شیوخ فرماتے ہیں، اور اس کو محققین کا موقف سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مذہب کا لازم مذہب نہیں ہوا کرتا (الاعتصام)

## علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

**ولازم المذھب لا یجب أن یکون مذھبا بل أکثر الناس یقولون أقوالا ولا یلتزمون لوازمھا** (مجموع الفتاوی، ج۱۶ ، ص ۴۶۱، کتاب التفسیر، سورۃ العلق، اقوال الطوائف فی الإرادۃ والقدر)

ترجمہ: اور لازمِ مذہب کا مذہب ہونا واجب نہیں، بلکہ اکثر لوگ بہت سے اقوال کرتے ہیں، لیکن ان کے لوازمات کا التزام نہیں کرتے (مجموع الفتاویٰ)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ حنبلی نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا:

**وأما قول السائل :هل لازم المذهب مذهب أم ليس بمذهب؟**

**فالصواب :أن (لازم) مذهب الإنسان ليس بمذهب له إذا لم يلتزمه؛ فإنه إذا كان قد أنكره ونفاه كانت إضافته إليه كذبا عليه .**

**بل ذلک يدل على فساد قوله وتناقضه فی المقال غير التزامه اللوازم التی يظهر أنها من قبل الكفر والمحال مما هو أكثر فالذين قالوا بأقوال يلزمها أقوال يعلم أنه لا يلتزمها لكن لم يعلم أنها تلزمه .**

**ولو كان لازم المذهب مذهبا للزم تكفير كل من قال عن الاستواء أو غيره من الصفات أنه مجاز ليس بحقيقة؛ فإن لازم هذا القول يقتضی أن لا يكون شیء من أسمائه أو صفاته حقيقة** (مجموع الفتاوی، ج۲۰،ص۲۱۷،کتاب أصول الفقه،الجزء الثانی: التمذهب،هل لازم المذهب مذهب أم لا؟)

ترجمہ: جہاں تک سائل کے اس قول کا تعلق ہے کہ کیا ''مذہب'' کا لازم ''مذہب'' ہوا کرتا ہے، یا ''مذہب'' نہیں ہوا کرتا؟

تو درست بات یہ ہے کہ انسان کے ''مذہب کا لازم، مذہب'' نہیں ہوا کرتا، جب تک وہ خود سے اس کا التزام نہ کرے، پس جب وہ اس لازم کا انکار اور اس کی نفی کرے، تو اس لازم کی اس کی طرف اضافت، اس پر جھوٹ باندھنا کہلائے گا۔

بلکہ یہ چیز اس کے قول کے فساد اور اس کے مقولہ کے تناقض پر دلالت کرتی ہے، اُن لوازم کا التزام کیے بغیر، جن کا کفر اور محال کی جہت سے ہونا ظاہر ہوتا ہے، اور اس طرح کے اقوال بہت زیادہ ہوا کرتے ہیں، جو ایسے اقوال کو اختیار کرتے ہیں، جن سے دوسرے ایسے اقوال لازم آتے ہیں، جن کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کا التزام نہیں کیا، بلکہ انہیں خود بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے اقوال کے نتیجہ میں، کفر کے قبیل سے فلاں اقوال لازم آ رہے ہیں۔

اور اگر ''مذہب'' کا لازم ''مذہب'' ہوا کرتا، تو ہر اس شخص کو کافر قرار دینا بھی لازم آتا، جو ''استواء علی العرش'' یا دوسری صفات میں سے کسی صفت کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ مجاز ہے، حقیقت نہیں، کیونکہ اس قول کے لازم کا مقتضیٰ یہ ہے کہ

اللہ کے اسماء اور صفات میں سے کوئی چیز بھی حقیقت نہیں (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا:

**فما كان من اللوازم يرضاه القائل بعد وضوحه له فهو قوله، وما لا يرضاه فليس قوله .وإن كان متناقضا .وهو الفرق بين اللازم الذى يجب التزامه مع ملزوم اللازم الذى يجب ترك الملزوم للزومه .**
**فإذا عرف هذا عرف الفرق بين الواجب من المقالات والواقع منها .وهذا متوجه فى اللوازم التى لم يصرح هو بعدم لزومها .فأما إذا نفى هو اللزوم لم يجز أن يضاف إليه اللازم بحال** (مجموع الفتاوى، ج ٢٩،ص ٤٢، كتاب الفقه، الجزء التاسع: البيع،بعض ضوابط الاجتهاد )

ترجمہ: پس جو ایسے لوازمات ہوں کہ ان کی وضاحت کے بعد، قائل ان سے راضی ہے، تو ہی وہ لوازمات اس کا قول ہوں گے، اور جن لوازمات سے وہ راضی نہیں، تو وہ اس کا قول نہیں ہوں گے، اور یہی فرق ہے اس لازم کے درمیان، جس کا التزام واجب ہے، اس لازم کے ملزوم کے ساتھ، جس کے ملزوم کا لزوم کے لیے ترک واجب ہے۔

پس جب یہ بات پہچان لی گئی، تو اقوال میں سے ثابت، اور واقع اقوال کے درمیان، فرق بھی معلوم ہوگیا، اور یہ بات اُن لوازمات کے بارے میں ہے، جن کے عدمِ لزوم کی وہ تصریح نہ کرے (اور ان لوازمات سے سکوت اختیار کرے کہ ان لوازمات کی اس کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں) لیکن جب وہ اس لزوم کی نفی کرے، تو پھر اس کی طرف، اس لازم کی نسبت کرنا، کسی حال میں بھی جائز نہیں

(مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ ''تکفیرِ معین'' کے لئے، اس سے بھی زیادہ سخت شرائط کے قائل ہیں، چنانچہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

**وإذا عرف هذا فتكفير "المعين" من هؤلاء الجهال وأمثالهم -بحيث يحكم عليه بأنه من الكفار -لا يجوز الإقدام عليه إلا بعد أن تقوم على أحدهم الحجة الرسالية التى يتبين بها أنهم مخالفون للرسل وإن كانت هذه**

المقالة لا ريب أنها كفر .وهكذا الكلام فى تكفير جميع "المعينين "مع أن بعض هذه البدعة أشد من بعض وبعض المبتدعة يكون فيه من الإيمان ما ليس فى بعض فليس لأحد أن يكفر أحدا من المسلمين وإن أخطأ وغلط حتى تقام عليه الحجة وتبين له المحجة .ومن ثبت إيمانه بيقين لم يزل ذلك عنه بالشك؛ بل لا يزول إلا بعد إقامة الحجة وإزالة الشبهة (مجموع الفتاوى، ج١٢، ص٥٠٠، ٥٠١، كتاب القرآن كلام الله حقيقة)

ترجمہ: اور جب یہ بات معلوم ہوگئی، تو ان ، اور ان جیسے جہلاء کی طرف سے ''تکفیرِ معین'' کا حکم لگانا، اور یہ کہنا کہ وہ کافر ہیں، اس پر اقدام جائز نہیں، تا آ نکہ ان میں سے کسی پر حجتِ رسالیہ قائم کردی جائے، جس سے ان کے سامنے یہ بات پوری طرح واضح ہوجائے کہ وہ رسولوں کی مخالفت کرنے والے ہیں، اور یہ بات بھی واضح ہوجائے کہ ان کا قول، بلا شبہ کفر ہے، اور یہ بات تمام معین لوگوں کی تکفیر کے بارے میں ہے، علاوہ ازیں بدعت بعض کی بعض سے زیادہ شدید ہوتی ہے، اور بعض اہلِ بدعت میں اس طرح کا ایمان موجود ہوتا ہے، جو بعض دوسروں میں نہیں ہوتا، پس کسی کے لئے بھی مسلمانوں میں سے کسی کی تکفیر کرنا جائز نہیں، اگرچہ وہ خطاء کار ہو، اور غلطی کا مرتکب ہو، تا آ نکہ اس پر حجت قائم نہ کردی جائے، اور اس کے سامنے، یہ قائم کردہ حجت پوری طرح نہ کھل جائے، اور جس کا ایمان، یقین کے ساتھ ثابت ہے، وہ شک کے ذریعہ زائل نہ ہوگا، بلکہ حجت قائم کرنے، اور شبہ کو زائل کرنے کے بعد ہی زائل ہوگا (مجموع الفتاویٰ)

# علامہ ابنِ قیم کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد علامہ ابنِ قیم (المتوفیٰ: 751ھ) فرماتے ہیں:

وأيضا فلازم المذهب ليس بمذهب........... فلا يمتنع عليه أن يقول الشىء ويخفى عليه لازمه، ولو علم أن هذا لازمه لما قاله؛ فلا يجوز أن يقال :هذا مذهبه، ويقول ما لم يقله (إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج٣، ص٢٢٢، فصل المتأخرون هم الذين أحدثوا الحيل)

ترجمہ: اور نیز مذہب کا لازم، مذہب نہیں ہوا کرتا..........لہٰذا یہ بات ممتنع نہیں کہ وہ ایک چیز کا قول کرے، اور اس پر اس کا لازم مخفی رہ جائے، اور اگر وہ جان لے کہ اس کا لازم یہ ہے، تو وہ یہ قول نہ کرے، پس یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ اس کا مذہب ہے، اور وہ بات کہے، جو اس نے نہیں کہی (اعلام الموقعین)

## شمس الدین، سفارینی حنبلی کا حوالہ

شمس الدین، سفارینی حنبلی (المتوفیٰ: 1188ھ) ’’لوامع الانوار البهية‘‘ میں فرماتے ہیں:

**نقول أولا لمن ارتكب هذا المركب لازم المذهب ليس بمذهب عند أئمة أهل التحقيق، وذوى النباهة والمعرفة والتصديق، فكيف يحسن أن ينسب إلى المرء شيء من لوازم كلامه** (لوامع الأنوار البهية، ج ١، ص ٩٨، الباب الأول فى معرفة الله تعالى وتعداد الصفات، فصل فى ذكر الصفات التى يثبتها السلفيون ويجحدها غيرهم، نفى استلزام القول بالاستواء والعلو للتجسيم)

ترجمہ: ہم پہلی بات یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس مرکب کا مرتکب ہو، تو مذہب کا لازم مذہب نہیں ہوتا، ائمہ اہلِ تحقیق اور اہلِ فن اور اہلِ معرفت اور اہلِ تصدیق کے نزدیک، پس یہ کیسے اچھا ہوسکتا ہے کہ آدمی کی طرف کوئی چیز اس کے لوازمِ کلام کی منسوب کی جائے (لوامع الانوار)

## نعمان بن محمود آلوسی کا حوالہ

نعمان بن محمود آلوسی (المتوفیٰ: 1317ھ) فرماتے ہیں:

**لازم المذهب ليس بمذهب، كما أفصحت عنه عبارات المحققين، وتنبيهات السلفيين، والخلفيين** (جلاء العينين فى محاكمة الأحمدين، ج ١، ص ٤٦٧، وهل كان يقول بالحسمية والجهة والانتقال)

ترجمہ: مذہب کا لازم مذہب نہیں ہوتا، جیسا کہ میں اس کی محققین کی عبارات، اور سلف وخلف کی تنبیہات کی روشنی میں تصریح کرچکا ہوں (جلاء العینین)

# علاءُ الدین ابنِ عطار کا حوالہ

علاءُ الدین ابنِ عطار (المتوفی: 724ھ) ''الاعتقادُ الخالص'' میں فرماتے ہیں:

**لأنهم فسّاق، ضلّال، عصاة، أصحاب كبائر عند المحققين وأهل السنة؛ ممن لم يقل بكفرهم ، خلافاً لمن رأى خلاف ذلك، والله الموفق للصواب. ومثل قول أصحاب الأصول فى التكفير بالمآل وعدمه، وقول الفقهاء ، وأصحاب الفروع :لازم المذهب ليس بمذهب، ولازم القول ليس بقول، أو هو مذهب وقول؟.**

**والصحيح الذى عليه جمهور العلماء أنه ليس بمذهبٍ ولا قولٍ** (الاعتقاد الخالص من الشك والانتقاد، ص ۳۶۹، فصل ۴۰)

ترجمہ: کیونکہ وہ (خوارج) فاسق ہیں، گمراہ ہیں، محققین، اور اہلُ السنۃ میں سے ان حضرات کے نزدیک اصحابِ کبائر ہیں، جو ان کی تکفیر نہیں کرتے، برخلاف ان کے جو اس کے برخلاف رائے رکھتے ہیں ''والله الموفق للصواب''

اور جیسا کہ تکفیر بالمآل اور عدمِ تکفیر کے بارے میں اصحابِ اصول، اور فقہاء، اور اصحابِ فروع کا قول ہے کہ ''لازمِ مذہب مذہب، یا قول ہوتا ہے، یا نہیں؟

اور صحیح مذہب، جس پر جمہور علماء ہیں، وہ یہ ہے کہ لازمِ مذہب مذہب، یا قول نہیں ہوا کرتا (الاعتقاد الخالص)

علاءُ الدین ابنِ عطار اپنی دوسری تالیف میں فرماتے ہیں:

**لازم المذهب هل هو مذهب أم لا؟والذى نعتقده، وقال به أكثر العلماء ، وهو الراجح عند المحققين :إنه ليس بمذهب، وهذا الذى يسميه أهل الكلام :المعنى الساذج؛ يعنى :المقتصر على مجرد معناه المطابق له من غير إلزام، وأما اللازم السابقى، وهو المسمى بالتضمن، فهو لازم قطعًا** (العدة فى شرح العمدة فى أحاديث الأحكام، ج۳، ص ۱۳۸۱، كتاب اللعان، الحديث الثامن)

ترجمہ: لازمِ مذہب، کیا مذہب ہوتا ہے، یا نہیں؟

جس کا ہم عقیدہ رکھتے ہیں، اور یہی اکثر علماء کا قول ہے، اور یہی محققین کے نزدیک راجح ہے، وہ یہ ہے کہ مذہب کا لازم، مذہب نہیں ہوا کرتا، اور اس کا نام

اہلِ کلام نے ’’المعنی الساذج ‘‘ رکھا ہے، یعنی محض اپنے معنیٰ پر اقتصار کرنے اور ٹھہرنے والا، جو اس کے مطابق ہیں، الزام کے بغیر، اور جہاں تک لازمِ سابقی ہے، جس کا نام ’’تضمن‘‘ رکھا جاتا ہے، تو وہ قطعاً لازم ہوتا ہے (العدۃ)

## کاسلافہ بالامیر کا حوالہ

علامہ محمد بن اسماعیل، کاسلافہ بالامیر (المتوفیٰ: 1182ھ) نے ’’اصول الفقه ‘‘ میں فرمایا:

**قد يستلزم كلامهم ما لا يريدونه ولا يقصدونه ولا يخطر لهم ببال ولذا جزم المحققون بأن لازم المذهب ليس بمذهب لأنه لا يقطع بأنه قصده قائله بل لا نظن** (أصول الفقه المسمى إجابة السائل شرح بغية الآمل، ص ۲۳۸، الباب الثالث فی المنطوق والمفهوم)

ترجمہ: بعض اوقات ان اہلِ بدعت واہلِ اہواء کے کلام سے وہ چیز لازم آ رہی ہوتی ہے، جس کا وہ قصد وارادہ نہیں کرتے، اور نہ ہی ان کے دل میں اس کی کھٹک پیدا ہوتی، اور اسی وجہ سے محققین نے اس بات پر جزم ویقین ظاہر کیا ہے کہ ’’مذہب‘‘ کا لازم ’’مذہب‘‘ نہیں ہوا کرتا، کیونکہ اس سے، اس بات کا یقین حاصل نہیں ہوتا کہ اس کے قائل نے اس کا ارادہ کیا ہے، بلکہ ہم بھی اس کے بارے میں یہ گمان نہیں کرتے (اصول الفقہ)

موصوف نے مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پر فرمایا:

**تقرر عند المحققين أن لازم المذهب ليس بمذهب وقد بسطنا ذلک فی رسالة منع التكفير بالتأويل وفی سبل السلام** (أصول الفقه المسمى إجابة السائل شرح بغية الآمل، ص ۴۰۲، الباب الثامن فی النسخ)

ترجمہ: محققین کے نزدیک یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ’’مذہب‘‘ کا لازم ’’مذہب‘‘ نہیں ہوا کرتا، اور ہم نے اس کی تفصیل ’’تاویل کی وجہ سے تکفیر کے ممنوع ہونے‘‘ کے رسالہ میں، اور ’’سبل السلام ‘‘ میں ذکر کر دی ہے (اصول الفقہ)

اس بحث کے آخر میں مفتیِ اعظم پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی ہونے کی حیثیت سے درجِ ذیل فتویٰ بھی ملاحظہ کرلیا

جائے، جس میں ''لزومِ کفروالتزامِ کفر'' کے فرق کی تصریح ہے:

**سوال نمبر ۱**:...... جب قرآنِ کریم کی آیت سے ''**یدخلون فی دین اللّٰہ أفواجاً**'' سے ثابت ہے کہ صحابہ بکثرت تھے، لیکن چھ سات کے علاوہ (شیعہ) کسی کو مسلمان نہیں کہتے، قرآن شریف میں مہاجرین وانصار کی مدح صاف موجود ہے، اور خلافتِ صدیقی و فاروقی کے حق میں صادق آنے والی آیات موجود ہیں، جن پر ایمان لانا اس وقت تک ممکن نہیں ہے، جب تک شیخین کو برحق نہ سمجھا جائے، درآں حالیکہ شیعوں میں ہر واقف وناواقف یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ شیخین ایسے ویسے تھے، تو کیا اس قسم کے عقیدے کو انکارِ قرآن کا مترادف نہ سمجھا جائے گا؟

**سوال نمبر ۲**:...... قطع نظر اس سے کہ کوئی ناواقف بالتصریح قرآن کو محرف نہ کہے، اور وہ تشریح وتفصیل کی استعداد بوجہ کم علمی رکھتا ہی نہ ہو، لیکن جب تمام صحابہ پر تبرّا کرے، تو کیا اس کو انکارِ قرآن نہ کہا جائے گا؟

**جواب سوال نمبر ۱**:...... مترادف بھی سمجھ لیں، تب بھی کفر کا حکم نہیں کرسکتے کہ دربارۂ تکفیر ''لزوم والتزام'' میں فرق ہے، جس پر کفر لازم آجاتا ہو، اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا (جب تک) کہ وہ اس ''کفر'' کا خود ''التزام'' نہ کرے۔

**جواب سوال نمبر ۲**:...... ہرگز نہیں، فرق وہی ہے کہ اس سے انکارِ قرآن لازم آجاتا ہے، مگر وہ بلاواسطہ انکارِ قرآن کو تسلیم نہیں کرتا، اور حکمِ کفر سے بچنے کے لیے اتنا بھی کافی ہے''۔ واللہ اعلم

بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔ دارالعلوم دیوبند۔ ۱۶/۲/۱۳۶۱ھ۔ (فتویٰ نمبر ۷۰/۳)

(امداد المفتین جامع، جلد ۱، صفحہ نمبر ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵، بعنوان: تکفیر میں لزومِ کفر کا اعتبار نہیں، التزامِ کفر کا اعتبار ہے، کتاب الایمان و العقائد، باب احکام الکفر، فصل فیمایتعلق بالاحتیاط فی التکفیر، مطبوعة: ادارة المعارف کراچی، تاریخِ طبع: 2018ء)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار، پانچ افراد کے علاوہ باقی حضرات کے کافر ہوجانے کا قول عمرو بن ثابت سے بھی مروی ہے، جیسا کہ آخری باب میں آتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لازمِ مذہب کی بنیاد پر تکفیر کا حکم لگانا، راجح نہیں، اور اس کی بنیاد پر بعض اصحابِ علم نے جو جملہ شیعہ، یا اثنا عشریہ کی تکفیر کی، یہ بھی راجح نہیں۔

اسی سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعض علماء جو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شیعہ مثلاً خود تو تحریفِ قرآن، یا کوئی دوسرا ایسا عقیدہ رکھنے کا انکار کرے، جو باعثِ کفر ہو، لیکن اسی کے ساتھ وہ اس باعثِ کفر عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر نہ کرے، تو بھی وہ کافر شمار ہوگا، یہ درست نہیں، کیونکہ اس کا حاصل بھی ''لازمِ مذہب'' کو مذہب قرار دینے سے زیادہ نہیں، بلکہ یہ اس سے بھی ادنیٰ درجہ کی چیز ہے، کیونکہ اس کے نتیجہ میں تو بہت سے ایسے اہلُ السنۃ کا کافر ہونا بھی لازم آئے گا، جو اس عقیدہ کے حامل فرد، یا فرقہ کی تکفیر نہیں کرتے، جن کی دوسرے تکفیر کرتے ہیں۔

چنانچہ متقدمین نے متعدد ایسے افراد کی تکفیر نہیں کی، جن کی بعد کے متعدد حضرات نے تکفیر کی، جیسا کہ ''شیعہ'' کے فرقۂ خطابیہ کی، اور جیسا کہ مختار ثقفی کی متقدمین نے تکفیر نہیں کی، لیکن بعد کے بعض حضرات نے تکفیر کی۔

جیسا کہ علامہ ابنِ حزم کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ صحابہ کرام نے، افسقُ الفساق ''مختار بن عبید ثقفی، جو دین میں متہم تھا، اور اس کے کفر کا گمان تھا، اور اسی طرح حجاج بن یوسف، عبید اللہ بن زیاد، اور حبیش بن دلجہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ [1]

---

[1] وذهب طائفة الصحابة كلهم دون خلاف من أحد منهم وجميع فقهاء التابعين كلهم دون خلاف من أحد منهم وأكثر من بعدهم وجمهور اصحاب الحديث وهو قول أحمد والشافعي وأبى حنيفة وداود وغيرهم إلى جواز الصلاة خلف الفاسق الجمعة وغيرها وبهذا نقول وخلاف هذا القول بدعة محدثة فما تأخر قط أحد من الصحابة الذين أدركوا المختار بن عبيد والحجاج وعبيد الله بن زياد وحبيش بن دلجة وغيرهم عن الصلاة خلفهم وهؤلاء أفسق الفساق وأما المختار فكان متهما فى دينه مظنونا به الكفر (الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۴، ص۱۳۵، الكلام فى الصلاة خلف الفاسق)

اور علامہ ابنِ حزم نے مختار ثقفی کے اپنے لئے نبوت کے دعوے کے قریب ہونے، اور بعض دوسرے ضلالت پر مشتمل اقوال کا بھی ذکر کیا ہے، اور شیعہ کی ایک جماعت کے اس کی اتباع کرنے کا حکم لگایا ہے، جس کی صحابہ سے تردید بھی مروی ہے، جیسا کہ گزرا۔ [1]

اس طرح کی بے شمار مثالیں اہل السنۃ میں بھی موجود ہیں، مثلاً بعض حضرات نے، منصور حلاج، اور ابنِ عربی وغیرہ کی طرف حلول کے عقیدہ کی نسبت کر کے، ان کی تکفیر کی، اور جو ان کے کفر میں شبہ کرے، اس کی تکفیر کا بھی حکم لگا دیا، لیکن جمہور اہل السنۃ نے ان حضرات کی تکفیر نہیں کی، بلکہ ان کے اقوال کی تاویل کی۔ [2]

---

[1] وقد حام المختار حول أن يدعى النبوة لنفسه وسجع اسجاعا وانذر بالعيوب عن الله وأتبعه على ذلك طوائف من الشيعة(الفصل فى الملل والأهواء والنحل، ج۴، ص ۱۴۱، ذكر شنع الشيعة)

[2] وخرج بذلك من سبق لسانه إلى الكفر أو أكره عليه فإنه لا يكون مرتدا، وكذا الكلمات الصادرة من الاولياء فى حال غيبتهم، وفى أمالى الشيخ ابن عبد السلام أن الولى إذا قال أنا الله عزر التعزير الشرعى ولا ينافى الولاية لانهم غير معصومين، وينافى هذا قول القشيرى من شرط الولى أن يكون محفوظا كما إن من شرط النبى أن يكون معصوما، فكل من كان للشرع عليه اعتراض فهو مغرور مخادع، فالولى الذى توالت أفعاله على الموافقة، وقد سئل ابن سريج عن الحسين الحلاج لما قال :أنا الحق فتوقف فيه، وقال هذا رجل خفى على أمره، وأما أقول فيه شيئا، وأفتى بكفره بذلك القاضى أبو عمرو والجنيد وفقهاء عصره، وأمر المقتدر بضربه ألف سوط، فإن مات وإلا ضرب ألفا أخرى، فإن لم يمت قطعت يداه ورجلاه ثم ضرب عنقه، ففعل به جميع ذلك لست بقين من ذى الحجة ستة تسع وثلثمائة والناس مع ذلك يختلفون فى أمره، فمنهم من يبالغ فى تعظيمه، ومنهم من يكفره لانه قتل بسيف الشرع، وجرى ابن المقرى، تبعا لغيره، على كفر من شك فى كفر طائفة، كابن عربى الذين ظاهر كلامهم عند غيرهم الاتحاد، وهو بحسب ما فهموه من ظاهر كلامهم، ولكن كلام هؤلاء جار على اصطلاحهم :إذ اللفظ المصطلح عليه حقيقة فى معناه الاصطلاحى مجاز فى غيره، والمعتقد منهم لمعناه معتقد لمعنى صحيح، وأما من اعتقد ظاهره من جهلة الصوفية فإنه يعرف فإن استمر على ذلك بعد تعريفه صار كافرا.اهـ

وفى شرح الروض بعد كلام :والحق أن هؤلاء ، أى الطائفة كابن عربى، مسلمون أخيار وكلامهم جار على اصطلاحهم كسائر الصوفية وهو حقيقة عندهم فى مرادهم وإن افتقر عند غيرهم ممن لو اعتقد ظاهره عنده كفر إلى تأويل :إذ اللفظ المصطلح عليه حقيقة فى معناه الاصطلاحى مجاز فى غيره بالمعتقد منهم لمعناه معتقد لمعنى صحيح، وقد نص على ولاية ابن عربى جماعة علماء عارفون بالله منهم الشيخ تاج الدين بن عطاء الله والشيخ عبد الله اليافعى ولا يقدح فيه وفى طائفة ظاهر كلامهم المذكور عند غير الصوفية لما قلناه ولانه قد يصدر عن العارف بالله إذا استغرق فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح، جو اہلِ تشیع خود تحریفِ قرآن کے قائل نہ ہوں، اور جنھوں نے یہ قول کیا، وہ ان کی تکفیر کرنے کے بجائے، ان کے قول کی ایسی تاویل کریں، جو ''تکفیرِ التزامی'' کے لئے مانع ومؤثر ہو، تو ان تحریف کے عدمِ قائلین کی تکفیر کرنا بھی درست نہیں۔

ورنہ تو پھر یہی پیمانہ اپنے بزرگوں کے لئے بھی مقرر کرنا چاہیے۔

اور اس میں شک نہیں کہ اکثر فرقوں کے بڑے طبقہ میں ایسی بدعات کا وجود ہے، جن کو دوسرے فرقے باعثِ شرک وکفر قرار دیتے ہیں، لیکن ان فرقوں کے علماء ان کے باعثِ کفر نہ ہونے کی کوئی نہ کوئی تاویل کرتے ہیں۔

اور اسی قسم کے علماء دوسرے فرقوں کی عوامی بدعات کی وجہ سے اس پورے فرقہ کی طرف کفر وشرک کی نسبت کرنے میں تامل نہیں فرماتے۔

اگر مذکورہ اصول کو عدل وانصاف کے عمومی پیمانہ کی بنیاد پر استعمال کیا جائے، تو ان فرقوں کے عوام کی ان بدعات کی وجہ سے، اور ان فرقوں سے وابستہ علماء کے ان کی تکفیر نہ کرنے کی وجہ سے تکفیر لازم آئے گی، اور اس کے نتیجہ میں شاید ہی کوئی فرقہ وفرد اس تکفیر سے بچ پائے گا، اور پورا نظامِ اسلام ہی بگڑ کر رہ جائے گا، جیسا کہ پہلے علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کے حوالہ سے گزرا۔

لہٰذا کسی کی تکفیر کے لئے اپنی طرف سے مذکورہ اور اس جیسے اصول قائم کر لینا، یا کسی بھی قول کو لے کر جمہور فقہائے مجتہدین محققین کی طرف سے معروف ومشہور اور طے شدہ اصولوں کو نظر

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بحر التوحيد والعرفان بحيث تضمحل ذاته فى ذاته وصفاته فى صفاته ويغيب عن كل ما سواه عبارات تشعر بالحلول والاتحاد لقصود العبارة عن بيان حاله الذى ترقى إليه وليست فى شىء منهما كما قاله العلامة السعد التفتازانى وغيره.اهـ.

فى حاشية الامير على عبد السلام الناس فى التوحيد متفاوتون، فالعامة الاسلامية اقتصروا على علم ظاهر لا إله إلا الله، ومنهم من ترقى إلى معرفة ما يمكن بالبراهين الفكرية، ومنهم من فتح عليه بأمور وجدانية، ومنهم من ذاق الكل من الله وإليه فرضى بكل شىء من هذه الحيثية، كما سبقت الاشارة إليه غير مرة، ومنهم من غاب عن المغايرة وطفح فى سكره حيث قال أنا الله، أو ما فى الجبة إلا الله، أو ما فى الكون إلا الله، فمنهم من عذرهم بذلک، ومنهم من عاقبهم، والكل على خير إن شاء الله تعالى حيث صح الأصل(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين،للبكرى، ج۴،ص ۱۵۱ ،باب فى الردة)

انداز کر دینا، درست نہیں، اور پہلے گذر چکا ہے کہ مخالف پر الزام قائم کرنے کے لئے بعض حضرات جو اس طرح کے اقوال کا کفر ہونا ذکر کر دیتے ہیں، تو وہ التزامِ کفر کا حکم بیان کرنے کے لئے نہیں ہوتے، اس لئے اس قسم کے الفاظ سے تکفیر کا حکم صادر کر دینا بھی درست نہیں ہوا کرتا، اور جس کے کفر میں اختلاف پیدا ہو جائے، اس کی عدمِ تکفیر راجح ہوا کرتی ہے، اور سو میں سے ایک عدمِ تکفیر کا احتمال بھی عدمِ تکفیر کے لئے مؤثر ہوا کرتا ہے۔ [1]

اب جاتے جاتے اس سلسلہ میں علامہ ابنِ تیمیہ کی چند عبارات ملاحظہ کر لی جائیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ولا ريب أن في كثير من المسلمين من الظلم والجهل والبدع والفجور ما لا يعلمه إلا من أحاط بكل شيء علما لكن كل شر يكون في بعض المسلمين فهو في غيرهم أكثر وكل خير يكون في غيرهم فهو فيهم أعلى وأعظم وهكذا أهل الحديث بالنسبة إلى غيرهم (مجموع الفتاوى، ج۴، ص ۲۴، ۲۵، كتاب مفصل الاعتقاد ،الرد على من عاب اهل السنة بالحشو)

ترجمہ: اور اس میں شک نہیں کہ بہت سے مسلمانوں میں ظلم اور جہل اور بدعت اور فجور، اتنا زیادہ پایا جاتا ہے کہ جس کا علم اسی ذات کو ہے، جس نے ہر چیز کے علم کا احاطہ کر رکھا ہے، لیکن ہر وہ شر، جو بعض مسلمانوں میں ہوتا ہے، تو وہ ان کے علاوہ میں زیادہ ہوتا ہے، اور ہر وہ خیر جو دوسروں میں ہوتی ہے، تو وہ اُن بعض مسلمانوں میں زیادہ اعلیٰ اور زیادہ عظیم ہوتی ہے، یہی صورتِ حال دوسروں کے مقابلہ میں اہلُ الحدیث حضرات کی بھی ہے (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مسئلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ولو كفر هؤلاء لزم تكفير كثير من الشافعية، والمالكية، والحنفية، والحنبلية، والأشعرية، وأهل الحديث، والتفسير، والصوفية :الذين ليسوا كفارا باتفاق المسلمين (مجموع الفتاوى، ج۳۵، ص ۱۰۱، كتاب قتال أهل البغي، المتنازعون في عصمة الانبياء لا يكفرون)

---

[1] وإن وقع إلزاما في المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم في رد مذهبهم بأنه كفر أي يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضي ذلك كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم (ردالمحتار، ج۳ص ۴۶، كتاب النكاح، فصل في المحرمات)

ترجمہ: اور اگر ان لوگوں کی تکفیر کی جائے گی، تو بہت سے شافعیہ، اور مالکیہ اور حنفیہ اور حنبلیہ اور اشعریہ اور اہلُ الحدیث اور اہلُ التفسیر اور صوفیاء کی بھی تکفیر لازم آئے گی، جو باتفاقِ مسلمین کافر نہیں (مجموع الفتاویٰ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ولا يجوز تكفير المسلم بذنب فعله ولا بخطأ أخطأ فيه كالمسائل التى تنازع فيها أهل القبلة فإن الله تعالى قال "آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين أحد من رسله وقالوا سمعنا وأطعنا غفرانك ربنا وإليك المصير"

وقد ثبت فى الصحيح أن الله تعالى أجاب هذا الدعاء وغفر للمؤمنين خطأهم .

والخوارج المارقون الذين أمر النبى صلى الله عليه وسلم بقتالهم قاتلهم أمير المؤمنين على بن أبى طالب أحد الخلفاء الراشدين .واتفق على قتالهم أئمة الدين من الصحابة والتابعين ومن بعدهم .ولم يكفرهم على بن أبى طالب وسعد بن أبى وقاص وغيرهما من الصحابة بل جعلوهم مسلمين مع قتالهم ولم يقاتلهم على حتى سفكوا الدم الحرام وأغاروا على أموال المسلمين فقاتلهم لدفع ظلمهم وبغيهم لا لأنهم كفار .ولهذا لم يسب حريمهم ولم يغنم أموالهم.

وإذا كان هؤلاء الذين ثبت ضلالهم بالنص والإجماع لم يكفروا مع أمر الله ورسوله بقتالهم فكيف بالطوائف المختلفين الذين اشتبه عليهم الحق فى مسائل غلط فيها من هو أعلم منهم؟

فلا يحل لأحد من هذه الطوائف أن تكفر الأخرى ولا تستحل دمها ومالها وإن كانت فيها بدعة محققة فكيف إذا كانت المكفرة لها مبتدعة أيضا؟

وقد تكون بدعة هؤلاء أغلظ والغالب أنهم جميعا جهال بحقائق ما يختلفون فيه .

والأصل أن دماء المسلمين وأموالهم وأعراضهم محرمة من بعضهم على بعض لا تحل إلا بإذن الله ورسوله .قال النبى صلى الله عليه وسلم لما خطبهم فى حجة الوداع "(إن دماء كم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا فى بلدكم هذا فى شهركم هذا) " وقال "(كل المسلم على المسلم حرام :دمه وماله وعرضه) ." وقال "(من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فهو المسلم له ذمة الله ورسوله) " وقال "(إذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول فى النار قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول؟ قال :إنه أراد قتل صاحبه) " وقال:

"(لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض) " وقال "(إذا قال المسلم لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما) " وهذه الأحاديث كلها في الصحاح.

وإذا كان المسلم متأولا في القتال أو التكفير لم يكفر بذلک (مجموع الفتاوى، ج۳،ص ۲۸۲، ۲۸۳، کتاب مجمل اعتقاد السلف ،فصل:ولا یجوز تکفیر المسلم بذنب فعله ولا بخطأ أخطأ فيه)

ترجمہ: اور مسلمان کی تکفیر کسی گناہ کے ارتکاب اور کسی خطاء کرنے کی وجہ سے جائز نہیں، جیسا کہ وہ مسائل، جن میں اہلِ قبلہ فرقوں کا ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف واقع ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا کہ ''آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين أحد من رسله وقالوا سمعنا وأطعنا غفرانک ربنا وإليک المصير''

اور صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعاء کو قبول فرمالیا، اور مومنوں کے لیے ان کی خطاؤں کی مغفرت فرمادی۔

اور ''خوارج مارقون'' جن کے ساتھ قتال کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا، اور ان سے امیر المومنین علی بن ابی طالب نے قتال فرمایا، جو خلفائے راشدین میں سے ایک خلیفۂ راشد ہیں، اور ان سے قتال کرنے پر ائمۂ دین کا اتفاق واقع ہوا، صحابہ اور تابعین اور ان بعد والے حضرات کا، لیکن ان کی علی بن ابی طالب اور سعد بن ابی وقاص اور دوسرے صحابہ نے تکفیر نہیں کی، بلکہ ان کے ساتھ قتال کرنے کے باوجود، ان کو مسلمان قرار دیا، اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت ہی قتال کیا، جب انہوں نے حرام خون کو بہایا، اور مسلمانوں کے اموال کی لوٹ مار کی، تو ان سے قتال، ان کے ظلم اور بغاوت کو دور کرنے کے لیے کیا، اس وجہ سے نہیں کیا کہ وہ کافر تھے، اور اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی نہیں بنایا، اور نہ ہی ان کے اموال کو مالِ غنیمت سمجھا۔

اور جب یہ (خوارج) لوگ، جن کی گمراہی ''نص اور اجماع'' سے ثابت ہے، ان کی بھی تکفیر نہیں کی گئی، باوجودیکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کے ساتھ قتال کا حکم بھی (نصوص میں صاف طور پر) موجود ہے، تو پھر اُن دوسری مختلف جماعتوں کی تکفیر کیونکر جائز ہوگی، جن پر اس قسم کے مسائل میں حق مشتبہ ہوگیا، جس قسم کے مسائل میں ان سے اعلَم لوگوں نے بھی غلطی کا ارتکاب کیا؟ (مثلاً دوسرے مسلمان کی تکفیر واستحلالِ خون وغیرہ میں) پس ان جماعتوں میں سے کسی کے لیے یہ بات حلال نہیں کہ وہ دوسری جماعت کی تکفیر کرے، اور اس جماعت کے خون اور مال کو حلال سمجھے، اگر چہ اس جماعت میں بدعت محقق بھی ہوچکی ہو، پس جب تکفیر کرنے والی جماعت کے اندر بھی بدعات کا وجود ہو (تو پھر دوسری جماعت کی بدعت کی بنیاد پر، تکفیر کرنا کیونکر روا ہوسکتا ہے؟)

اور کبھی اس جماعت کی بدعت زیادہ سخت ہوتی ہے، اور غالب درجہ میں یہ سب ہی دراصل اُن چیزوں کے حقائق سے ناواقف ہوتے ہیں، جس میں یہ اختلاف کررہے ہوتے ہیں۔

اور اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خون، اور ان کے اموال، اور ان کی عزتیں، ایک دوسرے پر حرام ہیں، جو صرف اللہ اور اس کے رسول کی اجازت سے ہی حلال ہوسکتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''حجۃ الوداع'' میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''بے شک تمہارے خون، اور تمہارے اموال، اور تمہاری عزتیں، تمہارے اوپر حرام ہیں، تمہارے اس دن کے حرام ہونے، اور تمہارے اس شہر میں حرام ہونے، اور تمہارے اس مہینہ میں حرام ہونے کی طرح'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر مسلمان کا خون، اور اس کا مال، اور اس کی عزت، دوسرے مسلمان پر حرام ہے'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو (یہود

ونصاریٰ کی مشابہت ترک کرکے) ہمارے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے، اور ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے، اور ہمارے ذبیحہ کو کھائے، تو وہ مسلم ہے، جس کے لیے اللہ اوراس کے رسول کا ذمہ ہے (اللہ اوراس کے رسول کے اس ذمہ کو کسی مسلمان کے لیے توڑنا جائز نہیں)“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب دو مسلمان اپنی تلوار اور اسلحہ کے ساتھ، ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں، تو قاتل اور مقتول، دونوں جہنم میں جاتے ہیں، اس پر عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اس قاتل کا تو جہنم میں جانا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن مقتول کا جہنم میں جانا کس وجہ سے ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لیے ہے کہ اس نے دوسرے مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم میرے بعد کافر ہوکر مت لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب مسلمان اپنے بھائی کو یہ کہتا ہے کہ اے کافر! تو اس کا ان دونوں میں سے ایک مستحق ہوجاتا ہے (اگر وہ مستحق نہ ہو، جس کو کافر کہا گیا ہے، تو کہنے والا ہی مستحق ہوجاتا ہے)“ اور یہ تمام احادیث کتبِ صحاح میں موجود ہیں۔

اور جب مسلمان، قتال، یا تکفیر میں تاویل کرنے والا ہو، تو وہ اس کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

**وعلى هذا الأصل فبعض الناس يكون معه شعبة من شعب الكفر ومعه إيمان أيضا وعلى هذا ورد عن النبي صلى الله عليه وسلم في تسمية كثير من الذنوب كفرا مع أن صاحبها قد يكون معه أكثر من مثقال ذرة من إيمان فلا يخلد في النار** (مجموع الفتاوى، ج۷، ص ۳۵۵، كتاب الايمان الكبير، هل يجتمع في العبد ايمان ونفاق؟بيان الأقوال في ذلك)

ترجمہ: اور اسی اصل کے مطابق، بعض لوگوں کے ساتھ، کفر کے شعبوں میں سے

کوئی شعبہ ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کے ساتھ، ایمان بھی ہوتا ہے، اور اسی کے مطابق، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت سے گناہوں کے بارے میں ’’کفر‘‘ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، لیکن اس کے باجود اس شخص کے ساتھ ایک ذرہ سے بھی زیادہ ایمان ہوتا ہے، جس کی بناء پر وہ دائمی جہنم کا مستحق نہیں ہوتا (مجموع الفتاویٰ)

پھر اس دعوے پر چند منصوص دلائل ذکر کرنے کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

والمقصود هنا ذكر "أصل جامع "تنبنی علیه معرفة النصوص ورد ما تنازع فیه الناس إلى الكتاب والسنة فإن الناس كثر نزاعهم فی مواضع فی مسمی الإیمان والإسلام لكثرة ذكرهما وكثرة كلام الناس فیهما والاسم كلما كثر التكلم فیه فتكلم به مطلقا ومقیدا بقید ومقید بقید آخر فی موضع آخر .كان هذا سببا لاشتباه بعض معناه ثم كلما كثر سماعه كثر من یشتبه علیه ذلک .ومن أسباب ذلک أن یسمع بعض الناس بعض موارده ولا یسمع بعضه ویكون ما سمعه مقیدا بقید أوجبه اختصاصه بمعنى فیظن معناه فی سائر موارده كذلک؛ فمن اتبع علمه حتى عرف مواقع الاستعمال عامة وعلم مأخذ الشبه أعطى كل ذی حق حقه وعلم أن خیر الكلام كلام الله وأنه لا بیان أتم من بیانه؛ وأن ما أجمع علیه المسلمون من دینهم الذی یحتاجون إلیه أضعاف أضعاف ما تنازعوا فیه (مجموع الفتاوی، ج۷، ص۳۵۶، و۳۵۷، كتاب الایمان الكبیر، هل یجتمع فی العبد ایمان ونفاق؟بیان الأقوال فی ذلک)

ترجمہ: اور اصل مقصود یہاں پر ایک ’’جامع اصل‘‘ کو ذکر کرنا ہے، جس پر نصوص کی معرفت، اور جن چیزوں میں لوگوں کا باہم اختلاف ہے، ان کو کتاب وسنت کی طرف لوٹانے کی بنیاد ہے، کیونکہ لوگوں کا بہت سے مقامات میں ایمان اور اسلام کے نام میں اختلاف واقع ہوا، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ کا بکثرت ذکر ملتا ہے، اور لوگ بھی ان کا بہت کثرت سے ذکر کرتے ہیں، اور جس نام کا جب جب بھی کثرت سے تکلم کیا جاتا ہے، تو اس کا مطلق تکلم بھی کیا جاتا ہے، اور کبھی کسی قید کے ساتھ، اور کبھی دوسرے مواقع پر کسی دوسری قید کے ساتھ اس کا تکلم کیا جاتا

ہے، جو اس کے بعض معنیٰ میں اشتباہ کا باعث بن جاتا ہے، پھر جب اس لفظ کو کثرت سے سنا جاتا ہے، تو سننے والے کو بھی کثرت سے اس کے معنیٰ میں اشتباہ ہوتا ہے، اور اس کا ایک سبب یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس کے بعض موارد کو سن لیتے ہیں، اور بعض موارد کو نہیں سنتے، اور وہ جتنا سنتے ہیں، وہ کسی ایسی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے، جو اس کے مخصوص معنیٰ کے ساتھ اختصاص کو ثابت کرتا ہے، لیکن یہ شخص اس کے معنیٰ کو اسی طرح تمام موارد میں گمان کر لیتا ہے، پس جو شخص اس کے علم کی جستجو کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے عام استعمال کو پہچان لیتا ہے، اور اس شبہ کے ماخذ کو بھی جان لیتا ہے، تو وہ ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دیتا ہے، اور یہ بات جان لیتا ہے کہ سب سے بہترین کلام، اللہ کا کلام ہے، اور اس سے زیادہ مکمل بیان کسی کا نہیں ہوسکتا۔

اور اپنے دین کی جن قابلِ احتیاج چیزوں پر تمام مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے، ان کی تعداد ان چیزوں سے کئی گنا زیادہ ہے، جن چیزوں میں مسلمانوں کا باہم اختلاف ہے (اس کے باوجود صرف اختلافی چیزوں پر جھگڑا کیا جاتا ہے، اور اجماعی چیزوں پر اتفاق کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا) (مجموع الفتاویٰ)

خلاصہ یہ کہ ''لازمِ مذہب'' کو ''مذہب'' قرار دینے کی بنیاد پر، بعض امور کو ''باعثِ کفر'' سمجھنا، اور ان کی وجہ سے ''شیعہ و رافضہ'' کی علی الاطلاق تکفیر کرنا درست نہیں، ماضی قریب اور موجودہ زمانہ کے جو علماء اس طرح کے امور کی وجہ سے ''شیعہ و روافضہ'' کی تکفیر کرتے ہیں، وہ جمہور کے نزدیک مرجوح قول پر مبنی ہے۔

(باب نمبر 12)

# چند شیعہ وروافض اوران سے مروی احادیث

محققین کی طرف سے شیعہ وروافض، اورامامیہ کی علی الاطلاق تکفیر نہ کرنے، اوراس اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ شیعہ ورافضہ، اورامامیہ وزیدیہ سے وابستہ بہت سے حضرات ایسے گزرے ہیں، جن کی سلف اورمحدثین کی طرف سے، تکفیر تو کیا کی جاتی، ان کی بہت سی مرویات کو فی الجملہ تسلیم کیا گیا، اوران میں جن کا رفض، غلو وکذب کی حد تک تھا، اُن کو بھی کذاب، یا ضعیف وغیرہ قرار دیا گیا، کافر قرار نہیں دیا گیا، اور جن کے تقیہ پر مشتمل زائغانہ عقائدوافکار پر اطلاع ہوئی، اُن پر بھی کفرِ صریح کا حکم نہیں لگایا، جو دراصل اللہ اوراس کے رسول کی پاکیزہ نصوص اورسنت وسیرت کی پیروی پرمبنی ہے۔

اور ہم اس موقع پر اظہارِ افسوس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ جن اہلِ تشیع وروافض اور امامیہ سے محدثین نے احادیث کو روایت کیا، اوران کی توثیق وتحسین تک بھی فرمائی، آج ان ہی کی کھلے عام علی الاطلاق تکفیر کی جاتی ہے، اوراس سلسلہ میں کمزور وضعیف تاویلات وتوجیہات کا سہارا حاصل کیا جاتا ہے، اورفقہائے کرام کی تصریحات کو ایک طرف رکھ کر اپنے اجتہادات وخیالات کی بنیاد پر تکفیر کا حکم جاری کیا جاتا ہے۔

آج کل اہلِ تشیع، اور بالخصوص امامیہ اور بالاخص اثنا عشریہ کی علی الاطلاق تکفیر، اوراس میں تشدد وتعصب اختیار کرنے والوں کی طرف سے اس طرح کی تاویلات وتوجیہات سامنے آتی ہیں، جن کی جمہور مجتہدین محققین سے تائید نہیں ہوتی، لیکن وہ ان کو بڑی شد ومد کے ساتھ بیان کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ محدثین کے زمانہ میں امامیہ کا وجود نہیں تھا، یہ بعد کی پیداوار ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ ’’رافضہ‘‘ و’’امامیہ‘‘ کے آغاز کے متعلق پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے

اعتراف کے مطابق ''رافضہ'' اور ''امامیہ'' کا آغاز، پہلی صدی میں ہو چکا تھا، جملہ روافض حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلا امام قرار دیتے ہیں، اور ''امام'' کے مخصوص تصور کے متعلق مخصوص افکار ونظریات کو بھی اسی وقت سے مانتے ہیں۔

اس قسم کے بے شمار حوالہ جات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ نے اس زمانہ میں بھی ''رافضہ'' کے مختلف ''غالیہ وغیر غالیہ'' اور ''امامیہ'' فرقے، یا اس قسم کے افکار کے حامل افراد وشخصیات کا ذکر کیا ہے، جب صحاحِ ستہ تصنیف کی گئیں، اور اس وقت تک ''محمد بن یعقوب کلینی'' اور ان کے مابعد کے ''امامیہ'' فرقے کی طرف منسوب مصنفین کی تصنیفات بھی منظرِ عام پر نہیں آئی تھیں، پھر ان تصنیفات کے منظرِ عام پر آنے کے بعد بھی امامیہ واثنا عشریہ کا ذکر کیا جاتا رہا ہے۔

زمانہ قریب کے بعض اصحابِ علم سے شیعہ کی تعریف، اور شیعہ وروافض کی اسناد سے مروی احادیث کے حوالہ سے متعدد تسامحات کا صدور ہوا، جس کے نتیجہ میں یہ سمجھا گیا کہ اہل السنۃ کے مقابلہ میں کسی غیر سنی ''شیعہ، یا رافضی'' سے بھی اہل السنۃ والجماعۃ کی کتابوں میں کوئی حدیث وروایت موجود نہیں، حالانکہ یہ بات محققین کی تصریحات کے تناظر میں راجح نہیں، جس کی تفصیل پہلے حافظ ابنِ حجر کی عبارات کے ذیل میں، اور دیگر مقامات پر گزر چکی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی صاحب نے، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے اداریہ میں تحریر فرمایا کہ:

''فرقہ شیعہ کا لفظ اپنے اندر عموم رکھتا ہے، اور ''روافض'' شیعوں کے ایک خاص گروہ کو کہا جاتا ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''التشيع محبة علي وتقديمه على الصحابة '' (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور انہیں صحابہ پر فضیلت دینا، شیعت ہے) جب کہ روافض خاص ان شیعوں کو کہا جاتا ہے کہ جن کا بنیادی عقیدہ اصحابِ رسول اللہ سے بیزاری، اور انہیں سب وشتم کرنا ہے۔

ظاہر ہے کہ تفضیلِ علی وجہ کفر نہیں ہے، اس لئے علی الاطلاق شیعوں کی تکفیر نہیں کی جاسکتی، لیکن علی الاطلاق شیعوں کی عدمِ تکفیر سے روافض کی عدمِ تکفیر پر عدمِ استدلال کرنا، یہ استدلال کی کونسی قسم ہے؟

(پھر آگے چل کر تحریر فرمایا) روافض ایک نہیں، بلکہ متعدد ضروریاتِ دین کے منکر ہیں، مثلاً تحریفِ قرآن، قذفِ عائشہ، رجعت، تکفیرِ صحابہ (اس کے بعد مزید فرمایا) حدیث کی کتابیں، جو صحاحِ ستہ کے نام سے موسوم ہیں (ان میں شیعہ راویوں کا) یہ استدلال بھی مغالطہ پر مبنی ہے، بخاری میں حسبِ تصریح حافظ ابنِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ عابدین شامی ’’ردالمحتار‘‘ میں فرماتے ہیں:

**نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد. فعلم أن ما ذكره في الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح** (رد المحتار، ج۴، ص۲۳۷ کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: محدثین نے تصریح کی ہے کہ ’’اہل الاھواء‘‘ کی گواہی قبول کرلی جائے گی، پس یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے، جو ’’عامۃِ صحابہ‘‘ پر سب وشتم کرے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حجر رحمہ اللہ تقریباً اٹھارہ، یا انیس راوی ایسے ہیں، جن پر تشیع کا الزام ہے، مگر رافضی کوئی نہیں ہے۔
(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، اگست ۱۹۸۸ء، ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اول تو مذکورہ ماہنامہ میں تصریح ہے کہ ’’تفضیلِ علی وجہِ کفر نہیں ہے، اس لئے علی الاطلاق شیعوں کی تکفیر نہیں کی جاسکتی‘‘ اور تفضیلی شیعہ اس زمانہ میں بھی موجود ہیں، لہٰذا علی الاطلاق شیعہ کی عدمِ تکفیر صحیح نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ حافظ ابنِ حجر کی تصریح کے مطابق حدیث کی کتابوں میں کئی روافض کی احادیث موجود ہیں، بلکہ بعض بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور جہاں تک ’’تحریفِ قرآن، قذفِ عائشہ، رجعت، تکفیرِ صحابہ وغیرہ‘‘ کا تعلق ہے، ان پر کلام پہلے گذر چکا ہے، اور کچھ آگے بھی آتا ہے۔

اور روافض وامامیہ کے نام کی تصریح کے ساتھ بھی جمہور کی طرف سے عدمِ تکفیر کی تصریحات پے در پے موجود ہیں۔

لہٰذا روافض کی علی الاطلاق تکفیر کا قول جمہور مجتہدین محققین کے مطابق نہیں، اور ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں مذکورہ بزرگوں کے بجائے، جمہور کا قول راجح ہے، نیز جمہور کے موقف کی تائید ہی، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب واساتذۂ دارالعلوم دیوبند رحمہم اللہ کے اس سے قبل کے اجتماعی فتوے، اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے ہی تحریر کردہ فتاویٰ سے بھی ہوتی ہے، جو ہم نے دوسری تالیفات میں نقل کردیے ہیں، ہم اس موقف کو ہی مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی صاحب رحمہ اللہ کی اوپر بیان کردہ رائے کے مقابلہ میں راجح، اور جمہور کے موقف کا صحیح ترجمان سمجھتے ہیں۔ محمد رضوان۔

**عباد بن يعقوب الرواجني الكوفي أبو سعيد رافضي مشهور إلا أنه كان صدوقا وثقة أبو حاتم وقال الحاكم كان بن خزيمة إذا حدث عنه يقول حدثنا الثقة في روايته المتهم في رأيه عباد بن يعقوب .**
**وقال بن حبان كان رافضيا داعية وقال صالح بن محمد كان يشتم عثمان رضي الله عنه .**
**قلت روى عنه البخاري في كتاب التوحيد حديثا واحدا مقرونا وهو حديث بن مسعود أي العمل أفضل وله عند البخاري طرق أخرى من رواية غيره** (فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج ۱، ص ۴۱۲، الفصل التاسع في سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

اپنی کسی فاسد تاویل کی بنا پر، ان کی تکفیر کرے۔

پس اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو خلاصہ میں اس کے کافر ہونے کا ذکر ہے، وہ ضعیف قول ہے، جو متون، اور شروح کے مخالف ہے (ردالمحتار)

اور ملاعلی قاری نے ’’مشکاۃُ المصابیح‘‘ کی شرح ’’مرقاۃُ المفاتیح‘‘ میں فرمایا:

أن رجال الصحيحين قد يوجد فيهم من صرحوا بأنه خارجي أو رافضي

(مرقاة المفاتيح، ج٣، ص١٢٣٨، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت)

ترجمہ: بخاری ومسلم کے راویوں میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جن کے متعلق محدثین نے تصریح کی ہے کہ وہ خارجی، یا رافضی تھے (مرقاۃ)

اس طرح کے متعدد حوالہ جات مختلف مقامات پر ذکر کئے جا چکے ہیں۔

عالمِ اسلام کے مشہور عالم اور جید فقیہ، علامہ شیخ وہبۃ الزحیلی (المتوفٰی 1436ھ) نے ’’الفقہ الاسلامی ‘‘ میں فرمایا کہ:

’’موجودہ امامیہ اثنا عشریہ، جس مذہب اور فقہ کو تسلیم کرتے ہیں، وہ ان کے چھٹے امام ابوعبداللہ جعفر صادق کی طرف منسوب ہے، جن کی ولادت اسی ہجری (80ھ) اور وفات ایک سواڑتالیس ہجری (148ھ) ہے۔

اوران کے مذہب کے ناشر ابوجعفر محمد بن حسن بن فروخ اعرج قمی (المتوفٰی: 290ھ) ہیں۔

پھر چوتھی صدی میں محمد بن یعقوب کلینی (المتوفٰی: 329ھ) اور اس کے بعد صدوق قمی (المتوفٰی: 381ھ) اور طوسی (المتوفٰی: 460ھ) ہیں‘‘۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] الإمام أبو عبد الله جعفر الصادق (80-148هـ = 699-765م) بن محمد الباقر بن علي زين العابدين بن الحسين السبط مؤسس مذهب الإمامية. وأما أبو جعفر، محمد بن الحسن بن فروخ الصفار الأعرج القمي المتوفى (سنة 290هـ)، فهو ناشر مذهب الشيعة الإمامية في الفقه.

-والإمامية يقولون بإمامة اثني عشر إماما معصوما، أولهم الإمام أبو الحسن علي المرتضى، وآخرهم محمد المهدي الحجة، الذين زعموا أنه مستور وأنه هو الإمام القائم.

-وابن فروخ هو الناشر الفعال لفقه الشيعة الإمامية في فارس في كتابه (بشائر الدرجات في علوم آل محمد، وماخصهم الله به) طبع سنة (1285هـ) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے ''تحفہ اثناء عشریہ'' میں امامیہ اور خصوصاً اثناعشریہ کے قدماء میں جن ناموں کا ذکر کیا ہے، ان میں ہشام بن حکم، ابان بن تغلب اور جابر جعفی کا نام بھی ہے، جبکہ ابان بن تغلب کی حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے، اور جابر جعفی سے ترمذی، اور ابوداؤد وغیرہ نے احادیث کو روایت کیا ہے، اور اس طرح کے مزید راویوں کا بھی ذکر کیا ہے، جن سے محدثین نے احادیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقد تقدمه أول كتاب للإمامية في الفقه وهو رسالة الحلال والحرام لإبراهيم ابن محمد أبي يحيى المدني الأسلمي التي رواها عن الإمام جعفر الصادق.
-ثم كتب ابنه على الرضا كتاب (فقه الرضا) طبع عام (1274هـ) في طهران.
-ثم جاء بعد ابن فروخ الأعرج في القرن الرابع :محمد بن يعقوب بن إسحاق الكليني الرازي، شيخ الشيعة، المتوفى (سنة 328هـ)، فألف كتابه الكافي في علم الدين وفيه ( 16099) ستة عشر ألفا وتسعة وتسعون حديثا من طرق آل البيت، وهو رقم يزيد على ماجاء في كتب الصحاح الستة (البخاري ومسلم ).
-وبه تكون عمدة مذهب الإمامية :الكافي، ومن لا يحضره الفقيه للصدوق القمي، وتهذيب الأحكام للطوسي، والاستبصار للطوسي، وهم كالزيدية لايعتمدون غالبا في الفقه بعد القرآن إلا على الأحاديث التي رواها أئمتهم من آل البيت، كما أنهم يرون فتح باب الاجتهاد، ويرفضون القياس غير المنصوص العلة، وينكرون الإجماع إلا إذا كان الإمام داخلا فيه .ومرجع الأحكام الشرعية هم الأئمة دائما لاغيرهم.
-وفقه الإمامية وإن كان أقرب إلى المذهب الشافعي، فهو لايختلف في الأمور المشهورة عن فقه أهل السنة إلا في سبع عشرة مسألة تقريبا، من أهمها إباحة نكاح المتعة، فاختلافهم لايزيد عن اختلاف المذاهب الفقهية كالحنفية والشافعية مثلا .وينتشر هذا المذهب إلى الآن في إيران والعراق .والحقيقة أن اختلافهم مع أهل السنة لايرجع إلى العقيدة أو إلى الفقه، وإنما يرجع لناحية الحكومة والإمامة .ولعل أفضل ماأعلنت عنه ثورة الخميني في إيران عام ( 1979م)، هو تجاوز الخلاف مع أهل السنة، واعتبار المسلمين جميعا أمة واحدة، راجين تحقيق ذلك(الفقه الإسلامي وأدلته ،ج ا ،ص ۵۸، ۵۹ ،مقدماتِ ضرورية،عن الفقه،المطلب الثاني،لمحة موجزة عن أئمة المذاهب الكبرى الثمانية المعروفة عند أهل السنة والشيعة)

[1] چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ''تحفہ اثناعشریہ'' میں فرماتے ہیں:

واما امامیہ، خصوصاً اثناعشریہ، پس علمائے اینہا در کثرت حدے ندارند، ومشاہیر قدمائے ایشاں، قیس بن سلیم بن قیس ہلالی است، وابان، وہشام بن الحکم، وہشام بن سالم، وصاحب الطاق، وابوالاحوص، وعلی بن منصور، وعلی بن جعفر، وبنان بن سمعان کہ کنیتِ او ابواحمد ست، مشہور بجزرہ است، وابنِ ابی عمیر، وعبداللہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حافظ ذہبی نے ''تاریخ الاسلام'' میں فرمایا کہ:

''ہشام بن حکم کوفی رافضی، رفض وجدل کے رؤوس میں سے ایک ہے، جس کی وفات دوسو گیارہ ہجری میں ہوئی''۔انتہیٰ۔ [1]

اور حافظ ذہبی نے ہی ''العرش'' میں فرمایا کہ:

''ہشامیہ کا نام، ہشام بن حکم رافضی کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے، اور بعض اوقات ہشام بن سالم جوالیقی کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے، اور یہ دونوں امامیہ مشبہہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ رافضہ امامیہ کے اوائل میں یہ تشبیہ پھیلی تھی''۔انتہیٰ۔ [2]

صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (المتوفیٰ:764ھ) نے اپنی تالیف ''الـــوافـــی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بن مغیرہ، ونظیری، وابو بصیر ومحمد بن الحکم، ومحمد بن الفرح الرجحی، وابراہیم خزار، ومحمد بن الحسین، وسلیمان جعفری، ومحمد بن مسلم وبکیر بن اعین، وزرارہ بن اعین وپسران ایں ہر دو، وسماعہ بن مہران، وعلی بن ابی حمزہ، وعیسیٰ وعثمان، وعلی، ہرسہ بنی فضال، واحمد بن محمد بن عبداللہ، ابونصرۃ البر نطی، ویونس بن عبداللہ القمی، وایوب بن نوح وحسن بن عیاش بن الحریش، وعلی بن مظاہر واسطی، واحمد بن اسحاق، وجابر جعفی، ومحمد بن جمہور قمی، وحسین بن سعید، وعبداللہ، وعبیداللہ ومحمد وعمران وعبیداللہ الاعلی، کلہم بنو علی بن ابی الشیعۃ، واولادِ ایشاں، وجدِ ایشاں۔

ومصنفین اثنا عشریہ، صاحبِ معالم الاصول، فخر المحققین، ومحمد بن علی الطرازی، ومحمد بن علی الجباعی، ابوالفتح کراجکی، والکفعمی، وجلال الدین حسن بن احمد شیخ، وشیخ مقتول، ومحمد بن الحسن الصفار، وابان بن بشیر البغال، وعبید بن عبد الرحمٰن خثعمی وفضل بن شاذان قمی، ومحمد بن یعقوب الکلینی الرازی، وعلی بن بابویہ قمی، وحسین بن علی بابویہ قمی، ومحمد بن علی بن بابویہ قمی (تحفۂ اثناء عشریہ فارسی، ص۱۶۴، باب سوم، در ذکر احوال، اسلافِ شیعہ، مطبوعہ: نول کشور لکھنؤ، انڈیا)

[1] هشام بن الحكم الكوفی، الرافضی الخزاز الضال المشبه، (الوفاة: 230-221هـ) أحد رؤوس الرفض والجدل (تاريخ الإسلام للذهبی، ج٦، ص٧١٧، رقم الترجمة ٤٥٦، تحت ترجمة"هشام بن الحكم الكوفی، الرافضی الخزاز الضال المشبه"حرف الهاء)

[2] الهشامية :ويسمون بالهشامية نسبة إلى هشام بن الحكم الرافضی، وأحياناً تنسب إلى هشام بن سالم الجواليقی، وكلاهما من الإمامية المشبهة، والجدير بالذكر أن الرافضة الإمامية كان ينتشر فيهم التشبيه وهذا فی أوائلهم (العرش،للذهبی، ج١، ص١٢٨، القسم الأول، الباب الاول، الفصل الثالث،المبحث الأول: التعريف بالتمثيل والتشبيه)

**بالوفیات'' میں فرمایا کہ:**

**''بیان بن سمعان نہدی، بیانیہ فرقہ کا رئیس ہے، جو غلاۃ میں سے تھا'' ۱؎**

**حافظ ابنِ حجر نے ''لسانُ المیزان'' میں فرمایا کہ:**

**''احمد بن محمد بن خالد برقی، کوفی کا شمار، کبار رافضہ میں ہوتا ہے، جن کی مختلف تصانیف ہیں، مثلاً کتاب اختلاف الحدیث، یہ معتصم کے زمانہ میں تھے'' ۲؎**

**امام صفدی نے احمد برقی کی کئی کتب کا ذکر کیا ہے، اور فی نفسہٖ ثقہ کہا ہے۔ ۳؎**

---

۱؎ (رئيس البيانية)بيان بن سمعان التميمي النهدي كان من الغلاة في علي وإليه تنسب الطائفة البيانية وغلا في علي بن أبي طالب رضي الله عنه حتى قال هو إله وحل فيه جزء إلهي اتحد بناسوته به كان يعلم الغيب ويظفر بالكفار وبه اقتلع باب خيبر وأن روح الإله تعالى حلت في علي ثم من بعده في ابنه محمد بن الحنفية ثم من بعده في ابنه أبي هاشم ثم من بعده في بيان نفسه وذهب لعنه الله إلى أن معبوده على صورة إنسان عضوا فعضوا وأنه يهلك إلا وجهه لقوله تعالى كل شيء هالك إلا وجهه تعالى الله عز وجل عن قوله وافترائه علوا كبيرا وكتب بيان إلى محمد الباقر رضي الله عنه كتابا دعاه فيه إلى نفسه وكان من جملته أسلم تسلم وترقى في سلم فإنك لا تدري حيث يجعل الله النبوة فأمر الباقر رضي الله عنه رسول بيان أن يأكل كتابه فأكله فمات من ساعته ولا خفاء بكفره وكفر تابعيه ولما ظهر عن بيان هذا ما ظهر قتله خالد ابن عبد الله القسري(الوافي بالوفيات،ج۱۰،ص۲۰۵، ۲۰۶،رئيس البيانية)

۲؎ ز :أحمد بن محمد بن خالد البرقي .أصله كوفي من كبار الرافضة .له تصانيف جمة أدبية منها :كتاب اختلاف الحديث والعيافة والقيافة وأشياء كان في زمن المعتصم(لسان الميزان، ج۱،ص۲۰۱، رقم الترجمة ۷۴۹،حرف الالف،من اسمه أحمد)

۳؎ (أبو جعفر البرقي)أحمد بن محمد بن خالد بن عبد الرحمن بن محمد بن علي البرقي أبو جعفر الكوفي الأصل.

كان يوسف بن عمر الثقفي والي العراق من قبل هشام بن عبد الملك قد حبس جده محمد بن علي بعد قتل زيد بن علي ثم قتله وكان خالد صغير السن فهرب مع أبيه عبد الرحمن إلى برقة فأقاموا بها وكان ثقة في نفسه غير أنه أكثر الرواية عن الضعفاء واعتمد المراسيل وصنف كتبا كثيرة منها كتاب الإبلاغ كتاب التراحم والتعاطف كتاب أدب النفس كتاب المنافع كتاب أدب المعاشرة كتاب المعيشة كتاب المكاسب كتاب الرفاهية كتاب المعاريض كتاب السفر كتاب الأمثال كتاب الشواهد من كتاب الله عز وجل كتاب النجوم كتاب المرافق كتاب الدواجن كتاب الشؤم كتاب الزينة كتاب الأركان كتاب الزي كتاب اختلاف الحديث كتاب المآكل كتاب الفهم كتاب الإخوان كتاب الثواب كتاب تفسير الأحاديث وأحكامها كتاب العلل كتاب العقل كتاب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مورخین نے ان کی وفات دوسو چوہتر ہجری قرار دی ہے۔

ان کی ایک کتاب ''محاسنُ البرقی'' کے نام سے معروف ہے۔ [1]

حافظ ذہبی نے ''تاریخ الاسلام'' میں فرمایا کہ:

''حسن بن محمد کوفی، بڑے شیعہ ہیں، جن کی امامیہ کے نزدیک فقہی تصانیف ہیں، ان کی وفات دوسوساٹھ ہجری (260ھ) میں ہوئی''۔انتہٰی۔ [2]

خطیب بغدادی نے تاریخِ بغداد میں فرمایا:

''علی بن یقطین بن موسیٰ کی ولادت کوفہ میں ایک سو چوبیس ہجری میں ہوئی، اور ان کے والد امامیہ کے مبلغین میں سے تھے''۔انتہٰی۔ [3]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ التخويف، كتاب التحذير كتاب التهذيب كتاب التسلية كتاب التاريخ كتاب التبصرة كتاب غريب كتب المحاسن كتاب مذام الأخلاق كتاب المآثر والأحساب كتاب النساء كتاب أنساب الأمم الزهد والموعظة الشعر والشعراء العجائب الحقائق المواهب والحظوظ النور والرحمة كتاب التعيين والتأويل مذام الأفعال الفروق المعانى والتحريف العقاب الامتحان العقوبات العين الخصائص والنحو العيافة والقيافة الزجر والفأل الطيرة المراشد الأفانين الغرائب الخيل الصيانة الفراسة العويص النوادر مكارم الأخلاق ثواب القرآن فضل القرآن الصفوة الرؤيا المحبوبات والمكروهات مصابيح الظلم المنتجات الدعابة والمزاح الترغيب خلق السماوات والأرض بدء خلق إبليس والجن الدواحن والدواحر مغازى النبى صلى الله عليه وسلم بنات النبى صلى الله عليه وسلم وأزواجه الأجناس والحيوان طبقات الرجال الأوائل الطب التبيان الجمل ما خاطب الله به خلقه جداول الحكمة الأشكال والقرائن الرياضة ذكر الكعبة التهانى التعازى(الوافى بالوفيات، ج۷،ص ۲۵۵، ۲۵۶، تحت ترجمة "أبو جعفر البرقى")

[1] البرقى:أحمد بن محمد بن خالد، أبو جعفر ابن أبى عبد الله البرقى :باحث إمامى، من أهل برقة (من قرى قم) أصله من الكوفة .له نحو مئة كتاب، منها (المحاسن -ط) جزآن، فى الفقه والآداب الشرعية، و (البلدان) و (اختلاف الحديث) و (الأنساب) و (أخبار الأمم) و (الرجال - خ) فى مكتبة الدراسات العليا ببغداد وكان مطعونا فى روايته للحديث عند الإمامية قالوا :يأخذ عن الضعفاء (الأعلام، ج ۱،ص ۲۰۵، تحت ترجمة "البرقى")

[2] الحسن بن محمد بن سماعة الكوفى .شيعى كبير، له تصانيف فقهية عند الإمامية .توفى سنة ثلاث وستين ومائتين(تاريخ الإسلام، ج٦،ص ۳۱۵، تحت رقم الترجمة ۱۸۷)

[3] على بن يقطين بن موسى، أبو الحسن مولى بنى أسد:ولد بالكوفة فى سنة أربع وعشرين ومائة، وكان أبوه من وجوه دعاة الإمامية، فطلبه مروان بن محمد فهرب واستتر وهربت به أمه وبأخيه عبيد بن يقطين -وكان ولد بعد على بسنتين -إلى المدينة، وكانت له وصلة بعيال جعفر بن محمد الصادق(تاريخ بغداد وذيوله، ج ۱۹،ص ۲۰۲، تحت رقم الترجمة ۱۰۵۴)

اور حافظ ذہبی نے ''تاریخ الاسلام'' میں فرمایا کہ:

''احمد بن ابی عبداللہ، ابو جعفر کوفی شیعی، امامیہ کے رؤوس، اور امامیہ کی اہم صفوف کے لوگوں میں سے ہیں، جن کی کثیر تصانیف ہیں، جو ان کے تبحر، اور ان کی وسعتِ روایت پر دلالت کرتی ہیں، ان کی وفات دوسو اکہتر ہجری (271ھ) میں ہوئی، اور ایک قول دوسو اکیاسی (281) ہجری کا ہے''۔انتہٰی۔ [1]

اور حافظ ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں فرمایا کہ:

''الباب، ابو القاسم، حسین بن روح بن بحر، امامیہ کے بڑے حضرات میں سے تھے، جن کی وفات تین سو چھبیس ہجری میں ہوئی''۔انتہٰی۔ [2]

اور خطیب بغدادی نے تاریخِ بغداد میں فرمایا:

''مجھے ایک کتاب ملی، جس میں غلاۃ کے مختلف اقوال پر رد کیا گیا ہے، جو ابو محمد، حسن بن یحییٰ نوبختی کی تصنیف ہے، اور یہ شیعہ امامیہ کے متکلمین میں سے تھے'' [3]

---

[1] أحمد بن أبي عبد الله محمد بن خالد بن عبد الرحمن بن محمد بن علي البرقي، أبو جعفر الكوفي الشيعي. من رؤوس الإمامية ورفودهم. له تصانيف كثيرة تدل على تبحره وسعة روايته. وقد أتى فيها بالطامات والمناكير. وقد ألف في كل فن. سمى له ابن أبي طيء من المصنفات أزيد من مائة كتاب من نوع كتب ابن أبي الدنيا. ولم أكد أعرف من أشياخه ولا من الرواة عنه أحدا. توفي سنة أربع وسبعين ومائتين. وقيل: سنة إحدى وثمانين (تاريخ الإسلام، ج٦، ص٥٠٠، ٥٠١، تحت رقم الترجمة ٢٦)

[2] الباب أبو القاسم حسين بن روح بن بحر. كبير الإمامية، ومن كان أحد الأبواب إلى صاحب الزمان المنتظر، الشيخ الصالح أبو القاسم حسين بن روح بن بحر القيني.........مات: في سنة ست وعشرين وثلاث مائة (سير اعلام النبلاء، ج١٥، ص ٢٢٢ الى ٢٢٤، رقم الترجمة ٨٥)

[3] سمعت أبا القاسم عبد الواحد بن علي الأسدي يقول: إسحاق بن محمد بن أبان النخعي الأحمر كان خبيث المذهب، رديء الاعتقاد، يقول: إن عليا هو الله، جل جلاله وأعز، قال: وكان أبرص، فكان يطلي البرص بما يغير لونه فسمي الأحمر لذلك، قال: وبالمدائن جماعة من الغلاة يعرفون بالإسحاقية ينسبون إليه. سألت بعض الشيعة ممن يعرف مذاهبهم ويخبر أحوال شيوخهم عن إسحاق فقال لي مثل ما قاله عبد الواحد ابن علي سواء. وقال: لإسحاق مصنفات في المقالة المنسوبة إليه التي يعتقدها الإسحاقية. ثم وقع إلي كتاب لأبي محمد الحسن بن يحيى النوبختي من تصنيفه في الرد على الغلاة وكان النوبختي هذا من متكلمي الشيعة الإمامية، فذكر أصناف مقالات الغلاة (تاريخ بغداد وذيوله، ج٦، ص٣٧٧، تحت ترجمة "إسحاق بن محمد بن أحمد بن أبان، أبو يعقوب النخعي" رقم الترجمة ٣٤١٣)

حافظ ذہبی نے بھی ''تاریخ الاسلام'' میں نوبختی کو ''فضلائے شیعہ'' کہا ہے، اوران کی طرف سے غلاۃ پر رد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ حافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں فرمایا کہ:

''حسن بن موسیٰ ابو محمد نوبختی بغدادی نے، کلام اور فلسفہ میں کثیر تصنیفات کیں، اور یہ شیعہ تھے، ان کی ایک کتاب ''الرد علی التناسخية'' اور ایک ''کتاب التوحید وحدث العالم'' ہے، اور ایک کتاب جنت کی نعمتوں کے منقطع ہونے کے قول کی تردید میں ہے، ان کی وفات تین سو ایک، یا تین سو دس ہجری میں ہوئی''۔ انتہیٰ۔ [2]

اور صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (المتوفیٰ: 764ھ) نے اپنی تالیف ''الوافی بالوفیات'' میں فرمایا کہ:

''ابو محمد نوبختی، جن کا نام الحسن بن موسیٰ ہے، یہ مذہبِ شیعہ کے متکلم، فیلسوف، فاضل تھے، ان کی علمِ کلام اور فلسفہ میں مختلف تصنیفات و تالیفات ہیں، جن میں ''کتاب الآراء والدیانات، الرد علی اصحاب التناسخ، کتاب

---

[1] وقال الحسن بن يحيى النوبختي في الرد على الغلاة، مع أن النوبختي من فضلاء الشيعة(تاريخ الإسلام، ج٦، ص٥١٥، تحت ترجمة "إسحاق بن محمد بن أحمد بن أبان النخعي .أبو يعقوب الكوفي" رقم الترجمة ١٠٩)

[2] الحسن بن موسى، أبو محمد النوبختي البغدادي.
صاحب المصنفات الكثيرة في الكلام والفلسفة .وهو ابن أخت أبي سهل بن نوبخت.
وكان شيعيا .وله كتاب "الديانات "لم يتمه، وكتاب "الرد على التناسخية "، وكتاب "حدث العالم "، وكتاب "الرد على أبي الهذيل العلاف في قوله نعيم الجنة منقطع "، وكتاب "الرد على أهل المنطق "، وكتاب في "إنكار رؤية الله "، وأشياء كثيرة(تاريخ الإسلام، ج٧، ص١٧٩، تحت ترجمة "الحسن بن موسى، أبو محمد النوبختي البغدادي" رقم الترجمة ٥٥٠)
النوبختي أبو محمد الحسن بن موسى *العلامة، ذو الفنون، أبو محمد الحسن بن موسى النوبختي، الشيعي، المتفلسف، صاحب التصانيف.ذكره محمد بن إسحاق النديم، وابن النجار بلا وفاة.وله كتاب (الآراء) ، و (الديانات) ، وكتاب (الرد على التناسخية) ، وكتاب (التوحيد وحدث العالم) ، وكتاب (الإمامة) وأشياء (سير أعلام النبلاء، ج١٥، ص٣٢٧، تحت ترجمة "النوبختي أبو محمد الحسن بن موسى" رقم الترجمة ١٦٢)

**التوحيد وحدوث العالم،وكتاب الامامة** '' جیسی کتب قابلِ ذکر ہیں اور آخری کتاب ناتمام ہے''۔انتھیٰ۔ [1]

اور علامہ ابنِ حجر نے ''**لسان الميزان**'' میں فرمایا کہ:

''ابو محمد، حسن بن موسیٰ نوبختی، امامیہ کے متکلمین میں سے ہیں، جن کی بہت زیادہ تصانیف ہیں، ان کو طوسی نے امامیہ کے رجال میں ذکر کیا ہے''۔انتھیٰ۔ [2]

اور کتاب'' **الوفيات والاحداث** ''میں ہے:

''ابو محمد، حسن بن موسیٰ نوبختی، فیلسوف متکلم، اثنا عشری ہیں، اور یہ اثنا عشریہ کے نزدیک مہدی منتظر کے نائبین میں سے تیسرے نائب ہیں''۔انتھیٰ۔ [3]

اور شیعہ اثنا عشریہ کے مشہور فقیہ اور محدث سید احمد بن موسیٰ بن طاوس کے چھوٹے بھائی ''علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن محمد الطاوس حسنی'' (المتوفیٰ: 664ہجری) نے اپنی کتاب'' **فرج المهموم** ''میں لکھا ہے کہ:

''بنو نوبخت میں سے ایک جماعت کا اعیانِ شیعہ سے تعلق رہا ہے، جن میں حسن بن موسیٰ نوبختی بھی ہیں، جو علمِ نجوم وفلک کے عارف تھے، اور ان کی کئی تصانیف ہیں۔

---

[1] (أبو محمد النوبختي)الحسن بن موسى أبو محمد النوبختي ابن أخت أبي سهل إسماعيل ابن علي بن نوبخت. كان متكلما فيلسوفا فاضلا على مذهب الشيعة وكان جماعة للكتب نسخ بخطه شيئا كثيرا،وله مصنفات وتواليف في الكلام والفلسفة منها كتاب الآراء والديانات والرد على أصحاب التناسخ والتوحيد وحدوث العالم واختصار الكون والفساد لأرسطو والاحتجاج لمعمر بن عبادة ونصرة مذهبه وكتاب الإمامة ولم يتم(الوافي بالوفيات،ج١٢،ص١٧٤، ١٧٥، تحت ترجمة ''أبو محمد النوبختي'')

[2] (ز)الحسن بن موسى النوبختي أبو محمد .من متكلمي الإمامية وله تصانيف كثيرة جدا .ذكره الطوسي في رجال الإمامية(لسان الميزان، ج٣،ص١٢٦ ،حرف الحاء ، رقم الترجمة : ٢٤١٢)

[3] النوبختي :أبو محمد الحسن بن موسى بن الحسن، فيلسوف متكلم إثني عشري، وهو النائب الثالث من نواب المهدي المنتظر عند الإثني عشرية، وكان عارفاً بعلم النجوم، أثبت وجود عبد الله بن سبأ، وقال بأنه أول من أظهر القول بالوصية لـ (علي بن أبي طالب رضي الله عنه) ، قال ابن النديم بأن كلًّا من المعتزلة والشيعة تنسبه إليها ولكنه إلى الشيعة أقرب، وكان أكثر شخصية شيعية في القرن الرابع ظهرت بالفلسفة والكلام والنقل والترجمة، من مؤلفاته :(فرق الشيعة) ، توفي في القرن الرابع الهجري(الوفيات والأحداث،ص٧٠،القرن الرابع)

ہمارے شیخ ابوجعفر طوسی نے حسن بن موسیٰ کے بارے میں امامی کہا ہے، اور طوسی نے ''کتابُ الرجال '' میں لکھا ہے کہ یہ متکلم، اور فقیہ تھے، اور ہم تک ان کی ''کتاب الرصد'' پہنچی ہے''۔انتہٰی۔ [1]

شیعہ امامیہ کے فقہاء و مصنفین میں ایک نام ابوجعفر محمد بن حسن بن فروخ کا بھی شمار ہوتا ہے، جن کی وفات دوسونوے ہجری ہے۔ [2]

مجدالدین ابنِ اثیر جزری (المتوفیٰ:606ھ) نے ''جامعُ الاصول فی احادیث الرسول '' میں فرمایا کہ:

---

[1] قد تقدم فی الکتاب،أن جماعة من بنی نوبخت وهم أعیان الشیعة کانوا علماء فی هذا الباب . ووقفت علی عدة مصنفات لهم فی النجوم وأنها دلالات علی الحادثات وکان الحسن بن موسی أبو محمد نوبختی عارفاً بعلم النجوم وقدوة فی تلک العلوم وصنف کتاباً استدرک فیه علی أبی علی الجبانی لما رد علی المنجمین وقد وقفت علی کتاب أبی محمد وما فیه من موضع یحتاج إلی زیادة تبیین، وقد ذکره النجاشی فی فهرست مصنفی الشیعة فقال الحسن بن موسی أبو محمد النوبختی شیخنا المبرز علی نظرائه فی زمانه قبل ثلثمائة وبعدها له علی مذهب الأوائل کتب کثیرة منها کتاب "الآراء والدیانات "کتاب کبیر حسن یحتوی علی علوم کثیرة، قرأت هذا الکتاب علی شیخنا أبی عبد الله رحمه الله، أقول أن هذا الکتاب المسمی "الآراء والدیانات "عندنا الآن ووقفت علی معرفته فیه بعلم النجوم وما اختاره وما رده علی أهل الأدیان ثم ذکر النجاشی فی کتبه کتاب الرد علی أبی علی الجبائی فی رده علی النجمین.

وقال شیخنا أبو جعفر الطوسی عن الحسن بن موسی النوبختی أنه کان أمامیاً حسن الاعتقاد أقول وقال الشیخ الطوسی فی کتاب "الرجال "الحسن بن موسی النوبختی ابن أخت أبی سهل أبو محمد متکلم فقیه وأقول وصل إلینا من کتبه أیضاً کتاب الرصد علی بطلیموس فی هیئة الفلک والأرض(فرج المهموم فی تاریخ علماء النجوم،ص ۴۹،الباب الخامس،فیما نذکره ممن کان عالماً من الشیعة،أو حول مولده الموسوم)

[2] محمد الصّفّار:( 290 - ... هـ) ( 903 - ... م) محمد بن الحسن بن فروخ الصفار (ابو جعفر) .فاضل .توفی بقم .من آثاره:زیادة کتاب بصائر الدرجات، المؤمن، فضل القرآن، الجهاد، المثالب، والملاحم(معجم المؤلفین،ج۹،ص ۲۰۸، تحت ترجمة ''محمد الصّفّار'' باب المیم)

الصفار ( 290 - ...هـ/ 903 - ... م)محمد بن الحسن بن فروخ الصفار، أبو جعفر، المعروف بالأعرج القمی :من فقهاء الشیعة الإمامیة، من أهل قم .له تصانیف منها "فضائل القرآن ."(معجم المفسرین من صدر الإسلام،لعادل نویهض،ج۲،ص ۵۱۲، تحت ترجمة ''الصفار''حرف المیم)

محمد بن الحسن الصفار :بن فروخ، اثنی عشری، قال النجاشی بأنه (ثقة عظیم القدر) ، من مؤلفاته :(بصائر الدرجات) ، ت 290هـ(الوفیات والأحداث،ص ۶۸، القرن الثالث)

''اور اب ہم اس وقت میں پائے جانے والے اسلام کے مشہور مذاہب کا ذکر کرتے ہیں، جن پر اقطارِ عالم میں مسلمین کا مدار ہے، اور وہ امام شافعی، اور امام ابو حنیفہ، اور امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے، اور امامیہ کا مذہب ہے۔

اور ان مذکورہ مذاہب سے پہلے لوگ کسی ایک متعین امام پر مجتمع نہیں تھے، اور اس سے پہلے کا زمانہ دراصل پہلی صدی کا زمانہ تھا۔

جہاں تک دوسری صدی کے سرے کا تعلق ہے، تو اولی الامر کے طبقہ میں مامون بن عبدالرشید تھے، اور فقہاء میں امام شافعی، اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب، اور امام مالک کے اصحاب تھے، اور امام احمد اس وقت تک زیادہ مشہور نہ ہوئے تھے۔

اور اس دوسری صدی میں امامیہ مذہب کے امام ''ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا'' تھے۔

اور تیسری صدی کے سرے پر اولی الامر میں سے مقتدر بامراللہ، اور فقہاء میں سے امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد کے اصحاب تھے، اور امامیہ میں سے ابو جعفر محمد بن یعقوب رازی، اور متکلمین میں سے ابوالحسن اشعری تھے، اور محدثین میں سے امام نسائی تھے۔

اور چوتھی صدی کے سرے پر اولی الامر میں سے قادر باللہ، اور فقہاء میں سے امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد کے اصحاب تھے، اور امامیہ میں سے، مرتضٰی موسوی تھے، اور متکلمین میں سے قاضی ابو بکر باقلانی، اور ابنِ فورک تھے، اور محدثین میں سے امام حاکم تھے'' ۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] ونحن نذكر الآن المذاهب المشهورة فى الإسلام التى عليها مدار المسلمين فى أقطار الأرض، وهى مذهب الشافعى، وأبى حنيفة، ومالك، وأحمد، ومذهب الإمامية، ومن كان المشار إليه من هؤلاء على رأس كل مائة سنة، وكذلك من كان المشار إليه من باقى الطبقات.
وأما من كان قبل هذه المذاهب المذكورة، فلم يكن الناس مجتمعين على مذهب إمام بعينه، ولم يكن قبل ذلك إلا المائة الأولى، كان على رأسها من أولى الأمر :عمر بن عبد العزيز، ويكفى الأمة فى هذه المائة وجوده خاصة، فإنه فعل فى الإسلام ما ليس بخاف.............

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابنِ اثیر جزری کے اس جامع کلام سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی میں دوسرے اسلامی مذاہب کے اماموں کے ساتھ ساتھ ”امامیہ مذہب“ کے امام کا بھی باقاعدہ وجود تھا، اور اس کے بعد کی صدیوں میں بھی یہ سلسلہ جاری تھا۔

اور مذہبِ امامیہ کے کلینی کے زمانہ، بلکہ ان کے علاقہ کے سنی متکلم ابوالحسن اشعری، اور ان کے بعد اگلی صدی کے سنی متکلم ابوبکر باقلانی میں سے کسی نے بھی نہ تو جملہ امامیہ کو تحریفِ قرآن کا قائل کہا، اور نہ ہی ان کی تکفیر کی، جیسا کہ تفصیل کے ساتھ پہلے گذرا، ورنہ کسی بھی رافضی وامامی کی روایت کا قبول ہونا، متعذر رہوگا۔

اس کے بعد عرض ہے کہ یوں تو شیعہ، اور رافضہ، امامیہ سے تعلق رکھنے والے راوی بہت سارے ہیں، جن کا احاطہ کرنا دشوار ہے، البتہ بطورِ نمونہ کے چند مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما من كان على رأس المائة الثانية، فمن أولي الأمر :المأمون بن الرشيد، ومن الفقهاء :الشافعي، والحسن بن زياد اللؤلؤى من أصحاب أبى حنيفة، وأشهب بن عبد العزيز من أصحاب مالک، وأما أحمد :فلم يكن يومئذ مشهورا، فإنه مات سنة إحدى وأربعين ومائتين.

ومن الإمامية : على بن موسى الرضى، ومن القراء :يعقوب الحضرمى، ومن المحدثين :يحيى بن معين، ومن الزهاد :معروف الكرخى.

وأما من كان على رأس المائة الثالثة، فمن أولي الأمر :المقتدر بأمر الله، ومن الفقهاء :أبو العباس بن سريج من أصحاب الشافعي، وأبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى من أصحاب أبى حنيفة، من أصحاب مالک، وأبو بكر بن هارون الخلال من أصحاب أحمد، وأبو جعفر محمد بن يعقوب الرازى من الإمامية . ومن المتكلمين :أبو الحسن على بن إسماعيل الأشعرى.

ومن القراء :أبو بكر أحمد بن موسى بن مجاهد.ومن المحدثين :أبو عبد الرحمن بن شعيب النسائى .وأما من كان على رأس المائة الرابعة، فمن أولي الأمر :القادر بالله، ومن الفقهاء :أبو حامد أحمد بن طاهر الإسفرايينى من أصحاب الشافعي، وأبو بكر محمد بن موسى الخوارزمى من أصحاب أبى حنيفة، وأبو محمد عبد الوهاب بن على بن نصر من أصحاب مالک، وأبو عبد الله الحسين بن على بن حامد، من أصحاب أحمد.

ومن الإمامية : المرتضى الموسوى أخو الرضى الشاعر.

ومن المتكلمين :القاضى أبو بكر محمد بن الطيب الباقلانى، والأستاذ أبو بكر محمد بن الحسن بن فورک،ومن المحدثين :أبو عبد الله محمد بن عبد الله النيسابورى المعروف بالحاكم ابن البيع (جامع الأصول فى أحاديث الرسول، ج ١١،ص ٣١٩، حرف النون،الكتاب الاول فى النبوة،الباب الخامس:الفصل الأول : في إخباره عن المغيبات)

# عبد الملک بن اعین

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کی طرف سے ذکر کردہ امامیہ وقدمائے اثنا عشریہ کے ناموں میں ایک نام عبدالملک بن اعین کوفی، اور حمران بن اعین کوفی کے بھائی ''زرارہ بن اعین کوفی'' کا ہے، جس کی تائید بعض دیگر اہلِ علم کی تصریحات سے بھی ہوتی ہے۔ [1]

محدثین نے ''زرارہ بن اعین'' کو ''رافضی'' کہا ہے، اور ان کی وفات ڈیڑھ سو صدی ہجری میں بتلائی ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ''لسانُ المیزان'' میں ''زرارہ بن اعین'' کو ''رافضی'' کہا ہے، اور بعد میں ان کے متعلق بعض روایات ذکر کی ہیں، جن میں ایک روایت ''عبداللہ بن محمد بن علیؒ'' کی امامت کا عقیدہ رکھنے کی ذکر کی ہے، جس کے آخر میں زرارہ کے اس عقیدہ سے برائت کا ذکر ہے، جس کے بعد حافظ ابنِ حجر نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مذکورہ تشیع کے عقیدہ سے رجوع کرلیا تھا۔ [2]

---

[1] زرارة بن أعين :أبو الحسن زرارة بن أعين بن سنسن الشيباني، أشهر رواة الشيعة الإثني عشرية وأوثقهم -عند الشيعة -على الإطلاق، إليه تُنسب فرقة (الزرارية) من الشيعة، ينسبه إلى الإثني عشرية إلى أسرة آل أعين(الوفيات والأحداث،ص ۴۶، القرن الثاني)

[2] زرارة بن أعين الكوفى أخو حمران.يترفض.قال العقيلى فى الضعفاء :حدثنا يحيى بن إسماعيل ,حدثنا يزيد بن خالد الثقفى ,حدثنا عبد الله بن خليد الصيدى، عن أبى الصباح عن زرارة بن أعين، عن محمد بن على، عن ابن عباس قال :قال :يا على لا يغسلنى أحد غيرک.

وحدثنا أبو يحيى بن أبى مسرة ,حدثنا سعيد بن منصور ,حدثنا ابن السماک قال :حججت فلقينى زرارة بن أعين بالقادسية فقال :إن لى إليک حاجة وعظمها فقلت :ما هى؟ فقال :إذا لقيت جعفر بن محمد فاقرئه منى السلام وسله أن يخبرنى أنا من أهل النار أم من أهل الجنة؟فأنكرت عليه فقال لى :إنه يعلم ذلک ولم يزل بى حتى أجبته فلما لقيت جعفر بن محمد أخبرته بالذى كان منه فقال :هو من أهل النار.فوقع فى نفسى مما قال جعفر فقلت :ومن أين علمت ذلک؟ فقال :من ادعى على علم هذا فهو من أهل النار فلما رجعت لقينى زرارة فأخبرته بأنه قال لى :إنه من أهل النار فقال :كال لک من جراب النورة فقلت :وما جراب النورة؟ قال :عمل معک بالتقية.

قلت :زرارة قلما روى .ولم يذكر ابن أبى حاتم فى ترجمته سوى أن قال :روى، عن أبى جعفر يعنى الباقر.وقال سفيان الثورى :ما رأى أبا جعفر .انتهى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

زرارہ بن اعین کے بارے میں دوسری مختلف آراء بھی موجود ہیں۔

چنانچہ اصول وعقائد کے ترجمان ابوالحسن اشعری نے ''مقالات الفرقۃ الاسلامیین'' میں ایک رافضی فرقہ کا نام ''زراریہ وتیمیہ'' بتلایا ہے، جن کا رئیس ''زرارہ بن اعین'' کو قرار دیا ہے، اوران کی طرف ''بداء'' جیسے عقیدہ کی نسبت کی ہے۔ ل

صلاح الدین صفدی (المتوفیٰ: 764ھ) نے بھی ''الوافی بالوفیات'' میں یہی تحریر کیا ہے۔ ۲

ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی (المتوفیٰ: 429ھ) نے بھی ''الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ'' میں ''زرارہ بن اعین'' کی طرف منسوب فرقہ کا نام ''زراریہ'' بتلایا ہے، اوراس فرقہ کو ''امامیہ'' کے پندرہ فرقوں میں سے ایک فرقہ قرار دیا ہے۔ ۳

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾وقال العقيلى :قال ابن المدينى :سمعت سفيان يعنى ابن عيينة يقول :وقيل له :روى زرارة بن أعين، عن أبى جعفر كتابا قال :هو ما رأى أبا جعفر ولكنه كان يتبع حديثه قال: وكانوا ثلاثة إخوة شيعة وكان حمران أشدهم.

وقرأت فى كتاب الجمهرة لأبى محمد بن حزم :كان زرارة بن أعين المحدث يدعى إمامة الأفطح عبد الله بن محمد بن على بن الحسين بن على هو وجماعة معه فقدم زرارة المدينة فلقى عبد الله فسأله عن مسائل من الفقه فألفاه لا يدرى فرجع إلى الكوفة فسأله أصحابه عنه وكان المصحف بين يديه فأشار لهم إليه وقال لهم :هذا إمامى لا إمام لى غيره .قلت :فهذا يدل على أنه رجع عن التشيع(لسان الميزان، ج٣،ص ٤٩٦، ٤٩٧،حرف الزاى، رقم الترجمة ٣١٩٧)

ل واختلفت الروافض فى القول إن الله -سبحانه -عالم حى قادر سميع بصير إله وهم تسع فرق:الزرارية "التيمية:"

فالفرقة الأولى منهم الزرارية أصحاب زرارة بن أعين الرافضى .يزعمون أن الله لم يزل غير سميع ولا عليم ولا بصير حتى خلق ذلك لنفسه وهم يسمون التيمية ورئيسهم زرارة بن أعين(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج١، ص ٤٧،مقالات الروافض، القول بأن الله عالم حى قادر)

ل (رأس الزرارية)زرارة بن أعين هو رأس الزرارية كان على مذهب الأفطحية ثم انتقل إلى مذهب الموسوية وبدعته لأنه قال لم يكن الله حيا ولا قادرا ولا عالما ولا سميعا ولا بصيرا ولا مريدا حتى خلق لنفسه هذه الصفات فقد جعله محلا للحوادث تعالى الله عن ذلك والزرارية فرقة من الرافضة(الوافى بالوفيات، ج١٤، ص ١٣٠،رأس الزرارية)

۳ واما الامامية المفارقة للزيدية والكسائية والغلاة فانها خمس عشرة فرقة وهن المحمدية والباقرية والناوسية والشميطية،والعمارية والاسماعيلية والمباركية والموسوية والقطعية والاثنى عشرية والهشامية من اتباع هشام بن الحكم او من اتباع هشام بن سالم الجواليقى والزرارية من اتباع زرارة بن أعين(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية، ص١٧،الباب الثانى، الفصل الثانى)

جبکہ علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهــاجُ السنة''میں ''زرارہ بن اعین'' اوران کے نام سے منسوب فرقہ کی طرف ''بداء'' کے عقیدہ کو منسوب کیا ہے۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے زرارہ بن اعین کو جو امامیہ کے قدماء میں شمار کیا ہے، ان کا محدثین نے ذکر کیا ہے، اوران کے دوسرے بھائیوں، عبدالملک بن اعین، اور حمران بن اعین وغیرہ کا بھی محدثین نے ذکر کیا ہے، جن کو ''زرارہ'' سے بھی شدید کہا ہے۔

چنانچہ حافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام''میں فرمایا کہ:

عبدالملک بن اعین کوفی، جو کہ حمران بن اعین، اور ''زرارہ بن اعین'' کے بھائی ہیں، ان کی وفات ایک سو اکیس، یا ایک سو تیس ہجری میں ہوئی، یہ حدیث میں سچے ہیں، لیکن ''غالی رافضی'' ہیں، ان سے بخاری اور مسلم نے دوسرے کے ساتھ مقرون کر کے حدیث کو روایت کیا ہے، اور دوسرے محدثین نے بھی ان کی احادیث کو روایت کیا ہے''۔انتہٰی۔ [2]

اورحافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ''تهذيبُ التهذيب''میں فرمایا کہ:

''عبدالملک بن اعین کوفی کے بارے میں سفیان ثوری سے مروی ہے کہ یہ شیعہ ہیں، اور ہمارے نزدیک یہ رافضی تھے، اور حضرت سفیان ثوری سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ عبدالملک بن اعین اور زرارہ بن اعین، اور حمران بن اعین، یہ

---

[1] فزرارة بن أعين وأمثاله يقولون :يجوز البداء عليه وأنه يحكم بالشيء ثم يتبين له ما لم يكن علمه فينتقض حكمه لما ظهر له من خطئه .فإذا قال مثل هؤلاء بأن الأنبياء والأئمة لا يجوز أن يخفى عليهم عاقبة فعلهم، فقد نزهوا البشر عن الخطأ مع تجويزهم الخطأ على الله، وكذلك هشام بن الحكم وزارة بن أعين وأمثالهما ممن يقول إنه يعلم ما لم يكن عالما به(منهاج السنة،ج٢،ص٣٩٥، الفصل الثاني،التعليق على قوله وأن الأنبياء معصومون من الخطأ والسهو،الوجه الأول اختلافهم في عصمة الأنبياء )

[2] ع :عبد الملك بن أعين، أخو حمران بن أعين الشيباني مولاهم، الكوفي.
وله أيضا أخوان؛ بلال، وعبد الأعلى .روى هو عن أبي عبد الرحمن السلمي، وأبي وائل.
وعنه :محمد بن إسحاق، والسفيانان .وهو صادق في الحديث لكنه من غلاة الرافضة، روى له البخاري ومسلم مقرونا بغيره(تاريخ الإسلام،ج٣،ص٤٥٦،حرف العين، رقم الترجمة ٢١٣)

تینوں بھائی سب کے سب رافضی ہیں، اور ان میں سب سے زیادہ خبیث قول والے ''عبد الملک بن اعین'' ہیں، اور ابو حاتم نے فرمایا کہ عبد الملک شیعہ میں سب سے زیادہ سرکش ہیں، لیکن اس کے باوجود سچے، اور صالح الحدیث ہیں، جن کی حدیث کو لکھا جائے گا، ابنِ حبان نے بھی ان کو ثقہ اور شیعہ کہا ہے'' [1]

جہاں تک حمران بن اعین کا تعلق ہے، تو حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ''تھذیبُ التھذیب'' میں فرمایا کہ:

''حمران بن اعین کوفی کو، ابو حاتم نے ''شیخ صالح'' کہا ہے، اور ابو داود نے رافضی کہا ہے، اور امام احمد نے شیعہ کہا ہے، اور ابنِ حبان نے ثقہ کہا ہے، اور ابنِ عدی نے فرمایا ''لیس بالساقط'' [2]

اور حافظ ذہبی نے ''تاریخ الاسلام'' میں فرمایا کہ:

''حمران بن اعین کوفی کی وفات ایک سو گیارہ، یا ایک سو بیس ہجری میں ہوئی، ان کی

---

[1] ع عبد الملک "بن أعين الكوفي مولى بني شيبان روى عن أبي عبد الرحمن السلمي وعبد الله بن شداد بن الهاد وأبي وائل وأبي حرب الأسود وعبد الرحمن بن أذينة وعنه ابن إسحاق وإسماعيل بن سميع وعبد الملک بن أبي سليمان والسفيانان قال محمد بن المثنى ما سمعت ابن مهدي يحدث عن سفيان عن عبد الملک بن أعين وكان يحدث عنه فيما أخبرت ثم أمسک وقال الحميدي عن سفيان حدثنا عبد الملک بن أعين شيعي كان عندنا رافضي صاحب رأي وقال الدوري عن ابن معين ليس بشيء وقال حامد عن سفيان هم ثلاثة إخوة عبد الملک وزرارة وحمران روافض كلهم اخبثهم قولا. عبد الملک وقال أبو حاتم هو من أعتى الشيعة محله الصدق صالح الحديث يكتب حديثه وذكره ابن حبان في الثقات وكان يتشيع له عند الشيخين حديث واحد قرن فيه بجامع بن أبي راشد قلت وقال الساجي كان يتشيع ويحمل في الحديث وقال العجلي كوفي تابعي ثقة(تهذيب التهذيب، ج٦، ص٣٨٥، ٣٨٦، تابع حرف العين، رقم الترجمة ٧٢٩)

[2] ق -حمران "بن أعين الكوفي مولى بني شيبان روى عن أبي الطفيل وأبي حرب بن أبي الأسود وأبي جعفر الباقر وعبيد بن نضلة وقرأ عليه وعنه الثوري وحمزة الزيات وأبو خالد القماط. قال الدوري عن ابن معين ليس بشيء وقال أبو حاتم شيخ صالح وقال الآجري عن أبي داود كان رافضيا قلت وقال عثمان الدارمي عن ابن معين ضعيف وقال أحمد كان يتشيع هو وأخوه وقال النسائي ليس بثقة وذكره ابن حبان في الثقات وزاد في الرواة عنه إسرائيل وقال ابن عدي ليس بالساقط(تهذيب التهذيب، ج٣، ص٢٥، تابع باب حرف الحاء، رقم الترجمة ٣٢)

سنن ابنِ ماجہ میں دوحدیثیں ہیں‘‘ [۱]

اورامام عقیلی نے ’’زرارہ بن اعین کوفی‘‘ کے ترجمہ میں فرمایا کہ:

’’سفیان نے فرمایا کہ ’’عبدالملک بن اعین‘‘ اور ’’حمران بن اعین‘‘ اور ’’زرارہ بن اعین کوفی‘‘ تینوں بھائی تھے، اور حمران بن اعین کا معاملہ زیادہ شدید تھا‘‘ [۲]

## ابنِ ابی عمیر

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے ’’تحفۂ اثنا عشریہ‘‘ میں اثنا عشریہ کے قدماء میں جن ناموں کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک نام ’’ابنِ ابی عمیر‘‘ کا ہے۔

خطیب بغدادی نے ان کا پورا نام ’’محمد بن عمیر کوفی‘‘ بیان کیا ہے۔ [۳]

حافظ ابنِ حجر نے محمد بن ابی عمیر کو مجہول کہا ہے، اور ابنِ حبان سے ثقات میں سے ہونے کو نقل کیا ہے۔ [۴]

اور عمر رضا کحالہ نے محمد بن ابی عمیر کو ’’محدث، فقیہ، اہلِ بغداد اور امامی‘‘ کہا ہے، اور دو سو سترہ

---

[۱] ق :حمران بن أعين الكوفى المقرئ. قرأ القرآن على الكبار، أبى الأسود ظالم بن عمرو، وقيل :بل قرأ على ولده أبى حرب بن أبى الأسود، وعلى عبيد بن نضيلة، وأبى جعفر الباقر .وحدث عن أبى الطفيل وغير واحد .وعنه :أبو خالد القماط، وحمزة بن حبيب الزيات وقرأ عليه، وسفيان الثورى، وغيرهم.سئل أبو داود عنه فقال :كان رافضيا .وقال أبو حاتم :شيخ.قلت :له فى سنن ابن ماجة حديثان(تاريخ الإسلام للذهبى،ج۳،ص۲۲۷،حرف الحاء، رقم الترجمة ۶۰)

[۲] زرارة بن أعين كوفى حدثنا محمد بن عيسى قال: حدثنا صالح بن أحمد قال: حدثنا على قال: سمعت سفيان يقول: وقيل له: روى زرارة بن أعين، عن أبى جعفر، كتابا؟ فقال: سفيان ما رأى هو أبا جعفر، ولكنه كان يتبع حديثه، ثم قال سفيان: كانوا ثلاثة إخوة: عبد الملك بن أعين، وحمران بن أعين، وزرارة بن أعين، وكانوا شيعة، قيل لسفيان: فسالم بن أبى حفصة؟ قال: كانوا فوقه فى هذا الأمر، وكان أشدهم فى هذا الأمر حمران بن أعين(الضعفاء الكبير،ج۳،ص۹۶،باب الزاى، رقم الترجمة ۵۵۷)

[۳] محمد بن أبى عمير الكوفى .حدث عن :منصور بن حازم.روى عنه :أيوب بن نوح بن دراج النخعى(غنية الملتمس ايضاح الملتبس،ص۳۵۶،باب الميم، رقم الترجمة ۵۰۰)

[۴] محمد بن أبى عمير عن أبيه حدث عنه بن جريج مجهول انتهى وذكره بن حبان فى الثقات ووالده بفتح العين وقال يروى عن أبيه (لسان الميزان،ج۵،ص۳۳۱،تحت رقم الترجمة: ۱۰۹۵)

ہجری میں ان کی وفات بتلائی ہے۔ ۱

# علی بن جعفر

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے اثنا عشریہ کے قدماء میں ایک نام ''علی بن جعفر'' کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر نے ''تقریبُ التهذیب'' میں ان کا پورا نام ''علی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علوی کہا ہے، اور ان کو مقبول قرار دیا ہے، اور ان سے ترمذی کے روایت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ۲

اور حافظ ابنِ حجر نے ''تهذیبُ التهذیب'' میں ان کی وفات دو سو دس ہجری قرار دی ہے۔ ۳

امام ترمذی نے ان کی سند سے ایک حدیث حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں ذکر کی ہے۔ ۴

---

۱ محمد بن أبي عمير (217هـ / 832م) محمد بن (ابی عمیر) زیاد بن عیسی الازدی، البغدادی، الشیعی (ابو احمد) محدث، فقیه، امامی، من اهل بغداد حبس فی ایام الرشید وضرب، وحبسه المأمون ایضا، ثم ولاه القضاء فی بعض البلاد .من آثاره :الاحتجاج فی الامامة، الصیام، المتعة، الیوم واللیلة، واختلاف الحدیث (معجم المؤلفین، ج۱۰، ص ۱۲، باب المیم)

۲ علی ابن جعفر ابن محمد ابن علی ابن الحسین ابن علی العلوی أخو موسی مقبول من کبار العاشرة مات سنة عشر ومائتین ت (تقریب التهذیب، ص۳۹۹، رقم الترجمة ۴۶۹۹، حرف العین، باب ع ،ل)

۳ ت -علی "بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب الهاشمی العلوی روی عن أبیه أنه کان سمع منه وأخیه موسی الکاظم وابن عم أبیه حسین بن زید بن علی بن الحسین والثوری ومعتب مولاهم وأبی سعید المکی وعنه ابنه أحمد ومحمد وابن ابنه عبد الله بن الحسن بن علی وعلی بن الحسن بن علی بن عمر بن علی بن أبی طالب وزید بن علی بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی وابنه حسین بن زید وابن بن أخیه إسماعیل بن محمد بن إسحاق بن جعفر وسلمة بن شبیب ونصر بن علی الجهضمی وغیرهم قال بن بن أخیه إسماعیل مات سنة عشر ومائتین له فی الترمذی حدیث واحد فی الفضائل وأستغربه (تهذیب التهذیب، ج۷، ص۲۹۳، تابع حرف العین، من اسمه علی، رقم الترجمة ۵۰۳)

۴ حدثنا نصر بن علی الجهضمی قال :حدثنا علی بن جعفر بن محمد بن علی قال: أخبرنی أخی موسی بن جعفر بن محمد، عن أبیه جعفر بن محمد، عن أبیه محمد بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# جعفر بن محمد

حافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں ''ابوابراہیم جعفر بن محمد بن ظفر نیسابوری'' (المتوفی: 448ھ) کے بارے میں خطیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ہم سے حدیث بیان کی، اور یہ ''امامی'' تھے۔ ؎1

اور علامہ ابنِ حجر نے ''لسانُ المیزان'' میں فرمایا کہ ان کا ابو جعفر بن بانویہ نے شیعہ مصنفین میں ذکر کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ یہ متقی اور صالح تھے۔ ؎2

نیز علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''لسانُ المیزان'' میں خطیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے حدیث نقل کی ہے، اور ان کا سماع صحیح تھا، اور یہ ''رافضہ'' کے ''امامیہ'' مذہب کا عقیدہ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾علی عن أبیه علی بن الحسین، عن أبیه، عن جده علی بن أبی طالب، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم أخذ بید حسن وحسین فقال :من أحبنی وأحب هذین وأباهما وأمهما کان معی فی درجتی یوم القیامة .هذا حدیث غریب لا نعرفه من حدیث جعفر بن محمد إلا من هذا الوجه(سنن الترمذی،رقم الحدیث ٣٧٣٣)

قوله (حدثنا علی بن جعفر بن محمد بن علی) بن الحسین بن علی بن أبی طالب الهاشمی العلوی أخو موسی مقبول (أخبرنی أخی موسی بن جعفر بن محمد) بن علی بن الحسین بن علی أبو الحسن الهاشمی المعروف بالکاظم صدوق عابد (عن أبیه جعفر بن محمد) المعروف بالصادق (عن أبیه محمد بن علی) المعروف بالباقر (عن أبیه علی بن الحسین) المعروف بزین العابدین قوله (وأباهما) أی علی بن أبی طالب رضی الله عنه (وأمهما) أی فاطمة رضی الله عنها (کان معی فی درجتی یوم القیامة) فإن المرء مع من أحب .قوله (هذا حدیث حسن غریب) وأخرجه أحمد(تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی،ج١٠،ص١٦٣،کتاب المناقب،باب مناقب علی بن أبی طالب)

؎1 جعفر بن محمد بن الظفر، أبو إبراهیم النیسابوری(المتوفی 448 :هـ)حدث ببغداد عن أبی الحسین الخفاف، والحاکم أبی عبد الله.قال الخطیب حدثنا وکان إمامیا(تاریخ الإسلام ،للذهبی،ج٩،ص٧٠٥، تحت رقم الترجمة ٢٥٢)

؎2 (ز) :جعفر بن محمد بن الظفر بن محمد بن أحمد بن محمد -زبارة -بن عبد الله بن الحسن بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب الحسینی الواعظ أبو إبراهیم (الزباری)ذکره أبو جعفر بن بانویه فی مصنفی الشیعة وقال :کان ورعا صالحا حدثنی عنه الشیخ محمد بن علی الموصلی .قال :وکان له قبول عند الخاصة والعامة (لسان المیزان،لابنِ حجر،ج٢،ص٤٦٧،من اسمه جعفر، تحت رقم الترجمة ١٨٩٦)

رکھنے والے تھے۔ [1]

خطیب بغدادی نے ''تاریخِ بغداد'' میں ''جعفر بن محمد'' کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''یہ ہمارے پاس بغداد میں چارسو اکتالیس ہجری میں آئے، اور ہم سے، احمد بن محمد، اور یحییٰ بن اسماعیل، اور محمد بن عبدوس، اور عبد اللہ بن احمد، اور حاکم ابو عبد اللہ، اور ابوعبدالرحمٰن سلمی وغیرہ کی اسناد سے احادیث بیان کیں، اور میں نے ان کی سند سے احادیث کو لکھا، اور ان کا سماع صحیح تھا، اور یہ ''مذہبِ رافضہ امامیہ کا عقیدہ رکھتے تھے، اور میں نے ان سے مکہ مکرمہ میں چارسو پنتالیس ہجری کے آخر میں ملاقات کی، پھر میں نے ان سے مکہ میں بھی احادیث کی سماعت کی'' [2]

# محمد بن یحییٰ بن ظفر

حفاظُ الحدیث کے ایک جلیلُ القدر امام ''عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی مروزی (المتوفیٰ: 562ھ) نے اپنی تالیف ''المنتخب من معجم شیوخ السمعانی'' میں اپنے ہم عصر ایک امامی شیخ کے بارے میں فرمایا:

''ابوطاہر محمد بن یحییٰ بن ظفر، داعی بن مہدی، اہلِ استراباذ میں سے ہیں، جو امامیہ

---

[1] (ز) : جعفر بن محمد بن الظفر بن محمد العلوی ویعرف بالزباری .روی عن جده، وأبی الحسین الخفاف والحاکم، وأبی عبد الرحمن السلمی، وغیرهم.قال الخطیب :کتبت عنه وکان سماعه صحیحا وکان معتقده مذهب الإمامیة من الرافضة بلغنی أنه مات بنیسابور سنة .448(لسان المیزان،لابنِ حجر، ج۲،ص ۴۶۹،،من اسمه جعفر، تحت رقم الترجمة ۱۸۹۶)

[2] جعفر بن محمد بن المظفر بن محمد بن أحمد بن محمد، ویعرف بزبارة، بن عبد الله بن الحسن بن الحسن بن علی بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب، أبو إبراهیم النیسابوری.
قدم علینا بغداد فی سنة أربعین وأربعمائة، وحدث بها عن أحمد بن محمد بن عمر الخفاف، ویحیی بن إسماعیل بن یحیی الحربی، ومحمد بن عبدوس المزکی، وعبد الله بن أحمد بن محمد بن الرومی، والحاکم أبی عبد الله بن البیع، وأبی عبد الرحمن السلمی النیسابوریین، وعن جده المظفر بن محمد العلوی .کتبت عنه وکان سماعه صحیحا، وکان یعتقد مذهب الرافضة الإمامیة، ولقیته بمکة فی آخر سنة خمس وأربعین، فسمعت منه أیضا هناک(تاریخ بغداد ،ج۷،ص ۲۴۳، رقم الترجمة ۳۷۲۸،باب الجیم،ذکر من اسمه جعفر،تحت ترجمة''جعفر بن محمد بن المظفر'')

کے شیخ ہیں، اور یہ اپنی جماعت کے مقدم حضرات میں سے ہیں، اور اپنے بیتِ حدیث کے خاندان کے شیخ ہیں، اور بیدار فکر کے حامل شیخ ہیں، نکھرے ہوئے، اور صاحبِ معرفت وہیئت اور صاحبِ فضل ہیں، انہوں نے اپنے دادا ''ابوالفضل ظفر بن داعی بن مہدی علوی'' سے سماعت کی۔

اور میں نے ان سے استراباذ میں سماعت کی، اور میں نے چند اوراق لکھے، جن میں سے میں نے ان کے دادا کے امالی سے انتخاب کیا۔

ان کی استراباذ میں ماہِ محرم 466ھ میں ولادت ہوئی، اور ان کی وفات پانچ سو باون ہجری میں ہوئی''۔انتہٰی۔ [1]

# جعفر بن سلیمان

''جعفر بن سلیمان ضبعی''، جن کو ''ابوسلیمان بصری'' بھی کہا جاتا ہے، ان کو علامہ ابنِ حجر نے ''تقریبُ التهذيب'' میں ''صدوق زاهد لكنه كان يتشيع'' فرمایا ہے۔ [2]

اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے ''سنن ابی داؤد'' کی شرح ''بذل المجهود'' میں فرمایا کہ:

''جعفر، یعنی ''ابن سلیمان''، اور یہ ابوداؤد کا قول ہے، اور ''یعنی'' میں فاعل کی

---

[1] شيخ آخر :هو أبو طاهر، محمد بن يحيى بن ظفر بن الداعى بن مهدى بن محمد بن جعفر بن محمد بن جعفر بن محمد بن عبد الله بن محمد بن عمر بن على بن أبى طالب، العلوى، العمرى، من أهل إستراباذ .شيخ الإمامية بها، وهو مقدم طائفته، وشيخ عشيرته، من بيت الحديث .وهو شيخ متيقظ، متودد، ذو معرفة وهيئة، وفضل .سمع جده أبا الفضل ظفر بن الداعى بن المهدى العلوى .سمعت منه بإستراباذ، وكتبت عنه بها أوراقًا انتخبتها من أمالى جده.وكانت ولادته فى المحرم، سنة ست وستين وأربع مائة بإستراباذ، وتوفى بها سنة إحدى أو اثنتين وخمسين وخمس مائة(المنتخب من معجم شيوخ السمعانى،ص ١٦٤٦، حرف الظاء)

[2] جعفر ابن سليمان الضبعى بضم المعجمة وفتح الموحدة أبو سليمان البصرى صدوق زاهد لكنه كان يتشيع من الثامنة مات سنة ثمان وسبعين بخ م (تقريب التهذيب،ص ١٤٠، رقم الترجمة ٩٤٢، حرف الجيم)

ضمیر ”عبدالسلام“ کی طرف لوٹ رہی ہے، جعفر کو ”ضبعی“ اور ”ابوسلیمان بصری“ بھی کہا جاتا ہے۔

ان کے بارے میں امام احمد سے مروی ہے کہ ان کی حدیث میں کوئی حرج نہیں، امام احمد سے کہا گیا کہ سلیمان بن حرب یہ کہتے ہیں کہ ان کی حدیث کو لکھا نہیں جائے گا، تو امام احمد نے فرمایا کہ بس یہ شیعہ تھے، اور حضرت علی کی فضیلت میں احادیث کو بیان کیا کرتے تھے، اور یہ اہلِ بصرہ میں سے ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو کرتے ہیں۔

اور ابنِ معین سے ان کے بارے میں ”ثقہ“ ہونا مروی ہے۔

اور یحیٰی بن سعید، نہ تو ان کی حدیث کو لکھتے تھے، اور نہ ان سے روایت کرتے تھے، اور وہ ان کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

اور احمد بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو دیکھا، وہ جعفر بن سلیمان کی حدیث سے خوش نہیں ہوتے تھے، اور ان کی حدیث کو بھاری سمجھا کرتے تھے۔

اور ابنِ سعد نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں، اور ان میں کچھ ضعف ہے، اور یہ اہلِ تشیع تھے۔

اور یزید بن زریع نے فرمایا کہ جو جعفر بن سلیمان اور عبدالوارث کے پاس آئے، تو وہ میرے قریب نہ پھٹکے، اور عبدالوارث ”اعتزال“ کی طرف منسوب تھے، اور جعفر بن سلیمان ”رِفض“ کی طرف منسوب تھے۔

اور امام بخاری نے ”الضعفاء“ میں فرمایا کہ ان کی بعض حدیثوں کی مخالفت کی جاتی ہے، اور ابنِ حبان نے ”کتاب الثقات“ میں اپنی سند سے ”جریر بن یزید بن ہارون“ کے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے میرے والد نے جعفر بن سلیمان کی طرف بھیجا، میں نے ان سے کہا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ تم ابوبکر وعمر پر سب

وشتم کرتے ہو، انہوں نے جواب میں کہا کہ سب وشتم تو نہیں کرتا، لیکن بغض اتنا ہے، جتنا میں چاہوں، تو پتا چلا کہ وہ ''رافضی'' حمار کے مثل ہیں۔

ابنِ حبان نے فرمایا کہ جعفر بن سلیمان، روایات میں ثقہ حضرات میں سے ہیں، البتہ اتنی بات ہے کہ وہ اہلِ بیت کی طرف میلان کے مذہب کے حامل تھے، لیکن اپنے مذہب کی طرف دعوت نہیں دیا کرتے تھے، لہٰذا ان کی حدیث سے دلیل پکڑنا جائز ہے۔

دوری نے فرمایا کہ جعفر بن سلیمان، جب معاویہ کا ذکر کرتے تھے، تو ان کو سب وشتم کرتے تھے، اور جب علی کا ذکر کرتے تھے، تو بیٹھ کر رونا شروع کر دیتے تھے۔

اور ابنِ شاہین نے ''مختلف فیھم'' میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے بارے میں صرف مذہب کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے، اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا، جنہوں نے ان کی حدیث میں طعن کیا ہے، سوائے ابنِ عمار کے اس قول کے کہ ''جعفر بن سلیمان ضعیف ہیں''

اور امام بزار نے فرمایا کہ ہم نے کسی کو نہیں سنا، جو ان پر حدیث کے بارے میں طعن کرتا ہو، اور نہ ان کی حدیث میں کسی نے خطاء کو بیان کیا، ان کے بارے میں صرف شیعہ ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے، اور جہاں تک ان کی حدیث کا تعلق ہے، تو وہ مستقیم اور درست ہے، ان کی وفات 178ھ میں ہوئی'' (بذل المجھود) [1]

---

[1] جعفر -يعنى ابن سليمان -وهذا قول أبى داود، وضمير الفاعل فى يعنى يعود إلى عبد السلام، الضبعى، أبو سليمان البصرى.
عن أحمد :لا بأس به، قيل له :إن سليمان بن حرب يقول :لا يكتب حديثه فقال :إنما كان يتشيع، وكان يحدث بأحاديث فى فضل على، وأهل البصرة يغلون فى على.وعن ابن معين :ثقة، وكان يحيى بن سعيد لا يكتب حديثه ولا يروى عنه، وكان يستضعفه، وقال أحمد بن سنان :رأيت عبد الرحمن بن مهدى لا ينشط لحديث جعفر بن سليمان واستثقل حديثه. وقال ابن سعد :كان ثقة وبه ضعف وكان يتشيع، وقال يزيد بن زريع :من أتى جعفر بن سليمان وعبد الوارث فلا يقربنى، وكان عبد الوارث ينسب إلى الاعتزال، وجعفر ينسب إلى الرفض. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ابنِ حبان نے ''کتابُ الثقات'' میں فرمایا کہ:

''جعفر بن سلیمان ضبعی جرشی'' اہلِ بصرہ میں سے ہیں، جن کی کنیت ابوسلیمان ہے، یہ ''بنوضبیعہ'' کے باشندے تھے، جس کی طرف ان کی نسبت کرکے ''ضبعی'' کہا جاتا ہے، یہ ثابت اور مالک بن دینار سے احادیث کو روایت کرتے ہیں، اور ان سے ابنِ مبارک اور اہلِ عراق روایت کرتے ہیں، ان کی 178ھ میں ماہِ رجب میں وفات ہوئی، اور یہ شیخین سے بغض رکھا کرتے تھے۔

ہم سے حسن بن سفیان نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن ابی کامل نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے جریر بن یزید بن ہارون نے اپنے والد کے سامنے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے جعفر بن سلیمان ضبعی کی طرف بھیجا، میں نے ان سے کہا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ تم ابوبکر وعمر پر سب وشتم کرتے ہو، انہوں نے جواب میں کہا کہ سب وشتم تو نہیں کرتا، لیکن بغض اتنا ہے، جتنا میں چاہوں، تو پتا چلا کہ وہ ''رافضی'' حمار کے مثل ہیں۔

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ جعفر بن سلیمان ''ثقات متقنین'' میں سے تھے، البتہ وہ اہلِ بیت کی طرف میلان کے مذہب کے حامل تھے، لیکن وہ اپنے مذہب کی طرف دعوت نہیں دیا کرتے تھے، اور ہمارے اہلُ الحدیث ائمہ کے مابین اس بارے میں

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال البخاری فی "الضعفاء :"یخالف فی بعض حدیثه، وأخرج ابن حبان فی کتاب "الثقات" بسنده من طریق جریر بن یزید بن هارون قال :بعثنی أبی إلی جعفر، فقلت :بلغنا أنک تسب أبا بکر وعمر، قال :أما السب فلا ,ولکن البغض ما شئت ، فإذا هو رافضی مثل الحمار .قال ابن حبان: کان جعفر من الثقات فی الروایات، غیر أنه کان ینتحل المیل إلی أهل البیت، ولم یکن بداعیة إلی مذهبه، فالاحتجاج بخبره جائز. قال الدوری :کان جعفر إذا ذکر معاویة شتمه، فإذا ذکر علیا قعد یبکی، وقال ابن شاهین فی المختلف فیهم :إنما تکلم فیه لعلة المذهب، وما رأیت من طعن فی حدیثه إلا ابن عمار بقوله :جعفر بن سلیمان ضعیف، وقال البزار :لم نسمع أحدا یطعن علیه فی الحدیث ولا فی خطأ فیه، إنما ذکرت عنه شیعیته، وأما حدیثه فمستقیم، مات سنة 178هـ.(بذل المجهود فی حل سنن أبی داود، ج٢،ص٣٠٧، ٣٠٨،کتاب الطهارة ،باب :فی إتیان الحائض)

کوئی اختلاف نہیں کہ سچا، متقِن شخص، جب اس میں کوئی بدعت پائی جائے، لیکن وہ اس بدعت کی طرف دعوت نہ دیتا ہو، تو اس کی احادیث سے حجت پکڑنا جائز ہے، لیکن جب اپنی بدعت کی طرف دعوت دے، تو اس کی احادیث سے حجت پکڑنا ساقط ہوجاتا ہے۔

اور اسی علت کی بناء پر محدثین نے ان لوگوں کی ایک جماعت کی حدیثوں کو ترک نہیں کیا، جو اہلِ بدعت کے مذہب کو اختیار کرنے والے تھے، اور اس بدعت کی طرف دعوت بھی دینے والے تھے، اور وہ ثقہ تھے۔ [1]

اور ہم نے ایسے ثقہ لوگوں سے حجت پکڑی ہے کہ اُن کا مذہب اور دوسروں کا مذہب برابر تھا (یعنی ہم نے حجت پکڑنے میں، مذاہب کے درمیان فرق نہیں کیا) سوائے اس کے کہ وہ اپنے منتسب مذہب کی طرف دعوت نہیں دیا کرتے تھے، اور بندے کا اپنے اور اپنے رب کے درمیان کسی مذہب کو اختیار کرنا، ایسا معاملہ ہے کہ اگر چاہے تو اس کا رب عذاب دے، اور چاہے، تو اسے معاف کرے، ہمارے ذمہ تو ان کی روایات کو قبول کرنا واجب ہے، جب وہ ثقہ ہوں، اس طریقے کے مطابق، جس کا ہم نے اپنی کتابوں میں متعدد مقامات پر ذکر کیا (الثقات) [2]

---

[1] ابنِ حبان کی جس عبارت کا ترجمہ کیا گیا، وہ اس طرح ہے:

**ولهذه العلة ما تركوا حديث جماعة ممن كانوا ينتحلون البدع ويدعون إليها وإن كانوا ثقات.**

اس عبارت میں لفظ ''ما'' زائد معلوم ہوا، اگرچہ ہمیں ابنِ حبان کی ''الثقات'' کے نسخوں میں لفظِ ''ما'' ہی دستیاب ہوا، لیکن ہمارا رجحان اس طرف ہوا کہ یہ لفظ زائد ہے، اگر اس لفظ کو حذف کردیا جائے، تو ترجمہ یہ بنتا ہے:

اور اسی علت کی بناء پر محدثین نے ان لوگوں کی ایک جماعت کی حدیثوں کو ترک کردیا، جو اہلِ بدعت کے مذہب کو اختیار کرنے والے تھے، اور اس بدعت کی طرف دعوت بھی دینے والے تھے، اگرچہ وہ ثقہ تھے۔

پس ہمارے نزدیک بظاہر لفظِ ''ما'' زائد ہے۔ محمد رضوان۔

[2] **جعفر بن سليمان الضبعي الجرشي من أهل البصرة كنيته أبو سليمان كان ينزل في بني ضبيعة فنسب إليها يروى عن ثابت ومالك بن دينار روى عنه بن المبارك وأهل العراق مات في رجب سنة ثمان وسبعين ومائة وكان يبغض الشيخين.**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ بات ظاہر ہے کہ شیخین سے بغض رکھنا ’’مذہبِ رفض‘‘ ہے، اگر اس مذہب کی طرف دعوت دینے کا انضمام نہ ہو، تو بہت سے محدثین کے نزدیک یہ جرح کا باعث نہیں، اور اگر اس مذہب کی طرف دعوت دینے کا انضمام پایا جاتا ہو، تو یہ جرح کا باعث ہے، اور دونوں قسم کا ’’رفض‘‘ آج کے دور میں بھی پایا جاتا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ محدثین کے بڑے طبقے کے نزدیک ’’رفضِ محض‘‘ جرح کا باعث نہیں، ان کے نزدیک جرح کا باعث ’’مذہبِ رفض کی طرف دعوت دینا‘‘ ہے۔

اور یہ بحث ’’حدیث میں جرح‘‘ کے اعتبار سے ہے ’’تکفیر‘‘ کے اعتبار سے نہیں۔

اور یہ ’’جرح‘‘ بھی محدثین کے اس بڑے طبقہ کے نزدیک ہے، جبکہ محدثین کا ایک طبقہ ’’سب وشتم کے اظہار‘‘ کو جرح کا باعث سمجھتا ہے۔

اور تیسرا طبقہ وہ ہے، جو نہ ’’رفض کی طرف دعوت‘‘ کو جرح کا باعث سمجھتا، اور نہ ہی ’’سب وشتم کے اظہار‘‘ کو جرح کا باعث سمجھتا۔

جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ محدثین کے نزدیک ’’جرح وتعدیل‘‘ میں یہ مسئلہ ’’مجتہَد فیہ‘‘ ہے، جس میں ہر ایک نے حسبِ دلائل کسی قول کو ترجیح دی ہے، جیسا کہ گزرا۔

تاہم محدثین کے درمیان یہ بات متفق علیہ ہے کہ ’’رفضِ محض‘‘ باعثِ ’’تکفیر‘‘ نہیں، جب

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حدثنا الحسن بن سفيان قال ثنا إسحاق بن أبي كامل قال ثنا جرير بن يزيد بن هارون بين يدى أبيه قال بعثني أبي إلى جعفر بن سليمان الضبعي فقلت له بلغنا انک تسب أبا بكر وعمر قال أما السب فلا ولكن البغض ما شئت قال وإذا هو رافضي مثل الحمار.

قال أبو حاتم وكان جعفر بن سليمان من الثقات المتقنين فى الروايات غير إنه كان ينتحل الميل إلى أهل البيت ولم يكن بداعية إلى مذهبه وليس بين أهل الحديث من أئمتنا خلاف أن الصدوق المتقن إذا كان فيه بدعة ولم يكن يدعو إليها أن الاحتجاج بأخباره جائز، فإذا دعا إلى بدعته سقط الاحتجاج بأخباره. ولهذه العلة ما تركوا حديث جماعة ممن كانوا ينتحلون البدع ويدعون إليها وإن كانوا ثقات. واحتججنا بأقوام ثقات انتحالهم وكانتحالهم سواء غير أنهم لم يكونوا يدعون إلى ما ينتحلون وانتحال العبد بينه وبين ربه إن شاء عذبه وإن شاء عفا عنه وعلينا قبول الروايات عنهم إذا كانوا ثقات على حسب ما ذكرناه فى غير موضع من كتبنا (الثقات، لابنِ حبان، ج٦، ص ١٤٠، ١٤١، رقم الترجمة ٧٤٠٢، باب الجيم)

تک اس کے ساتھ کسی ''نا قابلِ تاویل مجمع ومتفق علیہ تکفیر'' کا سبب نہ پایا جائے۔
اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ محدثین نے کسی ''کافرِ محض'' سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو روایت نہیں کیا، اگر ان میں سے کسی کی تکفیر کی گئی ہو، تو وہ ''مجتہد فیہ ومختلف فیہ'' یا ''تکفیرِ تاویلی'' کے قبیل سے ہے۔

## ھارون بن سعد

''ہارون بن سعد عجلی کوفی'' کے بارے میں ابنِ معین سے ''غالی فی التشیع'' اور امام ذہبی سے ''رافضی ثقل'' ہونا منقول ہے، اور ابنِ حبان نے ان کو ''رأس الزیدیة'' قرار دیا ہے، اور مزید بھی سخت جرح کی ہے۔
ان سے امام مسلم نے حدیث کو روایت کیا ہے۔
حافظ ذہبی نے ''المغنی'' میں فرمایا کہ:

**ھارون بن سعد العجلی شیخ للمسعودی صدوق لکنه رافضی ثقل** (المغنی فی الضعفاء، ج۲ص۷۰۴، تحت رقم الترجمة ۶۶۹۷، حرف الھاء)

ترجمہ: ہارون بن سعد عجلی، مسعودی کے شیخ ہیں، سچے ہیں، لیکن ''بھاری رافضی'' ہیں (المغنی)

اور حافظ ذہبی نے ''دیوان الضعفاء'' میں فرمایا کہ:

**ھارون بن سعد العجلی: شیخ للمسعودی، تابعی، رافضی** (دیوان الضعفاء والمتروکین وخلق من المجھولین وثقات فیھم لین، ص۴۱۵، تحت رقم الترجمة ۴۴۳۰)

ترجمہ: ہارون بن سعد عجلی، مسعودی کے شیخ ہیں، تابعی ہیں، رافضی ہیں (دیوان الضعفاء)

نیز حافظ ذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں فرمایا کہ:

**ھارون بن سعد العجلی. صدوق فی نفسه، لکنه رافضی بغیض. روی عباس عن ابن معین، قال: ھارون بن سعد من الغالیة فی التشیع..........قال أبو حاتم: لا بأس به** (میزان الاعتدال، ج۴ص۲۸۴، تحت رقم الترجمة ۹۱۵۹)

ترجمہ: ہارون بن سعد عجلی "فی نفسہ صدوق ہیں، لیکن یہ بغض رکھنے والے رافضی ہیں، اور عباس دوری نے ابنِ معین سے روایت کیا ہے کہ ہارون بن سعد تشیع میں غالی ہیں............ ابوحاتم نے فرمایا کہ ان میں حرج نہیں (میزان الاعتدال)

مغلطائی نے بھی "**اکمال تھذیب الکمال**" میں ان کے متعلق محدثین کے اقوال نقل کئے ہیں، اور ابنِ حبان، اور ساجی، اور ابنِ معین سے ان کا رفض وتشیع میں غالی ہونا نقل کیا ہے، اور ابنِ شاہین سے ان کو ثقات میں ذکر کرنا، نقل کیا ہے، اور حاکم اور ابوعوانہ سے ان کی احادیث کو روایت کرنا بیان کیا ہے۔ [1]

ابنِ حبان نے ان کو "رفض میں غالی" اور **رأس الزيدية** ہونا بیان کیا ہے، اور مذہب کا داعی کہا ہے، اور ان کی روایت کا حلال نہ ہونا، اور حجت نہ پکڑنا بیان کیا ہے۔ [2]

زرکلی نے بھی "الاعلام" میں اسی قسم کی تفصیل بیان کی ہے۔ [3]

اگر ان کا رافضی ہونا قرار دیا جائے، تو اس سے واضح ہے کہ وہ ان شیعانِ علی میں سے نہیں تھے، جو محض حضرت علی کو، حضرت عثمان پر فضیلت دیا کرتے تھے، بلکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کو افضل الخلق قرار دینے والوں میں سے تھے۔

اور محدثین کا ان پر رافضی غالی ہونے کا حکم لگانا، ان کے رافضی ہونے کی جہت کو متعین کرنے

---

[1] قال ابن حبان: كان غاليا فى الرفض، لا تحل الرواية عنه بحال .وقال الساجى: كان ممن يغلو فى الرفض.وقال ابن معين: كان من المغلية فى التشيع، وكان من الخربية.......
وذكره ابن شاهين فى كتاب الثقات، وذكر أن أحمد بن حنبل قال: أظنه يتشيع .وخرج الحاكم حديثه فى صحيحه، وكذا أبو عوانة(اكمال تهذيب الكمال، ج١٢ ص١٠٨، تحت رقم الترجمة ٤٨٩٨، باب الهاء)

[2] هارون بن سعد العجلى من أهل الكوفة يروى عن الكوفيين روى عنه المسعودى وأهل بلده كان غاليا فى الرفض وهو رأس الزيدية كان ممن يعتكف عند خشبة زيد بن على وكان داعية إلى مذهبه لا يحل الرواية عنه ولا الاحتجاج به بحال(المجروحين ،ج٣ص٩٤، تحت رقم الترجمة ١١٦٥، باب الهاء)

[3] هارون بن سعد العجلى: رأس الزيدية فى أيامه .من المتزهدين العلماء بالحديث .له شعر(الاعلام للزركلى، ج٨ص٦٠، تحت ترجمة"هارون بن سعد" حرف الهاء)

کے لئے کافی ہے۔

اور اگر زیدیہ کا راس قرار دیا جائے، تو زیدی واضح طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابو بکر پر تفضیل کے قائل ہیں۔

# عبیداللہ بن موسیٰ

’’عبیداللہ بن موسیٰ بن ابی المختار ‘‘ کو بھی محدثین نے ’’شیعہ، رافضی‘‘ قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود جلیل القدر محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے ’’سنن ابی داؤد ‘‘ کی شرح ’’بذل المجھود ‘‘ میں ’’عبیداللہ بن موسیٰ‘‘ کے بارے میں فرمایا کہ:

وقال يعقوب بن سفيان :شيعي، وإن قال قائل :رافضي لم أنكر عليه، وهو منكر الحديث، وقال الجوزجاني :وعبيد الله بن موسى أغلى وأسوأ مذهبا، وأروى للعجائب، وقال الحاكم :سمعت قاسم بن قاسم السيارى، سمعت أبا مسلم البغدادى الحافظ يقول :عبيد الله بن موسى من المتروكين، تركه أحمد لتشيعه.قال الساجي :صدوق، كان يفرط بالتشيع، قال أحمد :روى مناكير، وقد رأيته بمكة فأعرضت عنه، وبعد ذلك عتبوا عليه، ترك الجمعة مع إدمانه على الحج، وأما الموثقون له، فقال ابن أبى خيثمة عن ابن معين :ثقة، وقال أبو حاتم :صدوق ثقة حسن الحديث، وقال العجلى : ثقة، وقال ابن عدى :ثقة، وقال ابن سعد :كان ثقة صدوقا إن شاء الله تعالى، كثير الحديث حسن الهيئة، وكان يتشيع، ويروى أحاديث فى التشيع منكرة، وضعف بذلك عند كثير من الناس،وقال عثمان بن أبى شيبة :صدوق ثقة، وكان يضطرب فى حديث سفيان اضطرابا قبيحا، مات سنة 213هـ (بذل المجهود، ج ۱، ص ۵۳۵، ۵۳۶، كتاب الطهارة،باب صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: یعقوب بن سفیان نے فرمایا کہ ’’یہ شیعہ ہیں، اور اگر کوئی کہنے والا ان کو رافضی کہے، تو میں اس کا انکار نہیں کروں گا، اور یہ منکر الحدیث ہیں‘‘ اور جوزجانی نے فرمایا کہ ’’عبیداللہ بن موسیٰ نہایت غالی، اور نہایت برے مذہب کے حامل ہیں، اور نہایت عجائب کو روایت کرنے والے ہیں‘‘ اور حاکم نے فرمایا کہ میں نے

قاسم بن قاسم سیاری سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو مسلم بغدادی حافظ سے سنا ، جنہوں نے فرمایا کہ ''عبیداللہ بن موسیٰ، متروکین میں سے ہیں، جن کو شیعیت کی وجہ سے امام احمد نے ترک کر دیا ہے''

اور ساجی نے فرمایا کہ ''یہ سچے ہیں، اور تشیع میں مفرِط ہیں'' امام احمد نے فرمایا کہ ''یہ مناکیر کو روایت کرتے ہیں، میں نے ان کو مکہ میں دیکھا، تو میں نے ان سے اعراض کیا، اور اس کے بعد لوگوں نے اُن کا معاتبہ کیا، انہوں نے جمعہ کو ترک کر دیا، اور حج کی مداومت کی'' جہاں تک ان کو ثقہ قرار دینے والوں کا تعلق ہے، تو ابن ابی خیثمہ نے ابنِ معین سے ان کا ثقہ ہونا نقل کیا ہے، اور ابو حاتم نے ان کو ''سچا، ثقہ اور حسن الحدیث'' کہا ہے، اور عجلی نے ان کو ''ثقہ'' قرار دیا ہے، اور ابنِ عدی نے بھی ''ثقہ'' کہا ہے، اور ابنِ سعد نے فرمایا کہ ''یہ ان شاء اللہ تعالیٰ ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث، حسن الهیئۃ ہیں، اور شیعہ ہیں، اور تشیع کے بارے میں منکر احادیث کو روایت کرتے ہیں، اور اس کی وجہ سے لوگوں میں سے بہت سو کے نزدیک ضعیف ہیں'' اور عثمان بن ابی شیبہ نے فرمایا کہ ''یہ سچے، ثقہ ہیں، سفیان کی حدیث میں قبیح اضطراب کرتے ہیں'' جن کی وفات 213ھ میں ہوئی (بذل)

علامہ ابنِ حجر نے بھی ''تهذیبُ التهذیب'' میں اسی طرح کی تفصیل ذکر کی ہے، اور ''الزهرة'' کے حوالے سے امام بخاری کا ان سے 27 احادیث کو متعدد مقامات پر روایت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اور حافظ ذہبی نے ''سير اعلام النبلاء'' میں ان کو ''امام، حافظ، عابد'' کہنے کے بعد فرمایا کہ ''یہ عبادت گزار تھے، لیکن ''تشيع مشؤوم'' میں مبتلا تھے، جنہوں نے اپنے اہلِ شہر (یعنی اہلِ کوفہ) کے بدعت کی تاسیس کرنے والوں سے اس کو اخذ کیا تھا۔

---

[1] وفی الزهرة روی عنه البخاری 27 حديثا وروى فی مواضيع غير واحد عنه (تهذيب التهذيب، ج۷، ص۵۳، تحت رقم الترجمة ۹۷، تابع حرف العين)

اور ابنِ مندہ نے امام احمد بن حنبل کا ان کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے بارے میں بتلایا کرتے تھے، اور یہ رفض کے ساتھ معروف تھے، اور جس کا نام ''معاویہ'' ہوتا تھا، یہ اس کو اپنے گھر میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ [1]

اور حافظ ذہبی نے ''العبر فی خبر من غبر'' میں فرمایا کہ ''یہ حدیث اور فقہ اور قرآن میں امام تھے، عبادت اور نیکی کے ساتھ متصف تھے، لیکن یہ ''رؤوسِ شیعہ'' میں سے ہیں'' [2]

اور حافظ ذہبی نے ''معرفة القراء الكبار على الطبقات والأعصار'' میں ان کو شیعہ اور بخاری کا شیخ فرمایا ہے، اور ان کے بعض دوسرے محامد ومحاسن کا ذکر کیا ہے۔ [3]

---

[1] عبيد الله بن موسى بن أبي المختار باذام العبسي. الإمام، الحافظ، العابد، أبو محمد العبسي - بموحدة -مولاهم، الكوفي.......... قلت :كان صاحب عبادة وليل، صحب حمزة، وتخلق بآدابه، إلا في التشيع المشؤوم، فإنه أخذه عن أهل بلده المؤسس على البدعة......
قال ابن مندة :كان أحمد بن حنبل يدل الناس على عبيد الله، وكان معروفا بالرفض، لم يدع أحدا اسمه معاوية يدخل داره .فقيل:دخل عليه معاوية بن صالح الأشعري، فقال :ما اسمك؟قال: معاوية .قال :والله لاحدثتك، ولا حدثت قوما أنت فيهم(سير أعلام النبلاء، ج۹، ص۵۵۳الیٰ ۵۵۷،ملخصاً، رقم الترجمة ۲۱۵،الطبقة العاشرة)

[2] وفيها عبيد الله بن موسى العنسي الكوفي، الحافظ .روى عن هشام بن عروة والكبار .وقرأ على حمزة .وكان إماماً في الحديث والفقه والقرآن .موصوفاً بالعبادة والصلاح .لكنه من رؤوس الشيعة (العبر في خبر من غبر، ج ۱ ص۲۸۷،سنة ثلاث عشرة ومئتين)

[3] عبيد الله بن موسى العبسي مولاهم الكوفي أبو محمد المقرء الحافظ الشيعي، شيخ البخاري .ولد بعد العشرين ومائة، وقرأ القرآن وجوده على عيسى بن عمر الهمداني، وعلي بن صالح بن حي .وأخذ الحروف عن حمزة والكسائي، وشيبان النحوي وجلس للإقراء وحدث عن هشام بن عروة، والأعمش، وإسماعيل بن أبي خالد، وزكريا بن أبي زائدة وابن جريج.
والأوزاعي وشيبان وخلق، قرأ عليه أحمد بن جبير الأنطاكي، وأيوب بن علي، وإبراهيم بن سليمان، ومحمد بن عبد الرحمن، وطائفة، وحدث عنه أحمد بن حنبل قليلا.
وأحمد بن أبي عرزة الغفاري ويحيى بن معين، وعبد بن حميد، وابن نمير وعباس الدوري، وخلق كثير، وعمر دهرا وثقه أبو حاتم وغيره، وكان ثبتا في إسرائيل .قال أحمد بن عبد الله العجلي: عالم بالقرآن، رأس فيه، ما رأيته رافعا رأسه، وما رؤي ضاحكا قط.وقال أبو داود: كان شيعيا متحرقا.
قلت: حديثه في الكتب الستة بواسطة، وعند البخاري بلا واسطة، وكان صاحب عبادة، وتهجد وزهد، صحب حمزة الزيات، وتخلق بسيرته إلا في التسنن.قال أحمد بن حنبل: حدث بأحاديث سوء، وأخرج تلك البلايا فحدث بها .قال ابن سعد: توفي في ذي القعدة، سنة ثلاث عشرة ومائتين(معرفة القراء الكبار على الطبقات والأعصار، ص۱۰۰، رقم الترجمة ۲۱، الطبقة الخامسة، تحت ترجمة ''عبيد الله بن موسى العبسي '')

اورحافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں فرمایا کہ:

''عبیداللہ بن موسیٰ، حافظ، ثبت ہیں، یہ شیعہ کے کبار علماء میں سے ہیں، ان کی متعدد محدثین نے توثیق کی ہے'' [1]

نیز حافظ ذہبی نے ''میزانُ الاعتدال'' میں ان کو ''شیعہ محترق'' قرار دینے کے باوجود ''ثقہ'' کہا ہے۔ [2]

حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ''طائفہ منصورہ'' میں لکھتے ہیں:

عبیداللہ بن موسیٰ (المتوفی ۲۱۳ھ) یہ امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں، مگر بایں ہمہ امام ابوداود فرماتے ہیں: ''کان شیعیا متحرقا'' وہ جلا بھنا ہوا شیعہ تھا (طائفہ منصورہ ص ۴۲، شیعہ حضرات کے چند محدثین، مکتبہ: صفدریہ گوجرانوالہ، طبع ہشتم ۲۰۱۰ء)

---

[1] ع -عبيد الله بن موسى الحافظ الثبت أبو محمد العبسى مولاهم الكوفى المقرء العباد :من كبار علماء الشيعة ولد بعد العشرين ومائة وهو فى عداد وكيع وإنما أخرناه لتأخر موته سمع من هشام بن عروة وإسماعيل بن أبى خالد والأعمش والثورى وابن جريج وحنظلة بن أبى سفيان والأوزاعى وطبقتهم .روى عنه البخارى ثم أروى هو وباقى الجماعة فى كتبهم عن رجل عنه . وحدث عنه أحمد وإسحاق ويحيى وأبو بكر بن أبى شيبة وعباس الدورى والدارمى والحارث التيمى والكديمى وخلائق وثقه يحيى بن معين، وقال أبو حاتم :ثقة صدوق، وأبو نعيم أتقن منه وعبيد الله أثبتهم فى إسرائيل .وقال العجلى :كان عالما بالقرآن رأسا فيه ما رأيته رافعا رأسه وما روئى ضاحكا قط .قلت :قرأ على حمزة الزيات قال أبو داود :كان شيعيا محترقا وقال أحمد بن يوسف السلمى :كتبت عنه ثلاثين ألف حديث .قال ابن سعد :مات فى ذى الحجة سنة ثلاث عشرة ومائتين رحمه الله تعالى.أنا ابن قدامة وعدة قالوا أنا ابن طبرزذ أنا هبة الله أنا ابن غيلان أنا أبو بكر نا محمد بن سليمان نا عبيد الله نا يونس بن أبى إسحاق عن أبى داود عن أبى الحمراء قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم " :من غشنا فليس منا "(تذكرة الحفاظ،ج ا ،ص ۲۵۹، رقم الترجمة 343-7/31، الطبقة السابعة من الكتاب)

[2] عبيد الله بن موسى (ع) العبسى الكوفى، شيخ البخارى.ثقة فى نفسه، لكنه شيعى متحرق وثقه أبو حاتم، وابن معين.وقال أبو حاتم :أبو نعيم أتقن منه، وعبيد الله أثبتهم فى إسرائيل. وقال أحمد بن عبد الله العجلى :كان عالما بالقرآن رأسا فيه، ما رأيته رافعا رأسه، وما رؤى ضاحكا قط.وقال أبو داود :كان شيعيا متحرقا.وروى الميمونى، عن أحمد :كان عبيد الله صاحب تخليط، حدث بأحاديث سوء ، وأخرج تلك البلايا، وقد رأيته بمكة فما عرضت له .وقد استشار محدث أحمد ابن حنبل فى الاخذ عنه فنهاه .قلت :مات سنة ثلاث عشرة ومائتين، وكان ذا زهد وعبادة وإتقان(ميزان الاعتدال فى نقد الرجال،ج۳،ص ۱۶، رقم الترجمة ۵۴۰۰،حرف العين)

# جابر جعفی

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں ''جابر جعفی'' کو ''قدماءِ اثنا عشریہ'' میں ذکر کیا ہے۔
حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے جابر جعفی کوفی کو رافضی کہا ہے، اور ان کی وفات 120ھ، بتلائی ہے، اور ایک قول 132ھ کا ذکر کیا ہے۔ [1]
جابر جعفی کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ یہ غالی شیعہ اور رافضی تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رجعت کے قائل تھے، صحابہ پر سب وشتم بھی کیا کرتے تھے، بعض محدثین نے اِن کی تکذیب بھی کی ہے، اور بعض نے ان کو سبائی، یعنی عبداللہ بن سباء کے اصحاب میں سے قرار دیا ہے، اور ان پر محدثین کی بکثرت جروحِ مفسرہ موجود ہیں، اور ابنِ عدی نے ان کے بارے میں فرمایا:

''له حديث صالح وشعبة أقل رواية عنه من الثورى وقد احتمله الناس وعامة ما قذفوه به أنه كان يؤمن بالرجعة وهو مع هذا إلى الضعف أقرب منه إلى الصدق'' [2]

---

[1] جابر ابن يزيد ابن الحارث الجعفى أبو عبد الله الكوفى ضعيف رافضى من الخامسة مات سنة سبع وعشرين ومائة وقيل سنة اثنتين وثلاثين د ت ق(تقريب التهذيب، ص١٣٧، رقم الترجمة ٨٧٨، حرف الجيم)

[2] د ت ق -جابر "بن يزيد بن الحارث بن عبد يغوث الجعفى أبو عبد الله.......
قال يحيى بن يعلى قيل لزائدة ثلاثة لم لا تروى عنهم بن أبى ليلى وجابر الجعفى والكلبى قال أما الجعفى فكان والله كذابا يؤمن بالرجعة.......وقال بن عدى له حديث صالح وشعبة أقل رواية عنه من الثورى وقد احتمله الناس وعامة ما قذفوه به أنه كان يؤمن بالرجعة وهو مع هذا إلى الضعف أقرب منه إلى الصدق روى له أبو داود فى السهو فى الصلاة حديثا واحدا.......
قال جرير لا أستحل أن أروى عنه كان يؤمن بالرجعة وقال أبو داود ليس عندى بالقوى فى حديثه وقال أبو الأحوص كنت إذا مررت بجابر الجعفى سألت ربى العافية وقال الشافعى سمعت سفيان بن عيينة يقول سمعت من جابر الجعفى كلاما فبادرت خفت أن يقع علينا السقف قال سفيان كان يؤمن بالرجعة وقال إبراهيم الجوزجانى كذاب وقال إسحاق بن موسى سمعت أبا جميلة يقول قلت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''صحیح مسلم'' کے ''مقدمہ'' میں ہے:

**حدثنا أبو غسان محمد بن عمرو الرازی، قال: سمعت جريرا، يقول: لقيت جابر بن يزيد الجعفی فلم أكتب عنه، كان يؤمن بالرجعة** (صحیح مسلم،مقدمة ،باب الكشف عن معايب رواة الحديث ونقلة الأخبار وقول الأئمة فی ذلک)

ترجمہ: ہم سے ابوغسان محمد بن عمرو رازی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں میں نے جریر سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے جابر بن یزید جعفی سے ملاقات کی، لیکن میں نے ان سے حدیث کو نہیں لکھا، وہ ''رجعت'' پر ایمان کے قائل تھے (مسلم)

ابنِ شاہین نے بھی جابر جعفی کے بارے میں ''رجعت پر ایمان رکھنے کا ذکر کیا ہے، جس کے بعد ابنِ شاہین نے فرمایا:

**وأقل ما فی أمر هذا الرجل أن يكون حديثه لا يحتج به إلا أن يروی حديثا**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لجابر الجعفی كيف تسلم علی المهدی قال أن قلت لک كفرت وقال الحميدی عن سفيان سمعت رجلا سأل جابر الجعفی عن قوله فلن ابرح الأرض حتی يأذن لی أبی قال لم يجیء تأويلها بعد قال سفيان كذب قلت ما أراد بهذا قال الرافضة تقول أن عليا فی السماء لا يخرج من ولده حتی ينادی من السماء اخرجوا مع فلان يقول جابر هذا تأويل هذا وقال الحميدی أيضا سمعت رجلا يسأل سفيان أرأيت يا أبا محمد الذين عابوا الذين عابوا علی جابر الجعفی قوله حدثنی وصی الأوصياء فقال سفيان هذا اهونه وقال شبابة عن ورقاء عن جابر دخلت علی أبی جعفر الباقر فسقانی فی قعب حسائی حفظت به ارعين ألف حديث وقال يحيی بن يعلی سمعت زائدة يقول جابر الجعفی رافضی يشتم أصحاب النبی صلی الله عليه وسلم،وقال بن سعد كان يدلس وكان ضعيفا جدا فی رأيه وروايته وقال العقيلی فی الضعفاء كذبه سعيد بن جبير وقال العجلی كان ضعيفا يغلو فی التشيع وكان يدلس وقال الساجی فی الضعفاء كذبه بن عيينة وقال الميمونی قلت لأحمد بن خداش أكان جابر يكذب قال أی والله وذاک فی حديثه بين وقال ابن قتيبة فی كتابه " :مشكل الحديث "كان جابر يؤمن بالرجعة وكان صاحب نيرنجات وشبه،وقال أبو أحمد الحاكم يؤمن بالرجعة اتهم بالكذب وذكره يعقوب بن سفيان فی باب من يرغب الرواية عنهم وقال بن حبان كان سبائيا من أصحاب عبد الله بن سبأ وكان يقول أن عليا يرجع إلی الدنيا فإن احتج محتج بان شعبة وغيره والثوری رويا عنه قلنا الثوری ليس من مذهبه ترک الرواية عن الضعفاء وأما شعبة وغيره فرأوا عنده أشياء لم يصبروا عنها وكتبوها ليعرفوها فربما ذكر أحدهم عنه الشیء بعد الشیء علی جهة التعجب وأخبرنی بن فارس قال ثنا محمد بن رافع قال رأيت أحمد بن حنبل فی مجلس يزيد بن هارون معه كتاب زهير عن جابر الجعفی فقلت له يا أبا عبد الله تنهونا عن جابر وتكتبونه قال لنعرفه وقال الميمونی سمعت أحمد يقول كان بن مهدی والقطان لا يحدثان(تهذيب التهذيب،لابنِ حجر،ج۲،ص ۴۶،الیٰ ۵۰، ملخصاً، رقم الترجمة ۷۵،باب الجيم،من اسمه جابان و جابر)

**يشار كه فيه الثقات**(ذكر من اختلف العلماء ونقاد الحديث فيه، ص ۴۴، جابر الجعفى والخلاف فيه)

ترجمہ: اور زیادہ سے زیادہ اس شخص کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی، الا یہ کہ اس کے ساتھ ثقات شریک ہوں

(ذكر من اختلف العلماء)

”جابر جعفی“ کی سند سے مروی احادیث، ترمذی، ابنِ ماجہ، اور ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہیں۔

امام ترمذی نے ”جابر جعفی“ کی سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ ”جس نے سات سال تک، اخلاص اور ثواب کو حاصل کرنے کی غرض سے اذان دی، اس کے لیے جہنم سے برائت لکھ دی جائے گی۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد، حضرت امام وکیع کا یہ قول نقل کیا ہے:

**”لولا جابر الجعفى لكان أهل الكوفة بغير حديث، ولولا حماد لكان أهل الكوفة بغير فقه“**

”یعنی اگر جابر جعفی نہ ہوتے، تو اہلِ کوفہ ”حدیث“ کے بغیر رہ جاتے، اور اگر حماد نہ ہوتے، تو اہلِ کوفہ ”فقہ“ کے بغیر رہ جاتے“ [1]

ان کی حدیث کو ابنِ ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا محمد بن حميد الرازى قال: حدثنا أبو تميلة قال: حدثنا أبو حمزة، عن جابر، عن مجاهد، عن ابن عباس، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من أذن سبع سنين محتسبا كتبت له براءة من النار. وفى الباب عن ابن مسعود، وثوبان، ومعاوية، وأنس، وأبى هريرة، وأبى سعيد. حديث ابن عباس حديث غريب، وأبو تميلة اسمه يحيى بن واضح، وأبو حمزة السكرى اسمه محمد بن ميمون، وجابر بن يزيد الجعفى ضعفوه، تركه يحيى بن سعيد، وعبد الرحمن بن مهدى. سمعت الجارود، يقول: سمعت وكيعا يقول: لولا جابر الجعفى لكان أهل الكوفة بغير حديث، ولولا حماد لكان أهل الكوفة بغير فقه(سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٠٦، أبواب الصلاة، باب ما جاء فى فضل الأذان)

[2] حدثنا أبو كريب، حدثنا مختار بن غسان، حدثنا حفص بن عمر الأزرق البرجمى، عن جابر، عن عكرمة، عن ابن عباس (ح)وحدثنا روح بن الفرج، حدثنا على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام ترمذی نے ''جابر جعفی'' کی سند سے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث کو ذکر کیا ہے، جس میں حیض کی حالت میں، طواف کے علاوہ، حج کے تمام مناسک کو اداء کرنے کا ذکر ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا:

**'' والعمل على هذا الحديث عند أهل العلم: أن الحائض تقضى المناسک كلها ما خلا الطواف بالبيت'' [1]**

اور ابنِ ماجہ نے ''جابر جعفی'' کی سند سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**''من كان له إمام، فإن قراء ة الإمام له قراء ة'' [2]**

اور ابنِ ماجہ اور امام احمد نے ''جابر جعفی'' کی سند سے، حضرت ابنِ عباس و ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

**''سن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – صلاة السفر ركعتين،**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بن الحسن بن شقيق، حدثنا أبو حمزة، عن جابر، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: " من أذن محتسبا سبع سنين، كتب له برائة من النار "(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٧٢٧، أبواب الأذان والسنة فيها، باب فضل الأذان وثواب المؤذنين)

[1] حدثنا على بن حجر قال: أخبرنا شريک، عن جابر وهو ابن يزيد الجعفى، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه، عن عائشة قالت: حضت فأمرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أقضى المناسک كلها، إلا الطواف بالبيت: والعمل على هذا الحديث عند أهل العلم: أن الحائض تقضى المناسک كلها ما خلا الطواف بالبيت(سنن الترمذى، رقم الحديث ٩٤٥، أبواب الحج، باب ما جاء ما تقضى الحائض من المناسک)

[2] حدثنا على بن محمد، حدثنا عبيد الله بن موسى، عن الحسن ابن صالح، عن جابر، عن أبى الزبير، عن جابر قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: " من كان له إمام، فإن قراء ة الإمام له قراء ة "(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٨٥٠، أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها، باب: إذا قرأ الإمام فأنصتوا)

**وهما تمام غير قصر، والوتر فى السفر سنة“** [1]

اورابنِ ماجہ اورابوداؤد نے ”جابر جعفی“ کی سند سے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**”إذا قام أحدكم من الركعتين فلم يستتم قائما فليجلس، فإذا استتم قائما فلا يجلس، ويسجد سجدتى السهو“** [2]

اورامام احمد نے ”جابر جعفی“ کی سند سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

**لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا، وموكله، وشاهديه، وكاتبه**(مسند احمد، رقم الحديث ۸۴۴)

اورامام احمد نے ”جابر جعفی“ کی سند سے علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

**نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يضحى بعضباء القرن،**

---

[1] حدثنا إسماعيل بن موسى، حدثنا شريك، عن جابر، عن عامر، عن ابن عباس وابن عمر، قالا: سن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – صلاة السفر ركعتين، وهما تمام غير قصر، والوتر فى السفر سنة (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۱۹۴ ,أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها،باب ما جاء فى الوتر فى السفر)

حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن جابر، قال: سمعت الشعبى، يحدث عن ابن عمر، وابن عباس، قالا: " سن رسول الله صلى الله عليه وسلم، الصلاة فى السفر ركعتين، وهى تمام، والوتر فى السفر سنة "(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۵۶)

[2] حدثنا محمد بن يحيى، حدثنا محمد بن يوسف، حدثنا سفيان، عن جابر، عن المغيرة بن شبيل، عن قيس بن أبى حازم،عن المغيرة بن شعبة، قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: "إذا قام أحدكم من الركعتين فلم يستتم قائما فليجلس، فإذا استتم قائما فلا يجلس، ويسجد سجدتى السهو "(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۲۰۸ ،أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها، باب ما جاء فيمن قام من اثنتين ساهيا)

حدثنا الحسن بن عمرو، عن عبد الله بن الوليد، عن سفيان، عن جابر، حدثنا المغيرة بن شبيل الأحمسى، عن قيس بن أبى حازم،عن المغيرة بن شعبة، قال: قال رسول الله– صلى الله عليه وسلم –:" إذا قام الإمام فى الركعتين: فإن ذكر قبل أن يستوى قائما فليجلس، فإن استوى قائما فلا يجلس، ويسجد سجدتى السهو "قال أبو داود: وليس فى كتابى عن جابر الجعفى إلا هذا الحديث (سنن ابى داوٗد، رقم الحديث ۱۰۳۶ ، كتاب الصلاة، باب من نسىَ أن يتشهد وهو جالس)

والأذن (مسند احمد، رقم الحدیث ۸٦٤)

اورامام احمد نے ''جابر جعفی'' کی سند سے علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کوروایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن فرمایا:

**شغلونا عن صلاة الوسطى حتى آبت الشمس، ملأ الله قبورهم وبيوتهم وبطونهم نارا** (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۸۸)

اورامام احمد نے ''جابر جعفی'' کی سند سے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کوروایت کیا ہے:

**أن النبی صلى الله عليه وسلم أتى بجبنة، قال: فجعل أصحابه يضربونها بالعصى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " ضعوا السكين واذكروا اسم الله وكلوا** (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۸۰)

اورامام احمد نے ''جابر جعفی'' کی سند سے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

**أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، مر بقدر، فأخذ منها عرقا أو كتفا، فأكله، ثم صلى ولم يتوضأ** (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۵۳)

اورامام احمد نے ''جابر جعفی'' کی سند سے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**من رآنی فی المنام، فإياى رأى، فإن الشيطان لا يتخيل بی** (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۵۲۵)

اورامام احمد نے ''جابر جعفی'' کی سند سے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

**أن النبی صلى الله عليه وسلم "احتجم ثلاثا فی الأخدعين، وبين**

**الكتفين، وأعطى الحجام أجره ، ولو كان حراما لم يعطه إياه** (مسند احمد، رقم الحديث ٢٩٠٤)

اور امام احمد نے "جابر جعفی" کی سند سے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

**تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محرم** (مسند احمد، رقم الحديث ٢٩٨٠)

اور امام محمد نے "جابر جعفی" کی سند سے، حضرت عامر شعبی کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**"لا يؤمن الناس أحد بعدى جالسا"**

جس کے بعد امام محمد نے فرمایا:

**"فأخذ الناس بهذا"** [1]

## عباد بن يعقوب

عباد بن یعقوب کوفی کو علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے "تقريبُ التهذيب" میں "صدوق رافضی" فرمایا ہے۔ [2]

اور امام ذہبی نے "احد رؤوس الشيعة" قرار دیا ہے، محدثین نے ان کو "تشیع" میں غالی، رافضیت کا داعی اور صحابہ کرام، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں سب وشتم کرنے

---

[1] قال محمد : حدثنا بشر حدثنا أحمد أخبرنا إسرائيل بن يونس بن أبى إسحاق السبيعى عن جابر بن يزيد الجعفى عن عامر الشعبى قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : لا يؤمن الناس أحد بعدى جالسا . فأخذ الناس بهذا (الموطأ ، رواية محمد بن الحسن، رقم الحديث ١٥٨ ، أبواب الصلاة، باب: صلاة القاعد)

[2] عباد ابن يعقوب الرواجنى بتخفيف الواو وبالجيم المكسورة والنون الخفيفة أبو سعيد الكوفى صدوق رافضى حديثه فى البخارى مقرون بالغ ابن حبان فقال يستحق الترك من العاشرة مات سنة خمسين خ ت ق (تقريب التهذيب، ص ٢٩١، تحت رقم الترجمة ٣١٥٣)

والا، اور سوءِ مذہب رکھنے والا قرار دیا ہے۔

قاسم بن زکریا سے مروی ہے کہ میں عباد بن یعقوب کے پاس گیا، اور میں نے ان کے پاس موجود تلوار کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے جواب میں کہا کہ میں نے اس کو اس لئے تیار رکھا ہے، تاکہ میں مہدی کے ہمراہ قتال کروں۔

محمد بن جریر کہتے ہیں کہ میں نے عباد بن یعقوب سے سنا کہ جو شخص اپنی نماز میں ہر روز آلِ محمد کے دشمنوں سے تبری نہ کرے، تو اللہ اس کو ان کے ساتھ ہی محشور کرے گا۔

لیکن ان سے امام بخاری نے بھی حدیث کو مقروناً روایت کیا ہے۔

اور ان سے امام ترمذی، ابنِ ماجہ، امام احمد، امام بزار، حکیم ترمذی، اور ابنِ خزیمہ وغیرہ نے احادیث کو روایت کیا ہے۔

اور بعض محدثین نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ [1]

---

[1] خ ت ق :عباد بن يعقوب الرواجنى، أبو سعيد الأسدى الكوفى.
أحد رؤوس الشيعة.روى عن :شريک القاضى، وعباد بن العوام، وإبراهيم بن محمد بن أبى يحيى المدنى، وإسماعيل بن عياش، وعبد الله بن عبد القدوس، والحسين بن زيد بن على العلوى، والوليد بن أبى ثور، وعلى بن هاشم بن البريد، وطائفة.
وعنه :البخارى حديثا واحدا قرنه بغيره والترمذى، وابن ماجه، وأحمد بن عمرو البزار، وصالح بن محمد جزرة، وأبو بكر بن أبى داود، ومحمد بن على الحكيم الترمذى، وابن صاعد، وابن خزيمة، وطائفة.وروى عنه أبو حاتم، وقال :شيخ ثقة.
وقال الحاكم :كان ابن خزيمة يقول :حدثنا الثقة فى روايته، المتهم فى دينه عباد بن يعقوب.
وقال ابن عدى :فيه غلو فى التشيع، سمعت عبدان يذكر عن الثقة أن عباد بن يعقوب كان يشتم السلف .قال ابن عدى :وقد روى أحاديث أنكرت عليه فى فضائل أهل البيت ومثالب غيرهم.
وقال على بن محمد الحبيبى، عن صالح جزرة :كان عباد بن يعقوب يشتم عثمان رضى الله عنه، وسمعته يقول :الله أعدل من أن يدخل طلحة والزبير الجنة قاتلا عليا بعد أن بايعاه.
وقال القاسم بن زكريا المطرز :دخلت على عباد بالكوفة، وكان يمتحن من يسمع منه .فقال :من حفر البحر؟ فقلت :الله خلق البحر .قال :هو كذلک، ولكن من حفره؟ فقلت :يذكر الشيخ . فقال :حفره على .فمن أجراه؟ فقلت :الله .قال :هو كذلک، ولكن من أجراه؟ قلت :يفيدنى الشيخ .قال :أجراه الحسين .وكان عباد بن يعقوب مكفوفا، فرأيت سيفا وجحفة، فقلت :لمن هذا السيف؟ قال :لى، أعددته لأقاتل به مع المهدى .فلما فرغت من سماع ما أردت منه، دخلت عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابو حاتم بستی کہتے ہیں کہ عباد بن یعقوب ''رافضی، اور اس کے داعی'' تھے، جو مناکیر کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾فقال :من حفر البحر؟ فقلت :حفره معاوية، وأجراه عمرو بن العاص .ثم وثبت وعدوت، فجعل يصيح :أدركوا الفاسق عدو الله فاقتلوه.
قلت :هذه حكاية صحيحة رواها ابن المظفر الحافظ عن القاسم.
قال محمد بن جرير :سمعت عباد بن يعقوب يقول :من لم يتبرأ فى صلاته كل يوم من أعداء آل محمد صلى الله عليه وسلم، حشره الله معهم.
قلت :هذا الكلام أبو جاد الرفض؛ فإن آل محمد عليه السلام قد عادى بعضهم بعضا على الملك، كآل العباس، وأل على، وإن تبرأت من آل العباس لأجل آل على فقد تبرأت من آل محمد، وإن تبرأت من آل على لأجل آل العباس فقد تبرأت من آل محمد .وإن تبرأت من الظالم منهما للآخر، فقد يكون الظالم علويا قاطبا، فكيف أبرأ منه؟ وإن قلت :ليس فى آل على ظالم .فهو دعوى العصمة فيهم، وقد ظلم بعضهم بعضا .فبالله اسكتوا حتى نسكت، وقولوا " :(ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان) الآية.قال البخارى :مات فى شوال سنة خمسين(تاريخ الإسلام، ج۵،ص۱۱۵۳،و۱۱۵۴، رقم الترجمة ۲۳۲، حرف العين)
خ ت ق: عباد بن يعقوب الأسدى الرواجنى .أبو سعيد الكوفى، الشيعى.
روى عنه: البخارى حديثا واحدا مقرونا بغيره ، والترمذى، وابن ماجه وإبراهيم بن جعفر الإستراباذى، وإبراهيم بن محمد بن الحسن السامرى، وإبراهيم بن محمد العمرانى الكوفى، وأحمد بن إسحاق بن بهلول التنوخى، وأبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار، وإسحاق بن محمد بن الضحاك الكوفى ، وجعفر بن محمد بن مالك الفزارى الكوفى، والحسين بن إسحاق التسترى، وصالح بن محمد البغدادى الحافظ، وأبو بكر عبد الله بن أبى داود، وعلى بن الحسين بن أبى قربة العجلى، وعلى بن سعيد بن بشير الرازى، وعلى بن العباس البجلى المقانعى، والقاسم بن زكريا المطرز، وأبو حاتم محمد بن إدريس الرازى، ومحمد بن إسحاق بن خزيمة، ومحمد بن العباس بن أيوب الأصبهانى الأخرم، ومحمد بن على الحكيم الترمذى، وأبو جعفر محمد بن منصور المرادى الكوفى، ويحيى بن الحسن بن جعفر العلوى النسابة، ويحيى بن محمد بن صاعد.
قال أبو حاتم :شيخ ثقة.وقال الحاكم أبو عبد الله: كان أبو بكر بن خزيمة يقول: حدثنا الثقة فى روايته، المتهم فى دينه عباد بن يعقوب.
وقال أبو أحمد بن عدى :سمعت عبدان يذكر عن أبى بكر بن أبى شيبة أو هناد بن السرى، أنهما أو أحدهما فسقه ونسبه إلى أنه يشتم السلف، قال ابن عدى: وعباد بن يعقوب، معروف فى أهل الكوفة، وفيه غلو فى التشيع، وروى أحاديث أنكرت عليه فى فضائل أهل البيت، وفى مثالب غيرهم.وقال على بن محمد المروزى: سئل صالح بن محمد، عن عباد بن يعقوب الرواجبى، فقال: كان يشتم عثمان.قال: وسمعت صالحا يقول: سمعت عباد بن يعقوب يقول: الله أعدل من أن يدخل طلحة والزبير الجنة، قلت: ويلك، ولم؟ قال: لأنهما قاتلا على بن أبى طالب، بعد أن بايعاه.وقال أبو الحسين بن المظفر الحافظ، عن القاسم بن زكريا المطرز: وردت الكوفة فكتبت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

روایت کرتے ہیں۔ [1]

امام بخاری نے ''صحیح بخاری'' میں عباد بن یعقوب کی سند سے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا، اور والدین کی

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن شيوخها كلهم غير عباد بن يعقوب .فلما فرغت دخلت إليه، وكان يمتحن من يسمع منه .فقال لى: من حفر البحر؟ فقلت: الله خلق البحر .قال: هو كذلک، ولكن من حفره؟ قلت: يذكر الشيخ، فقال: حفره على بن أبى طالب، ثم قال: من أجراه؟ قلت: الله مجرى الأنهار، ومنبع العيون، فقال: هو كذلک، ولكن من أجرى البحر؟ فقلت: يفيدنى الشيخ. فقال: أجراه الحسين بن على!.قال: وكان عباد مكفوفا ورأيت فى داره سيفا معلقا وحجفة .فقلت: أيها الشيخ لمن هذا السيف؟ فقال لى: أعددته لأقاتل به مع المهدى .قال فلما فرغت من سماع ما أردت أن أسمعه منه .وعزمت على الخروج عن البلد، دخلت عليه، فسألنى فقال: من حفر البحر؟ فقلت: حفره معاوية، وأجراه عمرو بن العاص، ثم وثبت من بين يديه، وجعلت أعدو، وجعل يصيح: أدركوا الفاسق عدو الله فاقتلوه .قال البخارى: مات فى شوال .وقال محمد بن عبد الله الحضرمى: فى ذى القعدة سنة خمسين ومئتين (تهذيب الكمال للمزى، ج ۱۴ ص ۱۷۵ الٰى ۱۷۹، تحت رقم الترجمة ۳۱۰۴، باب العين)

[1] عباد بن يعقوب :أبو سعيد ويقال :أبو محمد الأسدى الرواجنى الكوفى.

روى عن :أبى سهل عباد بن العوام الكلابى.تفرد به البخارى، روى عنه فى التوحيد من الجامع.

وروى أيضًا عن :أبى عبد الله شريک بن عبد الله النخعى القاضى، وأبى الحسن على بن هاشم بن البريد العائذى، وابى عبد الرحمن محمد بن فضيل بن غزوان الضبى، وأبى إسماعيل حاتم بن إسماعيل المدنى، والوليد بن أبى ثور الهمدانى الكوفى وغيرهم.

روى عنه :أبو عيسى الترمذى، وأبو يحيى الساجى، وأبو بكر بن خزيمة، وأبو عروبة الحرانى، وأبو بكر عبد الله بن أبى داود السجستانى، وأبو محمد عبد الله بن زيدان بن بريد بن قطن بن هلال البجعلى الكوفى، وأبو محمد عبد الله بن محمد بن ناجية البغدادى، وأبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار، وأحمد بن إسحاق بن البهلول الأنبارى وغيرهم.

مات سنة خمسين ومائتين، قاله البخارى.وقال أبو حاتم البستى :عباد بن يعقوب أبو سعيد كوفى، كان رافضيًا داعية يروى المناكير.وقال أبو الفتح الموصلى :عباد بن يعقوب الرواجنى الكوفى زائغ غير محمود المذهب، داعية إلى الرفض، وقد حمل عنه الناس على سوء مذهبه.

وذكر أبو عبد الله الحاكم أنه سأل عنه الدارقطنى قال :قلت فعباد بن يعقوب الرواجنى؟ قال :شيعى صدوق(المعلم بشيوخ البخارى ومسلم،لمحمد بن إسماعيل بن خلفون،ص ۴۲۰، رقم الترجمة ۳۵۸، حرف العين،من اسمه عباد)

فرمانبرداری کرنا، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا''۔ [1]

اور امام ترمذی نے عباد بن یعقوب کی سند سے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھتے تھے، تو ہماری طرف رُخ فرمالیا کرتے تھے۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور دیگر حضرات کا اسی کے مطابق عمل ہے، سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق کا یہی قول ہے''۔ [2]

اور امام ترمذی نے ہی عباد بن یعقوب کی سند سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''جب گانے والی عورتیں اور آلات اور شراب عام ہوجائے گی، تو خسف اور مسخ اور قذف کا عذاب آئے گا''۔ [3]

---

[1] حدثنی سلیمان، حدثنا شعبة، عن الولید، ح وحدثنی عباد بن یعقوب الأسدی، أخبرنا عباد بن العوام، عن الشیبانی، عن الولید بن العیزار، عن أبی عمرو الشیبانی، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ: أن رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أی الأعمال أفضل؟ قال: الصلاة لوقتها، وبر الوالدین، ثم الجهاد فی سبیل اللہ(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۵۳۴، کتاب التوحید، باب وسمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلاة عملا، وقال: لا صلاة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب)

[2] حدثنا عباد بن یعقوب الکوفی قال: حدثنا محمد بن الفضل بن عطیة، عن منصور، عن إبراهیم، عن علقمة، عن عبد اللہ بن مسعود، قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا استوی علی المنبر استقبلناه بوجوهنا: وفی الباب عن ابن عمر وحدیث منصور لا نعرفه إلا من حدیث محمد بن الفضل بن عطیة، ومحمد بن الفضل بن عطیة ضعیف ذاهب الحدیث عند أصحابنا، والعمل علی هذا عند أهل العلم من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرهم: یستحبون استقبال الإمام إذا خطب، وهو قول سفیان الثوری، والشافعی، وأحمد، وإسحاق :.ولا یصح فی هذا الباب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیء(سنن الترمذی، رقم الحدیث ۵۰۹، ابواب الجمعة، باب فی استقبال الإمام إذا خطب)

[3] حدثنا عباد بن یعقوب الکوفی قال: حدثنا عبد اللہ بن عبد القدوس، عن الأعمش، عن هلال بن یساف، عن عمران بن حصین، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: فی هذه الأمة خسف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام ترمذی نے ہی عباد بن یعقوب کی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو بھی پہاڑ اور درخت آتا تھا، تو وہ یہ کہتا تھا کہ ''السلام علیک یا رسول اللّٰہ'' [1]

اور امام بیہقی نے عباد بن یعقوب کی سند سے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''عورت، عورتوں کی امامت کے دوران، ان کے درمیان میں کھڑی ہوگی'' [2]

# یونس بن خباب

علامہ ابنِ حجر نے ''تھذیبُ التھذیب ''میں ''یونس بن خباب'' کے بارے میں ابنِ معین سے، ان کا ''رجلِ سوء، اور حضرت عثمان کو سب وشتم کرنے والا'' ہونا، اور جوزجانی سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومسخ وقذف، فقال رجل من المسلمين: يا رسول الله، ومتى ذاك؟ قال: إذا ظهرت القينات والمعازف وشربت الخمور: وقد روى هذا الحديث، عن الأعمش، عن عبد الرحمن بن سابط، عن النبى صلى الله عليه وسلم مرسل وهذا حديث غريب(سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٢١٢، أبواب الفتن، باب ما جاء فى علامة حلول المسخ والخسف)

[1] حدثنا عباد بن يعقوب الكوفى قال: حدثنا الوليد بن أبى ثور، عن السدى، عن عباد بن أبى يزيد، عن على بن أبى طالب، قال: " كنت مع النبى صلى الله عليه وسلم بمكة فخرجنا فى بعض نواحيها فما استقبله جبل ولا شجر إلا وهو يقول: السلام عليك يا رسول الله :"هذا حديث غريب وروى غير واحد عن الوليد بن أبى ثور، وقال: عن عباد بن أبى يزيد، منهم فروة بن أبى المغراء(سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٦٢٦، أبواب المناقب)

[2] أخبرنا أبو حازم الحافظ، أنبأ أبو أحمد الحافظ، أنبأ أبو جعفر محمد بن الحسن بن سعيد المقرء بالكوفة، ثنا عباد بن يعقوب الأسدى، ثنا ابن أبى يحيى يعنى إبراهيم، عن داود يعنى ابن الحصين، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: " تؤم المرأة النساء تقوم وسطهن ."(السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ٥٣٥٨، كتاب الصلاة،جماع أبواب إثبات إمامة المرأة وغيرها،باب المرأة تؤم النساء فتقوم وسطهن)

''کذاب، مفتر'' ہونا، اور امام بخاری سے ''مـنکرُ الحدیث'' ہونا، اور ابوداؤد سے ''شتام الـصـحـا بة'' ہونا، نیز ابوداؤد سے ''ان کی سند سے شعبہ کی روایت کردہ احادیث کا مستقیم ہونا، نقل کیا ہے۔

اور امام احمد بن حنبل سے ''خبیث الرائے'' اور ابنِ معین سے ''ثقہ'' ہونا، اور ابنِ شاہین سے ''ثقہ'' ہونا، اور عثمان بن ابی شیبہ سے ''ثقہ، صدوق'' ہونا، اور دار قطنی سے ''رجلِ سوء، شیعہ مفرط اور شاتمِ عثمان'' ہونا نقل کیا ہے، اور امام حاکم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''یحییٰ اور عبدالرحمٰن نے ان کو ترک کر دیا، کیونکہ یہ حضرت عثمان کو سب وشتم کیا کرتے تھے، اور جو صحابہ میں سے کسی پر سب وشتم کرے، تو وہ اس چیز کا اہل ہے کہ اس سے روایت نہ کی جائے، اور عقیلی نے فرمایا کہ ''یہ رفض میں غالی تھے''

اور ''یعقوب بن سفیان'' نے فرمایا کہ یہ حضرت عثمان کی شان میں زبان درازی کیا کرتے تھے، اور عجلی نے ان کو ''غالی شیعہ'' قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] قال علی بن المدینی عن یحیی القطان ما تعجبنا الروایة عنه وقال عبد الله بن أحمد عن أبیه کان بن مهدی لا یحدث عنه وقال أبو موسی ما سمعت یحیی ولا عبد الرحمن یحدثان عن سفیان عنه وقال الدوری عن بن معین رجل سوء وکان یشتم عثمان وقال إسحاق بن منصور عن بن معین لا شیء وقال الجوزجانی کذاب مفتر وقال أبو حاتم :مضطرب الحدیث لیس بالقوی وقال البخاری : منکر الحدیث وقال الآجری عن أبی داود یونس بن خباب شتام الصحابة حدثنی من سمع علیا یعنی بن المدینی یقول لا أحدث حتی أتوسد یمینی قال أبو داود وقد رأیت أحادیث شعبة عنه مستقیمة ، ولیس الرافضة کذلک وقال أبو داود عن موسی بن إسماعیل عن عباد بن عباد سمعت یونس بن خباب یقول عثمان بن عفان قتل ابنتی النبی صلی الله علیه وسلم فقلت له :قتل واحدة فلم زوجه الأخری وقال النسائی :لیس بالقوی مختلف فیه وقال مرة :لیس بثقة وقال فی موضع آخر إبراهیم بن مهاجر :لیس بالقوی فی الحدیث وکذلک یونس بن خباب هو عندنا دون إبراهیم بن مهاجر قلت :ونقل بن الجوزی أن یحیی بن سعید کذبه وقال الساجی صدوق فی الحدیث تکلموا فیه من جهة رأیه السوء قال أحمد بن حنبل کان خبیث الرأی وقال بن معین کان ثقة وکان یشتم عثمان وقال بن شاهین فی الثقات قال عثمان بن أبی شیبة یونس بن خباب ثقة صدوق وقال بن حبان لا تحل الروایة عنه وقال الدارقطنی :کان رجل سوء فیه شیعیة مفرطة کان یسب عثمان وقال الحاکم أبو أحمد ترکه یحیی وعبد الرحمن وأحسنا فی ذلک لأنه کان یشتم عثمان ومن سب أحدا من الصحابة فهو أهل أن لا یروی عنه وقال العقیلی کان یغلو فی الرفض. وقال یعقوب بن سفیان ومشتهر عنه أنه کان یتناول عثمان وقال العجلی شیعی غال(تهذیب التهذیب، ج ۱۱، ص۴۳۷، ۴۳۸، رقم الترجمة ۸۴۸، حرف الیاء ، من اسمه یونس)

لیکن ان سب باتوں کے باوجود علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''تقریبُ التهذیب ''میں ان کو ''رفض سے متہم اور صدوق'' کہا ہے۔ [1]

یونس بن خباب سے امام ترمذی، امام ابوداؤد، ابنِ ماجہ، امام احمد وغیرہ سب ہی نے احادیث کو روایت کیا ہے۔

امام ترمذی نے ''یونس بن خباب'' کی سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کا مال صدقہ سے کم نہیں ہوتا، اور جس بندہ پر بھی کوئی ظلم کیا جاتا ہے، پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے، تو اللہ اس کی عزت زیادہ کرتا ہے، اور جو بندہ بھی سوال کے دروازے کو کھولتا ہے، تو اللہ اس پر فقر وفاقہ کے دروازے کو کھول دیتا ہے'' [2]

اور ابنِ ماجہ نے ''یونس بن خباب'' کی سند سے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے، اور آپ قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے'' [3]

شعیب ارنؤوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اور فرمایا کہ ''یونس بن خباب اگر چہ ضعیف ہیں،

---

[1] یونس ابن خباب بمعجمة وموحدتين الأسيدى مولاهم الكوفى صدوق يخطىء ورمى بالرفض من السادسة بخ(تقريب التهذيب،ص ۶۱۳، رقم الترجمة ۷۹۰۳، حرف الياء)

[2] حدثنا محمد بن إسماعيل قال :حدثنا أبو نعيم قال :حدثنا عبادة بن مسلم قال :حدثنا يونس بن خباب، عن سعيد الطائى أبى البخترى، أنه قال :حدثنى أبو كبشة الأنمارى، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :ثلاثة أقسم عليهن وأحدثكم حديثا فاحفظوه قال :ما نقص مال عبد من صدقة، ولا ظلم عبد مظلمة فصبر عليها إلا زاده الله عزا، ولا فتح عبد باب مسألة إلا فتح الله عليه باب فقر أو كلمة نحوها(سنن الترمذى،رقم الحديث ۲۳۲۵،أبواب الزهد،باب ما جاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر)

[3] حدثنا محمد بن زياد، حدثنا حماد بن زيد، عن يونس بن خباب، عن المنهال بن عمرو، عن زاذان عن البراء بن عازب، قال :خرجنا مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فى جنازة، فقعد حيال القبلة(سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ۱۵۴۸ ،باب ما جاء فى الجلوس فى المقابر)

لیکن ان کے متابع موجود ہیں۔ [1]

## عبد اللّٰہ بن عبد القدوس

حافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں ''عبداللہ بن عبدالقدوس'' کا ابنِ معین سے ''رافضی، خبیث'' ہونا، اور محمد بن مہران سے ''کچھ بھی نہ ہونا، اور مجنون کے مشابہ ہونا، جس پر بچے چیخ وپکار کرتے ہوں'' اور نسائی وغیرہ سے ''ضعیف'' ہونا، اور ابنِ عدی سے ''ان کی عامہ مرویات کا فضائلِ اہلِ بیت میں سے'' ہونا نقل کیا ہے۔ [2]

اور علامہ ابنِ حجر نے ''تہذیبُ التھذیب'' میں ''عبداللہ بن عبدالقدوس'' کے بارے میں ابنِ معین سے ''رافضی، خبیث'' ہونا، اور محمد بن عیسیٰ سے ثقہ ہونا، اور امام بخاری سے صدوق ہونا، اور ابوداؤد سے ضعیف الحدیث، اور رفض سے متہم ہونا بیان کیا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ ان کی حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور یحییٰ بن مغیرہ نے فرمایا کہ مجھے جریر نے ان سے حدیث لکھنے کا حکم فرمایا۔ [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، يونس بن خباب -وإن كان فيه ضعف -متابع(حاشية سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ۱۵۴۸، أبواب الجنائز ،باب ما جاء في الجلوس في المقابر)

[2] ت :عبد الله بن عبد القدوس التميمي السعدي الرازي.

عن :عبد الملك بن عمير، وجابر الجعفي، وليث بن أبي سليم، وسليمان الأعمش.وعنه :عباد بن يعقوب الرواجني، وأحمد بن حاتم الطويل، ومحمد بن حميد، وعبد الله بن داهر الرازيان، وجماعة.قال ابن معين :رافضي خبيث.وقال محمد بن مهران :لم يكن بشيء ، كان شبه المجنون، تصيح به الصبيان .وقال النسائي وغيره :ضعيف.وقال ابن عدي :عامة ما يرويه في فضائل أهل البيت(تاريخ الإسلام،ج۴،ص ۸۸۱، رقم الترجمة ۱۸۷،حرف العين)

[3] "خت ت -عبد الله "بن عبد القدوس التميمي السعدي أبو محمد ويقال أبو سعيد ويقال أبو صالح روى عن الأعمش وعبد الملك بن عمير وليث بن أبي سليم وغيرهم وعنه عباد بن يعقوب ومحمد بن حميد الرازي ومحمد بن عيسى بن الطباع وعبادة بن زياد الأسدي والوليد بن صالح النخاس وغيرهم قال عبد الله بن أحمد سألت بن معين عنه فقال ليس بشيء رافضي خبيث وقال أحمد بن علي الأبار سألت زنيجا عنه فقال تركته لما كتب عنه شيئا ولم يرضه وقال أبو معمر حدثنا عبد الله بن عبد القدوس وكان خشبيا وقال محمد بن مهران الحمال لم يكن بشيء كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام مزی نے ''تھذیبُ الکمال'' میں مختلف جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ان کو ابنِ حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، اور بسا اوقات غریب باتوں کو روایت کرنے والا کہا ہے، ان سے امام بخاری نے استشہاد کیا ہے، اور ان کی حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ [1]

علامہ ابنِ حجر نے ''تقریبُ التھذیب'' میں ''عبداللہ بن عبدالقدوس'' کو ''رفض'' سے متہم ہونے کے باوجود ''صدوق'' قرار دیا ہے۔ [2]

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

یسخر منه یشبه المجنون حتی یصیح الصبیان فی أثره وحکی عن محمد بن عیسی أنه قال هو ثقة وقال البخاری هو فی الأصل صدوق إلا أنه یروی عن أقوام ضعفا وقال أبو داود ضعیف الحدیث کان یرمی بالرفض قال وبلغنی عن یحیی انه قال لیس بشیء وقال النسائی ضعیف وقال مرة لیس بثقة وقال ابن عدی عامة ما یرویه فی فضائل أهل البیت وذکره ابن حبان فی الثقات وقال ربما أغرب قلت أخرجه له أبو داود حدیثا فی کتاب الفتن من روایته عن لیث بن أبی سلیم ومن روایة محمد بن عیسی بن الطباع عنه قد أشرت إلیه فی ترجمة زیاد بن سلیم وقال الدارقطنی ضعیف وقال أبو أحمد الحاکم فی حدیثه بعض المناکیر وقال یحیی بن المغیرة أمرنی جریر أن أکتب عنه حدیثا(تهذیب التهذیب، ج۵،ص ۳۰۳، ۳۰۴، تحت رقم الترجمة ۵۱۶،حرف العین،من اسمه عبد الله)

[1] قال عبد الله بن أحمد بن حنبل : سألت یحیی بن معین عنه، فقال :لیس بشیء ، رافضی خبیث.

وقال أحمد بن علی الأبار : سألت زنیجا عنه، فقال :ترکته، لم اکتب عنه شیئا، ولم یرضه.

وقال أبو معمر : حدثنا عبد الله بن عبد القدوس وکان خشبیا . وقال محمد بن مهران الجمال : لم یکن بشیء ، کان یسخر منه، یشبه المجنون، یصیح الصبیان فی أثره .وحکی عن محمد بن عیسی إنه قال : هو ثقة .وقال البخاری :هو فی الأصل صدوق، إلا إنه یروی عن أقوام ضعاف .وقال أبو عبید الآجری، عن أبی داود :ضعیف الحدیث، حدث بحدیث القبر .وقال فی موضع آخر :کان یرمی بالرفض .قال :وبلغنی عن یحیی إنه قال :لیس بشیء .وقال النسائی :ضعیف.وقال فی موضع آخر : لیس بثقة.وقال أبو أحمد بن عدی : عامة ما یرویه فی فضائل أهل البیت.وذکره ابن حبان فی کتاب "الثقات . وقال :ربما أغرب .استشهد به البخاری، وروی له الترمذی(تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، ج۱۵ ، ص ۲۴۳، ۲۴۴، رقم الترجمة ۳۳۹۷،باب العین،من اسمه عبد الله)

[2] عبد الله ابن عبد القدوس التمیمی السعدی الکوفی صدوق رمی بالرفض وکان أیضا یخطیء من التاسعة خت ت(تقریب التهذیب،ص ۳۱۲، رقم الترجمة ۳۴۴۶، حرف العین)

# سلیمان بن قرم

علامہ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں ''سلیمان بن قرم بن معاذ'' کے متعلق فرمایا کہ یہ کوفی، اور صالح الحدیث ہیں، جن کو امام احمد نے ثقہ کہا ہے، اور ''مفرط شیعہ'' ہیں، ابنِ معین نے ان کو ضعیف کہا ہے، اور امام احمد نے یہ بھی کہا کہ میں ان میں حرج نہیں سمجھتا، اور یہ ''تشیع میں مفرط'' ہیں۔ [1]

امام مزی نے بھی ''تہذیبُ الکمال'' میں ان کے متعلق محدثین کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں، اور امام احمد کے علاوہ، ابنِ عدی سے بھی ان کا ''تشیع میں مفرط ہونا'' نقل کیا ہے، اور فرمایا کہ ان سے امام بخاری نے استشہاد کیا ہے، اور ان سے ابنِ ماجہ کے علاوہ باقی محدثین نے احادیث کو روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] خت م د ت ن :سليمان بن قرم بن معاذ، أبو داود الضبي، وينسب إلى جده، فيقال فيه: سليمان بن معاذ. كوفي صالح الحديث، وهو الذي وثقه أحمد لا ابن أرقم، ولكن وهم بعض الحفاظ ودخلت عليه ترجمة في ترجمة.روى ابن قرم عن ثابت البناني، ومحمد بن المنكدر، ومنصور بن المعتمر، وجماعة.وعنه :أبو داود الطيالسي، ويحيى بن آدم، وحسين بن محمد المروذي، وأبو الجواب، وآخرون.

وهو شيعي مفرط، ضعفه ابن معين.وقال ابن عدي :هو خير من سليمان بن أرقم.قال عباس :سمعت يحيى بن معين يقول :سليمان بن معاذ ليس بشيء ، حدثنا عنه الطيالسي.وروى عباس أيضا عن يحيى قال :سليمان بن قرم يحدث عن الأعمش، كان ضعيفا .وقال أحمد بن حنبل :لا أرى به بأسا، لكنه يفرط في التشيع(تاريخ الإسلام ،ج۴،ص ۴۰۰، تحت رقم الترجمة ۱۵۷ ،حرف السين)

[2] وقال محمد بن عوف الطائي ، عن أحمد بن حنبل :لاأرى به بأسا لكنه كان يفرط في التشيع. وقال عباس الدوري ، عن يحيى بن معين :ضعيف.وقال في موضع آخر :ليس بشيء .وقال أبو زرعة:ليس بذاك .وقال أبو حاتم :ليس بالمتين.وقال النسائي :ضعيف .وروى له أبو أحمد بن عدي عدة أحاديث في "فضائل أهل البيت"وغير ذلك، وقال :له أحاديث حسان إفرادات وهو خير من سليمان بن أرقم بكثير، وتدل صورة سليمان هذا على أنه مفرط في التشيع .وفرق بين سليمان بن قرم وبين سليمان بن معاذ الضبي الذي يروي عن سماك بن حرب، وعطاء بن السائب، وأبي إسحاق، ويروي عنه أبو داود الطيالسي، وزعم أنه بصري .وقد قال غير واحد :أن سليمان بن معاذ هو سليمان بن قرم بن معاذ كما ذكرنا في أول الترجمة، منهم أبو حاتم وغيره، وقال في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام ترمذی نے ''سلیمان بن قرم'' کی سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے، اور نماز کی کنجی پاکی ہے'' [1]

## مخول بن ابراھیم

حافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں ''مخول بن ابراہیم کوفی'' کے بارے میں ابوحاتم رازی سے ''صدوق'' ہونا نقل کیا ہے، اور فرمایا کہ ان کو ''غالی رافضی'' کہا جاتا تھا۔ [2]

اور حافظ ذہبی نے ''میزانُ الاعتدال'' میں ''مخول بن ابراہیم کوفی'' کو ''رافضی بغی، صدوق فی نفسہ'' کہا ہے، اور ابونعیم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ''مخول بن ابراہیم کوفی'' کو ایک آدمی کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ آدمی میرے نزدیک ابوبکر وعمر سے بہتر اور افضل ہے۔ [3]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ سلیمان بن معاذ: أحادیثه متقاربة، ولم أر للمتقدمین فیه کلاما، وفی بعض ما یروی مناکیر، وعامة ما یرویه إنما یروی عنه أبو داود. استشهد به البخاری، وروی له الباقون سوی ابن ماجة (تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، للمزی، ج ۱۲، ص ۵۳، ۵۴، رقم الترجمة ۲۵۵۵، باب السین، من اسمه سلیمان)

[1] حدثنا أبو بکر محمد بن زنجویه البغدادی، وغیر واحد قالوا: حدثنا الحسین بن محمد قال: حدثنا سلیمان بن قرم، عن أبی یحیی القتات، عن مجاهد، عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مفتاح الجنة الصلاة، ومفتاح الصلاة الوضوء (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۴، أبواب الطهارة، باب ما جاء أن مفتاح الصلاة الطهور)

[2] مخول بن إبراهیم بن مخول بن راشد النهدی. الکوفی الحناط.
عن: إسرائیل بن یونس، وعبد الجبار بن العباس، وغیرهما. وعنه: أحمد بن یحیی الصوفی، وأحمد بن عثمان بن حکیم، وأبو حاتم الرازی، وقال: صدوق. قلت: یقال: إنه کان من غلاة الرافضة (تاریخ الإسلام، للذهبی، ج ۵، ص ۴۵۷، تحت رقم الترجمة ۳۹۹، حرف المیم)

[3] مخول بن إبراهیم بن مخول بن راشد النهدی الکوفی. رافضی بغیض. صدوق فی نفسه. روی عن إسرائیل. قال أبو نعیم: سمعته ورأی رجلا من المسودة، فقال: هذا عندی أفضل وأخیر من أبی بکر وعمر (میزان الاعتدال فی نقد الرجال، للذهبی، ج ۴، ص ۸۵، تحت رقم الترجمة ۸۳۹۸، حرف المیم)

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے بھی ''لسانُ المیزان ''میں ''مخول بن ابراہیم کوفی'' کو'' رافضی بغیض، صدوق فی نفسہٖ '' کہا ہے، اور مذکورہ واقعہ کو بھی نقل کیا ہے، اور ابنِ عدی سے ان کے بارے میں ''متشعی الکوفۃ '' ہونا نقل کیا ہے، اور ابنِ حبان سے ان کا ثقات میں ذکر کرنا، بیان کیا ہے۔ [1]

## موسیٰ بن قیس حضرمی

علامہ ابنِ حجر نے ''تھذیبُ التھذیب ''میں موسیٰ بن قیس کے بارے میں، عقیلی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ رفض میں غالی تھے، اسی کے ساتھ امام احمد، ابنِ معین، ابو حاتم، اور ابو نعیم، اور ابنِ شاہین، اور ابنِ نمیر سے توثیق وتعدیل نقل کی ہے۔ [2]

امام مزی نے ''تھذیبُ الکمال ''میں محدثین کے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ:

''یہ غالی رافضی ہیں، اور ان سے ابوداود، اور نسائی نے خصائص'' میں احادیث کو

---

[1] مخول بن إبراهيم بن مخول بن راشد النهدى الكوفى.
رافضى بغيض صدوق فى نفسه .روى عن إسرائيل .قال أبو نعيم :سمعته ورأى رجلا من المسودة فقال :هذا عندى أفضل وأخير من أبى بكر وعمر .انتهى.ذكره العقيلى فى الضعفاء وساق كلام أبى نعيم وفيه :أن أبا نعيم قال :وقف علينا بعض المسودة فرأى مخول أنامله وكان كريه المنظر فتنحيت عنه فقال لى مخول :لم تنحيت عن هذا؟ هذا عندى أخير، أو أفضل فذكره بالشك.
وقال ابن عدى بعد أن أخرج له أحاديث عن إسرائيل :ومخول أكثر روايته عن إسرائيل ,وقد روى عنه ما لم يروه غيره وهو من متشيعى الكوفة .وذكره ابن حبان فى "الثقات "وقال :يروى عنه عبد العزيز بن منيب وأهل بلده(لسان الميزان، ج٨،ص ١٩، تحت رقم الترجمة ٧٦٣١،حرف الميم)

[2] د س -موسى "بن قيس الحضرمى أبو محمد الفراء الكوفى لقبه عصفور الجنة روى عن حجر بن غنبس وسلمة بن كهيل وعطية والعيزار بن جرول ومحمد بن عجلان ومسلم البطين وغيرهم وعنه وكيع وأبو معاوية ويحيى بن آدم وقبيصة وأبو نعيم وعدة قال عبد الله بن أحمد عن أبيه لا أعلم إلا خيرا وقال إسحاق بن منصور عن ابن معين ثقة وقال أبو حاتم لا بأس به وقال أبو نعيم حدثنا موسى الفراء وكان مرضيا وقال العقيلى كان من الغلاة فى الرفض يلقب عصفور الجنة قلت تتمة كلامه يحدث بأحاديث مناكير وفى نسخة بواطيل وقال بن شاهين فى الثقات وقال بن نمير كان ثقة روى عنه الناس وقال بن سعد كان قليل الحديث(تهذيب التهذيب، ج١٠،ص ٣٦٦، ٣٦٧، رقم الترجمة ٦٥٠،حرف الميم،من اسمه موسى)

روایت کیا ہے'' [1]

## محمد بن بدر حمامی

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''لسانُ المیزان'' میں فرمایا کہ:

''محمد بن بدر حمامی نے ابو نعیم کو پایا ہے، اور یہ سچے ہیں، لیکن رافضی ہیں، اور ابنِ ابی الفوارس نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں، اور ابو نعیم نے ان کو ثقہ اور صحیح السماع کہا ہے، اور ابوالحسن بن فرات نے فرمایا کہ یہ ثقہ تھے، اور ان کا مذہب ''رافضی'' تھا'' [2]

## تلید بن سلیمان

''تلید بن سلیمان'' کو محدثین نے رافضی قرار دیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر نے ''تقریبُ التهذیب'' میں ان کو صاف طور پر ''رافضی'' کہا ہے۔ [3]

محدثین نے ان کو صحابۂ کرام، شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کا مرتکب بھی فرمایا ہے۔ [4]

---

[1] قال عبد الله بن أحمد بن حنبل : سمعت أبی وذكر موسى ابن قيس، فقال :لا أعلم إلا خيرا. وقال إسحاق بن منصور ، عن يحيى بن معين :ثقة وقال أبو حاتم : لا بأس به.وقال أبو نعيم :حدثنا موسى الفراء ، وكان مرضيا.وقال أبو جعفر العقيلی : يلقب عصفور الجنة من الغلاة فی الرفض. روى له أبو داود، والنسائی فی "الخصائص(تهذيب الكمال فی أسماء الرجال، ج۲۹، ص۱۳۵، رقم الترجمة ۶۲۹۳ ،باب الميم،من اسمه موسى)

[2] أدركه أبو نعيم.صدوق إلا أنه يترفض .انتهى.وروى عنه أبو علی التنوخی كثيرا.وقال ابن أبی الفوارس :كان ثقة إن شاء الله ولم يكن من أهل الشأن، ولا يحسنه .توفی سنة أربع وستين وثلاث مئة.وقال أبو نعيم :كان ثقة صحيح السماع.وقال أبو الحسن بن الفرات :كان ثقة وكان له مذهب فی الرفض (لسان الميزان، ج۷،ص۷، رقم الترجمة ۶۵۳۲ ،حرف الميم،من اسمه محمد)

[3] تليد بفتح ثم كسر ثم تحتانية ساكنة ابن سليمان المحاربی أبو سليمان أو أبو إدريس الكوفی الأعرج رافضی (تقريب التهذيب،ص ۱۳۰ ، تحت رقم الترجمة ۷۹۷، حرف التاء)

[4] قال المروزی عن أحمد" :كان مذهبه التشيع ولم نر به بأسا "وقال أيضا" :كتبت عنه حديثا كثيرا عن أبی الجحاف "وقال الجوزجانی سمعت أحمد بن حنبل يقول ثنا تليد بن سليمان "هو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''تلید بن سلیمان'' کی سند سے مروی احادیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے ان کی ایک حدیث کی تحسین بھی کی ہے۔ [1]

اور ان کی سند سے مروی احادیث کو امام احمد، ابنِ حبان، امام حاکم، امام بزار، ابوعوانہ، امام بیہقی اور امام طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ [2]

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عندی كان يكذب "وقال ابن معين" :كان ببغداد وقد سمعت منه وليس بشیء "وقال فی موضع آخر" :كذاب كان يشتم عثمان "وكل من شتم عثمان أو طلحة أو واحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم دجال لا يكتب عنه ....وقال ابن عمار "زعموا أنه لا بأس به "وقال أبو داود "رافضی خبيث رجل سوء يشتم أبا بكر وعمر "وقال النسائی" :ضعيف "وقال يعقوب بن سفيان " :رافضی خبيث سمعت عبيد الله بن موسى يقول لابنه محمد :أليس قد قلت لک لا تكتب حديث تليد هذا "وقال صالح بن محمد كان أهل الحديث يسمونه" :بليدا "يعنی بالباء الموحدة "وكان سیء الخلق لا يحتج بحديثه وليس عنده كثير شیء "وقال ابن عدی " :يتبين على رواياته أنه ضعيف "روى له الترمذی حديثا واحدا فی المناقب .قلت :وقال الساجی : "كذاب ,"وقال الحاكم وأبو سعيد النقاش " :ردیء المذهب منكر الحديث روى عن أبی الجحاف أحاديث موضوعة "زاد الحاكم "كذبه جماعة من العلماء "وقال أبو أحمد الحاكم : "ليس بالقوی عندهم "وقال ابن حبان" :كان رافضا يشتم الصحابة "وروى فی فضائل أهل البيت عجائب(تهذيب التهذيب، ج ۱ ،ص ۵۰۹، ۵۱۰، تحت رقم الترجمة ۹۴۸، حرف التاء)

[1] وقال محمد بن عبد الله بن عمار الموصلی :زعموا إنه لا بأس به.

وقال أبو داود :رافضی خبيث، رجل سوء ، يشتم أبا بكر وعمر.وقال النسائی :ضعيف.

وقال يعقوب بن سفيان :رافضی خبيث. ......روى له الترمذی :حديث أبی الجحاف عن عطية عن أبی سعيد :قال النبی صلى الله عليه وسلم :ما من نبی إلا وله وزيران ..الحديث وقال :حسن غريب(تهذيب الكمال،للمزی، ج۴،ص ۳۲۲، ۳۲۳، ملخصاً ،رقم الترجمة ۷۹۸، باب التاء)

[2] حدثنا أبو حاتم الرازی ، قال: حدثنا إسحاق بن موسى الأنصاری ،قال: حدثنا تليد بن سليمان –وهو أبو إدريس الأعرج– ، عن عبد الملک بن عمير، عن الزهری ، عن مالک بن أوس بن الحدثان، عن عمر بن الخطاب، عن النبی –صلى الله عليه وسلم– قال: " لا نورث، ما تركنا صدقة "(مستخرج ابی عوانة ، رقم الحديث ۱۲۰۷، كتاب الجهاد)

حدثنا إبراهيم بن هاشم، قال: حدثنا عمار بن هارون، قال: حدثنا تليد بن سليمان، عن أبی الجحاف، أنه سمع عبد الله بن بسر الحبرانی، يحدث أن أبا بكر الصديق، رضی الله عنه كان يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار(طرق حديث من كذب علی متعمدا للطبرانی، رقم الحديث ۲، طرق ما روى أبو بكر الصديق، رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم)

# ابو الجارود

ابو جارود، جن کا نام ''زیاد بن منذر ہمدانی'' ہے، یہ شخص رافضی تھے، ان کی طرف شیعوں کا ''فرقۂ جارودیہ'' منسوب ہے، اور بعض حضرات کے بقول یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضلُ الخلق کہتے تھے، اور شیخین پر تبری بھی کرتے تھے، اور امامت کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں محصور سمجھتے تھے، اور رجعت کے بھی قائل تھے۔ [1]

ابو الجارود زیاد بن منذر کی سند سے مروی احادیث کو امام ترمذی، امام احمد، ابنِ حبان، اور امام طحاوی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

چنانچہ ابو الجارود کی سند سے امام ترمذی اور امام احمد نے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

---

[1] ت :زیاد بن المنذر الهمدانی ، ویقال :النهدی، ویقال :الثقفی، أبو الجارود الأعمی......
قال أبو حاتم بن حبان : کان رافضیا، یضع الحدیث فی مثالب أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ویروی فی فضائل أهل البیت أشیاء ما لها أصول، لا یحل کتب حدیثه .
وقال أبو أحمد بن عدی عامة أحادیثه غیر محفوظة، وعامة ما یرویه فی فضائل أهل البیت، وهو من المعدودین من أهل الکوفة المغالین، ویحیی بن معین إنما تکلم فیه وضعفه لأنه یروی فی فضائل أهل البیت، ویروی ثلب غیرهم ویفرط، مع أن أبا الجارود هذا أحادیثه عمن یروی عنه فیها نظر.
وقال الحسن بن موسی النوبختی فی کتاب"مقالات الشیعة"
فی ذکر فرق الزیدیة العشرة :قالت الجارودیة منهم -وهم أصحاب أبی الجارود زیاد بن المنذر : أن علی بن أبی طالب -علیه السلام -أفضل الخلق بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم وأولادهم بالأمر من جمیع الناس، وتبرؤوا من أبی بکر وعمر -رضی الله عنهما -وزعموا أن الإمامة مقصورة فی ولد فاطمة -علیها السلام -وأنها لمن خرج منهم یدعو إلی کتاب الله وسنة نبیه، وعلینا نصرته ومعونته، لقول النبی صلی الله علیه وسلم :من سمع داعینا أهل البیت فلم یجبه أکبه الله علی وجهه فی النار ."وبعضهم یری الرجعة، ویحل المتعة .روی له الترمذی حدیثا واحدا، عن عطیة، عن أبی سعید :أیما مؤمن أطعم مؤمنا علی جوع، وأیما مؤمن سقی مؤمنا، وأیما مؤمن کسا مؤمنا، وقال: غریب، وقد روی عطیة، عن أبی سعید موقوف، وهو عندنا أصح(تهذیب الکمال ، للمزی،ج۹،ص۵۱۷ الی ۵۲۰، ملخصاً، تحت رقم الترجمة ۲۰۷۰، باب الزای)

”جس نے کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلایا، تو اس کو اللہ قیامت کے دن جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا، اور جس نے کسی پیاسے مومن کو پانی پلایا، تو اللہ اس کو قیامت کے دن ”رحیقِ مختوم“ سے پلائے گا، اور جس نے کسی ننگے مومن کو لباس پہنایا، تو اس کو اللہ جنت کا سبز لباس پہنائے گا“۔ [1]

اور ابن حبان نے ابو جارود کی سند سے ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

”بعض لوگوں کو قیامت کے دن قبروں سے اس طرح اٹھایا جائے گا کہ ان کے منہ میں آگ بھڑکتی ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

”إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون فى بطونهم نارا“. [2]

---

[1] حدثنا محمد بن حاتم المؤدب قال: حدثنا عمار بن محمد، ابن أخت سفيان الثورى قال: حدثنا أبو الجارود الأعمى واسمه زياد بن المنذر الهمدانى، عن عطية العوفى، عن أبى سعيد الخدرى، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيما مؤمن أطعم مؤمنا على جوع أطعمه الله يوم القيامة من ثمار الجنة، وأيما مؤمن سقى مؤمنا على ظمإ سقاه الله يوم القيامة من الرحيق المختوم، وأيما مؤمن كسا مؤمنا على عرى كساه الله من خضر الجنة: هذا حديث غريب وقد روى هذا عن عطية، عن أبى سعيد موقوفا، وهو أصح عندنا وأشبه(سنن الترمذى، رقم الحديث ۲۴۴۹،أبواب صفة القيامة والرقائق والورع)

حدثنا حسن، حدثنا زهير، عن سعد أبى المجاهد الطائى، عن عطية بن سعد العوفى، عن أبى سعيد الخدرى، أراه قد رفعه إلى النبى صلى الله عليه وسلم قال: " أيما مؤمن سقى مؤمنا شربة على ظمأ، سقاه الله يوم القيامة من الرحيق المختوم، وأيما مؤمن أطعم مؤمنا على جوع أطعمه الله من ثمار الجنة، وأيما مؤمن كسا مؤمنا ثوبا على عرى كساه الله من خضر الجنة "(مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۱۰۱)

[2] أخبرنا أحمد بن على بن المثنى، حدثنا عقبة بن مكرم، حدثنا يونس بن بكير، حدثنا زياد بن المنذر، عن نافع بن الحارث عن أبى برزة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يبعث يوم القيامة قوم من قبورهم تأجج أفواههم نارا فقيل: من هم يا رسول الله؟ قال: ألم تر الله يقول” إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون فى بطونهم نارا“ الآية(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۵۵۶۶، كتاب الحظر والإباحة)

اورامام طحاوی نے ابو جارود کی سند سے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنے رب سے استغفار کرو، اور اس سے توبہ کرو، پس اللہ کی قسم میں اللہ سے دن میں سومرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں''۔ [1]

''ابوالجارود زیاد بن منذر'' کی سند سے معراج سے متعلق ایک اور حدیث بھی مروی ہے، جس کا برصغیر کے کئی بزرگوں کی کتابوں میں ذکر ہے، اور ہمارے یہاں کے بعض واعظوں میں اس حدیث کو شہرت حاصل ہے، جن میں ایسے حضرات بھی داخل ہیں، جو ''شیعہ وروافض'' کی ''علی الاطلاق تکفیر'' کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] حدثنا ربيع المؤذن، قال: ثنا أسد، قال: ثنا مروان بن معاوية، قال: ثنا زياد بن المنذر، قال: ثنا أبو بردة بن أبي موسى، قال: ثنا الأغر المزني، قال: خرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم رافعا يديه وهو يقول: يا أيها الناس , استغفروا ربكم , ثم توبوا إليه , فوالله إني لأستغفر الله , وأتوب إليه في اليوم , مائة مرة قالوا: فهذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله , لأنه معصوم من الذنوب , وأما غيره فلا ينبغي أن يقول ذلك , لأنه .غير معصوم من العود , فيما تاب منه. وخالفهم في ذلك آخرون , فلم يروا به بأسا , أن يقول الرجل أتوب إلى الله عز وجل .وكان من الحجة لهم في ذلك , ما قد روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم(شرح معاني الآثار ٦٩٥٥، كتاب الكراهة، باب الرجل يقول أستغفر الله وأتوب إليه)

[2] حدثنا محمد بن عثمان بن مخلد الواسطي، قال :نا أبي، عن زياد بن المنذر، عن محمد بن علي بن الحسين، عن أبيه، عن جده، عن علي، قال :لما أراد الله أن يعلم رسوله الأذان أتاه جبريل صلى الله عليهما بدابة يقال لها :البراق، فذهب يركبها فاستصعبت، فقال لها جبريل :اسكني فوالله ما ركبك عبد أكرم على الله من محمد صلى الله عليه وسلم، قال :فركبها حتى انتهى إلى الحجاب الذي يلي الرحمن تبارك وتعالى قال :فبينما هو كذلك إذ خرج ملك من الحجاب، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :يا جبريل من هذا؟ قال :والذي بعثك بالحق إني لأقرب الخلق مكانا وإن هذا الملك ما رأيته منذ خلقت قبل ساعتي هذه، فقال الملك :الله أكبر الله أكبر، قال :فقيل له من وراء الحجاب :صدق عبدي أنا أكبر أنا أكبر، ثم قال الملك :أشهد أن لا إله إلا الله، قال :فقيل له من وراء الحجاب :صدق عبدي أنا لا إله إلا أنا.
قال :فقال الملك :أشهد أن محمدا رسول الله، قال :فقيل من وراء الحجاب :صدق عبدي أنا أرسلت محمدا، قال الملك :حي على الصلاة حي على الفلاح، قد قامت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ کسی کافر سے محدثین احادیث کو روایت نہیں کرتے، کسی کو کذاب، یا بدعتی کہنے کا معاملہ جدا ہے، اور بعض جارودیہ مذہب رکھنے والے افراد کی محدثین نے تحسین وتوصیف کی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الصلاة، ثم قال الملك :الله أكبر الله أكبر، قال :فقيل من وراء الحجاب :صدق عبدى أنا أكبر أنا أكبر.ثم قال :لا إله إلا الله، قال :فقيل من وراء الحجاب :صدق عبدى لا إله إلا أنا، قال :ثم أخذ الملك بيد محمد صلى الله عليه وسلم فقدمه فأم أهل السماء فيهم آدم، ونوح.قال أبو جعفر محمد بن على يومئذ: أكمل الله لمحمد صلى الله عليه وسلم الشرف على أهل السماوات والأرض "

.وهذا الحديث لا نعلمه يروى بهذا اللفظ عن على إلا بهذا الإسناد .وزياد بن المنذر فيه شيعية، وقد روى عنه مروان بن معاوية وغيره(مسند البزار، رقم الحديث ٥٠٨، كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٣٥٢، باب بدء الأذان)

[1] عمر بن إبراهيم العلوى الزيدى الكوفى الحنفى الشيعى المعتزلى، إمام مسجد أبى إسحاق السبيعى .ولد سنة اثنتين وأربعين وأربعمائة، وأجاز له محمد ابن على بن عبد الرحمن العلوى، وسمع أبا القاسم بن المنثور الجهنى، وأبا بكر الخطيب، وجماعة، وسكن الشام فى شبيبته مدة، وبرع فى العربية والفضائل.

روى عنه ابن السمعانى، وابن عساكر، وأبو موسى المدينى، وكان مشاركا فى علوم، وهو فقير متقنع خير دين على بدعته، وكان مفتى الكوفة ويقول :أفتى بمذهب أبى حنيفة ظاهرا وبمذهب زيد تدينا.وحكى أبو طالب بن الهراس الدمشقى عنه أنه صرح له بالقول بخلق القرآن وبالقدر.

وقال ابن ناصر :سمعت أبيا النرسى يقول :عمر بن إبراهيم جارودى المذهب، ولا يرى الغسل من الجنابة.مات سنع تسع وثلاثين وخمسمائة، وصلى عليه ثلاثون ألفا، وقد قرأ عليه بالروايات يعيش بن صدقة الفراتى(ميزان الاعتدال فى نقد الرجال،ج٣،ص ١٨١، رقم الترجمة ٦٠٤٥،حرف العين)

أبو البركات العلوى الكوفى.عمر بن إبراهيم بن محمد بن محمد بن أحمد بن على بن الحسين بن على بن حمزة بن يحيى بن الحسين ذى الدمعة بن زيد الإمام الشهيد بن على زين العابدين بن الحسين بن على بن أبى طالب أبو البركات الكوفى.

من أئمة النحو والفقه والحديث مات سنة تسع وثلاثين وخمس مائة وقدر من صلى عليه بنحو ثلاثين ألفا ومولده سنة اثنتين وأربعين وأربع مائة أخذ النحو عن أبى القاسم زيد بن على الفارسى عن أبى الحسين بن عبد الوارث عن خاله أبى على الفارسى وأخذ عنه أبو السعادات الشجرى وأبو محمد ابن بنت الشيخ وكان خشن العيش صابرا على الفقر قانعا باليسير قال السمعانى سمعته يقول أنا زيدى المذهب لكنى أفتى على مذهب السلطان يعنى أبا حنيفة.

سمع الخطيب وأبا الحسين بن النقور وأبا الفرج محمد بن علان الخازن وغيره ورحل إلى الشام وسمع من جماعة وسلمت حواسه وكان يكتب خطا مليحا سريعا على كبر سنه قال وسمعت يوسف بن محمد بن مقلد يقول كنت أقرأ على الشريف عمر جزءا فمر بى حديث فيه ذكر عائشة فقلت رضى الله عنها فقال لى الشريف تدعو لعدوة على أو تترضى على عدوة على فقلت حاشا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# حارث بن حصيرة

حارث بن حصیرہ ازدی کی متعدد محدثین نے توثیق کی ہے، جن کے متعلق رجعت کا عقیدہ منقول ہے۔

چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ''تهذيبُ التهذيب'' میں فرمایا کہ:

''حارث بن حصیرہ ازدی کے بارے میں، ابواحمد زبیری کہتے ہیں کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتے تھے، اور ابنِ معین نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں، اور امام نسائی نے بھی ان کو ثقہ فرمایا ہے، اور ابوحاتم نے فرمایا کہ اگر ان سے ثوری روایت نہ کرتے، تو ان کی حدیث کو ترک کر دیا جاتا، اور ابنِ عدی نے فرمایا کہ ان کی اہلِ کوفہ سے اکثر احادیث اہلِ بیت کے فضائل کے متعلق مروی ہیں، اور جب ان سے اہلِ بصرہ روایت کرتے ہیں، تو ان کی احادیث متفرق نوعیّتوں کی ہوتی ہیں، اور یہ کوفہ کے تشیع میں محترق حضرات میں شمار ہوتے ہیں، اور ضعیف ہونے کے باوجود ان کی احادیث کو لکھا جائے گا۔

امام بخاری نے حضرت علی کے ایک اثر کی تعلیق کی ہے، اور وہ اثر ان ہی کی سند سے مروی ہے، اور امام دارقطنی نے فرمایا کہ یہ شیعہ کے شیخ ہیں، تشیع میں غالی ہیں، اور امام آجری نے ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ یہ شیعہ ہیں، سچے ہیں، امام عجلی، اور ابنِ نمیر نے بھی ان کی توثیق کی ہے، اور ازدی نے فرمایا کہ یہ برے افکار

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكلا ما كانت عدوة على .وسمعت أبا الغنائم بن النرسي يقول كان الشريف عمر جارودى المذهب لا يرى الغسل من الجنابة.

وله تصانيف منها شرح اللمع قال أبو طالب بن الهراس الدمشقي وكان حج مع أبي البركات إن صرح بالقول بالقدر وخلق القرآن فاستعظم ذلك أبو طالب منه وقال إن الأئمة على غير ذلك فقال له إن أهل الحق يعرفون بالحق ولا يعرف الحق بأهله وقد تقدم ذكر والده إبراهيم(الوافى بالوفيات، ج ۲۲، ص ۲۵۴، ۲۵۵، تحت ترجمة ''أبو البركات العلوى الكوفى'')

کے حامل ہیں، میں نے ابوالعباس بن سعید سے ان کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ برے مذہب کے حامل ہیں، محدثین نے ان کو فاسد قرار دیا ہے، اور ابنِ حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے'' ۔انتھٰی۔ [1]

امام احمد نے ''حارث بن حصیرة'' کی سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن اہلِ جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، جن میں سے اس امت کے لوگوں کی اسّی صفیں ہوں گی۔ [2]

---

[1] "بخ س ص -الحارث "بن حصيرة الأزدى أبـو النعمان الكوفى روى عن زيد بن وهـب وأبى صادق الأزدى وجابر الجعفى وسعيد بن عمرو بن أشوع وغيرهم وعنه عبد الـواحـد بـن زيـاد والثـورى ومالک بن مغول وعبد السلام بن حرب وعبد الله بن نمير وجـمـاعة قـال جـريـر شيخ طويل السكوت يصر على أمر عظيم رواها مسلم فى مقدمة صـحيحه عن جرير وقال أبو أحمد الزبيرى كان يؤمن بالرجعة وقال بن معين خشبى ثقة يـنسبـونـه إلى خشبة زيد بن على التى صلب عليها وقال النسائى ثقة وقال أبو حاتم لولا أن الثـورى روى عـنه لترک حديثه وقال بن عدى عامة روايات الكوفيين عنه فى فضائل أهـل البيـت وإذا روى عـنـه البـصـريـون فرواياتهم أحاديث متفرقة وهو أحد من يعد من الـمـحتـرقين بالكوفة فى التشيع وعلى ضعفه يكتب حديثه قلت علق البخارى أثرا لعلى فى المزارعة وهو من رواية هذا ذكرته فى ترجمة عمرو بن صليع وقال الدارقطنى شيخ لـلشيـعة يـغـلو فى التشيع وقال الآجرى عن أبى داود شيعى صدوق ووثقه العجلى وابن نـمـيـر وقـال الـعـقيـلى له غير حديث منكر لا يتابع عليه منها حديث أبى ذر فى بن صياد وقـال الأزدى زائـغ سـألـت أبـا العباس بن سعيد عنه فقال كان مذموم المذهب أفسدوه وذكـره بـن حبـان فـى الـثقات(تهذيب التهذيب لابنِ حجر، ج۲، ص ۱۴۰ ، تحت رقم الترجمة ۲۳۶،باب الحاء)

[2] حـدثـنـا عـفـان، حـدثـنـا عـبـد الواحد بن زياد، حدثنا الحارث بن حصيرة، حدثنا الـقـاسـم بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن ابن مسعود، قال: قـال لـنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: " كيف أنتـم وربـع أهل الجنة، لكم ربعها، ولسائر الناس ثلاثة أرباعها؟ "، قالوا: الـلـه ورسـوله أعلم، قال: " فـكيف أنتم وثلثها؟ "قالوا: فـذاک أكثر قال: " فكيف أنتم والشطر؟ "قالوا: فـذلک أكثـر فـقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أهـل الـجـنة يوم القيامة عشرون ومائة صف أنتم منها ثمانون صفا "(مـسـنـد احمد، رقم الحديث ۴۳۲۸)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

## مسلم بن نذیر

حدیث کے ایک راوی کا نام مسلم بن نذیر کوفی ہے، ان کی بھی متعدد محدثین نے توثیق، یا تحسین کی ہے، اور محدثین نے ان کی طرف رجعت پر ایمان رکھنے کے عقیدہ کی نسبت کی ہے، جو اِن کے رافضی ہونے کی علامت ہے۔ [1]

اوران سے امام ترمذی، ابنِ ماجہ، امام نسائی، امام احمد، ابنِ حبان، امام حاکم اور بزار وغیرہ نے احادیث کوروایت کیا ہے۔

امام ترمذی نے ان کی حدیث کوروایت کرکے اس کی تحسین کی ہے۔ [2]

## محمد بن سائب کلبی

محمد بن سائب کلبی (المتوفیٰ:150ہجری) سے کئی احادیث مروی ہیں، اور مفسرین نے بکثرت کلبی کے حوالہ جات کو اپنی تفاسیر کی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اوران کوتفسیر کے باب میں "واسع العلم" کہا ہے، اور محدثین نے ان کوشیعیت میں "غالی" اور "رافضی" اور "کذاب" نیز "سبائی" تک قرار دیا ہے۔

---

[1] قال بن أبي حاتم سئل أبي عن أبي عياض صاحب علي فقال لا بأس به وقال الآجري سألت أبا داود عن اسم أبي صادق فقال مسلم بن يزيد وذكره بن حبان في الثقات قلت وقال بن سعد في الأول هو من أهل الكوفة كان قليل الحديث ويذكرون أنه كان يقول بالرجعة(تهذيب التهذيب لابنِ حجر، ج١٠، ص ١٣٩، تحت رقم الترجمة ٢٥٦، بقية حرف الميم )

وكان قليل الحديث .ويذكرون أنه كان يؤمن بالرجعة(الطبقات الكبرى، لابنِ سعد ج٦، ص ٢٤٩، رقم الترجمة ٢٢٤٣، طبقات الكوفيين، الطبقة الأولى من أهل الكوفة بعد أصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم)

[2] حدثنا قتيبة قال: حدثنا أبو الأحوص، عن أبي إسحاق، عن مسلم بن نذير، عن حذيفة قال: أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بعضلة ساقي، أو ساقه، فقال: هذا موضع الإزار، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فلا حق للإزار في الكعبين: هذا حديث حسن صحيح رواه الثوري، وشعبة، عن أبي إسحاق(سنن الترمذي ، رقم الحديث ١٧٨٣ ، ابواب اللباس، باب في مبلغ الإزار)

ان کی طرف روافض کے مختلف عقائد کے ساتھ ساتھ ''رجعت'' اور بعض اوقات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نزولِ وحی کا عقیدہ بھی منسوب ہے۔

ابنِ عدی نے فرمایا کہ ضعف کے باوجود ان کی حدیث کو لکھ لیا جائے گا۔ [1]

اور عربی واردو زبان میں تصنیف کی گئیں بہت سی تفاسیر کی کتب کلبی کے تفسیری اقوال سے مملو ہیں، اور کلبی کے عقائد وافکار کا علم ہونے کے باوجود ان کی تکفیر نہیں کی گئی۔

---

[1] وقد اتهم بالأخوين :الكذب والرفض، وهو آية فى التفسير، واسع العلم على ضعفه.
قال زيد بن الحريش :سمعت أبا معاوية يقول :سمعت الكلبى يقول :حفظت ما لم يحفظ أحد، ونسيت ما لم ينس أحد، حفظت القرآن فى ستة أيام أو سبعة، وقبضت على لحيتى لآخذ منها ما دون القبضة، فأخذت فوق القبضة.
وقال يزيد بن هارون :قال لى الكلبى :ما حفظت شيئا فنسيته، وحضر الحجام فقبضت قبضة، فأردت أن أقول خذ من هاهنا، فقلت :خذ من هاهنا، فأخذ من فوق القبضة.
وقال ابن عدى :ليس لأحد تفسير أطول من تفسير الكلبى.
قلت :يعنى من الذين فسروا القرآن فى المائة الثانية، ومن الذين ليس فى تفسيرهم سوى قولهم.
ثم قال ابن عدى :ولشهرته بين الضعفاء يكتب حديثه .وقال أبو حاتم الرازى :أجمعوا على ترك حديثه .وقال أبو داود :جويبر أمثل منه .وقال أبو عوانة :سمعت الكلبى يتكلم بشىء من تكلم به كفر .وقال يزيد بن زريع :رأيت الكلبى يضرب يده على صدره ويقول :أنا سبئى، أنا سبئى.
وقال عبد الرحمن بن مهدى :سمعت أبا جزء يقول :قال الكلبى :كان جبريل يوحى إلى النبى - صلى الله عليه وسلم -فقام لحاجة وجلس على فأوحى جبريل إلى على(تاريخ الإسلام،للذهبى، ج٣، ص ٩٦٠، ٩٦١، رقم الترجمة ٣٧٩،حرف الميم)
الكلبى محمد بن السائب بن بشر *(ت)العلامة، الأخبارى، أبو النضر محمد بن السائب بن بشر الكلبى، المفسر .وكان أيضا رأسا فى الأنساب، إلا أنه شيعى، متروك الحديث(سير أعلام النبلاء، ج٦،ص ٢٤٩ ،تحت رقم الترجمة ١١١)
وقال الأصمعى عن أبى عوانة سمعت الكلبى يتكلم بشىء من تكلم به كفر فسألته عنه فجحده وقال عبد الواحد بن غياث عن بن مهدى جلس إلينا أبو جزء على باب أبى عمرو بن العلاء فقال أشهد أن الكلبى كافر قال فحدثت بذلك يزيد بن زريع فقال سمعته يقول أشهد أنه كافر قال فماذا زعم قال سمعته يقول كان جبريل يوحى إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقام النبى لحاجته وجلس على فأوحى إلى على فقال يزيد أنا لم أسمعه يقول هذا ولكننى رأيته يضرب صدره ويقول أنا سبائى أنا سبائى قال العقيلى هم صنف من الرافضة أصحاب عبد الله بن سبأ (تهذيب التهذيب لابنِ حجر، ج٩،ص ١٧٩، تحت رقم الترجمة ٢٦٨،حرف الميم)

# جمیع بن عمیر کوفی

جمیع بن عمیر کوفی کو بھی محدثین نے ''رافضی'' قرار دیا ہے، اور بعض محدثین نے ان کو سچا قرار دیا ہے، اور بعض نے صالحُ الحدیث کہا ہے، اور بعض محدثین نے ان کی حدیث کی تحسین کی ہے، جبکہ بعض نے ان کی شدید تضعیف بھی کی ہے۔

ان سے امام ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، امام نسائی، امام حاکم، دارمی، ابویعلیٰ، بزار، دارقطنی اور امام طحاوی وغیرہ سب نے احادیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بھی سنن ابی داؤد کی شرح ''بذلُ المجهود'' میں ''جمیع بن عمیر'' کے بارے میں محدثین کے جرح وتعدیل کے اقوال کا ذکر کیا ہے، جن میں رافضی ہونے کا قول بھی ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ امام ترمذی نے ان کی بعض احادیث

---

[1] جميع بالتصغير ابن عمير كذلك ابن عبد الرحمن العجلى أبو بكر الكوفى ضعيف رافضى من الثامنة تم(تقريب التهذيب لابنِ حجر،ص ۱۴۲، تحت رقم الترجمة ۹۶۶، حرف الجيم)

قال أبو حاتم: كوفى من عتق الشيعة محله الصدق.وقال ابن عدى: عامة ما يرويه لا يتابع عليه.

وقال محمد بن عبد الله بن نمير: هو من أكذب الناس، كان يقول الكراكى تفرخ فى السماء ولا تقع فراخها.وقال ابن حبان: رافضى يضع الحديث(تاريخ الاسلام، ج۳ص ۲۴، تحت رقم الترجمة ۲۷، حرف الجيم)

وقال ابن حبان: رافضى يضع الحديث.وقال ابن نمير: كان من أكذب الناس، كان يقول: الكراكى تفرخ فى السماء، ولا تقع فراخها.على بن صالح بن حى، عن حكيم بن جبير، عن جميع بن عمير، عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعلى: أنت أخى فى الدنيا والآخرة .

وقال ابن عدى: عامة ما يرويه لا يتابع عليه.قلت: له فى السنن ثلاثة أحاديث، وحسن الترمذى له.

وقال أبو حاتم: كوفى صالح الحديث من عتق الشيعة(ميزان الاعتدال ، ج ۱ ص ۴۲۲، تحت رقم الترجمة ۱۵۵۲ ، حرف الجيم)

وله عند الأربعة ثلاثة أحاديث وقد حسن الترمذى بعضها وقال بن نمير كان من أكذب الناس كان يقول أن الكراكى تفرخ فى السماء ولا يقع فراخها رواه بن حبان فى كتاب الضعفاء بإسناده وقال كان رافضيا يضع الحديث وقال الساجى له أحاديث مناكير وفيه نظر وهو صدوق وقال العجلى تابعى ثقة وقال أبو العرب الصقلى ليس يتابع أبو الحسن على هذا(تهذيب التهذيب، ج۲ص ۱۱۲، تحت رقم الترجمة ۱۷۷ ،باب الجيم)

کی تحسین کی ہے۔ [1]

## سالم بن ابی حفصة کوفی

سالم بن ابی حفصہ کوفی کو محدثین نے ''مفرط اور غالی شیعہ'' قرار دیا ہے۔

اور ان کے بارے میں امام مزی نے فرمایا کہ:

**قال أبو أحمد بن عدی:له أحادیث، وعامة ما یرویه فی فضائل أهل البیت، وهو من الغالین فی متشیعی أهل الکوفة، وإنما عیب علیه الغلو فیه، وأما أحادیثه فأرجو أنه لا بأس به .روی له البخاری فی "الأدب"، والترمذی** (تهذیب الکمال، ج۱۰ ص۱۳۷، ۱۳۸، تحت رقم الترجمة ۲۱۴۳، تحت ترجمة''سالم بن أبی حفصة العجلی'')

ترجمہ: ابو احمد ابنِ عدی نے فرمایا کہ ان کی متعدد احادیث ہیں، اور ان کی عام روایات، جو مروی ہیں، وہ اہلِ بیت کے فضائل کے بارے میں ہیں، اور یہ اہلِ کوفہ کے غالی شیعہ میں سے ہیں، اور ان پر شیعیت میں غلو کا عیب لگایا گیا ہے، جہاں تک ان کی احادیث کا تعلق ہے، تو میں امید کرتا ہوں کہ ان میں حرج نہیں، ان سے امام بخاری نے ''کتابُ الادب'' میں اور امام ترمذی نے احادیث کو روایت کیا ہے (تہذیب الکمال)

اور علامہ ابنِ حجر نے ''تهذیبُ التهذیب'' میں فرمایا کہ:

''حجاج بن منہال نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

**''کان من رؤوس من ینقص أبا بکر وعمر''**

''یعنی یہ ان لوگوں کے روساء میں سے ہیں، جو ابو بکر و عمر کی تنقیص کرتے ہیں''[2]

---

[1] قال ابن حبان :رافضی یضع الحدیث(بذل المجهود، ج۲، ص۲۵۵، کتاب الطهارة، باب :فی الغسل من الجنابة)

[2] قال عمرو بن علی ضعیف الحدیث یفرط فی التشیع وقال فی موضع آخر کان یحیی وعبد الرحمن لا یحدثان عن سالم .......وقال حجاج بن منهال ثنا محمد بن طلحة بن مصرف عن خلف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''تقریبُ التھذیب'' میں فرمایا کہ:

''سالم بن ابی حفصہ عجلی حدیث میں سچے ہیں، البتہ یہ غالی شیعہ ہیں'' [1]

## عدی بن ثابت

عدی بن ابی ثابت کو امام ذہبی نے ''عالم الشیعة وصادقهم وقاصهم وامام مسجدهم'' کہا ہے۔

اور ابنِ معین نے ''شیعی مفرط'' کہا ہے، اور دارقطنی نے ''رافضی غال وهو ثقة'' کہا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بن حوشب عن سالم بن أبی حفصة وكان من رؤوس من ينقص أبا بكر وعمر وقال ابن عدى له أحاديث وعامة ما يرويه فى فضائل أهل البيت وهو من الغالين فى متشيعى أهل الكوفة وإنما عيب عليه الغلو فيه وأما أحاديثه فأرجو أنه لا بأس به قلت وقال الجوزجانى زائغ وبالغ فيه كعادته فى أمثاله وقال العقيلى ترك لغلوه وبحق ترك وقال العجلى ثقة وقال أبو أحمد الحاكم ليس بالقوى عندهم وقال ابن حبان يقلب الأخبار ويهم فى الروايات وقال الصريفينى توفى تقريبا من سنة أربعين ومائة(تهذيب التهذيب ، ج۳ص۴۳۳، ۴۳۴ ملخصاً، تحت رقم الترجمة ۸۰۰، باب حرف السين المهملة)

[1] سالم ابن أبى حفصة العجلى أبو يونس الكوفى صدوق فى الحديث إلا أنه شيعى غالى من الرابعة مات فى حدود الأربعين بخ ت(تقريب التهذيب،ص ۲۲۶، تحت رقم الترجمة ۲۱۷۱)

[2] عدى بن ثابت [ع] عالم الشيعة وصادقهم وقاصهم وإمام مسجدهم، ولو كانت الشيعة مثله لقل شرهم.قال المسعودى: ما أدركنا أحدا أقول بقول الشيعة من عدى بن ثابت .وثقه أحمد، وأحمد العجلى، والنسائى.قلت: وفى نسبه اختلاف، والاصح أنه منسوب إلى جده [لامه] وأنه عدى ابن [أبان بن] ثابت بن قيس بن الخطيم الأنصارى الظفرى، قاله ابن سعد وغيره.

وقال ابن معين: عدى بن ثابت بن دينار .وقيل عدى بن ثابت بن عبيد بن عازب ابن ابن أخ البراء بن عازب.حدث عن جده لامه عبد الله بن يزيد الخطمى، وسليمان بن صرد، والبراء.وعنه الأعمش، ومسعر، وشعبة، وآخرون .قال أبو حاتم:صدوق.وقال ابن معين: شيعى مفرط .وقال الدارقطنى: رافضى غال، وهو ثقة.عفان، قال:كان شعبة يقول: عدى بن ثابت من الرفاعين . وقال الجوزجانى: مائل عن القصد(ميزان الاعتدال ، ج۳ص ۶۱، ۶۲، تحت رقم الترجمة ۵۵۹۱، حرف العين)

ع -عدى "بن ثابت الأنصارى الكوفى روى عن أبيه وجده لأمه عبد الله بن يزيد الخطمى والبراء بن عازب وسليمان بن صرد وعبد الله بن أبى أوفى وزيد بن وهب وزيد بن حبيش وأبى حازم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# ابان بن تغلب

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ''ابان بن تغلب'' کو بھی ''قدماءِ اثنا عشریہ'' میں ذکر کیا ہے۔

محدثین نے ''ابان بن تغلب بن رباح جریری'' کے بارے میں قاری، فقیہ اور لغوی اور امامی، ثقہ ہونے، اور عظیم المرتبت اور جلیل القدر ہونے جیسی صفات کا ذکر کیا ہے۔

بعض نے ان کو ''غالی شیعہ'' بھی قرار دیا ہے، اور ان کی مرویات مسلم اور کئی دیگر کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے ''بغیۃ الوعاۃ'' میں ''یاقوت'' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''ابان بن تغلب قاری، فقیہ، امامی، ثقہ، عظیم المنزلۃ، جلیل القدر'' تھے، اور ان کی وفات 141ھ میں ہوئی۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأشجعي ويزيد بن البراء بن عازب وأبي بردة بن أبي موسى وأبي راشد صاحب عمار وسعيد بن جبير وعنه أبو إسحاق السبيعي وأبو إسحاق الشيباني ويحيى بن سعيد الأنصاري والأعمش وزيد بن أبي أنيسة وحجاج بن أرطاة وإسماعيل السدي وشعبة ومسعر وفضيل بن مرزوق وعبد الجبار بن العباس الشبامي وأشعث بن سوار وآخرون قال عبد الله بن أحمد عن أبيه ثقة وقال أبو حاتم صدوق وكان إمام مسجد الشيعة وقاصهم وقال العجلي والنسائي ثقة قال بن عبد البر عبيد بن عازب هو جد عدي بن ثابت وقال غيره هو عدي بن أبان بن ثابت بن قيس بن الخطيم الأنصاري الظفري وثابت صحابي معروف وذكره بن حبان في الثقات وقال مات في ولاية خالد على العراق وقال بن قانع مات سنة ست عشرة ومائة قلت قد جمعت ما قيل في اسم أبيه وجده في ترجمة ثابت فلا حاجة إلى تكراره قال البرقاني قلت للدار قطني فعدي بن ثابت عن أبيه عن جده قال لا يثبت ولا يعرف أبوه ولا جده وعدي ثقة وقال الطبري عدي بن ثابت ممن يجب التثبت في نقله وقال بن معين شيعي مفرط وقال الجوزجاني مائل عن القصد وقال عفان قال شعبة كان من الرفاعين وقال بن أبي داود حديث عدي بن ثابت عن أبيه عن جده معول وقال السلمي قلت للدارقطني فعدي بن ثابت قال ثقة الا أنه كان غاليا يعني في التشيع وقال بن شاهين في الثقات قال أحمد ثقة الا أنه كان يتشيع (تهذيب التهذيب، ج۷، ص۱۶۵، ۱۶۶، تحت رقم الترجمة ۳۳۰، تابع حرف العين)

[1] أبان بن تغلب بن رباح الجريري أبو سعيد البكري: مولى بني جرير بن عباد. قال ياقوت: كان قارئا فقيها لغويا إماميا ثقة، عظيم المنزلة، جليل القدر، روى عن علي بن الحسين وأبي جعفر وأبي عبد الله عليهم السلام، وسمع من العرب، وصنف غريب القرآن وغيره. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام صفدی نے ''ابان بن تغلب کوفی'' کے بارے میں فرمایا کہ ''شمس الدین نے ان کو صدوق اور موثق قرار دیا ہے، اور ان سے امام مسلم اور چاروں صحاح والوں نے احادیث کو روایت کیا ہے'' ۱؎

اور ابنِ منجویہ نے فرمایا کہ ''ابان بن تغلب قاری، اہلِ کوفہ میں سے ہیں'' ۲؎

اور حافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں فرمایا کہ ''ان سے سو کے قریب احادیث مروی ہیں، اور یہ فی نفسہٖ صدوق اور موثق ہیں، لیکن شیعہ ہیں'' ۳؎

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الداني :هو ربعي كوفي نحوي يكنى أبا أميمة؛ اخذ القراء ة عن عاصم بن أبي النجود وطلحة بن مصرف وسليمان الأعمش؛ وهو أحد الثلاثة الذين ختموا عليه القرآن، وسمع الحكم بن عتيبة وأبا إسحاق الهمداني، وفضيل بن عمرو وعطية العوفي، وسمع منه شعبة وابن عيينة وحماد بن زيد وهارون بن موسى .مات سنة إحدى وأربعين ومائة(بغية الوعاة فى طبقات اللغويين والنحاة،لجلال الدين السيوطى، ج ۱ ،ص ۴۰۴، رقم الترجمة ۸۰۳،حرف الهمزة)

۱؎ أبان بن تغلب بن رياح الجريرى(بالجيم أبو سعد الربعى الكوفى البكرى)
مولى بنى جرير بن عباد بن ضبيعة بن قيس بن ثعلبة بن عكابة بن صعب بن على بن بكر بن وائل قال ياقوت ذكره أبو جعفر محمد بن الحسن الطوسى فى مصنفى الإمامية فقال هو جليل القدر ثقة عظيم المنزلة فى أصحابنا لقى أبا محمد على بن الحسين وأبا جعفر وأبا عبد الله رضى عنهم وروى عنهم وكانت له عندهم حظوة وقدم قال أبو جعفر اجلس فى مجلس فى مسجد المدينة وأفت الناس فإنى أحب أن أرى فى شيعتى مثلك وكان قارئا فقيها لغويا تبدى وسمع من العرب وروى عنهم وصنف الغريب فى القرآن وذكر شواهد من الشعر فجاء فيما بعد عبد الرحمن ابن محمد الأزدى الكوفى فجمع من كتاب أبان ومحمد بن السائب الكلبى وأبى روق عطية بن الحارث فجعله كتابا واحدا وبين ما اختلفوا فيه وما اتفقوا عليه فتارة يجىء كتاب أبان مفردا وتارة يجىء مشتركا على ما عمله عبد الرحمن ولأبان أيضا كتاب الفضائل وتوفى سنة إحدى وأربعين ومائة روى له مسلم والأربعة وقال شمس الدين هو صدوق موثق(الوافى بالوفيات، ج۵ص ۱۹۹، تحت ترجمة ''أبان بن تغلب بن رياح الجريرى'' )

۲؎ أبان بن تغلب القارى من أهل الكوفة.مات سنة إحدى وأربعين ومائة.روى عن فضيل بن عمرو الفقيمى والأعمش فى الإيمان والحكم بن عتيبة فى الصلاة.روى عنه شعبة وإدريس الأودى وسفيان بن عيينة (رجال صحيح مسلم لابن منجويه، ج ۱ ص ۶۸،باب الالف، ذكر من اسمه أبان)

۳؎ م:أبان بن تغلب، أبو سعد وقيل أبو أمية الربعى الكوفى المقرء الشيعى.روى عن: الحكم بن عتيبة، وعدى بن ثابت، وفضيل الفقيمى، وغيرهم.وعنه: إدريس بن يزيد الأودى، وابنه عبد الله إدريس، وشعبة، وسفيان بن عيينة، وآخرون.وقد أخذ القرائة عرضا عن عاصم، وطلحة بن مصرف وتلقى من الأعمش.وحديثه نحو من مائة حديث، وهو صدوق فى نفسه موثق لكنه يتشيع.
مات سنة إحدى وأربعين ومائة(تاريخ الاسلام للذهبى، ج۳ص۸۰۷، رقم الترجمة ۱ ،حرف الألف)

اورحافظ ذہبی نے "میزانُ الاعتدال "میں فرمایا کہ "ابان بن تغلب، شیخین سے تعرض نہیں کرتے تھے، البتہ بعض اوقات حضرت علی کے شیخین سے افضل ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے" [1]

اورعلامہ ابنِ حجر نے "تقریبُ التہذیب "میں فرمایا کہ "یہ ثقہ ہیں، ان کے بارے میں تشیع کی حیثیت سے کلام ہوا ہے۔ [2]

امام مزی نے "تہذیبُ الکمال "میں فرمایا کہ "ابان بن تغلب کو امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن منصور اور یحییٰ بن معین اور ابوحاتم نسائی نے ثقہ کہا ہے، اور ابوحاتم نے صالح بھی کہا ہے" اور "جوزجانی نے زائغ، مذموم المذہب اور مجاہر کہا ہے" اور ابنِ عدی نے فرمایا کہ "ان کی احادیث اور نسخے ہیں، اور ان کی عام احادیث مستقیم ہیں، جب ان سے ثقہ روایت کرے، یہ روایات میں اہلِ صدق میں سے ہیں، اگرچہ ان کا مذہب شیعہ ہے، اور یہ کوفیوں میں معروف ہیں، ان سے سو کے قریب احادیث مروی ہیں، اور یہ روایت میں صالح ہیں، جن میں کوئی حرج نہیں" ان سے بخاری کے علاوہ، دوسرے محدثین نے بھی احادیث کو روایت کیا ہے۔ [3]

## ثابت بن ابی صفیۃ

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے "تقریبُ التہذیب "میں فرمایا کہ:

---

[1] ولم يكن أبان بن تغلب يعرض للشيخين أصلا، بل قد يعتقد عليا أفضل منهما(ميزان الاعتدال للذهبی، ج ا ص ٦، تحت ترجمة "ابان بن تغلب الكوفی"رقم الترجمة ٢، حرف الألف)

[2] أبان ابن تغلب بفتح المثناة وسكون المعجمة وكسر اللام أبو سعد الكوفی ثقة تكلم فيه للتشيع من السابعة مات سنة أربعين م(تقريب التهذيب،ص٨٧، تحت رقم الترجمة ١٣٦، حرف الالف)

[3] قال عبد الله بن أحمد بن حنبل عن أبيه، وإسحاق بن منصور عن يحيى بن معين، وأبو حاتم النسائی: ثقة.زاد أبو حاتم: صالح.وقال إبراهيم بن يعقوب السعدی الجوزجانی : زائغ، مذموم المذهب، مجاهر.وقال أبو أحمد بن عدی : له أحاديث ونسخ، وعامتها مستقيمة إذا روى عنه ثقة، وهو من أهل الصدق فی الروايات، وإن كان مذهبه مذهب الشيعة، وهو معروف فی الكوفيين، وقد روى نحوا من مئة حديث، وهو فی الرواية صالح لا بأس به .قال أبو بكر أحمد بن علی بن منجويه : مات سنة إحدى وأربعين ومئة .روى له الجماعة، إلا البخاری(تهذيب الكمال للمزی، ج٢ص٧،٨، رقم الترجمة ١٣٥، باب الالف)

''ثابت بن ابی صفیہ ثمالی کوفی، جن کو ابو حمزہ بھی کہا جاتا ہے، یہ رافضی ہیں، ضعیف ہیں'' [1]

حافظ ذہبی نے ''**تاریخُ الاسلام**'' میں ''ثابت بن ابی صفیہ'' کے بارے میں فرمایا کہ ان کو ابو حاتم نے حدیث میں ضعیف کہا ہے، اور امام نسائی نے ثقہ ہونے کی نفی کی ہے، اور ابنِ معین نے ضعیف کہا ہے، اور ابنِ حبان نے ''شیعیت'' میں غالی کہا ہے، اور عقیلی نے اپنی سند کے ساتھ ''یزید بن ہارون'' سے روایت کیا ہے کہ ''یہ رجعت پر ایمان رکھتے تھے'' [2]

اور علامہ ابنِ حجر نے ''**تھذیبُ التھذیب**'' میں ''ثابت بن ابی صفیہ ثمالی'' کے بارے میں امام احمد سے ضعیف ہونا، اور ابنِ معین سے بھی ضعیف ہونا، اور ابو حاتم سے ''ضعیفُ الحدیث ہونا، اور ان کی حدیث کا لکھ لیا جانا، اور دلیل نہ پکڑنا'' اور یزید بن ہارون سے ''ان کا رجعت پر ایمان رکھنا'' اور ابنِ حبان سے ''شیعت میں غالی ہونا، اور تفرد کی صورت میں حدِ احتجاج سے خارج ہونا'' اور دار قطنی سے ''متروک ہونا'' نقل کیا ہے۔ [3]

---

[1] ثابت ابن أبي صفية الثمالي بضم المثلثة أبو حمزة واسم أبيه دينار وقيل سعيد كوفي ضعيف رافضي من الخامسة مات في خلافة أبي جعفر ت عس ق (تقريب التهذيب، ص ۱۳۲ ، رقم الترجمة ۸۱۸، حرف الثاء)

[2] ت :ثابت بن أبي صفية أبو حمزة الثمالي الأزدي الكوفي.
عن :أنس، وعكرمة، والشعبي، وأبي جعفر الباقر، وعنه :شريك، وأبو نعيم، وجماعة.
قال أبو حاتم :لين الحديث.وقال النسائي :ليس بثقة.وقال ابن عدي :هو إلى الضعف أقرب.
وقال ابن حبان :هو من موالي المهلب بن أبي صفرة، كثير الوهم، حتى خرج عن حد الاحتجاج به مع غلو في تشيعه.وقال ابن معين :مات في سنة ثمان وأربعين ومائة، وكان ضعيفا .وقال العقيلي : حدثني عبد الله بن الحسن عن ابن المديني قال :أخبرني من سمع يزيد بن هارون يقول :أبو حمزة يؤمن بالرجعة (تاريخ الإسلام ،ج۳،ص۸۲٦، رقم الترجمة ۵۴، الطبقة الخامسة عشرة، حرف الثاء)

[3] ت عس ق -ثابت "بن أبي صفية دينار وقيل سعيد أبو حمزة الثمالي الأزدي الكوفي مولى المهلب .روى عن أنس والشعبي وأبي إسحاق وزاذان أبي عمرو سالم بن أبي الجعد وأبي جعفر الباقر وغيرهم وعنه الثوري وشريك وحفص بن غياث وأبو أسامة وعبد الملك بن أبي سليمان وأبو النعيم ووكيع وعبيد الله بن موسى وعدة قال أحمد ضعيف ليس بشيء وقال بن معين ليس بشيء وقال أبو زرعة لين وقال أبو حاتم لين الحديث يكتب حديثه ولا يحتج به وقال الجوزجاني

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان سب باتوں کے باوجود، امام ترمذی نے ''سنن الترمذی'' میں ان کی سند سے مروی ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد، اس کو ''حسن'' قرار دیا ہے، اور ''ثابت بن ابی صفیہ ثمالی'' کا ''مقاربُ الحدیث'' ہونا ذکر کیا ہے۔ [1]

اور امام ابنِ ماجہ نے بھی ''ثابت بن ابی صفیہ ثمالی'' کی حدیث کو روایت کیا ہے، اور ان کی حدیث سے فقہاء نے حجت پکڑی ہے، اور اہلِ علم حضرات نے دوسرے شواہد ومتابعات کی موجودگی میں، ان کی سند سے مروی حدیث کو ''حسن'' بلکہ ''صحیح لغیرہٖ'' تک بھی قرار دے دیا ہے۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ واهی الحديث وقال النسائی ليس بثقة وقال عمر بن حفص بن غياث ترک أبی حديث أبی حمزة الثمالی وقال بن عدی وضعفه بين على رواياته وهو إلى الضعف أقرب قلت وقال بن سعد توفی فی خلافة أبی جعفر وكان ضعيفا وقال يزيد بن هارون كان يؤمن بالرجعة وقال أبو داود جاء ه بن المبارک فدفع إليه صحيفه فيها حديث سوء فی عثمان فرد الصحيفة على الجارية وقال قولی له قبحک الله وقبح صحيفتک وقال عبيد الله بن موسى كنا عند أبی حمزة الثمالی فحضر بن المبارک فذكر أبو حمزة حديثا فی عثمان فقام بن المبارک فمزق ما كتب ومضى وقال يعقوب بن سفيان ضعيف وقال البرقانی عن الدارقطنی متروک وقال فی موضع آخر ضعيف وقال بن عبد البر ليس بالمتين عندهم فی حديثه لين وقال بن حبان كان كثير الوهم فی الأخبار حتى خرج عن حد الاحتجاج به إذا انفرد مع غلوه فی تشيعه وروى بن عدی عن الفلاس ليس بثقة وعده السليمانی فی قوم من الرافضة وذكره العقيلی والدولابی وابن الجارود وغيرهم فی الضعفاء قلت وحديثه عند بن ماجة فی كتاب الطهارة ولم يرقم له المزی(تهذيب التهذيب، ج۲،ص۷،۸، رقم الترجمة ۱۱ ،باب الثاء،من اسمه ثابت)

[1] حدثنا أبو كريب محمد بن العلاء قال :حدثنا أبو بكر بن عياش، عن أبی حمزة الثمالی، عن الشعبی، عن أم هانء بنت أبی طالب قالت :دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :هل عندكم شیء ؟ فقلت :لا، إلا كسر يابسة وخل، فقال النبی صلى الله عليه وسلم :قربيه، فما أقفر بيت من أدم فيه خل :هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه، لا نعرفه من حديث أم هانء إلا من هذا الوجه .وأبو حمزة الثمالی اسمه ثابت بن أبی صفية، وأم هانء ماتت بعد علی بن أبی طالب بزمان، وسألت محمدا عن هذا الحديث قال :لا أعرف للشعبی سماعا من أم هانء، فقلت :أبو حمزة كيف هو عندک؟ فقال :أحمد بن حنبل تكلم فيه، وهو عندی مقارب الحديث(سنن الترمذی،رقم الحديث ۱۸۴۱ ، ابواب الاطعمة، باب ما جاء فی الخل)

[2] حدثنا عبد الله بن عامر بن زرارة، حدثنا شريک، عن ثابت بن أبی صفية الثمالی، قال :سألت أبا جعفر، قلت له:حدثت عن جابر بن عبد الله، أن النبی -صلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# حسین بن حسن اشقر کوفی

علامہ ابنِ حجر نے ''تقریبُ التھذیب'' میں ''حسین بن حسن اشقر کوفی'' کو ''صدوق اور شیعیت میں غالی'' کہا ہے۔ [1]

علامہ ابنِ حجر نے ''تھذیبُ التھذیب'' میں ''حسین بن حسن اشقر کوفی'' کے بارے میں محدثین کی مختلف جروحات واقوال کو نقل کیا ہے، ابنِ جنید نے ابنِ معین سے نقل کیا ہے کہ ''حسین بن حسن اشقر کوفی'' غالی شیعہ میں سے تھے، لیکن ان کی حدیث میں کوئی حرج نہیں، اور یہ سچے ہیں۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله عليه وسلم -توضأ مرة مرة؟ قال :نعم .قلت :ومرتين مرتين، وثلاثا ثلاثا؟ قال :نعم

(سنن ابن ماجه،رقم الحديث ٤١٠،أبواب الطهارة وسننها،باب ما جاء فى الوضوء مرة مرة)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لسوء حفظ شريک -وهو ابن عبد الله النخعي -وضعف ثابت بن أبى صفية(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[1] الحسين ابن الحسن الأشقر الفزارى الكوفى صدوق يهم ويغلو فى التشيع من العاشرة مات سنة ثمان ومائتين س(تقريب التهذيب ،ص١٦٦ ،رقم الترجمة ١٣١٨، حرف الحاء)

[2] "س -الحسين "بن الحسن الأشقر الفزارى الكوفى .

روى عن شريک وزهير وابن حى وابن عيينة وقيس بن الربيع وهشيم وغيرهم .

وعنه أحمد بن عبدة الضبى وأحمد بن حنبل وابن معين والفلاس وابن سعد ومحمد بن خلف الحدادى وعبد الرحمن بن محمد بن منصور الحارثى والكديمى وغيرهم .

قال البخارى فيه نظر وقال مرة عنده مناكير وقال أبو زرعة منكر الحديث وقال أبو حاتم ليس بقوى وقال الجوزجانى غال من الشتامين للخيرة وقال بن عدى وليس كل ما روى عنه من الإنكار فيه من قبله بل ربما كان من قبل من روى عنه قال أن فى حديثه بعض ما فيه وذكره بن حبان فى الثقات وقال مات سنة "208"أخرج له النسائى حديثا واحدا فى الصوم .

قلت وذكره العقيلى فى الضعفاء وأورد عن أحمد بن محمد بن هانء قال،قلت :لأبى عبد الله يعنى بن حنبل تحدث عن حسين الأشقر قال لم يكن عندى ممن يكذب، وذكر عنه التشيع فقال له العباس بن عبد العظيم أنه يحدث فى أبى بكر وعمر وقلت أنا يا أبا عبد الله أنه صنف بابا فى معائبهما فقال ليس هذا بأهل أن يحدث عنه وقال له العباس أنه روى عن بن عيينة عن أبى طاوس عن أبيه عن حجر المدرى قال قال لى على إنک ستعرض على سبى فسبنى وتعرض على البراء ة منى فلا تتبرأ منى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام یحیٰ بن معین سے حسین اشقر کا ''شیعہ کبارِ غالیہ'' میں سے ہونا، اور ان کا صدوق ہونا، اوران سے احادیث کا لکھنا بھی مروی ہے۔ [1]

امام احمد نے مسند احمد میں ''حسین بن حسن اشقر کوفی'' کی سند سے احادیث کو روایت کیا ہے، اور محدثین واصحابِ علم نے ان کی سند سے مروی احادیث کی تحسین بھی کی ہے۔ [2]

اور حسین اشقر کی روایات کی ابو یعلیٰ اور امام طحاوی، امام نسائی، طبرانی، امام بیہقی، ابو نعیم اصبہانی وغیرہ نے تخریج کی ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فاستعظمه أحمد وأنكره قال ونسبه إلى طاوس أخبرني أربعة من الصحابة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لعلي" :اللهم وال من والاه وعاد من عاداه "فأنكره جدا وكأنه لم يشك أن هذين كذب ثم حكى العباس عن علي بن المديني أنه قال هما كذب ليسا من حديث بن عيينة وذكر له العقيلي روايته عن قيس بن الربيع عن يونس عن أبيه عن علي بن أبي طالب قال أتيت النبي صلى الله عليه وسلم برأس مرحب قال العقيلي لا يتابع عليه ولا يعرف إلا به وذكر له عن بن عيينة عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن بن عباس رفعه السباق ثلاثة قال العقيلي لا أصل له عن بن عيينة وذكر بن عدي له مناكير وقال في بعضها البلاء عندي من الأشقر وقال النسائي والدارقطني ليس بالقوي وقال الأزدي ضعيف سمعت أبا يعلى قال سمعت أبا معمر الهذلي يقول الأشقر كذاب .

وقال بن الجنيد سمعت بن معين ذكر الأشقر فقال كان من الشيعة الغالية قلت فكيف حديثه قال لا بأس به قلت صدوق قال نعم كتبت عنه وقال أبو أحمد الحاكم ليس بالقوي عندهم(تهذيب التهذيب، ج۲،ص۳۳۵ الی ۳۳۷، تحت رقم الترجمة۵۹۶ ،باب الحاء،من اسمه الحسين)

[1] سمعت يحى بن معين،ذكر حسيناً الاشقر؟ فقال كان من الشيعة المغلية الكبار.
قلت فكيف حديثه؟ قال لا باس به،قلت صدوق؟ قال نعم كتبت عنه عن ابى كدينة ويعقوب القمى (سوالات ابى اسحاق ابراهيم بن الجنيد، للامام يحيى بن معين ،ص ۱۹۴ و۱۹۵،الناشر: الفاروق الحديثية،القاهرة،تاريخِ طبع: ۲۰۰۷)

[2] حدثنا حسين الأشقر، حدثنا أبو كدينة، عن عطاء ، عن أبي الضحى، عن ابن عباس، قال :أصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم، ذات يوم وليس في العسكر ماء ، فأتاه رجل فقال :يا رسول الله، ليس في العسكر ماء ، قال " :هل عندك شيء ؟ " قال :نعم، قال " :فأتني به "، قال :فأتاه بإناء فيه شيء من ماء قليل، قال :فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، أصابعه على فم الإناء وفتح أصابعه، قال :فانفجرت من بين أصابعه عيون، وأمر بلالا فقال " :ناد في الناس :الوضوء المبارك (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۶۸)

قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

# یحیٰی بن جزار عرنی

علامہ ابنِ حجر نے ’’تقریبُ التهذیب ‘‘میں ’’یحیٰی بن جزار عرنی‘‘ کے بارے میں فرمایا کہ ’’یہ سچے ہیں، لیکن ان کی طرف تشیع میں غالی ہونے کی نسبت کی گئی ہے‘‘ [1]

اور علامہ ابنِ حجر نے ’’تهذیبُ التهذیب ‘‘میں ’’یحیٰی بن جزار عرنی‘‘ کے بارے میں جوزجانی سے ’’غالی، مفرط‘‘ ہونا، اور ابوزرعہ اور نسائی اور ابوحاتم سے ’’ثقہ‘‘ ہونا، اور ابنِ حبان کا ثقات میں ذکر کرنا، اور ابنِ سعد سے ’’تشیع میں غالی ہونا، اور ساتھ ہی ثقہ‘‘ ہونا، اور عجلی سے ’’ان کا کوفی، ثقہ اور شیعہ‘‘ ہونا، اور حکم بن عتیبہ سے ’’تشیع میں غالی‘‘ ہونا نقل کیا ہے۔ [2]

---

[1] یحیی ابن الجزار العرنی بضم المهملة وفتح الراء ثم نون الکوفی قیل اسم أبیه زبان بزای وموحدة وقیل بل لقبه هو صدوق رمی بالغلو فی التشیع من الثالثة م(تقریب التهذیب، ص۵۸۸،رقم الترجمة ۷۵۱۹، حرف الیاء)

[2] م.یحیی "بن الجزار العرنی الکوفی لقبه زبان وقیل زبان روی عن علی وأبی بن کعب وابن عباس والحسن بن علی وعائشة وأم سلمة ومسروق وعبد الرحمن بن أبی لیلی وابن أخی زینب الثقفیة وغیرهم وعنه الحکم بن عتیبة وحبیب بن أبی ثابت وعمرو بن مرة وعمارة ابن عمیر والحسن العرنی وموسی بن أبی عائشة وفضل بن عمرو الفقیمی وأبو شراعة.
قال الجوزجانی کان غالیا مفرطا وقال أبو زرعة والنسائی وأبو حاتم ثقة وذکره بن حبان فی الثقات وقال محمد بن غیلان عن شبابة عن شعبة لم یسمع یحیی ثقة بن الجزار من علی إلا ثلاثة أحادیث واحدها ان النبی صلی الله علیه وسلم کان علی فرصة من فرص الخندق والآخر وسئل عن یوم الحج الأکبر ونسی محمود الثالث قلت :وقال بن سعد کان یغلو فی التشیع وکان ثقة وله أحادیث وقال العجلی کوفی ثقة وکان یتشیع وروی العقیلی عن الحکم بن عتیبة أنه قال کان یحیی بن الجزار یغلو فی التشیع وقال حرب قلت :لأحمد هل سمع من علی قال لا وقال بن أبی خیثمة لم یسمع من بن عباس کذا رأیت هذا بخط مغلطای وفیه نظر فإن ذلک إنما وقع فی حدیث مخصوص وهو حدیثه عن بن عباس أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی فذهب جدی یمر بین یدیه الحدیث قال بن أبی خیثمة رواه عن عفان عن شعبة عن عمرو بن مرة عنه عن بن عباس قال ولم أسمعه منه وهو فی کتاب أبی داود عن سلیمان بن حرب وغیره عن شعبة عن عمرو عن یحیی عن بن عباس ولم یقال فی سیاقه ولم أسمعه منه ولذلک رواه بن أبی شیبة کما رواه بن أبی خیثمة(تهذیب التهذیب، ج۱۱،ص ۱۹۱،۱۹۲، تحت رقم الترجمة ۳۲۳، حرف الهاء)

''یحییٰ بن جزار عرنی'' کی احادیث وروایات کو امام مسلم، امام نسائی، اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد، امام محمد سب نے نقل کیا ہے۔

بلکہ امام محمد نے ان کی روایت کو نقل کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ''ہم اسی کو لیتے ہیں، اور یہی امام ابوحنیفہ، ابراہیم نخعی اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے'' [1]

## عمرو بن ثابت

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ''تهذيبُ التهذيب'' میں عمرو بن ثابت کوفی کے متعلق ابوحاتم سے ''شديدُ التشيع'' ہونا، اور ابوداؤد سے ''رافضی خبیث ورجلِ سوء'' ہونا، اور عمرو بن ثابت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار، پانچ حضرات کو چھوڑ کر باقی سب کا کافر ہوجانا، نقل کیا ہے، اور ایک قول ان کی حدیث کے مستقیم ہونے کا نقل کیا ہے، دیگر حضرات

---

[1] حدثنا محمد بن المثنى، ومحمد بن بشار، قالا: حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، ح وحدثنا أبو بكر بن أبى شيبة – واللفظ له – حدثنا غندر، عن شعبة، عن قتادة، عن عزرة، عن الحسن العرنى، عن يحيى بن الجزار، عن عبد الرحمن بن أبى ليلى، عن أبى بن كعب، فى قوله عز وجل:"ولنذيقنهم من العذاب الأدنى دون العذاب الأكبر"قال: مصائب الدنيا، والروم، والبطشة، أو الدخان شعبة الشاك فى البطشة أو الدخان(صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۷۹۹"۴۲"كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب الدخان)

أخبرنا عمرو بن منصور قال: حدثنا خلف بن موسى قال: حدثنا أبى، عن قتادة، عن عزرة، عن الحسن العرنى، عن يحيى بن الجزار، عن مسروق أن امرأة أتت عبد الله بن مسعود فقالت: إنى امرأة زعراء أيصلح أن أصل فى شعرى؟ فقال: لا، قالت: أشىء سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم أو تجده فى كتاب الله؟ قال: لا بل سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأجده فى كتاب الله، وساق الحديث(سنن النسائى، رقم الحديث ۵۰۹۸،كتاب الزينة، باب المستوصلة)

أخبرنا مالك أخبرنى الحسن بن عمارة عن الحكم بن عيينة عن يحيى بن الجزار عن على بن أبى طالب كرم الله وجهه أنه قال : عدة أم الولد ثلاث حيض .

أخبرنا مالك عن ثور بن يزيد عن رجاء بن حيوة أن عمرو بن العاص سئل عن عدة أم الولد ؟ فقال: لا تلبسوا علينا فى ديننا إن تك أمة فإن عدتها عدة حرة .

قال محمد : وبهذا نأخذ وهو قول أبى حنيفة وإبراهيم النخعى والعامة من فقهائنا (الموطأ رواية محمد بن الحسن، رقم الحديث ۵۹۸، كتاب الطلاق، باب عدة أم الولد)

سے بھی شیعہ ورافضی ہونا نقل کیا ہے، اور بعض محدثین نے ان کو ''صدوق'' کہا ہے۔ [1]

اور امام مسلم نے ان کے بارے میں صحیح مسلم کے مقدمہ میں عبداللہ بن مبارک کا ''علٰی رء وس

---

[1] -د فق -عمرو "بن ثابت بن هرمز البكرى أبو محمد ويقال أبو ثابت الكوفى وهو عمرو بن أبى المقدام الحداد مولى بكر بن وائل روى عن أبيه وأبى إسحاق السبيعى والأعمش وعبد الله بن محمد بن عقيل والمنهال بن عمرو وسماك بن حرب والحكم بن عتيبة وجماعة وذكر أنه رأى راعيا رأى النبى صلى الله عليه وسلم روى عنه أبو داود الطيالسى وعمرو بن محمد العنقزى وسهل بن حماد أبو عتاب الدلال وعيسى بن موسى غنجار وموسى بن داود الضبى ويحيى بن بكير ويحيى بن آدم وعبد الله بن صالح العجلى وسعيد بن منصور والحسن بن الربيع والبورانى وعباد بن يعقوب الرواجنى وآخرون قال على بن الحسن بن شقيق سمعت بن المبارك يقول لا تحدثوا عن عمرو بن ثابت فإنه كان يسب السلف وقال الحسن بن عيسى ترك بن المبارك حديثه وقال هناد بن السرى لم يصل عليه بن المبارك وقال عمرو بن على ومحمد بن المثنى لم يحدث عنه بن مهدى وقال الدورى عن بن معين هو غير ثقة وقال معاوية بن صالح عن يحيى ضعيف وقال أبو زرعة ضعيف الحديث وكذا قال أبو حاتم وزاد يكتب حديثه كان ردىء الرأى شديد التشيع وقال البخارى ليس بالقوى عندهم وقال الآجرى عن أبى داود رافضى خبيث وقال فى موضع آخر رجل سوء قال لما مات النبى صلى الله عليه وسلم كفر الناس إلا خمسة وجعل أبو داود يذمه ويقول قد روى عنه سفيان وهو المشوم ليس يشبه حديثه أحاديث الشيعة وجعل يقول ويعنى أن أحاديثه مستقيمة وقال فى موضع آخر كان من شرار الناس وقال فى موضع آخر ليس فى حديثه نكارة وقال النسائى متروك الحديث وقال مرة ليس بثقة ولا مأمون وقال بن حبان يروى الموضوعات عن الاثبات وقال بن عدى الضعف على رواياته بين قلت وقال أبو داود فى السنن أثر حديث فى الاستحاضة ورواه عمرو بن ثابت عن بن عقيل وهو رافضى خبيث وكان رجل سوء زاد فى رواية بن الأعرابى ولكنه كان صدوقا فى الحديث ومن عادة المؤلف أن من علق له أبو داود رقم له رقمه وهذا منه فأغفله وقال بن سعد كان متشيعا مفرطا ليس هو بشىء فى الحديث ومنهم من لا يكتب حديثه لضعفه ورأيه وتوفى فى خلافة هارون وقال بن قانع مات سنة اثنتين وسبعين ومائة وكذا قال البخارى عن عباد بن يعقوب وقال أبو أحمد الحاكم حديثه ليس بالمستقيم وقال عبد الله بن أحمد عن أبيه كان يشتم عثمان ترك بن المبارك حديثه وقال الساجى مذموم وكان ينال من عثمان ويقدم عليا على الشيخين وقال العجلى شديد التشيع غال فيه واهى الحديث وقال البزار كان يتشيع ولم يترك(تهذيب التهذيب، ج٨،ص ٩وص ١٠، رقم الترجمة ١١ ،تابع لحرف العين)

قال أبو داود :عمرو بن ثابت، وأبو إسرائيل، يعنى الملائى، ويونس بن خباب ليس فى حديثهم نكارة إلا أن يونس بن خباب زاد فى حديث القبر وعلى ولى(تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، ج ٢١،ص ٥٥٨،باب العين، تحت ترجمة "عمرو بن ثابت بن هرمز البكرى")

وقال ابن حبان: لا يحل ذكره فى الكتب إلا على سبيل الاعتبار(تاريخ الإسلام للذهبى، ج ۴، ص ٧٠٠،رقم الترجمة ٢١٩ ، تحت ترجمة "عمرو بن أبى المقدام ثابت بن هرمز الكوفى")

الـنـاس " یہ قول نقل کیا ہے کہ تم عمرو بن ثابت کی حدیث کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ سلف (صحابہ) پر سب وشتم کرتے ہیں۔ [1]

لیکن اس کے باوجود امام حاکم نے عمرو بن ثابت کی حدیث کو، عبداللہ بن مبارک ہی کی سند سے روایت کیا ہے، اور یہ بھی ساتھ ہی فرمادیا کہ اس کو چونکہ عبداللہ بن مبارک نے روایت کیا ہے، اس لئے اس نے مجھے اس کو شاہد بنا کر تخریج کرنے پر ابھارا۔ [2]

اور امام بزار نے عمرو بن ثابت کی سند سے ایک حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ ان سے ابوداود اور اصحابِ علم کی ایک جماعت نے احادیث کو روایت کیا ہے، باوجودیکہ یہ شخص اہلِ تشیع تھے، لیکن اس کی وجہ سے ان کی حدیث کو ترک نہیں کیا گیا۔ [3]

---

[1] وقال محمد :سمعت علي بن شقيق، يقول :سمعت عبد الله بن المبارك، يقول على رء وس الناس :دعوا حديث عمرو بن ثابت فإنه كان يسب السلف(مقدمة الإمام مسلم رحمه الله ، ص١٦ ،باب الكشف عن معايب رواة الحديث ونقلة الأخبار وقول الأئمة فى ذلك)

[2] حدثناه أبو الطيب محمد بن أحمد بن الحسن الجبرى، ثنا أبو عبد الله محمد بن عبد الرحيم بن عبد الله بن مسعود السلمي، ثنا عبدان بن عثمان، وسعد بن يزيد الفراء ، قالا :ثنا عبد الله بن المبارك، عن عمرو بن ثابت، عن عبد الله بن محمد بن عقيل، عن محمد بن جبير بن مطعم، عن أبيه، أن رجلا أتى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال :يا رسول الله، أى البلاد شر؟ قال :لا أدرى فلما أتى جبريل محمدا صلى الله عليه وسلم، قال :يا جبريل أى البلاد شر؟ قال :لا أدرى حتى أسأل ربي، فانطلق جبريل فمكث ما شاء الله أن يمكث ثم جاء ، فقال :يا محمد، سألتنى أى البلاد شر؟ وإني قلت :لا أدرى، وإني سألت ربى أى البلاد شر؟ فقال :أسواقها .عمرو بن ثابت هذا هو ابن أبي المقدام الكوفي، وليس من شرط الشيخين، وإنما ذكرته شاهدا، ورواية عبد الله بن المبارك عنه حتى حثني على إخراجه فإني قد علوت فيه من وجه لا يعتمد .

حدثنا علي بن حمشاذ العدل، ثنا محمد بن غالب، ثنا عبد الصمد بن النعمان، ثنا عمرو بن ثابت، فذكره بنحوه .وعبد الصمد بن النعمان ليس من شرط هذا الكتاب ولهذا الحديث شاهد آخر من حديث ابن عمر(مستدرک للحاكم،رقم الحديث٣٠٤ و٣٠٥، كتاب العلم)

[3] حدثنا هارون بن سفيان المستملي قال :نا أسيد بن زيد، قال :نا عمرو بن أبي المقدام قال : نا عمران بن مسلم، عن سويد بن غفلة، عن بلال قال :حدثني مولاى أبو بكر أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :لا يتوضأن أحدكم من طعام أكله حل له أكله وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن النبى صلى الله عليه وسلم بهذا اللفظ إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد وعمرو بن أبى المقدام هو عمرو بن ثابت حدث عنه أبو داود وجماعة من أهل العلم على أنه كان رجلا يتشيع ولم يترک حديثه لذلک(مسند البزار،تحت رقم الحديث ٧٧،مسند أبى بكر الصديق رضى الله عنه)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے’’الامالی المطلقة‘‘ میں’’عمرو بن ثابت‘‘ کی سند سے مروی ایک روایت کو نقل کر کے اس پر’’حسن‘‘ ہونے کا حکم بھی لگایا ہے۔ [1]

اور عمرو بن ثابت کی بہت سی احادیث کو شاہد بنا کر اور دوسرے طریقوں سے، نیز فضائل کے طور پر قبول کیا گیا ہے، جن کا ہمارے درسِ نظامی، اور برِ صغیر کے علماء کی ان کتابوں میں بھی ذکر ہے کہ جو روافض کی علی الاطلاق، یا صحابہ سے متعلق اس قسم کے قول پر تکفیر کا قول کرتے ہیں، اگر ہم ان کا ذکر کرنے بیٹھ جائیں، تو بات بہت دور نکل جائے گی، جیسا کہ ہم نے دوسری تالیف ’’تکفیر بازی و مغالطاتِ سلفی کا تحقیقی جائزہ‘‘ میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔ [2]

---

[1] وأخبرني عبد الرحمن بن أحمد قال أخبرنا يوسف بن عمر قال أخبرنا عبد الوهاب بن ظافر قال أخبرنا السلفي قال أخبرنا أبو الخطاب القارء قال أخبرنا أبو محمد البيع قال حدثنا الحسين بن إسماعيل قال حدثنا عبيد الله بن جرير بن جبلة قال حدثنا هشام بن عبد الملك قال حدثنا عمرو بن ثابت قال حدثنا عبد الله بن محمد بن عقيل عن عبد الله بن سهل بن حنيف عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من أعان مجاهدا فی سبيل الله أو غارما فی عسرته أو مكاتبا فی رقبته أظله الله فی ظله يوم لا ظل إلا ظله .

هذا حديث حسن . أخرجه أحمد عن زكريا بن عدى فوافقناه بعلو، وأخرجه الحاكم عن محمد بن يعقوب الشيبانی عن يحيى بن محمد بن يحيى عن أبی الوليد وهو هشام بن عبد الملك الطيالسی المذكور فی روايتنا . وأخرجه أحمد والحاكم أيضا من رواية زهير بن محمد عن عبد الله بن محمد بن عقيل (الأمالی المطلقة ،لابنِ حجر،ص ۱۰۴، ۱۰۵)

[2] قال الالبانی:

قلت :وهذا إسناد ضعيف أيضا من أجل عمرو بن ثابت، فقد جزم بضعفه الحافظ وغيره وبقية رجاله ثقات، رجال مسلم غير القطرانی هذا فلم أجد له ترجمة، وحبيب مدلس وقد عنعنه.

قلت :فلعل الحديث يتقوى بمجموع الطريقين، وهو قوی بما له من الشواهد(سلسلة الأحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث ۱۴۶۵)

وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثری:

لكن تابعه عمرو بن ثابت، عن سماک بن حرب، عن عكرمة، عن ابن عباس مرفوعا به.

وعمرو بن ثابت ضعيف -كما فی التقريب( 4995 :419)

فيتقوى طريق الباب بهذه المتابعة فيصبح حسنا لغيره(حاشية المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، ج۵،ص ۲۶۲ ،تحت رقم الحديث ۹۵۹، كتاب الزكاة،باب الحث على الصدقة وفضلها)

# خالد بن مخلد قطوانی

''خالد بن مخلد قطوانی کوفی'' کی متعدد محدثین نے توثیق کی ہے، اور ان سے امام بخاری، اور دیگر محدثین نے احادیث کو روایت کیا ہے۔

''خالد بن مخلد قطوانی کوفی'' کی وفات کے بارے میں دوسو گیارہ سے دوسو چودہ ہجری تک کے مختلف اقوال ہیں، عبداللہ بن حنبل نے ان کی احادیث کو مناکیر قرار دیا ہے، اور آجری نے صدوق اور شیعہ کہا ہے، اور ابنِ سعد نے ''مفرط فی التشیع'' کہا ہے، اور ان کی حدیث کو ضرورت کی وجہ سے لکھنا قرار دیا ہے، اور ابو صالح جزری نے ان کو ''متھم بالغلو'' کہا ہے، اور جوزجانی نے ''شتام'' اور ''معلن بسوءِ مذھب'' کہا ہے، اور ابوبکر بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ کیا تمہارے پاس ''مناقبِ صحابہ'' کے بارے میں احادیث ہیں؟'' تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ''تم یہ بتاؤ کہ مثالب (یعنی عیوب) میں، یا مثاقب میں''؟ [1]

---

[1] قال عبد الله بن أحمد عن أبيه له أحاديث مناكير وقال أبو حاتم يكتب حديثه وقال الآجرى عن أبى داود صدوق ولكنه يتشيع وقال عثمان الدارمى عن ابن معين ما به بأس وقال ابن عدى هو من المكثرين وهو عندى إن شاء الله لا بأس به قال مطين مات سنة "213". قلت وكذا أرخه ابن سعد وقال ابن قانع سنة "14" وذكره البخارى فى الأوسط من مات فيما بين سنة "11" إلى "15" وقال ابن عدى بعد أن ساق له أحاديث لم أجد فى حديثه أنكر مما ذكرته ولعلها توهم منه أو حملا على حفظه. وقال ابن سعد كان متشيعا منكر الحديث مفرطا فى التشيع وكتبوا عنه للضرورة. وقال العجلى ثقة فيه قليل تشيع وكان كثير الحديث. وقال صالح بن محمد جزرة ثقة فى الحديث إلا أنه كان متهما بالغلو. وقال الجوزجانى كان شتاما معلنا لسوء مذهبه .
وقال الأعين قلت له عندک أحاديث فى مناقب الصحابة قال قل فى المثالب أو المثاقب يعنى بالمثلثة لا بالنون وحكى أبو الوليد الباجى فى رجال البخارى عن أبى حاتم أنه قال لخالد بن مخلد أحاديث مناكير ويكتب حديثه وفى الميزان للذهبى قال أبو أحمد يكتب حديثه ولا يحتج به وقال الأزدى فى حديثه بعض المناكير وهو عندنا فى عداد أهل الصدق وقال ابن شاهين فى الثقات قال عثمان بن أبى شيبة هو ثقة صدوق وذكره الساجى والعقيلى فى الضعفاء وذكره ابن حبان فى الثقات وقال كان يكره أن يقال له القطوانى قلت وقال البخارى فى تاريخه كان يغضب من القطوانى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ابنِ عدی نے ان کی دس منکر احادیث کو ذکر کیا ہے، اور ابو حاتم سے مروی ہے کہ ان کی حدیث کو لکھا تو جائے گا، لیکن حجت نہیں پکڑی جائے گی۔ [1]

اور حافظ ذہبی نے ان کی سند سے صحیح بخاری کی ایک حدیث کو ذکر کر کے فرمایا کہ اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی، تو اس حدیث کو محدثین خالد بن مخلد کے منکرات میں شمار کرتے، کیونکہ اس کے الفاظ میں ''غرابت'' پائی جاتی ہے۔ [2]

## ثویر بن ابی فاختة

ثویر بن ابی فاختہ کوفی سے امام ترمذی، امام احمد، حاکم، دارمی، ابویعلیٰ، بزار، دارقطنی، امام طحاوی، ابنِ ابی شیبہ، طبرانی، عبدالرزاق، امام بیہقی اور ابونعیم وغیرہ نے احادیث کو روایت کیا ہے۔ [3]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ويقال إنما قطوان يقال وزعم الباجي أن قطوان قرية بالقرب من الكوفة وبه جزم بن السمعاني(تهذيب التهذيب، ج۳ص۱۱۷، ۱۱۸، تحت رقم الترجمة ۲۲۱ ''خالد بن مخلد القطواني أبو الهيثم البجلي مولاهم الكوفي'')

[1] خالد بن مخلد القطواني من شيوخ البخاري،صدوق إن شاء الله قال أحمد بن حنبل له أحاديث مناكير وقال ابن سعد منكر الحديث مفرط التشيع وذكره ابن عدي في الكامل فساق له عشرة أحاديث منكرة وقال الجوزجاني كان شتاما معلنا بسوء مذهبه وقال أبو حاتم يكتب حديثه ولا يحتج به(المغني في الضعفاء ،للذهبي، ج۱، ص۲۰۶، رقم الترجمة ۱۸۸۱،حرف الخاء )

[2] فهذا حديث غريب جدا، لولا هيبة الجامع الصحيح لعدوه في منكرات خالد بن مخلد، وذلك لغرابة لفظه(ميزان الاعتدال في نقد الرجال،ج۱، ص۶۴۱،تحت رقم الترجمة ۲۴۶۳،تحت ترجمة ''خالد بن مخلد القطواني الكوفي، أبو الهيثم، مولى بجيلة'' حرف الخاء)

[3] حدثنا أحمد بن منيع قال: حدثنا الحسين بن محمد قال: حدثنا إسرائيل، عن ثوير هو ابن أبي فاختة، عن أبيه، قال: أخذ علي بيدي، قال: انطلق بنا إلى الحسن نعوده، فوجدنا عنده أبا موسى، فقال علي: أعائدا جئت يا أبا موسى أم زائرا؟ فقال: لا بل عائدا، فقال علي: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما من مسلم يعود مسلما غدوة إلا صلى عليه سبعون ألف ملك حتى يمسي، وإن عاده عشية إلا صلى عليه سبعون ألف ملك حتى يصبح، وكان له خريف في الجنة: هذا حديث حسن غريب وقد روي عن علي هذا الحديث من غير وجه منهم من وقفه ولم يرفعه وأبو فاختة: اسمه سعيد بن علاقة(سنن الترمذي، رقم الحديث ۹۶۹، ابواب الجنائز، باب ما جاء في عيادة المريض)

اور ان کو متعدد محدثین نے ''رافضی'' کہا ہے، یا رفض سے متہم کیا ہے، اور بعض نے ان کی تکذیب بھی کی ہے۔ [1]

# عمرو بن حماد کوفی

عمرو بن حماد، ابو محمد کوفی سے مسلم، نسائی، ابنِ ماجہ اور ابوداؤ د وغیرہ نے احادیث کو روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے ''کتابُ الادب'' میں روایت کیا ہے۔

ابوداود نے فرمایا کہ یہ رافضہ میں سے تھے، انہوں نے حضرت عثمان کے متعلق کچھ برا ذکر کیا، جس پر ان کو سلطان نے طلب کیا، تو یہ بھاگ گئے۔

ساجی نے فرمایا کہ یہ حضرت عثمان پر تہمت لگاتے تھے، ان کی وفات 222ھ میں

---

[1] ت -ثوير "بن أبي فاختة سعيد بن علاقة الهاشمي أبو الجهم الكوفي مولى أم هانىء وقيل مولى زوجها جعدة روى عن أبيه وابن عمر وزيد بن أرقم وابن الزبير ومجاهد وأبي جعفر وغيرهم وعنه الأعمش والثورى وإسرائيل وشعبة وحجاج بن أرطأة وعدة قال عمرو بن على كان يحيى وعبد الرحمن لا يحدثان عنه وكان سفيان يحدث عنه وقال محمد بن عثمان بن أبي صفوان الثقفي عن أبيه قال سفيان الثورى كان ثوير من أركان الكذب وقالا عبد الله بن أحمد سئل أبي ثوير بن أبي فاختة ويزيد بن أبي زياد وليث بن أبي سليم فقال ما أقرب بعضهم من بعض وقال يونس بن أبي إسحاق كان رافضيا وقال الدورى عن بن معين ليس بشىء وقال بن أبي خيثمة وغيره عن يحيى ضعيف وقال إبراهيم الجوزجاني ضعيف الحديث وقال أبو زرعة ليس بذاک القوى وقال أبو حاتم ضعيف مقارب لهلال بن خباب وحكيم بن جبير وقال النسائي ليس بثقة وقال الدارقطني متروک وقال بن عدى قد نسب إلى الرفض ضعفه جماعة وأثر الضعف عل رواياته بين وهو إلى الضعف أقرب منه إلى غيره قلت وقال البخاري في التاريخ الأوسط كان بن عيينة يغمزه وقال البزار حدث عنه شعبة وإسرائيل وغيرهما واحتملوا حديثه كان يرمى بالرفض وقال العجلي هو وأبوه لا بأس بهما وفي موضع آخر ثوير يكتب حديثه وهو ضعيف وحكى الساجي في الضعفاء عن أيوب السختياني لم يكن مستقيم الشأن وقال أبو أحمد الحاكم ليس بالقوى عندهم وقال يعقوب بن سفيان لين الحديث وقال على بن الجنيد متروک وقال بن حبان كان يقلب الأسانيد حتى يجيء في روايته أشياء كأنها موضوعة وقال الآجرى عن أبي داود ضرب بن مهدى على حديثه وحكى بن الجوزى في الضعفاء عن الجوزجاني أنه قال ليس بثقة وقال الحاكم في المستدرک لم ينقم عليه إلا التشيع وذكره العقيلي وابن الجارود وأبو العرب الصقلي وغيرهم في الضعفاء (تهذيب التهذيب، ج٢،ص ٣٦،٣٧، رقم الترجمة ٥٨،باب الثاء)

بتلائی جاتی ہے۔ [1]

## عبد الرحمٰن بن یوسف خراش

عبدالرحمٰن بن یوسف بن سعید خراش بغدادی ''جو ابنِ خراش'' سے بھی معروف ہیں'' ان کو حافظ ذہبی نے ''الحافظ، الناقد، البارع'' وغیرہ کی صفات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ [2]

اور ابو نعیم نے ان کے متعلق فرمایا کہ میں نے ابنِ خراش سے زیادہ ''حافظُ الحدیث'' کسی کو نہیں دیکھا، اور متعدد حضرات سے ان کا رفض سے متہم ہونا، اور رافضی ہونا، یہاں تک کہ ان

---

[1] عمرو "بن حماد بن طلحة القناد أبو محمد الكوفي .............
قال بن معين وأبو حاتم صدوق وقال أبو داود كان من الرافضة ذكر عثمان بشيء فطلبه السلطان فهرب وقال مطين ثقة توفي في صفر سنة 222 وكذا ذكره بن حبان في الثقات قلت وكذا أرخه بن سعد وقال كان ثقة إن شاء الله وقال الساجي يتهم في عثمان وعنده مناكير وفي الزهره روى عنه مسلم حديثين ووقع في عده مواضع منسوبا لجده منها في أواخر سنن أبي داود وفي مستدرك الحاكم وأخرجه بن حبان من الوجه الذي أخرجاه منه فوقع عمرو بن حماد ولم يطلع المنذري على ذلك فقال لم نجد له فيما رأيناه من كتبهم ذكرا فإن كان هو عمرو بن طلحة ووقع فيه تصحيف وهو من هذه الطبقة فلا يحتج بحديثه قلت وفي قوله لا يحتج بحديثه نظر وقد تقدمت ترجمته وأن أبا حاتم قال فيه محله الصدق(تهذيب التهذيب، ج۸،ص ۲۲، ۲۳ ملخصاً، رقم الترجمة ۳۵،تابع حرف العين)

بخ م د س فق :عمرو بن حماد بن طلحة القناد ، أبو محمد الكوفي، وقد ينسب إلى جده.............
قال أبو عبيد الآجري :سألت أبا داود عن عمرو بن حماد ابن طلحة، فقال :كان من الرافضة ذكر عثمان بشيء فطلبه السلطان.
وقال محمد بن عبد الله الحضرمي :كان ثقة.
وذكره ابن حبان في كتاب "الثقات "، وقال : مات سنة اثنتين وعشرين ومئتين.
زاد الحضرمي :يوم السبت في صفر.
وروى له البخاري في "الأدب"، وأبو داود، والنسائي، وابن ماجه في "التفسير(تهذيب الكمال في أسماء الرجال،ج ۲۱،ص ۵۹۱ الى ۵۹۴ ملخصا، رقم الترجمة ۴۳۵۰،باب العين،من اسمه عمرو)

[2] ابن خراش عبد الرحمن بن يوسف المروزي.
الحافظ، الناقد، البارع، أبو محمد عبد الرحمن بن يوسف بن سعيد بن خراش المروزي، ثم البغدادي(سير اعلام النبلاء للذهبي، ج۱۳ ص۵۰۸، تحت رقم الترجمة ۲۵۳)

کی طرف سے ''مثالبِ شیخین'' کی احادیث کو جمع کرنا بھی منقول ہے۔

اور ابنِ عدی نے فرمایا کہ میں نے عبدان کو سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابنِ خراش سے کہا کہ اس حدیث کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، جس میں ''ما ترکنا صدقة'' کے الفاظ ہیں؟ تو ابنِ خراش نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے۔ [1]

''عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش'' سے ابوعوانہ، ابنِ عدی، ابونعیم اصبہانی، ابوشیخ اصبہانی، ابنِ بشران، خطیب بغدادی وغیرہ نے احادیث کو روایت کیا ہے۔

ابنِ عدی نے ابنِ عقدہ سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں ابنِ خراش، جب تشیع کے باب سے کوئی حدیث لکھتے تھے، تو مجھے یہ کہتے تھے کہ یہ حدیث صرف میرے اور آپ کے نزدیک قابلِ استعمال ہے۔

عبدالملک بن محمد ابونعیم نے ابنِ خراش کی تعریف کی ہے، اور ان کو عراق کے ''حفاظُ الحدیث''

---

[1] عبد الرحمن بن يوسف بن سعيد بن خراش، الحافظ أبو محمد، المروزى الأصل، البغدادى.
سمع :خالد بن يوسف السمتى، وعبد الجبار بن العلاء المكى، وعلى بن خشرم، وأبا عمير ابن النحاس، ويعقوب الدورقى، ويونس بن عبد الأعلى، وأبا التقى هشام بن عبد الملك، وأحمد بن خالد الخلال، وأبا حفص الفلاس، ونصر بن على الجهضمى، ومحمد بن يحيى الذهلى، وخلقا من طبقتهم.
وعنه :أبو سهل القطان، وأبو العباس بن عقدة، وبكر بن محمد الصيرفى، وآخرون.
قال بكر بن محمد :سمعته يقول :شربت بولى فى هذا الشأن -يعنى الحديث -خمس مرات.
وقال أبو نعيم بن عدى الجرجانى الحافظ :ما رأيت أحفظ من ابن خراش.
قلت :وله كلام فى الجرح والتعديل، وقد اتهم بالرفض.
توفى فى خامس رمضان سنة ثلاث وثمانين، ورخه ابن المنادى.
وقال ابن عدى :ذكر بشىء من التشيع، وأرجو أنه لا يتعمد الكذب، سمعت ابن عقدة يقول :كان ابن خراش عندنا إذا كتب شيئا من باب التشيع يقول :هذا لا ينفق إلا عندى وعندك يا أبا العباس .
سمعت عبدان يقول :حمل ابن خراش إلى بندار عندنا جزء ين صنفهما فى مثالب الشيخين، فأجازه بألفى درهم بنى بها حجرة ببغداد ليحدث فيها، فمات حين فرغ منها.
وقال أبو زرعة محمد بن يوسف الحافظ :أخرج ابن خراش مثالب الشيخين، وكان رافضيا.
قال ابن عدى :سمعت عبدان يقول :قلت لابن خراش :حديث "ما تركنا صدقة "؟ قال :باطل، أتهم مالك بن أوس بن الحدثان .قال عبدان :وقد حدث بمراسيل وصلها ومواقيف رفعها(تاريخ الإسلام ،ج٦،ص ٧٧٣، ٧٧٤، رقم الترجمة ٣٣٤،حرف العين)

میں سے قرار دیا ہے، اور ابنِ عدی نے فرمایا کہ یہ قصداً احادیث میں جھوٹ نہیں بولتے۔ [1]

اور حافظ ابنِ حجر نے ابنِ خراش کو ''محدث، حافظ'' اور ''غلاۃِ شیعہ'' اور ''منسوب الی الرفض'' قرار دیا ہے۔ [2]

اوران کے ''حافظِ زمانہ'' اور ''اطلاعِ کثیر'' ہونے کے باوجود، ان کو ''رافضی'' اور ''عقائد میں گمراہ'' بھی کہا ہے۔ [3]

---

[1] عبد الرحمن بن يوسف بن خراش .سمعت عبدان نسبه إلى الضعف .سمعت عبدان يقول، حدثنا خالد بن يوسف السمتى، حدثنا أبو عوانة، عن عاصم عن الشعبى عن النعمان بن بشير قال الحلال بين والحرام بين الحديث قال لنا عبدان وحدث به بن خراش عن خالد بن يوسف مرفوعا وقد ذكر لى عبدان ان بن خراش حدث بأحاديث مراسيل أوصلها ومواقيف رفعها مما لم يذكرها هنا سمعت عبدان يقول قلت لابن خراش حديث لا نورث ما تركناه صدقة قال باطل قلت من تتهم فى هذا الإسناد رواه الزهرى، وأبو الزبير وعكرمة بن خالد عن مالک بن أوس بن الحدثان أتتهم هؤلاء؟ قال: لا إنما أتهم مالک بن أوس .سمعت عبدان يقول وحمل بن خراش إلى بندار عندنا جزأين صنفهما فى مثالب الشيخين فأجازه بألفى درهم فبنى بذلک حجرة ببغداد ليحدث فيها فما متع بها ومات حين فرغ منها.

وسمعت أحمد بن محمد بن سعيد المعروف بابن عقدة يقول كان ابن خراش فى الكوفة إذا كتب شيئا من باب التشيع يقول لى هذا لا ينفق إلا عندى وعندک يا أبا العباس.

وسمعت عبد الملک بن محمد أبا نعيم يثنى على بن خراش هذا وقال ما رأيت أحفظ منه لا يذكر له شيخ من الشيوخ والأبواب إلا مر فيه.

وابن خراش هذا هو أحد من يذكر بحفظ الحديث من حفاظ العراق وكان له مجلس مذاكرة لنفسه على حدة إنما ذكر عنه شىء من التشيع كما ذكره عبدان فأما الحديث فأرجو أنه لا يتعمد الكذب (الكامل فى ضعفاء الرجال، ج۵ص۵۱۸، وص۵۱۹، تحت رقم الترجمة ۱۱۵۵)

[2] ويلتحق به عبد الرحمن بن يوسف بن خراش المحدث الحافظ فإنه من غلاة الشيعة بل نسب إلى الرفض فيتأنى فى جرحه لأهل الشام للعداوة البينة فى الاعتقاد(لسان الميزان لابنِ حجر، ج۱ص۲۱۲، خطبة الأصل، فصل: ۷)

[3] عبد الرحمن بن يوسف بن خراش الحافظ .قال عبدان: كان يوصل المراسيل.وقال ابن عدى: كان يتشيع .وقال أبو زرعة محمد بن يوسف الحافظ: كان خرج مثالب الشيخين وكان رافضيا.

وقال عبدان: قلت لابن خراش: حديث لا نورث ما تركنا صدقة .قال: باطل .قلت: من تتهمه؟ قال: مالک بن أوس.قلت: لعل هذا بدا منه وهو شاب فإنى رأيته ذكر مالک بن أوس بن الحدثان فى تاريخه فقال: ثقة.قال عبدان: وحمل ابن خراش إلى بندار عندنا جزئين صنفهما فى مثالب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ''طائفہ منصورہ'' میں لکھتے ہیں:

''ابنِ خراش (المتوفی ۲۸۳ھ) یہ الحافظ البارع اور الناقد تھے۔ امام ابونعیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابنِ خراش سے بڑا حافظِ حدیث نہیں دیکھا، معہٰذا وہ نہ صرف یہ کہ شیعہ تھے، بلکہ رافضی تھے اور انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے مثالب (یعنی معایب، ناقل) پر کتاب لکھی تھی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۲۳۰)''

(طائفہ منصورہ، ص ۴۱، شیعہ حضرات کے چند محدثین، مکتبہ: صفدریہ، گوجرانوالہ، طبع ہشتم ۲۰۱۰ء)

اور مولانا موصوف اپنی مذکورہ تالیف میں چند شیعہ و رافضہ راویوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اگر ہم صرف ان حضرات کی فہرست بیان کرنا شروع کردیں، جو پایہ کے محدث اور حافظ الحدیث تھے، اور بایں ہمہ وہ شیعہ تھے، تو اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں، اس لئے ہم نے تذکرۃ الحفاظ سے چند حضرات کے نام درج کردئے ہیں ''وفیہ کفایۃ لمن لہ ھدایۃ'' (طائفہ منصورہ ص ۴۲، شیعہ حضرات کے چند محدثین، مکتبہ: صفدریہ گوجرانوالہ، طبع ہشتم ۲۰۱۰ء)

ہم نے ماقبل میں سرسری طور پر چند ایسے احادیث کے راویوں کا ذکر کیا ہے، جن کو محدثین نے ''شیعہ'' بلکہ ''غالی شیعہ'' اور واضح طور پر ''رافضی'' کہا ہے، اور اس ضمن میں ''شیعہ و روافض'' کے چند ایسے عقائد کا بھی ذکر کیا ہے، جن پر آج کل بعض علماء تضلیل، بلکہ تکفیر تک کا حکم لگادیتے ہیں، لیکن محدثین نے ان کی احادیث کو بالکلیہ رد نہیں کیا، اور مجتہدین نے ان کی مرویات سے مسائل کا استنباط بھی کیا، اور آج تک کتبِ حدیث میں ان کی احادیث کی

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشیخین فأجازہ بألفی درھم..قلت: ھذا واللہ ھو الشیخ المعثر الذی ضل سعیہ فإنہ کان حافظ زمانہ ولہ الرحلۃ الواسعۃ والاطلاع الکثیر والإحاطۃ وبعد ھذا فما انتفع بعلمہ فلا عتب علی حمیر الرافضۃ وحواتر جزین ومشغرا (لسان المیزان، ج۵ ص ۱۴۹، ۱۵۰، تحت ترجمۃ ''عبد الرحمن بن یوسف بن خراش الحافظ''، رقم الترجمۃ ۴۷۲۱)

درس وتدریس کی جاتی ہے، اوران کی مسائل، یا فضائل کی حیثیت سے نشرواشاعت کی جاتی ہے۔ [1]

بلکہ علی الاطلاق اہلِ تشیع کی تکفیر کرنے والے علماء کی تحریرات وتقریرات میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔

لہٰذا بعض حضرات کا یہ دعویٰ کرنا کہ ''غالی شیعہ، یا رافضی'' کی روایت قبول نہیں کی جاسکتی، اور جن سے محدثین روایات کو لیتے تھے'' وہ ایسے شیعہ تھے، جو تمام اصول وفروع میں اہلسنت والجماعت سے متفق تھے، صرف حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے تھے''

یہ دعویٰ خود محققین ومحدثین اہلُ السنۃ کی تصریحات کے خلاف ہے۔

باقی رہا روافض کے، ان دوسرے اختلافات وافکار کا معاملہ، جن کو آج کل بعض حضرات علی الاطلاق تکفیرِ روافض کی بنیاد بناتے ہیں، ان کی تحقیق وتفصیل پہلے جمہور اہل السنۃ کے مجتہدین ومحققین کے حوالہ جات کے تناظر میں بیان کی جاچکی ہے۔

احادیث کے راویوں کے علاوہ، شیعوں کے ''امامیہ'' اور ''اثنا عشریہ'' فرقوں سے منسلک بہت سے ایسے حضرات گزرے ہیں کہ جن کا محدثین ومورخین نے ذکر کیا ہے، اوران کی تکفیر کے بجائے، ان کی توثیق، یا ان کی تعریف کی ہے۔

چنانچہ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (المتوفیٰ:764ھ) نے اپنی تالیف ''أعیان

[1] ومن الأمثلة القوية على عدم اعتبار السلف المتقدمين للعقائد فی توثيق الرواة هو عبدُ الرحمن بن صالح الأزدی العتکی، فقد ذُکر عنه أنه کان يروی أحاديث سوء فی مثالب أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وأزواجه، وهو شيعی محترق کما قال ابن عدی، ومع کل ذلک فقد قيل لأحمد :إنه رافضی، فقال أحمد :سُبحان الله، رَجُلٌ أَحَبَّ قومًا من أهل بيت النبی -صلى الله عليه وسلم -نقول له :لا تحبهم؟ هو ثقة .وقال ابن معين :ثقة صدوق شيعی، لأن يَخِرَّ من السماء أحبُّ إليه من أن يَکْذِبَ فی نصف حرف .وقال موسى بن هارون :کان ثقة، وکان يُحدث بمثالب أزواج رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وأصحابه .

فإذا کان الأمر هکذا فی هذا الشيعی المحترق، الغالی فی تشيعه، فما بالُک بمن رُمِیَ بشیءٍ يسيرٍ منه، کالأعمش، وعبد الرزاق، والحسن بن صالح بن حی وأضرابهم من ثقات المحدثين؟(تحرير تقريب التهذيب،للشيخ بشارمعروف۔شعيب الأرنؤوط، ج ۱، ص۳۷،۳۸،مقدمة التحقيق)

العصر وأعوان النصر ''میں ''محمد بن ابی بکر بن ابی القاسم'' کو ''امامیہ'' کا شیخ اوران کا عالم قرار دیا ہے، اور علامہ ذہبی سے نقل کیا ہے کہ ''محمد بن ابی بکر بن ابی القاسم'' نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا تھا، اوران سے صحابۂ کرام کے متعلق سب وشتم ثابت نہیں، بلکہ صحابۂ کرام کے فضائل میں ان کی ایک نظم ہے۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان سے سنی نے ''شیعیت'' کی تعلیم حاصل کی، اور رافضی نے ''سنت'' کی تعلیم حاصل کی، اوران کے اوپر بہت سے لوگ جمع ہوئے، ان کی سات سو اکیس ہجری میں وفات ہوئی۔ [1]

امام صفدی نے ''امامیہ'' کے ایک شیخ اور بڑے عالم ''محمد بن عدنان بن حسن علوی'' کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو ''سید محی الدین'' کا لقب دیا ہے، اوران کو بڑا عابد وزاہد اور ولی قرار دیا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ رات دن قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، اور حضرت عثمان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اچھائی کے ساتھ تذکرہ کرتے تھے، ان کی وفات

---

[1] محمد بن أبی بکر بن أبی القاسم:شیخ الإمامیة وعالمهم شمس الدین الهمدانی الدمشقی السکاکینی الشیعی.

قال شیخنا الذهبی، رحمه الله تعالی :حفظ القرآن بالسبع، وتفقه وتأدب، وسمع فی حداثته من الرشید بن مسلمة، والرشید العراقی، ومکی بن علان وجماعة، وخرج له ابن الفخر عنهم.

وربی یتیماً فأقعد فی صناعة السکاکین عند شیخین رافضیین، فأفسداه، وأخذ عن أبی صالح الحلبی، وصاحب الشریف محیی الدین بن عدنان.

وله نظم وفضائل، ورد علی التلمسانی فی الاتحاد .وأم بقریة جسرین مدة، ثم أخرج منها .وأم بالسامرية، ثم إنه أخذه منصور بن جماز الحسینی معه إلی المدینة، لأنه صاحبها، واحترمه .وأقام بالحجاز سبعة أعوام، ثم رجع.وهو شیعی عاقل، لم یحفظ عنه سب، بل نظم فی فضائل الصحابة.

وکان حلو المجالسة، ذکیاً عالماً فیه اعتزال، وینطوی علی دین وإسلام، وتعبد، علی بدعته، وترفض به ناس من أهل القری .قال الشیخ تقی الدین بن تیمیة، رحمه الله تعالی :هو ممن یتشیع به السنی، ویتسنن به الرافضی .وکان یجتمع به کثیراً وقیل :إنه رجع آخر عمره عن أشیاء .نسخ " صحیح "البخاری، وکان ینکر الجبر ویناظر علی القدر .وتوفی فی سادس عشری صفر سنة إحدی وعشرین وسبع مئة.ومولده سنة خمس وثلاثین وست مئة (أعیان العصر وأعوان النصر ،للصفدی، ج۴،ص ۳۵۵، ۳۵۶،حرف المیم، تحت ترجمة "محمد بن أبی بکر بن أبی القاسم" )

سات سو بائیس ہجری میں ہوئی۔ [1]

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ''اسعد بن عمر بن مسعود جبلی'' کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ''اسماعیلیہ'' اور ''نصیریہ'' کے رد میں تصنیف کی ہے، اور ابنِ ابی طی نے ان کو علمائے امامیہ میں سے قرار دیا ہے۔ [2]

اور حافظ ذہبی نے اثنا عشریہ کی چار مشہور کتب میں سے دو کتابوں ''التھذیب'' اور ''الاستبصار'' کے مصنف ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (المتوفی:460) کے بیٹے ''حسن بن محمد بن حسن'' کے بارے میں ''تاریخِ اسلام'' میں فرمایا کہ:

---

[1] محمد بن عدنان بن حسن: الشيخ الإمام العابد الشريف السيد محيي الدين العلوى الحسينى الدمشقى الشيعى، شيخ الإمامية و كبيرهم. ولى مرةً نظر السبع، مات ولداه زين الدين حسين وأمين الدين جعفر وهما من جلة رؤساء دمشق، باشر الأنظار ونقابة الأشراف، وتقدم ذكرهما فى مكانهما، فاحتسبهما عند الله تعالى. وأخبرنى غير واحد أنه لما مات كل منهما كان يسجيه قدامه وهو قاعد يتلو القرآن ولم تنزل له دمعة، وولى النقابة فى حالة حياته ابن ابنه شرف الدين عدنان بن جعفر إكراماً لجده. وكان محيى الدين ذا تعبد زائد وولاية وتلاوة دائمة وتأله، وانقطع بالمزة.
وكان يترضى عن عثمان وعن غيره من الصحابة، ويتلو القرآن ليلاً ونهاراً، ويناظر منتصرا للاعتزال متظاهراً بذلك. توفى رحمه الله تعالى ليلة الجمعة الثانى والعشرين من ذى القعدة سنة اثنتين وعشرين وسبع مئة. ومولده سنة تسع وعشرين وست مئة (أعيان العصر وأعوان النصر، للصفدى، ج۴، ص ۵۷۲، ۵۷۳، تحت ترجمة "محمد بن عدنان بن حسن" حرف الميم)
الشريف محيى الدين ابن عدنان محمد بن عدنان بن حسن الشيخ الإمام العالم العابد الشريف السيد محيى الدين العلوى الحسينى الدمشقى الشيعى شيخ الإمامية. ولد سنة تسع وعشرين وست مائة ولى مرة نظر السبع وولى ابناه زين الدين حسين وأمين الدين جعفر نقابة الأشراف فماتا واحتسبهما عند الله. أخبرنى غير واحد أنهما لما ماتا كل واحد منهما كان مسجى قدامه وهو قاعد يتلو القرآن لم تنزل له دمعة عليه وكان كل منهما رئيس دمشق وولى النقابة فى حياته ابن ابنه شرف الدين عدنان ابن جعفر. وكان محيى الدين ذا تعبد زائد وتلاوة وتأله وانقطاع بالمزة أضر مدة وكان يترضى على عثمان وغيره من الصحابة ويتلو القرآن ليلا ونهارا ويناظر منتصرا للاعتزال متظاهرا به توفى سنة اثنتين وعشرين وسبع مائة (الوافى بالوفيات، ج۴، ص ۶۹، تحت ترجمة "الشريف محيى الدين")

[2] (ز) :أسعد بن عمر بن مسعود الجبلى .بفتح الجيم والموحدة .أخذ عن الذى قبله وصنف فى الرد على الإسماعيلية والنصيرية، وغيرهم قاله ابن أبى طى قال :وكان من علماء الإمامية (لسان الميزان، ج۲، ص ۹۵، رقم الترجمة ۱۱۱۵، حرف الألف)

''علامہ ابو علی، حسن بن محمد بن حسن'' رافضہ کے راس ''ابو جعفر طوسی'' کے بیٹے ہیں، جو بغداد میں پیدا ہوئے، اور ابو محمد خلال، اور ابو طیب طبری سے احادیث کی سماعت کی، اور مشہدِ کوفہ کی امامت کی، ان سے عمر بن محمد نسفی اور ہبۃ اللہ سخطی، اور ایک جماعت احادیث کو روایت کرتی ہے، اور یہ دیندار، اور سب وشتم سے رکنے والے تھے'' [1]

نیز حافظ ذہبی ہی نے ''تاریخِ اسلام'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

''ابو علی، حسن بن محمد بن حسن ''رافضہ'' کے شیخ اور ان کے عالم ہیں، رافضہ کے شیخ اور ان کے عالم ابو جعفر طوسی کے بیٹے ہیں، ان کی طرف عراق میں شیعہ کی کئی جماعتوں نے کوچ کیا۔

ابنِ ابی طئی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ یہ متقی، عالم، کثیر الزہد والورع تھے، تلاوت اور اوراد اور اشغال اور تصنیف پر پابندی کرنے والے تھے، ان کی ولادت مشہدِ علی میں ہوئی، اور انہوں نے اپنے والد کے سامنے ان کی تمام کتابوں کو پڑھا۔

عماد الدین ابو جعفر محمد بن ابی القاسم طبری کہتے ہیں کہ شیخ ابو علی طوسی لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار تھے، ان کو قرآن کی قرائت کرتے ہوئے، یا نماز پڑھتے ہوئے، یا تعلیم دیتے ہوئے، یا اوراد میں مشغول ہی دیکھا جاتا تھا، اور ان کی آنکھوں کے درمیان میں سجدہ کا نمایاں نشان تھا، جس کو وہ چھپا کر رکھتے تھے۔

---

[1] الحسن بن محمد بن الحسن بن علی، العلامة أبو علی. ابن الشیخ أبی جعفر الطوسی رأس الرافضة.

ولد ببغداد، وسمع من أبی محمد الخلال، وأبی الطیب الطبری. وأم بالمشهد بالکوفة. روی عنه عمر بن محمد النسفی، وهبة الله ابن السقطی، وجماعة.

بقی إلی هذه السنة، وکان متدینا کافا عن السب (تاریخ الإسلام، ج۱۰، ص۷۱۹، رقم الترجمة ۶۵، الطبقة الخمسون، سنة اثنتین وتسعین وأربعمائة)

اور ابنِ رطبہ کہتے ہیں کہ ابو علی، اللہ کی ذات سے بہت زیادہ خشیت رکھتے تھے، عظیم خشوع، اور عبادت گذار تھے، خواص اور عوام کے نزدیک معظم تھے۔

اور وہ عراق میں مشہدِ علی میں قیام رکھتے تھے۔

ابو سعد سمعانی نے ان کی زیارت کی اور ان کی تعریف کی۔

محمد بن حسن نقاش وغیرہ نے بھی ان کی تعریف وتوصیف کی ہے''۔ [1]

اور صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (المتوفیٰ: 764ھ) نے اپنی تالیف ''الوافی بالوفیات'' میں فرمایا کہ:

''ابو علی، حسن بن محمد بن حسن رافضہ کے شیخ، اور ان کے عالم ہیں، اور رافضہ کے

---

[1] الحسن بن محمد بن الحسن، شيخ الرافضة وعالمهم، أبو على.
ابن شيخ الرافضة وعالمهم الشيخ أبى جعفر الطوسى.
رحلت إليه طوائف الشيعة إلى العراق، وحملوا عنه.
ذكره ابن أبى طىء فى "تاريخه" فقال: كان ورعا، عالما، متألها، كثير الزهد والورع، قائما بالتلاوة والأوراد، والإشغال، والتصنيف، ولد بمشهد على عليه السلام، وقرأ على أبيه جميع كتبه، حدثنى عماد الدين أبو جعفر محمد بن أبى القاسم الطبرى، قال: كان الشيخ أبو على الطوسى من أعبد الناس وأشدهم تألها، لم ير إلا قارئا، أو مصليا، أو معلما، أو مشتغلا، وكان بين عينيه كركبة العير من السجود، وكان يسترها.
وقال ابن رطبة: كان أبو على خشنا فى ذات الله، عظيم الخشوع والعبادة، معظما عند الخاصة والعامة.
وقال آخر: رأيت أبا على رجلا قد وهب نفسه لله، لم يجعل لأحد معه فيها نصيبا، ولا أشك أنه كان من خواص الأبدال.
قلت: وكان مقيما بمشهد على بالعراق.
قال العماد الطبرى: لو جازت الصلاة على غير النبى والإمام لصليت عليه، كان قد جمع العلم والعمل، وصدق اللهجة.
وقد زار أبو سعد السمعانى المشهد، وسمع عليه، وأثنى عليه.
وقال أبو منصور محمد بن الحسن النقاش: كنا نقرأ على الشيخ أبى على بن أبى جعفر، وإن كان إلا كالبحر يتدفق بجواهر الفوائد، وكان أروى الناس للمثل، والشاهد، وأحفظ الناس للأصول، وأنقلهم للمذهب، وأرواهم للحديث. قلت: روى عن: أبى الغنائم النرسى، وغيره(تاريخ الإسلام، ج ١١، ص ٧٤٠، ٧٤١، رقم الترجمة ٥٢١، سنة أربعين وخمسمائة)

شیخ اوران کے عالم ابوجعفر طوسی کے بیٹے ہیں، نہایت متقی کثیر الزہد عالم تھے، جن کی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا، ان کی سمعانی اور عماد طبری نے تعریف کی ہے، ان کی پانچ سو چالیس کی حدود میں وفات ہوئی''۔انتہیٰ۔ [1]

اورحافظ ابنِ حجر نے ''لسان المیزان ''میں ابوجعفر طوسی کے بیٹے ''حسن بن محمد بن حسن'' کا تذکرہ کرتے ہوئے، ان کو شیعہ مذہب کا فقیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشہد (نجف اشرف) میں ان کا امام قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ یہ ''فی نفسہٖ صدوق'' ہیں، اور ''متدین'' ہیں، اور ''سب وشتم'' سے رکنے والے ہیں، ان کی وفات پانچویں سنہ کی حدود میں ہوئی۔ [2]

ظاہر ہے کہ ابوجعفر طوسی کے بیٹے اپنے امامیہ اثنا عشری والد کے متبع ہی ہیں، ان سے کسی اہم عقیدہ میں اختلاف کی تصریح منقول نہیں، لیکن ان کی تکفیر تو کیا کی جاتی، ان کو سچا، اور دین دار تک کہہ دیا گیا، اور ان کے اوصاف کو بھی تسلیم کیا گیا، جو اہل السنۃ کے حق پرستی اور اعتدال پسندی کی دلیل ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ محدثین ومورخینِ اہل السنۃ نے، محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی (المتوفیٰ: 329ھ) اور ابوجعفر محمد بن علی بن حسن بن موسی بن بابویہ قمی (المتوفیٰ: 381ھ) اور ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (المتوفیٰ: 460) اور ان کی تالیفات کا ذکر کیا ہے، اور ان کے افکار سے

---

[1] (شیخ الرافضة)الحسن بن محمد بن الحسن شیخ الرافضة وعالمهم أبو علی بن شیخ الرافضة وعالمهم الشیخ أبی جعفر الطوسی.
رحلت طوائف الشیعة إلیه إلی العراق وحملوا عنه وکان ورعا عالما متألها کثیر الزهد وبین عینیه کرکبة العنز من أثر السجود وکان یسترها.أثنی علیه السمعانی قال العماد الطبری لو جازت الصلاة علی غیر النبی صلی الله علیه وسلم وغیر الإمام لصلیت علیه توفی فی حدود الأربعین وخمسمائة(الوافی بالوفیات، ج١٢، ص ١٥٦، تحت ترجمة "الحسن بن محمد بن الحسن")

[2] (ز): الحسن بن محمد بن الحسن بن علی الطوسی أبو علی بن أبی جعفر.
سمع من والده، وأبی الطیب الطبری والخلال والتنوخی ثم صار فقیه الشیعة وإمامهم بمشهد علی .
سمع منه أبو الفضل بن عطاف وهبة الله السقطی، ومحمد بن محمد النسفی.
وهو فی نفسه صدوق .مات فی حدود الخمس مئة وکان متدینا کافا عن السب(لسان المیزان لابنِ حجر، ج٣ص ١١٢، ١١٣، رقم الترجمة ٢٣٨٦، حرف الحاء)

اختلاف کا اظہار بھی کیا ہے، جن کو اثنا عشریہ کے یہاں امتیازی مقام حاصل ہے۔
لیکن ان حضرات نے امامیہ کے علمائے مذکور کی تکفیر نہیں کی، جیسا کہ ہم نے دوسری تالیف ''شیعہ وروافض کی تکفیر'' میں باحوالہ نقل کردیا ہے۔
ابنِ عساکر نے ''تاریخِ دمشق'' میں اپنی سند کے ساتھ ''محمد بن یعقوب کلینی'' کی بعض روایات کو بھی ذکر کیا ہے۔ [1]
ما سبق کی تفصیلات سے معلوم ہوگیا کہ جمہور سلف وخلف سب کے سب شیعہ، وروافض، اور امامیہ وغیرہ کی تعریف و تقسیم، اوران کے جملہ عقائد وافکار سے بخوبی واقف تھے، ان کی طرف سے علی الاطلاق عدمِ تکفیر نہ کی، بلکہ اکثر وبیشتر نے تو مطلق عدمِ تکفیر کی تصریح کی پس

---

[1] محمد بن يعقوب ويقال محمد بن على أبو جعفر الكلينى من شيوخ الرافضة قدم دمشق وحدث ببعلبك عن أبى الحسين محمد بن على الجعفرى السمرقندى ومحمد بن أحمد الخفاف النيسابورى على بن إبراهيم بن هاشم روى عنه أبو سعد الكوفى شيخ الشريف المرتضى أبى القاسم على بن الحسين بن موسى الموسوى وأبو عبد الله أحمد بن إبراهيم وأبو القاسم على بن محمد بن عبدوس الكوفى وعبد الله بن محمد بن ذكوان أنبأنا أبو الحسن بن جعفر قالا أنا جعفر بن أحمد بن الحسين بن السراج أنا أبو القاسم المحسن بن حمزة الوراق بتنيس نا أبو على الحسن بن على بن جعفر الديبلى بتنيس فى المحرم سنة خمس وتسعين وثلاثمائة نا أبو القاسم على بن محمد بن عبدوس الكوفى أخبرنى محمد بن يعقوب الكلينى عن على بن إبراهيم بن هاشم عن موسى بن إبراهيم المحاربى عن الحسن بن موسى عن موسى بن عبد الله عن جعفر ابن محمد قال قال أمير المؤمنين إعجاب المرء بنفسه دليل على ضعف عقله أخبرنا أبو محمد بن حمزة بقرائتى عليه عن أبى زكريا عبد الرحيم بن أحمد ح وأخبرنا أبو القاسم بن السوسى أنا أبو إسحاق إبراهيم بن يونس أنا أبو زكريا وأخبرنا أبو الحسين أحمد بن سلامة بن يحيى أنا سهل بن بشر أنا رشأ بن نظيف قالا نا عبد الغنى بن سعيد قال فأما الكلينى بضم الكاف والنون بعد الياء فمحمد بن يعقوب الكلينى من الشيعة المصنفين مصنف على مذاهب أهل البيت قرأت على أبى محمد بن حمزة عن أبى نصر بن ماكولا قال وأما الكلينى بضم الكاف وإمالة اللام وقبل الياء نون فهو أبو جعفر محمد بن يعقوب الكلينى الرازى من فقهاء الشيعة المصنفين فى مذهبهم روى عنه أبو عبد الله أحمد ابن إبراهيم الصيمرى وغيره وكان ينزل بباب الكوفة فى درب السلسلة ببغداد وتوفى فيها سنة ثمان وعشرين وثلاثمائة ودفن بباب الكوفة فى مقبرتها قال الأمير بن ماكولا ورأيت أنا قبره بالقرب من صراة الطائى عليه لوح مكتوب فيه هذا قبر محمد بن يعقوب الرازى الكلينى الفقيه(تاريخِ دمشق لابنِ عساكر، ج٥٦ص٢٩٧، ٢٩٨، حرف الميم، تحت ترجمة "محمد بن يعقوب ويقال محمد بن على أبو جعفر الكلينى"رقم الترجمة ٧١٢٦)

بعض حضرات کا یہ دعویٰ فرمانا کہ جملہ امامیہ، اور بالخصوص جملہ اثنا عشریہ تحریفِ قرآن، یا فلاں فلاں کفریہ عقائد کے قائل ہیں، جس سے امت کے جماہیر فقہاء وعلماء کو آگاہی حاصل نہ ہوسکی، اوراس کا راز ماضی میں صرف چند علماء پر کھلا، جس کی بناپر انہوں نے ان کی علی الاطلاق تکفیر کی۔

سابق میں ذکر کئے گئے دلائل کے پیشِ نظراس دعوے میں ذرہ برابر بھی وزن نہیں، اور در اصل یہ جمہور امت کے سراسر خلاف اور سنگین طعن کو مستلزم ہے کہ وہ جملہ فرقِ باطلہ، وغیر باطلہ، اوران کے عقائد وافکار، اور تمام راویوں کے افکار ونظریات کی چھانٹ پٹک کرنے اوران کی جرح وتعدیل کے اہم ابواب پر کام کرنے، اوران حضرات پر تبصرہ کرنے، اوران کی کتب کا حوالہ دینے، اوران کی کتابوں کا ذکر کرنے کے باوجود، جن کے موجودہ دور میں حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں، اوروہ کتب بھی، صدیوں پہلے کی تصنیف کردہ ہیں، وہ جمہورِ امت خود ہی ان فرقوں کے اہم کفریہ عقیدہ سے ناواقف رہے، اور شیعہ، وروافض اور ان کے فرقوں، مثلاً امامیہ واثنا عشریہ کا ذکر کرنے کے باوجود ان کی تکفیر سے اجتناب، وممانعت فرماتے رہے۔

جب اہل السنۃ کے محدثین، ومجتہدین اور متکلمین کو تسلسل کے ساتھ کسی پر اسلام، یا کفر کا حکم لگانے تک میں مخطی، ومتسامح قرار دے دیا جائے، تو ایسی صورت میں ان کی احادیث وروایات کی جرح وتعدیل، اور عقائد وعلمِ کلام کو کیا مقام حاصل ہوسکے گا۔

ہمارے نزدیک غیر مجتہدین کا کسی بھی فرقہ، یا فرد کے چند عقائد وافکار ملاحظہ کرکے اور مجتہدین کے بیان کردہ وسیع علم وتحقیق پر مبنی اصولوں کو نظر انداز کرکے خود سے تکفیر کا حکم لگا دینا، اور پھراس پر اصرار کرنا، کم علمی کے ساتھ کم ظرفی، اور عصبیت پر مبنی ہے۔

اس لئے ہم اہل السنۃ کے جمہور محدثین ومجتہدین اور محققین کی شان میں اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ باتوں کی تصدیق، بلکہ وہم تک کرنے کی ہمت وجرائت کرنے سے قاصر ہیں، اوراس

پر ہم باحوالہ متعدد مقامات پر کلام کر چکے ہیں۔
بالخصوص جبکہ اس طرح کی باتیں کرنے والوں کے اس باب میں علم وتحقیق اور اجتہاد کو وہ مقام بھی حاصل نہ ہو، جو ان کے بالمقابل مجتہدین ومحققین کو حاصل ہے۔
اور اگر کوئی متاخر، یا معاصر اس طرح کے دعوے پر اصرار کرے گا، تو ہم جمہور مجتہدین ومحدثین کے مقابلہ میں اس کو واضح خاطی قرار دینا ’’اھون‘‘ سمجھیں گے، اور اگر وہ علم ہونے کے باوجود جمہور کے خلاف موقف کی تغلیط، اور اس کے بطلان کے درپے ہوگا، تو ایسی صورت میں وہ خود عاصی شمار ہوگا، اور جمہور کے موقف کا ہی قابلِ عمل وقابلِ فتویٰ ہونا راجح ہوگا۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

محمد رضوان خان

03/ رجب المرجب/ 1444ہجری 26/ جنوری/ 2023ء، بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

# علمی و تحقیقی رسائل

نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب جہنم والے
جہنم میں جمع ہو جائیں گے، اور جہنم والوں کے ساتھ
، جن اہلِ قبلہ کو اللہ چاہے گا، وہ بھی ہوں گے، تو جہنم والے اہلِ قبلہ
سے کہیں گے کہ تمہارے اسلام نے تم کو فائدہ نہیں پہنچایا، اور تم ہمارے
ساتھ جہنم میں پہنچ گئے، تو وہ اہلِ قبلہ کہیں گے کہ ہمارے کچھ گناہ تھے، جن کی
وجہ سے ہمارا مواخذہ ہوا، ان کی اس بات کو اللہ سن لے گا، پھر "اللہ" جہنم سے
اہلِ قبلہ کو نکالنے کا حکم فرمائے گا، جن کو جہنم سے نکال دیا جائے گا، جس پر کفار کہیں
گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے، تو ہم بھی ان کی طرح جہنم سے نکال لئے جاتے،
پھر رسول اللہ ﷺ نے سورہ حجر کی ان آیات کی قرائت فرمائی: "الٓر۔ تِلْكَ
آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ ۔ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا
مُسْلِمِينَ" الرا، یہ کتاب اور قرآنِ مبین کی آیات ہیں، بسا
اوقات، چاہیں گے، وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ کاش وہ
بھی مسلمین ہوتے (حاکم) (صفحہ نمبر 64،65)